رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۹

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

کتب خانہ دار المصنفین اعظم گڑھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ [illegible]

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ [illegible]

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی حالات اور طرز حکومت [illegible]

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ [illegible]

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور ان کی اجتہادات، مسائل [illegible]

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و [illegible]

ایضاً حصہ دوم خواجہ [illegible] متوسطین کا دور [illegible]

ایضاً حصہ سوم شعراے متاخرین کا دور [illegible]

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ، اخلاقی شاعری پر تبصرہ [illegible]

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کی تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو ہے

سفرنامہ مصر و شام مطبوعہ معارف پریس [illegible]

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو ہے

المامون خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات [illegible]

سفرنامہ دوم مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت [illegible]

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات کے جوابات [illegible]

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ اس کی عہد بعہد کی ترقیات اور علماے متکلمین کے نظریات

[illegible] طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت [illegible]

رسائل شبلی، مولانا کے اختلاف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت [illegible]

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا جس کو رنگین [illegible] اعلیٰ مطبع نامی کانپور [illegible]

مجموعہ کلام شبلی، اردو [illegible]

مثنوی صبح امید [illegible]

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے ناموں سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دیئے گئے ہیں، ۲۸۰ صفحے، ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپائی [illegible]

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۃ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر [illegible]

تفسیر سورۃ قیامہ [illegible]

تفسیر سورۃ والشمس [illegible]

تفسیر سورۃ والکافرون [illegible]

تفسیر سورۃ والعصر [illegible]

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت [illegible] ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ [illegible]

اسباق النحو سہل طرز پر عربی گرامر، اردو [illegible] ۵

مضامین

تصحیح

...رف کے گذشتہ پرچہ میں دیوان طالب پر مضمون مولنا شیروانی کا شایع ہوا ہے، اس کے صفحہ ۴۲۲ سطر ۱۳ میں ...ی سے تمرافزہ چھپ گیا ہے، ناظرین تصحیح کر لیں، معارف کی غلطیاں بہت تکلیف دیتی ہیں مگر یہ مرض لاعلاج ہے، اڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

امسال ہماری قومی مجلسیں شہر گیا میں منعقد ہوئیں، اور کانگریس کے چبوترے پر سب سے پہلا اتحاد ایشیا اور ہندو مسلم عہدنامہ کی تجویزیں معرض بیان میں آئیں، اگر یہ تجویزیں واقعی معرض عمل میں آجائیں تو اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے اس ملک کی مذہبی حیثیت بدر اور دار الحرب کا لفظ، ہندوستان کے اوصاف کی فہرست میں سے تاقیام معاہدہ قطعی طور سے [illegible] ہوجائیگا اور دیگر احکام فقہیہ پر بھی اس کا ایک خاص اثر پڑیگا،

گیا کے مقام اجلاس سے قریب بودھ کا سب سے بڑا اور مقدس ترین معبد واقع تھا، ہندو [illegible] کے طلبگاروں میں سے سیکڑوں نے جاکر اس کی سیر کی ہوگی، مگر کسی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس معبد [illegible] خزانہ میں ہندو مسلم رشتۂ اتحاد کا سب سے بڑا انمول موتی رکھا ہے یعنی متعصب ہندوکش عالمگیر کی [illegible] جو اس نے اس غیر اسلامی معبد کو عطا کی تھی اور جس کی بدولت اس مندر کے مصارف [illegible]

گذشتہ دسمبر میں سب سے پہلی دفعہ ہماری قرطبہ اور غرناطہ کی درسگاہوں کو دوبارہ زندہ کرنے [illegible] یونیورسٹی کا جلسۂ تقسیم اسناد منعقد ہوا، سرسید اور محسن الملک کے عہد کے بعد سے اسٹریچی ہال [illegible] نظارہ نہیں دیکھا تھا جو ۲۰، دسمبر کو اس کی نگاہوں کے سامنے گذرا، سوٹ پوش معززین [illegible] عظیم الشان نمائش تین سال سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی، سو اس جلسہ میں الحمد للہ کہ دیکھ لی گ[illegible] اسناد کے تمام مراسم میں صرف ہر ہائنس سرکار عالیہ بھوپال کا حسن عمل لائق ستائش [illegible]

کی دعوت عمل و اصلاح کی آواز ممکن ہے کہ یونیورسٹی کے حکام پر گراں گذری ہو، مگر جو لوگ کہ یونیورسٹی کو یونیورسٹی دیکھنا چاہتے ہیں وہ حرف حرف اس سے اتفاق کرینگے،

مراسم تقسیم اسناد کا ایک دلکش منظر یہ تھا کہ چانسلر (سرکار عالیہ بھوپال) اور وائس چانسلر (راجہ صاحب محمود آباد) دونوں نے اسناد کی تقسیم کے وقت عربی فقرے استعمال کئے، جو کاغذ پر لکھے اور چھپے ہوئے موجود تھے، تاہم اس حیرت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے کہ تمام حاضرین نے بلا استثنا ایک "عورت" کی صحت تلفظ اور اعراب کو ایک "مرد" کے مقابلہ میں بہتر اور لائق تعریف پایا،

ہماری یونیورسٹی اپنے عطائے خطاب کے اختیارات کو سب سے پہلی بار اس دفعہ کام میں لائی، آیندہ چلکر ہماری جدید تعلیمی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ ہوگا کہ اس یونیورسٹی کے علمی خطاب یافتوں میں سرفہرست کس خوش قسمت کا نام ہے، لوگ حیرانہ پوچھینگے کیا وہ کوئی اس عہد کا بڑا عالم، بڑا مصنف، بڑا شاعر، بڑا انشا پرداز یا بڑا تعلیمی ماہر تھا؟ جواب ملیگا نہیں؛ وہ صرف ایک ایسے بیرسٹر کو ملا جو اتفاق سے اس وقت وزیر تعلیم تھا، اور بس، حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخی اہمیت کو مد نظر رکھکر علی گذھ کے حلقۂ علم اور ادارۂ تعلیم میں اگر کوئی موزوں شخص اس خطاب کے لئے ہو سکتا تھا، تو وہ علمی حیثیت سے مولوی عبد الحق صاحب (ناظم ترقی اردو) اور تعلیمی کوششوں کے لحاظ سے صاحبزادہ آفتاب احمد خان؛ ہم نے اپنی یونیورسٹی کے اس طرز عمل کے متعلق دیوان غالب میں فال دیکھی تو یہ جواب ملا،

غالب سوختہ جاں را چہ بگفتار آری   بدیارے کہ ندانند نظیری ز نظیر

صاحب وزیر تعلیمات پنجاب صدر تھے۔ ان کا خطبہ صدارت بجائے خود فلسفہ، تاریخ، سیاست اور تعلیم سب کچھ تھا، اور ان میں سے ہر قسم کے جلسہ میں وہ پڑھا جا سکتا تھا، ان کے موجودہ ہمعصروں کو دیکھتے ہوئے آپکا یہ خیال ان کی بیحد اخلاقی جرأت کو ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے ایک سرکاری وزیر تعلیم ہو کر قوم کو متنبہ کیا کہ سرکاری تعلیمگاہیں ہماری قومی و مذہبی اغراض کے سراسر منافی ہیں،

---*---

اس مہینہ دار العلوم ندوۃ العلما کی زیارت کو جبلپور سے ایک سب جج صاحب آئے تھے، جو شمس العلما کے خطاب سے مخاطب ہیں، انھوں نے مدرسہ مذکور کی حالت زار پر بعض اخبارات میں اپنا تعزیت نامہ شائع کرایا ہے، ان کے نام سے اس تعزیت نامہ کو دیکھکر ہم کو سخت حیرت ہوئی، آج سے چند سال پہلے، ندوۃ العلما کے اجلاس ناگپور کے موقع پر ہم کو ان کی کوٹھی پر حاضر ہونے اور گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا، اس مجلس میں موصوف نے نہایت پرزور دلائل سے عربی تعلیم کے عدم ضرورت کو ثابت کر دیا تھا، آج یہ کیا انقلاب ہے کہ ایک عربی تعلیمگاہ کی بربادی پر ان کی آنکھیں اشک فشاں، اور ان کے لب نوحہ خواں ہیں،

تمھارے دشمنوں کو کیا پڑی تھی میرے ماتم کی!

لیکن یہ اچھا ہوا کہ اسی سلسلہ مین قوم نے اپنے بھولے ہوئے ندوہ کو یاد کیا، اخبارات نے نوٹ لکھے، اور بعضوں نے اپنی مہربانی سے ہمیں مخاطب کیا، ہم اس کا اعلان کرنا چاہتے ہیں، کہ ندوہ نے ... ماہوار کے عطیۂ سرکاری کو چھوڑ کر بحمد اللہ کہ کچھ کھویا نہیں، نہ اس کی تعلیم نے پستی اختیار کی، نہ طلبہ کی تعداد میں کمی ہوئی، جو کچھ بات ہے وہ یہ ہے کہ جس عمارت میں وہ ہے دو سال سے اس کو لکھنؤ یونیورسٹی کے احاطہ میں داخل کرنے کی تجویزین ہو رہی ہیں، نہ تو گورنمنٹ اس کو خریدتی ہے اور نہ صاف جواب دیتی ہے، اور ...

تعلیمی حیثیت سے بڑودہ کی چھوٹی سی ریاست نے جو ترقی کی ہر وہ ذیل کے اعداد سے ظاہر ہوگی
[اس] کے ساتھ برطانی ہند کے اعداد بھی پیش نظر ہوں تو یہ واضح ہو جائیگا. کہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت
[نے] نیم وحشی ہندوستان میں اس لئے ہی تاکہ یہاں علم و ہنر اور تہذیب و تمدن کی اشاعت کرے اُسکی
صد سالہ کوششوں کا معیار ترقی کیا ہی؟

	برطانی ہند	بڑودہ
تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد فی صد	۱	۱۰
مدرسہ جانیوالے لڑکے فی صد	۲۳	۲۶
مدرسہ جانیوالی لڑکیاں	۶	۵۷

اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی سامنے رہے کہ دونوں حکومتوں کا ہر شخص کی ذات پر اور آمدنی کے تناسب
[سے] تعلیم پر کیا خرچ ہی؟

	برطانی ہند	بڑودہ
[ہر شخص] کی ذات پر خرچ	۶ ,۹, پائی	ایک روپیہ ۲ آنے
[تعلیم] پر فیصدی آمدنی کا خرچ	۴ ر	۱۱ ر

دنیا اس فرق تناسب پر حیرت کریگی لیکن اس حیرت کو یہ کہکر دور کر دیا جائیگا. کہ برطانی ہند
[کی آم]دنی کا نصف حصہ تعلیم و تہذیب سے زیادہ ضروری فرض پر ہر سال صرف ہو جاتا ہی یعنی انسان کش آلات
[جنگ]ی اور سرحدوں کی حفاظت کی خاطر، ایک بیکراں فوج پر، اب یہ فیصلہ ہندوستان کا کام ہے
[کہ اس]کو علم و ہنر اور امن و صلح کی فوج کی ضرورت ہی یا جنگ و جدل، حرص و طمع، اور جہل و وحشت کے
[لش]کر کی!

[ہمار]ے [دستور] تعلیم کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ہمارے ماہرین تعلیم فرماتے ہیں، کہ اس میں حفظ صحت کے

اصولوں کی سب سے زیادہ پابندی کیجاتی ہی، چنانچہ جب کوئی انسپکٹر کسی اسکول کا معائنہ کرتا ہی تو اس کی تحقیقات کی پہلی دفعات یہ ہوتی ہیں کہ عمارت کیسی ہی، گرد وپیش کی زمین اور منظر کیا ہی، روشندان کافی ہیں یا نہیں، کمروں میں روشنی پوری ہی یا نہیں، لڑکے کمرہ کی وسعت سے زیادہ تو نہیں بیٹھے ہیں، لیکن باایں ہمہ تحقیق و تدقیق نتیجہ کیا ہی، طالب علموں کی صحت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہی، آنکھوں کی بینائی رخصت ہورہی ہے، ضعف معدہ کی شکایت عالمگیر ہورہی ہی، دق اور سل کے حملے تیز ہورہے ہیں، ہندوستان کا ذکر چھوڑ کے اس متمدن ملک کے طالب علموں کی حالت زار دیکھئے جہاں کے جدید طرز تعلیم کے اصول ہمارے ملک کیلئے اساس و بنیاد ہیں، یعنی انگلستان!

انگلستان میں طلبہ کی صحت کا نقشہ یہ ہی:

مبتلائے امراض دماغی	ضعف دماغ	۲۱۰۰۰
,,	نزاکت دماغ	۵۰۰۰
,,	بلادت دماغ	۱۰۰۰
مبتلائے امراض جسمانی	سل ودق	۱۳۰۰۰
,,	دوسرے جراثیم کی بیماریاں	۲۳۰۰۰
,,	دیگر جسمانی امراض	۵۳۰۰۰

ان بچوں کے علاج کے لئے تقریباً ۱۰۰۰۰۵، پونڈ خرچ ہوتے ہیں، لیکن طریقۂ تعلیم کی تبدیلی اس کا بہترین علاج نہیں ہوسکتی،

بنگال کے مشہور عالم کیمیا سرپی، سی، رائے نے ساٹھ سال کی عمر میں کلکتہ یونیورسٹی سے علٰحدگی

خواہش ظاہر کی تھی لیکن سینٹ نے ان سے درخواست کی وہ کم از کم پانچ سال تک اور اپنے معلومات سے طلبا کو مستفید کریں تاکہ جو کام ان کے زیر نگرانی شروع ہو چکے ہیں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیں، سر موصوف نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے جس ایثار و قربانی کی مثال پیش کی ہے وہ ہمارے بڑی بڑی تنخواہ والے پروفیسروں کے لئے قابل تقلید ہے، آپ نے یونیورسٹی کو اطلاع دی ہے کہ "چونکہ اب میں ۶۰ کا ہو گیا ہوں، اس لئے میں کسی قسم کا کوئی معاوضہ لینا نہیں چاہتا اور درخواست کرتا ہوں کہ ستمبر ۲۲ء سے میری جو تنخواہ ہو وہ اس شعبہ کی ترقی پر صرف کیجائے"، کیا ہماری قومی تعلیمگاہوں کے اساتذہ اور معلمین اس واقعہ کا یقین کرینگے؟

---*---

مسئلۂ تقدیر کا ثبوت دنیا کے ذرہ ذرہ سے نمایاں ہے، اہرام مصر کی نسبت عام افواہ ہے کہ اس کے اندر فراعنۂ مصر کے خزانے محفوظ ہیں، تیسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ مامون الرشید نے اسی افواہ کی بنا پر ان اہرام کے کھودنے کا حکم نافذ کیا، لیکن اس کی کھدائی پر اتنا صرف آیا جو خود ایک خزانہ کے برابر ہو گیا، با این گرانیِ مصارف جب ایک ہرم کی دیوار میں کچھ روزن پیدا ہوئے تو خزانہ کے بجائے ہڈیوں کا ڈھیر اس میں نظر آیا، اب اس واقعہ کے گیارہ سو برس کے بعد مصر کے قبرستان وادی الملوک میں ایک قبر کو کھودتے ہوئے عظیم الشان خزینہ کا منہ کھل گیا جس کی نسبت اخبارات کا بیان ہے کہ اس میں ناقابل بیان دولت ہے، کیا یہ قارون کا زیر زمین خزانہ تو نہیں؟

لوزان کانفرنس میں جو مسائل زیر بحث ہیں وہ سیاسی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن امتیازات (کیپی چولشن) کی بحث کے ضمن میں اور لارڈ کرزن کے اعتراضات کے جواب میں ترکوں نے اپنے انحطاط کے بعد سب سے پہلی دفعہ اس اعلان کی جرأت کی کہ ہمارا ملکی قانون، اگر شرع محمدی پر مبنی ہے تو یورپ کا ملکی قانون بھی زیادہ تر رومن اور جرمن لا سے ماخوذ ہے، اس بنا پر کسی قانون کی اچھائی یا برائی کی صرف یہ وجہ نہیں قرار

دی جا سکتی کہ اس کا ماخذ کیا ہے، بلکہ اس کا معیار اس کے نتائج ہیں، اور اس حیثیت سے اسلامی قانون کسی یورپین قانون سے فروتر نہیں ہے جزاہم اللہ عن الاسلام خیر الجزاء،

———×———

سالِ نو کے مجابات خطاب میں **ڈاکٹر اقبال** کا سر اقبال بجا ہے، اگر حکومت نے ہمارے قومی شاعر کی یہ علمی قدر دانی کی ہے تو یہ فال نیک مبارک ہو، اور اسی کے ساتھ یہ اس امر کا تازہ ثبوت ہے کہ ہماری ملکی زبان کے خدمت گذاروں کی قدر دانی انگریز اس وقت تک نہیں کرتے جبتک ان کے خیالات یورپ میں خاص ان کے پیش نظر ہوں، ڈاکٹر اقبال بیس برس سے مختلف مشرقی زبانوں میں اپنے افکار نادرہ اور جذبات عالیہ کا اظہار کر رہے ہیں، لیکن ہماری حکومت نے ان کا اعتراف اس وقت کیا، جب پروفیسر نکلسن کے قلم سے ان کے بعض "رموز و اسرار" شاعرانہ انگلستان کی بزم سخن میں جا کر فاش ہوئے،

———

اردو فارسی کے قدیم خدمت گذاروں میں ایک مولانا **شوکت** میرٹھی تھے، جو خود کو "مجدد دائرۂ مشرقیہ" کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے، انھوں نے خاقانی، عرفی، اور غالب کے دیوانوں کی عجیب وغریب شرحیں لکھی ہیں، اور ہمیشہ اپنے مذاق کے مطابق وہ کچھ نہ کچھ کرتے اور کہتے رہتے تھے، افسوس ہے کہ گذشتہ مہینہ انھوں نے ایک طویل علالت اور کبر سنی کے بعد وفات پائی، اب شاید ایسے لوگ بھی ہمارے ہندوستان میں آئندہ پیدا نہ ہونگے،

———

انقلاب شام کے بعد عربوں میں جو خوشگوار جدید تغیرات پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک اپنی گذشتہ تمدنی و علمی عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کا خیال ہے، **محمد کرد علی**، شام کے ایک مشہور صاحب علم مصنف ہیں، یہ پہلے دمشق سے المقتبس نام عربی میں **الندوہ** کے طرز کا ایک رسالہ نکالا کرتے تھے،

شام کے جدید سیاسی انقلاب کے بعد یہ وہاں کے وزیر تعلیمات مقرر ہوئے، ان کی سرکردگی میں دمشق میں ایک اکاڈمی، بنام "المجمع العلمی العربی" قائم ہوئی ہی، اور اس کی طرف سے دو برس سے ایک ماہوار علمی رسالہ شائع ہوتا ہی، اتحادِ اسلامی کا ایک مظہر یہ ہی کہ مجمع مذکور دار المصنفین کے ساتھ اپنا علمی رشتہ اخوت قائم کرنا چاہتا ہی،

جدید اسلامی ہندوستان کے دورِ اوّل کے قومی رہبروں میں سرسید کے بعد نواب **وقار الملک** وہ خوش قسمت ہیں، جن کی ایک مبسوط اور ضخیم سوانحعمری لکھی گئی ہی، اس کا نام "وقار حیات" رکھا گیا ہی، اور مولوی اکرام اللہ خان صاحب ندوی (سابق اڈیٹر الندوہ) نے ایجوکیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام اس کو لکھا ہی، یہ نواب صاحب مرحوم کی نہایت مفصل سیرت ہے اور جس میں خصوصیت کے ساتھ انکے اخلاقی واقعات کو وسعت کے ساتھ بیان کیا گیا ہی، اُمید ہے کہ یہ کتاب ہمارے اخلاقی آئینہ خانہ میں ایک نئے آئینہ کا اضافہ کریگی،

دار المصنفین میں شعر الہند کے نام سے ایک کتاب اردو شاعری کی تاریخ ارتقا پر زیر تصنیف ہی، لیکن ضرورت تھی کہ اردو شعرا کا ایک مفصل ناقدانہ تذکرہ بھی ہماری زبان میں لکھا جاتا، کہ "آب حیات" جس چشمۂ ظلمات،، سے نکلا ہی، وہ لوگوں کو نظر آجاتا، الحمد للہ کہ ایک خضر سخن اردو کو مل گیا جس نے قدما سے لیکر داغ و اکبر تک کے تمام اردو شعرا کا ایک مفصل تنقیدی تذکرہ لکھکر ہمارے لئے تحقیقات کی ایک نئی شاہراہ کھولی ہی، جناب مولانا حکیم سید عبد الحئی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس فرض کو انجام دیا ہی اور عنایت کرم فرمائی ہی تصنیف مذکور دار المصنفین کو اشاعت کی غرض سے عنایت فرمائی ہی، آج کے سلسلۂ مقالات میں اسی نسخۂ قلمی کا ایک باب ہدیۂ ناظرین ہی،

مقالات

اُردو شاعری پر تبصرہ

از مولنا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

مولانا ممدوح نے اپنے تذکرہ شعرائے اُردو کے مقدمہ مین اردو شاعری پر ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے، اصل کتاب تین حصون مین منقسم ہو، پہلا حصۂ طبقۂ متقدمین، دوسرا حصۂ متوسطین، اور تیسرا حصۂ شعرائے طبقۂ متاخرین کے تذکرہ مین ہو، اس کتاب مین محمد قلی قطب شاہ اور مولنا نصرتی سے لیکر حالی اور اکبر تک کے حالات اور انکی شاعری پر تبصرے ہین،

مقدمۂ کتاب کا یہ ٹکڑہ جس کا عنوان "اردو شاعری پر تبصرہ" ہو اس مین ہر طبقہ کے ہر دور کی خصوصیات، ترقیان، متروکات اور محاسن کلام پر نہایت خوبی کے ساتھ نظر ڈالی اور اس کی تفصیل و تشریح کیگئی ہو، اردو شاعری پر تبصرے کا یہ پیش نظر حصّہ صرف طبقۂ متقدمین و طبقۂ متوسطین کے بیان خصوصیات و محاسن کلام پر مشتمل ہو۔　　　　(معارف)

مین نے امتیاز کے لئے اس کتاب کے تین حصّے کر دئے ہین پہلا حصۂ طبقۂ متقدمین کیلئے مخصوص ہو اور اس مین تین دور ہین، دور اول کے شعراء مین سے صرف ایک شاعر کا مین ذکر کرسکا ہون دوسرے دور مین شعرائے دکن اور تیسرے مین شعرائے دہلی کا بیان ہو،

دوسرا حصّہ متوسطین سے مخصوص ہو اس مین بھی تین دور ہین پہلا دور میر و مرزا کا دوسرا مصحفی اور میر حسن کا تیسرا ذوق و غالب کا،

تیسرا حصّہ متاخرین کے ساتھ مخصوص ہی اور اس مین تین دور ہین پہلا دور ناسخ و آتش کا دوسرا امیر و داغ کا تیسرا حالی و اکبر کا جنھون نے جدید شاعری کی بنیاد ڈالی ہی۔

طبقۂ متقدمین

اس طبقہ مین پہلا دور ان شاعرون کا ہی جن کی نشو و نما حیدرآباد اور بیجاپور مین ہوئی ہی اس دور مین جو شعرا صاحب دیوان ہوئے ہین ان مین سے محمد قلی قطب شاہ، سلطان محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ، مولانا نصرتی، اور مولنا ہاشمی کے نام اب تک معلوم ہو سکے ہین،

ان لوگون مین سے اوّل الذکر تین نام خاندان قطب شاہیہ کے تین بادشاہون کے ہین جن کے دیوان حیدرآباد مین موجود ہین، اور ان کے کلام کا بیشتر حصّہ آصفی ملکاپوری نے تذکرۂ شعرائے دکن مین نقل کیا ہی ان کے زمانے مین اردو زبان عالم طفولیت مین تھی دکنی الفاظ کثرت سے اس مین پائے جاتے ہین اور میرا خیال ہی کہ شمالی ہندوستان کے رہنے والون کو ان کے اشعار کا بیشتر حصّہ سمجھ مین نہین آسکتا، طریقۂ بیان مین بھی کوئی ندرت نہین سیدھے سادے انداز سے پیش پا افتادہ مضامین کو نظم کر دیا ہی تاہم اگر کوشش کر کے ان کا صاف اور سادہ کلام ایک جا کر دیا جائے تو اردو زبان کی تاریخ کا سلسلہ مکمل ہو جائے دوسرے دور کے شعراء کی نشو و نما اورنگ آباد مین ہوئی ہی ان کی زبان منجھتے منجھتے بہت صاف ہو گئی ہی تاہم دکن کا لب و لہجہ اور کہین کہین الفاظ و روابط جو اہل دکن کے ساتھ مخصوص ہین ان لوگون کے کلام مین پائے جاتے ہین مثلاً،

"نکو" بجائے "نہین" کے "تسلین" بجائے "ڈالین" "تست دے" بجائے "لا دے" "تنگی" بجائے "جلدی" "دستا" "دکھتا" کے معنون مین "اپس" "اپنے" کے جگہ "سنگات" "ہمراہ" "دا"، "تجہ" "ذہن" "تا" "تان" "تا" "تین" ان کے سوا اور الفاظ و روابط ہین جو اس دور کے ساتھ مخصوص نہین شعرائے دلی کے کلام مین بھی پائے جاتے ہین مثلاً

"تسون" "ہین" "سیتی" بجائے "سے" "کون" واو معروف کے ساتھ بجائے "کو" "تمن" "کو" بجائے "تم کو" "تمن" بجائے

طرح "موہن" "سترجن" "پی" "پیتم" بجائے "معشوق" "مجگ" "منی" "دنیا" "مین" "بر" "منی" "برمین" "یعنی گود مین" "مجہ" "دل" "میرا دل" "تجہ" "لب" "تیرا لب" "مجگ" "دنیا" "بچن" "کلام" "نت" "ہمیشہ" "کمہ" "منہ" "بھیتر" "اندر" "بھوان" "بھوین" "پلکان" "پلکین" "لو" "یہ" "بگانہ" "بیگانہ" "دوانہ" "دیوانہ" "مرض" سکون رے کے ساتھ بجائے "مرض" کے جس کے رے کو فتحہ ہی "تسبی" "تسبیح" "سہی" "صحیح" مین کہا ہین نے کہا ان کے سوا اور بھی الفاظ ہین جو طبقۂ متوسطین کے شعرا بھی کام مین لائے ہین ان کا ذکر وہان آئیگا

ان دونون دور کے شاعرون کا انداز بیان بہت صاف و سادہ ہی جو کچھ آنکھون کے سامنے دیکھتے ہین اور اس سے دل مین خیالات گذرتے ہین وہی زبان سے کہدیتے ہین ایچ پیچ کے خیال دور کی تشبیہین نازک استعارے نہین بولتے اسی واسطے اشعار صاف اور بے تکلف ہین،

مگر چونکہ اردو شاعری کی ابتدا فارسی شاعری کی انتہا سے جاملی ہی لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ہین اس مین خود بخود آگئے مثلاً،

بجائے عورتون کے لڑکون کا عشق ان کے خط کی تعریف شمشاد، نرگس، سنبل، سوسن، بنفشہ وغیرہ کی تشبیہین لیلی، شیرین، شمع، گل، سرو وغیرہ کا حسن، مجنون، فرہاد، بلبل، قمری، پروانہ کا عشق، مانی و بہزاد کی مصوری، رستم و اسفندیار کی بہادری زحل کی نحوست سہیل یمن کی رنگ افشانی نوروز کا جشن، جام جم، خم فلاطون، راہ ہفتخوان، کوہ الوند، کوہ بے ستون، جوئے شیر، قصر شیرین، جیحون، سیحون اور خدا جانے کیا کیا، الفاظ ترکیبین اور خیالات فارسی سے اردو مین آگئے،

ان خیالون اور اشارون نے اردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا جس کی مان بھاشا سی شیرین زبان تھی جو ہم کو وہ چیزین بتاتی ہی جن کی کیفیت ان کے دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے یا چھونے سے حاصل ہوتی ہے، مثال کے طور پر خیال کرو، بارش کا موسم ہندوستان مین بہار کا موسم ہی بادلون کا گھر گھر کر آنا سرد ہواؤن کا چلنا سرسبز اور شاداب درختون کا جھومنا ہلکی پھوارون کا پڑنا کوئل کا کوکنا پپیہون کا پی کہان پی کہان کی صدا لگانا مینہ اور اسی قسم کی بہت سی دلکش باتین ہین کہ جن کو دیکھکر دل کو سرور اور آنکھون کو

نور حاصل ہوتا ہی اور انہین باتون کو اگر شعر کے قالب مین ایک خاص انداز سے ڈھالا جائے تو اس کو سنکر دلون مین جوش اور طبیعتون مین اتنی امنگ پیدا ہو سکتی ہی جو بہار فارس کو خواب مین دیکھنے سے نہین ہو سکتی،

مگر بدقسمتی سے اُردو شاعری مین گل و بلبل کا دخل ہوا جو متقدمین کے ہان کم کم متوسطین کے ہان کچھ زیادہ پایا جاتا ہی، اور متاخرین کی شاعری کا دارمدار اسی پر ٹہر گیا تحسین و آفرین کی ہوس مین کبھی صفت در صفت کبھی استعارہ در استعارہ سے اسے اتنا تنگ و تاریک کر دیا کہ شاعری گورکھ دھندا بنکر رہ گئی،

بہرحال متقدمین کے خیالات مین ندرت نہین ہی تو نہو مگر ان کا انداز بیان بہت بے تکلف اور سیدھا سادہ ہی اس مین شعرائے دکن اور دلی مین باہم کچھ امتیاز نہین البتہ یہ حیرت کی بات ہی کہ شمس اللہ ولی نے اپنے کلام مین ابہام اور رعایت لفظی سے اتنا کام نہین لیا جتنا شاہ مبارک آبرو اور ان کے معاصرین کام لیتے ہین خدا جانے ان بزرگون کو اس کا شوق کیونکر پیدا ہوا میرے خیال مین آزاد کی یہ رائے صحیح ہی کہ دوہرون کے انداز نے جو ہندوستان کا سبزۂ خودرو تھا ان کو بھی اپنے رنگ مین رنگ دیا ہی،

طبقۂ متوسطین

مین نے اس حصہ کو تین دور پر تقسیم کیا ہی دور اول مین مرزا مظہرؒ، مرزا رفیع، میر تقی میر، خواجہ میر درد میر سوز، قائم، یقین، بیان، حزین، ہدایت، قدرت، بیدار، ضیا جو اس دور کے ان ممتاز شاعرون مین ہین جنھون نے زبان کی صحت و صفائی اور طرز بیان کی خوبی اور پاکیزگی مین نمایان حصہ لیا ہی،

دوسرے دور مین میر اثر، بقا، جسرت، راسخ، میر حسن، جرأت، انشا، مصحفی، رنگین اور فراق کا ذکر ہے، جنھون نے زبان کو پہلے سے زیادہ صاف کیا ہی اور طرز بیان مین بھی کسی کسی نے نیا انداز پیدا کر دیا ہی،

تیسرے دور مین نصیر، ممنون، ذوق، ظفر، مومن، غالب، تسکین، اور شیفتہ، کا ذکر ہے جنھون نے زبان کو زیادہ صاف اور ستھرا کر کے کلام کو گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کر دیا ہی اور لطف یہ ہی کہ صفائی اور سادگی کو بھی ایک حد تک قائم رکھا ہی،

دور اوّل | سب سے پہلا کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہو کہ زبان کی صفائی اور صحت مین پوری کوشش کی اور بہت سے وہ الفاظ دور والا جنھین ولی اور اس کے ہمعصر بے تکلف کام مین لاتے تھے، نکال ڈالے تاہم کچھ الفاظ ایسے رہگئے جو ان کے زمانے مین فصیح سمجھے جاتے ہون، مگر آج ہم کو اجنبی اور نامانوس معلوم ہوتے ہین مثلاً "کیا کیا" بجائے "کس کس"، "ان نے" "جن نے" بجائے "اُس نے" "جس نے"، "ہر نظر" بجائے "نظر بھر کے" "دل اپنے" کے بجائے "اپنے دل کے" "ٹک" "انسو" بجائے "میرے آنسو کے" "جس تس نے" بجائے "جس کسی نے" "ایدھر اودھر" بجائے "ادھر اودھر" "کہنے لاگا" بجائے "کہنے لگا"، "ذوانہ بگانہ" بجائے "دیوانہ بیگانہ"، "رقیبان" بجا کے "رقیبون" "نگے" "انکھڑیان" "انکھون" کی جگہ "سجن" "معشوق" کے معنون مین "بیچ" "اندر" کے معنون مین، "دم کھا رہو" "سانس نہ لو" یعنی "چپکے رہو" "کنے" "پاس" "آب" "ہین" "نامین" "نہ آپ ہین نہ مین"، "مین کہا" "مین نے کہا"، اسی طرح کے اور چند الفاظ ہین جو زیادہ تتبع کرنے سے مل سکتے ہین تاہم زبان کے صاف اور ستھرا کرنے مین اس دور کے شعرا نے جو کوششین کی ہین وہ نہایت قابل قدر ہین،

(۲) دلپذیر اور دلکش اور پسندیدہ محاورات جو فارسی مین دیکھے انھین کہین ترجمہ کرکے اور کہین بجنسہٖ لے لیا، مثلاً تردامن، پنبہ دہن، آتش زیر پا، کمر کوہ، دامن کوہ، گردن مینا، دست سبو، سرو آزاد، سوسن وہ زبان، نرگس شہلا، داغ جنون، طفل اشک، یاد ایام، برآمدن، درآمدن، بسر آمدن، گوش کردن، بو گرفتن، چراغ کشتن، دل دادن، دل از دست رفتن، از جان گذشتن، از سر چیزے گذشتن، عرق عرق شدن، پیمانہ پر شدن، از جامہ بیرون شدن، دامن افشاندہ برخاستن، خوشا بحال کسانیکہ، حیف آنان یا حیف کسانیکہ اور اسی طرح کے سیکڑون الفاظ اور محاورے ہین جنھین اردو مین ایسی بے تکلفی سے کھپایا ہو کہ کہین سے جوڑ نہین کھلتا،

آزاد نے آب حیات مین اسی بحث کو بہت پھیلا کر بیان کیا ہو، اور ہر ایک کی مثالین شعرا کے کلام سے نکالکر پیش کی ہین، جو پڑھنے کے قابل ہین،

(۳)، انھون نے یہی بڑا کام کیا ہو کہ جو عاشقانہ مضامین غزلون مین بہت پہلے سے بندھتے چلے

آتے ہین ان کو بہ تبدیل الفاظ او تغیر اسالیب معمولی بول چال اور روزمرہ مین اس خوبصورتی سے ادا کیا ہو کہ بار بار پڑھئے اور مزے لیجئے ان کی بندشین اگلی بندشون سے زیادہ چست اور لطیف اور ان کے محاورے اگلے محاورون سے زیادہ دلآویز و دلکش ہین علاوہ اس کے قدیم جذبات وخیالات مین اپنے مبلغ فکر کے موافق جو نزاکتین اور لطافتین انھون نے پیدا کی ہین وہ باوجود پرانے روزمرہ اور محاورون کے بدلجانے کے اب تک ایسے ہین کہ لوگ ان کو پڑھتے اور سر دھنتے ہین ہین نے اس کتاب مین ہرایک کے اشعار اسی قسم کے انتخاب کئے ہین جو اپنے اپنے موقع اور محل پر آئینگے تاہم جی نہین مانا یہان بھی چند اشعار مثال کے طور پر نقل کرتا ہون

مرزا مظہر

ہم گرفتارون کو اب کیا کام ہو گلشن مین لیک　　جی نکلجاتا ہو جب سنتے ہین آئی ہے بہار

مرا جی جلتا ہو اس بلبل بیکس کی غربت پر　　کہ جس نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا

کیا جوان مارا گیا خوبان کے ہاتھ　　لاکھ حسرت کھیت آئین جس کے ساتھ

مرزا رفیع

اے لالہ گو فلک نے دئی تجھکو چار داغ　　چھاتی مری سراہ کہ اک دل ہزار داغ

تو نے سودا کے تئین قتل کیا کہتے ہین ،　　یہ اگر سچ ہو تو ظالم اسے کیا کہتے ہین

کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا　　ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر　　اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین

اس کشمکش سے دام کے کیا کام تھا ہمین　　اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

سودا تری فریاد سے آنکھون مین کٹی رات　　آئی ہے سحر ہونے کو ظالم کہین مر بھی

میر تقی میر

ہم خستہ دل ہین تجھ سے بھی نازک مزاج تر　　تیوڑی چڑھائی تو نے کہ یان دم نکل گیا

باہم سلوک تھا تو اٹھاتے تھے نرم گرم　　کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی ،

کعبہ مین جان بلب تھے ہم دوری بتان سے　　آئے ہیں ابکی یار دیہہ کر خدا کے ہان سے

واعظ نا کس کی باتون پر کوئی جاتا ہو امیر　　آؤ میخانے چلو تم کس کی باتون پر گئے ،

	آشیانے مین رات بلبل کے	آتشِ گل سے رات پھول پڑا
خواجہ میر درد	اس طرح سے یک لخت جو آنسو نہین تھمتے	معلوم ہوا درد کہین آنکھ لڑی ہے،
	تیری گلی مین مین نہ چلون اور صبا چلے	یون ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے
	نزع مین تو ہون دلے تیرا گلہ کرتا نہین	دل مین ہر وہ بھی وفا پرچی وفا کرتا نہین
قائم	قائم ضرور کیا ہر اب اس جنگجو سے صلح	مدت ہوئی کہ جان سے مین ہاتھ دھو چکا
	طوفان گریہ کی ہو مری حد عمر نوح	دریا نہین کہ آج چڑھا کل اتر گیا
یقین	شب ہجران کی وحشت کو تو ای ہمدم کیا جانے	جو دن پڑتے ہین راتون کو مجھ تیری بلا جانے
	گریبان چاک کرنے کی کسیلئے کیا تجھے ناصح	ہمارے ہاتھ جانین اور ہمارا پیرہن جانے

(۴) ان بزرگون نے تشبیہہ واستعارہ سے کام لیا ہی مگر اعتدال کے ساتھ متاخرین کے طرح صفت در صفت اور استعارہ در استعارہ کرکے کلام مین پیچیدگی نہین پیدا کی،

تشبیہہ واستعارہ کو محاورون کی رنگینی سے اس طرح کھپایا ہو کہ شعر سنکر اس کی گرمی اور جوش و خروش مین انسان ایسا محو ہو جاتا ہو کہ تشبیہہ اور استعارہ کے طرف فورًا ذہن منتقل نہین ہوتا اور یہی بات ان کی شاعری کی جان ہے،

تشبیہہ واستعارہ ایک فطری چیز ہی ایک عامی بھی جوش وخروش مین غیظ وغضب کی حالت ہو یا رنج وغم کی جب کوئی بات کہتا ہو تو بے ساختہ اس کے منھ سے تشبیہہ یا استعارہ کے قالب مین ڈھلکر بات نکلتی ہی اور وہ سننے والے کے دل پر وہی اثر پیدا کرتی ہو جو کہنے والے کے دل پر اس وقت طاری ہی؛

اگر شاعر اسی نکتہ کو پیش نظر رکھیگا تو اس سے سلیقہ مندی ظاہر ہوگی اور اگر وہ بے اعتدالی سے کام لے گا تو اس شعر کو سنکر بجائے اس کے کہ اس کے جوش وخروش کا دل پر اثر ہو تشبیہہ واستعارہ کی پیچیدگی اپنی طرف متوجہ کریگی اور اس طرح سے اس کا مقصود فوت ہو جائیگا،

اگر تم یہ کہنا چاہو کہ فلان شخص بہادر ہی اور اسی لفظ سے اس کو ادا کردو تو ادائے مطلب کا یہ ایک معمولی طریقہ ہوگا اور اگر اسی بات کو یون کہو کہ وہ شیر کے مانند ہی تو یہ تشبیہ ہوگی اور اس مین زور پیدا ہو جائیگا اور یون کہو کہ وہ شیر ہی تو زور اور بھی بڑھ جائیگا اور اگر اس شخص کا نام نہلو اور یون کہو کہ مین نے ایک شیر دیکھا اور اس سے مراد اسی شخص کو لو تو یہ استعارہ ہی اور اسی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہی کہ شیر کا نام ہی نہ لیا جائے بلکہ اس کے جو مخصوص اوصاف ہین اس شخص کی نسبت استعمال کئے جائین مثلاً یون کہا جائے کہ وہ جب میدان جنگ مین ڈکارتا ہوا نکلا تو ہلچل پڑگئی تو یہ بھی استعارہ اور پہلے کی نسبت زیادہ لطیف ہی۔

تشبیہ مین مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان اور استعارہ مین مستعار لہ اور مستعار منہ مین کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضروری ہی خواہ ایک صفت مین ہو یا چند اوصاف مین حواس ظاہری سے محسوس ہوئی ہو یا عقل سے اسکا ادراک ہوتا ہو یہ بھی ایک چیز ہی جس مین سلیقہ سے کام لینے کی حاجت ہی اور اس مین کچھ شبہہ نہین کہ طبقہ متوسطین کے شعرانے عموماً اور اس کے دور اول نے خصوصاً بہت سلیقہ سے کام لیا ہی مین چند اشعار پیش کرتا ہون کچھ ضرور نہین کہ اپنی طرف سے حواشی چڑھاؤن تم اپنے مذاق سلیم کی مدد سے ان پر غور کرو اور یہ دیکھو کہ جو کچھ مین نے کہا ہی وہ ان مین ہی یا نہین،

مرزا مظہر یہ بلبلون کا صبا مشہد مقدس ہی	قدم سنبھال کے رکھیو ترا یہ باغ نہین
آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو	مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو
مرزا رفیع چھیڑ مت باد بہاری کہ مین جون نکہت گل	پھاڑ کر کپڑے ابھی گھر سے نکل جاؤنگا
ساقی ہی یک تبسم گل فرصت بہار	ظالم بھرے ہی جام تو جلدی سے بھر کہین
میر تقی میر صیاد دل ہی داغ جدائی سے رشک باغ	تجھکو بھی ہو نصیب یہ گلزار دیکھنا
فلک کو منہ نہین اس فتنے کے اٹھانے کا	ستم شریک ترا ناز ہے زمانے کا
خواجہ میر درد مثل نگین جو ہم سے ہوا کام رہ گیا	ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہ گیا

دل بھی اسے درد قطرۂ خوں تھا آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا،

مجھ سا جہان میں کوئی آشفتہ سر نہیں ہے یوں تو زلف یار مگر اس قدر نہیں

دل ڈھونڈھتا سینہ میں مرے بوالعجبی ہو اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہو

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا چمن میں یہ ستم کرتا ہو اے بادِ صبا کوئی

یقیں ہو ابھی قطرہ سے اشک کے معلوم نہ اٹھ سکے جو کوئی آنکھ سے گرا ہووے

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

فرشتوں کی عبادت کا معنی ہو مرا دامن اگر آلودگی دنیا کی اس کو پاک رہنے دے

(۵) اس دور سے پہلے شعرائے ریختہ غزل مثنوی رباعی قطعہ وغیرہ سب کچھ کہتے آئے ہیں اور قصیدے بھی برائے نام لکھے ہیں مگر حقیقت یہ ہو کہ ان کو قصیدہ نہیں کہہ سکتے دو چار شعر میں کسی کی مدح کر دینے یا تشبیب گریز مدح اور دعا جو قصیدہ کے لوازم قرار پا گئے ہیں ان سے تعرض نہ کرنے سے کوئی کلام قصیدہ نہیں بن سکتا،

سب سے پہلے اسی دور کے شعرا نے قصائد دھوم دھام سے لکھے اور ان کو اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچایا خصوصاً مرزا رفیع سودا اس میدان میں فارسی شعرا سے بھی بعض باتوں میں آگے بڑھ گئے ہیں ان کے کلام کا زور شور انوری کے کلام سے نہیں دبتا اور نزاکت مضمون میں عرفی کو بھی شرماتا ہی،

مثنویاں ولی اور ان کے متبعین نے بھی لکھی ہیں مگر عاشقانہ مثنویاں جس شان کی میر تقی میر نے لکھی ہیں ان کی نظیر اس دور سے پہلے نہیں ملتی،

مرثیہ کے متعلق میرا یہ خیال ہو اور صحیح خیال ہو کہ اردو شاعری کی ابتدا اسی سے ہوئی ہو حیدرآباد اور بیجاپور کے شعرا اکثر مرثیہ گو تھے اور ان میں سے بعض ایسے خوشگو تھے جن کے مرثیہ اگرہ اور دلی تک قدر دانوں کے ہاتھ پہونچتے تھے مگر اس زمانہ میں چومصرعے کہنے کا رواج تھا سب سے پہلے اسی دور کے ملک الشعرا مرزا رفیع سودا نے اسے مسدس کیا جس سے اس میں وسعت پیدا ہو گئی،

واسوخت قدماء کے ہاں دیکھنے میں نہیں آیا سب سے پہلے اسی دور کے شاعر بے نظیر محمد تقی میرنے اس میں طبع آزمائی کی اور اس کوچہ میں جو کمال دکھایا اس کا طرۂ افتخار ہمیشہ انہیں کے سر رہیگا،

ہجو گوئی شاعری کے گلشن کا ایک خار وارپہل ہو مگر جس طرح سے گل کے ساتھ کانٹوں کا ہونا ضرور ہو اسی طرح شاعرانہ جوش وخروش کی تکمیل میں اس کو بہت کچھ دخل ہو اسی وجہ سے عربی اور فارسی کی شاعری بھی اس سے نہیں بچ سکی مگر ریختہ گو شعرا کے اول طبقہ میں اس کا سراغ نہیں ملتا اگر کہیں ایک دو شعر ہوں تو وہ شاعرانہ نوک جھونک سے زیادہ نہیں اسی دور کے شعرا میں مرزا رفیع اس کے بھی مرد میدان ہیں گرمی کلام کے ساتھ جو شوخی اور ظرافت ان کے حصہ میں آئی ہو اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی،

ان کے ہمعصروں میں سے میر تقی میر، میر ضاحک، فدوی، ندرت، اور بقا نے بھی اس کوچہ کی خاک اڑائی ہو ع مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی،

علاوہ ان چیزوں کے مخمس، مربع، مثلث اور مستزاد غرضکہ جتنے اصناف سخن ہیں سب میں ان لوگوں نے طبع آزمائی کی ہو اور اردو شاعری کو ہر طرح سے مکمل کر دیا ہو،

(۷) ایک بڑا کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہو کہ تناسب لفظی اور صنائع وبدائع کی دوسری قسمیں خصوصاً ایہام اور ذومعنیین جو قدماء کی شاعری کا مایۂ ناز ہے، اس کے دور کرنے میں انھوں نے بڑی کوشش کی خصوصاً مرزا جانجاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خارزار کو ایسا چھانا کہ شاعری ساحری بنگئی پھر اپنے زور طبع اور خداداد قابلیت سے اچھوتے مضمونوں اور فارسی ترکیبوں اور اردو کے دلکش محاورں کو اس طرح پر ترتیب دیا اور وہ خوبی پیدا کی کہ ایہام تجنیس وغیرہ صنایع لفظی جو ہندی دوہروں کی بنیاد تھی اُسے سب بھول گئے یقین، حزین، بیان، حسرت، اور تقیہ در مند نے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہ کرکے اور میر و مرزا وغیرہ نے ان کا تتبع کرکے اردو شاعری کو معراج کمال پر پہنچا دیا یہ اردو شاعری کے مورخ کی سخت بے انصافی ہو کہ اس نے مرزا صاحب کے اس احسان کا اعتراف نہیں کیا بلکہ ان کے کمال شاعری کو

دبانے کی ہر جگہ بے سود کوشش کی ہے،

مولوی قدرت اللہ شوق طبقات الشعرا میں لکھتے ہیں،

اول کسیکہ طرز ایہام گوئی را ترک نمودہ ریختہ در زبان اردوئے معلّی شاہجہاں آباد کہ محال پسند

خاطر عوام و خواص گردیدہ مروج ساختہ زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین واقف رموز جناب اکبر کاشف

کنوز طریقۂ پیغمبر مرزا جان جاناں متخلص بمظہر مرویست ذرشتہ صفت الخ

شیخ غلام ہمدانی مصحفی اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں،

در ابتدائی شوق شعر کہ ہنوز از میر و مرزا کسے در عرصۂ وجود نیامدہ بود و دور دور ایہام گویاں بود

اول کسیکہ شعر ریختہ بہ تتبع فارسی گفتہ اوست،

کچھ دور آگے چلکر کہتے ہیں

فی الحقیقت نقاش اول زبان ریختہ باعتقاد فقیر مرزاست بعدہ تفیض بدیگران رسیدہ

بہرحال ایہام گوئی کو ترک کرکے شعر کو بلند مضامین اور لطیف خیالات کے قابل بنانا اس دور کے

شعرا کا بہترین کارنامہ ہے جو بھولنے کے قابل نہیں ہے،

(۲) سلسلۂ بیان میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اصناف سخن میں ہر چیز کو جس سلیقہ سے اس دور کے

بزرگوں نے بیان کیا ہے وہ انھیں کا حصہ تھا قصیدوں میں پر شوکت الفاظ بلند مضامین اور چست ترکیبیں

استعمال کیں غزلوں میں بے تکلف زبان میں نرم نرم باتیں عاشق و معشوق کے خیالات، وصل کا

ارمان، فراق کی المناک کیفیت اور جذبات انسانی کی صحیح ترجمانی جیسی انھوں نے کی اس کی نظیر قدما

کے کلام میں نہیں ملسکتی، میر تقی، میر درد، یقین، بیان، حزیں، ہدایت، اور بیدار، کی غزلیں پڑھو اور

اپنے دل پر ہاتھ دھر کر دیکھو،

یا جوش و خروش کلام کی گرمی اور دلآویزی دلچسپ اور دلپسند بحروں میں جن میں سے ایک

بہت سی اردو میں نہیں آئی تھیں پھر سنگلاخ زمینوں اور مشکل ردیف اور قافیوں میں شعر کی آب و تاب دیکھنا چاہو تو مرزا رفیع سودا اور قائم کا کلام دیکھو اور انصاف کرو اس کا دھندلا سا عکس بھی قدما کے کلام پر نہیں پڑتا،

اگر روزمرہ اور محاورے میں بیان کی بے تکلفی اور سادگی دیکھنا ہو تو میر تقی میر درد اور میر سوز کی غزلیں پڑھو جن پر ہزاروں طرح کی بناوٹیں قربان ہوتی نظر آئینگی،

تصوف کا رنگ جو شعر کی جان ہے اور جس کے بغیر کلام روکھا پھیکا نظر آتا ہے اس کو خواجہ میر درد سے پہلے سراج کے سوا کسی نے چھوا بھی نہیں اس کی آمیزش سے جو تڑپ ان کے کلام میں پیدا ہو گئی ہے اس کا اترا ہوا خاکہ بھی ان کے پیشروؤں کے کلام میں نظر نہیں آتا،

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے درد — کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے
اس کے خیال زلف نے سب سے چھڑا دیا — گرچہ پھنسے ہیں دام میں دل کو فراغ ہے
گزرا ہے صبا کون تبا آج ادھر سے — گلشن میں ترے پھولوں کی وہ باس نہیں ہے
قاصد ترا یہ کام نہیں اپنی راہ لے — اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے
ایک ہی جست میں لی منزل مقصود اس نے — رہرو و رشک کی جا ہے سفر پروانہ
اے درد یہاں کسو سے نہ دل کو لگائیو — لگ چلیو سب سے یوں تو پہ جی مت پھنسائیو

دورِ دوم سب سے نمایاں کارنامہ اس دور کے شعرا کا یہ ہے کہ انھوں نے زبان کی صحت اور صفائی میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور بہت سے ناگوار الفاظ و روابط جنکو دور اوّل کے شعرا نے قدما سے ترکہ میں پایا تھا، انھوں نے نکال ڈالے اور وہ ایک حد تک صاف و شستہ ہو گئی،

تاہم اکھڑیاں، جھگڑا، گھڑا، اٹک، نت، زور، آتیاں جاتیاں، جاؤں ہوں، کہنیوں ہوں، اپنے سے کہتا تھا، ادھر اودھر، تسپر، کنے اور اسی قسم کے کچھ الفاظ باقی رہ گئے،

سید انشا کے کلام میں کچھ ناگوار الفاظ اپنے ہمعصروں سے زیادہ ملتے ہیں مثلاً دا چھڑی، بھلا رے، مگر انکی

سند نہیں وہ ہر جگہ دھینگا مشتی کرتے ہیں کہیں آزادوں کے لہجہ میں بولنے لگتے ہیں کہیں رنڈیوں کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں کبھی پورب میں ہیں کبھی پچھاں میں اور کسی جگہ ان کا رفیق زندگی یعنی تمسخر ان سے جدا نہیں ہوتا،

(۲) طرزِ بیان میں کوئی حسن و خوبی اس دور کے شعرا نے نہیں پیدا کی انہیں پھولوں سے گلدستے تیار کئے جو ان کے پیشرو جمع کر چکے تھے صرف اتنا کیا کہ شوخی اور ظرافت کے ساتھ عاشقانہ شاعری میں حقیقت کے منہ سے نقاب کو ہٹا کر مجاز کو زیادہ نمایاں کر دیا،

اس کی حقیقت یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں عاشقانہ جذبات کی صحیح کیفیت حق شناس آنکھوں میں خدا نمائی کا جلوہ دکھاتی ہے اس کی حد ایک طرف تصوّف یا معرفت یا عشقِ حقیقی سے ملتی ہے. دوسری طرف پاک محبت اور عشقِ مجازی سے ڈانڈا ملجاتا ہے،

پہلی صنف میں خواجہ میر درد اور دوسرے میں میر تقی میر نے نمایاں حصہ لیا ہے اور اس دور کے شعرا میں سے سودا، قائم، ہدایت، یقین، اور بیان، وغیرہ زیادہ نہیں تو کچھ کچھ اسی راستہ پر چلے ہیں،

اس دور کے شعرا میں سے میر اثر اور راسخ خواجہ میر درد کا تتبع کرتے ہیں میر حسن، مرزا رفیع وغیرہ کے راستہ پر چلتے ہیں اور مصحفی کا انداز کہیں کہیں پہ میر سے ملتا ہے،

دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کی جگہ پر ہوس پرستی کے جذبات کی تصویر کھینچی گئی ہو اس کو افسوس ہے کہ اس دور میں جرأت، انشا، اور رنگین نے ترقی دے کر اس ناپاک طریقہ کی بنیاد ڈالدی جس پر متاخرین نے بلند عمارتیں کھڑی کر دیں اور یہ رنگ اتنا مقبول ہوا کہ سنجیدہ اور پاکیزہ خیال دم بخود ہو کر رہ گئے،

تھوڑی دیر کو سنجیدگی کو بالائے طاق رکھکر ان کا بھی انداز دیکھ لو،

پہلے جرأت کی دلیری دیکھو

وہ تک اب چھوڑ دیا گھر سے نکل کر آنا　　یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

کیا کیا وہ خفا مجھ سے ہوا گھر سے نکل کے　　جب میں نے پکارا اسے آواز بدل کے

پھینٹے غیروں سے جو کل آپ لڑے پانی کے ۔۔۔ پڑ گئے سینکڑوں بس ہم پہ گھڑے پانی کے

کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا وہ یہ بات ۔۔۔ جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم

کیا جانئے کمبخت نے کیا ہم پہ کیا سحر ۔۔۔ جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

سید صاحب کی گل افشانی کچھ ان سے بھی بڑھکر ہے

ابتو اگلے سی طرح کا نہیں گہرا پردا ۔۔۔ رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت ۔۔۔ ٹال کر کہنے لگے دن ہے ابھی رات کے وقت

زنگی مجھکو جو اس شوخ طرحدار کی گیند ۔۔۔ اس نے موم کو سنبھال اور ہی تیار کی گیند

جاڑے میں کیا مزا ہو وہ تو سمٹ رہی ہوں ۔۔۔ اور کھول کر رضائی ہم بھی لپٹ رہے ہوں

جی چاہتا ہے اے دل اک رات ایسی آوے ۔۔۔ مطلع ہو صاف ستھرا دل بھی پہٹ رہے ہوں

سوتے ہوں چاندنی میں وہ منہ لپیٹے اور ہم ۔۔۔ شبنم کا وہ دوپٹہ بیٹھے الٹ رہے ہوں

(۳) ان لوگوں کی طبیعت کی رنگینی نے اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ ریختہ سے ریختی کر شاخسانے کھڑے کر دئے آزاد کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رنگین اور انشا اس کے موجد ہیں کیونکہ قدما کے ہاں بھی اس کا سراغ ملتا ہے مولنا ہاشمی بیجاپوری طبقہ متقدمین کے دور اول کے مشہور شاعر ہیں جنھوں نے یوسف زلیخا ریختہ میں لکھی ہے ان کے یہ دو شعر آصفی ملکاپوری نے اپنے تذکرہ میں لکھے ہیں،

رضا گر مجھکو دیتی ہے کروں گی گھر میں جا دا رو ۔۔۔ اگر مجھ ہو و نگی فرصت صبح پھر آؤنگی چھنڈ

اگر کوئی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وو ۔۔۔ مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاونگی چھنڈ

مولنا ہاشمی کے بعد سید محمد قادری ایک باکمال شاعر گذرے ہیں جو غالباً ولی کے ہمعصر تھے ان کا تخلص خاکی تھا ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ھ کا مکمل دیوان ۱۱۳۱ھ کا لکھا ہوا مولنا حبیب الرحمن شروانی کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں ایک دو ریختیاں بھی ہیں جو ہندی شاعری کا نمونہ ہیں،

مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے سوا اور کسی کا کلام اس طرح کا نظر سے نہیں گذرا اس کے زندہ کرنے اور رواج دینے کا طرۂ افتخار مرزا سعادت یار خاں رنگین اور ان کے دوست سید انشاء اللہ خاں کے حصہ کا تھا جو انھیں حاصل ہوا،

سید انشا فرماتے ہیں،

میں ترے صدقے نہ رکھ ای مری پیارے روزہ — بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

رنگین:

چھتی ہو یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی — لادے رہی وہ مجھے ململ کی اوڑھنی

میں وہ تو اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی — باجی مجھے منگادے جھلاجھل کی اوڑھنی

آئی جھپک کر میں مرے لوگو دوڑیو — گھٹنے تلک تو سر سے مرے ڈھلکی اوڑھنی

گرمی کے مارے ناک میں آئی ہو میری جاں — تہ کرکے رکھ پٹاری میں آنچل کی اوڑھنی

ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کر لو — یہاں سے ہو کے پیسے ڈولی کہار و

(۴) اس عہد کا بہترین کارنامہ میر اثر کی مثنوی خواب و خیال اور میر حسن کی مثنوی گلزار ارم اور اس سے بھی بہتر ان کی دوسری مثنوی سحر البیان ہو جس نے اتنی قبولیت حاصل کر لی تھی کہ آج تک کسی مثنوی کو نصیب نہیں ہوئی،

اس مثنوی میں روزمرہ اور محاورہ کی صفائی قافیوں کی نشست ترکیبوں کی چستی اور مصرعوں کی ہم جستگی کے علاوہ ربط کلام کی خوبی اور ہر بیت کو دوسرے بیت سے ایسا گہرا تعلق جیسے زنجیر کی ہر کڑی کو دوسری کڑی سے ہوتا ہو اور مطالب اس صفائی سے ادا کئے ہیں کہ اگر انہیں کو نثر کر دیا جائے تو نثر کا لباس نظم سے کچھ زیادہ صاف اور مربوط نہ ہوگا،

سب سے بڑی بات یہ ہو کہ جو حالت کسی شخص یا کسی چیز یا مکان کی بیان کی ہو وہ لفظاً و معنیً اس قدر عادت کے موافق ہو جیسی کہ فی الواقع ہوا کرتی ہو،

جس وقت عاشق و معشوق اتفاقاً ایک دوسرے سے روشناس ہوتے ہیں پھر جب ان میں جدائی ہو جاتی ہے پھر جب وہ ملتے ہیں غرض کہ جس جس واقعہ کی تصویر کھینچی ہے وہ صفائی اور سادگی کے ساتھ اس قدر مؤثر و دلگداز ہے کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے،

میں نے اس مثنوی کی دو ایک داستان میرحسن کے ذکر میں انتخاب کی ہیں اس لئے یہاں انکا دہرانا ضرور نہیں انتخاب کے وقت میں نے بہت کوشش کی کہ ہر داستان میں سے بہت بہت سے اشعار نکال کر اس کو مختصر کروں مگر ربط کلام کی خوبی نے مجھکو کامیاب نہیں ہونے دیا،

دور سوم | اس دور میں نصیر، ممنون، ذوق، ظفر، مومن، غالب، تسکین، اور شیفتہ، کا ذکر کیا گیا ہے، ان لوگوں کا سب سے بڑا کارنامہ زبان کی اصلاح اور درستی ہے جو نامانوس الفاظ دور دوم تک باقی رہگئے تھے ان کو انھوں نے دور کرکے روزمرہ اور محاوروں کے ساتھ فارسی ترکیبوں کی نہایت لطیف اور خوشنما ترکیبوں سے اردو میں اتنی شیرینی اور گھلاوٹ پیدا کردی جو دیکھنے کے قابل ہے،

نصیر کی شاعری کی ابتدا اور دوم کی شاعری کی انتہا سے جاملی ہے اس واسطے ان کے ابتدائی کلام میں آیاں جائیاں ٹک نت، اور بعض جگہ اسی طرح کی اکھڑی اکھڑی بندشیں ہیں جو مصحفی اور انشا کے کلام میں پائی جاتی ہیں مگر اخیر اخیر میں ان کا کلام بھی صاف ہوگیا ہے،

اس گروہ میں ذوق اور ظفر روزمرہ اور محاورہ بندی میں سب سے فائق ہیں، ممنون، مومن، اور غالب کے ہاں خیال آفرینی کے ساتھ فارسی ترکیبیں زیادہ داخل ہوگئی ہیں، اور بول چال کا لطف ذوق و ظفر کے نسبت ان کے ہاں کم ہے تاہم ان سب لوگوں کے کلام میں کسو کبھو تئیں، آن کے، سمیت، مت، آئے ہے، جائے ہے، دیکھیو، سمجھیو، لیجیو، ورے، پرے، بٹھانا، بِٹھانا، سدا، بمعنی ہمیشہ، زور، بمعنی عجیب یا نہایت، بہت بے تکلفی سے کلام میں لائے گئے ہیں،

(۲) ولی سے لیکر مصحفی تک عموماً انداز بیان میں صفائی، سادگی روزمرہ کی پابندی بیان میں گھلاوٹ

اور زبان میں چمک پائی جاتی ہے، اس دور میں نصیر نے مضمون آفرینی کی بنیاد ڈالی اور بعید الفہم استعارات سے کام لیکر اور مشکل و سنگلاخ زمینوں میں شعر لکھکر اس کو تنگ و تاریک کر دیا ہے، اگرچہ ان کے ہاں بھی محاورہ جہاں آجاتا ہے شعر میں تڑپ پیدا کر دیتا ہے مگر بیشتر حصہ ان کے کلام کا بے لطف و بے رنگ ہے،

ذوق کے کلام میں عموماً زبان کا چٹخارہ اپنے معاصرین سے زیادہ ہے مگر وہ بھی جہاں مضمون آفرینی کرتے ہیں صفائی سے دور جا پڑتے ہیں ظفر کا تمام دیوان زبان کی صفائی اور روزمرہ کی خوبی میں یکساں ہے لیکن اس میں تازگی خیالات بہت کم پائی جاتی ہے۔

ممنون، مومن، غالب اور ان کے متبعین تسکین و شیفتہ کے ہاں تازگی خیالات کے ساتھ فارسی ترکیبوں کا اثر غالب ہے خصوصاً مومن اور غالب نے جہاں بے اعتدالی سے کام لیا ہے وہاں ان کا کلام رتبہ سے بہت گر گیا ہے، نمونہ کے طور پر چند اشعار اس دور کے شعرا کے میں پیش کرتا ہوں جن میں روزمرہ اور محاورہ بہت خوبصورتی سے کام میں لایا گیا ہے،

ذوق — کہے ہے خنجر قاتل سے یوں گلو میرا ، کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا

ظفر — سرِ تک دستِ ستم جوں ہی ترا قاتل اٹھا ، خون جسم ناتواں تل تل گھٹا تل تل بڑھا

ممنون — رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت ، صلح کیجے بس لڑائی ہو چکی

نصیر — نصیر اس کج ادا کی کج ادائی کوئی جاتی ہے ، مثل مشہور ہے رسی جلی لیکن نہ بل نکلا

مومن — کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا ، تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں،

غالب — رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے ، دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق ، پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہو

شیفتہ — شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ ، ہے آگ سی جو سینہ کے اندر لگی ہوئی

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے ، کبھی گویا جہان میں تھی ہی نہیں

تاتاریون کے وزیر علامہ رشید الدین فضل اللہ کے چند خطوط و مکتوبات اور تمدن اسلامی کا ایک تابناک منظر،

از

سید نجیب اشرف ندوی،

چنگیز و ہلاکو خان اور ان کی جاہل اولاد نے گو مسلمان قومون کو اپنی تلوار سے مفتوح کر لیا تھا لیکن کچھ دن بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مسلمانون نے اپنے قلم سے ان فاتحون کو مفتوح کر لیا، ان کی عظیم الشان سلطنت کا جزو کل ان کے ہاتھون سے انجام پاتا تھا، بڑے بڑے مناصب مسلمانون کے ہاتھون مین آگئے، ہلاکو کی چند ہی پشتون کے بعد اباقا خان بادشاہ ہوا، اس عہد کا مشہور عالم و مورخ و طبیب علامہ رشید الدین فضل اللہ اس کے درباریون مین داخل ہوا اور شاہی طبیب مقرر ہوا

اس کے جانشین غازان نے جو مسلمان ہو گیا تھا، ان کے کمال سے متاثر ہو کر ان کو اپنا وزیر بنایا، وہ ۲۲ سال تک وزیر اعظم رہا اور اسی اثنا مین اس نے کثیر دولت اور عظیم شہرت حاصل کی لیکن اپنی دولت کو ذاتی عیش و آرام مین ضائع کرنے کی بجائے مدرسون، شفاخانون، مکتب خانون اور رفاہ عام کے دوسرے کامون مین صرف کیا، اور علمائے عہد کی قدردانی و ہمت افزائی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کی، اس نے اسی سلسلہ مین رفاہ عام اور ترقی و ترویج علوم کیلئے تبریز کے ایک خوشنما خطہ مین ایک عمارت کا سلسلہ تعمیر کرا کر ربع رشیدی نام رکھا در یہ عربی

یعنی مقام بہار کو کہتے ہین، اور اس کو ہر قسم کے زیب و زینت اور قیمتی سامانون سے آراستہ و مرصع کیا اور اس کو علوم و فنون کا عجائب خانہ بنادیا، اس کے جود و کرم کے مقناطیس نے دور دور سے اس عہد کے علما، و فضلا، اور شعرار کو اپنی طرف کھینچ لیا، ہر فن کے کامل اور استاد اس کی محفل میں جمع ہوگئے تھے، اس زمانہ کے اکثر اہل قلم اور مصنفین نے ان کے نام سے بڑی بڑی کتابین لکھین کواٹرمیر نے اپنی تاریخ منول (HISTOIRE DES MONGOLS) مین ان کے ساز و سامان ترتیب و تنظیم اور نظم و نسق کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، لیکن افسوس کہ ہر ضروری احتیاط کے باوجود جولائی ۱۳۱۹ء مین وہ حاسدین دربار کی سازشون کی جال مین پھنسکر بادشاہ کے حکم سے قتل ہوا اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ علامۂ موصوف نے جن علمی اور رفاہِ عام کے کامون پر اپنی تمامتر دماغی قوت اور مال و دولت خرچ کیا تھا وہ غارتگرون کے ہاتھون سے ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہوگئے لیکن علمی دنیا کو ڈاکٹر براون کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس کی تباہ و برباد شدہ یادگارون مین سے ایک قائم و باقی یادگار کا پتہ لگایا ہے، یہ علامۂ موصوف کے تقریباً پچاس خطوط کا مجموعہ ہے، یہ خطوط مختلف اشخاص کے نام ہین اور مختلف مباحث پر ہین، اور ان کے کاتب محمد ابرقوہی نے انکو جمع کیا ہے، ہم کو خوشی ہے کہ اس یادگار کو دنیا مین روشناس کرانے مین ایک ہندوستانی مسلمان کا ہاتھ بھی شامل ہے ڈاکٹر محمد شفیع نے جو براون صاحب کے ممتاز شاگرد اور اب اورنٹیل کالج لاہور مین عربی کے پروفیسر ہین، اپنے استاد کی خاطر اپنے قیام انگلستان کے زمانہ مین انکا ضروری انتخاب کیا اور ڈاکٹر براون نے اپنی تازہ تصنیف تاریخ طب اسلامی مین اس سے فائدہ اٹھایا۔

اس مجموعہ مین دس خطوط اودیہ اوران کی ساخت کے متعلق ہین اور ڈاکٹر صاحب نے انہی خطوط کے اقتباسات اپنی کتاب مین دئے ہین، ہم بھی ناظرین معارف کی دلچسپی کیلئے ان خطوط کے کچھ مطالب اور نتائج بیان نقل کرتے ہین، ان سے جہان بہت سی نئی باتین معلوم

ہونگی یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسلامی تمدن اپنے زوال اور فنا کے ایام میں بھی کس قدر تابان اور روشن تھا،

خط نمبر ۱۸۔ یہ خط خواجہ علاء الدین ہندو کے نام ہی، اس مین ربع رشیدی تبریز کے لئے مختلف روغن طلب کئے گئے ہین، کیونکہ حکیم محمد ابن النیلی کے جو اس کے منتظم ہین بیان کے مطابق ان کی سخت ضرورت ہی، مطلوبہ روغن کی مقدار ایک من سے تین سو من تک ہے اور جن مقامات سے یہ روغن حاصل کئے جائین ان کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہی؛ شیراز مختلف قسم کے روغن مہیا کرے، بصرہ ساٹث، ایشیائے کوچک چھ، بغداد نو، شام تین اور ہلا تین، ان مین سے اکثر معطر روغن ہین، جو مختلف خوشبودار پھول، مثلاً بنفشہ، چنبیلی، نرگس، مختلف قسم کے گلابون، حنا، گل لیموں، اور اسی قسم کے دوسرے پھولون سے تیار کئے گئے ہین، لیکن اس کے ساتھ ہی ہم بابونہ، بید انجیر، مصطگی اور حتی کہ گزدم کے روغن بھی پاتے ہین، اس خط کے حاشیہ پر کاتب، مکتوب الیہ کو تاکید کرتا ہی کہ یہ کام فوراً انجام دیا جائے تاکہ وقت ضایع نہو، نیز مذکورہ مقامات پر الگ الگ ایک ایک قاصد روانہ کیا جائے؛

خط نمبر ۱۹۔ یہ خط رشید نے اپنے بیٹے امیر علی والی بغداد کو لکھا ہی، اس مین ہدایت کی ہی کس طرح فضلائے وقت کو تمام ایرانی حکومت مین جیحون سے لیکر جمنا تک اور مغرب مین ایشیائے کوچک سے لیکر مصری سرحد تک تحفے اور نذرانے دئے جائین، یہ نذرانہ ہر حالت مین ایک خاص رقم، ایک معمولی خلعت اور سواری پر مشتمل ہوتا تھا، ان ۹۴ آدمیون مین جن کے نام تحفون کے لئے لکھے گئے ہین صرف محمد ابن الیاس نامی طبیب کو ایک ہزار دینار نقد، اور سبز خلعت اور ایک خچر مع زین ملا ہے؛

خط نمبر ۲۰۔ یہ خط رشید نے اپنے بیٹے جلال الدین والی ایشیائے کوچک کو لکھا ہی کہ وہ تبریز مین شفاخانہ کیلئے، سالانہ پچاس من سے سو من تک ذیل کی چھ دوائین مہیا کرے، دارچینی تخم خشخاش

(۲) بغرفون (۳) اسعکی (۴) گل میسم (۵) اکاس یل (۶) افسنتین رومی،

خط ۲۹ : یہ خط ملتان (سندھ) سے مولنا قطب الدین کو شیراز لکھا گیا تھا، نامہ نگار اس بات کی شکایت کرتا ہی کہ روسی ارغون کی تلون مزاجی سے ایران کی خوشگوار زندگی کو چھوڑکر ہندوستان کا دشوار گذار سفر اختیار کرنا پڑا ہی تاکہ یہاں کے حکمرانوں اور بادشاہوں پر اس کی عظمت و وسعت کا اظہار کیا جائے بعض وہ دوائین جمع کیجائین جو ایران مین دستیاب نہین ہوتین؛ وہ اپنے کام کی کامیابی پر اطمینان کرتا ہوا اپنی قریب واپسی کی اُمید ظاہر کرتا ہی؛ اور اسی سلسلہ مین وہ اس واقعہ کو بیان کرتا ہی کہ کس طرح اس نے حکایات واشعار کے ذریعہ سلطان علاء الدین (بادشاہ ہند) کو شراب کی خرابی بتاکر اس سے باز رکھنے کی کوشش کی اور بادشاہ نے اس پر منغص ہونے کی بجائے میرے لئے اور میرے بعد میرے لڑکے کیلئے ایک معقول وظیفہ مقرر کردیا؛

خط ۳۶ : یہ ایک طویل خط ہی، یہ خط اس وقت لکھا گیا تھا جب کہ رشید بیمار تھا اور وہ اپنی اس بیماری کو مرض الموت سمجھتا تھا، اس مین اس کی ملکیت وجائداد کی تقسیم اور اس کے اوقاف کے نظم ونسق کے متعلق نہایت مکمل ہدایات ہین؛ اسی سلسلہ مین وہ اس کتبخانہ کا تذکرہ کرتا ہی جو اس نے ربع رشیدی کی نذر کیا ہی، اس مین ایک ہزار قرآن مجید ہین جن مین سے اکثر ماہرین فن کے اعلی کمال کے نمونے ہین، ان کے علاوہ ساٹھ ہزار دوسری علمی اور ملکی کتابون کے نسخے ہین، جن مین بہت سے چین اور ہندوستان سے لائے ہوئے نسخے بھی شامل ہین؛ اس نے ان ایک ہزار چینی کے شربت کے گھڑون کا بھی تذکرہ کیا ہی جن پر ان شربتون کے نام لکھے ہوئے ہین؛ اور معجون کے چینی صندوقون کا بھی حوالہ دیا ہی؛

خط ۴۰ : یہ خط رشید نے اپنے ایک ایجنٹ کو انطالیہ کو چک مین لکھا ہی؛ اس مین اس نے ہدایت کی ہی کہ ان علمائے مغرب یعنی مراکش اور اسپین کے علما کو جنہون نے اس کیلئے کتابین لکھی

ہیں، مالی نذرانے پیش کیے جاتے ہیں، اس میں دس علما کا نام ہے، ان میں سے چھ قرطبہ، سوائل اور اندلس کے دوسرے حصوں کے رہنے والے ہیں، اور باقی چار ٹونس، طرابلس، اور قیروان کے ہیں؛

اس خط کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے اسلام کے استحکام و مضبوطی کا پتہ چلتا ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح ایک علم دوست امیر ان ملکوں کے اہل علم کی بھی ترتیب و سرپرستی کرتا ہے جو سیاسی حیثیت سے اس سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں، اسی سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ "ان دنوں ہم لوگ وسائل مراسلات کی آسانی اور ارزانی پر نازاں ہیں لیکن یہ ذرا قابل غور ہے کہ اس قدیم عہد میں کس طرح ایک کتاب، ایک خیال، یا فلسفیانہ اصول اس قدر جلد ٹونس سے تبریز یا سوائل سے سمرقند پہنچ سکتا ہے، یہ عنا اسلام کے اتحاد اور اس کی عام زبان عربی کا نتیجہ"

خط ۱۳، فارس کے اتابکوں نے شیراز میں ایک شفاخانہ قائم کیا تھا، لیکن ایک صدی کی گردش ایام میں وہ روبہ انحطاط ہوگیا تھا، اس خط میں اسی کی دوبارہ تعمیر کے متعلق ہدایات ہیں؛ اس خط میں رشید محمود بن الیاس نامی ایک طبیب کو اس کام پر مقرر کرتا ہے، اس طبیب نے رشید کیلئے لطائف رشیدیہ لکھی تھی؛

یہ نہیں معلوم کہ اب یہ کتاب دنیا میں کہیں موجود بھی ہے یا نہیں؛ فونن نے اس مصنف کی ایک کتاب تحفۃ الحکما کا تذکرہ کیا ہے، یہ نسخہ قسطنطنیہ کی نور عثمانیہ لائبریری میں ہے؛

اس خط میں اس طبیب کی سالانہ تنخواہ مقرر کیگئی ہے اور شفاخانہ کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا ہے؛

خط ۲۲، یہ خط تمامتر رشید کے وطن ہمدان کے شفاخانہ کے متعلق ہے، منتظمین کی خیانت کی بنا پر اس کا حال نہایت ہی ابتر تھا؛ ابن مہدی نامی ایک نیا طبیب اس کام کیلئے مقرر

کیا جاتا ہے، اور اس کو بیمارون کے علاج اور دواؤن کے مہیا کرنیکی خاص ہدایتین دیجاتی ہین۔ ان دواؤن
مین بعض ان ادویہ کے نام بھی ہین جو سہل الحصول نہین ہین، مثلاً طین مختوم، روغن بلسان، سانج
ہندی، (تیزپات) تریاق فاروق وغیرہ حسابات کے باقاعدہ رکھنیکا بھی حکم ہے، اور طبیب کو تمام انتظامات
درست کرکے اور ایک عطار، ایک جراح ایک باورچی اور دوسرے ضروری آدمیون کو مقرر کرنے کے
بعد تبریز واپس بلایا گیا ہے تاکہ مزید مرحمت خسروانہ سے سرفراز ہو؛

یہ خط ان بعض خوش قسمت خطوط مین سے ہے جن پر تاریخ پڑی ہوئی ہے چنانچہ یہ خط قیساریہ (ایشیائے
کوچک) سے ۷۱۰ھ (۱۳۱۰ء) مین لکھا گیا ہے؛

خط ۴۹ ، یہ خط سلطان علاء الدین نے رشید کو لکھا تھا، اس مین اس کے رفاہ عام کے کامون،
بنی نوع انسان کی خدمات اور ولولۂ انسانیت کو بہت کچھ سراہا گیا ہے، اس خط مین ان تحائف کی
فہرست ہے جو سلطان موصوف نے رشید کو بندرگاہ بصرہ پر روانہ کئے ہین، یہ تحائف بارہ عنوانون کے
تحت مین ہین،- (۱) پوشاک (۲) قیمتی پتھر (۳) عطریات (۴) عجیب جانور (۵) مربے (۶) ادویہ
اور مفردات (۷) مسون کے غائب کرنیکا عرق (۸) اسباب چرمی (۹) خوشبودار تیل (۱۰) رکابیان
اور چینی کے برتن (۱۱) چٹنیان اور خشک میوے (۱۲) قیمتی لکڑی اور ہاتھی کے دانت؛ دواؤن کی
فہرست سب سے لمبی ہے اور اس مین ۲۲ نام ہین ؛

خط ۵۱ ، یہ خط رشید نے اپنے بیٹے سعد الدین والی قنسرین اور العواصم واقع ایشیائے کوچک
کو لکھا تھا، اس مین اس نے ان علماء و فضلاء کی جماعت کثیر کا حال لکھا ہے جو اس کی سخاوت، قدردانی
اور ہمت افزائی کی وجہ سے وہان جمع ہوگئی ہے، اور جس کی وجہ سے اطراف ربع رشیدی مین چہل
پہل پیدا ہوگئی ہے؛

اس ربع رشیدی مین ۲۴ کاروان سرائین ۱۵۰۰ کارخانے، اور ۳۰۰۰۰ خوبصورت مکانات

ہین، باغ، حمام، دوکانین صنعت گاہین، بننے اور رنگنے کے کارخانے، کاغذ سازی کا کارخانہ اور ٹکسال ان کے علاوہ ہین، مختلف شہرون اور ملکون کے لوگون کو نہایت ہی احتیاط سے انتخاب کرکے یہان بسایا گیا ہی، یہان دو سو تنخواہ پانیوالے قران خوان ہین جو مقررہ وظیفہ روزانہ مسجد مین تلاوت کرتے اور چالیس قاریون کو تعلیم دیتے ہین، یہان ایک کوچۂ علما ہی، اس مین ۴۰۰ صوفی، مفتی، فقیہ اور محدث رہتے ہین، ان کو معقول تنخواہین اور معاوضے ملتے ہین، اور اس کے اطراف کے مکانات مین ایک ہزار شائق طلبا رہتے ہین، جو مختلف اسلامی ممالک سے وہان آئے ہین اور اپنے مذاق کے مطابق علوم کی تحصیل کرتے ہین، ہندوستان، چین، مصر، شام اور دوسرے ممالک سے پچاس تجربہ کار وہشیار اطبا بلائے گئے ہین ان مین سے ہر ایک کو دس دس طلبا دئے گئے ہین، اور ان کے کام شفاخانون مین مقرر ہین جن کو وہ طلبا کے ساتھ ملکر انجام دیتے ہین، ان کے علاوہ شفاخانون مین جراح، کحال اور استخوان بند بھی ہین، ان مین سے ہر ایک کے ساتھ بھی پانچ پانچ طالبعلم ہین، یہ سب کے سب رشید آباد کے باغ کے پاس شفاخانہ کی پشت پر کوچۂ معالجان مین رہتے ہین،

ناظرین! ہم نے ان خطوط کا بے ترتیب لفظی ترجمہ کر دیا ہی، اس آئینہ مین تمدن اسلام کا جو عکس نظر آتا ہی، غور کرو کہ وہ کس قدر روشن اور تابان ہی، اسلامی ملکون کا اتحاد، علمی رونق، مدارس کی چہل پہل، شفاخانون کا اہتمام و انتظام، سلطنتون کی تعلیمی کوششین، علما کی قدردانی، ارباب کمال کی کثرت، کارخانون اور صنعت گاہون کی گوناگونی، ہر چیز اس خزان رسیدہ باغ کی بہار کی خبر دیتی

نفسیات ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی۔ اے دار المعلمین حیدرآباد دکن

جذبہ اور استدلال کا تعلق انسان اور دیگر حیوانات مین، اگر کوئی شی مابہ الامتیاز ہو سکتی ہے، تو وہ تعقل اور استدلال کا مادہ ہے، جو قدرت نے انسان مین ودیعت رکھا ہے؛ اور جس سے مؤخر الذکر محروم ہین؛ اسی بنا پر حضرت انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کا خطاب دئے بیٹھے ہین، اور حیوانات کو، جو جذبہ اور فطرۃ کی تحریک سے مجبور ہوکر فی الفور کوئی کام کرگذرتے ہین، نظر حقارت سے دیکھتے ہین، اور خود ان کی جنس کا کوئی فرد اگر مغلوب الجذبات ہوکر بغیر منطقی دلائل سے کام لئے ہوئے، کوئی فعل کرتا ہے تو اسے صفات بہیمیہ سے متصف قرار دیتے ہین، زیادہ مقام تعجب یہ ہے کہ عوام سے قطع نظر، خود قدیم ماہرین نفسیات بھی ہماری زندگی کے عقلی و استدلالی رخ سے بحث کرتے رہے ہین اور اسکے جذبی اور فطرتی رجحانات کو حقیر سمجھکر نظر انداز کرتے رہے ہین، بہرحال کسی قدر مقام شکر ہے کہ زمانہ موجودہ مین جو زبردست تغیرات نفسیات مین رونما ہوئے ہین، اور جنھون نے اس کے قدیم قصر کی بنیاد کو متزلزل کر دیا ہے، ان مین سے ایک یہ بھی ہے کہ زندگی انسانی مین جذبات، اور دیگر جبلی رجحانات سے بحث کرکے ان کی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ایک علحدہ رتبہ دیا گیا ہے، اور زمانہ گذشتہ کی طرح عقل اور استدلال کی قربان گاہ پران صفات انسانی کی بھینٹ نہین چڑھائی گئی ہے، کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ کتنے فیصدی انسان ایسے ہین جو روزانہ اپنی زندگی مین پہلے ٹھنڈے دل سے فعل کے نتائج پر غور کرتے ہون، اور پھر وہ فعل کرتے ہون، برخلاف اس کے کیا یہ واقعہ نہین ہے کہ انسان کے ہر فعل کی تہ مین خود اس مین کتنی ہی ظاہرا منطق اور استدلال سے کام کیون نہ لیا گیا ہو، ایک نہ ایک جذبی یا جبلی محرک کام کرتا رہتا ہے، کیا ایسا کرنا طبائع انسانی کیلئے باعث ننگ ہے؟ کیا جذبات کی تحریک، یا فطرت کے غلبہ سے متاثر ہوکر کوئی فعل کرنا انسان کو اہمیت کے الزام کا سزاوار بنا دیتا ہے؟ ہمارا خیال ہے، بلکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ایسا ہرگز نہین ہے، کیا بسا اوقات فوری کام کرنا

اور عقلی اور ضمیر بن میں نہ پڑنا انسان کو فرائض انسانیت کی ادائگی میں مدد نہیں دیتا! کیا جذبات کی فوری تحریک حیات انفرادی و عملی میں ہماری معاون نہیں ہوتی؟ کیا ایک محتاج کو جذبۂ ترحم سے مجبور ہو کر فی الفور خیرات دینا زیادہ مستحسن ہے؟ یا یہ کہ استدلال اور منطق سے بحث کیجائے، معاشیات کے مسائل پر غور کیا جائے اور بالآخر یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ اس کو خیرات دینا اس کو بھول بنانا اور قوم کے ناکارہ افراد کی تعداد میں ایک اور اضافہ کرنا ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ گو دنیا وی لغزشین خود غرضانہ جذبات کی کورانہ تقلید کی بدولت رونما ہوتی ہیں، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جرائم بھی زیادہ تر غلبۂ جذبات ہی کا نتیجہ ہیں لیکن ہم اس حقیقت کے اظہار سے باز نہیں رہ سکتے کہ اگر کوئی چیز فنون لطیفہ یا سائنس کا منبع ہے، اور زندگی کی بہترین نعمات کے لئے وسیلہ ثابت ہو سکتی ہے تو وہ "جذبہ" ہے نہ کہ "دلیل منطقی"، اس مین شک نہیں کہ ہماری فطرت کے عناصر ترکیبیہ مین جذبات کی حیثیت ایک غیر استدلالی حیثیت ہے یعنی یہ کہ ان مین استدلال اور تعقل سے کام نہیں لیا جاتا لیکن جذبات کا غیر استدلالی ہونا ان کے مخالف عقل ہونے کو مستلزم نہیں ہے، یہ کہنا غلط ہے کہ جذبہ عقل یا دلیل کی ضد ہے، اس لئے کہ جذبہ کی تحریک ہماری عقل یا استدلال کی دشمن نہیں، جو ہماری آنکھوں پر جہالت کا پردہ ڈال کر ہم کو اندھے کوئین مین ڈھکیل دے، اس باب مین یہ ثابت کرنیکی کوشش کیجائیگی کہ عمل ترغیب بالاصل ایک جذبی عمل ہے جو بجائے عقل کے، ہمارے جذبات، وجدانات، اور جبلت کے زیادہ زیر نگین ہے، اگرچہ اس عملہ سے اس امر کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ اکثر لوگ ترغیب کے اثر سے متاثر ہو کر یا اس سے کام لیکر خود کس طرح فریب کھاتے ہین، یا دوسرون کو دھوکا دیتے ہین، تاہم ترغیب کی اس خاصیت کی بنا پر (کہ یہ جذبات پر منحصر ہے) اس کو استدلال عقلی کا مخالف اور اس لئے قابل تحقیر ٹھرانا غلط نتیجہ اخذ کرنا ہے، جیسا کہ سطور ذیل مین ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

ترغیب کی اساس ترغیب کا خواہ وہ ذاتی ہو یا اتفاقی، ہر حال مین آغاز کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد سے ہوتا ہے، جب کبھی کسی مسئلہ پر ہمارا کوئی ذاتی اعتقاد ہوتا ہے یا کسی خاص طرز عمل کی پیروی کی خواہش ہمارے دل پر مستولی

ہوتی ہی تو ہم فوراً اپنے اعتقاد کو حق بجانب، اور اس کی وجہ سے جو افعال سرزد ہون، ان کو مستحسن ثابت کرنیکی
کوشش مین منہمک ہو جاتے ہین، دیکھو جب ایک خطیب منبر پر سے دریائے فصاحت بہاتا ہی یا ایک پالیٹکل
مقرر کسی سیاسی مقصد کی تبلیغ واشاعت کی غرض سے اپنے سامعین کے دلون کو ہلا دیتا ہی، یا ایک مدبر سلطنت
ایوان مباحثہ مین گرمئی استدلال سے اپنے مخالفین کے دانت کھٹے کر دیتا ہی تو ہر صورت مین، آغاز گفتگو سے قبل
ان حضرات کے دماغ مین کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا وجود ہوتا ہی جو ان کے دلائل وبراہین کے لیے سرچشمہ
کا کام دیتا ہی، اور جتنی زیادہ وضاحت اور تیقن کے ساتھ یہ خواہش یا اعتقاد ان کے دماغ مین موجود ہوتا ہی،
اسی اعتبار سے ان کی ترغیب کم وبیش موثر ہوتی ہی، اسی طرح سے جب ہم خود اپنے دل کو کسی قسم کی ترغیب
دیتے ہین تو ہمارے خیال مین کسی نہ کسی خواہش یا اعتقاد کا ہیولیٰ قبل از قبل موجود رہتا ہی، جس کو بجا ثابت
کرنا، ترغیب ذاتی کا اصل مقصد ہوتا ہی، ترغیب اور منطق مین جو حقیقی اختلاف ہے وہ یہی ایک نہ ایک خواہش
یا اعتقاد کا قبل از قبل موجود رہنا ہے،

"منطق اور ترغیب کا فرق" ہر منطق عقلی کی غایت یہ ہوتی ہی کہ یا تو دو واقعات مین علاقہ علت ومعلول دریافت
کیا جائے، یا کسی واقعہ کی توضیح کرکے اس کو ثابت کیا جائے، فرض کرو کہ تمہارا مقصد یہ دریافت کرنا ہے
کہ ایک موم بتی کن حالات کے ماتحت روشن رہ سکتی ہی، اس کا جواب، کئی تجربات دکھانے اور پھر
دلیل استقرائی سے کام لینے سے بہت آسانی کے ساتھ فراہم ہو سکتا ہی، اتنی بات تو ہر شخص تسلیم کریگا
کہ ہر منطقی وعقلی بحث مین اصل مقصد صحیح نتیجہ تک پہونچنا ہوتا ہی نہ کہ خواہ مخواہ کسی نتیجہ کا قبل از قبل تعین
کرکے اس کے ثابت کرنیکی کوشش کرنا، اگر تم اعتراض کرو کہ منطقی بحث کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ مفروضہ
نتیجہ قائم کرکے اس کے صحیح یا غلط ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو بھی تم کو یہ ماننا پڑیگا کہ نتیجہ کا صحیح
یا غیر صحیح ہونا محض فرضی ہوتا ہی، نہ یہ کہ ایک بات کو لامحالہ صحیح مان لین، اور پھر بحث کو الٹ پھیر کر،
غلط یا صحیح دلائل سے کام لیکر، اس کو خواہ مخواہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرین، منطقی دلیلوں سے مظاہر

قدرت کی توجیہ یا ان کے ثبوت مین بہت کچھ مدد ملتی ہے اس لئے کہ ان مین تجربہ کا امکان ہی مگر انسانی زندگی مین یا ہماری انسانی ترغیبون مین منطقی طریقون سے کام لینا ذرا دشوار ہی، ہم یہ نہین کہتے کہ انسان دلائل سے کام ہی نہین لیتا نہین بے شک لیتا ہی خاص کر دوسرون کے افعال کی اچھی طرح جانچ مین کرتا ہی، دو ممکنہ صورتون مین سے کسی ایک کا انتخاب، ان کے باہمی مقابلہ و موازنہ کے بعد کرتا ہی، دوسرون کے بتلائے نتیجون کو بغیر کافی جرح و تحقیق کے قبول نہین کرتا ہی، یہ سب کچھ ہی لیکن عمل ترغیب بہ نسبت اس طریقہ منطقی کے زیادہ عام ہی، بجائے اس کے کہ بحث کے بعد کسی عقیدہ کو صحیح یا غلط ٹھرایا جائے، پہلے کسی خواہش یا اعتقاد کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور پھر بحث کیجاتی ہی جو بالعموم یکطرفہ ہوتی ہی منطق اور ترغیب کے طریقون مین یہی وجہ باعث اختلاف ہی،

انسان، اور انسانیت کے متعلق جو کچھ بھی ہمارے راسخ اعتقادات ہوتے ہین وہ استدلال کا نتیجہ نہین ہوتے، بہت سے نیم شعوری اثرات، بہت سے غیر استدلالی اسباب اپنا عمل کرتے رہتے ہین، اور ہمارے اعتقادات پر اثر ڈالتے ہین، اپنے کسی اعتقاد کو ٹٹولو، اس کا اچھی طرح جائزہ لو، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ اس اعتقاد کو تسلیم کرنیکی وجہ بجز اس کے تمھارے پاس اور کچھ نہین ہی کہ تم اس کو اپنی مرضی اور نجی خواہشات کے موافق پاتے ہو، یا اس کی وساطت سے جذبات کی تشفی کر سکتے ہو، یا ماحول اور تعلیم کے اثر کی وجہ سے یہ اعتقاد تم مین سرایت کر گیا ہی، یا یہی اعتقاد تمھارے آباء و اجداد کا تھا، اور تمھارے ہمسایون کا بھی ہی لہذا تم بھی اس کو مانتے ہو، اور تسلیم کرتے ہو، اب نظر انصاف سے دیکھو کہ اس اعتقاد کے تسلیم کرنے مین تم نے کس حد تک منطق اور استدلال سے کام لیا؟ کیا اب بھی تم کو یہ ماننے سے انکار ہوگا کہ اس اعتقاد کے متعلق جو کچھ عمل ترغیب ہوا، اب خواہ وہ ذاتی ہو، یا دوسرون نے تم کو ترغیب دی ہو، وہ کم و بیش تمھارے شعور سے باہر رہا، ترغیب ذاتی کی بنا کسی کسی خواہش یا اعتقاد پر ہوتی ہی جو ہمارے لئے خارج از شعور ہے، بسا اوقات کل طریقہ ترغیب، حالت بیخودی اور قصس کی لاعلمی مین ہوتا ہی، ہم سرنجا اپنے آپ کو کسی خاص فعل کی ترغیب دیتے ہین، لیکن نفس واقف نہین ہوتا، ہمارے شعور کی خوردہ گیر نظرین وہان تک نہین پہونچتین مخفی جذبات اور خواہشات کی تحریک ہم کو جدھر

جاتی ہو یا صفاتی ہو، یہ تو تھی ترغیب ذاتی مین ہوتا ہو، لیکن جب ہم دوسرون کو ترغیب دیتے ہین تو اگرچہ اس تحریک کا محرک بھی کوئی اساسی عقیدہ یا خواہش ہوتی ہو، لیکن یہ ہمارے شعور مین ہوتی ہو، ہمارا نفس نہ صرف اس سے واقف ہوتا ہو، بلکہ دیدہ و دانستہ، ایک خاص ترتیب و انتظام کو مدنظر رکھتے ہوئے، دوسرون پر اس اعتقاد یا خواہش کا سکہ بٹھانا چاہتا ہو، خلاصہ یہ کہ ترغیب خواہ ذاتی ہو یا صفاتی ہر صورت مین اس کا مدعا یہ ہوتا ہو کہ ان اعتقادون اور خواہشون کو جنکو ہم بالارادہ یا بغیر ارادہ قبول کر چکے ہین، اپنے نفوس سے اور دوسرون کے نفوس سے بھی منوا دیا جائے، اور وہ بھی ہمارے شریک خیال یا شریک عمل ہو جائین،

ہم نے اب تک الفاظ، اعتقاد و خواہش، کا اس طرح استعمال کیا ہو گویا یہ مرادف الفاظ ہین، اگرچہ عرف عام مین یہ الفاظ مختلف معنیٰ رکھتے ہین، لیکن جہان تک ترغیب کا تعلق ہو ان کی حیثیت اور ان کا مفہوم ایک ہی ہو، جس کیفیت نفس سے ترغیب کا آغاز ہوتا ہو اس مین دو عناصر پائے جاتے ہین، ایک عنصر ذہنی ہوتا ہے اور اسے ہم لفظ اعتقاد سے تعبیر کرتے ہین، دوسرا عنصر ذہنی نہین، بلکہ زیادہ تر عملی ہوتا ہو، یعنی اس کا تعلق کم و بیش انسانی طرز عمل اور افعال سے ہوتا ہو، اس عملی عنصر کو خواہش کا نام دیا جاسکتا ہو، کہنے کو تو دونون مین مذکورہ بالا فرق ضرور ہے لیکن ترغیب مین دونون ایک ہو جاتے ہین، فرض کرو کہ ایک سیاسی مقرر ہندوستان مین سوراج کے مسئلہ پر گفتگو کر رہا ہو، اور لوگون کو اس کے حصول کے لئے "آئینی جد و جہد" کی ترغیب دے رہا ہو، اس کی ترغیب کی اساس جو شے ہو اس کو خواہش یا اعتقاد، دونون نام دئے جاسکتے ہین، اس کا اعتقاد ہو کہ ہندوستان کو سوراج ملنا چاہئے، اس کی خواہش ہو کہ ہندوستانیون کو سوراج مل جائے، اب بتاؤ ان دونون مین فرق کیا رہا! غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دونون مین کسی آئندہ طرز عمل (مثلاً آئینی جد و جہد) کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو، اور مقرر کی ترغیب کا منشا یہ ہو کہ اپنے سامعین کو اس طرز عمل کی پیروی کرنے کی کافی تحریک دے،

ترغیب کا اثر اعمال و افعال انسانی پر اثر مسئلہ ترغیب کی ایک ممتاز صفت یہ ہو کہ اس مین طرز عمل اور افعال انسانی سے کم و بیش بحث ضرور ہوتی ہو، مثال کے طور پر مہاتما گاندھی کے ترک موالات کو لو، انھون نے تہیّہ

غور و خوض کے بعد، یا کسی ہمدردانہ جذبہ کی تحریک سے یہ نتیجہ اخذ کیا، کہ ہمارے قومی تمول اور ترقی کیلئے اگر کوئی آلہ کارگر ثابت ہوسکتا ہے، تو وہ ترک موالات ہے، اس اعتقاد یا خواہش سے آغاز کرکے، انھون نے ترغیب، یا جہذب الفاظ مین کار تبلیغ و اشاعت شروع کیا، اور ایک شخص مسمی زید کو ترغیب دی کہ ترک موالات ضروری ہے، اب، اگر ہمارا فرضی زید مہاتما گاندھی کی موجودگی مین اپنے کو ترک موالات کا حامی ظاہر کرے، اور اسی روز اپنے بچون کیلئے ولایتی کپڑا خریدے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب ہوئی، ہرگز نہین، اگر ترغیب کامیاب ہوئی تو زید کے طرز عمل مین اس سے حتماً تبدیلی واقع ہوتی، اچھا اب فرض کرو کہ مہاتما جی کی تقریر نے زید کی قوت متخیلہ پر قبضہ کرلیا، ان کے طرز بیان نے اس کے جذبات پر اثر کیا، مختصر یہ کہ مہاتما جی کی ترغیب کامیاب رہی، اب زید کی کیفیت کیا ہوگی، دیکھو وہ ولایتی کپڑے کی دکان کی طرف جا رہا ہے، ارادہ ہے کہ کچھ کپڑا خریدے، جا تو رہا ہے، لیکن دل مین خیالات کا ہجوم ہے، مہاتما جی کے یہ الفاظ "بھائیو! اپنے ملک کا کپڑا خریدو، اس سے تمھارے غریب بھائیون کا بھلا ہوگا، تمھاری قومی دولت تمھارے ہی دیس مین رہیگی . . . " اس کے کانون مین گونج رہے ہین، ان خیالات نے زید پر اثر کیا، وہ دفعتہً رک گیا، کچھ دیر سوچتا رہا، اور پھر واپس لوٹ آیا، اب البتہ تم کہہ سکتے ہو کہ مہاتما جی کی ترغیب موثر ہوئی، کیونکہ نہ صرف زید کا اعتقاد، یا اس کی خواہش بلکہ اس کے طرز عمل، اور اس کے افعال پر بھی اثر ہوا،

ترغیب مین، انسانی طرز عمل پر اثر کرنیکی ایک خاص صفت ہے، اور اسی کی بنا پر مسئلۂ ترغیب کی ایک خاص اہمیت پیدا ہوگئی ہے، اور اپنے ابنائے وطن و ملک کو باطل ترغیبون کے مضر اثرات سے بچانا، یا ان کو اچھے طرز عمل کی پیروی کی ترغیب دینا ہر ہی خواہ وطن کا فرض ہوگیا ہے،

جذبات کا عمل ترغیب مین حصہ ہماری ترغیب کی اساسی خواہشات اور اعتقادات مستقبل کے طرز عمل کا ہیولیٰ تیار کرنا، یہ فطرت انسانی کے جذبی عناصر پر منحصر ہے، جملہ محرکات عمل کی تہ مین کسی نہ کسی جبلی خاصہ، جذبہ یا جوش کا پایا جانا لازمی ہے، یہ اندرونی قوتین ہماری ترغیب کو قوت پہونچاتی ہین، اور ہمین ایک خاص طرز عمل کی طرف

راغب کرتی ہین، ہم ہرگز کسی ایسے اعتقاد یا خواہش کو قبول نہین کرسکتے، نہ کسی ایسے طرز عمل کی پیروی کرسکتے ہین جو ہمارے جذبات کا ہم آہنگ نہو، دیکھو ایک شخص، دوران جنگ مین، اپنی خدمات فوج مین پیش کرتا ہے، ہمارے دوست کی اس خواہش کو خدا معلوم کون کون سے جذبات تحریک دے رہے ہون، ممکن ہی کہ ایک بدمزاج بیوی سے پیچھا چھڑانے اور چند روز عیش کی زندگی بسر کرنے کے سبب سے اس نے وطن چھوڑنا گوارا کیا ہو، ممکن ہی کہ نام آوری، اور اپنے ہم چشمون مین ممتاز حیثیت رکھنے کے شوق نے اس کو آمادہ کیا ہو یا اس کے دل مین سیر و سیاحت کا خیال جاگزین ہوا ہو، ہوسکتا ہے کہ مذکورہ بالا صورتون مین سے کوئی بھی نہو، بلکہ خالص جذبۂ حب الوطنی سے متاثر ہوکر یا ادائگی فرائض انسانی کے جوش مین اس نے فوجی ملازمت کا ارادہ کیا ہو، بہرحال، کوئی بھی صورت کیون نہو، اس کی خواہش کی تکمیل کیلئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ علاوہ ذہنی اور خارجی اثرات کے، اس کے دل پر کوئی نہ کوئی جذبی تحریک مسلط ہونا چاہئے، خواہ اس کی قوت محرکہ کم ہو یا زیادہ، اس کی موجودگی لازمی ہی، ترغیب کی کامیابی کا، جذبی تحریکات پر یہ لازمی انحصار، اس مین اور منطق مین ایک اور اختلاف کا بھی پتہ دیتا ہی، اور وہ یہ ہے کہ منطق مین جذبات کی اپیل پر توجہ نہین کی جاتی، حالانکہ ترغیب کے لئے جذبہ کا، موجود رہنا ضروری ہی،

"ترغیب" اور "منطق" مین بادی النظر مین تھوڑی سی مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہر دو مین، فیصلون کا وجود ہوتا ہی، غور سے دیکھو تو یہ مشابہت بھی محض سطحی ہے، حقیقی نہین، اس لئے کہ دونون کے فیصلون مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہی، منطق کے فیصلہ باہم مربوط، اور توالی و تواتر لئے ہوتے ہوتے ہین، برخلاف اس کے ترغیب کے نام نہاد فیصلون مین توالی و تواتر درکنار باہمی ربط کا بھی پتہ نہین ہوتا، اگر ان مین یہ صلاحیت ہو کہ ہمین اپنے پیش اندیش معینہ نتیجہ تک پہونچا دین تو وہ قابل قبول خیال کئے جاتے ہین، خواہ ایک فیصلہ دوسرے سے متضاد ہی کیون نہو، اگر ان مین اس قرار دادہ نتیجہ تک پہونچانے کی اہلیت نہین ہوتی تو انھین رد کر دیا جاتا ہی، غرضکہ ترغیب مین فیصلے یکطرفہ ہوتے ہین اور فریق ثانی کی آوازپر

کان نہین دھرے جاتے،

راحت مین جو مخل ہو، وہ کانٹا ہے راہ کا،

ہم ذیل مین ترغیب ذاتی کی ایک مثال درج کرتے ہین جس سے اس کے فیصلون کا یہ یکطرفہ عمل اچھی طرح سے ظاہر ہو جاتا ہے،

"انگلستان کے ایک مشہور اخبار نے حال مین کسی عورت کا قصہ لکھا تھا جس پر دھوکہ دہی کے الزام مین مقدمہ چلایا گیا تھا، واقعہ یہ تھا، کہ ان لیڈی صاحبہ کی جو خود بھی حسین تھین چند نوجوان فوجی افسرون سے ملاقات ہوگئی، اب ان کو فکر ہوئی کہ ان لوگون سے راہ و رسم اور ربط ضبط بڑھے تو ہم چشمون مین سر اٹھانیکا موقع ملے، مگر آپ جانئے ولایت کی سوسائٹی مین تعلقات بڑھانے کے لئے یہ بھی ضرور تھا کہ ان کا لباس اور ظاہری حیثیت بھی اچھی ہو، روپیہ تو پاس تھا نہین، جس سے سامان زیبائش خرید کرتین، بالآخر ترکیب یہ سوجھی کہ چند مشہور دکانون مین جاکر اپنے آپ کو سربرآوردہ لوگون کا رشتہ دار بتایا، اور قرض سامان وصول کیا، چندے اس طرح کام چلتا رہا، شامت اعمال سے دکانداردن نے تحقیقات شروع کی تو معلوم ہوا کہ لیڈی صاحبہ محض بیک بینی و دو گوش ہین، اور سربرآوردہ خاندانون سے رشتہ تو درکنار تعارف بھی نہین رکھتین، بالآخر الزام فریب دہی و دغا مین گرفتار کرلی گئین،"

اس مثال مین آپ دیکھتے ہین کہ اس عورت نے جو ترغیب اپنے نفس کو جھوٹ اور دھوکہ دہی کی دی، اس کا آغاز اس اعتقاد سے ہوا، کہ فوجی افسرون سے دوستی قائم رکھنے کے لئے عمدہ لباس ناگزیر ہے، خود اس نے جو بیان عدالت کے روبرو دیا ہے اس مین کہا ہے، "گذشتہ دو ہفتون مین میرا تعارف چند فوجی افسران سے ہوا، اور اس تعارف کو بڑھانے کے لئے مین نے اچھا لباس حاصل کرنے کی خواہش کی" سب سے زیادہ توجہ طلب بات اس مثال مین یہ ہے کہ جونہی یہ اعتقاد اس عورت کے دماغ مین جاگزین ہوا، اور عمل ترغیب کا آغاز ہوا، ویسے ہی اس کے شعور نے ہر اس خیال کو جو کسی طرح

اس مقصد کے حصول مین حائل ہونا ہٹانا شروع کر دیا، اور صرف وہی دلائل اور فیصلے قبول کئے گئے جو حصول مقصد کے منافی یا تشفی جذبات کے مخالف نہ تھے،

یہ تو خیر فلانی ترغیب کی مثال ہوئی، دوسرون کو جو ترغیب دی جاتی ہے اس مین بھی یہی عمل ظہور پذیر ہوتا ہے، ہر مقرر جس کا مقصد لوگون کو ترغیب دینا ہوتا ہے، اسی قسم کے فیصلون سے کام لیتا ہے جن مین صرف اسی حد تک باہمی ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے جہان تک کہ وہ مقصد برآری مین مفید ثابت ہون، یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی ترغیبانہ تقریرین جو اپنے آپ کو مبلغ کہتے ہین، خواہ بظاہر کتنی ہی سنجیدہ کیون نہون لیکن پھر بھی ان مین اکثر ایسے دلائل پائے جاتے ہین جو تشفی جذبات تو کر سکتے ہین، لیکن کسی منطقی استدلال کی تاب نہین لا سکتے، اگر تمھاری ترغیب کا منشا، یہ ہے کہ تمھارے مخاطب تمھارے حسب خواہش فعل کرین تو اس وقت تک تمھاری ترغیب کارگر نہین ہو سکتی جب تک کہ یہ مجوزہ فعل ان حضرات کے جذبات کی تشفی نہ کر سکے، جن فیصلون سے عمل ترغیب مین کام لیا جاتا ہے، وہ یا تو مظہر رغبت و رضامندی کے ہوتے ہین، یا ناراضی کے، اگر ہمارا فیصلہ اظہار رضامندی کر رہا ہے، تو یقیناً اس کی تہ مین، تعریف احسان عزت، غیرت حب الوطنی، یا اسی قبیل کے دیگر جذبات پائے جائینگے، برخلاف اس کے ایسے فیصلون کی تہ مین جو مظہر ناراضی ہین، ندامت، ملامت، نفرت، غصّہ، یا خوف کا لگاؤ پایا جائیگا، اب تک ہماری بحث ان جذبات سے رہی جو محرک ترغیب ہو سکتے ہین، اب دیکھنا یہ ہے کہ وجدانات مین یہ صلاحیت کس حد تک پائی جاتی ہے،

وجدان اور عمل ترغیب | جذبات اور وجدان مین، نفسیاتی نقطہ نگاہ سے، فرق یہ ہے کہ اصل الذکر ہمارے ان احساسات فطری کا نتیجہ ہین، جن کا تعلق انتشار یا ایثار سے ہوتا ہے، ان کا دور دورہ بہت تھوڑی مدت تک رہتا ہے، اور ان کے اثرات عارضی ہوتے ہین، جذبات کی تحریک فوری ہوتی ہے، اور بہت کچھ پرزور بھی، لیکن ان کی قوت بہت جلد زائل ہو جاتی ہے، اور اسی وجہ سے ان کی تحریک سے جو افعال

سرزد ہوتے ہیں، ان مین قیام، ارادہ، اور تنظیم کا وجود نہین ہوتا، ترغیب کا اثر جذبات کے لئے بانگ
جرس کا حکم رکھتا ہی، اور خوف، نفرت، استعجاب، غصہ، محکومیت، حکومت، توصیف، دہشت، عظمت،
کراہت، تنفر، غرضکہ تمام جذبات کی فوج خفتہ ترغیب، کی تحریک پاکر کمربستہ ہوجاتی ہی، اور ہمارے عقیدن
خواہشون، اور افعال کو اپنے زیرنگین کرنے، اور اس طرح سے ترغیب کو کامیاب بنانے کی کوشش
کرتی ہے، وجدان مختلف جذبات کے مجموعہ کا نام ہی، اور اتنی بات ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ مختلف جذبات
انفرادی طور پر اتنے زبردست محرک نہین ہوسکتے جتنے کہ اس حالت مین ہوسکتے ہین جب یہی جذبات
کسی وجدان کے حلقہ مین جمع ہوجائین، اور ان مین تنظیم و تنسیق موجود ہو، ذیل کی مفروضہ مثال سے جذبہ
اور وجدان کی جداگانہ اہمیت ظاہر ہوجائیگی،

فرض کیجئے کہ ایک مقرر کسی مجمع کے روبرو جنگ کے متعلق تقریر کررہا ہی اور لوگون کو اس کی ترغیب
دے رہا ہی کہ ملک اور بادشاہ کی حفاظت کے لئے اپنی اپنی خدمات بحیثیت رضاکاران پیش کرین، اس
کی اس ترغیب کی بنیاد حب الوطنی، پر ہے، اور اسی وجدان سے مدد لیکر وہ سامعین کو اپنی خواہش کے
مطابق فعل کرنے کی ترغیب دیتا ہی، چونکہ وجدان حب الوطنی، مین بہت سے جذبات مجتمع ہین لہذا ہمارا
مقرر مختلف طریقون سے ترغیب دے سکتا ہی، اپنے سامعین کے سامنے یہ بیان کرکے کہ دشمن کی قوت
زبردست ہی، وہ ہمین فتح کرنیکی قدرت رکھتا ہی، ہمارے پاس اس کے مقابلہ کے لئے کافی افواج
نہین ہین، اور جب تک آپ لوگ مدد نہ کرین انجام شکست و تباہی"... وہ ان کے خوف اور
تردد کے جذبہ کو بیدار کرسکتا ہی، کبھی یہ کہکر، دشمن نے ہماری عورتون کی عزت لی، ہمارے بچون کو تہ
تیغ کیا...... وہ اپنے سامعین کے جذبات رحم، نفرت، ملامت، اور دہشت کو برانگیختہ کرتا ہے،
کبھی اس طرح اپیل کرکے، کیا آپ لوگ دشمن کو بغیر بدلہ کے چھوڑ دینگے، کیا ہمارے مقتولون کا
خون، ہماری عورتون کی عصمت دری، ہماری برباد شدہ کھیتیان، مسمار عمارات، یہ سب بغیر انتقام

کے رہین گی .... وہ غصہ اور انتقام کے جذبات کو اشتعال دیسکتا ہی کبھی اسلاف کی شاندار روایات یا دیگر اقوام کے کارنامے سنا کر وہ جذبہ خودداری کو جوش مین لاتا ہی، اب دیکھو، کہ مذکورۂ بالا تو جذبات مین سے ہر ایک فرداً فرداً ہمارے مقرر کے حسب خواہش طرز عمل کا محرک ہو سکتا ہی لیکن جب یہی جذبات گوناگون کسی ایسے وجدان (حب الوطنی) کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہین جو سالہا سال بلکہ صدیون کی قومی زندگی کا نتیجہ ہے، تو ان کی مشترکہ قوت بہت کچھ ہو جاتی ہی، ان اعتقادات کی جو زمانہ کے اثر سے پختہ ہوکر روایات مین گئے ہین، اہمیت عمل ترغیب مین بہت زیادہ ہی اور ضم شدہ جذبات ان انفرادی جذبات سے کہین زیادہ موثر ہوتے ہین جو آندھی بگولے کی طرح اٹھتے ہین لیکن تھوڑی دیر کے بعد اپنی قوت سے خود ہی فنا ہو جاتے ہین،

جذبات اور وجدان کی ترغیب مین جداگانہ اہمیت ہی لیکن سب سے زیادہ ضروری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ خواہ جذبہ ہو یا وجدان یا اور کوئی اندرونی محرک، عمل ترغیب مین جذبی عنصر لزوماً پایا جاتا ہی، اگرچہ اس کا محل ظہور اور اس کی ظاہری حیثیت کچھ ہی کیون نہو، یہ جذبی عنصر کبھی الہام فطری کہلاتا ہی کبھی رجحان کے نام سے یاد کیا جاتا ہی کبھی اپنے اصلی لباس مین بحیثیت جذبہ کے نمودار ہوتا ہی، کبھی وجدان مین نظر آتا ہی،

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

غرض یہ کہ اس کا پایا جانا ضروریات مین سے ہے، اور اگر عمل ترغیب کو صورت مانین، تو یہ اسکا ہیولی ہی، چراغ فرض کرین تو یہ اس کا نور ہی، سانس خیال کرین تو یہ اسکی اولیات مین سے ہی،

(باقی)

آثارِ قنوج

از مولوی سعید انصاری، مؤلف سیر الصحابیات

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

پرتھوی راج کے پایۂ تخت (دہلی) کی تاریخ آثار الصنادید کے صفحات میں نظر آسکتی ہے، لیکن جے چند کے دار السلطنت (قنوج) کی تاریخ ناظرین صرف سیاحوں کی آنکھوں میں پڑھ سکتے ہیں جس کو وہ شہر کے مختلف پست و بلند حصوں میں پھر کر مرتب کرتی ہیں؛

کیا عجیب بات ہے! پرتھوی راج کا شہر ایک مردہ شہر ہے جس پر شہر خاموشاں کا لقب صادق آتا ہے لیکن اُس کی عمارات، اس کے آثار، اس کے معابد و مقابر سب کے نشانات تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، لیکن جے چند کا شہر اگرچہ زندہ آبادی کا جلوہ گاہ ہے تاہم اس کی عمارات کا کوئی نشان صفحات تاریخ میں باقی نہیں؛

جے چند کا سر پُرغرور ہمیشہ اجمیر اور دلی کے راجپوتوں کے مقابلہ میں بلند رہتا تھا، اس لئے اس کے پایۂ تخت نے بھی دوسرے پایہ تختوں کے مقابلہ میں اس خصوصیت کو قائم رکھا، دلی اور اجمیر کے قدیم حالات تاریخ کی زبان سناتی ہے لیکن قنوج شکستہ عمارتوں، بوسیدہ کھنڈروں، بلند ٹیلوں، غرض تمام پستیوں اور بلندیوں سے اپنی تاریخ خود سنا رہا ہے؛

وہ شہر جو ہزاروں برس تک تہذیب و تمدن کا مرکز تھا جس کے تخت جلال پر بڑے بڑے باجبروت راجہ متمکن ہوئے، جو روحانیت کا سرچشمہ تھا جس کے آثار قدیمہ عبرت و بصیرت کا سرمایہ ہیں، اور جس کی بلندیاں اور پستیاں تاریخ کے نشیب و فراز کو ظاہر کرتی ہیں، درحقیقت خود ایک مجسم تاریخ ہے اس کو کسی رسمی اور کاغذی تاریخ کی ضرورت نہیں،

میں اس شہر میں ایک زائر کی حیثیت سے وارد ہوا، تو اس کے آثار کی زبردست کشش میری نظر

کو اپنی طرف کھینچتی تھی، کیونکہ تاریخ نگاری مین اس سے بڑھکر مستند سرمایہ کیا ہاتھ آسکتا ہے؟ وہ ایک زندہ اور ناطق تاریخ ہے جس کا مقابلہ مردہ اور گنگ تاریخین نہین کرسکتین، غرض یہ تاریخ میری نگاہون مین عبرت وبصیرت بنکر جمع ہوئی، اور اشک خونین بنکر ٹپکی، جس سے یہ کاغذی صفحات خودبخود رنگین ہوگئے، اس بناپر ناظرین کو جو کچھ ان صفحات مین ملیگا، وہ کوئی مکمل تاریخ نہین ہے، بلکہ اشک حسرت کے چند قطرے ہین جو میری آنکھون سے زیارت کے وقت جاری ہوئے!

قنوج پر اسلام کا مادی اثر اس وقت قائم ہوا جب شہاب الدین محمد غوری نے جے چند کو شکست دی، اور قنوج کے ہیبت ناک قلعہ پر ہلال کا پرچم لہرایا، لیکن اسلام کا روحانی اثر تیغ وخنجر اور توپ وتفنگ کی امداد سے بے نیاز تھا اس لئے وہ اس سے بہت پیشتر قائم ہوچکا تھا، چنانچہ سب سے پہلے اس شہر مین باباحاجی شریف تشریف فرما ہوئے، جن کی روحانی قوت سے قنوج مین اسلام کی اشاعت ہوئی۔

باباصاحب کا مزار شہر کے باہر ایک بلند چبوترے پر واقع ہے، جس کے مغربی سمت مین محراب بنی ہوئی ہے۔ یہ جگہ **حاجی شریف** کے نام سے مشہور ہے، اور بوسہ گاہ خلائق ہے، اہل قنوج کے بیان کے مطابق یہ سب سے قدیم زیارت گاہ ہے، چونکہ اس پر کوئی کتبہ نہین ہے اس لئے باباصاحب کا صحیح زمانہ متعین نہین کیا جاسکتا، حاجی شریف کے بعد سب سے قدیم چیز **جے چند** کا قلعہ ہے، جس کے صرف کچھ آثار باقی رہ گئے ہین، چندن شہید کا مزار بھی ایک قدیم تاریخی یادگار ہے،

بالاپیر کی قبر بھی قدیم قبر ہے، اس پر کتبہ لگا ہوا ہے لیکن پڑھا نہین جاسکا،

اسلامی آثار مین ایک قدیم ترین چیز **جامع مسجد** ہے جو سلطان ابراہیم شرقی (۸۰۴ھ-۸۴۴ھ) والی جونپور کی تعمیر کردہ ہے، اس کے سپہ سالارون (سلطان شہ اور جلال خان اجودھی) نے اس شہر کو جس شجاعت اور بسالت سے فتح کیا اس کا ذکر تاریخ فرشتہ وغیرہ مین موجود ہے، یہ مسجد نہایت سادہ بنی ہوئی ہے، پتھر جو ان پر جو کام ہے وہ بھی معمولی ہے، محرابون کے بجائے پتھر کے سیدھے سیدھے ستون ہین جو اونچے ہوتے چلے گئے ہین اور ان پر

ان پر چھت پاٹ دی گئی ہے، مسجد کے دونوں کناروں پر زینہ لگا ہوا ہے جس سے اوپر جا سکتے ہیں، اوپر سائبان

ایک دالان بنا دیا گیا ہے جس میں نماز پڑھی جا سکتی، اور وعظ سنا جا سکتا ہے،

محراب پر سورۂ کوثر، چھت پر سورۂ جمعہ، اور محراب کے اندر قل ہو اللہ کندہ ہے، مسجد میں کچھ دور تک

سائبان چھایا ہوا ہے، جو حال کا اضافہ ہے، سائبان کے آگے صحن ہے، اس کے بعد ستون شروع ہوتے ہیں جو

قریب قریب بنے ہوئے ہیں، ان ستونوں میں لوہے کا جنگلا لگا دیا گیا ہے، اس طرح پورا صحن جنگلوں کے اندر

آجاتا ہے، اور مسجد صحرائی جانوروں سے محفوظ ہو جاتی ہے، جنگلے سے متصل حوض ہے، جو حال میں بنایا گیا ہے،

مسجد پر منارے نہیں ہیں، صرف تین معمولی گنبد ہیں، وسط کا گنبد نسبتہً بڑا ہے، یہ تینوں گنبد گول

نہیں بلکہ چپٹے ہیں،

پھاٹک پر خط نسخ میں یہ قطعۂ تاریخ کندہ ہے،

شکر للہ کہ بتوفیق خداوند کریم	بوالمظفر سرِ شاہانِ جہان ابراہیم
ہمدم عیسیٰ و ہمنام خلیل الرحمان	آنکہ بنمود جہان را ید بیضا چو کلیم
مسجدے ساخت مرتب کہ بدین رفعت و اوج	چہ اساس ست معلیٰ چہ بنا ئیست عظیم
سلخ ذی قعدہ بسن ہشت شش صد و نہ ہجری	سر فراز ہمہ زیر قدمش گشت مقیم

حوض کی تاریخ یہ ہے،

حوض مثل حوض کوثر شد بنا،	صحن مسجد صورت گلشن شگفت
مرتضیٰ خان فکر تاریخش چو کرد	حق تعالیٰ، حافظ و ناصر، بگفت،

١٣٢٦ھ

حوض بہ حمایت محمد مرتضیٰ خان رئیس بالاپیر تعمیر کرایا ہوا ہے،

عیدگاہ: لیکن یہ عظیم الشان عمارت جس کی رفعت و بلندی کا اقرار خود چشم فلک کو ہوگا آج دولت

کی بدولت اپنے صرف سایہ میں کام کر رہی ہے، اور اس کو نماز و نماز کے بجائے ....

ابن سدۂ بدیع کہ از چرخ برتر ست — وین طاق بے نظیر کہ بازیب وزیور است
گشتہ بنا بعہد ہمایون حسین شاہ — کاندر زمان چنان ہمہ اورا مسخر ست
تعمیر کردہ شاہ ہری خان فتح جنگ — کافاق از جمال کمالش منور ست
ہشتاد و یک دہشت صد از ہجرت نبیؐ — تاریخ صدق گشت کہ ماہ پیمبر ست
بانی طاق سید راجو ی نبی جلال — کافاق از جمال کمالش منورست
[1] . . . . — امیدوار مغفرت از حضرت اکبر ست

لیکن جانتے ہو! کہ آج اس "برتر از فلک" عمارت کے کنگرون سے کیا چیز ٹکراتی ہو؟ زاغ وزغن کی آواز!

شہر کی مشہور عمارتون مین **میر بنگالی** کی حویلی بھی ہی، یہ جامع مسجد سے آگے ملتی ہی، اندر کچھ ٹوٹی ہوئی عمارت باقی رہگئی ہے، پھاٹک اور چہار دیواری البتہ قائم ہین، اوران کو دیکھکر حویلی کی عظمت آنکھون مین پھر جاتی ہے،

عالمگیر کی مسجد بھی آثار قدیمہ مین ہی، جو بالاپیر کے قریب واقع ہی، اور بالکل شکستہ ہی،

سید محمد بخاری کا مقبرہ بھی متبرک مقام ہی،

ان عمارتون کے علاوہ شہر مین متعدد عمارتین ہین جو اب تک اصلی یا کسی قدر متغیر شکل مین قائم ہین، لیکن چونکہ وہ اس قدر اہم نہین ہین، اس لئے ان کا ذکر قلم انداز کیا جاتا ہی،

قنوج کا ذرہ ذرہ سلطنتہائے مختلفہ کا مدفن اور اس کا چپہ چپہ اقوام قدیمہ کی یادگار ہی!

ازنقش ونگار در و دیوار شکستہ — آثار پدیدست صنادید "ام" را

[1] دیمک سے یہ مصرع پڑھا نہین گیا، بعض خاندانون مین ایک صدی قبل کی جو بیاضین موجود ہین ان مین بھی یہان پر نقطے دیے ہوئے ہین جس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک صدی پیشتر بھی یہ مصرع پڑھا نہین جاسکا تھا،

مترجمات

تاریخ مشہد خراسان[1]

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی،

خطۂ خراسان کا مقدس شہر مشہد (طوس) جو امام ابوالحسن علی ابن موسی رضا امام ثامن کی خوابگاہ ہونے کی وجہ سے آج تمام اسلامی دنیا کی نگاہ عقیدت کا مرکز بنگیا ہے ابتدا مین چندان اہمیت نہین رکھتا تھا چنانچہ علمائے عرب کی ایک جماعت مثلاً ابن خردازبہ، مقدسی اور ابوالفدا نے اپنی کتابون مین اسکا ذکر تک نہین کیا، اصطخری، ابن حوقل، ذکریا ابن محمد بن محمود القزدینی، یاقوت حموی اور ابن بطوطہ نے اس کا سرسری تذکرہ کیا البتہ صاحب کتاب نزہتہ القلوب، امیر زین الدین محمد صاحب زینتہ المجالس، قاضی نوراللہ تستری حسینی صاحب مجالس المومنین، احمد رازی صاحب ہفت اقلیم، مرزا حسن زنوزی صاحب ریاض الجنۃ اور فرہاد میرزا صاحب کتاب جام جم نے اسکا مفصل تذکرہ کیا اور سب کے آخر ۱۳۰۲ھ مین صنیع الدولہ محمد حسن خان نے دو ضخیم جلدون مین تاریخ مشہد خراسان کے نام سے اسکی مفصل و مبسوط تاریخ لکھی، یہ مضمون اسی آخری کتاب سے ماخوذ ہے،

مشرقی مصنفین کے سلسلہ مین یہ مناسب معلوم ہوتا ہو کہ ہم ان مغربی سیاحون اور جغرافیہ نویسونکا بھی ایک سرسری تذکرہ کردین جنھون نے مشہد کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا ہے، سب سے پہلے ۱۳۴۳ء مین ہانوے نے جلوروس و ایران کی سیاحت کی یہ خاص مشہد مقدس تک آیا اس نے اپنے سفرنامہ مین

---

[1] ترجمہ از عربی رسالہ العرفان ۔

اسکی قدیم و جدید تاریخ کا مفصل تذکرہ کیا ہی، متعدد فصلوں مین شہر کے مختلف تمدنی، عمرانی اور سیاسی حالات دکھائے ہین، وہان کی زراعت اور پیداوار کا تذکرہ کیا ہی وہان کے اوقاف، مدارس بلکہ طلبا کی تعداد تک کو لکھا ہی، اس کے بعد ۱۸۲۱ء مین انگریز سیاح فورشائر نے سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی دوسری جلد مین اسکا ذکر کیا، سرجان ملکم جو فتح علی شاہ قاچار کے عہد مین سفیر برطانیہ تھے انھون نے بھی اسکا تذکرہ کیا ہے، اور مسٹر مکڈونل کنفیر نے بھی اپنی کتاب جغرافیہ ایران مین اس پر کچھ لکھا ہے ۱۸۳۲ء مین موسیو کنولی ہندوستان آتے ہوئے طوس سے گذرے اور اُسکی تجارت اور آبادی کا اپنے سفرنامہ مین تذکرہ کیا، پھر ۱۸۴۵ء مین موسیو فریہ نے یہان کی سیاحت کی اور اپنے سفرنامہ کی جلد اول مین یہان کے طبیعی حالات، مناظر اور اسکی تاریخ کے متعدد پہلوؤن کی تشریح کی، انیسوین صدی کے وسط مین انگریز سیاح مسٹر فیریزر نے اس حصہ ملک کی سیاحت کی، اس نے اپنے مقاصد مین کامیابی حاصل کرنے کیلئے مسلمان ہو جانیکا اعلان کیا اور اس طرح وہ وہان کے اعلیٰ طبقون کی سوسائٹی مین داخل ہو کر وہان کے تمام حالات کا اچھی طرح مطالعہ کر سکا، اسی زمانہ مین نکولا خانیکوف روسی سیاح نے بھی ان اطراف کی سیاحت کی تھی، اسی روسی سیاح کے سیاحت نامہ کے متعلق موسیو سینٹ مارٹن نے ۱۸۶۱ء مین پیرس کی مجلس جغرافیہ کے روبرو اپنی وہ تحریر پڑھی جس مین موسیو موصوف نے کہا کہ

> ہمین خانیکوف کی سیاحت سے پہلے مشہد کے متعلق کچھ بھی حالات معلوم نہ تھے، اور یہان چند سیاحون نے اجمالی طور پر جو کچھ اس کے متعلق لکھا وہ چندان اہم نہین اس لئے یہ ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ ہم اس روسی سیاح کے کارنامے کی اہمیت کو سمجھین اور اس کی وہی قدر و منزلت کرین جو اس کا حق ہی،

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہم اصلی کتاب سے مجمل اقتباسات پیش کرتے ہین، یہ اقتباسات خاص مشہد مقدس سے متعلق حالات، اس کے آثار قدیمہ اور عمارات و کتبات پر مشتمل ہین،

مشہد کا ظہور اور اسکی آبادی مشہد کی بنیاد اس قدیم ایرانی شہر کے ویرانہ پر پڑی جس کا نام سناباد تھا، قدیم زمانہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے حمید بن قحطبہ یہان کا والی تھا، وہان حمید کا عظیم الشان مکان اور باغ تھا جب علاقہ خراسان مین ہارون الرشید نے انتقال کیا تو وہ حمید کے اسی مکان کے احاطہ مین دفن کیا گیا، مامون نے اپنے عہد خلافت مین اس قبر پر ایک قبہ بنانیکا حکم دیا جو عام طور پر قبہ ہارونیہ کہلایا، اس کے بعد سنہ ۲۰۳ھ مین امام ثامن سیدنا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا کا جسد مبارک اسی کے پہلو مین سپرد خاک کیا گیا، اور اسی دن سے اس کا نام اسی قبر کے انتساب سے مشہور ہوا، یہ بیان کیا جاتا ہی کہ اس کے بعد دیلمیون نے مشہد کی آبادی کو مزید ترقی دی، اور ان کے بعد امیر سبکتگین نے اس کو خراب و ویران کیا، غرض مشہد ایک مدت تک ویران حالت مین رہا اور خوف سے کسی شیعی کو اسکی تعمیر و آبادی کی ہمت نہوتی تھی یہانتک کہ ابن اثیر کے روایت کے مطابق سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین سبکتگین کا زمانہ آیا اور اس نے وہان کی عمارات کی تجدید و توسیع کی، اس کے بعد سلطان سنجر سلجوقی کے عہد حکومت مین شرف الدین قمی نے اسکی مزید تجدید و توسیع کی، پھر اس کے بعد تاتاریون نے اس کو ویران و برباد کردیا، لیکن جب یہ سیلاب رکا اور فرو ہوگیا تو ہلاکو خان کے پوتے سلطان خدابندہ نے اس کی تجدید و تعمیر کی، چنانچہ ابن بطوطہ جب سنہ ۷۳۴ھ مین طوس سے گذرا ہی تو اس نے یہان کی آبادی اور عمارات کا حال اپنے سفرنامہ مین لکھا ہی، اس کے بعد متعدد سلاطین و وزرا نے مشہد کی تعمیر و توسیع کی اور وہ اس کے زیب و زینت کو ترقی دیتے رہے یہان تک کہ سلطان میرزا شاہرخ گورگانی کے عہد حکومت مین اس کی عظمت و شان کا غلغلہ دور دراز ممالک مین پھیل گیا، اس نے سنہ [illegible]ھ مین وہان متعدد عمارتون کے بنا و تعمیر کا حکم دیا، اور اس کے بعد مشہد کی عظمت و تعمیر روز بروز ترقی کرتی چلی گئی،

خاص مشہد مبارک کا بیان مشہد شہر کے ٹھیک وسط مین واقع ہی، یہ ایک مربع عمارت ہی خاص ضریح مقدس کا پیمانہ دہ در دہ ذرع اور اس کے قبہ کی بلندی بیس ذرع ہی، اور جو چہار دیواری اس کو گھیرے

ہوئے ہیں اس مین بارہ دروازے ہین ان مین سے بعض دروازے سونے کے پترون سے منڈھے ہوئے ہین اور بعض چاندی کے پترون سے، ان دروازون مین قرآن مجید کی آیتین احادیث نبوی، قطعے اور عربی فارسی اشعار بکثرت لکھے ہوئے ہین، ضریح مبارک مین متعدد طاقچے ہین جنمین کا سب سے پہلا فولاد کا ہی اسکی تاریخ نہین معلوم اس کے علاوہ ۳ دوسرے طاقچے پیتل کے ہین مگر ان جواہر کی حفاظت کے خیال سے جو ان مین رکھے ہوئے ہین ان پر طلا کاری کردی گئی ہی یہان بکثرت جواہر موجود ہین، قبہ نہایت صاف اور لمعہ فگن سونے سے منڈھا ہوا ہی اس کے دائرہ مین عربی عبارت جسکا مفہوم یہ ہی نہایت جلی خط مین لکھی ہوئی ہے،

,, اس قبہ کی تزئین کا حکم شاہ عباس اعظم نے اس وقت دیا جب وہ اسکی زیارت کے لئے پایہ تخت اصفہان سے یہان آئے تھے. یہ سنہ ۱۰۱۰ھ کا زمانہ تھا اور اس تزئین کی تکمیل سنہ ۱۰۱۶ھ مین ہوئی،،

,, سنہ ۱۰۱۵ھ مین کمال الدین محمود یزدی نے یہ خدمت انجام دی اور علی رضا عباسی نے یہ عبارت لکھی"

قبہ پر اس کے علاوہ اور بھی عربی عبارتین مندرج ہین جن سے ظاہر ہوتا ہی کہ جب سنہ ۱۰۸۴ھ کے زلزلے سے اس عمارت کو صدمہ پہنچا تھا تو اس کی مرمت و اصلاح کے بعد شاہ سلیمان صفوی نے دوبارہ اسکی تذہیب کا حکم دیا اور سنہ ۱۰۸۶ھ مین اس حکم کی تعمیل ہوئی،

اندرون مشہد کے کتبے | مشہد مقدس کے اندرونی حصہ مین بکثرت کتبے ہین ان مین کے بعض تقریبًا پانچوین صدی تک کے ہین، یہ سب کتبے عربی زبان و اسلوب مین ہین، اور ان مین کے بعض خط کوفی مین ہین جن کے آخر مین کاتب کا نام بھی ظاہر کر دیا گیا ہی، غالبًا سب سے پہلا کتبہ جو اس پر منقوش ہوا اس مین ابونواس کے وہ مشہور اشعار ہین جن مین کا پہلا شعر یہ ہے،

مطهرون نقيات جيوبهم تجري الصلوة عليهم اينما ذكروا

ان اشعار کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

,, تقرب بهذه العمادة الضعيف بندہ ضعیف غلام آل محمد عبد العزیز بن آدم

الذلیل المحتاج الی رحمۃ ربہ تعالیٰ	بن ابی نصر قمی نے - بیت ثواب یہ عمارت
مولی ابی محمد عبد العزیز بن آدم بن	بنائی، "
ابی نصر القمی،	" " " " "

بعض محرابوں میں جو کتبے خط کوفی میں منقوش ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ الی قولہ "ان الدین عند اللہ الاسلام"

بعض جگہ یہ عبارت منقوش ہے:

کن فی صلوتک خاشعا	اپنی نماز میں عاجز و خاشع ہو جاؤ

اسی خط میں یہ آیت بھی لکھی ہوئی ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات	نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں،

ایک جگہ لکھا ہے:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللھم اغفر لمن استغفر لابی زید محمد بن ابی زید النقاش"

ایک کتبہ میں پوری سورۂ توحید نہایت باریک خط میں لکھی ہوئی ہے، اس کی تاریخ کتابت ۱۲ ۔ ۵ھ ہے،

ان عبارتوں کے علاوہ اندرونی حصہ عمارت میں اور بہت سی آیات، احادیث، جوامع الکلم اور کلمات نصیحت و موعظت منقوش ہیں، یہ سب کی سب عربی میں ہیں اور ان کا خط ایسا جلی ہے کہ اچھی طرح پڑھا جاتا ہے، انہی میں ایک یہ طویل کتبہ بھی ہے:

من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ انکم	رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے اگر تم لوگوں کے ساتھ اپنی
لن تسعوا الناس باموالکم فسعوھم باخلاقکم	دولت کے ذریعہ سے بھلائی نہ کر سکو تو ان کے ساتھ
قال ابراھیم بن العباس الصولی لو وزنت	خوش اخلاقی سے پیش آؤ، ابراہیم بن عباس صولی نے
ھذہ الکلمۃ باحسن کلام الناس لرجحت	کہا اگر اس عبارت کو انسانوں کے مجموعی بہترین کلام سے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالتفکر ،	وزن کیا جائے تب بھی اسکا وزن زیادہ ہوگا رسول اللہ
لکل قلب شغل من رضی عن نفسہ کثر الساخط	صلعم نے فرمایا علم غور وفکر کے برابر نہین ہی ہر قلب کے لئے
علیہ قلب الاحمق فی فیہ ولسان العاقل	کچھ نہ کچھ شغل ہی جو اپنے نفس کا تابع ہو اس پر مکروہات کا
فی قلبہ ، رسول الموت الولادۃ ،	ہجوم ہوگا ، احمق کا قلب اس کے منہ مین ہوتا ہی اور
" " " " "	عقلمند کی زبان اس کے قلب مین ، پیدائش موت کا پیامی ہی ،

جو محراب ضریح مقدس کے سرہانے ہی اس پر بھی بکثرت آیات و احادیث منقوش ہین اور یہ علی بن محمد بن ابی طاہر غفر اللہ ذنوبہ کی لکھی ہوئی ہین ،

آثار و عمارات مشہد

دار الحفاظ عمارت مشہد کے مقابل کم و بیش اسی طرح کی متعدد عمارتین ہین ، ان مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر دار الحفاظ ہی ، یہ ایک بلند مربع عمارت ہی اسکا عرض ساڑھے سات ذرع اور طول اٹھارہ ذرع ہی اس مین کاشانی پتھر کی چوڑی چوڑی اینٹونکا فرش ہی ، اس کو امیر تیمور گورگانی کے بیٹے شاہ رخ (امیر ہرات وخراسان) کی بیوی گوہر شاد نے تعمیر کرایا تھا ، اس عمارت مین بعض شاہان فارس اور ان کے وزرا کی پانچ قبرین ہین اور اس مین متعدد فارسی کتبے ہین ،

دار السیادۃ یہ عمارت بھی اسی خاتون گوہر شاد کے آثار مین سے ہی یہ ایک مستطیل عمارت ہی اسکا طول بتیس ذرع اور عرض مختلف ہی ، اس مین آب شیرین کی ایک نہر اور متعدد قبرین ہین ، اس کو اس زلزلہ نے جو شاہ سلیمان صفوی کے عہد مین آیا کمزور کر دیا تھا لیکن اسی بادشاہ کے حکم سے اسی وقت اسکی مرمت اور درستی کر دیگئی تھی ، اسکی دیوارون پر جا بجا کتبے بھی ہین لیکن یہ سب قریب ہی زمانہ کے ہین ، ان مین اکثر فارسی اشعار ہین ، مگر ان کے علاوہ اور بھی چند کتبے ہین جو زمانہ قدیم کے ہین اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ

اس عمارت کی بنیاد چھٹی صدی مین پڑی تھی،

قبۃ اللہ بار خان یہ وہان کی مشہور اور عظیم الشان عمارتون مین داخل ہو در و دیوار اور بنیاد نہایت مضبوط و مستحکم بلند اور ہشت پہل عمارت ہو اس کے اندرونی حصہ مین آٹھ صفین ہین اس کے رنگارنگ اور مزین پتھرون پر دوازدہ ائمہ کی تاریخ ولادت و وفات درج ہو ان کے علاوہ احادیث ماثورہ اور فارسی اشعار بکثرت منقوش ہین، اس کے بالائی دائرہ مین سورہ جمعہ وغیرہ لکھی ہوئی ہین،

اور دوسرے آثار قدیمہ مشہد کے شمالی جانب ایک قدیم العہد صحن ہو جسکا طول ۷۸ ذرع اور عرض ۶۰ ذرع ہو، اور یہ صحن جیسا کہ اس کے کتبون سے ظاہر ہوتا ہو صفویون کے آثار باقیہ مین سے ہو، اس کے علاوہ ایک اور صحن جدید ہو جو شاہ فتح علی شاہ قاچار کے آثار مین سے ہو، اسکا طول ۷۲ ذرع اور عرض ۴۸ ذرع ہو اسکی دیوار نہایت بدیع الصنعت کاشانی پتھرون سے ڈھکی ہوئی ہو، فرش سنگ رخام کا ہو اور اس مین بکثرت عربی کتبے ہین،

مسجد گوہر شاد مشہد کی عمارتون مین اہم اور قابل ذکر گوہر شاد کی مسجد ہو یہ مسجد حسن و جمال اور خوبی عمارت و استحکام کی ایک نشانی ہو، اس مین گوناگون نقش و نگار کے کاشانی پتھر لگائے گئے ہین اسکا طول ۵۳ ذرع اور عرض ۴۸ ذرع ہو، اس مین ایک بلند قبہ اور اذان کہنے کے لئے ایک اونچا چبوترہ بنا ہوا ہو مسجد کے چار دروازے ہین اس مین عہد سلاطین صفویہ و قاچاریہ مین بھی کچھ نہ کچھ تعمیری اضافے ہوتے رہے، اس مین جو کتبے ہین وہ سنگ رخام یا سنگ کاشان مین کھدے ہوئے ہین، انہی کتبون مین سے ایک کتبہ مین بانیہ عمارت گوہر شاد کے ذکر و ثنا کے بعد آخر مین یہ عبارت لکھی ہے،

اتفق تحریرھا فی اوائل شھر اللہ	یہ عبارت اوائل شہر رجب المرجب ۱۲۰۸ھ
المبارک رجب المرجب ۱۲۰۸ھ عمل	مین لکھی گئی۔ عبد ضعیف قوام الدین بن زین الدین
العبد الضعیف الفقیر المحتاج لعنایتہ	شیرازی نے اس کو بنایا،

الملك الرحمن، قوام الدین بن زین الدین
" " " " " "

الشیرازی الطبان،
" " " " "

مشہد کے دوسرے آثار قدیمہ مین مشہور تابعی ربیع بن خثیم کا مقبرہ ہی، شاہ طہماسپ صفوی، عباس مرزا بن فتح علی شاہ قاچار اور بہائی کا مقبرہ بھی یہین ہے اور ان کے علاوہ دوسرے سلاطین اور وزرا وصدور کی قبرین بھی ہین،

مشہد کے تاریخی حوادث | کتاب کی سب سے زیادہ طویل فصل یہی ہی، اس مین مصنف نے ان تمام حوادث کو جمع کر دیا ہی جو نو سو برس کی طویل مدت مین یہان گذرے، ان مین ہر قسم کے جنگی، سیاسی، عمرانی اور طبعی حوادث ہین مثلاً دولت غزنویہ اور دولت سلجوقیہ کے عہد کے حوادث، قبائل غز کے حملے، تاتاریون اور مغلون کا تغلب، ترکمان اور ازبک قبائل کا ہجوم اس کے بعد صفویہ کا آغاز اور ان کا ان اطراف کے امرا پر اقتدار پھر ۱۰۰۵ھ مین دفعۃً اس پر ازبکون کا حملہ اور شہر مین قتل عام کرنا اس کے بعد شاہ عباس صفوی کا اس فتنہ کو فرو کرنا اور ازبکون کو وہان سے نکالنا، پھر ۱۱۴۳ھ مین صفویون کے ضعف کے بعد نادر شاہ کا اٹھنا اور اس حصۂ ملک کو فتح کرنا، نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے بھتیجے علی قلیخان کا ۱۱۶۰ھ مین اس پر قابض ہونا پھر امرار افغان کا اسکا محاصرہ کر لینا اور زندی نوجون کا ان کو وہان سے ہٹانا، اس کے بعد وہان کی طوائف الملوکی پھر آخر آخر تیرھوین صدی ہجری کے آغاز مین قاچاریون کا ان ممالک پر قابض ہونا، یہ تمام واقعات نہایت شرح وبسط سے لکھے گئے ہین،

عہد مولف | ایک فصل مین مؤلف نے اپنے زمانہ کے حالات مشہد کو بھی لکھا ہی،

شہر کے چارون طرف ایک ناتمام شہر پناہ ہی یہ شاہ طہماسپ صفوی کے آثار مین سے ہی، اس شہر پناہ کا محیط تقریباً ایک فرسخ ہوگا، اس مین ۱۴۱ برج ہین، ہر دو برج کے درمیان اتنا فاصلہ ہی جتنا قدیم زمانہ کی بندوق کی زد کا ہوتا ہی، شہر کے چھ دروازے ہین، شہر کو ایک طویل سڑک جس کا عرض ۲۲ ذرع ہے،

دو حصون مین تقسیم کرتی ہے، شہر مین چھ بڑے اور با اثر قبیلے اور دس چھوٹے قبیلے ہین، یہان تیس سے زیادہ حمام اور گیارہ سرائین ہین، مشہد مین ایران کے دوسرے شہرون سے زیادہ مدرسے ہین، اس مین تقریباً بیس مدرسے تو ایسے ہین جو عمارت اور کثرت طلاب کی حیثیت سے اصفہان کے مدارس کے برابر ہین، یہان متعدد دبیسے پرانے ہین جو زمین کے اندر اندر بنتے ہین، یہان کے مدارس مین قدیم ترین مدرسہ باہین ہے جو شاہرخ گورگانی کے عہد حکومت ۸۲۳ھ مین قائم ہوا تھا، اس کے بعد وہ مدرسے ہین جو صفوی عہد حکومت مین قائم ہوئے، اکثر مدارس مین کتبے خط کوفی اور عربی خط نسخ مین ہین، اسی فصل مین مصنف نے مشہد کے مضافات اور ان اطراف کے دیہات اور پہاڑون کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہے؛

خاتمۂ کتاب مین مصنف نے مشہد کے دو سو سے زیادہ مشاہیر رجال کا تذکرہ بھی لکھا ہے، ان مین ہر طرح کے ارباب کمال مثلاً علما، محدثین، شعرا، صوفیا، خطاط، اور مجاہدین مشہد داخل ہین

تلخیص و تنقید

محمد اور عیسیٰ علیہما السلام

پروفیسر اے جی ٹمبی نے نیشن اینڈ ایتھینیم مورخہ ۲۷ نومبر میں ایک مضمون لکھکر یہ دکھانے کی کوشش کی ہے،

کہ آنحضرتؐ اور حضرت عیسیٰؑ کی کامیابی و شہادت اور ان کی اقوام کی اپنے مذہب سے دوری صرف حالات اور

وقت کی بات تھی اور اگر حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کی جگہ ہوتے یا آنحضرتؐ ان کی جگہ ہوتے تو حضرت عیسیٰؑ یقیناً کامیاب

اور آنحضرتؐ بلاشک و شبہہ مصلوب ہوتے، چنانچہ مسٹر موصوف تحریر فرماتے ہیں،

"حضرت عیسیٰ اور رسول اسلام نے ایک ہی طرح اپنے کام شروع کئے" دونوں نے ایک "آسمانی

حکومت" کی تبلیغ کرکے جو اس عہد کے عقائد اور سیاسی مفاد کے خلاف تھا کافی شہرت حاصل کرلی تھی، حضرت عیسیٰ

کو اس کے لازمی نتیجہ سے دوچار ہونا پڑا، چند ہی سالوں کے بعد وہ گرفتار ہوئے، مجرم بنے، اور شہید کردئے گئے

محمد نے عمر طبعی حاصل کی، ایک حکومت کی بنا ڈالی جس نے مشرقی سلاطین کی عظمت کو قائم کرکے ان کو حکومت

روم کا شریک و معاصر بنادیا، ظاہرا ہم کو حضرت عیسیٰ کی زندگی عجیب نظر آتی ہے، لیکن درحقیقت آنحضرتؐ کی زندگی

حیرت انگیز ہے"

"دونوں پیغمبر رومن حکومت میں پیدا ہوئے، لیکن حضرت عیسیٰؑ اندرونی صوبہ میں تھے اور آنحضرتؐ

سرحدی صوبہ میں، برٹش سلطنت سے اگر تمثیل دوں تو کہہ سکتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ کی مثال بنگال کے

ایک باغی کی تھی اور حضرت محمد کی قندھار کے ایک حملہ آور کی! اس لئے اول الذکر رومی والی ٹائبیریس

کے قبضہ میں تھے اور موخر الذکر ہرقل کے مضبوط ہاتھوں سے دور، آنحضرتؐ نے جب ہرقل کو خط لکھا تو اس نے نرم

و مصلحت آمیز جواب دیا، لیکن دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ تھے جو ہمیشہ حکومت کی اطاعت کرتے رہے،

سخت ترین سزا کے مستحق سمجھے گئے ، حضرت عیسیٰؑ اگرچہ آنحضرتؐ سے کم نقصان دہ تھے لیکن چونکہ ان کو آسانی سے پا لیا گیا اس لئے وہ مظالم کا شکار ہوئے ، انھون نے قیصر کے سامنے وہی چیز پیش کی جو اس مین تھی اور مصلوب ہوئے ، لیکن آنحضرتؐ کے جانشینون نے قیصر کے صوبے لے لئے ، پس یہ اختلاف ان کی ذاتون سے وابستہ نہ تھا ، بلکہ حکومت سے مختلف تعلقات پر منحصر تھا "

"کوئی شخص بھی اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ اگر آنحضرت صلعم حضرت عیسیٰؑ کی جگہ ہوتے تو یقیناً وہ بھی مصلوب ہوتے ، کیونکہ جب انھون نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھے تھے ، اور آپ کو حضرت عیسیٰؑ سے کہین زیادہ خطرات کا سامنا تھا ، کیونکہ آپ نے اپنا فرض ان وحشی قبائل مین شروع کیا جو حکومت روم کے متمدن لوگون سے زیادہ خوفناک ، انتقام پسند ، خونخوار اور بدخو تھے ، آپ نے ابتدا مین بہت کم کامیابی بھی حاصل کی ، چنانچہ ابتدائی تین سالون کا نتیجہ صرف تیس اشخاص تک محدود تھا ، (اور یہ حضرت عیسیٰ کی تمام مدت تبلیغ ہی) سانوین سال حالت نازک ہو گئی ، مکہ والون نے اس جماعت سے اپنے تمام تعلقات منقطع کر لئے اور اگر وہان کے حالات بھی فلسطین جیسے ہوتے تو آپ کا خاتمہ زیادہ حسرتناک ہوتا ، جس چیز نے اسلام اور اس کے بانی کو بچا لیا ، وہ عرب کے قبائل کی سیاسی خانہ جنگیان ، اور حکومت روم سے دوری تھی ، اور انھی چیزون نے اہل یثرب کو اس بات پر تیار کر دیا کہ جس شخص کو اہل مکہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے اور جس کے خون کے پیاسے ہوں ، اس کو عزت سے لاکر اپنی تمام دولت محبت اوس پر نثار کر دین ، محمدؐ نے دنیاوی کامیابی بھی حاصل کی ، لیکن یہ صرف واقعات و حالات کی بنا پر تھا ، ورنہ اگر وہ ایسے حالات و واقعات مین نہ ہوتے تو دنیا کا کوئی گوشہ بھی ان کے لئے مامن نہ ثابت ہوتا ، پھر کیا اگر حضرت مسیح ایسے حالات مین ہوتے تو وہ ایک "حکومت ارضی" کے قیام مین کامیاب نہ ہوتے ؟ ہوتے اور یقیناً ہوتے اور اگر رومی حکومت پیشتر کی تیغ بران کو نہ روکتی تو آج حواری تخت حکومت پر جلوہ افروز نظر آتے "

"پس ہم دیکھ چکے کہ دونون کا طریق عام یکسان تھا اور یہ عام عیسائی اعتراض کا ایک اہل جواب ہے کہ

محمد روحانیت سے زیادہ مادیت کے متلاشی تھے، اور عیسائیت صرف اپنی خوبیون کی بناپر پھیلی اور اسلام بزور شمشیر عام ہوا، واقعہ یہ ہے کہ صورت حالات اس کے بالکل متضاد تھی، اسلام کہتا ہے "اسلام یا جزیہ" لیکن دوسری طرف مسیحیت کا اعلان ہے "مسیحیت یا موت" چنانچہ اسلام کے ابتدائی فاتحین اور مشرق وسطی کی تبدیل مذہب کی تاریخ اس کی شاہد ہے، چنانچہ صدیون تک اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا رہا لیکن تبدیل مذہب کا کوئی سوال سامنے نہ آیا، لیکن بعد مین اسلام نے بھی وہی صورت اختیار کرلی جو اس سے سات سو سال قبل مسیحیت، حکومت روم کے مغربی صوبون مین کر چکی تھی، تاہم یہ بات قائم رہگئی کہ اگرچہ دونون ایک ہی حالات مین بڑھے لیکن مختلف صورتین اختیار کرلین،

"کیا دونون بانیان مذہب کی تعلیمات اور ان کی حیات ہم کو یہی بتاتی ہین ؛ یا یہ دونون جماعتون کے لوگون کے افسانے تھے ؛ دونون گروہون کا قاعدہ ہے کہ وہ مخالف جماعت کے بدترین کارنامون کو ایک طرف اور اپنی بہترین تعلیمات کو دوسری طرف رکھکر مخالف کی صف پر حملہ کرتے ہین ؛ اور یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کی کاٹ کا کوئی جواب نہین"

"لیکن کیا اس سوال کا جواب بھی یہی نہین ہے کہ حالات و واقعات نے ان سے یہ سب کچھ کرایا، مثلاً اگر دوسری اور تیسری صدی عیسوی کے بہترین حالات کے بعد ۱۹۱۴ء کے بدتر حالات یا ۱۹۱۴ء کے بدترین واقعات رونما ہوئے اور انھون نے مسیحیت کو مغرب کی مادی ترقی کا سیاہ داغ لگادیا، تو یہ سب کچھ حالات و واقعات پر منحصر تھا؛ اسی طرح اسلام کے زوال کے اسباب بھی پیش کئے جاسکتے ہین"

مصری اخبارات

تمدن جدید مین صحافت ایک بڑی طاقت ہے، یورپ نے اس سے جو مختلف کام لئے ہین وہ سب پر ظاہر ہین؛ مصریون مین سب سے پہلے قومیت کے بانی مصطفےٰ کامل پاشا نے اس اہمیت کو سمجھا اور اللواء کے ذریعہ اس کی تبلیغ شروع کی چنانچہ ایک عرصہ قلیل ہی مین اللواء تمام عالم

اسلامی کا ایک اہم ترین روزنامہ بن گیا، پھر اس کے ساتھ Egyption Standard (انگریزی) اور پھر Standard Egyptien (فرنچ) مین روزانہ نکلنے لگے، اس وقت سے اخبارات کی تعداد برابر بڑھتی گئی، اور اس وقت اس چھوٹے سے ملک سے ۹۰ اخبارات شائع ہو رہے ہین، ان مین سے ۲ فرانسیسی مین، ۴ انگریزی مین، ۴ اطالوی زبان مین، ۸ یونانی مین ۳ ارمنی مین، ۱ مالٹی زبان مین، ۱ فرنچ و عربی، ۱ عبرانی و عربی، ۱ فرنچ و اطالوی، ۱ فرنچ و انگریزی اور باقی ۴۸ عربی مین ہین،

عربی اخبارات مین مندرجہ ذیل صحائف قابل ذکر ہین:-

الاہرام [illegible] مین قائم کیا گیا، یہ مصر کا سب سے بڑا ہی تمام عربی اخبارات مین اسکے ذرائع خبر مکمل ترین ہین،

المقطم [illegible] سے نکلتا ہی،

الاخبار ۱۸۹۶ء سے شائع ہوتا ہی،

المحروسہ [illegible] سے نکل رہا ہی،

وادی النیل ۱۹۰۸ء سے شائع ہوتا ہی،

البشیر ۱۸۹۲ء سے وجود مین آیا ہی، یہ تجارتی اخبار ہی،

الوطن ۱۸۷۶ء سے نکل رہا ہی،

مصر ۱۸۹۱ء سے شائع ہوتا ہے،

الافکار ۱۸۹۰ء

الامۃ ۱۹۱۵ء

المنبر ۱۹۰۶ء

نظام ۱۹۰۹ء

اللواء ۱۹۰۰ء

فرنچ زبان کے اخبارات

لالیبرٹی (LA LIBERTY) ۱۹۲۱ء سے شائع ہوتا ہے بیچ مین بند ہوگیا تھا لیکن اب پھر نکلتا ہے۔ ایجپشنی (EGYPTIENE) ۱۹۰۰ء مین قائم ہوا۔ پروگریس ۱۹۱۰ء سے نکلتا ہے۔ لاریفارمے (LAREFORME) فرانسیسی مفاد و اغراض کا حامی ہے۔ لاجرنل ڈوکیرو (LA JAR.DECAIRO) ۱۹۱۰ء سے شائع ہوتا ہے۔ لاڈلٹا (LADELTA) ۱۹۱۱ء اور یہ لاریفارمے کا نقش ثانی ہے۔ لاویراٹے (LA VERITE) ۱۹۰۳ء سے نکلتا ہے۔ اور لاریولو ایجپشنی (LA REVIEWEGYPTIENE)

اطالوی زبان کے اخبارات

لی امپرزیلی (L.IMPERZIOLE) ۱۸۹۱ء سے شائع ہوتا ہے۔ مسجرو ایجی زیانو (MESSEGERO EGIZIONO) ۱۸۸۰ء سے نکلتا ہے۔ اور لی رومہ (LEROME) ۱۹۱۰ء سے نکل رہا ہے۔ یہ تمام کے تمام اطالوی اغراض کے وکیل ہے۔

یونانی زبان کے اخبارات

لاکیرن (LA KAIRON) ۱۸۷۳ء سے نکلتا ہے۔ لی کرونوسناس (LECHRONOS PHOS) ۱۸۹۰ء سے، تانی (TANEA) ۱۹۱۱ء سے،

یہ تین اخبار یونانی شہنشاہت کے خلاف ہین اور لی افیمرس (L'EPHIMORUS) اور لی ٹیلیگرافس (LETELEGRAPHES) جو ۱۹۱۱ء اور ۱۸۸۲ء سے علی سراست سہا نکلنا شروع ہوئے ہین، شہنشاہت کے حامی ہین۔

فارسی، ترکی اور جرمنی اخبارات

چہرہ نامہ، فارسی مین نکلتا ہے۔

الاجتہاد، کو ڈاکٹر عبداللہ جاودیداور سرلستی کو مولنا زادہ رفعت بے ترکی مین شائع کرتے ہین، جرمنی زبان مین ۱۹۱۴ء سے نکل رہا ہے۔ (مسلم اسٹینڈرڈ)

اخبار علمیہ

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق کیمیا اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ساڈی کو ملا تھا، سنہ ۲۲ء کا اسی فن کا انعام کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر آسٹن کو ان کی کیمیائی اکتشافات کی بنا پر دیا گیا ہے۔

×

سنہ ۱۹۲۱ء کا نوبل پرائز متعلق طبیعیات، پروفیسر انشٹین کو عطا کیا گیا تھا اور سنہ ۲۱ء کا پروفیسر نامی بوہر کے ہاتھ آیا ہے،

سنہ ۱۹۲۲ء کے نوبل پرائز متعلق ادبیات کی فال اسپینی مصنف جسنتو بن وننو کے نام پر نکلی ہے، یہ ۱۰۰۰ پونڈ کا انعام ہے،

سرایم، دسوسا، یہ ال انڈیا سائنس کانگریس کے جو اس مہینہ کے دوسرے ہفتہ مین لکھنؤ مین منعقد ہوئی تھی صدر تھے،

برگیڈ جنرل پریرہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء مین پیکن سے ۰۰۰۰ میل طے کرکے ۴ دسمبر سنہ ۲۲ء کو کلکتہ پہونچے ہین، انھون نے تقریباً نصف مسافت پیدل طے کی ہے؛

برطانوی حکومت، کی جو نمائش آئندہ سال لندن مین ہونیوالی ہے، اس کے ہندوستانی حصہ کی عمارت کے لئے ۱۱۲۰۰۰ پونڈ دئے گئے ہین؛

ہندوستان کے تاریخی کاغذات کے کمیشن کا جو پانچوان اجلاس وسط ماہ مین ہوا تھا، اسکا افتتاح لارڈ لیٹن نے کیا تھا، کمیشن کے سکرٹری مولوی عبدالعلی الیف، ار، ایس، ای، ایم، اے نے جوان کاغذات کے ناظم بھی ہین، ان تاریخی نسخون کی، جو خطاطی کی حیثیت سے کوئی خاص خوبی رکھتے ہین، نمائش کی تھی؛

بمبئی کی زنانہ یونیورسٹی نے حال مین، اپنی اس عمارت کی رسم افتتاح انجام دی ہو جوان طالبات یونیورسٹی کے لئے بنائی گئی ہو جو ایام تعطیل مین یہان آکر اجتماعی زندگانی بسر کرنا چاہتی ہین؛ یونیورسٹی مذکور عنقریب ایک مستقل دارالاقامہ بھی بمبئی مین تعمیر کرانے والی ہے؛

برزلین کے ایک نوجوان سائنس دان الکٹیو سیلکس ہڈرد نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا ہو جس سے حبشی بے تکلف، گورے بن سکتے ہین، وہ ایک ہاتھ یا پیر سے ایک نالی کے ذریعہ خون نکالتا ہو، اس کو صاف کرتا ہو، اور دوسرے ہاتھ یا پیر کے ذریعہ بدن مین ایک دوسری نالی سے داخل کرتا ہو، رنگ کی اس تبدیلی مین تقریباً ایک مہینہ صرف ہوتا ہے،

آجکل ایک عجیب قسم کی گھڑی بنائی جا رہی ہو جس مین، ریڈیم کا ایک چھوٹا سا ذرہ رکھدیا جائیگا، جسکی وجہ سے وہ کسی چابی کے بغیر ایک ہزار سال تک یون ہی چلتی رہیگی؛ ابھی تک اس مین پوری کامیابی حاصل نہین ہوئی ہو، لیکن امید کیجاتی ہو کہ بہت جلد تمام مشکلات دور ہو جائینگی؛

رائل کالج آف فیزیشین نے اس سال، ۱۲۰ اشخاص کو طبابت کی سند دی ہو، اس مین ۶ ہندوستان اور ۲ سیلون کے بھی ہین؛

کلکتہ مین کالا آزار سے جو اموات گذشتہ تین سالون مین ہوئی ہین، وہ تدریجی ترقی دکھاتی ہین:-

سنہ	مریض	اموات
سنہ ۱۹۱۹ء	۴۷۷	۱۰۹
سنہ ۱۹۲۰ء	۵۸۰	۱۶۲
سنہ ۱۹۲۱ء	۶۴۵	۲۰۴

ایک اور خاص بات جو اس طرف دیکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مرض ہندوستانی عیسائیون، غیر ایشیائی قومون اور اینگلو انڈین لوگون مین بڑھتا جاتا ہے؛

صوبہ متحدہ کے محکمۂ زراعت کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال تقریباً ۴۰۰۰۰۰ ایکڑ زمین مین، پوسا کا گیہون بویا گیا تھا، اور اس کی وجہ سے کاشتکارون کو تقریباً پندرہ روپیہ فی ایکڑ یا ۶۰۰۰۰۰ روپیہ کا مزید فائدہ ہوا، اور اگر جدید طریقہ سے کاشت کیجاتی تو اس سے زیادہ کی امید تھی؛

پنجاب مین ۱۰۰۰۰۰ ایکڑ مین یہ گیہون بویا گیا اور اس صوبہ سے بہتر ثابت ہوا، سنہ ۱۹۲۱ء کی شاہی زراعتی نمائش، سڈنی مین، اول دو انعامات اسی گیہون کو ملے تھے،

اس سال کنیڈا کی کاشت ہمیشہ سے اچھی ہوئی ہے، اس سال تمام اجناس ۳۰۰۰۰۰۰۰ بوشل پیدا ہوئے ہین جو گذشتہ سال سے ۱۰۰۰۰۰۰ بوشل زیادہ ہین۔

---

۳۱ مارچ سنہ ۲۱ء تک ۳۷،۰۲۹ میل ریل کی سڑکین ہندوستان مین تھین، ان مین سے ۲۶۸۸۹، سرکاری، ۴۰۹۴، مختلف ریاستون کی اور ۶۰۴۶، کمپنیون کی ملکیت ہین؛ ان مین کام کرنیوالون کی مجموعی

تعداد ۵،۱۰،۷۵۲ ہے جس مین،

یورپین ۶۶۰۱ اینگلوانڈین ۱۱۶۹۹ اور ہندوستانی ۴،۳۲،۱۵۲ ہین۔

آسٹریا مین ٹبن، بکس اور زیورات کے بنانیکا نیا طریقہ ایجاد کیا گیا ہے، یعنی یہ چیزین موٹے کاغذ اور سکارڈ بورڈ سے تیار کیجاتی ہین اور بازارون مین بہت مقبول ہو رہی ہین ؛

برطانوی حکومت کی نمائش کی شرکت کیلئے جو آیندہ فروری مین لندن مین ہوگی، ۵۰۰۰ دعوت نامے ہندوستان اور سٹیٹ سٹلمنٹ کو بھیجے گئے ہین،

ڈاکٹر او، الیف، رنیسہولڈ (میپل وڈ) نے کراسن کے تیل کو منجمد کرنے کی ترکیب معلوم کی ہے، اس منجمد تیل کو آدمی جیب مین رکھکر جہان چاہے برف کے ٹکڑے کی طرح لیجاسکتا ہے اور جب ضرورت ہو، اس کو پگھلاکر یا پانی مین ڈال کر لیمپ روشن کرسکتا ہے، اور اگر کوئی لیمپ بھی موجود نہ ہو تو خود اسی ٹکڑہ کو روشن کیا جاسکتا ہے جو موم بتی کی طرح جلیگا ؛

گلیڈیس پورشیا نامی عورت نے یہ کمال پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اپنے اوپر کے دانتون پر اپنے تمام جسم کا بار برداشت کرلیتی ہے، اور ایک منٹ تک وہ اس توازن کو قائم رکھتی ہے ؛

کاہل الوجود اشخاص کیلئے جو صبح کو اٹھکر آگ سلگانا پسند نہین کرتے، ایک فرانسیسی نے ایک گھڑی ایجاد کی ہے، جو تیزابی چولھے کو خود بخود روشن کردیتی ہے، اور جس وقت گرم پانی چاہین مل سکتا ہے ؛

توام لڑکون کے متعلق جو ایک دوسرے کے جسم سے جدا نہ ہو سکتے ہون، یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ ان کے ظاہری حرکات، تمامتر ایک ہوتی ہین، اور ایک دوسرے کا حال ان کو فوراً معلوم ہو جاتا ہی، کہ سونے بیٹھنے، چلنے، یا کام کرنے مین، دوسرے کو کچھ تکلیف نہین ہوتی، اب ڈاکٹر گیسل نے مختلف تجربون کی بنا پر یہ ثابت کیا ہی کہ ان کے نفسی حالات بھی تقریباً ایک ہی ہوتے ہین، چنانچہ انھون نے دو توام لڑکیون کو جو باہم ملی ہوئی تھین، بلا کر دو طرف منہ کرکے بٹھایا اور دونون سے نقوش و تصاویر بنانے کو کہا، دونون نے بعینہ ایک ہی قسم کی تصویرین اور نقوش بنائے ؛

نیویارک شہر کے ایک محلہ مین برسون کی محنت اور ۵۰۰۰۰ ڈالر کے خرچ سے، آتش زدگی کی اطلاع دینے کی نئی ترکیب ایجاد کی گئی ہی، اس ذریعہ سے اطلاع صرف ۱ سکنڈ مین مرکزی اسٹیشن سے ہوتی ہوئی مطلوبہ اسٹیشن تک پہونچ جائیگی،

اہرام مصر جن کو چیوپس نے تیار کرائے تھے، ۲۵۰۰۰ آدمیون کے بست سالہ محنت کے نتائج ہین،

دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل مصر مین ہی؛ اس کا دائرہ ۵۶۰۰ فرلانگ ہی،

تاج محل کی تعمیر مین ۳۰۰۰۰ پونڈ صرف ہوئے تھے، اور ۲۰۰۰۰ آدمیون نے ۲۲ سال تک کام کیا تھا

بعلبک (شام) کے مندر مین، ۶۲ فٹ لمبے، ۲۰ فٹ چوڑے اور ۱۵ فٹ موٹے پتھر لگائے گئے ہین، انسانی قوتین کبھی بھی ان سے زیادہ بڑے پتھرون کو کام مین نہین لا سکی ہین ،

دیوار چین ۱۲۴۰ میل لمبی اور ۲۰ فٹ بلند ہے، جڑ مین ۲۵ فٹ چوڑی ہین اور اوپر کی چوڑائی ۱۵ فٹ ہو

پیرس کا ایفل ٹاور، دنیا کا بلند ترین منارہ ہے، اس کی بلندی ۹۸۴ فٹ ہے، یہ اس جگہ بنایا گیا ہے جہان [illegible] مین نمائش ہوئی تھی،

سیسہ کے کام کرنے والون کو اکثر اس کے زہر کا شکار ہونا پڑتا ہے، اس کا برادہ، یا دھوان سانس کے ذریعہ پھیپھڑون تک پہونچکر ان کو مسموم کردیتا ہے،

پیرس کا ایفل ٹاور ریڈیو اسٹیشن، وہ تمام انتظامات کر رہا ہے، جن کے ذریعہ وہ تمام دنیا کو، دن مین تین مرتبہ موسم کے حالات سے واقف کر سکیگا،

اڈنبرا، یونیورسٹی کے مشہور ماہر کیمیات ڈاکٹر الکزنڈر کرم براون کا ۸۰ سال کی عمر مین انتقال ہوا، انھون نے تقریبًا ۵۰ سال تک یونیورسٹی مین خدمات انجام دی تھین اور تمام دنیا مین اپنے فن کے مستند استاد تسلیم کئے جاتے تھے،

مجلس اقوام کی یونین، نے سینٹ البنس مین دنیا کی ۵۲ اقوام کی مصنوعات کی نمائش گذشتہ نومبر مین کی تھی،

حال مین جنوبی آفریقہ مین، ایک نئی یونیورسٹی قائم کی گئی ہے۔

روسی انقلاب کے بعد سے اس وقت تک ۱۵۷۶۲،۷۱۸ آدمی مارے جا چکے ہین ان کی تفصیل یہ ہے:

بشپ	۲۸
پادری	۳۱۵
پروفیسر اور مدرسین	۶۷۷۵
ڈاکٹر	۸۸۰۰
فوجی افسر	۵۴۰۰۰
سپاہی	۲۶۰۰۰۰
پولس افسر	۱۰۰۰۰
پولس سپاہی	۴۸۵۰۰
زمیندار	۱۲۹۵۰
تعلیم یافتہ اور متوسط درجہ والے	۳۵۵۲۵۰
کسان	۸۱۵۱۰۰
	۱۵۷۶۲،۷۱۸

بورنیو مین ایک قسم کا مکڑہ پایا گیا ہے جو چھوٹی چھوٹی چڑیون کو اپنے جال مین پھنسا کر ان کے گوشت پر زندگی بسر کرتا ہے۔

سرے (انگلستان) مین ایک دیہات کے آثار پائے گئے ہین، اس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ عہد حجری کا دیہات ہے۔

ڈاکٹر لینگ مین (جرمنی) نے حال مین ایک ۲۰ سالہ گھوڑے پر عمل جراحی کرکے اُن کے غدود نکالڈالے اوراب وہ ایک دہ سالہ گھوڑے کی طرح نظر آتا ہی؛ اب وزارت زراعت دوسرے جانورون پر بھی اسکا تجربہ کررہی ہی؛

دنیا کا سب سے بڑا سکہ تانبے کا ایک سکہ ہی جو ۱۰ انچ مربع ہی، اور اس کا وزن ½ ۲ پونڈ ہی،

انگلستان کے سب سے زیادہ با اثر اور مشہور اخبار ٹائمس کو جو لارڈ نارتھ کلف کی ملکیت تھا مسٹر جان والٹر نے خرید لیا ہی؛

انسیا کلوپیڈیا برطانیہ کے جدید اڈیشن مین ہندوستان کے بعض اکابر کے نامون کا بھی اضافہ کیا گیا ہی، مثلاً ڈاکٹر ٹیگور، مسٹر گاندھی، سر ایس، این بنرجی، آغاخان، مسٹر گوکھلے وغیرہ، اس حصہ کو مسٹر ایف، ایچ، براؤن اور مسٹر کاٹن نے مرتب کیا ہی؛

بے تار کی تار برقی نے یہان تک ترقی کی ہی، ایک شخص جہاز پر شہر سے سیکڑون میل دور رہکر بھی بہترین ڈاکٹرون کی ہدایات حاصل کرسکتا ہی؛

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی، اب طرز کہن کے اساتذۂ سخن اور کملائے فن، میں تنہا رہ گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اس دور میں سخنوران اردو، اور ذوق شناسان ادب ہند کی بزم میں صدر کی حیثیت رکھتے ہیں، جس زمانہ میں مخزن کا اوج شباب تھا اور اردوے معلّی زندہ تھا، وہ اسی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے، مگر اب مدت سے وہ اس طرح خلوت نشین ہیں کہ لوگوں نے ان کو جیتے جی مردہ سمجھ لیا، یہان تک کہ دو مہینے ہوئے کہ لاہور کے ایک ادبی رسالہ نے ان کو "مرحوم" لکھدیا، شاد ہماری دنیا سے ناشاد جب ہی رخصت ہو جائیں، لیکن ان کی روح ان کے قالب سخن مین رہ کر یقیناً زندۂ جاوید رہیگی، ہم اپنے ایک عظیم آبادی دوست کے ممنون ہین کہ اونھون نے **معارف** مین اس زندۂ جاوید نسخہ کی ایک فرد بھیجی ہی جو ہدیۂ ناظرین ہی،

اسی سلسلہ میں یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ دیوان شاد ترتیب پاکر جامعۂ ملیہ پریس علی گڈہ مین زیر طبع ہی،

ہم سے نہ حق ادا ہوا عشق کرشمہ ساز کا
شکوہ کرین تو کیا کرین، جانِ بہانہ باز کا

قصۂ ہجر تا کجا، تھک بھی چکی میری زبان،
ہو بھی تو خاتمہ کہین اس گلۂ دراز کا

ہو گی جب اپنی آنکھ بند اُٹھ گا وہ بھلی کبھی
دیکھ سکا نہ جو سمان، دیدۂ نیم باز کا

بوسۂ سنگِ آستان تک نہ ملا ہزار حیف
آگے قدم نہ بڑھ سکا، ہمت سرفراز کا

اے دل مضطرب ٹھہر، وقت سوال بھی تو ہو
ہم کو بھی نام یاد ہے، اپنے گدا نواز کا

جلوہ حسن کی طرف، دیکھ تو کچھ پتا چلے
جانے دے، ولولہ نہ پوچھ، عاشق پاکباز کا

پیر مغان کے معجزے دیکھ چکے ہو واعظو!
تم نہ پوچھے تو خیر، حکم تو دو جواز کا

بار سبو وہی اٹھائے جس پہ ہو نفس مئے فروش
زاہد خشک یہ بھی کیا، بوجھ ہی جانماز کا

خوش تو ہین ذکر حشر سے منتظران سادہ لوح
ہو نہ کرشمہ یہ کسی دلبر حیلہ ساز کا

آئے اگر عروس دہر بھول کے میکدے مین اب
کہہ دو یہ صومعہ نہین، زاہد پاکباز کا

اسکی گلی مین دو قدم بھی نہ بڑھی تھی اہل شوق
بھول گیا ابھی سے دم نالۂ عرش تاز کا

ان کے پیام کا جواب کس نے کہا کہ نالہ ہے
کوئی علاج کیا کرے، ایسے زبان دراز کا

دیر سے منتظر ہین وہ، عذر تو کر خدا کو مان
جان بلب رسیدہ آہ، کون محل ہی ناز کا

خاک بہت سی چھان کر دشت و جبل سی ہم پھر آئے
شاد پتا ملا نہ آہ، قافلۂ حجاز کا

حیات جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

دیر سے منتظر ہون مین، بیٹھ نہ یون حجاب مین
تارونکی چھاؤن ہی در آ، میری دل خراب مین

کس سے کہون مین داستان طول شب فراق کی
جاگ رہا ہون ایک مین سارا جہان ہی خواب مین

اشک فراق شمع ہی، بزم نشاط حسن کی
شبنم تازہ کھنچ گئی، صبح کو آفتاب مین

توڑ دے قلعہ خاک کا، فتح تو کر لے قصر تن
ہوگا نہ یون تو کامیاب، شیوۂ بوتراب مین

ساقی دلنواز نے بہر نظام انجمن
ہم کو کیا ہی ہوشیار میکدۂ شباب مین

بستۂ زلف ماسوا! تیری نگاہ تشنگی،
ڈھونڈھ رہی ہی چشمۂ آب بقا سراب مین

یون تو حریم ناز مین کتنی ہی دل ہوئے تھے پیش
حکم شکستگی ہوا، میرے ہی دل کے باب مین

بزم طرب مین جوش اگر لحن سے مین غزل پڑھون
پردون سی لو نکل پڑے آگ لگی رباب مین

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

وہ قطعۂ ارض جہان اسلام کا آفتاب چھ سو برس تک چمک کر ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، دنیا کے تنتیس کروڑ انسانون کیلئے مایۂ عبرت ہے لیکن اس سے زیادہ عبرتناک واقعہ یہ ہے کہ جہان اس قطعۂ ارضی کی تقریبًا پچاس لاکھ مسلمان مخلوق فنا ہوگئی، وہان اس کے ساتھ اس کی شاندار تاریخ کے اوراق بھی بادصرصر کے جھونکے سے یہان وہان منتشر ہوگئے، عربی زبان کا تاریخی سرمایہ حیرت انگیز طور سے وسیع ہے لیکن مقام حسرت ہے کہ اس مین **اندلس** کی مکمل اور مفصل تاریخ کی کوئی کتاب اب موجود نہین، یا اگر کسی قدیم کتبخانہ کے گوشۂ عزلت مین موجود ہے تو وہ ہماری بے توجہی اور انداز تغافل پر نوحہ خوان ہے،

اب عربی زبان مین اندلس کی سب سے بڑی اور مفصل تاریخ جو کچھ موجود ہے وہ **نفح الطیب** کی چار ضخیم جلدین ہین، لیکن یہ سنکر افسوس ہوگا کہ نوین صدی کے آخر مین لکھی گئی ہے اور اس کا آخری ورق اس وقت لکھا گیا ہے جب مسلمانون کا آخری قافلہ غرناطہ کی دیوار کے نیچے سے کوچ کر رہا تھا، اس کتاب کا بڑا نقص یہ ہے کہ مقفی مسجع فقرون، فضول اور حشو عبارتون، تکلف اور آورد کے الفاظ مین اصل سر رشتۂ سخن گم ہو ہو جاتا ہے، مضمون کے صفحے پڑھتے جائیے تو چند سطرین کام کی ہاتھ آتی ہین، اس کے علاوہ مسلسل تاریخی واقعات کی کڑیان اس مین نہین ملائی گئی ہین،

نفح الطیب کے علاوہ اندلس کی تاریخ کا عربی مین جو سرمایہ ہے اور جو بیشتر یورپ مین چھپ گیا ہے اور الحمد للہ کہ اس کا اکثر حصہ دار المصنفین کے کتبخانہ مین موجود ہے وہ الگ الگ خانوادہا ے سلطنت کی تاریخین یا علماء اور شعراء کے تذکرے ہین جو مسلسل سیاسی تاریخ کا کام نہین دے سکتین، البتہ ابن خلدون اس سے

مستثنیٰ ہے،

یورپ مین متعدد مستشرق علماے اسلامی اندلس کی مفصل تاریخ لکھی ہی، اور اس درد اور محبت سے لکھی ہی کہ کبھی یہ گمان ہونے لگتا ہی کہ ہمارے عیسائی دوستون کو مسلمانون سے زیادہ اندلس کی تباہی کا ماتم ہی، ان ہمدرد مصنفین مین سے پروفیسر ڈوزی، کانڈی، اور اسکاٹ کی تصنیفات خاص طور سے پسندیدہ ہین جنھون نے عربی اور اسپینی کتابون سے اپنا سرمایۂ معلومات حاصل کیا ہی، انھین کتابون کی مدد سے بعض انگریزی دان اہل علم نے اردو زبان مین اندلس کی تاریخ تالیف اور ترجمہ کی ہی، اس سلسلہ مین سب سے بڑی کتاب نواب ذوالقدر جنگ کی خلافت اندلس ہی، کانڈی کی مختصر کتاب کا ترجمہ مولوی سید عبدالغنی صاحب مرحوم بہاری نے کیا ہی، اور اب ہمارے پیش نظر ایس پی اسکاٹ کی تاریخ اندلس مترجمہ منشی خلیل الرحمان صاحب ہی،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (متوطن سرادہ ضلع میرٹھ مقیم لاہور) ایک خاص حیثیت سے قابل مبارکباد ہین، یہ ان خوش قسمت لوگون مین ہین جو ملازمت کی پابندیون کے باوجود علمی خدمات مین مصروف رہتے ہین، اور اس سے زیادہ خوش قسمتی یہ ہی کہ موصوف نے اپنے نوجوان فرزندون کو بہترین تعلیم دلاکر انکو بھی قوم و ملک کے علمی خدمتگذارون کی صف مین داخل کردیا ہی، ان کے ایک صاحبزادہ پروفیسر نعیم الرحمان ایم اے مدراس یونیورسٹی میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہین اور اردو کی ترقی مین دل و جان کوشان ہین اور ابھی حال مین اپنے بزرگ والد ماجد کی تقلید مین "دولت موحدین" نام ایک کتاب عربی سے ترجمہ کی ہی، دوسرے صاحبزادہ جمیل الرحمان ایم اے جامعہ عثمانیہ مین اسلامی تاریخ کے معلم ہین اور تاریخ اسلام پر ان کے اکثر مضامین و تراجم اردو رسالون مین شایع ہوا کرتے ہین اور تیسرے صاحبزادہ مقصود ولی الرحمان صاحب بی اے فلسفہ کا ذوق رکھتے ہین ان کے بعض فلسفیانہ مضامین معارف مین اور انگریزی رسائل مین نکل چکے ہین،

ہم نے اس ضمنی واقعہ کو طول اس لئے دیا کہ ہم مین ایسے خاندان کی تقلید کا شوق پیدا ہو، اور ہم سمجھین کہ ہمارے نوجوان اپنی عالی تعلیم سے ملک و ملت کی کیونکر خدمت انجام دے سکتے ہین،

منشی محمد خلیل الرحمان صاحب کو اندلس کی تاریخ سے بے انتہا ذوق ہی اور جیسا کہ انھون نے کبھی ہم کو لکھا تھا انھون نے اس ملک کی تاریخ کا تمام ممکن الحصول سرمایہ جمع کیا ہی، نفح الطیب کی تلخیص اور اس کو حشو و زوائد سے پاک کرکے مسلسل تاریخ کی صورت مین بعض علمائے یورپ نے اپنی زبان مین کر دیا ہے، منشی صاحب نے اس کا ترجمہ اردو مین کیا اور انجمن ترقی اردو نے اس کو اپنی طرف سے شائع کیا اس کے بعد انھون نے اسکاٹ کی مفصل ترین تاریخ اندلس کا ترجمہ شروع کیا، اور اس کو جزء جزء کرکے ماہوار چھاپکر شائع کیا، اور اب ایک پوری جلد اخبار الاندلس کے نام سے ۷۶۲ صفحات مین چھپکر تمام ہوئی ہے،

ان ۷۶۲ صفحون مین چودہ ابواب ہین، جن مین سے پہلے سات بابون مین اعراب قدیمہ، اسلام کا ظہور، ملک مغرب کی تسخیر، خاندان وزیگاتھ کی سلطنت، اسپین پر حملہ اور فتح، زمانۂ امارت، بادشاہت اندلس کا مستقل قیام، کا بیان ہی، باقی سات ابواب مین صرف اموی خاندان کے بادشاہون کی تاریخ عبد الرحمان اول سے لیکر ہشام ثانی تک لکھی گئی ہی، اس سے اندازہ ہوگا کہ تاریخ اندلس کا ابھی کتنا بڑا انبار آئندہ جلدون کے لئے باقی ہے،

اسکاٹ نے اس کتاب کی تالیف مین پورے بیس برس صرف کئے ہین، اور خاص اندلس جاکر رہا ہی اور وہان کے رسوم و عادات اور حالات کا بچشم خود مطالعہ کیا ہی، عربی اور اسپینی اور دوسری تمام یورپین زبانون کے خزانون سے اس ملک کے اسلامی تعلقات و واقعات کا سرمایہ دانہ دانہ فراہم کیا ہی، ایسی کتاب کے ترجمہ کے لئے ہم جس قدر ممنون ہون کم ہی، اگر صرف وہ نفس ترجمہ ہی تک اکتفا کرتے تو بس تھا، مگر اس سے زیادہ کرم انھون نے یہ کیا ہی کہ ترجمہ مین جابجا مفید حواشی و تعلیقات اضافہ کئے ہین، جن سے یہ ترجمہ اور بھی زیادہ کار آمد اور مفید بن گیا ہے،

ترجمہ صاف، سلیس اور روان ہے، اصل مصنف گو منصف سہی مگر عیسائی تھا، اس لئے تعصب سے یا جہالت سے اسلام کے متعلق بعض فاش غلطیان کی ہین یا اعتراضات کئے ہین، مترجم نے حواشی

مین ان کے جوابات دئے ہین، اسی سلسلہ مین ہم کو مترجم سے اختلاف بھی کرنا ہو کہ انھون نے صفحہ ۱۰۵ مین اصل مصنف کے بارہ صفحات ترجمہ مین اس لئے چھوڑ دئے ہین کہ اس نے ان مین قرآن مجید، کعبہ مکرمہ، وغیرہ کی نسبت بے سرو پا باتین لکھی تھین، لیکن ہمارے خیال مین ان کا ترجمہ بھی ضروری تھا، تاکہ مسلمانون کو یہ نظر آئے کہ ہمارے ہمدرد اور دوست یورپین مصنفین کے خیالات ہماری نسبت کیا ہین، اور ان کے معلومات اس باب مین کس درجہ ناقص ہین، پنجاب کے تلفظ کی تقلید مین "آہین" کی جگہ "سہین" لکھنا بھی ہم کو پسند نہین، ترجمہ مین محاورات کی غلطیان نمایان ہین، جو گو اصل مفہوم مین خلل انداز نہین، مگر مذاق سلیم کے لئے یقیناً ناخوشگوار ہین، امید ہو کہ جناب مترجم آئندہ اس کا لحاظ رکھینگے،

لکھائی چھپائی صاف، کاغذ متوسط، ہر مہینہ کے شروع مین کتاب کے ایک یا دو باب وی پی عا روپیہ مع محصول مین خریدارون کو بھیجے جاتے ہین، پہلی جلد کی قیمت عہ ہی، پتہ:- نصیر کاٹج، ربانی روڈ، لاہور، مولوی متعند ولی الرحمان بی اے،

اسوۂ صحابہ جلد دوم

از

مولنا عبد السلام ندوی

کتاب مذکور کا دوسرا حصہ جس مین صحابۂ کرام کا نظام سیاسی اور ملکی انتظامات اور علمی خدمات کی تفصیل ہی، تفسیر، حدیث، فقہ، اسرار دین، تصوف وغیرہ علوم جس قدر صحابہ کے عہد مین پیدا ہو چکے تھے ان کی تفصیل ہی، ضخامت ۴۵۰ صفحات، قیمت للعہ

منیجر

مطبوعات جدیدہ

محاسن یوسفی، یہ رسالہ جناب مولنا **عبدالباری** صاحب فرنگی محلی، نے مسلمان اسیرون کے فرائض اور قیدخانہ کے آداب پر لکھا ہی، اسی ضمن مین صوفیا کے مختلف خانوادون کے اوراد اشغال وطرق بھی درج کئے ہین، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ رسالہ کا بڑا حصہ انھین مضامین پر ہے۔ اس کتاب کی توصیف مین ہم صرف اسی قدر کہنا چاہتے ہین کہ یہ جناب مولنا عبدالباری صاحب کی تصنیف ہے اور خلوص سے لکھی گئی ہی، لکھائی چھپائی، کاغذ، عمدہ، قیمت ۸ر پتہ :- مولوی صبغتہ اللہ صاحب شہید فرنگی محل، لکھنو،

خطوط اکبر، اکبر الہ آبادی مرحوم کے وہ خطوط جو انھون نے وقتاً فوقتاً جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کو لکھے، خواجہ صاحب نے ان کو اس کتاب مین ترتیب دیا ہی، ان خطوط مین تصوف، زہد، دنیا سے بیزاری، تغیرات عالم سے عبرت، اور بعض ذاتی معاملات کے تذکرے ہین، مرحوم اردو کے کوئی بڑے انشا پرداز نہ تھے، تاہم زبان کی صفائی اور سادگی، اور چھوٹے چھوٹے فقرون مین ادائے مطلب کی خوبی ان مین بدرجہ اتم موجود ہے، افسوس ہی کہ ان خطوط کی اشاعت مین کوئی ترتیب نہین، صفحات ۷۶، قیمت ۱۲ر پتہ :- حلقہ مشایخ بک ڈپو، دہلی،

مذہب کی باتین، ضیاء العلوم مفتی انوار الحق صاحب ایم اے، ناظم تعلیمات سرکار بھوپال نے اس نام سے ایک چھوٹا سا مذہبی رسالہ بچون کی تعلیم کے لئے لکھا ہی گیارہ سبقون کے اندر بچون کی زبان مین بہایت شیرین، سہل اور دلچسپ انداز مین اون کو اسلامی عقائد کی باتین بتائی ہین چھوٹی تقطیع ۲۵ صفحے قیمت شاید پانچ ۵ آنے ہو پتہ: محمد خان ایم اے برادرز اینڈ کو، بھوپال،

ٹوالسٹائے، روس کے مشہور اشتراکی حکیم ٹوالسٹائے کے مختصر حالات زندگی جس نے اپنی

مرنے کے بعد انہی تعلیمات کے اثر سے تمام روس مین انقلاب پیدا کر دیا ہے، چھوٹی تقطیع قیمت ۴ر، ۳۲ صفحے،

پتہ: جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڈھ

اُردوئے معلّٰی، مرزا غالب کے خطوط کا مجموعہ، دو حصون مین دو نامون سے شائع ہوا تھا، اردوے معلّٰی اور عود ہندی، شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب لاہور نے ان دونون حصون کو یکجا کر کے اچھے کاغذ پر چھپوایا ہے، امید ہے کہ اہل ذوق قدر کرینگے، ضخامت ۴۲۰ صفحے، تقطیع بڑی، قیمت ع۱ پتہ: شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور،

مجموعۂ خطب حمیدیہ، کے حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور، ہمارے خیال مین خطۂ مدراس مین تنہا شخص ہین، جو اس ملک مین مذہبی کتب و تصنیفات کی اشاعت مین مصروف رہتے ہین، وہ اس سے پہلے متعدد مذہبی کتابین شائع کر چکے ہین، یہ مجموعۂ خطب بھی انھین نے شائع کیا ہے، مولوی محمد عبد المجید خان صاحب رئیس سہاور نے ان خطبون کو عربی اور اردو، نثر اور نظم مین ترتیب دیا ہے، جمعہ اور عیدین کے خطبون مین مسلسل نظمون کا پڑھنا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا، اس لئے اس سے احتیاط بہتر تھی، صفحات ۳۰۴، قیمت: کاغذ چکنا ع۱، ر دکھا ۱۲، پتہ: ابو المسعود محمد عبد الرزاق تاجر کتب موچی بازار معسکر بنگلور،

پھولون کی کلیان، جناب سید امتیاز علی صاحب تاج کے قلم سے، یہ نو کہانیون کا مجموعہ ہے، یہ کہانیان بچون اور بچیون کے لئے لکھی گئی ہین، جو دلچسپ اور نتیجہ خیز ہین، اور ان کی زبان بھی صاف اور آسان ہے، ۴۲ صفحات لکھائی چھپائی اچھی، قیمت شاید ۸ر ہو، پتہ: دار الاشاعۃ پنجاب لاہور،

اسلامی مساوات، جناب محمد حنیظ اللہ صاحب پھلواروی نے اسلامی مساوات پر یہ ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس مین اردو کی مختلف کتب و رسائل سے انتخاب کرکے، اسلامی مساوات کے محاسن بتائے ہین، چھوٹی تقطیع، ۳۲ صفحات، قیمت ۸ر پتہ: مسلم ایسوسی ایشن ینگ ڈ و پھلواری شریف

ضلع پٹنہ،

تلاش راز، جناب مولوی نیاز صاحب فتحپوری کا ایک مختصر اخلاقی افسانہ، جس مین خوبی کے ساتھ یہ دکھایا ہو کہ حیات انسانی کا مقصود اصلی کیا ہونا چاہئے، اور اصل راحت ابدی کس چیز مین ہو؟ ۴۰ صفحے قیمت ۴ر پتہ: اردو بک ڈپو، مرادآباد

غالب کا روزنامچہ غدر، مرزا غالب نے غدر کے حالات مین فارسی کا ایک مختصر رسالہ دستنبو لکھا تھا، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی تاریخ غدر کے سلسلہ مین غالب کے اس رسالہ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہو، اسی کے ساتھ غالب کے خطوط اور مکتوبات مین غدر کے واقعات اور دلی کے انقلابات پر جو جستہ جستہ فقرے مذکور ہین، ان کو یکجا کر دیا ہو، غالب اس حادثہ کے چشمدید گواہ تھے اس لئے ان کے خطوط کے یہ ضمنی فقرے بھی درد و تاثیر مین ڈوبے ہوئے ہین، ضخامت ۸۰ صفحات، قیمت مجلد عہ، غیر مجلد ۲ار پتہ: خواجہ ڈپو دھلی،

مثنوی اسرار ہستی، جناب سید ضامن حسین صاحب گویا جہان آبادی نے توحید کے متعلق چند صوفیانہ مسائل پر یہ مثنوی لکھی ہو جس مین فلسفۂ تصوف کے نازک اور دقیق مسائل کو شاعرانہ طرز و انداز مین ادا کیا ہو، با این ہمہ زبان نہایت صاف اور سلجھی ہوئی ہو، مثنوی کی بحر چھوٹی اور روان ہو، ۴۰ صفحات، چھوٹی تقطیع قیمت چار یا پانچ آنے ہوگی، پتہ: مصنف سے احمد زئی، پیلی بھیت سے طلب کیجئے،

حدائق الصحتہ، زبدۃ الحکما، ڈاکٹر محمد افضل صاحب لاہور، نے یہ کتاب ہومیاپیتھک دواؤن کے بنانے کے اصول پر لکھی ہو، اردو مین اس طریقۂ علاج پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، لیکن جہان تک ہمین معلوم ہوا ہو ہومیاپیتھی کے علم الادویہ پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی ہو، اس لئے ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش ہماری زبان مین ایک نئے باب کا اضافہ ہو، طرز ادا، ترتیب، لکھائی چھپائی سب قابل تعریف ہین، ضخامت ۱۳۲ صفحات، قیمت عہ، پتہ: مرغوب ایجنسی لاہور،

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۵۵

معارف

مجلس دارالمصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

مجلد یازدہم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

چند مہینون سے معارف کا پہلا صفحہ علم وفن کے بزرگون پر ماتم کے لئے مخصوص ہوگیا ہے، آج ہم دوسرون پر ماتم کرتے ہین، کل دوسرے ہمارا ماتم کرینگے، دنیا کی یہ بزم ماتم کائنات فانی کے وجود کے ساتھ قائم ہے، اور اسی کے ساتھ قائم رہیگی، یہ حوادث آباد عالم جس کو ہم تم، قائم، مستمر، اور مسلسل جانتے ہین، ہر آن اور ہر لمحہ اس طرح بدل رہا ہے، کہ غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ جو نقشہ، جو کیفیت، جو صورت حال اس آن ہے، وہ اس آن نہین، ایک مستمر تغیر اور ایک مسلسل انقلاب جاری ہے، اور پردہ دار کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (ہر روز وہ ایک نئے رنگ مین ہے) کا دور پورا جلوہ زار ہے، لیکن باینہمہ انقلاب و تغیر بظاہر اس کے قیام، استمرار اور تسلسل مین فرق نہین آتا، سمندر کی لہرین، ہر آن بدل رہی ہین، مگر سمندر کی صورت مین کوئی فرق نہین پیدا ہوتا، صورتین مٹتی جاتی ہین، شکلین فنا ہوتی جاتی ہین مگر اس آئینہ خانہ کی آبادی اور صورتگری مین کوئی فرق نہین آتا،

خدا جانے یہ دنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی
ہزارون اٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

۲، فروری ۱۹۲۳ء کی شام کو اس مجلس کا جو ممبر اٹھا ہے، اس کا اس دنیا مین مجازی نام عبدالحی تھا، مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء، عہد جدید کے اولین علماء تھے، سادات رائے بریلی کے مشہور خانوادۂ علم و عمل سے تھے، جس کے بعض افراد سلاطین کے دربارون مین، اور بعض فقر و تصوف کی خانقاہون مین ممتاز تھے، بعض درس و تدریس کی چٹائیون پر اور بعض تالیف و

تصنیف کی مسندون پر جلوہ آرا تھے، اس خاندان کے آخری رکن مولنا سید احمد صاحب شہید بریلوی تھے جو سید صاحب کے نام سے عموماً مشہور تھے، اور جو مولنا اسمٰعیل صاحب شہید کے پیر تھے، اور وہ اپنے عہد کے اوس فرقہ کے جو ہندوستان مین اسلام کی غربت کی چارہ سازی کے لئے اٹھا تھا، اور جو دینی اور سیاسی دونون حیثیتون سے مسلمانون کو بیدار کرنا چاہتا تھا امام اور امیر المومنین تھے، بنگال سے لیکر پنجاب تک غدر سے پہلے مجاہدین کا جو سیلاب سکھون کے مقابلہ کے لئے اٹھا تھا، اس کا سرچشمہ سید موصوف ہی کی ذات تھی، بالآخر سکھون کے ایک معرکہ مین پٹھانون کی بیوفائی سے اپنے رفقائے خاص کے ساتھ بہادری سے شہید ہوئے، اور شکست خوردہ جماعت یاغستان کی پہاڑیون مین پناہ گزین ہوئی اور مجاہدین کے نام سے اب تک قائم ہے، چمرقند اس کا صدر مقام ہے، اور سید صاحب کے دوبارہ ظہور کی اب تک منتظر ہے،

مولنا عبدالحئی مرحوم کے والد ماجد بھی ایک فاضل یگانہ تھے، شعر و سخن، تاریخ و سیر کے ماہر اور داستان کہن کی بولتی زبان تھے، ان کا سفینہ ایک یادگار چیز ہے، اور ان کا تذکرہ ان کے عہد کا تاریخی سرمایہ ہے، مولنا عبدالحئی مرحوم کو یہ ذوق فن باپ ہی سے وراثت مین ملا تھا،

مولنا مرحوم نے ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ مین مولنا عبدالحئی صاحب اور مولنا محمد نعیم صاحب سے تعلیم پائی، حدیث شیخ حسین صاحب محدث یمنی سے بھوپال مین پڑھی، پھر کانپور آئے، اس وقت ندوۃ العلماء کا مرکز یہی شہر تھا، مولنا سید محمد علی صاحب ناظم تھے، ان کی نگاہ انتخاب فوراً اس جوہر قابل پر پڑی، وہ دن ہے اور ان کی وفات کا دن ہے کہ ندوہ ان کی خدمات سے کبھی محروم نہ رہا، ندوہ پر کیا کیا انقلابات آئے، کتنے ارکان بدلے، کتنے منتظمین آئے اور گئے، کتنے معتم

اور ناظم عزل ونصب ہوئے، کتنے فتنے اور حوادث پیدا ہوئے، مگران تمام حالات وحوادث کے طوفان مین ثبات واستقلال کی صرف ایک چٹان تھی جو اپنی جگہ پر تھی، اور وہ مولنا سید عبدالحئی صاحب مرحوم کی ذات تھی،

باوجود شغلِ مطب، فرائض ندوہ اور مذہبی رجوع عام کے وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھا کرتے تھے، اسلامی ہندوستان کے پورے ہزار سالہ عہد مین شعرار، مشائخ اور سلاطین کے سینکڑون تذکرے اور تاریخین لکھی گئین لیکن آزاد بلگرامی کی تصنیفات کو چھوڑ کر ایک مختصر سا رسالہ بھی یہان کے علما اور فضلائے فن کے حالات مین نہین لکھا گیا، مولنا مرحوم نے اس نقص کو محسوس کیا، اور پورے بیس برس اس کام پر انھون نے صرف کئے، اور اس عرصہ مین ہندوستان کی اس سرحد سے اُس سرحد تک کوئی کتبخانہ نہین چھوڑا، جہان ان کو ذوق طلب کھینچ کر نہ لے گیا ہو، اور بالآخر تقریباً آٹھ دس جلدون مین علمائے ہند کی پوری سوانح عمریان جمع کین، اس کا مقدمہ لکھا جس مین ہندوستان کے اسلامی علوم وفنون کی تاریخ مرتب کی، عربی مین ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک صفحہ نہین، جو کچھ معلوم ہے وہ انگریزی کی زبانی، مرحوم نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ، سلاطین اسلام، یہان کے اسلامی تمدن، مساجد، مدارس، عمارات، شفاخانے، اور دیگر خصوصیات پر ایک پوری کتاب تیار کی، جو دارالمصنفین کے اہتمام سے جامعہ ملیہ پریس مین چھپ رہی ہے،

مرحوم کے تذکرۂ شعرائے اردو کا ذکر اس سے پہلے ہی پرچہ مین آیا تھا، اور اس کے چند صفحے بھی ناظرین کے نذر کئے گئے تھے، تذکرہ کا آخری باب یعنی متاخرین کا حصہ انھون نے ہمارے پاس نہین بھیجا تھا، معلوم نہین کہ وہ ترتیب بھی پاسکا تھا یا نہین، سورت کانفرنس کی خواہش پر انھون نے

گجرات کی علمی تاریخ لکھکر پوری کی تھی جو ایجوکیشنل کانفرنس کی طرف سے چھپکر شائع ہوئی ہی علاوہ ازین چند اصلاحی رسائل نور ایمان، اصلاح، وغیرہ چھپے ہین طبیب العائلہ (فیملی ڈاکٹر) طب مین بھی ان کا ایک رسالہ اردو مین چھپا ہی،

مرحوم نے اپنی معنوی یادگارون کے ساتھ چند ظاہری اولادین بھی چھوڑی ہین، ان کے بڑے صاحبزادہ کی عمر ۲۴-۲۵ کے قریب ہوگی، مگر مرحوم باپ کو یہ دھن تھی کہ علم و فن کا کوئی شعبہ اس یادگار خاندان کی ملکیت سے باہر نہ چھوٹنے، ندوہ مین عربی ادب کی کتابین انھین پڑھوائین، حدیث دیوبند بھیجکر، طب خود پڑھائی، علوم عربیہ سے فارغ کرکے ان کو انگریزی شروع کرائی، چند سال مین بی ایس سی کی ڈگری حاصل ہوئی، پھر لکھنؤ مڈیکل کالج مین داخل کیا، اور اب دو برس ان کے ختم تعلیم مین باقی ہین، خدا سے دعا ہی کہ برادر عزیز کامیابی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرین، علم و فن اور دین و ملت کی خدمت مین اپنے نامور باپ کے جانشین ثابت ہون،

اسی سلسلہ مین ندوہ کا مسئلہ سامنے آتا ہی، ندوہ نے اپنی کامیابی کی اتنی مثالین پیش کی ہین کہ ان کے انکار کی جرأت نہین کی جاسکتی ہی، قوم کا فرض ہی اور اکابر ملت پر حق ہے، کہ وہ روشن خیال و روشن ضمیر علمائے ہند کی اس بست و پنج سالہ علمی و دینی جد و جہد کو دنیا مین قائم رکھین کہ آج جو کچھ نظر آرہا ہی اور کیا جارہا ہی علمائے ندوہ کی جماعت سب سے پہلی جماعت تھی جس نے اپنی عاقبت اندیشی کی آنکھون سے ان سب کو دیکھ لیا تھا، اور ان کا سامان کرنا شروع کر دیا تھا،

عمارت کی تکمیل سب سے پہلے ضروری ہی، دار الاقامہ، کتبخانہ اور مسجد بنا تمامتر باقی ہی، اصل

درسگاہ مین بھی کئی ہزار روپے کی ضرورت ہے اس وقت دار العلوم ندوہ مین ہندوستان کے ہر صوبہ کے طلبہ زیر تعلیم ہین، اس لئے اس وسیع ملک کے ہر صوبہ سے اس کی اعانت اور امداد کا سوال ہے

---

۷ فروری کو علی گڈہ مین جامعہ ملیہ کا دوسرا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا، ہر صوبہ کے قومی کارکن جلسہ مین شریک تھے، اس سے بڑھکر یہ کہ مشرقی اور مغربی دونون علوم کے ماہرین پہلو بہ پہلو جلوہ فرما تھے، ڈاکٹر پی سی رائے، ڈاکٹر ضیاء الدین، ڈاکٹر محمود، ڈاکٹر انصاری، خواجہ مجید، شیخ معظم علی، سید محفوظ علی، سید ہادی حسن سائنسٹ، تصدق شیروانی، وغیرہ ایک طرف، اور مولنا حمید الدین صاحب مفسر نظام القرآن، مولنا ابو الکلام، مولنا عبد الماجد بدایونی، مولنا اسلم جیراجپوری، مولنا محمد سورتی، حکیم محمد اجمل خانصاحب، وغیرہ دوسری طرف، یہ منظر نمایان کرتا تھا کہ جامعہ ملیہ کا مقصود مشرق و مغرب دونون کو یکجا کرنا ہے،

جلسہ تمام تر سادگی اور صفائی کا نمونہ تھا، پورا ہال سائبان اور صحن حاضرین سے بھرا تھا، سنڈیکیٹ اور اسٹاف کے ارکان اپنے اپنے رنگ کی عباؤن مین تھے، ڈاکٹر رائے جو ہندوستان کے سب سے بڑے سائنسٹ اور خصوصاً بڑے کیمسٹ (ماہر کیمیا) ہین، وہ صدر جلسہ تھے، انھون نے انگریزی مین اپنا خطبۂ صدارت پڑھا، جو مسلمانون کی علمی تاریخ کے بیانات سے لبریز تھا، انھون نے کہا کہ جامعہ کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اسلاف کی علمی روایات کو عملیات کی صورت مین پیش کرے،

ڈاکٹر رائے پتلے دبلے سے، کالے رنگ کے بوڑھے آدمی ہین، سادگی اور بے تکلفی مین نمونہ ہین، ان کو دیکھکر کوئی شخص اس ڈاکٹر رائے ہونے کا گمان نہین کرسکتا جس کے پرشور تحسین سے مشرق و مغرب کے کیمیا خانے اور دار التجربے معمور ہین، وہ طالبعلمون کیساتھ زمین پر بیٹھکر آسمان کی باتین (فلکیات) کیا کرتے تھے۔

مقالات

عیسائیت[1]
اور
اسلام

(دونون کی اشاعت کیونکر ہوئی؟)

از

مولانا عبد السلام ندوی

ایک گروہ کے دل مین یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہی کہ اس وقت دنیا کے طول وعرض مین جو تین عظیم الشان مذہب یعنی اسلام، عیسائیت، اور یہودیت پھیلے ہوئے ہین، اون مین صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہی جو بزور شمشیر پھیلا ہی کیونکہ

(۱) بعض صحابہ نے ہجرت کے قبل بعض مخالفین دعوت اسلامیہ کے مقابلہ مین جبر وتشدد سے کام لیا ہی، چنانچہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور ابو جہل کے ساتھ خانہ کعبہ مین جو واقعہ پیش آیا وہ اسی قسم کا ہی، اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے اسلام کو جو قوت حاصل ہوئی اوس کی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ لوگ قریش مین نہایت جنگجو اور طاقتور تھے،

(۲) اسلام مین جہاد بھی اسی غرض سے فرض ہوا،

(۳) اور اس لئے فتوحات اسلامیہ کی حیثیت سیاسی نہ تھی بلکہ مذہبی تھی اور اس کو اشاعت اسلام کا ایک ذریعہ بنایا گیا تھا،

لیکن ان مین ایک دلیل بھی صحیح نہین ہی،

[1] ملخص از رسالہ کیفیۃ انتشار الادیان لدرفیق العروف بعظم زادہ مطبوعہ مصر،

(۱) حضرت حمزہؓ اور ابوجہل کے درمیان جب یہ واقعہ پیش آیا تھا، اوس وقت وہ صحابی نہ تھے، بلکہ وہ اس واقعہ کے بعد اسلام لاکر صحابہ کے گروہ مین شامل ہوئے، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی اور تذلیل وتحقیر سے ابوجہل کو بے شبہہ بزور روکنا چاہا تھا لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ ان کے بھتیجے اور قرابت دار تھے، اور اس وقت قریش رسول اللہ صلعم کے ساتھ جس اہانت آمیز طریقہ سے پیش آرہے تھے، ان کو بنوہاشم کی عربی عصبیت اور خاندانی حمیت خاموش نہین رہ سکتی تھی، اس بنا پر صرف حضرت حمزہؓ ہی نے اس وقت رسول اللہ صلعم کی حمایت نہین کی بلکہ بنوہاشم کا پورا قبیلہ آپ کا پشت پناہ بنگیا، حضرت ابوطالب باوجودیکہ مسلمان نہ تھے تاہم وہ اسی خاندانی عصبیت کی بنا پر آپ کی حمایت کرتے تھے، قریش نے تین سال تک بنوہاشم سے اپنے تمام تعلقات ایک عام تحریری معاہدہ کے ذریعہ سے منقطع کرلئے تھے، اور بنوہاشم بھی اس ذلت کو گوارا کرکے اپنی قوم سے تین سال تک کیلئے بالکل الگ ہوگئے تھے، لیکن اس مین رسول اللہ صلعم کی خاندانی حمایت کے سوا اور کون سا مذہبی جذبہ شامل تھا؟ اس وقت تو حضرت حمزہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا بنوہاشم مین کوئی مسلمان بھی نہ تھا،

ابتدائے اسلام مین جب آپ اور آپ کے اتباع کی ایک مختصر سی جماعت قریش کے مظالم کا تختۂ مشق بن رہی تھی اس وقت آپنے بے شبہہ یہ دعا فرمائی تھی کہ خداوندا! عمر بن خطاب یا ابوالحکم بن ہشام کے ذریعہ سے اسلام کو قوت دے" لیکن اس دعا کا مقصد یہ نہ تھا کہ ان لوگون سے اسلام کی جبری اشاعت مین کام لیا جائے بلکہ اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ قریش مین یہ دونون آدمی نہایت صاحب اثر تھے، اس لئے ان مین جو شخص بھی مسلمان ہوجاتا وہ آپ کو مخالفین کی ایذارسانی سے محفوظ رکھ سکتا اور آپ علانیہ اسلام کی دعوت دے سکتے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے

اسلام کے بعد یہ مقصد حاصل ہوگیا اور اونہون نے اسلام لانے کے بعد آپ سے صاف صاف کہا کہ ہم حق پر ہین اور کفار باطل پر، پھر ہم اپنے مذہب کو کیون چھپاتے ہین؟" آپ نے فرمایا کہ "ہماری جماعت نہایت مختصر ہے، اور کفار کی ایذا رسانی کا تماشا تم دیکھ چکے ہو" بولے "مین اس سے پہلے جن جن مجلسون مین کفر کو لیکر بیٹھا ہون ان مین اب اسلام کو لیکر بیٹھونگا، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانون کی دو صفین جن مین ایک مین حضرت حمزہؓ اور دوسرے مین حضرت عمرؓ شامل تھے قائم کین، اور اس جماعت کو لیکر علانیہ مسجد حرام مین داخل ہوئے،

(۲) جہاد کے مشروعیت کی غرض صرف اس قدر تھی کہ جب آپ دعوت اسلام کا اعلان کر چکے، عرب مین اسلام پھیل چکا اور چند اکابر صحابہ مثلاً حضرت حمزہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانون کی تعداد مین کافی اضافہ ہونے لگا تو قریش کے دل مین اس کامیابی نے بغض و حسد کا تنور گرم کردیا، اور اونہون نے ہر ممکن ذرائع سے رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی راہ مین رکاوٹین پیدا کرنی شروع کین، یہان تک کہ جب آپ حج وغیرہ کے زمانے مین قبائل عرب کو دعوت اسلام دینے کے لئے تشریف لیجاتے تھے تو ابولہب بھی ساتھ ساتھ جاتا تھا اور جب آپ تبلیغ کر چکتے تھے تو کہتا تھا کہ "لوگو! اس دعوت کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم لوگ لات و عزی کو چھوڑ کر اس بدعت کو قبول کرلو، پس اس کی بات نہ سنو، اور اس کا کہنا نہ مانو" لیکن جب اس رکاوٹ مین بھی کامیابی نہین ہوئی تو اونہون نے جبر و تشدد سے کام لینا شروع کیا، اور صحابہ کو اذیت دینے لگے، چنانچہ ان مظالم سے تنگ آکر بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد آپ نے مدینہ کی طرف مجبوراً ہجرت کی اور ہجرت کی ترغیب بھی خود انصار کے اُن ستر آدمیون نے دی تھی جو آپ کے پاس مخفی طور پر آئے تھے، اور یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ قریش کے مقابلہ مین آپ کی حمایت کرینگے اور اس وقت حضرت عباس بن عبادہ انصاریؓ نے تو یہان تک کہدیا تھا کہ اگر آپ چاہین تو ہم

اہل منیٰ پر کل ہی تلوار لیکر ٹوٹ پڑین" لیکن آپ نے فرمایا کہ "ہم کو اس کی اجازت نہین" اس کے بعد آپ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت دی اور بعد کو خود ہجرت کے ارادہ سے نکلے، قریش کو خبر ہوئی تو انھون نے آپ کی جان لینے کا عزم کر لیا، لیکن خداوند تعالیٰ نے آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا، اب قریش کا غصہ اور بڑھا، اور جب ان کو انصار کی حمایت کا حال معلوم ہوا تو انھون نے آپ کی ضرر رسانی کے تمام دروازے مسدود پائے، صرف ایک ذریعہ باقی رہ گیا تھا یعنی یہ کہ تمام قبائل عرب کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کرین تاکہ خانہ کعبہ کی مجاورت اور سدانت کی وجہ سے عرب مین ان کا جو مذہبی اور اخلاقی اثر قائم ہے اس کو محفوظ رکھ سکین، چنانچہ انھون نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور جب اہل عرب بالخصوص قریش کے تیر ہر طرف سے مدینہ مین بھی آنے لگے تو اس وقت جہاد فرض ہوا، لیکن اس کے ذریعہ سے اسلام کی جبری اشاعت مقصود نہ تھی، بلکہ صرف اوس جماعت کا محفوظ رکھنا مقصود تھا جس کا تحفظ اسلام کی تدریجی اشاعت کا ذریعہ ہو سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس جنگ مین شامل نہ تھے اُن کے متعلق خداوند تعالیٰ نے مسلمانون کو یہ حکم دیا تھا،

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولئک ھم الظالمون ؛	جن لوگون نے تم سے مذہبی جنگ نہین کی اور تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا خدا اُن کے ساتھ بہ طریق نیکی و بطریق انصاف پیش آنے سے تم کو منع نہین کرتا، خدا تو انصاف کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے، خدا صرف اون لوگون کی دوستی سے منع کرتا ہے جنھون نے تم سے مذہبی جنگ کی تم کو تمھارے گھرون سے نکالا اور تمھارے نکالنے مین باہم اعانت کی جو لوگ ان کے ساتھ دوستی کرتے ہین وہ ظالم ہین،

اس تفصیل کے بعد یہ کون کہ سکتا ہو کہ اسلام مین جہاد اشاعت مذہب کی غرض سے فرض کیا گیا، ؟ اگر مشروعیت جہاد کا یہ مقصد ہوتا تو آپ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب مین اشاعت اسلام کے لئے مبلغین کو کیون روانہ فرماتے ؟ اس وقت آپ کے پاس وہ عظیم الشان فوج موجود تھی جس نے مکہ کو فتح کیا تھا، اور آپ کے اور مسلمانون کے سب سے زیادہ خطرناک دشمنون کو شکست دی تھی، اس لئے آپ اس کے ذریعہ سے کامیابی کے ساتھ اسلام کی جبری اشاعت کر سکتے تھے، لیکن چونکہ اس کے ذریعہ سے صرف مسلمانون کے خطرناک دشمنون کا استیصال مقصود تھا، اور اس قسم کے خطرناک دشمن صرف قریش ہی تھے اس لئے جنگ کے ذریعہ سے ان کا استیصال کیا گیا، بقیہ عرب کے اور قبائل صرف قریش کے خوف سے اُن کے شریک ہوجاتے تھے خود اُن کے دل مین بغض وعداوت کا کوئی خاص جذبہ نہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلعم نے ان کو دعاۃ اسلام کے ذریعہ سے حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ اسلام کی دعوت دی،

جن لوگون کو آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا تھا اُن مین حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپ نے قبیلہ بنو جذیمہ کی دعوت کے لئے روانہ فرمایا تھا، اور ان کو جنگ کی اجازت نہین دی تھی لیکن اُنھون نے وہان پہنچکر غلطی سے خونریزی کی، چنانچہ جب آپ کو اس کا حال معلوم ہوا تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "خدایا خالد نے جو کچھ کیا مین تیرے سامنے اُس سے برأت ظاہر کرتا ہون" اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا، مقتولین کے جان ومال کی دیت ادا فرمائی، حضرت خالدؓ نے اس کی معذرت کی، اور اس معاملے مین قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی،

یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا	مسلمانو! جب تم خدا کی راہ مین نکلو تو خوب چھان بین کر لیا کرو

یہ ایک طویل واقعہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن اس سے بہرحال یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جن کفار سے مسلمانوں کو کوئی خطرہ نہیں تھا آپ ان کے ساتھ جنگ روا نہیں رکھتے تھے، اور جہاد اسلام میں تبلیغ و اشاعت کے لئے فرض نہیں ہوا تھا بلکہ دعوت مذہبی اور جہاد جیسا کہ آگے آتا ہے دو مختلف چیزیں تھیں،

(۲) اس مسئلہ میں سب سے زیادہ اہم معاملہ فتوحات اسلامیہ کا ہے، مخالفین اس کو مذہبی فتح خیال کرتے ہیں، اور اس کو ایک مذہبی دعوت کا خطاب دیتے ہیں، خود شریعت اسلامیہ میں جہاد کی تین شرطیں ہیں، اسلام یا جزیہ یا تلوار، اور فریق مخالف انہی تینوں شرائط کی بنا پر کہتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے، لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان شرائط میں ایک شرط جزیہ قبول کرنے کی بھی ہے، اس لئے اگر اسلامی فتوحات کو مذہبی دعوت کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو محارب قوموں کو اسلام یا جزیہ کے قبول کرنیکا اختیار نہ دیا جاتا بلکہ اسلام یا تلوار کے سوا ان کو کوئی دوسرا حق نہ حاصل ہوتا، اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جزیہ کی شرط صرف رفق و ملاطفت کے لئے پیش کیجاتی تھی،

قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ہدایت و ارشاد کے لئے خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو متعدد اوصاف کا مجموعہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا،

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا	ہم نے تجھکو ایک گواہ، ایک خوشخبری دینے والا، ایک
و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا	ڈرانے والا، خود خدا کی اجازت سے خدا کی طرف بلانے
" " " " " " " "	والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے،

ان اوصاف کے ساتھ آپ کو دعوت کا یہ طریقہ بتایا تھا،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ	اپنے خدا کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت حسنہ
الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن	کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بطریق احسن بحث و مباحثہ کرو

اور مسلمانون کو یہ ہدایت فرمائی تھی،

یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم، | مسلمانو تم صرف اپنی ذات کے ذمہ دار ہو، اگر تم نے راستہ پالیا تو جو لوگ گمراہ ہین اُن سے تم کو کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا،

سب سے بڑھکر یہ کہ صاف صاف اعلان فرما دیا تھا،

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی | مذہب مین کوئی زبردستی نہین ہے، ہدایت اور گمراہی دونون الگ الگ ہو گئے ہین،

لیکن اگر فتوحات اسلامیہ کو دعوت الی الدین کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا تو جزیہ کی طرح ان آیتون کے بھی کوئی معنی نہ ہوتے،

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کو مذہب سے کوئی تعلق نہین ہے، بلکہ اُن کی حیثیت بالکل سیاسی ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ مذہب اور سیاست دونون کا مجموعہ ہے اور اوس کا سیاسی حصہ صرف شخصی معاملات تک محدود نہین ہے، بلکہ بین الاقوامی حقوق و معاملات پر بھی مشتمل ہے، اور اس حیثیت سے شریعت اسلامیہ کے دو مختلف حصے ہین، ایک دینی اور دوسرا دنیوی، دینی حصہ مین عبادات اور ترغیب و ترہیب وغیرہ شامل ہین، اور دنیوی حصے کا ایک جزو معاملات مثلاً تمدنی حقوق اور حدود و قصاص وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے، اور دوسرے جزو کی حیثیت خالص سیاسی ہے، یعنی اس حیثیت سے اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایک ایسا امام مقرر کرے جو کتاب و سنت کے حدود و احکام کے مطابق جماعت اسلامیہ کے عام مصالح و فوائد کا محافظ ہو، فتوحات اسلامیہ نے اسی سیاسی مقصد کی تکمیل کی ہے اور اسلام نے بالکل غیر جنگجویانہ طریقہ سے اپنے مذہبی مقصد کو پورا کیا ہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی اشاعت صرف تبلیغ و دعوت سے ہوئی ہے، کسی مادی طاقت سے اس کو کوئی تعلق نہین ہے،

اشاعت اسلام

ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخالفین بالخصوص قریش کے درمیان لوگون کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے، لیکن قریش نے اس غیر جنگجویانہ دعوت مین محض رشک وحسد سے رکاوٹین پیدا کین اور آپ اور آپکے اصحاب کو سخت اذیتین دین، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابہ کو جن مین حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے مجبوراً حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی لیکن باایں ہمہ رسول اللہ صلعم اپنے فرض سے باز نہین آتے تھے، بلکہ جب زمانہ حج مین مکہ مین عرب کے تمام قبائل جمع ہوتے تھے تو آپ اُن کے پاس جاکر اسلام کی دعوت دیتے تھے، اور اس کا مختلف طریقون سے جواب دیا جاتا تھا، بعض لوگ آپ سے بحث و مباحثہ کرتے تھے، بعض لوگ مہلت مانگتے تھے، بعض لوگ شریفانہ اور بعض لوگ غیر شریفانہ طور پر اس دعوت کو رد کر دیتے تھے، اور بعض لوگ قریش کے خوف سے مخفی طور پر اسلام قبول کر لیتے تھے، چنانچہ اسی طریقہ کے مطابق ایک روز آپ دعوت اسلام دے رہے تھے کہ عقبہ کے پاس قبیلہ خزرج کی ایک جماعت سے آپ کی ملاقات ہو گئی اور آپنے اُن کو بھی حسب عادت اسلام کی دعوت دی، یہ لوگ اسلام لائے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہی بیعت ہے جو تاریخ اسلام مین بیعت عقبہ اولی کے نام سے مشہور ہے، یہ لوگ مکہ سے پلٹے تو آپنے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ ان لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دین، حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ پہونچے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر قیام فرمایا، اور مسلمانون کی ایک جماعت اُن کی ملاقات کو حاضر ہوئی، حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت اسید بن حضیرؓ کو ان کے آنے کا حال معلوم ہوا تو حضرت اسید بن حضیرؓ محض انکشاف حال کے لئے اُن کی خدمت مین آئے اور انھون نے حسب معمول انکو بھی اسلام کی دعوت

دی، اور وہ مسلمان ہوگئے، حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی ان کی تقلید کی اور اُن کے ساتھ تمام قبیلۂ بنو الاشہل ایک ہی دن مین مسلمان ہوگیا، اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیرؓ برابر دعوت اسلام مین مصروف رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر مین کچھ نہ کچھ مسلمان مرد اور کچھ نہ کچھ مسلمان عورتین پیدا ہوگئین، بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب رسول اللہ صلعم نے ہجرت فرمائی اور آپ کو انصار کی حمایت حاصل ہوئی تو قریش کا غصہ حد سے بڑھگیا اور انھون نے باشندگان مدینہ و اطراف مدینہ مین یہود بنو قریظہ اور یہود بنو نضیر کو آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا اور اسلام مین جہاد کی مشروعیت کا سبب قریش وغیرہ کی یہی فتنہ انگیزیان ہوئین، لیکن جب متعدد لڑائیون کے بعد مخالفین اسلام کا زور ٹوٹ گیا اور اسلام کو دنیا مین ثبات و استحکام حاصل ہوا، تو مسلمانون کی تعداد مین خود بخود اضافہ ہونے لگا، اور آپ کی خدمت مین سرداران مکہ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت عمرو بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن طلحہؓ وغیرہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوچکے تھے، ایک مسلمان کی حیثیت سے حاضر ہونے لگے، بالخصوص صلح حدیبیہ کے بعد جب کافرون اور مسلمانون مین آزادانہ میل جول پیدا ہوا اور قریش کے تعصب نے جو موانع و عوائق پیدا کردئے تھے وہ دور ہوگئے، تو بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، جن مین حضرت معاویہؓ سرداری کی حیثیت رکھتے تھے اسی زمانہ مین رسول اللہ صلعم نے اطراف و جوانب کے سلاطین مثلاً قیصر، نجاشی، حارث غسانی اور مقوقس وغیرہ کو دعوت اسلام دی، اور ان اہل کتاب بادشاہون کے علاوہ، کسریٰ، منذر بن ساوی اور ہوذۃ الحنفی وغیرہ تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا، اس کے بعد آپ کی توجہ قریش کی طرف مبذول ہوئی اور مکہ مین ایک عظیم الشان جنگ کے ذریعہ سے ان کو شکست دی، اور مکہ کے تمام بتون کو پاش پاش کردیا، اب وہ لوگ بھی بطیب خاطر مسلمان ہوگئے، اور چونکہ قریش کو تمام عرب پر مذہبی سیادت حاصل تھی اس لئے وہ لوگ اپنے اسلام کیساتھ

قریش کے اسلام کا انتظار کر رہے تھے، لیکن جب قریش نے خود اسلام قبول کر لیا، اور اہل شر و فساد کا خاتمہ ہو گیا تو ہر طرف سے آپ کی خدمت مین وفود نے آ آکر قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسائل شریعت کی تعلیم کا شوق ظاہر کیا، چنانچہ قبیلۂ ثقیف کا وفد شوال حلات مثلاً عبد لیلی بن عمر بن عمیر حکم بن عمرو بن وہب شرجیل بن غیلان وغیرہ حاضر ہوا، اسی طرح وفد بلی، وفد اسد، وفد زارین، وفد بنو تمیم وفد بنو فزارہ اور وفد بنو ثعلبہ وغیرہ حاضر خدمت ہوئے، سلاطین حمیر نے بھی اپنے قاصد روانہ کئے اور اُن کے ذریعہ سے بذریعہ خط کے اپنے اسلام کا اعلان کیا،

الغرض فتح مکہ کے بعد جیسا کہ خداوند تعالیٰ خود فرماتا ہے،

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا الخ

جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین مین جوق در جوق داخل ہو رہے ہین تو الخ

نہایت کثرت سے لوگ خود بخود دائرہ اسلام مین داخل ہونے لگے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر قناعت نہین کی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کیطرف دعوت اسلام کیلئے روانہ فرمایا اور اُن کی تبلیغ و ہدایت سے ہمدان کا پورا قبیلہ ایک ہی دن مین مسلمان ہو گیا اور اس کے بعد تمام اہل یمن نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے سجدۂ شکرانہ ادا فرمایا، اسلام کی یہ وسعت عرب ہی تک محدود نہ تھی بلکہ خود عہد رسالت ہی مین اسلام حبش اور افغانستان تک پہنچ گیا تھا، چنانچہ مورخین افغانستان[1] کا بیان ہے کہ وہان اسلام کی اشاعت عرب کے ایک یہودی مسلمان کے ذریعہ سے ہوئی جس کا نام خالد تھا، اس کے ساتھ افغانی امراء کا ایک وفد بھی رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا،

[1] صاحب رسالہ نے اس واقعہ کے متعلق تتمۃ البیان فی تاریخ الافغان کا حوالہ دیا ہے لیکن اسلام کی قدیم تاریخون مین اس کا تذکرہ نہین ہے اور ہم کو کسی افغانی صحابی کا نام بھی معلوم نہین،

اور فتح مکہ مین نمایان بہادری دکھلائی، اس وفد کے رئیس کا نام قیس تھا اور اسی وجہ سے افغانستان مین آج تک اس کی قبر زیارت گاہ خلائق ہے،

عہد رسالت مین اور بہت سے با اقتدار لوگ مثلاً نجاشی، شاہ حبش، مقوقس، شاہ مصر، اور ہرقل شاہ شام، خفیہ وعلانیہ اسلام لائے، اور یہ سب کچھ محض غیر جابرانہ تبلیغ ودعوت کا نتیجہ تھا، اگر اسلام مین جبری اشاعت جائز ہوتی تو اوس کے سب سے زیادہ مستحق یہود نبو نضیر تھے، کیونکہ وہ بالکل مدینہ کے متصل آباد تھے، رسول اللہ صلعم کو اذیتین دیتے تھے، بلکہ آپ کے قتل کی بھی ٹھان لی تھی، اور اسلام اوس وقت ان پر جبر کرنے کی طاقت بھی رکھتا تھا، لیکن آپ نے اُن کے جان، مال اور مذہب سے کوئی تعرض نہین کیا بلکہ اون کو صرف جلاوطن فرما دیا،

اسلام کے غیر جابرانہ اشاعت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہو کہ قریش صحابہ کو ہر قسم کی ایذائین دیتے تھے، ان کی تذلیل وتحقیر کرتے تھے، ان کی جان لینے سے بھی اون کو دریغ نہ تھا، لیکن با این ہمہ اُن مین کسی نے ترک اسلام نہین کیا، بلکہ وہ اور بھی شدت کے ساتھ اسلام کے پابند ہوگئے، اور رسول اللہ صلعم کی محبت اُن کے دلون مین اور بھی راسخ ہوگئی، چنانچہ جب حضرت زید ابن الدثنہ کو کفار قتل کرنے کے لئے چلے تو اون سے ابو سفیان نے کہا، "کیا تم کو یہ پسند ہو کہ تمھارے عوض محمدؐ کی گردن مار دیجائے؟" اونھون نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم مین یہ بھی پسند نہین کرتا کہ مین اپنے گھر مین بیٹھا ہون اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مین ایک کانٹا بھی چبھ جائے"، ابو سفیان نے یہ فقرہ سنے تو کہا کہ "محمدؐ کے اصحاب محمدؐ کی جس قدر محبت کرتے ہین مین نے ایسی محبت نہین دیکھی"، لیکن اگر ان لوگون نے بجبر اسلام قبول کیا ہوتا تو نتیجہ بالکل اس کے برعکس نکلتا،

عہد رسالت کے بعد جب دنیا مین مسلمانون کو غلبہ حاصل ہوا اور دوسری قومون کو

لہ یہ عربی نام ہو لیکن صاحب رسالہ کا خیال ہو کہ اسلام لانے کے بعد یہ نام رکھا گیا ہوگا،

اسلام کے فضائل نمایان طور پر نظر آنے لگے تو اسلام اور بھی سرعت کے ساتھ پھیلنے لگا، لیکن اس زمانہ مین بھی کسی قسم کے جبر و اکراہ سے کام نہین لیا گیا، بلکہ خلافت راشدہ کے زمانے سے خلفائے عباسیہ کے زمانے تک اگرچہ کڑوڑون اہل کتاب اسلام کے زیر اقتدار آئے، لیکن کسی اسلامی فاتح نے کسی قوم کو اسلام لانے پر مجبور نہین کیا، بلکہ ان قومون نے مختلف زمانون مین خود بخود بتدریج اسلام قبول کیا، مثلاً مشرق مین ایشیائے وسطی، شام اور مصر کے عیسائی تقریباً تیس برس کی مدت مین تدریج اسلام لائے، اور اون کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ اس وقت مشرقی عیسائیون مین اریوس کا مذہب پھیل گیا تھا، اور اسکندریہ کا یہ پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا قائل نہ تھا اور اون کو خدا کے بجائے صرف ایک پیغمبر کہتا تھا، مسلمان بھی اسی عقیدہ کے ساتھ مشرق مین پھیلے، اور اریوسی مذہب کے عیسائیون کو اس اتحاد عقیدہ کے ساتھ اسلام کے اور فضائل بھی نظر آئے، تو وہ خود بخود مسلمان ہونے لگے، یہان تک کہ نصف صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ چار حصون مین مشرقی عیسائیون کا تین حصہ خود بخود مسلمان ہوگیا،

خراسان اور عام ایرانی ممالک کے باشندے ولید اور سلیمان بن عبد الملک کے زمانے مین مسلمان ہوئے، سندھ اور اوس کے قرب و جوار مین ترکستانی ممالک کے رہنے والے پہلی صدی کی ابتدا مین حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت سے اسلام لائے، اور اون کے سلاطین کے نام عربی رکھے گئے، اسی صدی مین افریقہ کے بربرون نے بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے سیرت و اخلاق کی خبر سنکر اسلام قبول کیا، اور طرابلس اور تونس کے باشندون نے بھی اس مین اون کا ساتھ دیا، اندلس کے مسلمان بھی زیادہ تر مغرب ہی (افریقہ) سے نکل کر وہان آباد ہو گئے تھے، ان مین کچھ لوگ عرب کے قبائل سے بھی تعلق رکھتے تھے، اس بنا پر اندلس مین بھی اسلام اسی سرزمین افریقہ سے پھیلا، غرض مفتوحہ اسلامی ممالک مین اسی طریقہ سے بتدریج اسلام کی اشاعت ہوئی

اور وہ ہمیشہ دنیا کے تمام حصون مین اسی طرح پھیلتا رہا، مثلاً سائبیریا کی آبادی بارہ ملین ہو لیکن اس مین صرف تھوڑی سی تعداد بت پرستون کی ہو، جنکو سلطنت روس نے اسلامی سلطنت کے زوال کے بعد چند مسلمانون کے ساتھ بجبر عیسائی بنالیا ہو، ان کے سوا بقیہ لوگ سب کے سب مسلمان ہین حالانکہ سائبیریا مین کسی اسلامی فاتح کا قدم تک نہین پہونچا ہو،

ایک عجیب بات یہ ہو کہ یورپ کے بعض جغرافیہ نویس چند سائبیرین مسلمانون کے سوا کسی اور مسلمان کا نام نہین لیتے حالانکہ وہ ایک اسلامی ملک ہو، اور تقریباً سات سو برس تک وہان اسلامی سلطنت قائم رہ چکی ہے، اور تقریباً دوہی سو برس سے اوس کا خاتمہ ہوا ہے، قزغین چغتائی اور تاتاری قبائل جو چین کے اطراف مین پھیلے ہوئے ہین، اور جنکی تعداد چینی مسلمانون سے مل کر تقریباً ستر ملین تک پہونچ جاتی ہو، سب کے سب مسلمان ہین، حالانکہ یورپین جغرافیہ نویسون کے نزدیک چینی مسلمانون کی تعداد پندرہ ملین سے زیادہ نہین ہے،

جزائر محیط[1] اور آفریقہ کے سوڈانی باشندے جن کے متعلق تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ان مین تین ثلث مسلمان ہین، اور اب تک اُن مین اسلام نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہو اس کے علاوہ ان مختلف قومون اور ان دور دراز ملکون مین کسی اسلامی فاتح نے قدم تک نہین رکھا ہو اسلیے ان کے اسلام کے متعلق ایک عقلمند آدمی کیا کہہ سکتا ہو؟ کیا یہ لوگ بجبر اسلام لائے ہین! یا اونھون نے بخوشی اسلام قبول کیا ہو؟ بہرحال اس وقت دنیا مین مسلمانون کی تعداد تین سو پچیس ملین ہے[2]، اور یہ کسی دلیل سے نہین ثابت ہوسکتا کہ ان لوگون نے اسلام کو جبراً قبول کیا ہو،

[1] چین مین اسلام پہلی صدی مین ان عربون کے ذریعہ سے پھیلا جو وہان تجارتی اغراض سے آئے تھے، جزائر محیط مین بھی اسلام انھین کے ذریعہ سے پھیلا جو ۴۲۳ھ مین جدید ممالک کے پتہ لگانے کے لیے قشبونہ سے نکلے تھے، شریف ادریسی کے جغرافیہ سے جسکا نام نزہتہ المشتاق ہو معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ جزائر امریکہ تک پہنچ گئے تھے، اور غالباً وہین سے محیط شرقی کی طرف پلٹے، بہرحال یورپین مورخین تک کا یہ خیال ہو، کہ جزائر محیط مین اسلام عربون کے ذریعہ سے پھیلا، [2] یہ اوس صحیح تعداد کے لحاظ سے کہ چین مین مسلمانون کی تعداد ساٹھ ملین ہے،

اربعینات

از مولانا راغب جیلانی بدایونی

ہمارے دوست مولانا راغب بدایونی مشہور خانوادۂ علم سے ہین، اون کے بزرگون کا متروکہ کتبخانہ کسی زمانہ مین نوادر کتب کا عجائب خانہ تھا، مگر افسوس کہ گردش زمانہ سے اوس کا بہت کچھ حصہ کہین سے کہین پہنچ گیا، اور اب بھی اوس مین حدیث ورجال وتاریخ کی کچھ نادر کتابین موجود ہین، مولانا راغب کا علمی ذوق وشوق ہمارے لیے حوصلہ افزا ہے، اور امید ہے کہ وہ اپنے خاندان کے علمی مرتبہ کو اپنی علمی خدمات سے برقرار رکھینگے، آج وہ پہلی دفعہ ہماری بزم مین رونق افروز ہوئے ہین، لیکن اُمید ہے کہ وہ بار بار ہمین اپنی روحانی ملاقات کا شرف بخشا کرینگے،

عشق رسولؐ جب مسلمانون کا ایمان تھا، تو آنحضرت صلعم کی بات بات اور ادا ادا کی تتبع و اتباع پر مٹے ہوئے تھے، آج مجموعۂ کتب حدیث دخیرہ (جسے ہماری بربادی دین وملت خلاصۂ بصائر وعبر کہتی ہے) ہم دیکھتے ہین، اور کثرت تبویب واحادیث مکررہ کا ہجوم سامنے آتا ہے، تو تعجب کرتے ہین، غالباً ہمین معلوم نہین، کہ مجنون حدیث کے مجنون (سلف صالحین) ہمین بھی اپنا سا دیوانہ (مسلمان) جانتے تھے،

غلط ہو یا صحیح مگر تھا اِن بزرگون کا حسن ظن، جس کے سبب آج ہمارے کتاب خانون مین نہ سہی، کتب تاریخ مین حدیث کے دو ایک جزو نہین بلکہ ضخیم مجلدات ہر باب مین مذکور ہین، اگرچہ آہ! آنکھون کے سامنے موجود نہین جوامع وسنن، مسانید ومعاجم، اجزاء امالی اور مشیخات کا نام تم نے سنا ہوگا، اور اون مین سے بعض تبرکات کی زیارت بھی ہوئی ہوگی، اور باعتبار تعداد وروات ثلاثیات، رباعیات، خماسیات، سداسیات، سباعیات، ثمانیات عشاریات کا ذکر بھی (عشاریات سیوطی مین) پڑھا ہوگا، لیکن معلوم ہے کہ باعتبار تعداد حدیث

اربعینیاتؔ کے دفتر کا کیا عالم ہے؟

اختیار عدد اربعین (چالیس حدیثین) و جمع اربعین کا کیا باعث ہی، کہا جاتا ہی یہ حدیث اس کا باعث ہی

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ یوم القیمۃ فی زمرۃ العلماء والفقہاء، — جس نے ہماری امت کے لئے چالیس حدیثین محفوظ کرلین اسکا حشر علماء اور فقہاء کے زمرہ مین ہوگا،

مگر یہ حدیث تو صحیح نہین، اگرچہ کثرت طرق اور تعدد روایات کی حیثیت سے بہت مشہور ہی، لیکن ان مین ایک طریقہ بھی محفوظ نہین، ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" مین ہر طریقہ پر نظر کی ہے، ورنا قدین حدیث کے اقوال سے ثابت کیا ہی کہ کوئی طریقہ ایسا نہین جس مین کوئی کذاب، وضاع، متروک الحدیث نہو" دیل الغمام" مین قاضی شوکانی نے اس حدیث پر بسیط تقریر کی ہی، اور ایک فقرہ قابل ذکر ہے، ان کل طرایق منھا مظلمۃ محشوۃ بالضعفاء والکذابین والوضاعین فہی ظلمات بعضھا فوق بعض،

پھر لکھا ہی کہ "فضائل مین ضعیف پر عمل کا اصول ہی صحیح نہین، پھر یہ حدیث تو ثابت ہی نہین، تعدد طرق وروات کا اعتبار کیا، ایک کذاب سے کیا یہ ممکن نہین، کہ ایک جھوٹ کے لئے اس پر جھوٹ جوڑ دے،،

جب اس حدیث کا یہ حال ہی تو یقین نہین ہوتا کہ علماء و فقہاء نے جان بوجھ کر سند علم و فقہ کی طمع بیجا مین اس قدر جدوجہد کی ہو، ممکن ہے بعض بزرگون کو طرق حدیث کی کثرت نے دھوکے مین ڈال دیا ہو، مگر ہمین تو اربعینیات کی یہ کثرت دیکھکر معلوم ہوتا ہی کہ اس حدیث سے زیادہ تدوین حدیث کے عشق و جذبۂ مسابقت اور سبقت الی الخیر کے ولولے نے ان کو اربعینیات کی تالیف پر آمادہ کیا ہی،

پہلی اربعین امام نووی اور ابن جوزی کی تصریح کے مطابق مجاہد اعظم حضرت عبداللہ بن مبارک المروزی المتوفی سنہ ۱۸۱ھ نے تالیف کی، اوس کے بعد عبداللہ بن اسلم الطوسی المتوفی سنہ ۲۴۲ھ، احمد بن حریب

۱؎ اربعینیات اس مجموعۂ احادیث کو کہتے ہین جس مین چالیس حدیثین کسی مناسبت سے یکجا کی جائین، ۲؎ فقیر کے کتبخانہ مین اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہی، فالحمد للہ علی ذالک،

النیشاپوری المتوفی ۲۳۷ھ، امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ، ابو محمد بن الحسن بن سفیان المتوفی ۳۰۳ھ ابوبکر بن علی، اور حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ وغیرہ کی ہیں،

محدثین نے **اربعینیات** مختلف مقاصد کو پیش نظر رکھکر جمع کی ہین، کسی نے اصول مین کسی نے فروع مین کسی نے دونون مین، احادیث جمع کی ہین، حافظ ابن عساکر دمشقی نے فضائل جہاد مین اربعین لکھی[1] علامہ ابن حجر مکی المتوفی ۹۷۳ھ نے عدل و عادل کے باب مین چالیس حدیثین جمع کین، اور کتاب سلطان سلیمان خان اعظم (عثمانی) کی خدمت مین ہدیۃً پیش کی، اور علامہ طاشکبری زادہ احمد ابن مصطفی الرومی المتوفی ۹۶۸ھ[2] نے آنحضرت صلعم کے مطایبات اور مزاح کی روایتون کی اربعین تالیف کی، کیا سبب تالیف اسکے سوا اور کچھ تھا، کہ ترک مجاہدین کو بتایا جائے کہ دشمنون سے لڑنا اگر فرض ہے تو دوستون سے ہنسنا بھی جائز ہے،

اربعینیات مین سب سے زیادہ صحیح اور مشہور اربعین حضرت امام محی الدین یحیی ابن شرف (امام نووی) المتوفی ۶۷۶ھ کی ہے جس کی علماء نے بکثرت شرحین لکھین، اور بعض شارحین نے خود بھی اربعین تالیف کی مثلاً ملا علی قاری نے نووی کی اربعین کی دو شرحین لکھین، اور خود بھی اربعین جمع کی، ہمارے شعراء تعجب کرین گے، کہ مؤلفین اربعین ہی نہین شراح "اربعین" مین مولانا عبدالرحمن **جامی** بھی ہین، انھون نے ہر حدیث کا ایک قطعہ فارسی مین ترجمہ اور شرح کی ہے، حدیث کفی بالموت واعظاً، کی شرح مین لکھتے ہین:-

چند گیری بمجلس واعظ　　　پای منبر پئے گرفتن پند

وعظ تو بس بمرگ ہمسایہ　　　نوحۂ نوحہ گو بیانگ بلند

حدیث لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، کا ترجمہ سنئے،

ہر کسے را لقب مکن مومن　　　گرچہ از سعی جان و تن کاہد

[1] العلل المتناہیہ جلد اول و اربعین نووی، [2] کشف الظنون، نواب صدیق حسن خان مرحوم نے اتحاف مین سہواً طاشکبری زادہ کا سنہ وفات ۹۶۲ لکھدیا ہے، حالانکہ طاشکبری زادہ نے ۹۶۵ھ مین تو الشقائق النعمانیہ تصنیف کی ہے، دیکھو کشف الظنون بعد خود الشقائق،

تانخواہد برادر خود را   انچہ از بہر خویشتن خواہد

خاتمہ پر لکھتے ہین[1]:-

اربعینہائے سالکان جامی   ہست بہر وصول صدر قبول

بنود از فضل حق عجیب وغریب   کہ بدین اربعین رسی بوصول

بعض علمار نے اربعین کے عدد سے غیر معمولی **شغف** کا اظہار کیا ہی، علامہ ابی طاہر سلفی اصفہانی المتوفی ۵۷۶ھ نے چالیس حدیثین، چالیس شیوخ سے، چالیس شہرون مین جمع کین، اسکو اربعین بلدانیہ کہتے ہین، حافظ ابن عساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اوس پر اور بھی جدت کی، کہ روایت مین چالیس صحابیون کا بھی التزام کیا،

ہندوستانی علمار مین مسند الوقت حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم، مولوی عبد الباسط قنوجی، مولوی اولاد حسن قنوجی، اور یورپی علمار نے تالیف اربعین مین حصہ لیا ہی،

نواب صدیق حسن مرحوم کی دو اربعین تالیف ہین، ایک مین احادیث متواترہ کا اہتمام ہی ان صحاح وضعاف کے علاوہ بعض اربعین دجالون اور کذابون نے بھی وضع کی ہین، جن مین اربعین ابن ودعان المتوفی ۴۹۴ھ اپنی جامع وضاع کی طرح مشہور ہے، اربعینیات کا مفصل بیان **کشف الظنون**، بستان المحدثین اور اتحاف وغیرہ مین مذکور ہے،

اہل سنت کے علاوہ اور فرق اسلامیہ مین، شیعہ علمار نے جو اربعینیات جمع کی ہین ان مین ایک اسوقت ہمارے پیش نظر ہی، یہ علامہ بہار الدین عاملی کی تصنیف ہی، ہمارے متصوفین، انھین **کشکول** کے مصنف کی حیثیت سے جانتے ہین، علامہ بہار الدین گیارہوین صدی کے آخر مین مذہب امامیہ کے بڑے عالم گذرے ہین، اونھون نے اپنے استاد سے چالیس حدیثین جمع کین ہین، اور ہر حدیث کی نہایت مبسوط محققانہ شرح کی ہے، شرح سے اجتہاد فکر و نظر ظاہر ہی (فقیر کے کتاب خانہ مین خود اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ نسخہ موجود ہی) خاتمہ

---

[1] اتحاف النبلار، [2] دیکھو تذکرۃ الموضوعات ابن طاہر مقدسی،

کتاب پر لکھتے ہیں۔ قد وقع الفراغ من مشقہ (ضحوۃ یوم الاثنین فی ...... علی ید مولفہ الفقیر الحقیر الی الغنی محمد المشتہر ببہاء الدین العاملی ...... بمحروسۃ اصفہان ۱۰۰۰ھ

شروع یون ہے ان احسن حدیث تحلی اللسان بجواہر حقائقہ وخیر خبر یحلی الانسان، فی زواہر حدائقہ حمد اللہ سبحانہ،

(سبب تالیف) ان اعظم المطالب والمفاخر بعد الایمان باللہ والیوم الآخر ھو ما یتوصل بہ الی السعادۃ الابدیۃ وتخلص بہ من الشقاوۃ السرمدیۃ ...... وما ھو الا الاقتداء بالملۃ النبویۃ والاقتفاء للسنۃ المحمدیۃ علی الصادع بہا من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا وذالک لا یستتب الا بنقل الحدیث وروایتہ ...... ودرایۃ۔ وصرف الایام فی مدارستہ وافناء الاعوام فی ممارستہ فطوبی لمن وجہ الیہ ہمہ وبیص علیہ امتہ وجعل شعارہ ودثارہ وصرف فیہ لیلہ ونہارہ (۱)

ھذہ اربعون حدیثا من طرق اھل بیت النبوۃ والولایۃ،

مصنف تحقیق رجال نہیں کرتا، کہتا ہے کہ اس کی ضرورت یون بھی نہیں کہ کتاب مین اکثر احادیث سنن آداب مین ہین، اور حدیث "من سمع شیئاً من الثواب" مشہور ہے، یہ حدیث کتاب کی اکتیسوین حدیث ہے، اس پر شارح نے مفصل تبصرہ کیا ہے کہ فضائل اعمال مین ضعیف حدیث قابل اعتبار و احتجاج ہے یا نہین،

پہلی حدیث کے سلسلۂ اسناد مین ایک ایک سلسلہ کی کئی کئی تحویل دکھائی ہین، اور جائے تحویل سے اوسے ظاہر کیا ہے، محمد ابن مکی شہید امامیہ سے آگے سلسلہ مین قطب الدین رازی مذکور ہین، جو اپنے شیخ ابن مطہر حلی سے راوی ہین، حاشیہ پر قطب الدین کے متعلق لکھا ہے،

۱؎ ہم مصنف کی طرف سے آج کل کے سنی و شیعہ نقہاے اسکے (قولی نہیں) فعلی ترجمہ کی امید کرتے ہین، آہ! کتنے ہین جن کا اوڑھنا بچھونا، کتب جدل و خلاف ہین، اور کتنے ہین جنھون نے آنکھ کھولکر حقیقت حدیث کا نظارہ کیا ہے

المراد به صاحب شرح المطالع والمحاکمات وغیرہ وکان ... من اکابر علماء الامامیۃ وقرع کتاب قواعد الاحکام علی مصنفہ العلامۃ الحلی ..... لہ علی ذلک الکتاب حواشی جیدۃ وھی موجودۃ عندی .... وھو ... من اولاد الشیخ الاعظم الصدوق محمد بن بابویہ

(پہلی حدیث) من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً	جس نے میری امت پر چالیس ایسی حدیثین جمع کین جن کی
مما یحتاجون الیہ فی امور دینھم بعثہ اللہ	اون کو اور اون کے مذہبی معاملات مین ضرورت ہو تو قیامت
عزوجل یوم القیمۃ فقیھا عالما ۔	کے دن خدا اوس کو فقیہ عالم بناکر اوٹھائیگا،

(شرح) "حفظ" سے دل مین محفوظ رکھنا مراد ہے، جیسا کہ سلف کا قاعدہ تھا، نہ کہ کتابون مین درج کرنا بعض علماء نے حفظ روایت بغیر احتجاج واستدلال سے منع کیا ہو، کہاجاتا ہو کہ تدوین کتب حدیث دوسری صدی کے متفقات مین ہو، "حدیث" کی تعریف مین کہتے ہین کلام خاص عن النبی اوالامام اوالصحابی اوالتابعی ومن یحذو حذوہ یحکی قولھم اوفعلھم اوتقریرھم، حاشیہ پر صحابی کی تعریف مین لکھتا ہے من لقی النبی مسلماً من غیر حجاب لقاءً عادیاً یقظۃً وکان لقاؤہ للنبی حیًا، پر قیدؔ لقاء عادی" کی تصریح کی ہے، لیدخل ابن ام مکتوم وامثالہ من العمیان ، تبصرہ حدیث مین لکھتا ہے "جزا کا ترتب محض الفاظ حدیث کے یاد کرلینے پر ہے، معرفت معنی شرط نہین، کیا دور ہے کہ محض الفاظ کے یاد کرلینے سے کوئی زمرۂ علماء مین محشور ہو کہ من تشبہ بقوم فھو منھم مگر ترجمۂ حدیث کے حفظ سے یہ بات نہین ہوسکتی کہ قرآن کا ترجمہ قرآن نہین، اور بے وضو کے اوس کا چھونا جائز ہے،

(آٹھوین حدیث کی شرح مین لکھتے ہین) علمائے اسلام اس مسئلہ کی تاویل مین کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائینگے مختلف الرائے ہین، بعض کا خیال ہو کہ یہ عدل انصاف سے کنایہ ہے، بعضون کی رائے ہو کہ تولنے سے حقیقی تولنا مراد ہو، جو لوگ اس کے مجازی معنی لیتے ہین اون کا استدلال یہ ہو کہ اعراض کا وزن خلاف عقل ہو، لیکن جمہور کا مذہب یہی ہو کہ وزن سے حقیقی وزن مراد ہو، کیونکہ قرآن وحدیث مین اوس کی نصت

وثقل کا وصف مذکور ہی، ایک اور جگہ لکھتے ہین کہ حق یہی ہو کہ وزن سے نفس اعمال کا وزن مراد ہی نہ کہ صحائف ونامۂ اعمال کا، پھر خواص اہل تحقیق کی طرف سے ایک تقریر کی ہو کہ اس مین کوئی استبعاد عقلی نہین کہ ایک شی کسی عالم مین عرض ہو اور کہین جوہر، دیکھو کسی چیز کو خارج مین دیکھتے ہو، خاص لباس تعین اور وضع وہیئت مین ہو مگر حس مشترک مین وہی چیز کیا ہو جاتی ہی، علم بیان ایک کیفیت ہی لیکن خواب مین دودھ کی شکل مین نظر آتا ہی، پس ظاہر ہو کہ صور تونکا اختلاف اختلاف نہین حقیقت ایک ہی ہی، ہر جگہ نئی تجلی اور ہر مقام پر اوسکا خاص لباس اور مختلف نام ہی،

(بارھوین حدیث) مسعدہ ابن صدقہ حضرت صادق سے راوی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا، اللہ اوس مومن ضعیف سے بغض رکھتا ہی جسکا کوئی دین نہو، کہا گیا، یا رسول اللہ ایسا مومن کون ہو جس کا دین نہین، آپ نے فرمایا وہ جو برائی سے نہین روکتا، مسعدہ نے حضرت صادق سے پوچھا کیا امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب افراد امت پر واجب ہی؟ آپ نے کہا نہین، قوی، مطاع، عالم معروف ومنکر پر واجب ہی، نہ ضعیف پر کہ وہ خود راہ ہدایت نہین جانتا، پھر آپ نے آیۂ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر سے استدلال کیا، کہ یہ خاص ہی، عام نہین، کما قال تعالیٰ۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون (شرح) معروف سے فعل حسن اور منکر سے حرام قبیح مراد ہی، علمائے امامیہ کا اس باب مین اختلاف ہو کہ امر بالمعروف فرض عینی ہی، یا کفائی، قدما مین شیخ الطائفہ، محقق، ابن ادریس، اور متاخرین مین شیخ شہید وصاحب شرح ارشاد ومحقق شیخ علی، فرض عینی کے قائل ہین، اور سید مرتضیٰ علم الہدے ابو الصلاح، علامہ اور متاخرین مین شہید ثانی وغیرہ کفائی جانتے ہین، اس کے بعد شارح نے ایک بسیط تقریر کی ہی، پہلے مقام نزاع متعین کیا ہی، مثلاً ایک شہر مین ایک شخص تارک الصلوۃ اور شراب خوار ہی، اور دس شخص ایسے ہین جو اپنے امر ونہی کی تاثیر کا یقین رکھتے ہین، اب اون مین ایک نے امر ونہی شروع کی پس قبل حصول اثر اوباقی نو شخصون سے وجوب امر ونہی ساقط ہو گا یا انھین بھی اوس ایک کے ساتھ شریک کار

ہونا چاہئے کہ اثر حاصل، اور غرض پوری ہو، وجوب عینی کے قائلین کا استدلال آغاز حدیث (رسول) سے ہے،
کہ ظاہر حدیث وجوب کو ثابت کرتا ہے، اور دوسری احادیث بھی اس کی مؤید موجود ہین، جیسا کہ امیر المومنین سے
مروی ہے، من ترك انكار المنكر بقلبه و يده و لسانه فهو ميت فى الاحياء جس نے زبان ہاتھ اور دل سے
برائی کا انکار چھوڑا وہ گویا زندون مین مردون کے برابر ہے،

حضرت صادق سے ایک روایت مین ہے، انه قال لاصحابه انه قد حق لى ان آخذ البرى
منكم بالسقيم وكيف لا يحق لى ذلك وانتم يبلغكم عن الرجل منكم القبيح فلا تنكرونه عليه و
لا تهجرونه ولا تؤذونه حتى يترك، اس کی مثل اور بھی احادیث ہین، وجوب کفائی کے قائلین کا
استدلال آیۂ کریمہ اور امام کی اس حدیث کے آخری حصہ سے ہے،

شارح کہتا ہے، کہ آیۂ کریمہ و حدیث صرف اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ ان افراد امت پر جن مین
شرائط پورے نہین پائے جاتے، امر ونہی واجب نہین، اوس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ بعض کے ادا کرنے سے
دوسرے جامع الشرائط پر وجوب نہین رہتا، وجوب کی شرطین اگر کسی مین پوری نہین اس سے وجوب ساقط
ہوگا نہ وجوب کفائی ثابت جیسا کہ فریضۂ حج ہے، ایک کے ادا کرنے کے سبب دوسرے سے کیون کر ساقط ہوجائیگا
پھر کہتے ہین، علامہ نے تذکرہ مین وجوب کفائی پر یون استدلال کیا ہے کہ امر ونہی سے غرض وقوع معروف
اور ارتفاع منکر ہے، اگر یہ بات ایک شخص کے سبب حاصل ہوگئی تو دوسرون کی کوشش عبث ہے، مگر یہ دیکھنے
کی بات ہے، کہ حصول غرض سے علامہ کا کیا مطلب ہے حصول فعلی، یعنی واقعی اچھائی کا واقع ہونا اور برائی
کا دور ہو جانا، تو یہ بحث سے خارج ہے، اس مین تو نزاع ہی نہین، حصول بالقوہ، تو اس پر منع علامہ کی
تنقید صحیح ہے، امر ونہی کے شرائط کو ذکر کیا ہے کہ چار ہین، اول شخص کو امر ونہی کا علم اور منکر و معروف کی
تمیز ہو، دوم مرتکب اصرار بانی ہو، وہ اس پر بشدت قائم رہے، تیسرے امر ونہی کے با اثر ہونے کے متعلق اس کا خیال
ہو، کسی قسم کے ملی و مالی اور عزت و آبرو کے نقصان کے خطرہ کی طرف توجہ نہو، پھر کہتے ہین کہ یہ چیاسوان

شرطین زبان اور ہاتھ سے احتساب کے لئے ہین، لیکن انکار قلبی کے واسطے ان کا وجود مشروط نہین، ہان پہلی بات اوس کے لئے یہ ہے کہ وجوب ترک، تحریم فعل اور عدم رضا کے اعتقاد کا دل مین جوش ہو، دوسری یہ کہ مرتکب معصیت کے ساتھ بغض وغصہ ہو کہ یہی بغض فی اللہ ہے، تیسری یہ کہ عملاً اظہار کراہیت ہو، (اگرچہ زبانی نہ ہو) مثلاً یہ کہ پاس بیٹھنا، اوٹھنا، اور بات چیت کا ترک کرنا، چوتھی یہ کہ جس طرح ہو انکار قلبی قائم ہو، یہ شرائط اربعۂ علمائے مذہب کے کتب سے ثابت ہین، لیکن بعض علمار نے ایک پانچوین شرط اور لکھی ہے کہ آمر و ناہی خود عادل ہو (یعنی خود بھی وہ اپنے امر ونہی پر عامل ہو) کہ آیۂ کریمہ اتامرون الناس... اور.. کبر مقتاً عند اللہ اور حدیث اسری (متضمن عذاب خطبار) اس پر شاہد ہے، اس پانچوین شرط کے متعلق وہ کہتے ہین کہ حق یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے عدالت ہرگز شرط نہین، (۱) دیکھو ایک کار حرام کا کرنے والا غیر شخص کو وہی بات کرتے دیکھتا ہے، اُس پر دو باتین واجب ہوتی ہین، ترک و انکار، اب ایک کے ترک سے دوسرے کا وجوب کیون ساقط ہو جائیگا۔ (۲) وہ احادیث جن سے اس فعل کا واجب ہونا ثابت ہے وہ عادل وفاسق دونون کو شامل ہین (۳) آیت کریمہ مین کہنے اور حکم دینے کے خلاف خود عمل کرنے پر زجر و توبیخ ہے اور غضب کا اظہار ہے، نہ یہ کہ جس امر خیر پر اوسکا عمل نہو اوسکا دوسرون کو حکم دینے یا جس فعل بد کا وہ مرتکب ہو دوسرون کو باز رکھنے سے ممانعت نہین ہے، (۴) وہ گناہ صغائر جو احیاناً سرزد ہو جائین وہ تمہارے نزدیک عدالت کے مخل نہین اور ایسے شخص کو امر بالمعروف کرنا جائز ہے، یہ تم بھی مانتے ہو، حالانکہ ہماری تفسیر کے مطابق یہ بھی اس آیۂ کریمہ کے ماتحت صحیح نہین، پس اب جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا ہوگا، (۵) اگر تمہاری بات مان لیجائے تو چاہیئے کہ معصوم کے سوا کسی پر امر ونہی واجب نہو، یا صرف اس شخص پر ہو جس نے توبہ یا بلوغ کے بعد سے کوئی گناہ نہین کیا ہے، تو اس صورت مین تو احتساب ونصیحت کا دروازہ ہی بند ہو جائیگا،

(تیرہوین حدیث کی شرح مین) یہ بحث ہے کہ حرام، رزق نہین ہو سکتا، معتزلہ نے اُس پر آیۂ "ومما رزقناهم ينفقون" سے استدلال کیا، شارح نے ابوجعفر طوسی کی تفسیر تبیان سے نقل کیا ہے کہ اوس آیت سے

ثابت ہو کہ حرام، رزق نہین، کہ خدا نے خرچ کرنے والون کی مدح فرمائی ہے، اور مال حرام کا خرچ کرنا موجب مدح نہین ہو سکتا،

(پندرھوین حدیث)، کہ علی بن حمزہ راوی ہین، کہ اون کے ایک جوان دوست نے حضرت صادق سے عرض کیا کہ مین اِس قوم (بنو امیہ) کے دفتر مین منشی ہون، مین نے اون کی دنیا سے بڑا فائدہ اوٹھایا، بہت مال جمع کیا، حرام و شبہات سے مطلق پرہیز نہین کیا، حضرت صادق نے فرمایا،

لولا ان بنی امیہ وجدوا من یکتب لھم و	اگر بنو امیہ کو ایسے لوگ نہ ملتے جو اون کے دفتر مین کام کرین
یجبی لھم الفیٔ و یقاتل عنھم و یشھد	اور اون کے لیے مال وصول کرین اور اون کی طرف سے لڑین
جماعتھم لما سلبوا حقنا۔ لو ترکھم	اور اون کی جماعتون مین حاضر ہون، تو وہ ہرگز ہمارا حق
الناس وما فی ایدیھم ما وجدوا شیئا	نہ لے سکتے، اور اگر لوگ اونھین اور اون کے پاس جو کچھ
الا ما وقع فی ایدیھم ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔	ہے ترک کر دیتے تو بنو امیہ کے جو ہاتھ آگیا اوس کے سوا اونھین
۔۔ ۔۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔	کچھ نہ ملتا،

جوان نے کہا "حضرت! اب میرے بچاؤ کی کیا صورت"؟ آپ نے فرمایا "مین بتاؤن، کروگے؟ اچھا جو کچھ اون کی ملازمت مین کمایا، سب چھوڑ دو، جن جن کا مال لیا ہو اگر جانتے ہو تو اونھین واپس کر دو، اور نہین جانتے تو خیرات کر دو، اللہ کے یہان مین تمھارے لیے جنت کا ضامن ہون" علی بن حمزہ کہتا ہے کہ وہ جوان ہمارے ساتھ کوفہ گیا، اور اوس نے سارا بھرا پُرا گھر لُٹا دیا، یہان تک کہ بدن پر چیتھڑا اٹکا رہا، ہم نے چندہ کرکے کپڑے مول لے دیے، اور اوس کے خرچ کا انتظام کیا، تھوڑے دن گذرے وہ جوان سخت بیمار ہوا، ہم عیادت کو گئے تو نزع کی حالت تھی، مگر آنکھین کھولدین، اور یہ کہکر "اے علی تیرے دوست نے اپنا وعدہ وفا کر دیا"، جان دے دی، علی کہتا ہے کہ جب حضرت صادق کی خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا "ہم نے جو تمھارے دوست سے وعدہ کیا تھا پورا کر دیا"، مین نے عرض کیا

آپ کے قربان، آپ سچ فرماتے ہین، یہی اوس نے مجھ سے مرتے وقت کہا تھا" کیا حضرت نے اس حدیث مین عدم موالات کا ادنیٰ نقشہ نہین کھینچ دیا ہے، شارح نے اس کی شرح مین جو کچھ کہا ہو آج وہ حضرات شیعہ کے سننے کے قابل ہے، کہتا ہے کہ "کلام بنی امیہ سے یہ ستفاد ہوتا ہے کہ ظالمون کی اعانت قطعی حرام ہے، اگرچہ مباح کام ہی مین کیون نہ ہو، کہ حضرت صادق نے ظالمین کی جماعت مین حاضر ہونے تک کی مذمت فرمائی ہو، اور اس کی تائید مین اور احادیث بھی موجود ہین،

شیخ نے ابن یعفور سے روایت کی ہے کہ حضرت صادق سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نہایت تنگی و سختی مین مبتلا ہے، اوسے نہر کھودنے اور گھر بنانے کے لیے مزدوری ملتی ہو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار قیامت کے دن آگ کی قناتون مین اوس وقت تک رہینگے کہ اللہ بندون کا انصاف کرے"،

صحیح مین یونس بن یعقوب سے مروی ہو قال قال لی ابو عبد اللہ لا تعنهم علی بناء المسجد یعنی "مسجد بنانے مین بھی ظالمون کی مدد نہ کر"

ابن بابویہ نے بطریق حسن ابن زید عن صادق عن آبائہ روایت کی ہو،

قال قال رسول اللہ من علق سوطا بین یدی سلطان جائر جعل اللہ ذلک السوط یوم القیٰمۃ ثعبانا من نار طولہ سبعون ذراعا سلط اللہ	یعنی	جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کے سامنے کوڑا لٹکایا تو وہ کوڑا قیامت کے دن آگ کا سانپ بن جائیگا، جس کا طول ستر ہاتھ ہوگا، اور جو اوس پر دوزخ مین مسلط کیا جائیگا،

اس معنی کی اور عام حدیثین ہین جن سے حرام ہی نہین مباح بلکہ مندوب کاموں تک مین ظالمون کی اعانت حرام ثابت ہوتی ہے،

اس کے علاوہ آیۂ

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار — ظالمون کی طرف میلان نکرو ورنہ آتش دوزخ تم کو چھوئیگی،

سے بھی یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہو، بعض فقہائے امامیہ کے نزدیک مباح امور مین اعانت حرام نہین، شارح

کہتا ہو اگر یہ تفصیل اجمالی ہو تو خیر، ورنہ محلِ نظر ہو، کہ اس کے خلاف مین متعدد نصوص موجود ہین، پھر اس صورت مین (۱) ظالمین کی تخصیص کے کیا معنی، حرام کام مین ہر شخص کی اعانت حرام ہو اور فعل حرام تو فی نفسہ خود حرام ہو، اعانت کے لیے ہو یا غیر اعانت کے واسطے پھر کہتا ہو، تعجب ہے علامہ نے تذکرہ مین اعانت حرام کی تخصیص کی اور روایات گذشتہ استدلال کیا ہو، وہ اون کے مدعا کے قطعاً خلاف ہین،

بعض اکابر فقہا سے منقول ہو کہ کسی نے پوچھا کہ "مین بادشاہ کے کپڑے سیتا ہون، کیا مین ظالمون کے مددگارون مین داخل ہون"، اونھون نے کہا کہ "ظالمین کے مددگارون مین تو وہ شخص بھی داخل ہو جو تجھے سوئی ڈورا اوٹھا کر دے" پھر کہتے ہین اس حد تک احتراز بہت مشکل ہو، خدا ہمین تمھین سب کو بچاوے،

(بیسوین حدیث کی شرح مین) تقلید کی مذمت مین مفصل کلام کیا ہو، تذکرہ مین متعلق عذاب قبر و دوزخ و کیفیت بعث وغیرہ جو بات لکھی وہ رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ کے ناظرین کی دلچسپی کے قابل ہے، اختلاف عقائد کی تفصیل سے پیدا ہوتا ہے، ایک مسلمان کی نجات کے لیے تصدیق اجمالی کافی ہو،

غرض علامۂ عاملی نے اسی طرح ہر حدیث کی شرح کی اور شرح مین نحوی، لغوی، ادبی، معقولی منقولی، ہر پہلو پر بحث ہو، ہر جگہ مجتہدانہ انداز ہو، بیچارے علامہ حلی کی بُری طرح خبر لی ہے، اشاعرہ اور معتزلہ کا جہان کہین اختلاف آپڑا ہو تو اکثر معتزلہ کی بیجا جانب داری کی ہو اور ہر جگہ اشاعرہ کو اپنا مخالف لکھا ہو، اگرچہ استدلال مین اکثر نمایان کمزوریان ہین، مگر چونکہ فقیر کا مقصد مناظرہ نہین، اسی لئے ذاتی اظہار رائے سے حتی الامکان احتیاط کی ہے،

ساری کتاب یکسان خط نسخ مین ہو، جو آٹھوین صدی کی شان رکھتا ہو، اگر حاشیہ پر قدیم ایرانی نستعلیق مین کہین مزید تفصیل اور کہین لغات کے معنی لکھے ہین، اور کہین غلطی کی اصلاح کی ہو، کہین کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، تو حاشیہ پر اوس کو لکھ دیا ہو، کہین حسب موقع فارسی کے اشعار بھی لکھے ہین، مثلاً بیسوین حدیث کی شرح مین

---

(۱) ایڈیٹر معارف کا وہ قابل دید رسالہ جس مین زندہ اہل سنت کے عقائد، علم کلام لوبحث تطبیق عقل و نقل کے متعلق سلف اصالحین کا طریقہ لکھا ہو،

ایک جگہ آیۂ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ کے حاشیہ پر یہ شعر لکھا ہے،

اے ہوا ہاے تو ندا انگیز | اے خدا ہاے تو خدا آزار

ستّرھوین حدیث (حضرت رضا، مامون کے جواب دسوال متعلق عصمت انبیار) کی شرح مین لکھتے ہین کہ

حضرت یونسؑ کو مچھلی کا نگل جانا معراج تھا، جیسا کہ حدیث مین آیا ہے وقد نظمہ العارف الرومی فی

المثنوی پیر حاشیہ پر مثنوی کے یہ تین شعر لکھے ہین،

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا | نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا

آن من بر چرخ آن او نشیب | زانکہ قربِ حق برونست از حسیب

قرب نہ بالا و پستی رفتن است | قربِ حق از حبسِ ہستی رستن است

---

(۲) نفسیاتِ ترغیب

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دارالمعلمین حیدرآباد دکن

ترغیب مین ذہنی" کا عمل

اب تک ہم نے عملِ ترغیب مین جذبہ کے وجود سے بحث کی ہے، لیکن عنصر جذبی کا وجود عنصر ذہنی کے عدم وجود کو مستلزم نہین ہے، اور یہ قیاس کرنا کہ عملِ ترغیب مین کسی ذہنی عنصر کا وجود نہین ہوتا، غلطی ہوگی، ہم بتا چکے ہین کہ ترغیب کے فیصلات مظہر رضامندی یا ناراضی ہوتے ہین، یہ کہنا ہی کسی نہ کسی ذہنی عنصر کی موجودگی کا پتہ دیتا ہے، آئندہ سطور مین ترغیب کے اس دوسرے ترکیبی جزو یعنی عنصر ذہنی سے بحث کیجائیگی، سردست اس کے وجود کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے،

مذہبی واعظون کی ترغیب مین "موجودہ لامذہبی" و بدکرداری، کی درستی کی طرف اشارہ ہوتا ہے، تارک موالات کی ترغیب مین (بقول ان کے) "ہندوستان کی موجودہ غلامی اور مفلسی"، کا تصور موجود ہوتا ہے، تارک منشیات کی ترغیب مین شراب کے مضر اثرات اور موجودہ تباہ حالت کی تصویر موجود ہوتی ہے، غرضکہ ہر خواہش یا اعتقاد مین جس سے عملِ ترغیب کا آغاز ہوتا ہے کسی موجودہ صورت حالات کا ذہنی تصور لازمات سے ہے، جس کو کہ فاعل، اپنی ترغیب کے ذریعہ سے بدلوانا چاہتا ہے، اگر یہ ذہنی تصور واضح اور روشن ہے، تو ترغیب بھی واضح، اور مؤثر ہوگی، برخلاف اس کے اگر ترغیب دینے والے کے ذہن مین موجودہ حالت کا تصور مبہم اور گنجلک ہے تو اسکی ترغیب بھی اسی اعتبار سے مبہم اور پیچیدہ ہوگی، گویا کہ ترغیب کی کامیابی کا انحصار، صورت حالات، کے ذہنی تصور کے صاف و واضح ہونے پر ہوتی ہے، یعنی کامیاب ترغیب ہو یا ناکامیاب، اس عنصر ذہنی کا پایا جانا ضروری ہے، کیا ایک ایسے شخص کی ترغیب، جس کے ذہن مین بائسکوپ یا اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مضر اثرات کا تصور تک نہین ہے، تم کو بائسکوپ دیکھنے سے روک سکتی ہے؟ یا ایک ایسے تنگ نظر

کی ترغیب جس نے محض ایک شب تعیش دیکھ کر اس کو مذموم اور مخرب اخلاق قرار دے دیا ہو، واضح اور مفصل ہوسکتی ہی؟ ہمارا خیال ہی کہ اس کی ترغیب کو کامیابی نصیب نہین ہوسکتی، اور اگر اس کی ترغیب موثر ہو بھی تب بھی محض ان اصحاب کے لئے ہوگی جو پہلے سے اس مبلغ کے ہم خیال ہین اور اس کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے ہین،

ذاتی ترغیب مین عنصر ذہنی کا وجود "درک حالات" کی صورت مین ہوتا ہی، دوسرون کو جو ترغیب دیجاتی ہی اس مین وہی کام "طرز بیان" یا "گفتگو" سے لیا جاتا ہی، اس سے تو شاید کوئی انکار نہین کرسکتا کہ "طرز بیان" مین یا "گفتگو" مین عنصر ذہنی کی موجودگی لازمی ہی "بیان" کا ترغیب مین ایک اہم حصہ ہی، اس کے کرشمے عدالتون مین خاص طور پر دیکھنے مین آتے ہین، وکلا کا بیان ترغیب کا ایک زبردست آلہ ہی، جو خوبیان کسی قابل وکیل کے، بیان مین پائی جاتی ہین، وہ جامعیت، صحت، تناسب، تسلسل واقعات، اور رابطۂ خیالات ہین، ایک فاضل ایڈوکیٹ اپنی ترغیب مین اس بات کا خیال رکھتا ہی کہ مقدمہ کے تمام اہم واقعات بیان کردئے جائین، کسی ضروری واقعہ کا اختصار بعض اوقات ناکامی کا باعث ہوتا ہی، پھر واقعات کی تفصیل کا ہونا بھی ضروری ہے، ظاہر ہی کہ مقدمات جرائم مین جب تک کہ واقعات کا بیان بلحاظ موقع و وقت واردات، بلا کم و کاست نہ کیا جائے، اندیشہ ہی کہ استدلال ناقابل قبول ہو اور مقدمہ کا فیصلہ مخالف ہو، مختلف واقعات مین صحیح تناسب کا لحاظ بھی ضروری ہی، اہم واقعات پر زور دیا ہوتا ہی، بیان مین ترتیب و تواتر کا خاص خیال رکھا جاتا ہی، اب غور کرو تو یہ سب باتین فی الحقیقت صفات ذہن سے متعلق ہین اور ہر عمل ترغیب مین ان کا کم و بیش وجود ہوتا ہی، پس معلوم ہوا کہ ہر ایسی ترغیب مین جو حقیقی معنون مین ترغیب کہی جاسکے جامعیت مضمون، توازن واقعات، صحت بیان، اور کسی صورت حالات کو اپنے (ترغیب ذاتی مین) یا دوسرون کے سامنے تسلسل و ربط کے

ساتھ پیش کرنے کی قابلیت کا ہونا لازمی ہے، اس سے عنصر ذہنی کی ترغیب مین موجودگی، لازماً ثابت ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا صورتون کے علاوہ یہ عنصر ذہنی کبھی ارتباطات کی شکل مین بھی ظاہر ہوتا ہے، یہ اوس وقت ہوتا ہے جب ہماری تکمیلِ مقصد کی دو صورتین ہون، اور ایک کا انتخاب کیا جائے، مثل کے طور پر فرض کرو کہ میری صحت خراب ہوتی جارہی ہے، مین اُسکی ترقی کی کوشش کرتا ہون، بحالی صحت کے لئے میرے سامنے دو تجویزین پیش ہین، اولاً یہ کہ مین مدرسہ سے تعطیل لیکر دیہات چلا جاؤن، ثانیاً یہ کہ مین کسی مقامی شفاخانہ مین اپنا علاج کراؤن، اب دونون صورتون مین سے مین اُسی ایک کا انتخاب کرون گا جس مین میری مقصد کی تکمیل کی صلاحیت زیادہ ہو، اب مین استنباطِ عقلی سے کام لیکر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہون کہ چونکہ مین ضرورت سے زیادہ ٹنیس کھیلتا ہون اور کھلے میدان مین ورزش کرتا ہون لہذا میری صحت خراب گئی ہے اور مین اپنا علاج مقامی ہسپتال ہی مین کرلونگا، دیکھو میری اس ترغیب ذاتی مین استنباط پایا جاتا ہے، اگر میری ترغیب دیہات مین چلے جانے کے لئے بھی ہوتی تو اس صورت مین بھی یہی ہوتا، غرضکہ اس مثال مین میرا ہر دو صورتون مین کسی ایک کا انتخاب، استدلال ذہنی کا نتیجہ ہے، ترغیب مین عنصر ذہنی کی موجودگی کا یہ دوسرا ثبوت ہے،

دوسرون کی ترغیب مین بھی یہی ذہنی عنصر پایا جاتا ہے، دلائل جن کی بنا پر ہم دوسرون کو ایک خاص طرزِ عمل کی پیروی کی ترغیب دیتے ہین، استدلالی پہلو لئے ہوتے ہین، کوئی سی مثال بھی ترغیب لفظی (تحریر و تقریر) کی لو، تم کو اس مین استقرائی استخراجی، دلائل نظر آئینگے، تشبیہات، توالی و تواتر، علاقۂ سببیت، ان کا وجود بھی اکثر ہوگا،

اس موقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ گو ترغیب مین ظاہر منطقی ترتیب اور توالی و تواتر پایا جاتا ہے، اور منطقی اصولون سے کام بھی لیا جاتا ہے، لیکن ان کا استعمال سطحی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی، ہم اس بات

کے ابتدائی حصہ مین کہہ چکے ہین، کہ ترغیب مین فیصلون کے قبول یا رد کا انحصار ان مین تشفی جذبات کی صلاحیت کے وجود یا عدم پر ہے؛ اس کی کیا وجہ ہے کہ ترک منشیات کی ترغیب انگلستان کی آبادی کے ایک حصہ کو منطقی نظر آتی ہے، اور اس مین جن دلائل سے کام لیا گیا ہے وہ بھی کل وجز تشفی بخش معلوم ہوتے ہین، لیکن وہی ترغیب دوسرے حصہ آبادی کو غیر استدلالی بلکہ مہمل معلوم ہوتی ہے، یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ ان ہر دو فریقون کی سمجھ اور غلطیون مین بہت کچھ اختلاف ہے، پھر کیا وجہ ہے؟ محض یہ کہ بحث کی ایک اہم کڑی (یعنی اس کی خواہشات یا جذبات سے ہم آہنگی) فریق اول کو صاف نظر آتی ہے لیکن فریق ثانی کی نظر مین اس کڑی کا وجود ہی نہین اور اس لئے اُسی کو کل بحث غیر منطقی اور غیر استدلالی معلوم ہوتی ہے،

عمل ترغیب مین ذہن اور جذبہ کا باہمی تعلق،

ترغیب کے ان دونون عناصر ترکیبیہ (ذہنی وجذبی) کا عمل علحدہ علحدہ نہین ہوتا، اصلیت یہ ہے کہ دونون ایک دوسرے مین ضم ہو جاتے ہین، اور ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے، عنصر جذبی کا اثر عنصر ذہنی پر یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر اپنی تشفی کے لئے استدلال کو اپنے قابو مین کر لیتا ہے، اور اس سے وہی فیصلے صادر کراتا ہے، جو اس کی تشفی کر سکین، اس کی مثال انگلستان کی ایک عورت کے رویہ سے دی جا چکی ہے، اسی طرح سے ذہن کا اثر بھی جذبات پر ہوتا ہے مثلاً خوش اسلوبی سے کسی نقطۂ خیال کا بیان کر کے، فصاحت و وضاحت سے اپنے حسب منشا ترغیب دیکر ہم دوسرون کے جذبات کو اپنا ہم نوا بنا لیتے ہین، اس کی مثال آجکل ہندوستان مین کثرت سے نظر آتی ہے، استدلال سے ہمین اپنے جذبات پر بھی قابو رکھنے مین مدد ملتی ہے، اور یہ اس طرح سے کہ ایک جذبہ کی مخالفت مین دوسرا قوی تر جذبہ کھڑا کر کے، اوّل الذکر کے اثر کو زائل کر دیا جاتا ہے، مثلاً جذبہ غضب سے متاثر ہو کر اپنے دل کو اپنے دشمن کے قتل کرنے کی ترغیب دیتے ہین، لیکن استدلال اور تعقل اس جذبہ کی مخالفت مین جذبۂ خوف، کو سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے، اور ہم قتل کے نتائج (یعنی

پھانسی پانا) سے خوفزدہ ہوکر "غضب" سے باز آتے ہین، استدلال ایک دوسرا طریقہ جذبۂ غضب کو توڑنے کا بھی استعمال کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ شخص "مغضوب" کو قابل عزت و توقیر ثابت کرکے "غضب" کا جذبہ اس کی ذات سے منتقل کر دیا جاتا ہے، اس کی مثال لارڈ چتھم کی تقریر سے ملتی ہے، جب جنگ آزادی امریکہ کے زمانہ مین پارلیمنٹ انگلستان مین امریکن آبادی کی طرف سے غصہ و غضب کے جذبات موج زن تھے، اور مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ باغیون کو نیچا دکھانے کے لئے ممالک غیر سے فوجی مدد کی درخواست کیجائے، تو لارڈ موصوف نے جو صلح کی پالیسی کے مؤید تھے اپنے سامعین کے قلوب پر اول تو انگلستان کی شکست کی خیالی تصویر کھینچ کر خوف کا جذبہ طاری کیا، اور پھر حسب ذیل الفاظ مین ان کو جنگ سے باز رہنے، اور ممالک غیر سے فوجی امداد نہ طلب کرنے کی ترغیب دی؛

"امریکن نوآبادیات اپنی آزادی کے لئے برسرپیکار ہین، آزادی ہر شخص کا قدرتی حق ہے، ہمین ان کے جذبۂ حب الوطنی کی قدر کرنا چاہئے، اور ان کی مثال سے سبق حاصل کرنا چاہئے .....''

ترغیب مین متخیلہ کا عمل اب تک ہم ترغیب کے دو اہم عناصر ذہنی و جذبی سے بحث کرتے رہے اور اونکا باہمی تعلق اور ترغیب مین ان کی اہمیت دیکھتے رہے، لیکن ان کے علاوہ ایک تیسرا عنصر بھی عمل ترغیب مین شریک ہے اور وہ "تخیل" ہے، یہ تخیلی عنصر بقیہ دو سے بہت کچھ مربوط ہے، اور اپنے اثر سے کبھی تو عنصر ذہنی کے عمل یعنی "درک صورت حالات" یا "بیان" کو بدل ڈالتا ہے، اور کبھی عنصر جذبی کو متاثر کرکے جذبات کی قوت محرکہ مین اضافہ کرتا ہے، آئندہ سطور مین ہماری بحث اس عنصر سے رہیگی،

ہر خواہش، یا اعتقاد جس سے عمل ترغیب کا آغاز ہوتا ہے، بالخاصہ ہمارے دماغ مین اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہے، ہمارا فرضی زید جو مہاتما گاندھی کی ترغیب کی وجہ سے تارک موالات ہو گیا ہے، اپنی متخیلہ کو کام مین لاکر، اپنے دماغ کے سامنے ملک کی موجودہ عسرت و فلاکت کی خیالی

تصاویر لاکر، یا حصول سوارج کی صورت مین ملک کی سرسبزی، خوشحالی، آزادی کی خوشنما تصویر اپنی متخیلہ کی بدولت کھینچکر، اپنے عقیدہ یا خواہش کو زیادہ قوت دے سکتا ہی، اور پہلے سے بھی زیادہ شد و مد سے تارک موالات بن سکتا ہی، اسی طرح سے اگر کوئی شخص تمہین نیک افعال کی تلقین کرے اور ایک دوسرا شخص نہ صرف تلقین کرے بلکہ قصون، روایات، اور دیگر خیالی تصویرون سے بھی مدد لے، تو یقیناً تمہارے دل پر مؤخر الذکر کی ترغیب کا اثر بہ نسبت پہلے شخص کے زیادہ ہوگا، اس کی وجہ یہی ہو کہ اس نے عنصر تخیل سے بھی کام لیا، اس سے عنصر تخیل کی ایک اہمیت تو تمہین معلوم ہوئی اور وہ یہ ہو کہ خواہش و اعتقاد کو قوی تر کر دیتا ہے،

ہر اعتقاد نہ صرف اپنے مناسب حال خیالی تصویرین پیدا کرتا ہی، بلکہ اس کا ایک اور خاصہ یہ بھی ہو کہ ان تخیلات کا جو اس کے مخالف ہون، شعور کے سامنے گذر بھی نہین ہونے دیتا، فرض کرو کہ ہمارا زید ترک موالات کے سلسلہ مین ترک تعیشات کا بھی حامی ہی، کیا تمہارا خیال ہو کہ اس کے متخیلہ مین کسی ایسے متوسط الحال خاندان کی تصویر کا گذر ہوگا جو دن بھر محنت مزدوری کرتا ہی اور روزانہ شب کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے بائسکوپ جاکر جائز طور سے دل بہلاتا ہی، مگر زید کا اعتقاد ترک تعیشات اور اسی باعث ترک بائسکوپ کا مؤید ہی، لہذا اول تو یہ تخیل اس کے دماغ مین آنے کا ہی نہین، اور اگر آئیگا تو فوراً ہی خارج کر دیا جائیگا، بہ نسبت مذکورۂ بالا خیالی تصویر کے زید کے لئے اس خاندان کی خیالی تصویر کھینچنا آسان ہوگا، جو شاید بائسکوپ کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہی، یا جس کے افراد بائسکوپ سے چوری، ڈاکہ وغیرہ کا سبق سیکھ لیتے ہین کیونکہ یہ تصویران کے اعتقاد کے حسب حال اور اسے قوت پہنچانیوالی ہی،

قوۂ متخیلہ کا ایک خاصہ یہ کہ نہ صرف گذشتہ حالات کی تصاویر ہمارے دماغ مین پیدا کرتی ہی، بلکہ گذشتہ اور موجودہ کو ملاکر مستقبل کی تصویر بھی کھینچ سکتی ہی، متخیلہ کے اس خاصہ سے ترغیب مین

بہت کچھ مدد لی جاتی ہی، اور وہ اس طرح سے کہ ترغیب کنندہ اس کی مدد سے، اپنے سامعین کے سامنے ایک خیالی تصویر ان حالات کی کھینچ دیتا ہی جو اس کی ترغیب پر عمل کرنے کی صورت مین ظاہر ہونگے، اور اس خیالی تصویر کی مدد سے اپنی ترغیب کو کامیاب بناتا ہی، ذیل کے اقتباس سے اس کی مثال ملتی ہی، یہ اقتباس لارڈ بروگہم کی اس تقریر کا ہی جو صاحب موصوف نے دارالامرا مین ۲۰ فروری ۱۸۳۳ء مین "انسداد رسم غلامی" کے متعلق کی تھی، مقرر صاحب انسداد رسم غلامی کے خوشگوار نتائج مستقبل کی خیالی تصویر بدین الفاظ کھینچتے ہین،

"جونہی کہ یہ مژدۂ فرحت اثر (کہ رسم غلامی موقوف ہوگئی) دنیا کے ہر گوشہ مین پہونچیگا، ایک نئے اور خوشنما مستقبل کا نظارہ، دنیا کے پیش نظر ہو جائیگا، کتنے ہی پژمردہ قلوب، جو انسان کے انسانون پر مظالم دیکھ کر، رنجور تھے، موسم بہار کے غنچون کی طرح کھل جائینگے، جہان کل کسی بے رحم آقا کے تازیانہ کی کرخت آواز اور اس کا درشت لب و لہجہ، مظلومین کی آہ و بکا کو اپنے مین چھپائے ہوئے تھا، وہان آج آزادی اور امن و امان کے شادیانون سے کان پڑی آواز نہ سنائی دیگی، بدقسمت افراد انسانی کے طوق و سلاسل کی جھنکارین موقوف ہو جائینگی، حرمان نصیب غلامون کے اعضا، زنجیر اور رسن کی سخت گیریون سے نجات پائینگے، زمانہ کا شفیق ہاتھ، رفتہ رفتہ، ان کے جسمون سے غلامی کے داغ دور کر دیگا، جملہ اقوام انسانی، بلا قید رنگ، و مذہب، ترقی کی دوڑ مین برابر کا حصہ لینگی، قدرت کا دست فیاض ان سرزمینون پر جو پہلے کسی حکومت پسند آقا کے جور و تعدی اور اس کے کوڑون کی، مار کی بدولت کاشت کیجاتی تھین، اپنے خزانہ کے زر و جواہر برسائیگا، اور وہ زمینین اب محنت و مزدوری کے شیدائیون کے پسینہ سے سینچی جائینگی، امرا کے عالیشان محلون مین، دیہات کی لہلہاتی ہوئی کھیتون مین، شہر کی سڑکون مین، زرخیز وادیون مین، غرضکہ تمام عالم مین امن و امان فرحت و انبساط، کی یکسان حکمرانی ہوگی، حضرات! کیا عالمگیر خوشحالی اور تمدن کی یہ خوشنما

تصویرین آپ کے قلوب کو متاثر نہین کرتین، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اس قسم کے تخیل اختراعی کا اثر (جس کی مثال اوپر دی گئی ہی) عمل ترغیب پر بہت کچھ ہوتا ہی، گذشتہ و موجودہ حالات کی روشنی مین ہم تخیل کی مدد سے، مستقبل کی تصویرین کھینچتے ہین، حسب منشائے ترغیب، ان مین اُمید و بیم، خوف و ہراس کی رنگ آمیزیان کرتے ہین، اور ان خیالی خاکون کو، اپنے پیش نظر رکھکر ایسی تدبیرین سوچتے ہین، جو موجودہ یا گذشتہ سے بہتر صورت حالات پیدا کر سکین، کتابون اور تقریرون مین، جتنی ترغیب کی مثالین نظر آتی ہین، ان مین کا بیشتر حصہ متخیلہ کی اس صفت اختراعی سے متصف ہوتا ہی، ناظرین اور سامعین کے سامنے ماضی، حال، اور مستقبل کے جامع اور معنی خیز نظارے پیش کئے جاتے ہین، دور تک پہونچنے والے اثرات کا درک دلایا جاتا ہی، اور علت حال اور معلول مستقبل مین رشتہ قائم کیا جاتا ہی،

جس طرح کہ جذبات اور ذہن ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین، اور ایک سے دوسرے کو مدد ملتی ہی، اسی طرح یہ تخیلی عنصر بھی ذہن اور جذبات پر اپنا اثر کرتا ہی، اور تینون باہمدگر، ہم آہنگی سے، اپنا عمل کرتے ہین،

(باقی)

مُتَرَجَّمات

خلیفہ کا ایلچی غزنوی دربار مین

پانچوین صدی ہجری مین

مترجمہٗ جناب مولوی سید حسن صاحب برنی، بی اے

ابوالفضل بیہقی عہد غزنوی کا مشہور مورخ ہر وہ ۳۸۶ھ (۹۹۶ء) مین پیدا ہوا اور سنہ ۴۷۰ھ (۱۰۷۷ء) مین وفات پائی، ابوالفضل کی تاریخ مختلف نامون سے مشہور ہر مثلاً تاریخ بیہقی، مجلدات بیہقی، تاریخ ناصری، تاریخ مسعودی، اس تاریخ مین مصنف نے ۴۰۹ھ (۱۰۱۸ء) سے لیکر پچاس برس کے واقعات سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے سلطان ابراہیم غزنوی تک کے عہد سلطنت تک لکھے تھے اور یہ ایک نہایت ضخیم تاریخ تھی، میر خواند نے روضۃ الصفا مین لکھا ہر کہ یہ کتاب تیس جلدون مین ہر خود بیہقی نے بھی ایک جگہ لکھا ہر کہ مین نے پچاس برس کے واقعات کئی ہزار صفحون مین درج کئے ہین،

بدقسمتی سے اس کتاب کا بیشتر حصہ تلف ہوگیا ہر اور اب تک کسی جگہ دستیاب نہین ہو سکا صرف مسعود غزنوی کے عہد (۴۲۱ھ (۱۰۳۰ء) - ۴۳۲ھ (۱۰۴۰ء)) کے حالات دستیاب ہوئے تھے جو ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ نے ۱۸۶۲ء مین شایع کئے،

اس جزء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہر کہ یہ تاریخ ایک نہایت اعلیٰ پایہ کی تصنیف تھی اور مصنف نے حالات بیشتر اپنے ذاتی معلومات کی بنا پر لکھے تھے، فارسی تاریخون مین یہ تاریخ نہایت مستند اور بیحد دلچسپ ہر،

تاریخ بیہقی سے ایک دلچسپ مقام انتخاب و ترجمہ کر کے ناظرین معارف کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہے القائم بامر اللہ عباسی خلیفہ، بغداد کے تخت نشین ہونے پر مسعود غزنوی سے بیعت لینے کیلئے ایلچی آیا ہے اسلامی سلطنتون مین جو خلیفہ کی عزت و حرمت اس زمانے مین کیجاتی تھی اس کا اندازہ ان حالات سے ہوگا جو بیہقی نے اپنے چشم دید لکھے ہین،

"برنی"

منگل کا دن تھا اور ذیقعدہ ۴۲۲ھ مین دس دن باقی تھے خبر پہونچی کہ امیر المومنین قادر باللہ انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا، اور امیر المومنین امام ابو جعفر القائم بامر اللہ ادام اللہ سلطانہ جو ولیعہد خلافت تھے تخت نشین ہوئے، سب لوگون نے بیعت کی، دونون خاندان کے بنی ہاشم یعنی علویون اور عباسیون نے اطاعت قبول کی، اور تمام اہالیان بغداد نے فرمانبرداری کا اظہار کیا، دنیا کے اس سرے سے اوس سرے تک خط لکھے گئے اور ایلچی روانہ ہوئے تاکہ اعیان دولت اور والیان مملکت سے بیعت لین، فقیہ ابو بکر بن محمد السلیمانی الطوسی امیر مسعود کی خدمت مین نامزد ہو کر خراسان پہنچا، امیر کو اس خبر سے سخت افسوس ہوا اور خواجہ احمد (بن حسن میمندی وزیر) اور میرے استاد بو نصر کو خلوت مین طلب کر کے دریافت کیا کہ اس بارہ مین کیا کرنا چاہئے، خواجہ نے کہا۔ خداوند کی زندگانی دراز اور دولت و بزرگی نصیب، ہر چند یہ خبر صحیح ہے لیکن مصلحت یہ ہے کہ ابھی اسے پوشیدہ رکھا جائے اور خطبہ قادر کے ہی نام پڑھا جاتا رہے، جیسا کہ معلوم ہوا ہے ایلچی اسی خبر کو لیکر آرہا ہے اور غالباً جلد پہنچنے والا ہے جب یہان پہونچیگا تو ستانے کے بعد خداوند کے سامنے مناسب طور پر پیش ہوگا تاکہ تعزیت کا خط اسے دیدیا جائے، دوسرے دن خداوند تین دن تک تعزیت کی رسم بجا لائینگے اور جمعہ کے دن جامع مسجد جا کر تہنیت کی رسم ادا کرینگے، قائم کے نام پر خطبہ پڑھا جائیگا اور نذرین دیجائینگی"، امیر نے کہا یہی مناسب معلوم ہوتا ہے غرض اس خبر کو پوشیدہ رکھا گیا۔ . . . . . . ۵ ذی الحجہ کو خط پہنچا کہ سلیمانی شوقان پہنچ گیا،

اندر سے سو وہان تک امیر کے والیون، عاملون اور گماشتون نے نہایت اچھی طرح خدمت اور استقبال کی رسم ادا کی، امیر نے خواجہ علی میکائیل کو بلا کر کہا کہ "ایلچی آرہا ہی شرفا، علویین، قاضیون، عالمون، اور فقیہون، کو جمع کرکے پہلے سے استقبال کے لئے چلے جاؤ، اعیان درگاہ اور مرتبہ دار پیچھے سے پہنچینگے، ایلچی کو مناسب طور پر شہر مین لایا جائے" علی نے جو رئیس الرؤسا تھا اور ایسے کامون کے لئے نہایت موزون اس بارہ مین اندازہ سے بڑھکر تکلف کیا...... خواجہ علی استقبال کے لئے اس ترتیب کے ساتھ نکلا کہ اس کے پیچھے بوعلی رسولدار مع مرتبہ دارون اور سوارون کے تھا جب ایلچی شہر کے قریب پہنچا تو تین صاحب اور بوالحسن کرخی ندیم اور مظفر حاکم ندیم جو عربی نہایت اچھی بولتے تھے، اور دس سرہنگ ہزار منتخب سوارون کے ساتھ آئے اور سنیچر کے دن ذی الحجہ مین ۰ دن تھے کہ ایلچی کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر کے اندر لیکر پہنچے، محلہ سید باقلی مین ایک آراستہ و پیراستہ مکان مین فروکش کیا اور بڑے تکلف کے ساتھ دسترخوان بچھایا گیا،

جب ایلچی تین دن آرام کر چکا اور کافی خاطر و مدارات ہولی، امیر نے خواجہ سے کہا "ایلچی آرام کر چکا ہی اب اُسے ہمارے سامنے لانا چاہئے" خواجہ نے کہا "بیشک اب وقت آگیا ہی اس بارہ مین کیا حکم ہی" امیر نے کہا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ مین چند روز کے لئے کوشک عبدالاعلی چلا جاؤن یہ محل ایسے کامون کے لئے زیادہ موزون ہی اور پوری طرح آراستہ ہی، وہان دوہری عمارتین بھی ہین، غلام اور مرتبہ دار ادائے رسم کے لئے سہولت سے کھڑے ہو سکتے ہین، اور تہنیت و تعزیت کی رسم خوب ادا ہو سکتی ہی ان سے فارغ ہوکر باغ مین واپس چلے آئینگے، خواجہ نے کہا "خداوند کا یہ خیال بہت اچھا ہی ایسا ہی ہونا چاہئے"

اس کے بعد خلوت کیگئی اور حاجب بزرگ، سالار غلامان، عارض ممالک اور صاحب دیوان رسالت طلب ہوئے امیر نے ایلچی، خط، لشکر، مرتبہ دارون، اور غلامان سرا کے متعلق جو

احکام تھے سب صادر کئے، یہ لوگ چلے آئے اور امیر ظہر کی نماز کے وقت سوار ہوکر کوشک عبد الاعلیٰ مین فروکش ہوا،

قرار یہ پایا کہ پہلی محرم کو جو سال کا پہلا دن ہے ایلچی پیش ہو، میرے استاد خواجہ بو نصر مشکان نے حسب دستور بوعلی رسولدار کو حکمنامہ دیا وہ ایلچی سے خطے آیا معلوم ہوا کہ تعزیت وتہنیت کا مضمون تھا، لشکر غلامون اور مرتبہ دار ون کا انتظام حاجب بزرگ اور سالاران لشکر نے انجام دیا،

یکم محرم ۴۲۲ھ کو یکشنبہ کا دن تھا، تمام انتظام پہلے کیا جا چکا تھا جب صبح ہوئی چار ہزار غلام سرائے امارت کے دونون طرف راستون پر پرے باندھے کھڑے تھے، دو ہزار کلاہ دو شاخ سر پر رکھے کمر ہائے گران اور پر تلے باندھے ہر غلام کے ہاتھ مین عصائے سیمی، دو ہزار کلاہ چہار پر اوڑھے اور کیش (ترکش) اور پیٹی کسے اور شمشیر و شقا (تیردان) اور نیم لنگ (قربان یا کیش) کمر پر کسے ہر غلام کمان اور تین چوبہ تیر ہاتھ مین لئے دیبائے شستری کی قبا ئین پہنے، تین سو غلامان خاصہ امیر کے قریب صفہ کے رستون پر جامہ ہائے فاخر پہنے کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے اور کمر ہائے زر باندھے اور عمود ہائے زرین ہاتھ مین لئے کچھ کمر ہائے مرصع بجواہر باندھے کھڑے تھے، پانچسو ساٹھ سردار دروازے پر سرائے دلیمان کے درمیان ایستادہ تھے تمام اعیان درگاہ ولایت دار او حاجب کلاہ ہائے دو شاخ اوڑھے کمر زر باندھے دربار مین حاضر تھے دروازے کے باہر مرتبہ دار متعین تھے اور بہت سے ہاتھی مع نشانون کے موجود تھے،

ایلچی اس کو کبہ مین سے ہو کر گذرا اور رسولدار سوارون اور ایک انبوہ کے ساتھ ایلچی کو لایا اور آگے دربار مین بٹھایا،

بوق و کوس اور دہل و کاسہ پیل کی آواز بلند ہوئی گویا قیامت کا دن ہے ایلچی ان تکلفہائے عظیم کو دیکھکر مدہوش و متحیر ہو کر رہ گیا اپنی عمر مین اس نے یہ شان و شوکت کبھی نہ دیکھی تھی،

جب سفیر کوشک مین پہنچا تو امیر تخت پر بیٹھا تھا صفہ کے سامنے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا، خواجہ بزرگ (احمد حسن)

نے سلام کا جواب دیا خواجہ کے سوا امیر کے سامنے کوئی بیٹھا ہوا نہ تھا سب لوگ کھڑے تھے صاحب بونصر
نے ایلچی کو سہارا دیکر بٹھایا، امیر نے بآواز بلند کہا "خداوند امیر المومنین کو کس حالت مین چھوڑا" ایلچی نے
کہا "اللہ تعالی سلطان معظم کو مطلع فرمائے کہ امام القادر باللہ امیر المومنین انار اللہ برہانہ کا انتقال ہوگیا،
انا للہ وانا الیہ راجعون، سخت سانحہ ہے ایزد عز ذکرہ خلیفہ کو فردوس مین جگہ عطا فرمائے اور خداوند دین
و دنیا امیر المومنین کو باقی رکھے" خواجہ بزرگ نے عربی مین ایک نہایت عمدہ تقریر اس بارہ مین کی،
اور ایلچی کی طرف اشارہ کیا کہ خط پیش کرے،

ایلچی کھڑا ہوا خط دیبائے سیاہ کے خریطہ مین تھا تخت کے سامنے لیگیا اور امیر کے ہاتھ مین دیکر
لوٹا اور اپنی جگہ پر آبیٹھا، امیر نے خواجہ بونصر کو آواز دی وہ تخت کے سامنے حاضر ہوا، اور خط لیکر
پیچھے ہٹ آیا اور تخت کی جانب منہ کرکے کھڑا ہوگیا خریطہ کھولا اور خط پڑھکر سنایا جب پڑھ چکا تو امیر
نے کہا کہ اس کا ترجمہ بھی سناؤ کہ سب سمجھ سکین، بونصر نے اس کا ترجمہ اس خوبی کے ساتھ سنایا کہ سب نے
اقرار کیا کہ دوسرے کو یہ دستگاہ نہین،

اس کے بعد ایلچی کو واپس کردیا گیا اور توقیر کے ساتھ اس کے قیامگاہ پر پہنچا دیا گیا، امیر نے ماتم
داری کا سامان کیا دوسرے دن جب دربار کیا تو دستار اور قبا پہنے ہوئے تھا تمام والی اور حشم اور
تاجیک ماتم پرسی کے لئے آئے ایلچی کو بھی بلایا گیا تھا کہ اپنی آنکھون سے مشاہدہ حال کرے، بازار بند
کردئے گئے، رعایا کے لوگ جوق جوق آتے تھے تین دن اسی طرح گذر گئے ہر روز ایلچی حاضر ہوتا تھا،
اور چاشت کے وقت جب امیر دربار سے چلا جاتا واپس ہو جاتا تھا، تین دن بعد لوگ بازار مین آئے
پھر یان کھلین اور ڈہل دو دمہ بجنے لگا،

امیر نے خواجہ علی کو بلا کر کہا "حکم دے کہ درگاہ سے لیکر مسجد جامع تک قبے بنائین اور جو تکلف
ممکن ہو کرین جمعہ آپہنچا ہے اور ہم خود جامع مسجد جائینگے تا کہ امیر المومنین کا خطبہ پڑھا جائے" خواجہ علی نے

کی تعمیل ارشاد ہوگی اور چلا گیا؛ اعیانِ بلخ کو بلا کر جو کہنا تھا کہا، پیر کے دن سے جمعرات تک انتظام ہوتا رہا اور بلخ کو درِ عبد الاعلیٰ سے مسجد جامع تک ایسا آراستہ کیا کہ کسی کی یاد مین اس سے پہلے بلخ کی ایسی آرائش نہ ہوئی تھی، بہت سے قبّے بازارون مین عبد الاعلیٰ تک اور وہان سے درگاہِ سلطانی اور محتشمان بارگاہ کے محلون تک بنے ہوئے تھے، جمعہ کی رات کو پچھلے پہر تک لوگ آرائش مین لگے رہے،

جب دن نکلا سب تیاریان ہو چکی تھین، امیر نے جمعہ کے دن دربار کیا جب دربار ختم ہوا خواجہ علی میکائیل نے کہا، "خداوند کی زندگی دراز ہو قبون کی تیاری اور آرائش وغیرہ کے متعلق جو کچھ فرمانِ عالی تھا پورا ہو گیا، کوئی اور حکم ہو؟" امیر نے کہا، "لوگون کو بتا دینا چاہئے کہ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہین، ہر گروہ اپنی اپنی جگہ رہے اور اپنے قبون اور سامان کا خیال رکھے جس وقت ہم گذرین نوکمیل کو داور گانا بجانا روک دیا جائے ایک آواز بھی سنائی نہ دے، جب ہم گذر جائین جو جی چاہے کرین، نماز پڑھکر دوسری طرف شارستان ہوتے ہوئے باغ پہنچ جائینگے؛" خواجہ نے کہا "بہت بہتر ہے" اور لوٹ آیا، اور احکام جاری کر دئے، سیاہ پوش روانہ ہوئے اور سب لوگون سے تحریری وعدے لے لئے ؛

امیر چاشت کے وقت سوار ہوا، چار ہزار غلام اسی زیب و زینت کے ساتھ جس کا کہ ہم ایلچی کے آنے کے دن ذکر کر چکے ہین پیادہ پا آگے تھے سالار بکتغدی پیچھے تھا، غلامانِ خاصہ اس کے بعد سلطانی نشان اور مرتبہ دار اور حاجب آگے آگے، حاجب بزرگ بلکاتگین پیچھے، سلطان کے پیچھے خواجہ بزرگ اور خواجگان و اعیانِ درگاہ، خواجہ کے پیچھے خواجہ علی میکائیل، قاضی، فقیہ، علما، زعیم اور اعیانِ بلخ تھے، خلیفہ کا ایلچی اس جلوس مین علی میکائیل کے سیدھے ہاتھ پر تھا،

امیر اس ترتیب کے ساتھ نہایت آہستہ آہستہ مسجد جامع پہنچا، بجز مرتبہ دارون کے آہٹ اور بہرو بروکے کوئی دوسری آواز نہین سنائی دیتی تھی،

مسجد پہنچکر امیر سواری سے اترا اور ممبر کے نیچے جا بیٹھا منبر پراوپر سے نیچے تک دیبائے زربفت پڑا تھا، خواجہ بزرگ اور اعیان درگاہ بیٹھ گئے، علی میکائیل اور خلیفہ کا ایلچی ذرا فاصلہ پر بیٹھے، خطبہ اور نماز کو خطیب نے ادا کیا، جب فارغ ہو گئے تو سلطانی خزانچی آئے اور دس ہزار دینار، پانچ حریر کی تھیلیوں مین منبر کے نیچے لا رکھے یہ خلیفہ کے لئے نذر تھی، اس کے بعد خداوندزادون، امیرون، فرزندون خواجہ بزرگ اور حاجب بزرگ کی نذرین آنی شروع ہوئین، بعد ازان دوسرے لوگون کی، آواز دیتے جاتے تھے یہ "نثار فلان نثار فلان" اور رکھتے جاتے تھے،

جب نذرون کا سلسلہ ختم ہو گیا تو امیر اٹھا اور سوار ہو کر غلامون، لشکر اور اہالیان درگاہ کے ہمراہ شارستان کے نیچے باغ کی طرف روانہ ہوا، خواجہ بزرگ اس کے ساتھ تھا خزانچی، دبیران خزانہ اور مستوفی نذرون کو بازار کے راستہ سے خزانہ مین لیگئے، خواجہ علی میکائیل مع ایلچی کے بازار کے راستہ سے گذرا، بلخ کے لوگون نے خوب خوشیان منائین اور بہت سے برتن اور طرح طرح کی چیزین نثار کین، درعبد الاعلی تک پہنچتے پہنچتے شام کی نماز کا وقت ہو گیا، علی دوسری راہ سے ایلچی کو اس کوکبہ کے ساتھ اپنے گھر لے گیا، بڑی تکلف کی دعوت کی اور نہایت خاطر مدارات کے بعد اس کی قیامگاہ کو روانہ کیا، یہ بات امیر کی بڑی خوشنودی کا باعث ہوئی،

(۳) دوسرے دن امیر نے خواجہ بونصر مشکان کو حکم دیا کہ خواجہ بزرگ کے پاس جائے اور خلیفہ سے عہد و پیمان کرنے اور ایلچی کو واپس روانہ کرنے کی تدبیر کرے۔ بونصر دیوان وزارت پہنچا، خلوت ہوئی، ایلچی بلایا گیا اور بہت کچھ گفت و شنید کے بعد جو باتین طے کرنی تھین طے ہوئین قرار پایا کہ امیر اس مشورہ کے موافق جو بغداد سے آیا ہے عہد و پیمان کریگا اور جب یہ عہد نامہ بغداد پہنچے گا تو خلیفہ ایک نیا منشور امیر کے پاس روانہ کریگا، اس منشور مین خراسان، خوارزم، نیمروز، زابلستان، تمام ہند اور سند، چغانیان، ختلان،، قبادیان ترمذ، قصدار، مکران، والستان، گیگانان، رے، جبال،

سپاہان، (اصفہان) حلوان، گرگان، طبرستان، کے تمام علاقے امیر مسعود کے نام لکھدیئے جائین اور
اور خلیفہ خاقان ترکستان سے خط و کتابت نہ کرے، نہ انھین کوئی انعام یا خلعت دے بلکہ جیساکہ
گذشتہ زمانہ مین خلیفہ القادر باللہ نے سلطان ماضی (محمود غزنوی) سے عہد کیا تھا، بغیر امیر کے وسیلہ کے
کوئی خلعت ان کے پاس نہ بھیجا جائے۔ یہ بھی قرار پایا کہ یہی ایلچی یعنی سلیمانی اس کام کو انجام دیکر
واپس آئے اور اپنے ساتھ امیر المومنین کی پسند کا ایک خلعت جس کے مانند اس سے پہلے کسی کو نہ
ملا ہو لائے، اور ایک اجازت نامہ ہو کہ سیستان کے راستے سے کرمان پر حملہ کیا جائے اور مکران
سے عمان پر، اور قرامطہ کو مغلوب کیا جائے امیر کی طرف سے ایلچی سے کہا گیا کہ لشکر بے انداز جمع
ہو گیا ہے، اور سلطنت کی توسیع ضروری ہے، لشکر کو ناچار کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے اگر درگاہِ خلافت کی حرمت
پیش نظر نہ ہوتی تو یقیناً بغداد کا قصد کیا جاتا تاکہ حج کا راستہ کھل جائے، ہمارے باپ نے ہمین شہر
رَے مین اسی کام کے لئے متعین کیا تھا، اگر ہمین خراسان سے چلے آنیکی ضرورت پیش نہ آجاتی تو ہم
آج مصر یا شام مین ہوتے، ہمارے فرزند مسند مین اور ان کے حوالہ کچھ نہ کچھ کام ہونا چاہیئے، آل بویہ
کے ساتھ ہماری دوستی ہے اور ہم ان کو تکلیف پہنچانا نہین چاہتے لیکن چاہیئے کہ وہ زیادہ ہوشیار
رہین اور حضرت خلافت کی عزت کو محفوظ رکھین، حج کے راستہ کو کھولدین ہم نے اپنی سلطنت کے
لوگون کو حکم دے دیا ہے کہ وہ حج کے لئے تیار ہون ان کے ساتھ ہماری طرف سے ایک سالارِ حاج
جائیگا، ہم اس وقت حجت پوری کرتے ہین اگر اس بارہ مین کوشش نہوئی تو ہم آپ کوشش کرینگے،
اس لئے کہ خداوند تعالیٰ باز پرس کریگا کہ ہمارے پاس حشمت اور قوت اور سامان اور لشکر
بے اندازہ ہے" ایلچی نے کہا "یہ سب باتین سچ ہین مجھے ان کی یادداشت لکھکر دے دو تاکہ میرے
لئے سند ہو سکے" کہا "ٹھیک ہے" اور اسے رخصت کیا گیا،

بونصر نے یہ سب واقعات امیر سے جاکر کہے امیر بہت خوش ہوا، جمعرات کے دن پندرہ

محرم کو فقہا، اعیان بلخ اور سادات کو بلایا جب دربار ختم ہوگیا تو یہ لوگ امیر کے سامنے حاضر کئے گئے علی میکائیل بھی آیا اور رسولدار ایلچی کو اپنے ہمراہ لایا، خواجہ بزرگ عارض، بونصر مشکان، حاجب بزرگ بلکاتگین اور حاجب بکتغدی حاضر تھے، بیعت نامہ اور حلفنامہ (سوگندنامہ) کے نسخہ کا ترجمہ میرے استاد (بونصر) نے پوری احتیاط کے ساتھ فارسی مین لکھا تھا ایسا دلکش ترجمہ تھا جیسے دیبائے دورو، عربی نسخہ ایلچی کو دیدیا گیا تاکہ دیکھتا جائے، ترجمہ بآواز بلند بونصر نے پڑھا، سب حاضرین نے بغور سنا، ایلچی نے کہا "عین اللہ علی الشیخ" (خدا شیخ کو اپنی حفاظت مین رکھے) بالکل عربی کے موافق ہے اور کوئی چیز نہین چھوٹی، یہی امیرالمومنین اطال اللہ بقائہ سے عرض کردونگا" بونصر نے پھر عربی کا نسخہ پڑھکر سنایا، امیر نے کہا "مین نے سنا اور سب مضمون سمجھ لیا، فارسی کا نسخہ مجھے دیجئے" بونصر نے نسخہ حوالہ کیا، امیر مسعود نے پڑھنا شروع کیا، اس خاندان کے بادشاہون مین کوئی بادشاہ مسعود کی نظیر نہین ہوا، عہدنامہ کے نسخہ کو اخیر تک اس روانی کے ساتھ پڑھگیا کہ کہین نہ رکا اس کے بعد دوات خاصہ پیش ہوئی، عہدنامہ کے نیچے اپنے خط مین اُس نسخہ پر جو بغداد سے آیا تھا اور اس نسخہ پر جسے میرے استاد نے ترجمہ کیا تھا عربی اور فارسی مین کچھ عبارت لکھی، دوسری دوات دیوان رسالت سے لاکر رکھی گئی خواجہ بزرگ اور حاضرین نے اپنے اپنے خط مین شہادت تحریر کی، سالار بکتغدی لکھنا نہین جانتا تھا بونصر نے اس کی طرف سے لکھدیا، ایلچی اور اہل بلخ کو رخصت کردیا گیا، اور حاجب وہان سے چلے آئے امیر اور صرف تین شخص رہ گئے امیر نے خواجہ سے کہا، "ایلچی کو رخصت کرنا چاہئے" خواجہ نے کہا "بیشک"، "بونصر کو خط کی یادداشت لکھکر فوراً رائے عالی کے لئے پیش کرنی چاہئے، اور ایلچی کو خلعت اور صلہ دے کر اور جو کچھ رسم ہے اس کے موافق حضرت خلافت کے لئے پیش کش حوالہ کرکے رخصت کردینا چاہئے"

امیر نے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بھیجنا چاہئے احمد نے کہا بیس ہزار من نیل کی رسم ہے خاصہ کے لئے اور پانچ پانچ ہزار من حاشیہ درگاہ کے لئے اور تمام نذرین جو خطبہ کے دن آئین ہین اور خزانہ معمورہ مین رکھی

ہوئی ہین اور جامہ وجواہر وعطر وغیرہ جو اس کے سوا دینا چاہین اور جو ایلچی کو مناسب سمجھین ہین نے عمر لیث کے حالات مین پڑھا ہو کہ جب اس کا بھائی یعقوب رہوانہ کے پاس سے گذرا اور وہان شکست پائی خلیفہ معتمد اس سے بوجہ جنگ کے ناراض تھا احمد بن ابی الاصبع سفارت پر یعقوب کے بھائی عمر کے پاس آیا، عمر سے وعدہ کیا کہ وہ واپس ہو جائے اور نیشاپور مین رہے تاکہ اسے منشور عہد اور نشان وہان بھیجدیا جائے، عمر نے ایلچی کو ایک لاکھ درہم دئے اور فورا رخصت کیا جب ایلچی نیشاپور آیا اور اپنے ساتھ دو خادم مع خلعت کرامات، لوا اور عہد کے لایا تو سات لاکھ درہم اس خدمت کے معاوضہ مین دیگئی یہ ایلچی یعنی سلیمانی بڑی سفارت اور بڑے کام پر آیا ہے اسے خلعت شایان شان اور ایک لاکھ درہم صلہ مین دئے جانے چاہئین، جب واپس آئیگا اور ہم جو کچھ چاہتے ہین سرانجام کر دیگا، اس وقت جو رائے عالی ہوگی دیدیا جائیگا، امیر نے کہا بہت ٹھیک ہی، قرار پایا کہ خلیفہ کے لئے جو اور کچھ بھیجنا مناسب ہو خواجہ کے اوپر چھوڑ دیا جائے، خواجہ نے لکھنا شروع کیا، ہر قسم کے قیمتی کپڑون کے سو تھان جن مین دس زربفت کے تھے پچاس نافہ ہائے مشک ایک سو شمامۂ کافور اور دو سو گز رشمی تھان نہایت عمدہ قسم کے اور پچاس تیغ ہندی اور ایک زرین جام ہزار مثقال وزن کا موتیون سے بھرا ہوا دس پارہ یاقوت سرخ بیس پارہ لعل بدخشی نہایت عمدہ دس گھوڑے خراسانی ختلی (بدخشانی) مع جھول اور برقعہ دیبائے کی اور پانچ غلام ترک قیمتی جب یہ فہرست لکھ گئی تو امیر نے کہا ان سب کا انتظام کر دیا جائے خواجہ نے کہا بہت خوب اور رخصت ہو کر دیوان رسالت پہنچے خادمون کو بلایا احکام جاری کئے اور واپس چلے آئے، خزانچیون نے سب انتظام کر دیا امیر نے ملاحظہ کیا اور پسند کیا، میرے استاد خواجہ بو نصر نے خط لکھا نہایت عمدہ وہ اس مین بڑی مہارت رکھتا تھا، مجھ ابو الفضل نے اس خط کو تحریر کیا، حضرت خلافت اور خاقان ترکستان اور ملوک اطراف کے پاس جس قدر خط جاتے تھے مین ہی ان کی کتابت کرتا تھا، ان سب خطوط کے نسخے میرے پاس موجود تھے افسوس کہ انھین لوگون نے

قصدا گم کردیا، دریغ اور ہزار دریغ کہ وہ روضہ ہائے رضوانی اس وقت موجود نہین ورنہ یہ تاریخ
ان سے نادر چیز بنجاتی، بہرحال فضل ایزدی سے نومید نہین ہون کہ مجھے یہ کاغذ پھر ہاتھ لگ جائینگے تاکہ
درج کتاب ہوسکین اور لوگون کو اس صدر بزرگ کا حال معلوم ہو، وما ذالک علی اللہ بعزیز،

خواجہ بونصر نے خط کو وزیر کے سامنے پیش کیا اور بعدازان دونون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ
کرکے مجلس سلطان مین سنایا نہایت پسند کیا گیا، روزشنبہ بیسوین محرم کو ایلچی کو بلایا گیا، اور ایک
خلعت فاخرہ مع استر جس مین پانچسو مثقال سونا لگا ہوا تھا اور فقہا کی خلعت کے مانند تھا اور دو گھوڑے
دیکر رخصت کیا اور جو کچھ خلیفہ کے پاس بھیجا تھا اس کے پاس پہنچا دیا گیا، ایک لاکھ درہم صلہ اور بیس
جامہ قیمتی مع استر اور جل اور برقعے ایلچی کو دئے گئے اور پانچسو دینار اور دس تھان خواجہ بزرگ نے
اپنی طرف سے ایلچی کو بھیجے، میرے استاد خواجہ بونصر نے رسولدار کے ہاتھ جواب نامہ ایلچی کے پاس بھیجدیا
پنجشنبہ ۲۲ محرم کو ایلچی بلخ سے روانہ ہوا، پانچ قاصد اس کے ساتھ بھیجے گئے تاکہ ایک ایک
کو اخبار تازہ کے ساتھ راستہ مین سے واپس بھیجا جائے اور دو آدمیون کو بغداد سے واقعات کی اطلاع
دیکر واپس کیا جائے کچھ مخبر مسافرون اور اسیرون کی جماعت مین پوشیدہ طور پر بھیجے گئے کہ جو کچھ ان
قاصدون پر گذرے بے کم وکاست اس کی اطلاع دین، امیر مسعود اس بارہ مین بہت اہتمام
کرتا تھا تمام اقطاع ملک مین جہان سے ایلچی ہوکر گذرتا تھا، خطوط ارسال ہوئے کہ استقبال شایان
شایان طریقہ پر کیا جائے اور ایسی خاطر و مدارات کیجائے کہ وہ بہ خوشنودی تمام بغداد پہنچے،

(۴) خبر پہنچی کہ امیرالمومنین القائم بامراللہ کا ایلچی بوبکر سلیمانی شہر رے پہنچ گیا ہو اور اس کے
ساتھ خلیفہ کا ایک خاص خادم ہی جس کے ہاتھ تبرکات بھیجے گئے اور باقی امور ایلچی کے سپرد ہین،
حکم ہوا کہ ان کا استقبال شان وشوکت کے ساتھ کیا جائے ایک ہفتہ رے مین قیام ہوا جہان
ان کی خوب مدارات کیگئی، بعدازان نیشاپور کی جانب تمام قافلہ اور وہ لوگ جنھین حکم ملا تھا،

روانہ ہوئے، امیر نے احکام جاری کئے اور لوگون نے تعجیل مضافات بیہق مین جاکر اسباب ضروری

کی بہمرسانی کاسامان کیا،

چہارشنبہ ۱۰ ربیع الآخر کو فقہا قضاۃ اوراعیان نیشاپور مع مرتبہ دارون اور رسولدار کے ان

کے استقبال کے لئے گئے، شہر کی طرف کے دروازہ سے جامع مسجد تک اور بازارون مین آرائش

کیگئی، بہت کچھ درہم دینار شیرینی اور برتن خیرات ہوئے ابوالقاسم خیزانی کے باغ مین قیام کیا گیا،

.... جب ایک ہفتہ گذر گیا اور مہمانون نے آرام کرلیا تو باغ شادیاخ کے دروازے سے ایلچی

کی قیامگاہ تک ایک جلوس کا انتظام کیا گیا، تمام لشکر اوراعیان اور سرہنگ سوار تھے اور نشان

ہاتھ مین لئے ہوئے تھے، پیادے پورے ہتھیار لگائے سوارون کے آگے کھڑے تھے، مرتبہ دار دو

رویہ ایستادہ تھے اور صفہ مین امیر تخت پر بیٹھا ہوا تھا، سالار اور حاجب کلاہ ہائے دوشاخ اوڑھے

ہوئے تھے، نہایت شان وشوکت کا دن تھا، حاجب اور چند سپہدار اور پردہ دار اور سپر کش

اور سوار اور مبیں اونٹ رسولدار کے ساتھ علی الصباح ایلچی کی قیامگاہ پر خلعت کے لانیکے لئے پہلے

پہنچ گئے تھے، ایلچی اور خادم کو محمل پر بٹھایا اور خلیفہ کی خلعتون کو اونٹون پر بار کیا شاگرد پیشہ تحائف

کو اپنے سرون پر رکھے آٹھ گھوڑے زین اور سنہری ساز وسامان کے ساتھ سونے کے نعل پیرون

مین پڑے آگے آگے نشان ایک سوار کے ہاتھ مین اور منشور اور نامہ دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا

دوسرے سوار کے ہاتھ مین ایلچی کے آگے آگے اور حاجب اور مرتبہ داران سب سے آگے اس ترتیب

سے یہ جلوس روانہ ہوا،

بوق دہل کی آواز بلند ہوئی اور ایسا شور اور غلغلہ ہوا کہ گویا قیامت کا دن ہی، تمام سامان

لشکر اور ہاتھیون کے جلوس کے ساتھ پیچھے سے آرہا تھا، ایلچی اور خادم کو دہلیز پر آتار اگیا اور امیر

کے سامنے پیش کیا گیا، ایلچی نے ہاتھ کو بوسہ دیا خادم نے زمین چومی اور کھڑے ہوگئے، امیر نے

کہا کہ "خداوند ولی نعمت امیرالمومنین کو کس طرح چھوڑا" ایلچی نے کہا "تندرستی اور شادمانی کے ساتھ تمام کام پُرمراد اور سلطان المعظم کی جو خلافت کا رکن عظیم ہے عمر دراز ہو آپ سے خشنود" حاجب بونصر نے ایلچی کا بازو پکڑا اور صفہ کے درمیان سے تخت کے نزدیک بٹھادیا ایلچی نے کہا "خداوند کی زندگانی دراز ہو جب مین حضرت خلافت مین پہنچا اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حال مجلس عالی مین بیان کیا اور القادر باللہ کی تعزیت اور امیرالمومنین کے تخت پر جلوہ افروز ہونے کی تہنیت بجالانے اور خطبہ ادا کرنے اور شرائط بیعت کو پورا کرنے کی کیفیت بیان کی تو امیرالمومنین نے جیساکہ اسکی ہمت بلند کے سزاوار ہے بندہ کو نہایت لطف کے ساتھ رخصت فرمایا، بعدازان تخت خلافت پر جلوس فرمایا اور اس ہفتہ مین عام دربار کیا جو کوئی تخت کے سامنے جاتا اور خلیفہ سے ملتا تھا سلطان کی تعریف فرماتے تھے اور شکریہ کا اظہار کرتے تھے حتیٰ کہ فرمایا کہ ہمارا بزرگتر اور قوی تر حکم آج ناصر دین اللہ حافظ بلاد اللہ المنتقم من اعداء اللہ ابی سعید مسعو دہے اور اسی مجلس مین سلطان کے نام ملک ہائے موروث ومکتسب اور نومفتوحہ علاقون کے عطا کئے جانے کے واسطے منشور تحریر کئے جانیکا برملا حکم صادر فرمایا ۱۳۱ور د دات طلب فرماکر خطِ عالی کے ساتھ توقیع کو آراستہ فرمایا اور لفظ عالی سے مبارکباد فرمائی اور اسی وقت حکم دیا کہ مہر لگائین اور خط کو خادم دعا کے حوالے کرین پھر ارشاد فرمایا کہ نشان لاؤ خود اپنے ہاتھ سے نشان کو باندھا اور طوق اور کمر اور کنگن اور تاج طلب فرماکر ایک ایک کو خود سپرد فرمایا اور دعا فرمائی کہ خدائے عزوجل مبارک فرمائے، پھر سلے ہوئے کپڑے طلب فرماکر ہر باب مین ایسی باتین فرمائین جو باعث فخر ہین اسی قسم کی باتین ان گھوڑون کے پیش ہوتے وقت جو خاصہ سے ان چیزون کے بعد لائے گئے ارشاد فرمائین، بعدازان عمامہ اور شمشیر پیش ہونے پر زبان مبارک سے فرمایا "یہ عمامہ جو ہاتھ کا باندھا ہوا ہے اسی طرح جہر دین کے ہاتھ مین دیا جائے اور وہ اسے اسی طرح اپنے سر پر رکھے تاج کے بعد تلوار کھینچی اور کہا

زنادقہ اور قرامطہ کو مغلوب کرے اور اپنے باپ یمین الدولۃ والدین (محمود) کی سنت کو اس بارہ مین نگاہ میں رکھے اور اس تلوار کے زور سے دوسرے ملکون کو جو دشمنون کے ہاتھ مین ہین فتح کرے" یہ تمام باتین فرمانے کے بعد سب چیزین اسی مجلس مین میرے سپرد کین جنھین آج لیکر یہان حاضر ہوا ہون تاکہ جو کچھ سلطان کی رائے ہو عمل کیا جاوے،

امیر نے بونصر مشکان کی طرف اشارہ کیا کہ منشور نامہ لے لیا جائے بونصر صف سے باہر آیا اور عربی مین ایلچی سے کہا وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور منشور کو جو دیبائے سیاہ مین لپٹا ہوا تھا امیر کے سامنے تخت پر رکھدیا، بونصر وہان سے منشور کو اٹھا کر ایک طرف آ کھڑا ہوا،

ایلچی نے کہا اگر رائے ہو تو تخت سے نیچے تشریف لے آئے تاکہ مبارکی کے ساتھ امیر المومنین کا خلعت پہنایا جائے، پھر کہا مصلّی بچھاؤ سلاح دار کے پاس مصلّی تھا اس نے فوراً بچھا دیا امیر نے قبلہ کی طرف منہ کیا بوق ہائے زرین جو باغ مین رکھے ہوئے تھے بجنے لگے اور ان کی آواز دوسرے باجون کے ساتھ ملکر بلند ہوئی، دروازہ پر کوس بجنے لگا اور آئینہ پیل کو جنبش ہونے لگی گویا قیامت آپہنچی،

بلکاتگین اور دوسرے حاجب دوڑے امیر کے بازو کو سہارا دیکر تخت سے نیچے اتار کر مصلّی پر بٹھا دیا ایلچی نے خلعت کے صندوق منگائے، سات پیراہن نکلے جنمین سے ایک دیبائے سیاہ کا تھا اور باقی دوسری طرح کے، جامہ ہائے بغدادی نہایت اعلیٰ قسم کے تھے، امیر نے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور تخت پر آیا تاج مرصع بجواہر اور طوق اور کنگن مرصع پیش ہوئے سب نے بوسہ دیا اور امیر کے سیدھے ہاتھ پر تخت پر رکھدیا گیا، بندھا ہوا عمامہ خادم سامنے لے گیا امیر نے بوسہ دیا اور کلاہ کو اتار کر سر پر رکھا اور نشان سیدھے ہاتھ مین لیا شمشیر کو حمائل کیا اور چومکر پہلو پر رکھا لوگون نے تکبیر شروع کی یہان تک کہ تمام صفہ زرین ہو گیا اور باغ کا میدان کیسہ ہائے سیم کی وجہ سے سیمی تھا ایلچی کو رخصت کیا گیا اور اس قدر خیرات ہوئی کہ جس کی حد نہین، عصر کے وقت ایلچی اپنی قیامگاہ پر پہنچا، شب و روز ایک نشاط و شادی کیفیت تھی ایک مدت تک لوگ ایسی خوشیان مناتے رہے جنکی نظیر کسی زمانہ مین لوگون نے نہ دیکھی تھی "۔

تلخیص و تبصرہ

ادبیات ہند اور جرمن شعراء

پروفیسر زلیسکی نے اپنی کتاب OURDEBTTOANTIQITY مین مشرق و مغرب کی ترقیون کو ایک تمثیل کے ذریعہ بیان کیا ہی، مشرق و مغرب دونون مرد و فرشتے تھے لیکن چونکہ ان کے جرم سنگین نہ تھے، اس لئے ان کو اجازت دیگئی کہ "وہ اپنے ہاتھون مین ایک ایک عصا لیکر لاکھون میل کا سفر پیدل طے کرکے کفارہ ادا کرین"، مشرق نے رحم کی درخواست کرتے ہوے کہا "خدایا! میری راہ صاف اور ستھری ہو، اس مین نہ تو وادیان ہون اور نہ پہاڑیان، تاکہ مین اپنے منزل مقصود کو ہر وقت اپنے پیش نظر پاؤن"، خداوند تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی، مغرب نے کوئی مراعات نہ چاہی، دونون اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے، مشرق اپنی راہ دراز، سادہ اور مستقیم پاکر، منغص ہوگیا، اپنا عصا پھینک کر زمین پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، "طے مسافت کے لئے یہ عہد عالم بہت کم ہی" اس کے بعد پڑکر سوگیا، اس وقت سے وہ ہمارے عہد تک سویا تھا، مغرب کا راستہ وادیون، اور ٹیلون سے غیر مسطح بنا ہوا تھا، اس لئے اس کی نظر دور تک نہ جاتی تھی، اس کے سامنے نئے نئے مناظر آتے جاتے اور وہ ایک پرامید دل لئے ہوئے بڑھتا جاتا، وہ اب تک بلندیون اور پستیون کو طے کر رہا ہی اور ایک روشنی اپنے سامنے پاتا ہی۔

چند سال قبل ادبیات کا بھی بالکل یہی حال تھا، ہندوستان کا موجودہ ذخیرۂ ادب وہ نہ تھا، جو عہد قدیم مین نظر آتا تھا، وہ تھکا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا دوسری طرف مغربی ادبیات مشرق سے بہت کچھ لینے کے بعد مسطح زمین پر چلنے کے بجائے نئی وادیون اور جدید راستون کو طے کر رہے ہین یہ

نئے رنگ کچھ تو ہندوستان سے لئے گئے ہین اور کچھ ایران سے، اہل مغرب مین سے جنھون نے سب سے زیادہ اس فیض سے استفادہ کیا وہ جرمن تھے،

ابتدائے عہد قدیم سے، قدیم جرمنون اور قدیم ہندؤن مین بعض چیزین مشترک تھین، اور یہی وجہ ہو کہ آریہ قوم کے اس خاندان کو "انڈو جرمن" کا لقب دیا گیا ہی، مثلاً ان مین ذیل کے عادات و رسوم مشترک ہین،

(۱) قدیم جرمن اور قدیم ہندو دونون کے دونون فطرت کی ہر بڑی مرعوب کُن شے کے سامنے اپنا سر عبودیت جھکا دیتے تھے، اور شاید یہی چیز تھی جس نے ان کے خیالات کو فطرت سے خدائے فطرت تک پہونچایا ہی۔

(۲) دونون کے یہان بیوون کی شادیان ممنوع تھین،

(۳) دونون کے یہان رسم ستی جاری تھی،

(۴) دونون اپنے دنون کا شمار صبح کے بجائے رات سے کرتے تھے،

(۵) دونون کے یہان دیہاتی پنچایتین قائم تھین،

لیکن یہ سب کی سب قرون اولیٰ کی باتین ہین، اب ہم ان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے اپنے عہد پر غور کرین کہ اسے ڈاکٹر ریمی (DR REMY) نے "ادبیات مین مشرقی تحریک" کے نام سے یاد کیا ہی،

کہا جا سکتا ہی، کہ بنگال ایسیاٹک سوسائٹی کے بانی سر ولیم جونس (SIR WILLIAM JONES) پہلے شخص ہین، جنھون نے یورپ مین سنسکرت کی تعلیم کی بنیاد رکھی، لیکن مذکورۂ بالا "مشرقی تحریک" ان سے پہلے ہی سیاحون کے ذریعہ یورپ مین قدم جما چکی تھی، ان سیاحون مین گرشیا ڈی اورٹا (GRACID'ORTO) پٹرو ڈلا ولی (PIETRO DELLA VALLA)

لارڈ (LORD) سرٹامس ہربرٹ (SIR THOMAS HERBERT) ٹیورنیر (TAUER NIER) منڈیسلو (MENDDSLO) اولیریس (OBARIUS) تھیوناٹ (THERVNOT) شارڈن (CHORDIN) اوگلبی (OGILBY) فرائر (FRYER) اونگٹن (OVINGTON) ہملٹن (HAMILTON) اویس (IVES) نیبہر (NIEBEHER) شار رینس (STARORINUS) ہیبر (HEBR) وغیرہ قابل ذکر ہین، سرڈبلو جونس نے اس تحریک کو آگے بڑھایا، اور جو ممالک اس سے متاثر ہوئے ان مین جرمنی سب سے اوّل تھا، اور جرمن اصحاب علم مین جس شخص نے سب سے زیادہ اس اثر کو قبول کیا وہ گوئٹے (GOETHE) تھا،

مشہور فرانسیسی عالم وسیاح اور پارسیون کی ژند اوستا کا پہلا مترجم انکیوٹل ڈوپرن (ANQUETIL DU PERRON) تھا جس نے جرمن فلسفی سوپن ہر (SCHOPENHAUER) کی توجہ ہندؤن کے فلسفہ کی طرف متوجہ کی، انکیوٹل نے ۱۸وین صدی کے آخر مین اففنحت (OAPHNEPHAT) کے نام سے اونپشد کا لاطینی ترجمہ شایع کیا، لیکن یہ ترجمہ بالواسطہ سنسکرت سے نہ تھا، بلکہ اس کے فارسی ترجمہ کا ترجمہ تھا، میکس مولر (MAXMULLER) اس ترجمہ کو "ایک خوفناک اختلاط" کے نام سے یاد کرتا ہے، چونکہ یہ ترجمہ کا ترجمہ تھا اس لئے اس کو فطرۃً ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، نیز جیسا کہ مین نے اپنے مضمون متعلق "تراجم عہد اکبری" مین بیان کیا ہے، یہ سنسکرت کے نفظی ترجمے نہ تھے، بلکہ ان مین مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بہرحال جو کچھ بھی ہو، اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اس نے یورپین اصحاب علم کو ہندو فلسفہ کی طرف متوجہ کر دیا، اسکوفنہر انہی مین سے تھا، اپنشد کے متعلق کہتا ہے، "یہ میری زندگی کا فلسفہ تھا اور میری موت کے بعد دوسرے عالم مین بھی باعث تسکین ہوگا" ڈوین (DEUSSAN) اسکوفنہر کے فلسفہ کو بہترین عیسائی فلسفہ بتاتا ہے،

زمانہ کی بعض نیرنگیون نے گوئٹے کو سب سے پہلے مشرق کے سکون بخش ادبیات کی طرف متوجہ کیا، پہلے وہ ہندؤن کی کتابون کی طرف مائل ہوا، لیکن اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی، پھر وہ ایرانی شعراء کی طرف عموماً اور حافظ کی طرف خصوصاً متوجہ ہوا، اسے **جرمن حافظ** کے نام سے یاد کیا جاتا ہے،

ہرڈر (HORDER) دوسرا جرمن عالم تھا جو سر جونس کی پوئسز ایشیاٹیکو (POESES ASIATICO) "ایشیائی شاعری" کی وجہ سے مشرقی ادبیات کی جانب مائل ہوا، اس نے اپنی کتاب زرسٹسریوٹ بلٹر (ZERSTEUTEBLATTER) "اوراق پریشان" مین بھگوت گیتا، اور بہت اوپنشد کے بعض حصون کے ترجمے شائع کئے،

ایک دوسرا بڑا جرمن شاعر شلیر (SEHCLLER) کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ پڑھکر مشرقی ادبیات کی طرف متوجہ ہوا،

اب تک اہل علم جرمن شعراء ہندوستانی نفسانیت کو ان کے تراجم کے ذریعہ جانتے تھے، لیکن شیگل برادران (SCHEGELBROTHERS) نے بالواسطہ سنسکرت کی طرف رخ کیا، فریدخ شیگل (FRIEDIEHSEHLEGIG) نے اپنی کتاب "ڈائی ویسیٹ ڈر انڈیر" (DIESHEITDERMDIER) "ہندی عقل و فہم" مین مہابھارت، رامائن اور منو کے بعض حصون کے ترجمے شائع کئے، ڈاکٹر ریمی جن کی کتاب نے مجھے اس مضمون کا خیال پیدا کیا، اپنی اس کتاب مین لکھتے ہین،

"برطانوی تدبیر نے ہندوستان کے مادی فتوحات کو مکمل کر لیا ہے اور اب جرمن علوم اس کے روحانی قبضہ کی فکر مین مشغول ہین" (ڈاکٹر مودی، انڈین ریویو)

سحر اور قانون

سحر اور جادوگری نے باین ہمہ علم و تہذیب اب تک دنیا کو مسحور کر رکھا ہے، ابتداے عہد آفرینش

مین وہ مذہب کے درجہ پر نظر آتی ہی، اس عجیب وغریب علم کا آغاز مصر سے ہوا، اور وہان سے چلکر اس نے اپنی تمام ہلاکتون اور تباہیون کے ساتھ پوری سطح یورپ کو ڈھانپ لیا، قدیم اقوام مثلاً کالڈی (CALDIAN) ہمارے موجودہ سفید و سیاہ سحر کی طرح علوی و سفلی جادو کے ماننے والے تھے، یونان نے مصر و بابل سے اس فن کو سیکھا، لیکن اس مین علوی کی جگہ سفلی جادو کا حصّہ زیادہ تھا، رومہ نے فال عام اور اس قسم کے دوسرے شگون کو تسلیم کیا، لیکن ان کے ساتھ ہی سفلی جادو کے لئے سخت ترین سزائین مقرر کی گئین تھین، رومہ کے اصول دوازدہ نے فلکیات کی تعلیم کو ممنوع قرار دیا تھا، اور کبھی جادو کی کتاب کی ملکیت سزا کا مستوجب بنا دیتی تھی، اوّلین سزا جو عیسائیت نے اس فن کے خلاف نافذ کی وہ ۳۱۵ء مین انکیرا (ANCYRA) پر تھی، حالانکہ ۱۴۸۴ء مین ہم کو پوپ انوسنٹ ہشتم (INNOCENT VIII) کا بیل اپنا کام کرتا نظر آتا ہی، سکنڈنیویا، اسپین، فرانس، جرمنی، اور جدید ریاستہائے انگلستان نے دی اکلٹ ریویو (THE OCCULT REVIEW) کے ایک نامہ نگار کے بیان کے مطابق اس کی سزائین مقرر کر رکھی تھین لیکن تعجب یہ ہی کہ آئرلینڈ مین اس قسم کے واقعات کی تعداد بہت ہی محدود ہی،

انگلستان مین، پہلے عام قانون کے ذریعہ اور مین حکومت کے قانون سے جادوگری ایک قابل سزا جرم تھا، لیکن ۱۵۶۲ء تک اس کو عظیم ترین جرم نہین سمجھا جاتا تھا، ۱۶۰۳ء مین جیمس اوّل (JAMES I) نے جادوگری اور سحر کے خلاف خود ایک قانون منظور کیا، یہ قانون ۱۷۳۶ء مین ایک دوسرے قانون کے ذریعہ منسوخ کیا گیا، اس دوسرے قانون مین اس شخص کیلئے جو آئندہ کی باتین بتائے، یا جادو کے ذریعہ لوگون کے مال غائب شدہ کا پتہ چلائے، ضمانت یا ایک سال کی سزا مقرر کی گئی تھی، یہ قانون اب تک کچھ ترمیم کے ساتھ رائج ہی"

۱۷ وین صدی مین جادوگری کے خلاف ایک عام اور سخت ترین کوشش کیگئی تھی اور بکثرت لوگون کو جادوگر سمجھ کر ان کے اعضا کاٹے گئے اور آگ مین جلا دیے گئے،

(انڈین ریویو)

جبل طارق اور طنجہ

دمشق کا رسالہ مجمع علمی عربی، اندلس کے گذشتہ اور موجودہ حالات پر ایک مسلسل مضمون شائع کر رہا ہے، اسی ضمن مین مسلمانون کے علمی احسانات اور تمدنی بے تعصبیان اور عیسائیون کا بالآخر مسلمانون کے ساتھ آخری شرمناک سلوک کی بھی تفصیل دکھا رہا ہے، بیروت کے مشہور مسیحی تبلیغی رسالہ مشرق نے جو علم کی خدمت کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے سرگرم ہے، اس سلسلۂ مضمون پر تنقید ضروری سمجھی، مگر ان دونون مضمونون کو سامنے رکھکر پڑھنے سے سائل و مجیب دونون کی قوت و کمزوری کا راز عیان ہو جاتا ہے،

اس سلسلہ کا آخری مضمون جبل طارق اور طنجہ کی موجودہ حالت ہے، مسلمانان عالم کو یورپ اور افریقہ کے ان انتہائی گوشون سے صرف اس لئے محبت ہے کہ یہان ان کے کاروان رفتہ کے نشان قدم ملتے ہین، اور وہ اب جہان اسلام اور دنیائے مسیحیت کے مقطع اور سرحد ہین،

جبل الطارق جس کو اب اہل یورپ بگاڑ کر جبرالٹر کہتے ہین، اسپین کی انتہا پر افریقہ کے ملک مراکش کے سامنے بحر متوسط اور بحر محیط کا چوکیدار اور نگران ہے، یہی وہ مقام ہے جہان سے اندلس کا مسلمان فاتح طارق اپنی چند ہزار فوج لیکر مراکش سے نکل کر اسپین کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تھا، مراکش اور اسپین کے درمیان ایک تپلی سے آبی تحریر ہے، جس کی ایک طرف یورپ کا کنارہ اور دوسری طرف افریقہ کی سرزمین ہے؛

جبل طارق سمندر کی سطح سے ۴۲۵ میٹر بلند ہے، اور یورپ کے براعظم سے ایک ریگستان کے ذریعہ سے ملحق ہے، اس کے نیچے دنیا کی مختلف النسل قومون کی ایک چھوٹی سے آبادی ہے، عربون کے اخراج کے بعد اہل اسپین نے اس پر قبضہ کیا، اور اٹھارھوین صدی کے شروع تک اس کو اپنے قبضہ مین رکھا، ۱۷۰۴ء مین انگریزون نے اسس کو لے لیا، اور اس وقت سے آج تک وہ اس پر قابض ہین، ۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۳ء

تک اسپینون نے فرانسیسون کی مدد سے اس کو انگریزون نے واپس لینا چاہا مگر اس مین ان کو کامیابی نہ ہوئی اور اب وہ ایک چھوٹی سی انگریزی نوآبادی ہے، اور دنیا کا مضبوط و مستحکم ترین بحری قلعہ ہے جو یورپ، افریقہ اور امریکہ کے برِ اعظمون کی ناکہ بندی کرتا ہے،

آجکل انگریزی محافظ فوج کے علاوہ، اس کی آبادی ۲۱ ہزار ہے، جو یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ کی قومون کا مشترک مسکن ہے، انگریزی اور اسپینی دو زبانین یہان رائج ہین، اور کسی غیر برطانوی رعایا کو یہان کی زمین خریدنے کا اختیار نہین ہے، آبادی مین صرف ایک تنگ سڑک ہے جس کی تعمیر پر تقریباً دو صدیان گذری ہین، یہان کی عمارتین بھی یہان کی آبادی کی طرح مختلف طرز اور نمونہ کی ہین، جزیرۂ خضرا سے جو حکومت اسپین کی آخری سرحد ہے جبل طارق کا راستہ صرف چند منٹون کا ہے جو کشتی کے ذریعہ سے طے ہوتا ہے،

جبل طارق سے چند میل کے فاصلہ پر افریقی ساحل پر شہر طنجہ واقع ہے جو مراکش کے حدود مین داخل ہے اس شہر کی موجودہ آبادی چالیس ہزار ہے جن مین غیر قومون مین سے اسپینی، پرتگالی، اٹالین، اور فرنچ زیادہ ہین، یہ شہر نہایت پرانا ہے فنیقیہ والون نے اس کو پہلے آباد کیا تھا، اور باوجود اس کے کہ یہ مختلف قومون کا ہمیشہ گذرگاہ رہا اپنے مشرقی طرز پر بہ استواری کے ساتھ قائم ہے، مسلمانون کے انحطاط کے بعد ۱۴۷۱ء مین اس پر پرتگالیون نے قبضہ کیا، ۱۶۶۲ء مین اس کو ان سے انگریزون نے چھین لیا، ۱۸۴۴ء مین فرانسیسیون نے اس کا محاصرہ کیا، اس وقت سے دراصل تو یہ مراکش کی ملکیت ہے مگر عملاً یورپ کی تمام سلطنتون کا یہ بین الاقوامی بندرگاہ ہوگیا ہے اور اسی لئے یہان تمام سلطنتون کے نمایندے رہتے ہین، اور مراکش کے اکثر معزول سلاطین مثلاً مولائی عبد العزیز اور مولائی عبد الحفیظ یہان پناہ گزین ہین، یہان سے جزیرۂ خضرا صرف ۱۲ میل ہے،

اخبار علمیہ

زراعت کی آب پاشی کیلئے یورپ نے مختلف طریقے ایجاد کیے ہیں، لیکن حال میں امریکہ میں ایک مشین ایجاد کی گئی ہے جو نہروں اور تالابوں کے وسیع اخراجات کو روک دیگی، اس کے ذریعہ پانی جڑوں میں پہونچایا جائیگا، اس کی صورت یہ ہے کہ مشین میں پانی بھر دیا جاتا ہے، وہ پانی برف کی صورت میں منجمد ہوکر گولیوں کی شکل میں نکلتا ہے، اور پودوں کی جڑوں کے پاس گرتا جاتا ہے، اور اس طرح تمام کھیت سیراب ہو جاتے ہیں،

سر ولیم ڈنس نے اکسفورڈ یونیورسٹی کو ایک لاکھ پونڈ (۱۵۰۰۰۰۰ روپے) اس لئے دئے ہیں کہ وہ علم الامراض کے لئے ایک مدرسہ قائم کرے، یونیورسٹی نے اس کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے،

ٹیلیفون کی موجودہ صورت میں تاجروں اور مصروف آدمیوں کو یہ وقت محسوس ہوتی تھی کہ وہ جب تک اس کو استعمال کر رہے ہوں کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب اس نقص کو دور کر دیا گیا ہے، یہ ایک نئی قسم کا آلہ ہے، اس میں آواز بہت زور سے سنائی دیتی ہے، اور انسان آلہ سے الگ رہکر اس میں گفتگو کر سکتا ہے، اس کی آواز تیس فٹ کی دوری سے نہایت صاف سنائی دیتی ہے، اور وہاں سے جواب بھی دیا جا سکتا ہے، ضرورت کے وقت صرف ایک بٹن دبانا ہوتا ہے، پھر اس طرح بات چیت شروع ہو جاتی ہے کہ گویا سائل و مجیب دونوں کمرے ہی میں ہیں،

ہمبرگ کے رصدخانہ نے اس سال کے تیسرے دمدار ستارہ کا پتہ چلایا ہے، باقی دو ستاروں کو رصدخانہ کیپ نے معلوم کیا ہے، لیکن ابھی تک اون نصف درجن دمدار تاروں کا پتہ نہین چل سکا ہے جو موسمی حالات کے اختلاف کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں،

انگلستان، ابتدائی تعلیم کو جو وسعت دے رہا ہے اس کا اندازہ اس کے اخراجات سے معلوم ہوسکتا ہے، ۱۴-۱۹۱۳ء میں ۲۱۵۰۰۷۸ پونڈ صرف ہوئے تھے اور ۲۲-۱۹۲۱ء میں اس کی تعداد ۸۰۲۱۱۱۹۴۶ پونڈ پہونچ گئی ہے،

سر آئزک بیلی بالفور کی موت علمی دنیا کا حادثہ سمجھا جاتا ہے، سر مذکور ۴۲ سال تک اڈنبرا یونیورسٹی کے علم نباتات کے اعلیٰ پروفیسر رہے ہیں،

دی رائل اسکاٹش جیاگریفیکل سوسائٹی نے پروفیسر جے ڈبلو گرگری کو ان کے علمی خدمات کے سلسلہ میں اپنا طلائی تمغہ پیش کیا ہے، پروفیسر موصوف نے اسٹریلیا، مشرقی، آفریقہ اور جنوبی مغربی چین میں جو علمی تحقیقات کی ہیں، وہ علمی حیثیت سے نہایت ہی اہم نتائج پیدا کرنے والی ہیں،

ایام جنگ میں حکومت انگلستان کو اپنی تعلیمی اخراجات میں بڑی حد تک کمی کرنی پڑی تھی، لیکن اب پھر ان کو سابق درجہ تک پہونچانے کی کوشش کیجارہی ہے، ذیل کے اعداد اس کا ثبوت دینگے،

سنہ	ابتدائی تعلیم پر	اعلیٰ تعلیم پر	میزان پونڈ
۱۹۱۲-۱۳	۲۲۸۹۵۹۴	۸۴۴۰۵۳	۳۱۳۳۶۴۷

۱۹۱۸-۱۹	۸۵۲۳۳	۲۴۱۹۲	۱۰۹۴۲۵
۱۹۱۹-۲۰	۲۹۸۷۰۰	۴۹۸۵۲۳	۷۹۷۲۲۳
۱۹۲۰-۲۱	۸۴۳۷۴۹	۱۲۲۶۷۱۳	۲۰۷۰۴۶۲

انگلستان کے ابتدائی مدارس وطلبا مین جو اضافہ ہوا ہو وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتا ہو،

	تعداد مدارس			تعداد طلبا اسکول		
سنہ ۱۳ء	سرکاری مدارس	غیرسرکاری مدارس	میزان	طلبا سرکاری سکول	طلبا غیرسرکاری اسکول	میزان
انگلستان	۷۶۰۳	۱۱۳۸۲	۱۸۹۸۵	۳۹۴۲۸۷۸	۲۵۸۱۵۹۱	۶۵۲۴۴۶۹
ویلز	۱۲۷۹	۶۲۷	۱۹۰۶	۴۵۸۶۲۶	۱۰۳۲۷۵	۵۶۱۹۰۱
سنہ ۲۲ء انگلینڈ و ویلز	۸۸۲۲	۱۲۰۰۹	۲۰۸۹۱	۴۴۰۱۵۰۴	۲۶۸۴۸۶۶	۷۰۸۶۳۷۰

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا پبلک اسکولس گولڈ مڈل اس سال ایس، ڈی لسٹبزی (اٹین کالج) کو دیا گیا ہو، یہ تمغہ ہندوستان کی تاریخ کے کسی موضوع پر بہترین مضمون لکھنے پر دیا جاتا ہو، امسال کے قابل انعام مضمون کا عنوان "حیات ٹیپو سلطان" تھا،

ذیلی میل نے پرندون کی ترقی کے لئے نمائش کی تھی، اس کے متعلق ایک ہزار پونڈ کے متعدد انعامات بھی تھے، اس مین ۱۵۲۰ مرغیان آئی تھین، اول انعام ان آٹھ مرغیون کے مالک کو ملا ہو، جنھون نے ۱۹۲۹ انڈے دیے!

تمام انڈون کی تعداد ۲۲۰۹۰۸۲ تھی یعنی اوسطاً فی مرغی نے ۱۹۴ انڈے دیئے،

ڈاکٹر این، برگس نے برمنگھم یونیورسٹی کی انجمن معدنیات مین تقریر کرتے ہوئے بیان کیا ہو کہ ایک جرمن ماہر کیمیا نے نرم کوئلون سے تیل نکالنے مین کامیابی حاصل کی ہی، کوئلون کو دباکر اور ہاڈروجن ملاکر ۹۰ فیصدی تیل نکالا جا سکتا ہی، اسی سے مختلف صورتون سے پٹرول بھی بنایا جا سکتا ہی،

ایام جنگ کی بچی ہوئی اشیاء کو حکومت نے بیچنا شروع کردیا ہی اس مین ۳۰۰۰۰۰۰ گز اونی کپڑا ہی جس سے ۹۰۰۰۰ آدمیون کے سوٹ تیار ہو سکتے ہین، اور ۴۰۰۰۰۰ گز سوتی ہی، موجودہ نرخ کے لحاظ سے اس کی بکری مین صرف ۱۰۰۰۰۰ پونڈ یعنی ۱۵۰۰۰۰۰ روپئے کا نقصان ہوگا،

جے، لائنس اینڈ کمپنی یورپ کے سب سے بڑے ہوٹل کی تعمیر کی تیاری کر رہی ہی، یہ ہوٹل ماربل آرک کے قریب ہوگا،

انگلستان کے عجائب خانون کی رپورٹ حال ہی مین شایع ہوئی ہی اس سے پتہ چلتا ہی کہ جو لوگ امسال وکٹوریہ البرٹ موزیم کے دیکھنے کو گئے ان کی تعداد ۱۱۰۸۲۰۴ ہی، اس کے بعد کیوگارڈنس کا نمبر ہے جہان ۱۰۲۹۱۶۹ زائرین ایک سال مین آئے،

ٹیلیفون کا سب سے قدیم آلہ جو ایس، ایف بی مورس نے ۱۸۳۶ء مین ۳ فٹ بلند ۲½ عریض لکڑی کی شکل مین بنایا تھا، نیویارک سے نمایش کیلئے ریوڈی جینیرو لایا گیا ہی،

جرمنی ماہرین طیارہ نے حال مین ایک ایسی مشین ایجاد کی ہی جو ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرتی ہی اور ۵ منٹ مین اس کو پانچ تھیلون مین لپیٹ کر آسانی سے سمیٹ کر رکھدیا جاسکتا ہی،

آجکل پیرس مین ایک پرانا کوا نظر آیا ہی جو ۱۵۰ برس کا ہی، پیرس کی توہم پرست آبادی اسے کسی آئندہ ہلاکت کا پیش خیمہ سمجھتی ہی، مگر یورپ کے فلسفہ عمر کے ماہرین نے اس کی عمر کا پتہ کیونکر لگایا؟

لندن کا شہر دنیا کا سب سے بڑا شہر ہی نہین ہی بلکہ اس کا بندرگاہ بھی دنیا کا سب سے بڑا معبر ہی، ۱۸۰۰ء مین ....۱ پونڈ کی چیزین آئی تھین اور ۱۹۲۱ء مین ....۶۰ پونڈ کی لائی گئی ہین، اس زمانہ مین ....۵۰۰۰ ٹن کے جہاز لندن آئے تھے لیکن ۱۹۲۱ء مین یہ تعداد ......۳۵ ٹن تک پہونچ گئی ہی،

انگریزی و فرانسیسی طیارون نے گذشتہ گیارہ مہینون مین تقریباً ......۱ میل کے سفر کئے، اور ۱۲۰۹۰ مسافر لے گئے، اس مین سے ۹۲۲۱ آدمیون نے برطانوی ہوائی جہازون سے اپنی مسافت طی کی ہے،

لارڈ کا مونروِن نے مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقات مین بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہی، انھون نے علاقہ لکسر کے وادی الملوک مین بادشاہ ٹوٹن فیمن (۱۳۵۰ق.م) کا مقبرہ کھود کر نکالا ہے، اس مین بہت سے جواہرات اور قیمتی اشیا ملی ہین، قانون کے مطابق ان چیزون کا نصف حصہ مکتشف کا ہوتا ہی لیکن مصری حکومت نے اس مین یہ مراعات منظور نہین کی، بلکہ لارڈ موصوف کو ایک معتدبہ

قسم پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے،

اٹین کالج نے جسے ہنری ششم نے قائم کیا تھا گذشتہ سال اپنی ۵۰۱ وین سالگرہ منائی،

جرمن مارک کی انحطاطات سے جو نقصان ملک کو ہو رہا ہے اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ وہان کے محکمۂ ڈاکخانجات مین ۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ مارکس کی کمی واقع ہوئی ہے،

پیرس مین ایک مشین ایجاد ہوئی ہے جو ایک گھنٹہ مین ۲۰۰۰ شیٹ یا ۲۰۰۰۰ ٹکٹ چھاپتی، کاٹتی، شمار کرتی اور پیکیٹ بنا کر نکالتی ہے،

اہل جرمن کی غربت و فلاکت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے اعزار کی نعشون کیلئے لکڑی کے صندوق بھی بنوا نہین سکتے، اور یہ کام موٹے کاغذ کے تختون سے لیا جاتا ہے،

گرمس بائی مین نصف شب کے قریب ایک شہاب ثاقب جو ایک بڑے آتشین گیند کی شکل کا تھا شرقی جانب دیکھا گیا، اس کے غائب ہونے کے بعد ایک زور کا دھماکا ہوا، یہ آواز اتنی سخت تھی کہ لوگ اپنے بسترون کو چھوڑ کر گھر سے باہر نکل آئے،

---

۲۲ جنوری کو انڈین ہسٹریکل کمیشن کا جو اجلاس ہوا تھا اس مین ذیل کے اشخاص نے مختلف تاریخی مضامین پر تقریرین کین:

پروفیسر جدو ناتھ سرکار	عہد اورنگ زیب میں سورت کا کارخانہ
مسٹر جے کان دی، سی، این،	مسٹر جی، ایف گرینڈ کا آخری وصیت نامہ
ڈاکٹر شفاعت احمد خان، الہ آباد،	موجودہ تاریخ ہند اور تحقیقات .
مسٹر بینی پرشاد، آگرہ .	مغلون کی علمی پالیسی،
پروفیسر کے، آر، قانون گو،	مرزا نجف خان اور جاٹ
رائے بہادر ڈی کی پرسینس	مرہٹون اور انگریزون کی اصلی مراسلت
مسٹر آر، بی، رمس بہم	حصول دیوانی کے بعد مالگذاری کی وصولیابی
" " " "	کے چند فوری طریقے،
مسٹر جے، این، سمادار	بعض غیر سرکاری کاغذات متعلق قبضہ رہتاس گڈھ ۱۷۶۴ء
مسٹر رام پرشاد تر پاٹھی	اکبر کا فوجی نظام
مسٹر بدالدین احمد	ہائیکورٹ کے قدیم عدالتی کاغذات
مسٹر ایچ، ڈبلو، بی مورنیو،	بعض اینگلو انڈین ایجادات،
مسٹر بی سی نہر،	مرشدآباد کے جگت سیٹھ کا وصیت نامہ،
ریوایچ نوسٹن ایس جے،	گوتھلس کی انڈین لائبریری کے چند ڈچ کاغذات
خان بہادر سید عبد اللطیف،	شائستہ خان کا آخری وصیت نامہ
مسٹر اے، ایف، ایم عبد العلی،	مین پور کی ابتدائی تاریخ،

اس ماہ مین عالم تاریخ کا سب بڑا حادثہ پروفیسر رائز ڈیوڈز کی موت ہی، پروفیسر مرحوم سنسکرت و تاریخ ہند قدیم اور عہد بودھ کے مستند عالم تھے، آپکی [illegible] جس وقت کی نظر سے دیکھی جاتی ہی، ۱۸۴۳ء مین پیدا ہوئے تھے

آثارِ علمیہ ادبیہ

اردو یا فارسی کے ہندوستانی شعرا میں سے ہم زیادہ تر ان لوگوں سے واقف ہیں، جن کے دواوین چھپکر عام ہوگئے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی متعدد ہندوستانی سخنگو ایسے ہیں، جن کی جگر کاویاں بوسیدہ اوراق کے سینوں میں نگاہوں سے مستور ہیں، اور وہ گرانمایہ ہستیاں، اب تک قبول عام کی تحسین اور داد سے محروم ہیں، انہیں میں ایک **خواجہ امین الدین** امینؔ عظیم آبادی المتوفی ۱۱۹۹ھ ہیں، ان کے فارسی کلام کے چند منتخب اشعار ہمارے دوست قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی نے ہمارے پاس بھیجے ہیں، ان کو دیکھکر اندازہ ہوگا کہ شگفتگی خیال، شیرینی زبان اور صحت محاورات میں ان کا درجہ کتنا بلند ہے۔

نیست غمی زمرگِ خویش تلخیِ غم چشیدہ را — دل بہ سفر قوی بود رنجِ سفر کشیدہ را
ای کہ بہ سینہ تخمِ غم کاشتہ بہ یادِ گل — یاد نمی کنی چرا این دلِ داغ دیدہ را
خواہ بہ لطف پیش آ، خواہ بکینہ خون نما — ہر دو زتست خوشنما عاشقِ پاک دیدہ را

گرو اکنم از پردۂ دل داغ کہن را — داغ جگر تازہ گذاریم چمن را

فارغ ز درد نیست دلِ غم سرشت ما — چون لالہ است داغ جنون سرنوشت ما
افشاندہ ایم بس عوضِ دانہ اشک گرم — جائے شگوفہ شعلہ برآید ز کشت ما

روئے شگفتہ تو گلستان آتش است | زلف تو نخل سرکش بستان آتش است
بیتاب کرد، دئے تو ہر چند شعلہ را | داغے دگر ز خوئے تو در جان آتش است
مغز سرم ز سوز محبت ہمہ پر ست | ایں پنبہ را ببیں کہ نگہبان آتش است

عاشق بدیدہ ناوک جاناں نگاہ داشت | یعنی بچشم خاطر مہماں نگاہ داشت
ہر کس کہ آشنا شدہ با چوں تو کافرے | ایماں نداشت ست گر ایماں نگاہ داشت
آخر بما تفس وطناں رحم واجب است | نتواں تمام عمر بہ زنداں نگاہ داشت
روشن دلاں بروئے کسی در نہ بستہ اند | آئینہ کس ندید کہ درباں نگاہ داشت
در گلشن زمانہ کہ غیر از ملال نیست | باید چوں غنچہ سر بگریباں نگاہ داشت
یارب چہ پیش آمدہ کز قطرہائے اشک | جا رسیت در قلمرو مژگاں نگاہ داشت

رسائل خلافت

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

خلافت اور ہندوستان، تواریخ، سفرناموں، آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہیں، قیمت ۸ ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس میں تاریخی اور اثری حوالوں، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہی خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہی، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہی، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتیں انجام دی ہیں، قابل دید رسالہ ہی، قیمت عمر

خلافت اور دنیائے اسلام، مولنا کے سفر یورپ کے نتائج ہیں، اس میں دکھایا ہی کہ اس وقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت میں ہیں، اور خلافت کے مسئلہ میں اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد و جہد کر رہے ہیں، وہ ان میں سیاسی انقلابات کہاں تک پیدا ہوئے ہیں، قیمت ۶ ر

منیجر

ادبیات

شامِ غم اور صبح مسرت

از مولوی اقبال احمد صاحب سہیل ایم اے ال ال بی، اعظم گڈہ،

اُف شبِ غم کا رنگ بھی، کتنا جنون نواز تھا　　بزم جہان مین چارسو، نالۂ دلگداز تھا،

تھی وہ نگاہِ فتنہ گر، تفرقہ سازِ ہمدگر　　دل کو جگر کی کیا خبر، اپنے سے بے نیاز تھا

دیدہ و دل مین ایک بھی بچ نہ سکا فریب سے　　کوئی اسیرِ زلف تھا، کوئی شہیدِ ناز تھا

آہوئے وحشیِ حرم، کر نہ سکا ذرا بھی رم　　کس کی کمندِ ناز کا، دستِ ستم دراز تھا

شورِ انا ہو یا نہو، حق سے لب آشنا نہو　　جس نے یہ لفظ کہدیا، دار پہ سرفراز تھا

کشورِ حسن مین نہ تھا، فرقِ یزید و بایزید　　اک درِ مجلسِ بلا، سامنے سب کے باز تھا

اہلِ وفا و بوالہوس، سب کی سزا تھی ایک بس　　زاغ و زغن کا ہم قفس طوطیِ نغمہ ساز تھا

جلوہ گہِ جمال مین، حکم تھا قتلِ عام کا،　　مجرم و بے گناہ کا، یان کسے امتیاز تھا

بزمِ مغان مین تھی حرام، اک مئے الفتِ وطن　　ورنہ برائے میکشی، مسئلۂ جواز تھا،

مشقِ ستم تھی ہر طرف قدس سے لیکے تا نجف　　تیرِ نگاہ کا ہدف، روم سے تا حجاز تھا

زلف و نگہ مین تھا چھڑا قلب و جگر کا مسئلہ　　ایک طرف یہ سوز تھا، ایک طرف گداز تھا

دل مین کچھ اور آرزو، لب پہ کچھ اور گفتگو　　وعدہ تسکن بہانہ جو، حسن فسون طراز تھا

ہر دلِ دردمند پہ چھائی تھی اک فسردگی　　یان تو یہ حال، اور ادھر، دور غرور و ناز تھا

شیشہ دل کی یہ شکست، لائی پیام آرزو　　اب یہ کھلا کہ درد خود، درد کا چارہ ساز تھا

غنچہ کی دل گرفتگی، خندۂ گل کی تھی نقیب ظلمت شام مین نہان، صبح طرب کا راز تھا

مژدۂ نصرت کمال باز بگوش جان رسید

طرۂ پرچم ہلال باز بر آسمان رسید

کیجیے شکر کس طرح، رحمت کردگار کا گلشن آرزو مین پھر، دور ہوا بہار کا

باطل فتنہ ساز کو حق سے شکست ہوگئی خیر سے آج سر ہوا معرکہ نور و نار کا

خالد مرتضیٰ سلف، انور مصطفیٰ خلف اچھلے نہ کیسے نام پھر، ضربت ذوالفقار کا

رافع پرچم ہلال، غازی مصطفیٰ کمال یعنی وہ اک مجسمہ، ہمت استوار کا

قلب فدائے مصطفیٰ، جان نثار مصطفیٰ ذات ہی جس کی آئینہ، رحمت کردگار کا

صل علیٰ وحبذا الطرۂ تیغ مصطفیٰ پھیر دیا ہی جس نے منھ فتنۂ روزگار کا

جس نے بلند کر دیا، جذبہ حریت کا نام خاتمہ جس نے کر دیا، غیر کے اقتدار کا

سبزۂ پائمال کو، جس نے نہال کر دیا جس نے سمان دکھادیا گذری ہوئی بہار کا

بسمل جان بلب کو پھر جس نے حیات تازہ دی حوصلہ پھر بڑھا دیا، ملت دل فگار کا

ترکون ہی کی نہین یہ فتح بلکہ کل اسلام کی ہی کیون نہ ہرا ہو داغ پھر ہر دل بیقرار کا

ہم تو ہین اس کے شیفتہ جو بھی وطن پرست ہی روم کا ہو کہ چین کا، ہند کا یا تتار کا

ترک ہوئے ہین جس طرح، پنجۂ غیر سے رہا یون ہی نصیب جاگ اٹھے ہند کے اس دیار کا

چاہیئے راہ شوق مین، ایک جنون آرزو میکدۂ وطن مین کیا، کام ہی ہوشیار کا

کیون نہ لب بسمل پہ حب وطن کا راگ ہو بلبل نغمہ سنج ہی، ہند کی شاخسار کا

سبزۂ و گل ز سرو مد باز بہ بوستان ما

یعنی بدست ما دہد دور فلک عنان ما

اوراق پارینہ

"جامع الاخلاق"

از قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے

انیسویں صدی کی ابتدا میں، نثر اردو کو ترقی دینے کے لئے ڈاکٹر گلگرسٹ اور ان کے ساتھیوں نے جو کوششیں کی تھیں اس کا تذکرہ آزاد نے آب حیات میں، اور مولوی عبدالحق معتمد انجمن ترقی اردو نے "گلشن ہند" کے مقدمہ میں کیا ہے، جو معلومات ان حضرات نے بہم پہونچائی ہیں قابل قدر ضرور ہیں، لیکن تعجب ہے کہ اس عہد کی ایک ایسی کتاب جس کا ذکر، اس لحاظ سے کہ کسی قدیم مستند علمی کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی، سب سے مقدم ہونا چاہئے تھا، سرے سے نظر انداز کر دیا، چونکہ اس کتاب کی اہمیت کے متعلق اختلاف رائے ناممکن ہے، اس لئے یقین ہے کہ یہ کتاب ان حضرات کی نظر سے نہیں گذری، میری مراد علم الاخلاق کی مشہور و معروف کتاب، "اخلاق جلالی" کے اردو ترجمہ سے ہے جس کو ۱۸۰۵ء میں مولوی امانت اللہ نے کپتان جیمس موئٹ کے حکم سے مکمل کیا: اور اس کا نام "جامع الاخلاق" رکھا،

مترجم کا نام مولوی امانت اللہ ہے، ان کے مولد و موطن کا کچھ پتہ معلوم نہیں ہوتا، ان کی علمی قابلیت ضرور اچھی ہوگی ورنہ ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد نہ کیجاتی، فورٹ ولیم کالج میں یہ منشی تفریق ہندی کے تھے، ایک کتاب "ہدایت الاسلام" بھی انھوں نے لکھی تھی جس کا ذکر وہ دیباچہ میں کرتے ہیں، شاعر بھی تھے اور شیدا تخلص کرتے تھے، چنانچہ خاتمہ اور دیباچہ میں ان کی طبعزاد مدحیہ اور دعائیہ نظمیں موجود ہیں، پایۂ شاعری بہت ادنیٰ ہے، غالباً اسی وجہ سے کسی تذکرہ نگار نے ان کا حال نہیں لکھا، بلکہ نام تک درج کرنا غیر ضروری سمجھا، یہ ترجمہ انھوں نے ۱۸۰۵ء میں جبکہ مارکوئس ولزلی گورنر جنرل تھے

کپتان جیمس موئٹ مدرس "تفریق ہندی" "مدرسۂ عالیہ" "دام اقبالہ" کی تحریک سے تکمیل کو پہونچایا، دیباچہ میں مترجم نے ان دونوں "صاحب بہادروں" کی نظم و نثر میں بیحد مبالغہ آمیز تعریف کی ہے،

اصل کتاب میں کیا کچھ ردوبدل انھوں نے جائز رکھا ہے اور اصطلاحات کے متعلق کونسی روش اختیار کی ہے، اسکا بیان انھیں کے الفاظ میں مناسب ہوگا،

"یہ کتاب نہایت مغلق اور دقیق المضمون، اوّل سے آخر تک تمام مسائل حکمی اور تدقیقات علمی سے مشحون ہے، اور ترجمہ کرنا اس کا مستلزم تجدید یاد جسمانی، اور اسقاط قوائی انسانی کا ہے لیکن بمقتضائے نمک خواری کے صورت انکار کی مناسب نہ دیکھی، اور فضّال حقیقی پر توکل کرکے اس میں اقدام کیا، لیکن اس کے خطبے کے بدلے دوسرا خطبہ علٰحدہ لکھکر ضمیمہ اس ترجمے کا کرکے حکمت عملی کی تقسیم سے شروع کیا، اور حتی المقدور اس کی تسہیل میں کوتاہی نہیں کی، مگر ان اصطلاحوں کا ٹھیکا ترجمہ اس زبان میں ممکن نہیں، انشاء اللہ تعالی بعد اتمام کے ان اصطلاحوں کی تفسیر اشارے و کنائے سے کرکے جدا ایک فرہنگ مختصر تخمیناً بمقدار دو تین جز کے آخر کتاب میں ملحق کیجائیگی، اور جابجا کمی زیادتی کرکے ترجمہ لفظی چھوڑ سہل ہونے کیلئے مطلب بیان کردیا ہے، ترتیب اس ترجمہ کی مطابق اصل کتاب کے باقی رہی"،

فرہنگ جس کا ذکر انھوں نے کیا ہے، یا تو وہ حسب ارادہ مرتب نہ کرسکے، یا بعد میں طبع کرانے والوں نے غیر ضروری سمجھ کر علٰحدہ کردیا، میرے پاس اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے وہ مطبع احمدی کلکتہ میں اردو ٹائپ میں مولوی غلام حیدر ساکن ہگلی کے اہتمام سے ۱۸۴۵ء میں طبع ہوا تھا، صفحات کی تعداد ۲۷۰ ہے اور ہر صفحے میں ۱۷ سطریں ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا، لیکن قرینہ ہے کہ یہ اس کتاب کا پہلا مطبوعہ ایڈیشن ہے، اردو نثر کے اس ابتدائی زمانے میں ایک دقیق علمی کتاب کے ترجمہ کرنے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے، تاہم میں اپنی طرف سے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ مترجم نے کس حد تک

کامیابی حاصل کی، میں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین خود فیصلہ کرسکیں،

(۱)

حکمت طبیعی کی بحثوں سے علم نفس کی بحث میں مقرر ہوا ہی کہ نفس ناطقہ انسانی میں دو قوتیں ہیں، ایک قوت ادراکی جس کے سبب سے ہر ایک شی کو جان سکے، دوسری قوت تحریکی جس کے سبب ہر ایک طرح کا کاروبار کر سکے، پھر قوت ادراکی کے دو شعبے ہیں، پہلا عقل نظری وہ سبب ہے صور علمیہ کے قبول کرنے کا مجردات سے، دوسرا عقل عملی جس کے سبب سے ہر ایک آدمی اپنے بدن کو کاروبار میں مشغول کرتا ہی، پھر یہ شعبہ یعنی عقل عملی باعتبار علاقہ رکھنے اس کے قوت غضبی اور قوت شہوی کے ساتھ سبب ہوتا ہی فعل کا جیسا مارنا، کھانا، پینا، یا قبول فعل کا جیسے شرمندگی سے رونا، اور باعتبار اس کے کہ وہم و خیال اسے استعمال کریں سبب ہوتا ہی جزوی فکروں اور جزوی شغلوں کا، اور باعتبار نسبت کرنے عقل نظری کے ساتھ سبب ہوتا ہی اس فکر کلی کا جو سب کاموں سے علاقہ رکھے، جیسے معلوم کرنا اس کا کہ سچ کہنا اچھا، اور جھوٹ کہنا برا ہی اور مانند اس کے، پھر قوت تحریکی کے دو شعبے میں سے ایک قوت غضبی ہی اور وہ سبب ہی بری چیزوں کے دفع کرنے کا بطریق غلبے کے، دوسری قوت شہوی کہ وہ سبب ہی اچھی چیزوں کے لینے کا، لیکن قوت غضبی کو چاہئے کہ بدن کی سب قوتوں پر غالب رہے اس طور سے کہ ہرگز کسی سے کمزور نہ ہو بلکہ سب اس کے حکم کے تابع اور اس سے مغلوب رہیں، اور یہ قوت جس کو جس کام میں متعین کرے اس کو بخوبی انجام دیا کرے تاکہ آپس کی موافقت اور اس کی حکومت سے آفرینش انسان کی بادشاہت کا بندوبست اچھی طرح انجام پائے، اور کسی وجہ سے اس انتظام میں خلل وفل نہ ہوئے اگر اسی طرح سے ہر ایک قوت اپنے کام میں جس طور سے کہ عقل کے موافق ہو اقدام کرے تو عقل نظری کی صفائی سے جو پہلا شعبہ قوت ادراکی کا ہی حکمت حاصل ہوئے، اور عقل عملی کی صفائی سے جو دوسرا شعبہ ہی اسی قوت کا عدالت پیدا

ہوئے، اور قوت غضبی کی درستی سے شجاعت، اور قوت شہوی کی صفائی سے پارسائی، اسی کا

نام کمال قوت عملی ہو،"

(۲)

"حکمت کی نوعوں میں سے مشہور سات نوع ہیں، ذکا، سرعتِ فہم، صفائیِ ذہن، سہولتِ تعلم

حسنِ تعقل، تحفظ، تذکر، پر ذکا وہ قوت ہو کہ بہ سبب اس کے مقدموں سے نتیجوں کو آسانی نکال سکے،

لیکن یہ موقوف ہو ان مقدمون کی مشاقی پر جو منتج ہیں، سرعتِ فہم نام ہو اس قوت کا جس کے

سبب ملزومات سے ان کے لوازم کی طرف انتقال ذہن کا ہوئے بلاتوقف، پر ان دونوں

میں یہ فرق ہو کہ پہلی سرعت حرکات فکری میں ہوتی ہو اور دوسری ان کے غیر میں جیسے ملزومات

تصوریہ سے ان کے لوازم کی طرف انتقال کرنا، یا قضایات ان کے عکوس مستویہ یا عکس نقیض کی

طرف، صفائی ذہن، اس ملکۂ استعداد کو کہتے ہیں کہ بہ سبب اس کے بغیر رنج و تعب کے استخراج

مطلب کر سکے، سہولت تعلم نام ہو استعداد کا جس کی وجہ سے توجہ کل مطلوب کی طرف کیجئے تا کہ

بخاطر جمعی آسانی سے اس کو حاصل کرے، حسنِ تعقل وہ ہو کہ بحث و مناظرے میں مطلب کی توضیح کرنے

کیلئے حد لائق کو نگاہ رکھے تا بسبب غفلت کے کچھ اس پر واجب نہ ہو جائے اور نہ کسی شی زائد کو

استعمال کرے، تذکر بے تکلیف یاد کرنا ان چیزوں کا جو قوت حافظہ میں ہیں جب چاہے، تحفظ

اس ملکے کا نام ہو کہ جس سے معقولات یا محسوسات کی صورتوں کو ضبط کرے"

(۳)

"میں نے عدالت کی تقسیم تین قسم پر کی ہو، ایک وہ ہو کہ جس پر اقدام کرنا اس لئے کہ حق تعالیٰ کی بندگی

کا حق ادا کیا جاوے، کیونکہ اس کی مہربانی نے بے سابقہ استحقاق کے خلعت وجود کے تئیں ہر ایک موجود کو

انعام فرمایا، اور اپنے خزانۂ احسان میں سے اس عالم امکان کی ہر ایک شی کو بے شمار نعمتوں سے نوازش کیا

پس اقتضاء عدالت کا یہ ہو کہ ہر ایک متنفس اپنے اور اس کے حق کے درمیان جو لازم ہو اس کے بجا لانے میں طریق مستحسن کو نگاہ رکھے اور اوسکی بندگی کے چلن میں کسی طرح سے قصور نہ کرے، دوسری وہ جو متعلق ہو اپنی نوع کے شرکاء سے مثلاً بادشاہوں کی تعظیم یا علما اور ائمہ دین کی تکریم کرنی اامانتون کو پھیر دینا، معاملے میں انصاف کرنا تیسری وہ کہ جو گذرے ان کے حق سے ادا ہونا اس طور سے کہ ان کے اموال میں سے ان کے قرضوں کو ادا کرے، وصیتوں کو بجا لاوے اور جو اس کی مثال سے ہو،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ خلافت، جناب مولنا عبد الماجد صاحب بدایونی ہندوستان کے ان مستثنیٰ علما میں ہیں جو زبان وقلم دونوں کے مالک ہیں، ملک کی جدید تحریکات کے ایام میں مولنا ممدوح نے نہ صرف اپنے زور تقریر اور جوش بیان سے دین وملت کی خدمات انجام دیں، بلکہ انھیں مصروف زمانون میں انھوں نے اپنی متعدد قابل قدر تصنیفات سے ملک وقوم کو اپنا ممنون بنایا، زیر نظر کتاب، ان کی ایک بسیط تصنیف تاریخ خلافت کا حصۂ اول ہو جس میں مصنف نے اپنے مخصوص انداز بیان میں سرنامۂ خلافت الٰہی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ لکھی ہو جس میں زیادہ تر حالات حاضرہ اور ضروریات موجودہ کو پیش نظر رکھکر واقعات وحالات ترتیب دئے گئے ہیں، اور آخر میں زمانۂ حال کی مناسبت سے احکام واقوال نبوی حدیث کی کتابوں سے منتخب کرکے اردو ترجمہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اصلاحی نقطۂ نظر سے یہ کتاب عام مسلمانون کے حق میں نہایت مفید ہوگی، طرز بیان سہل ورواں، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت عہ، پتہ: دار التصنیف بدایوں، یا قومی دار الاشاعہ، میرٹھ،

تاریخ الامہ، جامعہ ملیہ علی گڈہ نے اپنے دوسالہ دور حیات میں علمی حیثیت سے بھی جو خدمتیں انجام دی ہیں، وہ قوم وملت کے شکریہ کی مستحق ہین، ان دو برسوں مین متعدد عمدہ تصنیفات اس کے زیر اہتمام نکل چکی ہیں، تاریخ الامۃ بھی، اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہو، جامعہ مذکور مدارس کے نصاب تعلیم کی ضرورت سے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کرانا چاہتا ہو، جامعہ مصریہ کے معلم تاریخ شیخ محمد خضری نے جامعہ مصر میں تاریخ اسلام کے موضوع پر جو خطبات دئے تھے، وہ کتابوں کی صورت میں شایع ہوگئے ہیں، ہماری زبان کے لائق قدر اہل قلم مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری استاذ تاریخ اسلام جامعہ ملیہ، شیخ خضری

کہاون تاریخی خطبات کو پیش نظر رکھکر جامعہ کے نصاب کے لئے تاریخ اسلام کا سلسلہ مرتب کر رہے ہیں،
بالفعل اس سلسلہ کے دو حصے، سیرۃ الرسول، اور خلافت راشدہ چھپکر شایع ہوئے ہیں، یہ دونوں حصے قومی
مدارس کے نصاب کیلئے نہایت مفید ہیں، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، ضخامت حصہ اول (سیرۃ الرسولؐ) ۲۰۸
صفحات، قیمت عہ، ضخامت حصہ دوم ۲۲۰ صفحات، قیمت ۸؍ پتہ: شعبۂ تصنیف جامعۂ ملیہ علیگڈہ،

بجلی کے کرشمے، انجمن ترقی اردو، ہماری زبان میں جدید سرمایۂ علمی کا جو اضافہ ہر سال کر رہی ہو
اس کی تحسین نہ کرنا، احسان فراموشی ہو، یہ رسالہ علم برقیات کے ابتدائی مسائل کے بیان میں ہو، لائق
مصنف مولوی محمد معشوق حسین خان بی اے نے آسان طرز ادا اور سہل انداز عبارت میں مبتدی طالبعلموں
کو بجلی کے کرشمے دکھائے ہیں، باوجود ایک ٹھوس علمی بحث کے کتاب میں کافی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور
اس لئے عام طالب علم اور کم استعداد اردو خوان بھی اس کو پڑھکر اپنے معلومات میں اضافہ کرسکتے ہیں،
لکھائی چھپائی اچھی، کاغذ ستھرا، ضخامت ۱۴۲ صفحے، قیمت عہ، پتہ: ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

انتخاب دواوین حسرت مع ترجمہ انگریزی، مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی
کے سیاسی خیالات سے تو ہندوستان کی ہر زبان بولنے والے واقف ہیں، مگر ان کے شاعرانہ افکار،
صرف اردو دان طبقہ تک محدود تھے، غالبًا اسی خیال کو مدنظر رکھکر چودھری حرم علی صاحب ہاشمی نے انکے
دواوین کا انتخاب اور اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہو، ہر صفحہ کے نصف بالا میں اصل اردو اشعار اور
نصف زیرین میں ان کا انگریزی ترجمہ ہو، یہ ترجمہ خود حسرت کی نظر ثانی اور اصلاح سے بھی فیضیاب ہو،
اس لئے اس ترجمہ کو بھی شاعر کی اصل تصنیف کا رتبہ دیا جا سکتا ہو، آغاز کتاب میں، حسرت اور انکی
شاعری پر مترجم کے قلم سے انگریزی میں ایک مقدمہ ہو، کتاب ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۱۰۰ صفحے،
قیمت عہ، پتہ: بیگم حسرت موہانی، حسرت روڈ، کانپور،

الفرق بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان، جناب مولٰنا ابو الکلام صاحب نے اس نام ہو

الہلال یا ابلاغ میں ایک طویل مضمون لکھا تھا جس میں قران مجید کی آیات کو پیش نظر رکھکر ان دونوں متقابل گروہوں کے خصائص اور اوصاف امتیازی دکھائے تھے، الہلال بک ایجنسی لاہور نے اس مضمون کو ایک رسالہ کی صورت میں شایع کیا ہو، اچھا ہوتا اگر اسی کے ساتھ علامہ ابن تیمیہ کا رسالہ "الفرق بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان" بھی ترجمہ کرکے شامل کر دیا جاتا، تاکہ بحث زیادہ مستوعب ہوکر اردو دان ناظرین کے سامنے آجاتی، صفحات ۶۰، تقطیع خورد، قیمت ۶، پتہ: الہلال بک ایجنسی، حلقہ نمبر ۱۴۲، شیرانوالہ گیٹ لاہور

کلید مراد، قرآن مجید اور احادیث کی بعض مختصر دعاؤں کا مجموعہ ہو، ساتھ ساتھ ترجمہ بھی درج ہو، آخر میں جامع جناب مولوی سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق عماد پوری نے اپنا منظوم شجرۂ بیعت لکھا ہو، لکھائی چھپائی اچھی ۹۴ صفحات، قیمت ۵، پتہ: خواجہ ڈپو نظامیہ دار الاشاعہ، دہلی،

تبلیغ، ایک نیا ماہوار علمی رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہو، جس میں ممالک اسلامی پر مختلف النوع مضامین، عیسائی مشنریوں کی کوششوں سے باخبر اور مسلمانوں میں تبلیغی ذوق پیدا کرنے والے مقالات اور شذرات ہوتے ہیں، اب تک اس کے تین نمبر ہماری نظر سے گذر چکے ہیں، اور ہم کو اس کے اظہار میں خوشی ہو کہ رسالہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو، مضامین کے انتخاب کے لئے ہم مشورہ دینگے کہ اسلامک ورلڈ انگریزی اور فرنچ رسالہ دنیائے اسلام کو بھی سامنے رکھا جائے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ضخامت،

قیمت سالانہ للعہ پتہ لاہور

ندیم، اس نام کا بھوپال سے ایک ماہوار ادبی رسالہ مولوی سعید صاحب رزمی کے زیر ادارت شایع ہونا شروع ہوا ہو، دو تین نمبر نکل چکے ہیں، بھوپال سے اس رسالہ کا اس حد تک کامیاب ہونا بھی غنیمت ہو، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ للعہ پتہ: منیجر ندیم، بھوپال

الکمال، ایک نیا اردو روزانہ اخبار، کلکتہ سے مولوی نذیر احمد صاحب سابق اڈیٹر مساوات کی اڈیٹری میں جاری ہوا ہو، کلکتہ کی آب و ہوا میں کاش اس کے زندہ رہنے کی قدرت ہو، قیمت عہ سالانہ، پتہ: نمبر ۱۵ لوچیت پور روڈ کلکتہ

جلد نمبر ۱۸

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپ کر

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا

جلد یازدہم	ماہ رجب سنہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء	عدد سوم

مضامین

جلد یازدہم | ۱۰ رجب ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء | عدد سوم

مضامین

شذرات

گذشتہ مہیب جہان سوز جنگ مین ہم سے کہا گیا تھا کہ یہ دنیا کی آخری خونی جنگ ہی، آیندہ آدمیون کا خون جنگ کی دیوی پر بھینٹ نہین چڑھایا جائیگا، لیکن قول و عمل مین کسقدر بعد عظیم ہے! برطانی رائل کمیشن نے ذیل کے حربی یعنی انسان کش ایجادات پر جو فیاضانہ انعامات تقسیم کئے ہین، وہ گذشتہ بلند آہنگانہ دعوی کی علانیہ تکذیب ہی،

انعام متعلق تحت البحر	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " لایم پر گنیمیٹ	۱۲۵۰۰ پونڈ
" " بم	۲۵۰۰ پونڈ
" " بڑے بم	۲۷۰۰۰ پونڈ
" " دو اور چار انجن کے طیارے	۳۰۰۰۰ پونڈ
" " ہوائی جہاز	۸۰۰۰ پونڈ
" " رات کے اڑنے والے جہاز	۵۰۰۰ پونڈ

مغربی تمدن کے ثناخوانون نے ہندوستان اور افریقہ کی وحشی نیم برہنہ آبادی پر نفرت اور حقارت کی نظر ڈالی ہی حالانکہ یہ محض غربت، افلاس اور جہالت کا نتیجہ ہی لیکن کیا یورپ کے متمدن، دولتمند، و ابنائے روزگار نیم برہنہ انسانون پر بھی ادن کی کبھی نظر پڑی ہی، جو محض تمدن، دولت، اور تعیش کے نشہ سے سرشار ہو کر جامۂ انسانیت

باہر ہین، غور کرو کہ ہندوستان و افریقہ کی ایک وحشی عورت اور لندن و پیرس کی ایک متمدن خاتون کے لباس برہنگی مین کیا فرق ہی؟ صرف یہ کہ ایک افلاس اور جہالت کا نتیجہ، اور دوسرا دولت اور تمدن کا!

جنگ عظیم نے یورپ کی عورتون کو مرد بننے پر مجبور کیا اس سے اور بھی زیادہ بعض عیوب مین ترقی ہوگئی ہے اب یورپ جب اپنی گذشتہ کابوسی دورہ سے نجات پانے کے لیے تڑپ رہا ہے تو اوس کو اپنی ڈراؤنی شکلین نظر آتی ہین، منجملہ اوس کے ایک لباس برہنگی ہے، چنانچہ اصلاح لباس کے لیے وہان ایک عام تحریک پیدا ہوگئی ہی وہان کلبون اور لہو و لعب کی انجمنون نے اعلان کیا ہی کہ آیندہ جو لڑکیان کھیلون مین شرکت کرین اون کو ایسا لباس اختیار کرنا چاہیئے جس سے اونکا جسم مستور رہے،

ہندوستان مین عیسائیون کی تعداد روز افزون ترقی پر ہے، دس سال کے عرصہ مین ۳۸ لاکھ چھہتر ہزار سے سینتالیس لاکھ ۷۵ ہزار ہوگئی، گویا نصف کرور کی تعداد تین سو برس کے اندر اونھون نے ہندوستان مین حاصل کرلی، ہندوستان کے ہندو اور مسلمان، و نون سُن لین کہ ابھی تو ہندوستان کی تقسیم حقوق مین تنصیف یعنی آدھا ہندو آدھا مسلمان کا سوال ہی، لیکن اگر یہی بیل و نہار ہی تو تنصیف کی جگہ **تثلیث** لیگی یعنی ہندوستان کے ہندو، مسلمان اور عیسائی تین حصے کرنے پڑینگے، آریہ سماج مبلغین کے لیے غریب نومسلمون کی طرف توجہ کرنے سے بہتر، ان نوعیسائیون کی طرف توجہ کرنا تھا، جو اون کی قوم سے ہر روز نکل کر سینکڑون کی تعداد مین دوسری قوم مین داخل ہو رہے ہین، نومسلمون کی داستان تو غریب عالمگیر کے عہد کی پرانی ہو گئی ہے، اس بیش نظر عالمگیری عہد کی طرف اون کی توجہ کیون ملتفت نہین ہوتی،

ڈاکٹر ولیم ٹی ہارنڈے نے جو نیویارک کے زندہ عجائب خانہ کے مشہور ڈائرکٹر ہین حال ہی مین ایک

ایک کتاب جانورون کے اخلاقی و معاشرتی حالات کے متعلق لکھی ہے، اس مین اونھون نے بتایا ہو کہ خونخوار جانور اخلاقی و معاشرتی حیثیت سے انسان سے بدرجہا بہتر ہین، ان خونخوار جانورون مین صرف بھیڑیا اپنے ہمجنس پر حملہ کرتا ہے لیکن انسان، ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو تیار، ان مین بچون یا بڈھون کو مارنے کا رواج نہین، لیکن آدمی یہ سب کچھ کرتا ہے، یہ جانور آپس مین کبھی بھی نہین لڑتے، مگر اشرف المخلوقات کا آجکل مقصد زندگی یہی ہے، ان مین اخلاقی کمزوری نام کو نہین، لیکن بنی نوع انسان کے اندر یہی حالات حیاسوز ہین،

ہندوستان کے ان منتخب لوگون مین جن کو قلمی اور نادر کتابون کا شوق بلکہ عشق ہو جناب حکیم محمد اجمل خان صاحب کا بھی نام شامل ہے، رامپور کے نادر علمی خزانہ کی تنظیم اور ترتیب جناب موصوف ہی کے شوق علم کی ممنون ہے، وہ خود بھی اپنی ذاتی ملکیت مین نوادر کتب کا بڑا ذخیرہ رکھتے ہین، جس مین طب کے علاوہ اور بعض علوم کی بھی اچھی کتابین ہین، ابھی اوائل فروری مین جمعیۃ العلماء کی تقریب سے دلی جانا ہوا تو موصوف نے اپنے کتبخانہ کے بعض عجائبات دکھائے، صحیح بخاری کا بخط عرب عمدہ نسخہ نظر آیا جو امرائے یمن کے کتبخانہ کا تھا، اور جس پر مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کے ہاتھ کے دستخط ہین،

سب سے نادر تر جو چیز ہے، وہ مرحوم نظامیۂ بغداد کی ایک علمی یادگار ہے، نظامیہ کا کتبخانہ خلفائے عباسیہ اور سلاطین سلجوقیہ کے شاہانہ عطیون کا گنجینہ تھا جو کہتے ہین کہ کچھ تو حملۂ تاتار مین نہر دجلہ کے نذر ہوا، اور باقی محقق طوسی کی معرفت تاتارستان کو منتقل ہو گیا، حکیم صاحب کے ہان ہندسہ، مناظر و مرایا، اور دیگر فروع ریاضیہ کا ایک ضخیم مجموعہ ہے، جو محمد بن موسیٰ (خوارزمی) مدون جبر و مقابلہ، ثابت بن قرہ مترجم کتب یونانی اور محمد بن ہیثم بانی فن مناظر و مرایا وغیرہ جیسے اکابر روزگار کی تصنیفات و رسائل پر مشتمل ہے، اور اون کا کاتب و جامع غالبا اس عہد کا کوئی شائق طالب علم ہے ۶۳۳ھ مین وہ ان رسالون کو جمع کرتا ہے، لیکن کہان بیٹھکر، مدرسۂ نظامیۂ

اور نظامیہ موصل، نظامیہ حلہ وغیرہ مین، ہر رسالہ کے خاتمہ پر مقام کتابت کا وہ ذکر کرتا ہے ۱ور اس طرح یہ نادر مجموعہ نظامیہ یونیورسٹی کے پورے سلسلہ کی ایک زندہ یادگار ہے، اور طلبائے نظامیہ کے علمی ذوق و شوق کی پوری تصویر ہی، اور پھر یہ خرمن کن کن مدرسون مین پھر پھر کر ایک طالب علم نے جمع کیا ہی،

ہیچ گہ ذوق طلب از جستجو بازم نداشت
دانہ می چیدم من آن روزے کہ خرمن داشتم

مولوی ابوبکر صاحب جونپوری کے کتبخانہ کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہی، چند مہینے ہوئے کہ اس کتبخانہ کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، حسب ذیل کتابین اس مین اچھی نظر آئین،

۱- اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر، قاضی شوکانی، یہ کتابون کی سندون کا مجموعہ ہی، مولوی ابوالفضل عبدالحق صاحب مرحوم بنارسی نے یمن جاکر قاضی شوکانی سے تلمذ حاصل کیا تھا، اور وہی اس تحفہ کو ہندوستان لائے، ۱۲۳۳ھ کا یہ واقعہ ہے، جو کتاب کی تحریر کی تاریخ ہے،

۲- اعلام السنن امام خطابی بخط عرب، جزو اول،

۳- مشارق الانوار، قاضی عیاض، حدیث کے لغات و انساب اور اسمائے بلاد کی تحقیق مین بیش بہا تصنیف ہی،

۴- شرح قصیدہ نشوان بن سعید حمیری، یہ یمن کی تاریخ ہی جو زمانہ قدیم سے لیکر ائمہ زیدیہ تک کے احوال پر مشتمل ہی، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ مشرقیہ پٹنہ مین بھی نظر سے گذرا ہی، جونپور کا نسخہ ۹۹۹ھ کا لکھا ہی اور شاہان یمن کے کتبخانہ کا ہے،

۵- حاشیہ میرزا اشرف دانی بر شرح عقائد، عمدہ نسخہ

لیکن ان سب سے زیادہ جو چیز ہمین تعجب انگیز نظر آئی وہ اختیار نام فقہ حنفی کی ایک فارسی کتاب؛ غدر سے پہلے کمپنی کے عہد مین جب شاہ ہندوستان کے نام دلی کے ٹوٹے ہوئے تخت پر شاہجہان اور عالمگیر کا ایک سایہ شاہ عالم اور بہادر شاہ وغیرہ نامون سے قائم تھا، ہندوستان کی عدالتون مین شرع محمدی کا نام بھی قایم تھا، اور عموماً فیصلے انگریزون کی نگرانی مین اسلامی قانون کے مطابق ہوتے تھے، یہ انگریز فارسی جانتے تھے اور کسی نہ کسی عالم کو اپنا مشیر رکھتے تھے، جو اون کو فقہ کے مسائل بتاتا اور فقہی کتابون کے مطالب سمجھاتا تھا، اختیار کا یہ نسخہ اسی عہد کی ایک داستان ہی، محمد آباد بنارس کی عدالت مین مولوی سلامت علی خان مخاطب بہ صداقت خان، احکام شرعیہ کی تحریر پر مامور تھے اور نواب معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیت بہادر صلابت جنگ" حاکم عدل تھے، مولوی صاحب نے مسٹر موصوف کی سہولت کے لیے فارسی مین فقہ حنفی کی یہ کتاب تالیف کی، تاکہ صاحب موصوف کو مقدمات کے فیصلہ مین آسانی ہو، یہ کتاب تعزیرات، حدود، قصاص کے ۲۰۰ مسائل پر مشتمل ہے، ہر صفحہ پر دو کالم ہین، ایک کالم مین مسئلہ کی صورت لکھی ہی، اور دوسرے کالم مین کتب فقہ کے حوالون سے اوس کے جوابات لکھے ہین، ۱۲۱۲ھ اس کتاب کی تالیف کی تاریخ ہی، اور مؤلف نے اس کو لکھکر "امیر اعظم، حامی علمائے دین مسٹر جان ڈبن" کے نذر کیا،

—————— × ——————

کتاب کے خطبہ کی اصل عبارت یہ ہی،

"سلامت علی خان معروف صداقت خان در بلدۂ محمد آباد بنارس کہ در عدالت مرافعۂ ثانی بتحریر احکام شرعیہ بحضور نواب مستغنی عن الالقاب، حاتم دوران، افلاطون زمان، معین الملک اقتدار الدولہ مسٹر جان نیت بہادر صلابت جنگ مامور بود، بنابر سہولت امر مسائل چند از ابواب حدود و قصاص کہ اکثر محتاج الیہ یافتہ، بزبان فارسی ترتیب دادہ، در ۱۲۱۲ھ آغاز تالیف نمودہ، بہ پیشگاہ نوشیروان محکمۂ نصفت و عدالت و فرمانروائے کشور امارت، امیر اعظم، زبدۂ ارباب ہمم، حامی علمائے دین، مسٹر جان ڈبن"

ہمین یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ نواب وقار الملک مرحوم کی لائف کا جو بہت بڑا مواد جناب منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال نے سالہا سال کی محنت مین جمع کیا تھا، اونھون نے وہ تمام تر امانت ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغہ تالیف کے سپرد کردی ہے، اور اس طرح یقین ہے کہ **وقار حیات** پہلے سے زیادہ مکمل صورت مین ظاہر ہوگی،

"دنیائے اسلام کے ذہنی انقلاب" کی نئی نظیرین ہمیشہ سامنے آتی رہتی ہین، **بخارا اور ترکستان** کے چند طالب علم علوم جدیدہ کی تحصیل کے لیئے، برلن گئے ہین، مصر مین علوم دینیہ کی بطرز جدید درسگاہ، قاہرہ مین دار العلوم تھا، اب زقازیق مین ایک بڑا دینی مدرسہ قایم ہوا ہے، جس کے افتتاح مین علمائے ازہر اور ارکان حکومت سب شریک تھے، دار العلوم کے طلبہ آجکل اس کوشش مین سرگرم ہین کہ "نئی آزاد حکومت" مین اونکا رتبہ کیا ہوگا؟ اور اون کے امتیازات کیا ہونگے؟

اسی سلسلہ مین ہم کو اہل ہند کے کانون تک ایک اور خبر پہنچانی ہے، ہندوستان کے علوم جدیدہ کے شائق جس طرح ہر طرف سے **جرمنی** کا رُخ کر رہے ہین، اسی طرح علوم عربیہ کے شائق **مصر** جا رہے ہین، کئی طلبہ جا چکے ہین، اور کئی جانے کے لیئے تیار بیٹھے ہین، جو طلبہ مصر جا چکے ہین خوشی کی بات ہے کہ وہ وہان ہندوستان کا وقار قایم کر رہے ہین، ابھی ہمکو اسی فروری مین مصر سے ایک ہندی صاحب کا خط موصول ہوا ہے، جس مین اونھون نے مولوی ظہیر الدین حیدرآبادی کا ایک عربی قصیدہ بھیجا ہے، جس کو اونھون نے اپنے ایک اُستاد شیخ ذکی محمد مہندس کے مفتش عام (انسپکٹر جنرل) مقرر ہونے پر تہنیت مین لکھا ہے، دار العلوم قاہرہ کے اساتذہ کو طلبہ کے ایک جلسہ مین جب اوس کو ظہیر الدین صاحب نے پڑھا تو حاضرین نے بڑی داد دی اور ایک ہندی نژاد کے اس مہارت عربی پر بہت تعجب ہوا، ہمارے نزدیک یہ ایک معمولی واقعہ ہو کہ ابھی تک

[ا]ہل مصر کے سامنے اہل ہند کی عربیت کی مثالین بہت کم ہین ، المنار مین ہم دیکھا کرتے ہین کہ وہ علمائے ہند کے فتاوی [او]ر عربیت پر کبھی طنز سے نہین چوکتا ،

ابھی چند ہی مہینون کا واقعہ ہو کہ بمبئی کے چند مولویون نے اسپرٹ جس سے لکڑیون اور عمارتون پر نقش و نگار بنانے مین کام لیا جاتا ہو اوس کی نجاست اور مسجدون مین اوس کے عدم جواز استعمال کا فتویٰ دیا، اور اسی پر بس نہ کیا، بلکہ عربی مین اوس فتویٰ کو لکھکر، مصر مین سید رشید رضا صاحب اڈیٹر المنار کے پاس شاید داد طلبی کے لیے بھیجا، سید موصوف نے المنار مین اوس فتوی کی خوب دھجیان اوڑائین اور علمائے ہند کی عقل و خرد کا اوس کو معیار بتایا، اور اوس لہجہ مین لکھا کہ بیچارے ہندوستان کے علما فہم و اجتہاد مین حد درجہ ناکارہ اور پست ہین، حالانکہ آج سے ۲ برس پہلے الندوہ کے ایک ضمنی مضمون مین شراب کے عدم نجاست پر راقم نے کچھ لکھا ہے، اور اسپرٹ تو شراب بھی نہین یعنی مُسکر نہین، بلکہ از قسم سمیات ہے، قرآن مین شراب اور قمار کے متعلق ایک ساتھ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کا لفظ ہو، جو ظاہر ہے کہ معنی مجاز مین ہو حقیقت مین نہین، ورنہ جوا کھیل کر بھی ہاتھ دھونے پڑینگے، آغاز اسلام مین شراب مدتون تک استعمال مین رہی اور ۳ھ مین حرام ہوئی، مگر احادیث مین کہین مذکور نہین کہ اوس کے چھو لینے سے یا لگ جانے سے دھونے کا حکم دیا گیا ہے، بیسیون جانور حرام ہین، مگر وہ نجس نہین، اور نہ اون کے چھونے سے ہاتھ دھونا لازم آتا ہے، **فليتدبر**

مقالات

عیسائیت کی اشاعت

(۲)

عیسائی مذہب بھی ابتدامین اسلام ہی کی طرح ، ایک مظلوم مذہب تھا اور مسلمانون کی طرح شروع شروع مین عیسائی بھی اپنے مذہبی فرائض خفیہ طور پر ادا کرتے تھے اسلام کے تمام مصائب کا خاتمہ صرف چند سالون مین ہوگیا لیکن عیسائی مذہب پر تقریبًا تین صدیان اسی مظلومیت کی حالت مین گذر گئین کہ ٣٢٤ء عیسوی مین شاہ قسطنطین اوّل نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اس مذہب کے قبول کرنے کے بعد اس نے ایک عام فرمان کے ذریعہ سے تمام رومانی ممالک مین مذہبی آزادی کا اعلان کیا، جس کا اصلی مقصد عیسائیون کو قدیم مظالم سے نجات دلانا اور عیسائیت کی اشاعت کے لئے زمین کو ہموار کرنا تھا، غرض ملکی اقتدار کی آمیزش کے ساتھ اس نے اس ذریعہ سے عیسائیون کی حمایت کی، اور بیت المقدس سے یہودیون کو جلاوطن کرکے پادریون کو اس کا متولی بنایا، اب عیسائی مذہب نے بھی قوت حاصل کرنا شروع کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیون نے گرجے تعمیر کئے، اور بلاخوف وخطر علانیہ اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے لگے،

قسطنطین کے عہد حکومت تک یہی حال رہا اس کے بعد جو رومن فرمانروا ہوئے ان مین بعض عیسائیون کی حمایت مین بت پرستون پر آفت ڈھاتے تھے، اور بعض بت پرستون کے طرفدار ہوکر مسلمانون پر مظالم کرتے تھے، لیکن ان کے بعد جب ٣٦٢ء سے شاہ یوقیانوس کا دور حکومت شروع ہوا تو اس نے قسطنطین کی تقلید کی اور عیسائیون کی حمایت مین اسی کے نقش قدم پر چلا، چنانچہ اب تک جو یورپین ممالک رومن سلطنت کے زیر اثر نہ تھے اس نے اونکے

خلاف ایک عام صلیبی جنگ کا اعلان کیا، اس بنا پر اس کے عہد مین عیسائی مذہب کے قالب مین ایک جان تازہ آگئی، اور عیسائیون کو غیر معمولی عظمت حاصل ہو گئی، تاہم اب تک تمام رومن سلطنت مین عام طور پر عیسائی مذہب کی اشاعت نہین ہوئی تھی، لیکن جب چوتھی صدی کے آخری حصہ مین شاہ تھیوڈورس کا زمانہ آیا تو اس نے عیسائیت کی حمایت مین ایک ایسی عجیب وغریب روش اختیار کی جس سے تمام مذاہب کی تاریخ خالی ہے یعنی اس نے تمام رومن ممالک مثلاً آفریقہ، فرانس، برطانیہ، اٹلی، ٹرکی، مصر اور ایشیائی صوبون مین ایرانی سرحد تک ایک عام حکم جاری کیا کہ جن لوگون نے اب تک عیسائی مذہب قبول نہین کیا ہے وہ جبراً عیسائی بنائے جائین، اور جو لوگ اس حکم کی تعمیل نہ کرین وہ تہ تیغ کر دئے جائین، اور عیسائی مذہب کی عبادت گاہون کے سوا تمام معابد وہیاکل منہدم کر دئے جائین، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام رومن ممالک مین جن مین مصر[1] بھی شامل تھا لوگ مویشیون کی طرح ذبح کئے گئے، اسکندریہ کا ہیکل بھی اسی زمانہ مین نذر آتش ہوا اور کتب خانہ اسکندریہ[2] جس کے جلانے کا الزام حضرت عمرو بن العاص پر لگایا جاتا ہے، اسی ہیکل کے ساتھ جل کر خاک سیاہ ہوا، اسی زمانے سے تمام رومن ممالک مین عیسائی مذہب کی عام اشاعت ہوئی، اور اس کے بعد بھی پادریون کے ہاتھ مین کئی صدی تک جو سیاسی قوت رہی اس نے تلوار کے ذریعہ سے عیسائی مذہب کی حمایت کی، چنانچہ اس مدت مین جن عیسائی بادشاہون نے عیسائی مذہب کی حمایت مین تلوار اٹھائی ہے اگر ہم ان کی فہرست مرتب کرنا چاہین تو ہم کو اپنے اصلی موضوع کو چھوڑ کر ایک جدید تاریخ مرتب کرنا پڑیگی تاہم یورپ مین ۱۷۸۹ء یعنی شورش فرانس سے پہلے کا جو زمانہ ہے وہ تمامتر اسی قسم کے مذہبی جبر و استبداد کی مثالون سے لبریز ہے،

عیسائی مذہب کی یہ جبریہ اشاعت ایک ایسی بدیہی چیز ہے کہ تمام یورپین تاریخین بلاامتیاز

---

[1] تاریخ مصر جدید للجرجی زیدان، [2] خلاصہ تاریخ عرب موسیو سیدیو،

سے لبریز ہین، اگر صرف تبلیغ و ہدایت سے عیسائی مذہب نے کام لیا ہوتا تو آج اس کے پیرؤں کی تعداد سے دنیا بھر جاتی، مثلاً جب سے عیسائی مذہب کی تبلیغ و دعوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، صرف چار ابتدائی صدیون مین تین سو ملین اشخاص نے اس مذہب کو قبول کیا، لیکن اس وقت سے آج تک عیسائی مذہب کی دعوت کا یہ سلسلہ متصلاً جاری ہو، دو صدیون سے اس مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے ذرائع بھی غیر معمولی حد تک وسیع ہوگئے ہین، عام لوگون سے میل جول مین بھی بہت سی آسانیان پیدا ہوگئی ہین، یورپین نو آبادیان بھی دنیا کے ہر حصے مین نہایت کثرت سے قائم ہین، اور ریل اور جہاز کے ذریعہ سے ایک عیسائی مبلغ حکومت کی تائید و حمایت کے ساتھ تمام دنیا مین اس مذہب کو آزادانہ پھیلا سکتا ہو، اس لئے اگر صرف تبلیغ و دعوت کے ذریعہ سے اس مذہب کی اشاعت ہوئی ہوتی تو چار صدیون کی نسبت سے آج زمین کے چپہ چپہ پر عیسائی ہی عیسائی نظر آتے حالانکہ ان دونون صدیون مین عیسائیت صرف افریقہ کی بعض نو آبادیون، اور جزائر محیط کی بربر قومون مین پھیلی ہو، اور اس مین بھی بہت کچھ قوت سے کام لیا گیا ہو، چنانچہ ۱۸۹۲ء مین اوگنڈا مین جو خونریزی اس مذہب کی تبلیغ کے سلسلے مین ہوئی ہو، اس کی خبر اس زمانے کے اخبارات کے ذریعہ سے تمام دنیا مین پھیل چکی ہو، اس کے علاوہ تمام مشرقی ممالک مین عیسائی مبلغین پھیلے ہوئے ہین، قوت اور مال دونون کی حمایت ان کے ساتھ ہو، اور ترغیب کے غیر محدود ذرائع ان کے ہاتھ مین ہین، لیکن باین ہمہ ان کی کوششین اب تک بہت کم بارآور ہوئی ہین،

اس[1] سلسلے مین اندلس کی تاریخ بھی نہایت عبرت انگیز ہو، اہل عرب نے جب اندلس پر قبضہ کیا تو وہان کے اصلی باشندون کو اسلام لانے پر بالکل مجبور نہین کیا بلکہ نہایت بے توجہی

[1] ماخوذ از مجلۃ المجمع العلمی العربی دمشق جلد ۲ نمبر ۱

کے ساتھ ان کو مذہبی آزادی عطا کی، اس لئے اس دور مین اسپین کے جو لوگ اسلام لائے ان مین جبر و تشدد کا شائبہ تک شامل نہ تھا،

مسلمانون نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین بھی کوئی روک ٹوک نہین کی، البتہ جو عیسائی مبلغین حد سے تجاوز ہوکر مساجد و جوامع کے دروازون پر کھڑے ہوکر لوگون کو عیسائی مذہب کی دعوت دیتے تھے ان کو اس غیر معتدل طریقہ سے روک دیا، مسلمانون نے عیسائیون پر معمولی جزیہ تو لگا دیا، لیکن اس کے سوا ان کے مال و جائداد سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا، بلکہ تمام معاملات مین ان کو مسلمانون کے برابر حقوق عطا کئے، لیکن اسپین کے عیسائیون نے مسلمانون کو اسکا جو صلہ دیا اس کی نسبت شاہد العیان مین لکھا ہے کہ ۵۹۲ھ مین جب شاہ اندلس نے شہر بلنش پر قبضہ کیا اور بلنش کے آس پاس کے گانون جبل منتمیس کے دیہات اور قارش کا قلعہ اس کے زیر نگین ہوگیا تو اہل بلنش امان لیکر اپنے شہر سے نکلے، اپنے مال و اسباب کو ساتھ لیا اور بعض ارض عدوہ مین چلے آئے، بعض انھین دیہاتون مین رہ گئے، اور بعض مسلمانان اندلس کی بچی کھچی آبادی مین جاکر آباد ہوگئے،

ان فاتحین نے جب شہر باسقہ، بلنش اور اندلس کے مغربی حصون پر قبضہ کیا تو ان اطراف مین مسلمانون کا کہین ٹھکانا نہین رہا، شاہ اندلس مسلمانون کی جنگ مین اکثر مرتدین اور منافقین سے اعانت لیتا تھا اور جن شہرون اور دیہاتون کو فتح کرتا تھا ان کو ڈھا کر ان کے کھنڈر پر چار دیواریان تیار کراتا تھا، چنانچہ غرناطہ مین اس نے ایسا ہی کیا تھا، جن مسلمانون نے غرناطہ مین رہنا پسند کیا، انھون نے اس بادشاہ سے یہ شرط کرلی کہ یہ لوگ صرف زکوۃ اور عشر کے بجائے ایک رقم بطور تاوان کے ادا کرینگے، اس کے علاوہ ان کی ذات، ان کی عورتین، ان کے بچے، ان کے مویشی ان کے مکانات، ان کے باغات ان کے کھیت وغیرہ محفوظ رہینگے، لیکن جن لوگون نے وہان

قیام کرنا پسند نہین کیا انھون نے یہ شرط کی کہ وہ اپنے سرمایہ کو عیسائی یا مسلمان جس کے ہاتھ جس قیمت پر چاہینگے فروخت کر سکینگے، اور اس مین ان کو کسی قسم کا نقصان اٹھانا نہ پڑیگا، اور جو لوگ مغرب کی سرزمین مین نکل کر آباد ہونا چاہتے تھے ان کے لئے یہ شرط تھی کہ وہ اپنے سرمایہ کو فروخت کر ڈالینگے، اور بغیر کرایہ کے اپنے اسباب کو لاد کر مسلمانون کے جس ملک مین چاہینگے جاکر آباد ہوجائینگے اور تین سال تک ان کو اس کے عوض مین کچھ دینا نہ پڑیگا، غرض یہ شرطین قرار پاگئین اور شاہ اندلس نے اس پر ایک تحریر لکھدی، اس کے بعد غرناطہ کی طرح مسلمانون نے شہر حمرا کو بھی خالی کر دیا، اور جب اہل بشرہ کو یہ معلوم ہوا کہ غرناطہ کے لوگ عیسائیون کی ذمہ و حفاظت مین آگئے تو انھون نے شاہ روم سے بیعت کرلی، اور اس طرح اندلس مین مسلمانون کا خاتمہ ہوگیا،

شاہ اندلس نے حسب شرائط مسلمانون کو یہ اجازت دی تھی کہ جو لوگ یہان سے نکل کر جانا چاہینگے وہ اپنے مال جائداد، اور مکانات کو فروخت کر سکینگے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان بڑے بڑے وسیع مکانات کو نہایت کم قیمت پر فروخت کر ڈالتے تھے اور اپنے باغ، کھیت، اور انگور وغیرہ کو منافق مسلمانون اور عیسائیون کے ہاتھ نہایت معمولی قیمت پر بیچ ڈالتے تھے، چنانچہ بہت سے مسلمانون نے جن کو عیسائیون کے بادشاہ سے نظر لطف و کرم کی توقع تھی نہایت سستی جائدادین اور نہایت سستے اسباب خرید لئے، اور اندلس ہی مین قیام کیا،

لیکن چند ہی دنون کے بعد شاہ اسپین نے یہ تمام شرائط توڑ دئے، اور مسلمانون پر ٹکس اور محصول لگانا شروع کیا، ان کو مالی حیثیت سے زیر بار کر دیا، ان کی اذان بند کر دی، اور غرناطہ سے نکل کر ان کو دیہاتون اور ویرانون مین جاکر آباد ہونے کا حکم دیا، اس کے بعد ۹۰۴ھ مین ان کو بجبر عیسائی بنانا شروع کیا، اور یہ لوگ مجبورًا عیسائی ہوگئے اور اس طرح تمام اندلس ایک عیسائی ملک ہوگیا،

اندلس کے بعض مسلمان باشندے مثلاً ونجر، نبیرہ، اندلس اور [illegible] کے مسلمانون سے عیسائی
مذہب کے قبول کرنے سے انکار کیا تو شاہ اندلس نے ان کا محاصرہ کر لیا، ان کے مردون کو تہ تیغ کردیا
ان کی عورتون اور بچون کو گرفتار کر لیا، اور ان کی مال و جائداد پر قبضہ کر کے ان کو عیسائی اور
غلام بنا لیا، مغربی اندلس کے مسلمانون نے بھی عیسائیت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ایک
محفوظ اور دشوار گذار پہاڑ پر جا کر پناہ گزین ہو گئے، شاہ اندلس نے ان سے بھی جنگ کی لیکن جب
ان پر قابو نہ پایا تو ان کو اس شرط پر امان دیکر کہ وہ اپنے بدن کے کپڑون کے سوا اپنی تمام مال و
جائداد کو چھوڑ کر اندلس سے نکل جائینگے مغرب کی طرف جلاوطن کر دیا، چنانچہ اس کے بعد اندلس
مین اسلام کا کوئی اثر قائم نہ ہو سکا،

سلاوی کہتا ہے کہ ۸۹۷ھ مین جب شاہ اندلس نے غلبہ حاصل کیا تو اہل غرناطہ نے اس کی
اطاعت قبول کر لی، لیکن جب اس نے ان تمام شرائط کو جن کی تعداد ۶۷ تھی اور انھی شرائط
مین یہ بھی تھا کہ مسلمانون کا مذہب علی حالہ محفوظ و قائم رہیگا، انھی کی شریعت کے مطابق ان کے
فیصلے کئے جائینگے، مسجدین بدستور قائم رہینگی، اور اوقاف کی حفاظت کیجائیگی، ایک ایک کرکے
توڑ دیا، یہان تک کہ ان کو عیسائی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کیا تو تمام شہری اور بدوی مسلمان
عیسائی ہو گئے، اگرچہ بہت سے اہل اندلس ہجرت کر کے اسلامی ممالک مین بھی چلے آئے لیکن
عام طور پر مسلمان اسپینی رنگ مین رنگ گئے، یہان تک کہ جب ۱۰۱۶ھ شروع ہوا تو جن مسلمانون
نے عیسائی مذہب قبول نہین کیا تھا سب کے سب مغربی ممالک مین آکر آباد ہو گئے، اور اسی
زمانے مین اہل عرب کو عربی زبان بولنے کی بھی ممانعت کر دیگئی،

مقری لکھتا ہے کہ اندلس مین عیسائیون نے عیسائی مذہب قبول کرنے کے لئے مسلمانون
پر سخت جبر و تشدد کیا، یہان تک کہ اس کے لئے بہت سے مسلمانون کو آگ مین جلا دیا، اور ان کو

اپنے ساتھ معمولی چیزوں تک رکھنے کی بھی ممانعت کر دی، مسلمانوں نے بعض پہاڑوں کے اوپر سے عیسائیوں پر حملہ بھی کیا، لیکن اون کو اس مین ناکامیابی ہوئی، غرض عیسائیوں نے اون کو ۱۶۱۰ء مین اندلس سے جلاوطن کر دیا، اور وہان سے ہزارون مسلمان نکل کر فاس مین آباد ہو گئے، اور ہزارون مسلمانون نے تلمسان، اور وہران کا رخ کیا، لیکن عام طور پر مسلمان تونس مین آکر آباد ہوئے، متعدد گروہون نے تسطادین، اور سلا وا کے جزائر مین اقامت اختیار کی اور وہان کے دیہاتون کو آباد کیا، اور ایک جماعت قسطنطنیہ، مصر، اور شام وغیرہ کے اسلامی ممالک مین آکر سکونت پذیر ہوئی،

ابن ابی دینار لکھتا ہے کہ ۱۰۱۶ھ اور ۱۰۱۷ھ مین جن مسلمانون نے تونس کی طرف ہجرت کی اون کی تعداد بہت زیادہ تھی، چنانچہ عثمان والی نے اون کو مختلف شہرون مین پھیلا دیا، اون کے ضعفا کو لوگون پر تقسیم کر دیا، اور اون کو عام حکم دیدیا کہ جہان چاہین جا کر آباد ہو جائین، اب لوگون نے مکانات بنائے، اور تمام ملک مین پھیل گئے، اِن لوگون نے بیس سے زیادہ شہر آباد کئے، درخت نصب کئے، مسافرون کے لئے راستے ہموار کئے، اور خود اس ملک کے باشندے شمار کئے جانے لگے،

علمائے تونس مین سید حسن حسنی عبدالوہاب نے ایک فرنچ رسالے مین لکھا ہو کہ ڈھائی صدی کے اندر جو مسلمان اندلس سے جلاوطن ہو کر تونس مین آباد ہوئے اون کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ ہوگی، اِن مین جو متمول اور متمدن طبقہ تھا وہ تونس مین آکر وہان کے اصلی باشندون سے مل جل گیا، اور سلاطین بنو حفص نے قضاوت اور تعلیم وغیرہ کی خدمات اون کے متعلق کین،

خود یورپین مؤرخین کی تصریحات بھی عرب مؤرخین کے بیانات کی تائید کرتی ہین، چنانچہ لانیس اور رامبو اپنی تاریخ عام مین لکھتے ہین کہ اندلس کے مسلمان اوس مخصوص عنصر سے مرکب تھے جو اطاعت کرنے سے انکار کرتا تھا اور فیلپ ثانی کی جدوجہد کے بعد بھی اپنے قومی مشخصات اور ممیزات کا چھوڑنا اون کو گوارا نہ تھا، چنانچہ اس کوشش کے بعد اس بات پر اتفاق عام ہو گیا کہ ان کو ہر ممکن ذریعے سے تباہ و برباد کر دیا جائے،

اب حکومت اپنے قانونی حدود سے باہر نکل آئی اور یہ حیلہ تراشا کہ وہ خود اپنی حفاظت کرنی چاہتی ہے، اسپین میں اتحاد پیدا کرنا چاہتی ہے، اور جو لوگ مخفی طور پر ترکون، انگریزون اور فرانسیسیون کے حلیف بنگئے ہیں اونکے خطرات سے ملک کو محفوظ رکھنا چاہتی ہے، اس وقت بربر کے بحری ڈاکون کو قوت حاصل ہوگئی ہے، اور ہنری رابع خفیہ طور پر ایک نظام عمل مرتب کررہا ہے، ان خطرات کے خیال سے بلنسیہ کے لارڈ بشپ نے ملک کو عربون کی جلاوطنی کی دعوت دی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس وقت مسلمانون میں نوے ۹۰ ہزار لوگ ہتھیار اوٹھاسکتے ہین، اسلئے اگر اسپین پر دشمن نے حملہ کیا تو اوس کی حالت نازک ہوجائیگی، چونکہ اہل عرب کی اقتصادی ترقی نے غریب اور بیکار شاہ اسپین کی نگاہ مین اون کو اور بھی مبغوض بنا دیا تھا، اسلئے لارڈ بشپ نے یہ خطرہ بھی ظاہر کیا کہ یہ لوگ ملک کی تمام دولت کو سمیٹ کر عیسائیون کو تباہ و برباد کردینگے، غرض اس مذہبی تعصب کے ذریعہ سے اسپین مین اہل عرب کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا، لیکن چونکہ اون کا عیسائی بنانا ناممکن تھا اسلئے اون کے مادی اور روحانی خطرات سے بچنے کا ذریعہ اون کی جلاوطنی کو قرار دیا گیا، اسپینی امرا کا روشن خیال طبقہ اہل عرب کو اس بنا پر اسپین مین آباد رکھنا چاہتا تھا، کہ یہ لوگ کاروباری آدمی تھے، اور ان سے اون کو معقول مالی فائدہ پہونچتا تھا، لیکن آخرکار پادریون نے اون کی رائے پر بھی غلبہ حاصل کرلیا، اور بلنسیہ، اندلس، مرسیہ، قشتالہ، دارغون اور کتلون کے بچے کھچے اہل عرب نے بھی مغرب کی راہ لی اور اپنے اسباب لاد پھاند کر افریقہ مین پہونچے، اور یہان پہونچکر اون کی ایک بہت بڑی تعداد ہلاک و برباد ہوگئی، اس حالت مین چالیس ہزار مسلمانون نے بغاوت کرکے بلنسیہ کے پہاڑون مین پناہ لی تھی، لیکن یہ لوگ بھی یا تو تہ تیغ کردیئے گئے، یا اون کو غلام بنا لیا گیا، اور اس طرح اسپین نے کم از کم پانچ چھ ہزار عمدہ کاشتکار اور عمدہ صناع اپنے ہاتھ سے کھو دیئے، جو اوس کی عاجلانہ تباہی و بربادی کا سبب ہوا،

اگرچہ اسپین کے باشندون نے اس پر نہایت مسرت ظاہر کی، اس کو اپنے بادشاہ کا عظیم الشان کارنامہ خیال کیا، اور بعض لوگون نے اس کو ایک آسمانی نعمت سمجھا، چنانچہ ایک اسپینی مورخ کہتا ہے "کتنا سعادت مند

بادشاہ تھا جس کو عرب کی جلاوطنی کی توفیق عطا ہوئی، لیکن اور ملکون کے باشندون نے اس کو ایک مجنونانہ فعل خیال کیا، بلکہ ایشیائیون کے نزدیک تاریخی حیثیت سے یہ سب سے زیادہ مکروہ اور وحشیانہ فعل تھا،

تاریخ عام مین ہو کہ اسپین کے بادشاہون کو اہل عرب کے وجود نے سخت اضطراب مین مبتلا کر دیا، اور اون کے سامنے ایک نہایت دقیق مسئلہ پیش کر دیا، اون کو اپنے وحشیانہ عزم اور اس زمانہ کے مذہبی تعصب کی بناپر یہ نظر آیا، کہ لاکھون یہودی اور عیسائی اون کے مخالفین کی تعداد کو بڑھا رہے ہین، اس حالت مین مسلمان جن کی نسل نہایت کثرت سے ملک مین پھیلی ہوئی ہو، اور وہ لوگ متمول اور کاروباری آدمی ہین، اون کے لیے اور بھی خطرناک ہین، اس لئے اون تمام قومون نے جو تمدن، مذہب اور جذبات مین اسپینون کے مخالف تھین، اون کو مضطرب بنا دیا، اور اونھون نے اپنے مظالم کی ابتدا یہودیون سے کی، یہان تک قشتالہ کے رئیس اعظم میگل لوکاس کو جیان کے باشندون نے ۱۴۷۳ء مین گرجا کی قربان گاہ مین اس الزام کی بناپر ذبح کر دیا کہ وہ یہودیون کی جانبداری کرتا ہی، ۱۳۹۱ء کی قربانیون کا یہ نتیجہ ہوچکا تھا کہ قشتالہ کے شہرون مین ہزارون یہودی مجبوراً عیسائی ہوچکے تھے، جن مین بعض لوگ عیسائیت پر قایم رہ گئے، بعض نے پھر اپنا قدیم مذہب اختیار کر لیا، اور بعض نے منافقانہ روش اختیار کر لی،

۱۴۹۲ء مین یہودیون کو اختیار دیا گیا کہ یا تو عیسائی مذہب قبول کرین، یا جلاوطن ہوجاٰین، ان لوگون نے دوسری شق اختیار کی، لیکن محکمۂ تحقیقات مذہبی نے ان پر یہ مہربانی کرنا بھی پسند نہین کی، اس لئے جب اون کو نظر آیا کہ کرنیال کسیمنس اون کو نہایت ناگوار طریقون سے یعنی قید، سختی، اور بچون کو گرفتار کرکے عیسائی بنانا چاہتا ہے تو اون لوگون نے بغاوت کر دی، اور ہتھیار اوٹھا لیے، اور اس حالت مین ان بادشاہون نے وہ تمام شرائط توڑ ڈالے جو غرناطہ کی حوالگی کے وقت کئے گئے تھے، اسلئے اگر وہ اس وقت جلاوطنی پر عیسائیت کو ترجیح دیتے تب بھی اون سے محفوظ نہین رہ سکتے تھے،

ریناخ کہتا ہو کہ اسپین نے مذہب کے نام سے جو مظالم کئے، جس قدر آدمیون کو آگ مین جلا دیا قتل کیا،

اور اون کو سزائین دین، اوس نے صرف اسی پر قناعت نہین کی بلکہ لوگون کو اس وہم مین بھی مبتلا کرنا چاہا کہ اسپین کا تمدن یہودیون اور مسلمانون کی جلاوطنی کے بغیر قایم ہی نہین ہو سکتا، اِس بنا پر کئی لاکھ آدمیون نے اپنے ملک کو چھوڑ دیا، جن مین کئی ہزار آدمی راستے ہی مین ہلاک ہو گئے، اس طرح اسپین نے اپنے بہترین مزدور، بہترین تاجر، اور بہترین اطبا کو کھو دیا، محکمہ تحقیقات مذہبی کی وجہ سے تنہا اسپین مین تقریباً ایک لاکھ آدمی قتل کئے گئے، اور ڈیڑھ ملین آدمیون کو جلاوطن ہونا پڑا، اسی وجہ سے اِن خوبصورت ممالک کا تمدن برباد ہو گیا،

سیدیلیو کہتا ہو کہ اسپین سے عربون کی جلاوطنی اوس کے تنزل کا باعث ہوئی، مثلاً جب شہر نانت سے کیتھولک مذہب کے مخالفین جلاوطن کئے گئے تو فرانسیسی صنعت کو نقصان پہونچا، کردینال کسیمنس نے مسلمانون کے تمام آثار برباد کرئیے اور غرناطہ کے میدانون مین عربی کی اسّی ہزار قلمی کتابین جلاڈالین،

اشاعت یہودیت، موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا آغاز مصر سے ہوا، جہان اون کی قوم کو مصریون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا چونکہ یہ قوم ایک ہی نسل اور ایک ہی خاندان سے تھی اور اوس کے تمام افراد ایک ہی مصیبت یعنی ذلت آمیز غلامی مین مبتلا تھے، اسلئے خود اون کی قوم کے کسی فرد نے اون کی مخالفت نہین کی، البتہ فرعون نے ملکی خطرات کی بنا پر اون سے مزاحمت کی اور اون کو اور اون کی قوم کو اذیتین پہونچائین، اب خدا نے اون کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لیکر ارض مقدسہ مین نکل جائین، اس ہجرت کا قصہ اپنی جگہ پر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، اور اِس موقع پر اوس کے اعادہ کی ضرورت نہین، البتہ اجمالاً اِس قدر کہنا ضروری ہو کہ بنو اسرائیل کے آباد ہونے کے لیے چونکہ وہان کوئی سرزمین نہ تھی اور یہ عظیم الشان قوم بغیر جنگ وجدال کے اوس ملک کے باشندون کی سرزمین مین قدم نہین رکھ سکتی تھی،، اس کے ساتھ جب وہ قوم غلامی کے طوق کو اپنی گردن سے اوتار کر تیہ سے نکلی تھی تو سخت مفلوک الحال تھی، جس کی بنا پر یہ خطرہ تھا کہ اوس زمانے کی جنگجو قومین اون کو تباہ وبرباد نہ کردین، اسلیئے اس قوم کی حفاظت واتحاد کے لیے خدا نے اوس پر جہاد فرض کر دیا، اور وہ ارض مقدسہ مین بزور شمشیر داخل ہوئی، اور ایک طویل جنگ کے بعد اوس سرزمین پر قبضہ کیا، لیکن خود موسیٰ علیہ السلام کی مذہبی دعوت اس قوم کے دائرہ سے آگے نہ بڑھی، اور دوسری قومون مین

اون کی تربیت نہ پھیل سکی، بعد کو خود یہودے بے شبہہ تمام دنیا مین پھیل گئے، لیکن اون کو اپنی قوم کے سوا کسی دوسری قوم کی طرف توجہ نہ تھی، اسلئے اونھون نے دوسری قومون مین اپنے مذہب کی تبلیغ نہین کی، بلکہ وہ اپنی مذہبی تعلیمات کو دوسری قومون سے مخفی رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے، اِس بنا پر یہودی مذہب ایک ایسا مذہب تھا جو یہودیون ہی کے ساتھ مخصوص تھا، اور اوس کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ یہودیون کو مصریون کی غلامی سے نجات دلائے،

کتبخانۂ خدابخش خان

کی

چند نادر کتابین

(۱)

از

مولوی سید نجیب اشرف صاحب ندوی

پاٹلی پتر، عظیم آباد، یا پٹنہ، ابتدائے عہد تاریخ سے ایک خاص اہمیت رکھتا ہی، چندرگپتا، و اشوک کی راج دھانی اسی کے ہاتھ آئی، سیاحان و سفراء یونان و چین کا یہی مرکز رہا ہی، اور عہدِ اسلامی مین صوبہ کے دار السلطنت کی عزت کے علاوہ مشاہیر کا وطن تھا، اِس دور جدید مین بھی وہ دو صوبون (بہار و اڑیسہ) کا صدر مقام اور علوم اسلامی کے بہترین کتبخانہ کی ملکیت کا شرف رکھتا ہی،

کتبخانہ خدابخش خان، یا اورنٹیل لائبریری پٹنہ، (اِس نام سے مالک کتبخانہ نے اپنی اور اپنے آباء و اجداد کی علمی تلاش و جستجو کے ثمرہائے شیرین کو وقف عام کیا ہی) جو دنیا مین اپنی علمی دولت کے لیے بے نظیر و بے مثال ہی، اسی خطۂ پاک مین واقع ہی، اِس طرف ایک ضرورت سے پٹنہ جانا ہوا اور اسی سلسلہ مین اِس بے بہا خزانہ کی زیارت نصیب ہوئی، دس دن کے عرصۂ قلیل مین اِس خرمن سے جو کچھ خوشہ چینی کر سکا اوسے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون،

خدابخش خان کے خاندانی اور ذاتی حالات محتاج بیان نہین، کتابون کی تلاش اور حصول مین اون کی زرپاشی ضرب المثل ہی، ہندوستان کے علاوہ مصر، شام، عرب، ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک مین

اون کے ایجنٹ موجود تھے، بہت سی کتابین عجیب پر اسرار طریقہ سے یہان پہونچی ہین اور اون کے متعلق اگر سوال کیا جائے تو آنکھون کی حرکت اور زیرلب تبسم اس کا جواب نہایت خاموشی سے دیدیتا ہی،

گذشتہ چند صدیون مین جس طرح اسلامی حکومتون کے شیرازے بکھر گئے اوسی طرح علمی دفتر کے اوراق بھی پریشان ہوگئے، اگر تاریخ کے صفحے شکستہ عمارتین اور منہدم کھنڈر ہم کو اونکی عظمت وجلالت کا پتہ دیتے ہین تو یہ کتبخانہ ہمارے علمی شان وشوکت اور وسعت وہمہ گیری کا مرقع ہی، اِس مین وہ کتابین بھی ہین جو جامع ازہر کے ایک غریب طالب علم نے اپنے لیے لکھی تھین، اور وہ بھی جو اکبر وشاہجہان کے لیے لاکھون روپے خرچ کرکے برسون مین مذہب، مصور تیار کی گیئن، ایک سمت اون کتابون کا ذخیرہ ہی جو اُمراء اور مقربین نے اظہار اطاعت کے لئے پیش کی تھین، تو دوسری سمت وہ اوراق پارینہ بھی ہین جو کسی قلعہ یا محل کے غارتگری وفتح کے وقت ہاتھ آئے تھے، اگرچند وہ نسخے ہین جو غربا رنے صرف طلب علم کے لکھے، تو وہ بھی ہین جو شاہان اسلام کے لیے باعث تسکین قلب و اطمینان خاطر رہے ہین، اور اگر بعض نسخے خاص اہتمام سے لکھائے گئے تو بعض ایسے بھی ہین جو خود مصنف کے ہاتھ کے مسودہ کی صورت مین رونق بخش کتبخانہ ہین،

اور آج ہم انھین مین سے بعض نادر کتابون کے حالات وخصوصیات ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہین،

تاریخ خاندان تیموریہ[1] یہ کتاب تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہی، فن مصوری وخطاطی کا بہترین نمونہ ہی، تیمور سے لیکر اوس کے جانشینان ایران، بابر، ہمایون، اور اکبر کے ۲۲ سنہ جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہی، یہ کتاب شاہی حکم سے اکبر کے زمانے مین لکھی گئی تھی، کیونکہ مصنف اکبر کا ذکر صیغہ حال مین کرتا ہے، نیز سرورق پر شاہجہان کے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ مشتمل است بر مجمل احوال حضرت صاحبقران گیتی ستان واولاد واجداد آنحضرت

[1] فہرست کتبخانہ جلد ہفتم ۴۴،

وسوانح ایام حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بست و دوم در عہد دولت شاہ بابا

تصنیف شدہ حررہ شاہجہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ"

شاہجہان، اکبر کو ہمیشہ شاہ بابا کے نام سے یاد کرتا ہی،

اس کتاب مین ۲۰۱ تصاویر ہین، جو ۲۸ مختلف مصورون کے مساعی کا نتیجہ ہین، ان مصورین مین سے تیرہ کا ابو الفضل نے آئین اکبری مین تذکرہ کیا ہی،[1] اور ان تیرہ کے علاوہ تین اور مصورین کے نام مسٹر ونسنٹ اسمتھ ای، سی، ایس (ریٹائرڈ) کی کتاب سے معلوم ہوتا ہی،[2]

ان تصاویر مین خلاف معمول ہر مصور کا نام لکھا اور جہان دو یا تین نے ملکر بنایا ہی وہان اون سب کے نام دیئے ہین، لیکن میرے خیال مین جہان ایک نام سے زایدہ درج ہین اس کے معنی یہ ہین کہ خاکہ ایک شخص کا ہی رنگ آمیزی دوسرے کی، اور اس کی دوسری خصوصیتین کسی تیسرے نے ظاہر کی ہین، چنانچہ ابو الفضل نے جہان ان مصورون کے کامون کی کثرت بتائی ہی وہین لکھتا ہی کہ

"نقاشان وذہبان وجدول آرایان وصحافان رانیز بازار گری پذیرفت" (جلد اصفحہ)،

اب سوال یہ رہتا ہے کہ نفس اس کتاب کی کیا وقعت واہمیت ہی، جو ابا عرض ہی کہ یہ کتاب جیسا کہ کہا جا چکا ہی شہنشاہ اکبر کے زمانہ مین لکھی گئی ہی، اور چونکہ تمام تر مصور ومذہب ہے اسلیئے یقیناً بادشاہ کے یہان خاص اہتمام سے لکھی گئی، اب اس کے ثبوت کے لیئے ہم کو اوس وقت مورخ ابو الفضل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، آئین اکبری مین اون کتابون کا ذکر کرتا ہوا جو اکبر نے خاص طور سے مصور کرائی تھی لکھتا ہی:-

فارسی نامہاے نظم ونثر را پیرایہ بستند ومجلسہائے دلکشا تصویر شد، قصہ حمزہ را دوازدہ دفتر ساختہ رنگ آمیز کردند، استادان سحر پرداز یک ہزار وچہار صد موضع را حیرت افزائے دیدہ وران

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۱۰، مطبوعہ نولکشور پریس،

[2] V. A. Smith. History of fine Art in India and Ceylon Oxford University P.P 462, 488, 328

گر دانید، چنگیزنامہ، ظفرنامہ، داین اقبالنامہ ورزم نامہ (مہابھارت)، و راماین، و نلدمن، وکلیلہ دمنہ، وعیار دانش، وجز آن بہ پیکر نگاری برآراستند،

ان کتابون مین سے چنگیزنامہ کے علاوہ تمام کتابین مشہور عام ہین، ہمارا خیال ہو کہ یہی چنگیزنامہ ہے جس کو بعد مین کسی نے سرورق کے پھٹ جانے سے تاریخ خاندان تیموریہ کے نام سے موسوم کر دیا ہے، مولوی عبدالمقتدر خان صاحب کی بھی یہی رائے ہو، اور وہ تو یہان تک کہتے ہین کہ یہ وہی نسخہ ہو جس کا ابوالفضل نے تذکرہ کیا ہو، اس کے ثبوت مین وہ اور دلائل کے علاوہ دو دلیلین یہ بھی پیش کرتے ہین کہ چنگیزنامہ کوئی کتاب نہین دوسرے ابوالفضل والانسخہ اگر اس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو کہین نہ کہین اوس کا پتہ ضرور تھا، لیکن ایسا نہین ہو (فہرست کتبخانہ جلد۷ صفحہ ۲۴)

قابل ذکر تصاویر یہ ہین،

(۱) تیمور بچپن مین لڑکون کے ساتھ کھیلتا اور خود بادشاہ بنا ہے،

(۲) عمر شیخ کی موت،

(۳) تیمور کا حملہ بغداد، یہ تصویر بہت بڑا درس عبرت ہو، تیمور پل پر کھڑا ہو، بغداد کا گورنر فرخ اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ جو اس وقت بھی باین بے سروسامانی وحشت برقعہ مین ہو، ایک کشتی مین چڑھ کر بھاگنا چاہتا ہو، تیمور کے اوس پر حملہ آور ہوتے ہی، وہ اپنی بیٹی سمیت دریا مین کود کر جان دیتا ہو، ملاح اوسکی لاش تیمور کے پاس لاتے ہین، اور وہ شہر کے لوٹنے اور قتل عام کا حکم دیدیتا ہو، تیمور اس واقعہ کو خود یون کہتا ہو،

"فرخ قلعہ دار در آب دجلہ غرق شد و من بہ شہر در آمدم و امر نمودم کہ جمیع مفسدان واوباش شہر را بقتل رسانند وقلعہ وعمارت شہر را انداختہ بخاک برابر سازند[1]"

(۴) وفات تیمور،

[1] تزک تیموری مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۸۰

(۵) ہمایون کی پیدائش پر بابر کی خوشی اور ارکان داعیان کی دعوت،

(۶) اکبر کی پیدائش، حمیدہ بانو بیگم، ایک کوچ پر سبز لباس پہنے پڑی ہی، نوزائیدہ اکبر کلاہ ترکی سر پر رکھے ایک دایہ کی گود مین بیٹھا ہی، عورتین مختلف حرکات سے اظہار مسرت کر رہی ہین، اس تصویر کے زیرین حصہ مین یہ دکھایا گیا ہی، طرزی بیگ خان ہمایون کے پاس یہ مژدہ لا رہا ہی، ہمایون کا آفتابچی جوہر اس واقعہ کو یون قلمبند کرتا ہی،

"اس نے (جہانگیر) ایک چینی کی رکابی و نافہ مشک مانگی، اسے توڑ کر تمام حاضرین کو تقسیم کرتے ہوئے کہا، میرے پاس آپ کے لئے، اپنے لڑکے کی پیدائش پر صرف یہی تحفہ ہی جو آپ کے سامنے پیش کر سکتا ہون، (اور امید ہے کہ) اس لڑکے کی شہرت تمام دنیا مین اسی طرح پھیلے گی جس طرح اس مشک کی بو سے یہ خیمہ پر ہی"

(۷) اکبر کی ہم چتور،

(۸) داتا شیخ فرید شکر گنج کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے،

جس صفحہ پر شاہجہان کی عبارت ہی، دوسرے حسب ذیل امرائے دربار کی بھی مہرین اور دستخط ہین،

(۱) عبداللہ چلپی .... ۲۲ شوال ۳۱ جلوس مبارک

(۲) خواجہ سہیل

(۳) خواجہ ہلال

(۴) عبدالغفور

(۵) محمد باقر

(۶) نور محمد

ان دستخطون کے بعد انگریزی مین گلڈون (GLADWIN) کا دستخط ہی، یہ گلاڈون شاید مشہور

مستشرق فرانسس گلڈون ہے،

گلڈون، بنگال کی فوج کا افسر تھا، وارن ہسٹنگز کی ہمت افزائی سے اس نے مشرقی زبانون مین بہت کچھ ترقی کر لی تھی، ابو الفضل کے آئین اکبری کے ایک حصہ کا ترجمہ بھی کیا تھا، (۱۷۸۳ء) ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا ممبر تھا، ۱۷۸۸ء مین ہسٹری آف ہندوستان لکھی، فارسی کی مختلف کتابون کا جس مین گلستان بھی ہو ترجمہ کیا ہے، ۱۷۹۰ء مین فارسی، ہندوستانی، انگریزی لغت لکھی، فورٹ ولیم کالج کا پہلا فارسی کا پروفیسر ۱۸۰۰ء مین مقرر ہوا، ۱۸۰۱ء مین پٹنہ کا افسر جنگی رہا، ۱۸۰۸ء مین پٹنہ کا کمشنری ریزیڈنٹ تھا اور تقریباً ۱۸۱۳ء مین مرا، اسی صفحہ پر اس نسخہ کی قیمت آٹھ ہزار روپیہ لکھی ہی،

کتاب خوبصورت، صاف، نستعلیق مین لکھی ہے، کاغذ نہایت نفیس ہی، کتاب مین ۳۲۸ اوراق یا ۶۵۶ صفحے ہین، اور ہر صفحہ مین ۲۱ سطرین ہین،

بادشاہ نامہ، عہد شاہ جہان کے حالات مین متعدد نایاب نسخے ہین، مثلاً

(۱) آثار شاہجہانی مصنفہ محمد صادق دہلوی،

(۲) شاہجہان نامہ، جو چار حصون مین منقسم ہے اور جس کے ہر حصہ کو معتمد خان، عبد الحمید لاہوری، محمد وارث، اور محمد صالح نے علی الترتیب لکھا ہی،

(۳) لطائف الاخبار، مصنفہ (شاید) رشید خان،

(۴) ملخص، مصنفہ محمد طاہر آشنا،

(۵) عمل صالح، محمد صالح کنبو،

(۶) تاریخ نیلاہہ، مصنفہ نامعلوم،

Buckland, Dictionary of India Biography pp 166, 167

[۱] فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۶۰، [۲] فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۸۰-۱۲۵

(۷) بادشاہ نامہ، حصہ اول، مصنفہ محمد امین قزوینی (حصۂ دوم از عمل صالح)

ان تمام تاریخون مین موخر الذکر کتاب کا نسخہ خاص وقعت رکھتا ہے، کتاب ابتدا سے لیکر آخر تک مصوری وخطاطی کے محاسن سے پر ہے، ہر صفحہ مذہب جدولون سے گھرا ہے اور عنوان وسرخیان بھی بہت دیدہ زیب ہین، تاریخ خاندان تیموریہ کی طرح اس مین بھی ۹ تصاویر ہین، پہلا حصہ مقدمہ، مقالہ، درخاتمہ پر مشتمل ہی، مقدمہ مین شاہجہان کے لڑکپن کے حالات ہین، مقالہ مین دہ سالہ عہد حکومت کی تاریخ ہی، اور خاتمہ مین اس عہد کے مشاہیر کے حالات ہین،

اس حصہ کا مصنف محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، عہد شاہ جہان مین ہندوستان آیا، اور منشی مقرر ہوا، شاہ جہان کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اکبر نامہ کی طرز پر اس کی تاریخ لکھے، لیکن کوئی نظر نہ آتا تھا، اس اثنا مین جیسا کہ اوس کا خود بیان ہی، اوس نے جنگ بندیلہ کی تاریخ پیش کی اور بادشاہ اس سے خوش ہوا، اور اوس کو اس کام کے لیے مقرر کیا، چنانچہ اس نے عہد طفلی سے دس سنہ جلوس تک کے حالات قلمبند کرکے سنہ جلوس مطابق ۱۰۴۶ھ مین پیش کیے، لیکن کچھ زیادہ پسند نہ آئے، اور کسی بہتر آدمی کی تلاش ہونے لگی، چنانچہ عبد الحمید کا پتہ چلا اور اسے ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ بلاکر اسے اس کام پر مامور کیا گیا اس نے بیس سال کے حالات قلمبند کئے ہین، پھر کبر سنی کی بنا پر وہ علحدہ ہوگیا، اور محمد وارث جو ابو الفضل کا شاگرد تھا، اس کام پر مقرر ہوا، اس نے دس سال کی تاریخ مرتب کی اور بعد ازان محمد صالح نے پوری تاریخ لکھتے ہوئے بقیہ دو سال کے حالات بھی لکھکر تاریخ کو مکمل کردیا، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین، محمد امین کی تاریخ صرف دس سنہ جلوس تک ہی، اسلیے بقیہ حصہ کی تکمیل کے لیے محمد صالح کی عمل صالح سے مدد لی گئی ہے،

ذیل کی تصاویر قابل ذکر، سبق آموز، اور غور طلب ہین،

(۱) شہزادہ خرم (شاہ جہان) کی مرزا محمد حسین صفوی کی لڑکی سے شادی،

---

[1] فہرست کتب خانہ: جلد ۱، صفحہ ۶۰، [2] شاہ جہان نامہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱،

(۲) شکارگاہ، جہانگیر شیر پر گولی چلاتا ہی، نشانہ خطا ہوتا ہی، شیر حملہ کرتا ہی، راجہ انوپ رائے شیر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اوس کے منھ میں ہاتھ دیدیتا ہی، شیر اوس کو چباتا ہی ہوتا ہی کہ خرم آکر تلوار سے وار کرتا ہی، اور شیر کا خاتمہ ہوجاتا ہی،

(۳) داراشکوہ کی شادی کا جلوس،

(۴) شاہزادہ اورنگ زیب ایک ست ہاتھی کا مقابلہ کر رہا ہی،

(۵) شاہجہان تخت طاؤس پر پہلی مرتبہ بیٹھا ہوتا ہی،

(۶) شاہجہان کا جنازہ تاج جا رہا ہے۔

(۷) نذر محمد خان والی بلخ کی حرم، لڑکیان اور دوسری رشتہ دار خواتین شاہجہان کے محل میں پہنچی ہیں، اور بیگم نہایت عزت واحترام سے اون کا استقبال کرتی ہی،

اس کے علاوہ دہلی و آگرہ کی متعدد عمارتون، مثلاً، دیوان خاص، تاج، جامع مسجد، قلعہ وغیرہ کی تصاویر ہین،

یہ کتاب ایک افسراعلیٰ کی ہدایت سے ۱۹۱۱ء مین شہنشاہ معظم کی تخت نشینی کے وقت اون کے ملاحظہ کے لیے گئی تھی، چنانچہ سرورق پر متعدد انگریزی عبارتون کے ساتھ شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کے دستخط مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء بھی اس پر موجود ہین،

جہان تک میرا خیال ہی یہ کتاب عہد عالمگیری مین کسی امیر نے اپنے کتبخانہ کے لیے لکھوائی تھی،

واللہ اعلم بالصواب،

شہنشاہ نامہ، اس کتاب کی کسی دوسری کاپی کا آجتک دنیا کے کسی گوشہ مین پتہ نہ چل سکا، یہ کتاب سلاطین عثمانیہ کے حالات مین ہی، حسینی اس کا مصنف ہی، موجودہ نسخہ قسطنطنیہ مین سلطان محمد ثالث کے لیے لکھا گیا تھا شاہجہان کے زمانہ مین ایک غیر معمولی طریقہ سے ہندوستان پہونچا، اور یہان بھی کتبخانہ شاہی مین جگہ پائی،

اِس پر جو متعدد مہرین ہین اون مین سے ایک ممتاز محل بیگم (جو آج تاج مین میٹھی نیند سو رہی ہے) کی پیاری بیٹی جہان آرا کی ہی ہے، جہان آرا کے حالات مولانا محبوب الرحمٰن صاحب کلیم اور ضیا دبرنی نے رسالون کی صورت مین شائع کئے ہین،

اِس کی تصاویر، ایران و ہندوستان کے طرز سے جداگانہ ہین، ان مین ترکی و یونانی اثر غالب ہے،

اِس کتاب کی بعض تصاویر تاریخ عالم کے اہم واقعات کو پیش کرتی ہین، مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ مع فوج کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہے، محمد فاتح آبنائے کو عبور کر رہا ہے، سلطان سلیم، محمد متوکل باللہ، آخری عباسی خلیفہ مصر سے لوازم خلافت لے رہا ہے، وغیرہ،

اپنی یکتائی کے وجہ سے یہ کتاب کتبخانہ کی بہترین کتابون مین ہے،

شاہنامہ، اس کا مصنف تعارف سے بالاتر ہے، یہ نسخہ نامکمل ہے، اور ۱۵۳۹ء سے قبل کا لکھا ہوا بھی نہین ہے، لیکن اس کی اہمیت صرف اسلئے ہے کہ خاص اہتمام سے لکھا گیا، مصور ہوا اور ایک امیر نے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کیا،

یہ نسخہ کابل و کشمیر کے گورنر علی مردان نے شاہ جہان کے لیے لکھایا تھا، یہ وہی علی مردان خان ہے جس نے نہر بنوائی تھی اور جس کی قبر لاہور کی فصیل کے باہر آج بھی شکستہ و منہدم صورت مین موجود ہے،

تصانیف جامی، "تصانیف جامی کے لحاظ سے خدا بخش خان کی لائبریری بہت امیر ہے، اور فہرست کے تقریباً ۴۲ صفحے ان کے اظہار محاسن کے لیے وقف ہوئے ہین"،

دار السلطنت روس سینٹ پیٹرس برگ مین ایک نامکمل حصہ حضرت جامیؒ کے تصانیف کا تھا، جو اپنی خصوصیات کے لیے قبل از جنگ تمام عالم مین مشہور تھا، یہ نسخہ اوسی نامکمل حصہ کا بقیہ نصف ہے، اس کتاب کی وقعت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۃ الذہب خود مصنف کے ہاتھ کی

لکھی ہوئی ہی، اسی مین اپنے اپنے لڑکے کی پیدائش کی تاریخ بھی لکھی ہی، اس کا ایک نوٹ شیخ عبد القادر صاحب ایم، اے نے ایک مضمون کے ساتھ معارف کے ساتھ شایع کیا تھا، اور محفوظ الحق صاحب بی اے نے بھی اس پر اظہار رائے کیا تھا، اسلئے اس پر کچھ اور لکھے بغیر دوسری کتابون کی طرف متوجہ ہوتا ہون،

اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی یوسف زلیخا ہی، یہ نسخہ خانخانان عبد الرحیم نے شہنشاہ خطاط امیر علی ہروی سے لکھا کر اپنے آقا شہنشاہ جہانگیر کے نذر کیا تھا، اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی،

خانخانان، مشہور سپہ سالار بیرم خان کا بیٹا تھا، علمی مشاغل و کمال مین اپنا ہمسر نہ رکھتا تھا لیکن آج اس کا مزار مشکل سے ملیگا، وہ دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب آرام کر رہا ہے،

اس نسخہ کے علاوہ، مشہور کاتب میر عماد ایرانی کا لکھا ہوا بھی ایک نسخہ ہی، میر عماد اس نسخہ کے لکھنے کے سات سال بعد ۱۶۱۵ء مین قتل کیا گیا تھا،

ان مطلا و مذہب نسخون سے جو ہماری آنکھون کو کچھ دیر کے لئے اپنی چمک و ضیا پاشی سے خیرہ کر رہے ہین، نظر ہٹا کر دوسری طرف دیکھنا چاہیئے،

دیوان حافظ| حافظ رحمۃ اللہ کا یہ دیوان کوئی ظاہری خوبی بجز اس کے نہین رکھتا کہ خوشخط چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہی، لیکن اس کی اہمیت کا اس سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان متعدد شہنشاہ مغلیہ کا شریک و ہمدم، اور باعث تسکین رہا ہی، ہمایون، اپنی مشکلات مین اسی سے اطمینان حاصل کرتا ہی، جہانگیر کو بھی دیوان سکون و اطمینان بخشتا ہے اور بعض اوقات صرف اسی کی فال بے گناہون کو تختۂ دار سے اُتار کر آزادی کی زندگی بخشتی ہے،

ہمایون و جہانگیر نے جس جس جگہ فال سفر نکالی ہی اور جس جس وقت اس کو دیکھا ہی وہ اپنے قلم سے لکھدیا ہی، اس دیوان کے ان نوٹون پر آیندہ مستقل ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہی، یہ دیوان مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کا عطا کردہ ہی،

دیوان حافظ، ایک دیوان اور اسی قسم کی اہمیت رکھتا ہی، کہ شاہان گولکنڈہ مین سے ایک کے لیے لکھا گیا ہے، دیوان کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان ۱۰۲۲ھ مین قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لیے حیدرآباد دکن مین لکھا گیا، ایک دوسری عبارت مین لکھا ہے کتبخانۂ سلطان سے یہ نسخہ حاصل ہوا، یہ عبارت شاید فاتح گولکنڈہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے کسی لڑکے کے ہاتھ کی ہی، اور دراصل یہ دونون دیوان ہمارے لئے بہت کچھ عبرت بخش ہین، یہ نسخہ محمد محسن کاتب کا لکھا ہوا ہی،

دیوان مرزا کامران، لیکن ابھی اس سے بڑھ کر ایک اور دردناک واقعہ کی ہم کو یاد تازہ کرنی ہی، ہمارا غم دیوان مرزا کامران دیکھ کر دوچند ہو جاتا ہی،

مرزا کامران، فاتح ہندوستان ظہیر الدین بابر کا بیٹا اور ہمایون کا بھائی ہے، اس نے اپنے بھائی سے وہی سلوک کیا جو برادران یوسف نے یوسف سے کیا تھا، ہمایون کے ہندوستان سے جانے کے بعد سے اوس کے واپس آنے کے بعد تک وہ مختلف سازشون اور خفیہ و علانیہ مخالفانہ کارروائیون مین مشغول رہا تا آنکہ اپنے بھائی ہندال کو قتل کر ڈالا لیکن قسمت اوس پر ہنس رہی تھی، اس کے بعد خود گرفتار ہو کر آیا، اور لوگون کے اصرار پر اندھا کر دیا گیا، یہان سے حج کو گیا، اور وہین مرا،

گلبدن بیگم، اپنی زنانہ طرز ادا مین، اس واقعۂ قتل کو لکھتے ہوئے کہتی ہین کہ ہندال اوس کی دشنی چشم تھا، اور اوسے قتل کرکے دراصل اوس نے اپنی بصارت کھو دی، ہمایون اوس وقت بھی اوس کو اندھا کرنا نہ چاہتا تھا، لیکن امرا اور رعایا کے متفق مطالبہ نے اُسے مجبور کر دیا، بیگم اس واقعہ کو مستقل طور سے یون لکھتی ہے:۔

"عاقبت الامر جمیع خوانان و سلاطین، و وضیع و شریف، صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست مرزا کامران، داغہا داشتند، درآن مجلس متفق شدہ، بعرض حضرت بادشاہ رسانیدند کہ در بادشاہی و حکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید ترک پادشاہی کیند، و اگر

پادشاہی بخو امید ترک برادری بکنید، و این ہمین مرزا کامران است کہ از سبب او در دشت قبچاق

سر مبارک ایشان چہ نوع زخم رسیدہ بود، و بہ افغانان کرد فریب دادہ یکے شدہ متعلق شدہ مرزا

ہندال را کشت و اکثر چغتائی از سبب مرزا نابود شدہ، و اہل و عیال بردم بہ بندزیست و بے

ناموس شد .... این برادر نیست، این دشمن حضرت است، ع

رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ[1]

مجبوراً ہمایون کو حکم دینا پڑا،

"اگرچہ این سخنان شمایان خاطر نشان من می کند اما دل من نمی شود، ہر دو چشمان

مرزا کامران را میل کشند[2]"

ہمایون کا واقعہ نگار آفتابچی بھی اس کام پر مامور ہوا تھا، وہ اس واقعہ کو یوں بیان

کرتا ہے :-

"بعد حکم آمدیم پیش مرزا کامران، و غلام علی بہ مرزا کامران عرض کرد کہ "مرزا! اگر این سخن از

خود میگفتہ باشیم زبان مارا خدائے تعالیٰ از قفا بکشد اما از حکم شاہان چارہ نیست، حکم چنان است

در چشمہائے شما نشتر زنند۔"

مرزا گفت کہ مرا بکشید۔"

غلام علی جواب داد کہ "خداوند! آ۔ ہ کیست کہ شمارا کشتن بتواند" پس تلاش درآمدند، در حال

مد دست داشت، غلو لہ بست، در دہن آن فراش زد کہ دست دراز کردہ بود، بگرفتن مرزا

بعد از ان دست مرزا را گرفتہ از خرگاہ بیرون آوردند و مرزا را خوابیدند و نشتر در چشمہائے

مرزا زدند، آن مرد مردانہ ہیچ دم نزد، الا شخص کہ بالائے زانوئے نشستہ بود مرزا را برد،

[1] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۵، [2] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۹۶،

ہمین سخن گفت، کہ تو چرا بزانو ہائے من نشستہ، تاکہ والا سائے شما خواہد شد، نخواہند گذشت، بجز این

سخن دیگر ہیچ دم نزد، مرواتہ وار باستقلال خود ماند و گروہے بیہودہ وار، در چشمہائے ایشان

نمک انداخت بیطاقت شد، نام اللہ بر زبان راند و بعد ازان ہمین سخن گفت،

"خداوندا! انچہ در دنیا کردہ بودم بجزائے خود رسیدم و در عقبیٰ امید دارم"

باز مرزا را سوار کردہ سو روان شدند[1]،

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اِس عہد کا بھی ایک واحد نسخہ ہے اور اوس وقت کے مشہور کاتب محمود بن اسحاق الشہا می

ہروی کا جو ثانی میر علی تھا لکھا ہوا ہے، اس وقت خود مرزا کامران بھی زندہ تھا، اِس پہ جہانگیر اور شاہجہان

کے ہاتھ کی عبارت ہے، نور جہان نے بھی اِس کو پڑھا تھا، اور دیگر امراء کے پاس بھی رہا ہے، جن کے

دستخط اور مہرین اِس پر ثبت ہین،

جہانگیر کی عبارت یہ ہے،

"اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران عم پدر بزرگوار

نفست بخط محمود الحق شہا می

حررہ نورالدین محمد جہانگیر شاہ اکبر

سنہ جلوس موافق ۱۰۳۵ ہجری"

شاہجہان کی عبارت یہ ہے،

[1] تذکرۃ الواقعات، جوہر آفتابچی نسخہ قلمی خدا بخش خان لائبریری نمبر ۵ صفحہ ۱۰۶،

"ہو"

الحمد للہ الذی انزل

علی عبدہ الکتاب

حررہٗ شاہ جہان ابن

جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ"

منعم خانخانان کی عبارت

اللہ اکبر

دیوان مرزا کامران بخط خواجہ محمود اسحٰق شہابی

امانت منعم خانخانان

۳۴ فردشت مہر

نورجہان بیگم کی عبارت

قیمت اموال نواب نورجہان بیگم

مع مہر

اس کے علاوہ اس پر مختلف "عرض دیدہ" ہین،

سفینۃ الاولیاء، یہ بھی ایک بدبخت شہزادہ کی تصنیف ہی، شہزادہ داراشکوہ بن شاہ جہان اِس کا مصنف ہے، مشہور فرانسیسی سیاح موسیو برنیر ([illegible] ۱۸۰ جس وقت راجپوتانہ کے دشت وصحرا کو طے کر رہا تھا کہ دربار دہلی مین پہونچے، بدنصیب شہزادہ وہان کی صحرا نوردی کرتا ہوا اوس کو ملا، اس کے بعد جب وہ گرفتار ہو کر اپنی زندگی کے آخری دردناک خونی پارٹ کے ادا کرنے کے لیئے دہلی آیا تو اس وقت بھی وہان موجود تھا، اس واقعہ شہادت کو اوس نے

اپنے ایک دوست کے نام خط مین مفصل طور سے لکھا ہے۔ اس کا لفظ لفظ درد و غم کی حکایت ہے، اور ظالم سے ظالم شخص بھی دو آنسو گرائے بغیر نہین رہ سکتا، ہم کبھی آیندہ اس خط کا ترجمہ پیش کرینگے ان دردناک واقعات سے آپکی طبیعت منغص ہوگئی ہوگی، آئیے تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری طرف متوجہ ہون،

کلیات سعدی، مصلح الدین سعدی شیرازی کے تمام نظم و نثر کا مجموعہ ہے، پندرھوین صدی عیسوی کا لکھا ہوا نسخہ ہے، خط نہایت اعلیٰ اور رنگ آمیزی و گلکاری سے مملو ہے، تصاویر بھی ہین، جو اس عہد کے ایرانی فن تصویر پر کافی روشنی ڈالتے ہین، شروع مین دو صفحہ کی سفید حروف مین فہرست ہے،

کلیات کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو اس کتب خانہ کا قدیم ترین نسخہ ہے، زرپاشیدہ کاغذ پر نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے،

انتخاب بوستان، یہ نسخہ فن خطاطی و رنگ آمیزی کے بہترین نمونون مین ہے، عنوان کے دونون صفحے اس خوبصورتی سے مذہب و مطلا کئے گئے ہین "کہ کسی محل کے ایرانی قالین معلوم ہوتے ہین"[1] اس سے زیادہ خوبصورت اس کا آخری صفحہ ہے، اس کا کاتب مشہور میر علی ہے،

تذکرہ، یہ تذکرہ تیرہ شعرا نے سلطان قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لئے لکھا تھا،

کلیات خسرو، خسرو کی متعدد مثنویان، نہایت خوشخط، مطلا، و مذہب موجود ہین،

خلاصۃ الاخبار، خواند امیر (غیاث الدین بن ہمام الدین) کی تاریخ ایشیاء، اس نے یہ کتاب روضۃ الصفا سے ماخوذ کی ہے، نستعلیق مین ۹۶۲؁ ہجری کی لکھی ہوئی ہی،

اس کے علاوہ فارسی کتابون مین عبد الرحیم خانخانان کا ترکی تزک بابری کا فارسی ترجمہ

1- O. Cenmar An Eastern library P. 30

امیر حیدر حسین واسطی بلگرامی کی سوانح اکبری، تزک جہانگیری، اقبال نامہ جہانگیری، معتمد کی لکھی ہوئی سیرۃ المتاخرین، سینٹ زیویر کی مراۃ القدس، جو اوس نے اکبر کی فرمائش سے حضرت عیسیٰؑ کے حالات مین لکھی تھی، اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فوجی کاغذات خاص وقعت رکھتے ہین

اِس کے علاوہ فارسی کی دوسری قابل بیان کتابین ذیل مین درج کی جاتی ہین، یہ فہرست کے ترتیب مین مسٹر اوکانر کی ایسٹرن لائبریری سے بھی مدد لیگئی ہے،

تاریخ

(۱) **تاریخ طبری** کا فارسی ترجمہ از بلعمی، مکتوبہ سنہ ۶۴۰ ہجری،

(۲) **مجمل فصیحی** از فصیح الجوانی " سنہ ۹۹۲ ہجری،

(۳) **تاریخ ابوالخیر خانی** از مسعود بن عثمان کوہستانی مکتوبہ سنہ ۹۹۹ ہجری،

(۴) **تحفۃ الکرام** از میر علی شیر قانع مکتوبہ سنہ ۱۲۲۳ ہجری،

(۵) **ہشت بہشت** از حکیم الدین ادریس السبدلیسی مکتوبہ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

(۶) **تاریخ داؤدی**، از عبد اللہ، مودی اور سور سلاطین کی نایاب تاریخ،

(۷) **منتخبہ عبرتیہ** از شہاب الدین طالش، یہ نسخہ سنہ ۱۲۱۱ ہجری مین مصنف کے پوتے اعتصام الدین نے لندن مین لکھا تھا،

تذکرہ

(۱) **تذکرۃ الاولیا**، از فرید الدین عطارؒ مکتوبہ سنہ ۶۲۴ ہجری

(۲) **آثار الانوار**، از سیف الدین حاجی کشمیر کے وزراء کے حالات مین مکتوبہ سنہ ۱۲۴۷ھ

(۳) **رشحات**، شیوخ نقشبندیہ کے حالات از فخر الدین علی صفی، مکتوبہ ۱۰۲۶ھ

(۴) **مجالس العشاق**، " " صوفیا کرام کے مصور حالات ہین،

(۵) **مآثر رحیمی**، از عبد الباقی،

(۶) **کلمات الصادقین**، دہلی مین دفن شدہ صوفیا کے حالات از محمد صادق ہمدانی،

(۷) **گل رعنا**، لچھمی نرائن شفیق مصنفہ ۱۱۸۲ھ

نظم

(۱) **دیوان اشیرادمانی**، اس پر عبد اللہ قطب شاہ کی مہر ہے، شاعر کا سنہ وفات ۱۱۱۶ھ ہے مکتوبہ ۱۱۰۵ہجری،

(۲) **مثنوی مولانا روم**، محمد بن حسن کرمانی نے خوبصورت نستعلیق مین ۹۶۵ہجری مین لکھا تھا

(۳) **دیوان امامی**، از امام ہروی،

(۴) **ششش رسالہ سعدی**، اس پر شاہ جہان اور عبد الرحیم خانخانان کی تحریرین ثبت ہین، یہ نسخہ باقر بن میر علی کا لکھا ہے،

(۵) **ہفت بند کاشی**، مکتوبہ ۱۰۲۲ہجری،

(۶) **مطلع الانوار خسرو**، میر علی نے یہ نسخہ ۹۲۷ھ ہجری مین سلطان عبد العزیز بخارا کے لیے بخارا مین لکھا تھا،

(۷) **دیوان حسن**، حضرت حسن دہلوی کا کلام، اکبر کے سپہ سالار شیخ فرید بخاری کے لیے ۱۰۱۱ھ مین محمد حسین کشمیری نے لکھا،

(۸) **دیوان سلمان**، سلمان کے دیوان کا قدیم ترین نسخہ ہے، وہ ۷۷۸ہجری مین مرا تھا

اور یہ دیوان ۱۱۱۵ھ کا لکھا ہوا ہے،

متفرقات

(۱) **کیمیائے سعادت**۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے، یہ کتاب شائد اس کتبخانہ کا قدیمی تاریخی فارسی نسخہ ہے، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲) **روح الجنان**، حسین محمد رازی کی تفسیر قرآن تین جلدون مین نامکمل مکتوبہ ۶۳۴ھ ہجری،

(۳) **انیس الطالبین**، مصنفہ صالح بن مبارک، حضرت جامیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

دوسرے نمبر مین انشاء اللہ کتبخانہ کے عربی نوادر ہدیۂ ناظرین کرونگا،

الکندی اور اُسکا فلسفہ

از

مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی،

الکندی، کے متعلق میرا ایک مفصل مضمون معارف مین جانے کے لئے طیار تھا کہ ہمارے محترم دوست مولوی مقتدر ولی الرحمان صاحب ایم، اے، نے لاہور سے پیش قدمی کی (معارف ستمبر ۱۹۲۲ء)

اس لئے اب مین اپنے دوست کے مضمون پر مندرجہ ذیل امور بطور استدراک و اضافہ کے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون:

الکندی کا سنہ پیدائش و وفات | ابھی کوئی شبہہ نہین کہ مورخین عرب الکندی کا سنہ پیدائش و وفات متحقق طور سے بتلانے سے قاصر ہین، البتہ اون مین کے بعض اس طرف گئے ہین کہ وہ تیسری صدی ہجری کے علماء مین سے ہی، لیکن مستشرقین یورپ نے اس کی تحقیق مین خاص طور سے کاوش کی ہی، ہمارے دوست نے صرف ڈی بوئر کا قول وفات کے متعلق نقل کیا ہی، ہم اُس پر دیگر مستشرقین کے مزید اقوال کا اضافہ کرتے ہین، ڈاکٹر فلوگل مشہور جرمنی مستشرق نے لکھا ہی کہ الکندی نوین صدی عیسوی کے اول نصف مین زندہ تھا، اور ۸۶۱ء کے بعد مرا ہے[1]، اٹلی کا مشہور مستشرق ناجی (رجو؟) روما کے کالج مین فلسفہ کا استاذ تھا اور جس نے انیسوین صدی کے اواخر مین وفات پائی ہی، منجملہ اُن مستشرقین کے ہی جنھون نے خاص طور سے عربی فلسفہ کی طرف توجہ کی ہی اور الکندی کی تصانیف کی لاطینی زبان مین نشر و اشاعت کی ہی) لکھتا ہی کہ الکندی نے ۲۵۸ ہجری مین یعنی ۸۷۰ عیسوی مین وفات پائی اور یہ ثابت ہی کہ وہ ۱۹۸ ہجری مین زندہ تھا اس لئے گویا اُس نے تقریباً ستر سال عمر پائی[2]،

الکندی کا علم و فضل | حقیقت یہ ہی کہ الکندی کو جو تبحر علمی حاصل تھا وہ مختلف علوم مین اُس کی جامعیت کو پوری طرح نمایان کرتا ہی، اُسے مختلف علوم و فنون مین جو دسترس حاصل تھی وہ اُس کے ماقبل علماء اور

---

[1] المقتطف جلد ۵ جزء ۱ صفحہ ۹، [2] ایضاً

معاصرین کو بہت کم حاصل تھی، اُس سے قبل اسلام مین کوئی ایسا فلسفہ دان نہین گذرا کہ جس پر لفظ فیلسوف کا صحیح مفہوم مین اطلاق کیا جا سکے، اگرچہ یہ ضرور ہی کہ اُس کے بعد الفارابی اور ابن سینا کا پایہ فلسفہ مین بہت بلند رہا ہی لیکن ان دونون نے بھی جس بنیاد پر اپنی عمارتین بنائین وہ دراصل الکندی کی ہی قائم کی ہوئی تھی، اس لئے سبقت واولیت کا جو فخر اُسے حاصل ہو سکتا ہی وہ کسی کو نہین پہنچا، چنانچہ یہی وجہ ہی کہ علمار اور فلاسفۂ اسلام اور مستشرقین یورپ اُسے "اولین فیلسوف اسلام" تسلیم کرنے مین متفق ہین،

جمال الدین القفطی اور ابوالقاسم صاعد ابن احمد الاندلسی اور ابن عربی اوسکے حالات بیان کرتے ہوتے لکھتے ہین کہ:

لم یکن فی الاسلام من اشتھر عند الناس بمعاناة علوم الفلسفة حتی سموه فیلسوفا غیر یعقوب ھذا[۱]	سوائے یعقوب ابن اسحاق الکندی کے اسلام مین کوئی ایسا مشہور شخص نہین گذرا کہ جس نے علوم فلسفہ کی جانب اتنی توجہ کی ہو کہ اسے "فیلسوف" کہا جا سکے،

سلیمان بن حسان المعروف با بن جلجل جو چوتھی صدی ہجری کے مشہور حکمائے اسلام مین سے اندلس (اسپین) مین گذرا ہی اور اندلس کے بادشاہ ہشام المؤید باللہ کے خاصہ کا طبیب رہ چکا ہی الکندی کے متعلق لکھتا ہی:۔

لم یکن فی الاسلام فیلسوف غیرہ احتذی فی توالیفه حذو ارسطوا طالیس[۲]	اس کے سوا اسلام مین کوئی ایسا فیلسوف نہین گذرا کہ جس نے اپنی تالیفات مین ارسطاطالیس کے قدم پر قدم رکھا ہو،

تاریخ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابن جلجل کے اس قول کے متعلق الکندی کی مزید فضیلت

---

[۱] اخبار الحکمار جمال الدین القفطی صفحہ ۲۴۱ و طبقات الامم مطبوعہ مصر صفحہ ۵۱ ؛ تاریخ مختصر الدول صفحہ ۲۵۹ ۔

[۲] عیون الانبار لابن ابی اصیبعہ صفحہ ۲۰۰ ۔

ثابت کرنے کے واسطے یہ مان لیا جا سکتا ہو کہ یہ اُس نے الفارابی کے انتقال کے بعد لکھا ہو، کیونکہ الفارابی ۲۵۹ھ ہجری مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ھ ہجری مین فوت ہو گیا[1]، اور ابن جلجل ہشام المؤید باللہ کا طبیب تھا جو ۳۶۶ھ مین تخت نشین ہوا اور ۳۹۹ھ ہجری مین معزول کر دیا گیا، نیز یہ بھی ثابت ہو کہ ابن جلجل ۳۷۲ھ ہجری کے بعد تک زندہ رہا ہو کیونکہ طبقات الاطبا مین اوس کی ایک تصنیف کی تاریخ ۳۷۲ھ ہجری درج ہو[2]،

مشہور منجم **ابو معشر** جعفر بن محمد البلخی نے کہ جو ابتداءً اوس کے علم و فضل پر حسد کیا کرتا تھا لیکن بعد مین ۴۰ برس کی عمر مین علم نجوم مین اسی کا شاگرد ہوا اپنی کتاب المذکرات مین امور شاذہ کے تذکرے مین لکھا ہو کہ "اسلام مین حذاق مترجمین صرف چار گذرے ہین، حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ الحرانی، عمر بن فرخان الطبری، اور چوتھا اُن مین کا یعقوب ابن اسحاق الکندی تھا"[3]،

مستشرقین یورپ مین علاوہ مشہور اطالوی مستشرق ولیم کارڈنیو المتوفی ۱۵۷۶ء[4] کے کہ جس نے الکندی کو اُن دس غیر معمولی کمال و ذہانت رکھنے والون مین شمار کیا ہو جو ذکاوت و علوم مین ایسی اولین درجہ کی عقل رکھتے تھے کہ ابتدائے آفرینش سے سولہوین صدی عیسوی تک کوئی بھی اُس کا ہم پلہ نہین پیدا ہوا[5]، مشہور انگریز پادری راجر بیکن نے جو قرون وسطی کے مشاہیر مین سے ہو کہا ہو کہ "الکندی اور ابن الہیثم اپنی ان تصانیف کی وجہ سے کہ جو انھون نے علم المرایا مین کی ہین بطلیموس کے ساتھ اولین صف مین شمار کیے جا سکتے ہین" نیز اٹلی کے مستشرق جیرارڈ آف کریمانو نے اُس کے اس علم کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا ہو[6]،

[1] اگرچہ تمام تواریخ مین الفارابی کے سنہ وفات کے سوا سنہ پیدائش کا تذکرہ نہین ہو لیکن ابن خلکان نے لکھا ہو کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی، پس اس لحاظ سے اسکا سنہ پیدائش ۲۵۹ھ ہجری ہوتا ہو (دیکھو ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مصر)

[2] دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴۸۔ [3] طبقات الاطبا جلد ۱ صفحہ ۲۰۷۔ [4] ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس مستشرق کا نام "جیرون کارڈن" لکھا ہو جسمین انہین دھوکا ہوا ہو کیونکہ غالباً انھون نے یہ نام عربی کے معرب نام "غلیوم کردانو" سے قیاساً اخذ کیا ہو حالانکہ "غلیوم کردانو" دراصل معرب ہو ولیم کارڈنیو کا۔ [illegible]

(بقیہ حاشیہ)

یورپین مستشرقین کی تحقیقات جہان قابل تحسین و آفرین ہین، وہان مضحکہ انگیز بھی ہین خصوصاً شرقی علوم و معارف کے مسائل کی تحقیق کے میدان مین جو انھون نے جابجا ٹھوکرین کھائی نہین وہ نہایت تمسخر انگیز ہین، اوسکی وجہ یہ ہو کہ وہ یا تو مذہبی تعصب کی عینک چڑھا کر اس میدان مین قدم پیمائی کرتے ہین اور یا قلیل علمی زادراہ کے ساتھ، جس کی وجہ سے ٹھوکرین کھاتے ہین بعض اُن مین کے ہر چند یہ چاہتے ہین کہ اس عینک کو علٰحدہ کر کے قدم بڑھائین اور تعصب کو ظاہر نہ ہونے دین لیکن پھر بھی چونکہ یہ تعصب اُن کی جبلت مین داخل ہوتا ہو باوجود دبانے اور پوشیدہ رکھنے کے کہین نہ کہین ضرور ظاہر ہو ہی جاتا ہو،

علوم و معارف کے مسائل کی یورپین تحقیق و تدقیق کا سب سے بڑا اور مستند ترین ذخیرہ اس وقت یورپ کے نزدیک "انسائیکلوپیڈیا" ہو اُس مین **الکندی** کے حالات کے بیان مین لکھا ہو کہ "وہ پہلا شخص ہو جس نے مذہب اسلام کے ساتھ بغاوت کی[1]"، شاید اس سے مضمون نگار کا مقصد متبدع اور بعض جزئی عقائد مین اختلاف رکھنے والا ہو، کیونکہ جہانتک تواریخ وغیرہ مین اس کے حالات ملتے ہین ان مین اسکا ثبوت کہین نہین ملتا کہ اس نے مذہب اسلام کی مخالفت کی ہو یا اپنی تصانیف مین سے کسی کا موضوع اسلام پر حملہ یا مخالفت قرار دیا ہو، البتہ یہ ضرور ہو کہ وہ بعض جزئی عقاید مین خصوصاً واجب الوجود کے متعلق اختلاف رائے رکھتا تھا اور اس کے دشمنون کو جو اُس کی مخالفت کے لئے کوئی چیز ملی ہو تو وہ اسکا صرف وہی عقیدہ ہو کہ جس کی رو سے وہ ارسطو کی طرح واجب الوجود کا صفات مطلقہ کے ساتھ قائل نہ تھا[2]، صفات مطلقہ سے مقصود واجب الوجود کی وہ صفات ہین کہ جو اوسکی ذات سے علٰحدہ تمیز کیجا سکین، ارسطو حقیقۃً اس قسم کی صفات کا منکر تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ واجب الوجود کی ذات وصفات ایک ہی چیز ہے،

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا کہ جو اُس زبان کا نام ہو نیز یہ مستشرق بھی اطاوی تھا، [۵] المقتطف جزء صفحہ، [۶] ایضاً،

[1] دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین Arabic philosophy ... عربی فلسفہ کا بیان [2] المقتطف جزء صفحہ

بہرحال اگر مضمون نگار نے اوسکی اسی قسم کی بدعت اور اختلاف عقیدہ کو مذہب اسلام کی بغاوت و مخالفت کی اولیت کا درجہ دیا ہی تو مضمون نگار صاحب کی کوتاہ علمی پر ہزار حیف ! کہ اس سے پہلے تو بہت سے باغی و مخالف مثل معتزوائل ابن عطار کے کہ جو دوسری صدی ہجری کے اوائل مین گذرا ہی، یا عمرو بن عبید، اور نظام اور ابو الہذیم اور جاحظ کے کہ جو الکندی سے پہلے ہوئے ہین، گذر چکے ہین۔

الکندی کی تصانیف | **الکندی** کے علم وفضل کی کیفیت افسوس ہم تک براہ راست نہین پہنچی بلکہ بالواسطہ پہنچی ہی یعنی خود اوسکی تصانیف ہم تک نہین پہنچین، بلکہ اوسکی تصانیف کی فہرستین اور تذکرہ ہم مورخین کے زبانی سنتے ہین، الکندی کیطرح ہزارون لاکھون علمائے اسلام کے نام ہمین تواریخ مین ایسے ملتے ہین جنکی تصانیف کا ایک سے لیکر سیکڑون تک شمار تھا لیکن آج اون کے ان بے بہا جواہرات مین سے ایک بھی موجود نہین سب واقعات و حوادث عالم کی نذر ہو گئے۔

اس وقت الکندی کے تجرد علمی جامعیت معلوم کرنیکا جو ذریعہ ہمارے پاس ہی وہ اس کی اُن کثیر تصانیف کی فہرست ہی جو اُس نے مختلف علوم مین کی ہین، ابن ندیم اور القفطی نے ہمین اوسکی تصانیف کی تقسیم کے لئے ۱۷ علوم کے نام گنائے ہین لیکن حقیقت یہ ہی کہ ان سترہ علوم کی تصانیف کے علاوہ دیگر علوم مین بھی اوس کی تصانیف تھین،

علم معدنیات مین اُس کے کئی رسائل تھے اور وہ یہ ہین :- رسالۃ فی انواع الجواھر والاشباہ رسالۃ فی تمویہ الزجاج، اور رسالۃ فی انواع الحدید والسیوف وجید ھا ومواضع انتسابھا[1]

علم کیمیا مین بھی اوسکی متعدد تصانیف تھین اُن مین سے بعض یہ ہین :- رسالۃ فی العطر وانواعہ، رسالۃ فی کیمیاء العطر، رسالۃ فی التنبیہ علی خدع الکیمیائین، رسالۃ فی الطبیعۃ رسالۃ فی الاجرام الغائصۃ فی الماء، رسالۃ فی الاجرام الھابطۃ اور رسالۃ فی عمل المرایا المحرقۃ[2]

---

[1] القفطی جزء صفحہ ۱۱، [2] ایضاً۔

اخبار الحکمار مین القفطی نے اسکی متذکرۂ بالا عشرہ علوم کی تصانیف کی طول طویل فہرست درج کرنیکے قبل لکھا ہی، ،و لہ کتاب سماہ تسھیل سبیل الفضائل فی آداب النفس،، یس اس کتاب کے نام سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتاب اس نے علم اخلاقیات مین تصنیف کی تھی[۱]

نیز مندرجہ بالا جملہ کے بعد اسی مین ہی کہ ،، ولہ کتاب فی معرفۃ الاقالیم المعمورۃ وغیرھا،، جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسکی یہ تصنیف علم جغرافیہ مین تھی[۲]،

افسوس کہ اسلام کے اس مایۂ ناز فیلسوف کے یہ سارے جواہر ریزے برباد ہوگئے اگر اُن مین سے بعض کا کہین وجود بھی ہی تو وہ دنیا کے مختلف کتب خانون مین قعر گنامی مین ہین اور یا نہین تو اُن مین سے دوچار مستشرقین یورپ کی توجہات کی وجہ سے تبدیل ہیئت کے ساتھ آشکار ہوئے ہین، لیکن ،،تبدیل ہیئت،، کے نقاب نے انکا اصلی جمال ہم سے مستور کر دیا ہے،

بروکلمن نے اپنی فہرست مین لکھا ہی کہ اسکی بعض تصانیف یورپ کے کتب خانون مین قلمی موجود ہین[۳]، ہمارے دوست نے اس کی صرف تین تصانیف ایسی بتلائی ہین جنکا لاطینی ترجمہ یورپ مین شائع ہوا ہی لیکن ان کے علاوہ اسکی دو تصنیفین اور بھی یورپ مین لاطینی زبان مین شائع ہوئی ہین، ایک تو اس کے پانچ رسائل کا مجموعہ ہی جس کا لاطینی ترجمہ مشہور اطالوی مستشرق ناجی نے ۱۸۹۷ء مین شائع کیا اور اس مجموعہ مین اول رسالہ ماہیت عقل ہی، نیز ارسطو کی ایک کتاب کا ترجمہ کہ جو ربوبیت کے متعلق رفافوریوس صوری کی تفسیر ہی عبد المسیح بن عبد اللہ ناعمہ الحمصی نے عربی مین کیا تھا اور اوسکی تصحیح خلیفہ معتصم باللہ کے لڑکے احمد کیلئے الکندی نے کی تھی برلن مین ۱۸۸۲ء مین طبع ہو چکا ہی،

الکندی اور فن موسیقی | دنیا بھی ایک عجیب انقلاب زار ہے، ثبات و قیام اس مین کسی کو نہین حتی کہ

---

[۱] اخبار الحکماء مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲ [۲] ایضاً [۳] دیکھو فہرست مذکور مطبوعہ یورپ مین الکندی کا بیان [۴] یونان کا ایک حکیم جو بقراط سے پہلے گذرا ہی اور جالینوس کے بعد[۵] القطف جز ۱ صفحہ ۱۱،

معنویات کو بھی نہین، اس مین ایک چیز بنتی ہو تو دوسری بگڑ جاتی ہو، ایک چراغ جلتا ہو تو دوسرا بجھتا ہی ایک کلیہ قائم ہوتا ہو تو دوسرا ٹوٹتا ہی، ایک خیال پھیلتا ہو تو دوسرا فراموش ہوتا ہی، ایک اصول دریافت ہوتا ہے تو دوسرا شکست ہوتا ہی، ایک فن رائج ہوتا ہو تو دوسرا مٹتا ہی،

ابتدائے آفرینش سے آج تک دنیا مین ہزار ون ہی کلیون، اصولون، خیالون، نظریون، اور فنون کی ترویج ہوئی لیکن ہر آنیوالا زمانہ اپنے ساتھ ایک نئے کلیۂ ایک نئے اصول، ایک نئے خیال، ایک نئے نظریہ ایک نئے فن کی علٰحدہ ایک نئی فوج لایا اور اپنے ماقبل کو شکست دیکر مٹادیا

ایک زمانہ تھا کہ خوشنویسی کے فن کی یہ قدر تھی کہ اگر کوئی مشہور خوشنویس میر عماد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حرف لاتا تھا تو بادشاہ شاہجہان اُسے یکصدی منصب عطا کرتا تھا،[1] میر خلیل اللہ (مشہور عراقی خوشنویس) بادشاہ دکن ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پاس کتاب نورس لکھکر لیجاتا ہی تو وہ اسے اپنی برابری مین تخت شاہی پر جگہ دیتا ہی اور پھر تمام امرا وزرائے دربار کو حکم دیتا ہی کہ وہ اُس کے جلوس مین اُس کے مکان تک جائین، نیز یہی خوشنویس جب سلطنت دکن کی جانب سے قاصد بناکر ایران بھیجا جاتا ہی تو خود شاہ ایران اوسکی تعریف مین اس طرح رطب للسان ہوتا ہی،

خورشید عراق از دکن مے آید	کان لعل بکان خویشتن می آید
سردفتر جملہ خوشنویسان جہان	یعنی کہ خلیل بت شکن می آید[2]

لیکن ایک زمانہ اب ہی کہ کسی کو اگر اس مین کچھ تھوڑا بہت کمال حاصل ہو تو اس غریب کے لئے سوائے اس کے چارہ نہین کہ وہ مطابع یا جرائد کے دفاتر مین ایک قلیل تنخواہ پر دیدہ ریزی کے ساتھ کاپی نگاری کرے اور بس۔

بالکل یہی حال علم موسیقی کا ہوا، اگرچہ اگلے زمانہ مین بادشاہون کے درباروں اور امرا کی

---

[1] تذکرۂ خوشنویسان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۹۳ [2] ایضاً صفحہ ۹۶،

مغلون کو مغنی اور کنیزین اپنی نغمہ سرائی کے کمال سے مست کیا ہی کرتی تھین لیکن بڑے بڑے فضلاء و شرفاء بھی اس مین مہارت تامہ رکھتے تھے، اور نہ صرف مہارت تامہ بلکہ اس کے اندر موجد و مخترع بھی ہوتے تھے، لیکن انقلاب زمانہ دیکھئے کہ اب یہی فن ایک خاص طبقہ کے ساتھ اس طرح مخصوص ہوگیا کہ شرفاء اور فضلاء کے لئے اب اُس مین ہاتھ ڈالنا ننگ و عار ہی، اسی بعد و انقلاب کی وجہ ہی کہ اگر آج فضلائے سلف مثل الکندی، السرخسی[1]، الفارابی[2]، ابن سینا[3]، ابن فتحون[4] السرقسطی اور امیر خسرو[5] وغیرہ کی اس فن کی تصانیف مین سے خال خال کہین قلمی نوادر موجود بھی ہین، تو وہ ہم لوگون کی عقول و فہم کے لئے "راز سربستہ" بھی ہین، موجودہ درسیات کی مشہور و متداول کتاب اخلاق جلالی مین ملّا جلال الدین نے "نغمہ" پر ایک باب باندھا لیکن آج تک وہ عقدۂ لاینحل ہی رہا،

الکندی کا شمار بھی اُن ہی فضلائے اسلاف مین ہے جنھین اس فن مین پورا عبور تھا افسوس کہ ہمارے دوست نے اپنے مضمون مین اس کے متعلق صرف چند ضمنی اشارات پر اکتفا کیا ہے حالانکہ اس مین اُسکی مہارت اس سے زیادہ تفصیل کی طالب تھی، اس لئے غالبًا غیر مناسب نہوگا اگر ہم بیان پر بالاختصار اُس قصّہ کو ہدیۂ ناظرین کرین جو اخبار الحکما مین اُس کے اس فن مین کمال رکھنے کے ثبوت مین مذکور ہے،

"ایک عجیب حکایت الکندی کے متعلق یہ بیان کرتے ہین کہ اس کے پڑوس مین ایک بہت بڑا تاجر رہتا تھا جسکی تجارت کا کاروبار نہایت ہی وسیع پیمانہ پر تھا، اُسکا ایک لڑکا تھا جس کے

---

[1] احمد بن الطیب السرخسی الکندی کا شاگرد اور علم موسیقی مین صاحب تصنیف تھا، [2] اسلام کا مشہور فیلسوف ابو نصر الفارابی جو ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا اور ۳۳۹ ہجری مین مرگیا [3] اسلام کا مشہور فیلسوف و طبیب جو شیخ الرئیس کے لقب سے مشہور ہے ۳۷۰ ہجری مین پیدا ہوا اور ۴۲۸ھ مین فوت ہوگیا، [4] سرقسطہ (سیراگوسا) اندلس کا ایک مشہور حکیم ہی جو علاوہ دیگر علوم کے فن موسیقی مین بھی صاحب تصنیف گذرا ہی، (طبقات الامم صفحہ ۱۰۶) [5] حضرت امیر خسرو ہندوستان [illegible]

اثنہ مین اُس کے لین دین، آمد و خرچ کی تمام نوشت و خواند تھی، یہ تاجر الکندی کی نہایت حقارت کرتا اور بغض و حسد کی وجہ سے ہمیشہ اُس پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا، اتفاق سے ایک مرتبہ اُس کے لڑکے کو یکایک سکتہ کا مرض ہوگیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کا سارا کاروبار رک گیا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ از روی حساب کے لوگون پر اسکا کیا نکلتا ہی اور اُس پر اُن کا کیا باقی ہی، اور پھر بیٹے کے مرض کا صدمہ اُس پر مستزاد اس لئے اُس نے بغداد کے کسی طبیب کو نہین چھوڑا جس کے پاس وہ نہ گیا ہو اور اُس سے مریض کو دیکھنے کی خواہش نہ کی ہو، لیکن تقریباً تمام اطبار نے مرض کے شدید و خطرناک ہو جانے کی وجہ سے انکار کردیا اور جنھون نے قبول کیا اُنکا قبول کرنا چندان سودمند ثابت نہ ہوا، تب لوگون نے اُس سے کہا کہ تو تو ایک ایسے فیلسوف عصر کے جوار مین رہتا ہی کہ جو اس مرض کا سب سے بہتر علاج جاننے والا ہی اسلئے اگر تو اس کے پاس جاتا تو تجھے کامیابی ہوتی، بالآخر اس ضرورت نے تاجر کو مجبور کیا کہ وہ الکندی کے پاس اُس کے بھائیون مین سے کسی کو ساتھ لیکر جائے اگرچہ یہ جانا اس کے لئے نہایت شاق تھا، الکندی نے اُسکی استدعا کو قبول کرلیا اور تاجر کے مکان مین جاکر اس کے لڑکے کو دیکھا، اُسکی نبض دیکھی اور حکم دیا کہ اس کے علم موسیقی کے تلامذہ مین سے وہ حاضر ہون جو عود بجانے مین ماہر ہون اور بجانے کے ان طریقون سے واقف ہون جو غم و بیچینی کو دور کرنے اور قلب و نفس کو قوت دیتے ہین، پس اُن مین سے چار شاگرد آگئے، الکندی نے انھین عود کے سرون کے مواقع پر اپنی انگلیان رکھکر بجانیکا طریقہ بتلادیا اور حکم دیا کہ وہ اس کے سرہانے اسی طریقہ سے بجاتے رہین اور خود لڑکے کی نبض پکڑے رہا، اتنے مین لڑکے نے سانس لینا شروع کیا اور اس کی نبض بھی متحرک ہوئی، یہانتک کہ اُس نے حرکت کی، الغرض

بقیہ حاشیہ صفحہ (ماقبل) کے مشہور صوفی و شاعر گذرے ہین جو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے ہمعصر تھے، فن موسیقی مین ایسا کمال رکھتے تھے کہ ان کے قبل کوئی بھی اُنکا ہمسر نہین گذرا، بہت سی جدید راگنیون کے موجد تھے، ستار بھی انھی کی ایجاد ہی، مفصل حالات کے لئے دیکھو "بیان خسرو" مؤلفہ مولنا شبلی مرحوم،

بیٹھ گیا اور بات چیت کرنے لگا، لیکن وہ لوگ عود کو بدستور اسی طریقہ سے بجایا کئے، پھر الکندی نے اس کے باپ سے کہا کہ تو اپنے لڑکے سے جو کچھ اپنے لین دین کے متعلق پوچھنا چاہتا ہو پوچھ لے اور لکھ لے، اس نے اس سے پوچھنا شروع کیا، لڑکا اسے بتلاتا جاتا تھا اور یہ اسے لکھتا جاتا تھا یہانتک کہ جب اس نے سب لکھ لیا تو بجانے والے دفعۃً بجانیکا طریقہ بھول گئے اور لڑکے کا سکتہ مین پھر وہی حال ہو گیا اس پر اس کے باپ نے الکندی سے دوبارہ خواہش کی کہ وہ پھر انھین اُسی طریقہ سے بجانیکا حکم دے جس طرح سے کہ وہ پہلے بجا رہے تھے تب اس پر الکندی نے جواب دیا کہ افسوس لڑکے کی زندگی اسیقدر باقی تھی، اب جو کچھ ہو گیا اس مین کوئی چارۂ کار نہین، اور نہ انسان کے لئے عمر پوری ہو جانے کے بعد اس مین کچھ بڑھانیکی کوئی سبیل[1]،

پس اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ الکندی کو علم موسیقی پر کس قدر مجتہدانہ عبور تھا، بہت ممکن ہو کہ ہمارے بعض ناظرین کو اس قصہ کی صداقت کے تسلیم کرنے مین تامل ہو لیکن کیا آج بھی جبکہ "عالم اصوات کے حقائق مستورہ سے روز بروز حجاب اٹھتا چلا جاتا ہو اس کی صداقت کے اعتراف مین تامل ہو سکتا ہو؟ اور اگر یہ ناقابل اعتراف ہو تو اس سے تو کہین زیادہ سینور مارکونی کا محیر العقول "لاسلکی ٹیلیفون" یا جرمنی کا وہ عجوبۂ دہر "مخبر صوتی" (لیباریٹری آف ساونڈز) کہ جس کے اندر ہزار ہا سال کے لئے دنیا کے اہم ترین قائدین وزعماء، فلاسفہ وعلماء، خطیب وشعراء کی آوازین محفوظ کیجا رہی ہین ناقابل اعتراف ہو، رہا شاہدہ تو تاریخ کے گذشتہ واقعات وحوادث علم موسیقی کے حیرت انگیز اثرات پر پوری طرح شاہد ہین،

حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ کا جب اس دنیائے فانی سے کوچ کرنے کا وقت قریب آیا تو وہ "جام موسیقی" ہی تھا کہ جس کے سرور نے انھین جلد سے جلد داصل باللہ کیا[2]،

[1] دیکھو اخبار الحکماء للقفطی صفحہ ۲۴۲ و ۲۴۳ مطبوعہ مصر، [2] جب حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اکبر نے تان سین کو ان کے نزدیک بھیج دیا تھا، اور اوس کے گانے پر اون کا وصال ہو گیا تھا (یہ واقعہ مین نے استاذی مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ کی زبانی رانچی مین سنی تھی جبکہ وہ علم موسیقی کے متعلق کچھ لکھ رہے تھے)

جہانگیر کے دربار مین ملّا علی احمد مہرکن نے جب انتقال کیا تو وہ موسیقی ہی کے ترانے تھے کہ جن کے اثر سے مسحور ہوکر انھون نے یکدم اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا[1]

حضرت[2] مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جس فرط شوق سے بیتاب ہوکر دفعۃً کالبد خاکی کو اجمیر مین خالی کیا تو وہ موسیقی ہی کے دل آویز نغمون کا پیدا کیا ہوا تھا،

پس جو شے اپنے اندر اس قدر اثر رکھتی ہو کہ اس کے اثر سے انسان کی روح تک پرواز کر جاسکتی ہو اس سے کیا یہ امر بعید خیال کیا جاسکتا ہو کہ وہ قلبی و روحانی امراض کا بھی علاج کر سکے؟ اور کیا ان عظیم الشان تاریخی شواہد و حقائق کے بعد بھی مذکورہ بالا قصہ کی صداقت مین شک و شبہہ کی گنجائش رہ سکتی ہے؟

الکندی کے اقوال حقیقت یہ ہو کہ آج صدیان گذر جانے کے بعد ہمارے نزدیک اپنے اسلاف کی ذہانت و فطانت اور کیفیت معیشت کے صحیح حالات معلوم کرنے کے علاوہ تاریخی سوانحات کے دو ہی ذریعہ ہین ایک تو تصنیفات دوسرے اقوال، تصانیف سے تو ہمین خاص خاص موضوعات علمیہ پر اونکی رائے، اس کے متعلق دلائل و براہین، اُن کی وسعت معلومات اور تبحر علمی کے حالات معلوم ہوتے ہین، اور اقوال سے اُن کے عادات و اخلاق، ذاتی معلومات و تجربات، کیفیت معیشت اور افتاد مزاج کا پتہ چلتا ہے،

پس اگر آج ہم اس قدر بدقسمت ہین کہ الکندی کی صدہا تصانیف مین سے ایک سے بھی متمتع

---

[1] یہ موت جب کہ بادشاہ جہانگیر کے دربار مین قوال گا رہے تھے اس کے سامنے ہوئی ہو، جہانگیر نے اوسکا مفصل قصہ تزک مین لکھا ہو اور لکھا ہو کہ اس قسم کی موت میری تمام عمر مین پہلی مرتبہ مین نے دیکھی مفصل حالات کے لئے تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۸۲ دیکھو،

[2] اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہین ہوا یہ ۸ رجب ۱۳۲۲ھ ہجری کا واقعہ ہو،

نہین ہو سکتے تو کم سے کم ہم اُس کے اقوال سے تو بہرہ اندوز ہون کہ جنکو ہماری بلاکسی تلاش وجستجو کے تواریخ کے صفحات ہمین پیش کر رہے ہین،

تواریخ مین جو الکندی کے اقوال مذکور ہین وہ دو قسم کے ہین:

(۱) منظوم

(۲) منثور

(۱) منظوم مین اس کے دو قسم کے اشعار پائے جاتے ہین ایک تو وہ جو معشوق کے ساتھ اظہار اشتیاق مین ہین اور جنکو ابن قتیبہ نے اپنی کتاب فرائد الدر مین نقل کئے ہین اور یہ صرف دو ہین،

وفی اربع منی حلت منک اربع	میری چار چیزون مین تیری چار چیزین داخل ہو گئی ہین
فما انا ادری ایہا ہاج لی کربی	پس مین نہین جانتا اُن مین سے کس نے میری تکلیف
اوجہک فی عینی او الطعم فی فمی	کو برانگیختہ کر دیا ہو آیا تیرے حُسن جمال نے میری آنکھون
ام النطق فی سمعی ام الحب فی قلبی[1]	مین یا ذائقہ (بوسہ) نے میرے منہ مین یا تیرے کلام نے
" " " "	میری سماعت مین یا تیری محبت نے میری قلب مین؛

دوسرے وہ جس مین اُس نے زمانہ کی شکایت کرتے ہوئے اسکی بے وفائی سے بچنے کے لئے نصیحت کی ہو ان اشعار کو شیخ ابو محمد حسن بن عبداللہ نے اپنی کتاب الحکم والامثال مین احمد بن الطیب السرخسی (شاگرد الکندی) کی روایت سے بیان کیا ہو اور وہ یہ ہین:

اناف الذنابی علی الاروس	فغمض جفونک او نکس
کمین دو ذیل سرون پر چڑھ گئے ہین	خواہ تو اپنی آنکھون کو بند کرے یا سر جھکالے (یعنی منہ چھپا لے)
وضائل سوادک واقبض یدیک	وفی قعر بیتک فاستجلس

[1] طبقات الاطبا جلد ۱ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر،

تو اپنی شخصیت کو گم کر دے، اور ہاتھون کو بند کر لے — اور اپنے مکان کے گوشہ مین بیٹھ جا،

وعند مليك فابغ العلو — وبالوحدة اليوم استأنس

اور اپنے مالک (یعنی خدا) کے نزدیک بلندی طلب کر — اور تنہائی سے دل مین موانست کر (یعنی گوشہ نشین ہو)

فان الغنى فى قلوب الرجال — وان التعزز بالانفس

اس لئے کہ اصلی غنا لوگون کے دلون مین ہوا کرتا ہے — اور اصلی عزت نفس سے (یعنی خود داری ہی) ہوا کرتی ہے

وكائن ترى من اخى عسرة — غنى وذى ثروة مفلس

اور دیکھیگا تو بہت سے اپنے تنگ حال بھائیون کو — غنی اور دولتمندون کو مفلس

ومن قائم شخصه ميت — على انه بعد لم يرمس

اور بہت سے زندون کو کہ جنکی ذات مردہ ہے — اگرچہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ابھی دفن نہین کئے گئے ہین؛

فان تطعم النفس ما تشتهى — تقيك جميع الذى تحتسى[1]

پس اگر نفس کو اُسکی خواہش کے موافق کھانا کھلایا جائیگا — تو وہ اگلا پچھلا کھایا ہوا سب اگلوا دیگا

ان اشعار پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود الکندی کی زندگی خوشحالی اور مسرت و فراغت سے نہین گذری کیونکہ ان سے حزن و ملال ٹپک رہا ہے، اور یہ امر کچھ تعجب انگیز نہین اس لئے کہ تکلیف وحسرت اور رنج و غم جیسا کہ ایڈورڈ زیلر[2] نے اپنی تاریخ فلاسفہ مین کہا ہے، ابتدا سے حکماء و فلاسفہ یا بالفاظ دیگر "امم مفکرہ" کے مابہ الامتیاز رہے ہین، نیز باوجود اس غم آلود زندگی کے ان اشعار سے اُنکی علو نفس اور غنائے قلبی کا ترشح بھی ہوتا ہے۔

(۲) اُس کے منثور اقوال یہ ہین:

---

[1] طبقات الاطباء، جلد ۱ صفحہ ۲۰۹، [2] ایڈورڈ زیلر (۱۸۱۴ء تا ۱۹۰۸ء) جرمن کاتب و فیلسوف برلن مین فلسفہ کا پروفیسر رہا ہے، "تاریخ فلاسفہ" یونان کا مصنف ہے،

اطبا کو نصیحت،

لیتق اللہ تعالیٰ المتطبب ولا یخاطر	یعنی حکیم کو چاہئے کہ وہ (علاج کرنے مین) اللہ سے ڈرے
فلیس عن الانفس عوض	اور یہ نہ خیال کرے کہ جان کا کوئی عوض نہین
کما یجب ان یقال انہ کان سبب	جس طرح یہ ضروری ہو کہ یہ کہا جاوے کہ طبیب بیمار کی
عافیۃ العلیل و برئہ کذالک فلیحذر	صحت کا سبب ہوا ہو اسی طرح اس کا خوف بھی
ان یقال انہ کان سبب تلفہ وموتہ	ضروری ہو کہ یہ کہا جائے کہ وہ بیمار تلف کرنے اور
" " " "	موت کا سبب ہوا ہو،

طلبا کو نصیحت،

العاقل یظن ان فوق علمہ علما فھو	جو عاقل ہو وہ خیال کیا کرتا ہو کہ اُس کے علم کے اوپر
ابدا یتواضع لتلک الزیادۃ والجاھل	اور بھی علم ہو اسلئے وہ ہمیشہ اس زیادتی کے لئے تواضع
یظن انہ قد تناھی فتمقتہ النفوس	کیا کرتا ہو اور جو جاہل ہو وہ یہ خیال کرتا ہو کہ وہ منتہی
لذالک،	ہو گیا ہو پس لوگ اُسے اس لئے دشمن جاننے لگتے ہین،

ابن بختویہ نے اپنی کتاب المقدمات مین نقل کی ہو کہ اُس نے اپنے بیٹے کو مندرجہ ذیل نصیحت کی تھی

یا بنی الاب رب	اے میرے بیٹے باپ پرورش کرنیوالا ہو
والاخ فخ، والعم غم، والخال وبال	بھائی جال ہو، چچا غم ہو، خالو وبال ہو،
والولد کمد، والاقارب عقارب،	اولاد تکلیف ہو اور اعزا بچھو ہین،

نیز مندرجہ ذیل نصیحت بھی اُس نے اپنے بیٹے کو کی تھی،

قول "لا" یصرف البلاء	"نہین" کا لفظ بلا کو دفع کر دیتا ہو،

وقول نعم بزیل النعم	اور "ہان" کا لفظ نعمتون کو زایل کر دیتا ہی،
وسماع الغناء برسام حادلان	گانا سننا مہلک بیماری ہی اس لئے کہ انسان جب
الانسان یسمع فیطرب وینفق فیسرف	اُسے سنتا ہی تو خوش ہوتا ہی اور انفاق کرتا ہی پہر
فیفتقر فیغم فیعتل فیموت	فضول خرچی کرتا ہی پہر فقیر ہو جاتا ہی جسکی وجہ سے
" " " "	غم کرتا ہی پہر اس غم کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہی اور
" " " "	پہر مر جاتا ہی،

مزید اقوال :-

الدینار محموم فان صرفتہ مات	دینار کو بخار چڑھا رہتا ہی پس تو اگر اُس مین تصرف
" " " "	کرتا ہی تو وہ مرجاتا ہی،
الدرھم محبوس فان خرجتہ فر	درہم قیدی کی طرح ہوتا ہی پس اگر تو اُسے نکالتا ہی
" " " "	تو وہ فرار ہو جاتا ہی،

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبہ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے

قدیم اساتذہ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہی، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبد الماجد صاحب نے نہایت محنت سے اسکو مرتب کیا ہی اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہی، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہی، معارف پریس مین چھپی ہی، قیمت ۱۲ر

"مینیجر"

نفسیات ترغیب (۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے، دار المعلمین حیدرآباد دکن

تخیل کا ترغیب کے بقیہ دو عنصر (ذہنی وجذبی) پر اثر

تخیل، اپنی صفت اختراعی کے ذریعہ سے جو اثر عنصر ذہنی (درک صورۃ حالات گفتگو بیانیہ) پر کرتا ہی اسے ہم زید کی مثال مین دیکھ چکے ہین، لیکن اوسکا اثر عنصر جذبی پر بھی ہوتا ہے اور ان مین بھی متخیلہ کی وساطت سے ایک تازہ روح پھونک جاتی ہی، اور تقویت دیجاتی ہی مثلاً لارڈ بروگہم کی تقریر کا آخری حصہ "حضرات! کیا یہ عالمگیر خوشحالی الخ۔ . . . . . " ہمدردی انسانی، اور اخوت کے جذبات کو شہ دیکر، اُن کی ترغیب کو زیادہ موثر بنا دیتا ہی، زید ایک ایسے خاندان کی خیالی تصویر کھینچکر جو بائسکوپ کی بدولت تباہ ہوا ہی، اپنے جذبات ترحم اور انسانی ہمدردی کو برانگیختہ کرتا، اور پہلے سے بھی زیادہ ترک تعیشات کا مویدبنجاتا ہی، مختصر یہ کہ تخیل کی وساطت سے جذبات کا حلقۂ اثر وسیع ہو جاتا ہی ہمارے جذبات کو جوش دینے کے لئے کسی صورۃ حالات کی موجودگی لازم نہین رہجاتی، اگر اصلیتاً اور روا قعتاً بائسکوپ کی وجہ سے کوئی خاندان تباہ نہ ہوا ہو تو کیا حرج ہی؟ زید کا متخیلہ، خیالی دنیا مین اس تباہی کا منظر اوس کو دکھا سکتا ہی، اور اُس کے اعتقاد کو زیادہ پختہ بنا دیتا ہی، ترغیب پر وجدان کے اثر سے بحث کرتے وقت جس مقرکا ہم نے ذکر کیا تھا اوس کی مثال بھی اس حقیقت کو واضح کر دیتی ہے، دشمن کوسون دور ہی، مگر اوسکے شہر مین آجانیکی خیالی تصویر جذبۂ خوف کو برانگیختہ کر دیتی ہی، دشمن کی فتح امکانی حد سے گذرتقین کے درجہ تک ابھی نہین پہونچی ہی، مگر اس کی فتح کی خیالی تصویر سے ڈراکر لوگون پر وہی جذبات طاری کیے جاتے ہین جو اوس وقت ہوتے جبکہ دشمن کی فوجین شہر کے دروازہ پر کھڑی ہوتین، غرضکہ ترغیب مین متخیلہ کی بدولت، واقعات کی عدم موجودگی مین اونکی تصویر ہی سے مدد لی جاتی ہی،

جس طرح کہ تخیل کی بدولت، ہماری ترغیب، واقعات کے وجود کی محتاج نہین رہتی، اسی طرح یہ بھی لازم نہین رہجاتا کہ جب تک ان واقعات کے نتائج، کا اثر ہماری ذات پر نہو، اس وقت تک ترغیب موثر نہو، نہین اگر ہماری ذات کسی "واقعہ" کے مضر اثرات سے بڑی بھی رہے، تب بھی دوسرون کی ذات پر اس کے جو مضر اثرات ہوئے ہین اُن کی خیالی تصویر کھینچ یا ہم مین جذبہ رحم و غضب، انتقام وغیرہ کو برانگیختہ کرسکتا ہے اور ہم اپنے آپ کو اس "واقعہ" کا مخالف بنا سکتے ہین، مثلاً لارڈ بروگم کی تقریر ہی کو دیکھو، حالانکہ رسم غلامی کے صحیح نتائج سے اہل انگلستان بالکل محفوظ تھے، تب بھی افریقہ کے غلامون کی تکالیف کا خیالی نقشہ کھینچکر، لارڈ موصوف نے اپنے ہموطنون مین جذبات ہمدردی، ترحم اور اخوت کو برانگیختہ کیا اور ان کو ایک معینہ طرز عمل (مثلاً چندہ دینا یا رزولیوشن پاس کرنا) کی ترغیب دی، اگر ہماری متخیلہ مین یہ تاثیر نہوتی تو اخوۃ کا وجود ہی نہ ہوتا، ہندوستان کے مسلمان سمرنا کے مظلوم مسلمانون کی تکلیف کے خیال سے بے چین نہوتے اور

چیست ہمدردی طپیدن از تب ہمسائگان ‌ ‌ ‌ ‌ از سموم نجد در باغ عدن پژمان شدن

کا مفہوم ہی نہ رہجاتا،

یہ تو تخیل کا اثر جذبہ اور استدلال پر ہوا، لیکن جذبات بھی تخیل پر اپنا اثر ڈالتے ہین، ایک خوفزدہ شخص (جس پر جذبۂ خوف طاری ہو) کسی خطرے کو آتے دیکھکر، یا کسی آنیوالے خطرات کے خیال سے، اُن کے روکنے اور اپنی حفاظت کے ذرائع کا تخیل کرتا ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ شبہ، بدگمانی، اور حسد کے جذبات سے متاثر ہوکر حضرت انسان کیا کچھ نئی ترکیبین سوچتے، اور جودت طبع کا ثبوت دیتے ہین، جس شخص کے دل مین آتش انتقام بھڑکتی ہوتی ہے، اپنے دشمن کو نقصان پہونچانے کے لئے، اسکا متخیلہ کن کن نئی ترکیبون کو نہین سوچتا، زمانہ جنگ مین، دشمن کو غارت کرنے کے لئے جن حیرت انگیز ایجادون سے کام لیاجاتا ہے وہ در اصل جذبۂ خوف ہے، جو متخیلہ کے ذریعہ سے اپنی حفاظت (اور دوسرون کی تباہی) کے عجیب و غریب طریقے سوچتا ہے، خلاصہ یہ کہ عمل ترغیب مین ہمارے جذبات، تخیل اختراعی سے مدد لیکر، نئے نئے راستے، اور نئی نئی علتین اپنی تشفی

کی ڈھونڈھ نکالتے ہین،

ترغیب کی نفسیاتی تشریح کا خلاصہ عمل ترغیب کے عناصر ثلاثہ کے متعلق جو کچھ تفصیل کی گئی، اس کا اجمال یہ ہے کہ تینون عناصر جذبی، ذہنی، تخیلی ساتھ ساتھ ترغیب مین کام کرتے ہین، ان تینون کے باہمی انضمام اور انکے متحدہ اثر ہی سے "ترغیب" وجود مین آتی ہو اور ہر مکمل ترغیب مین یہ تینون کام دیتے ہین، عنصر ذہنی کی بدولت درک واقعات، یا تصورت حالات" کا صحیح بیان ہوتا ہی، اصول قائم کئے جاتے ہین، اور منطق سے کام لیا جاتا ہی (اگرچہ وہ غلط ہوتی ہی) عنصر تخیلی کی بدولت توضیحات، اور خیالی تصویرین پیش کی جاتی ہین جو ترغیب کو کامیاب بنانے مین مدد دیتی ہین، عنصر جذبی کی وساطت سے افعال پر اثر ڈالا جاتا ہو، اور مجوزہ طرز عمل کی پیروی کرائی جاتی ہی، اس عنصر (جذبی) کی ترغیب مین وہی حیثیت ہو جو بھاپ کی انجن چلانے مین، غرضکہ ایک دوسرے مین مخلوط ہو کر، باھم دگر ایک دوسرے پر اثر ڈالکر، آخر مین یہ تینون عناصر ایک لباس مین نظر آتے ہین، اور وہ ترغیب ہے،

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ترغیب کی ایک ہی قسم ہی، غلط ہے، عمل ترغیب کے اجزائے ترکیبی، نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو بے شمار ہین اور جن مختلف اسلوبون سے وہ آپس مین ملکر عمل پیرا ہوتے ہین ان کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہی، ہر عمارت کی اجزائے ترکیبی اینٹین ہوا کرتی ہین، لیکن مختلف ترتیب سے جب یہ اینٹین فراہم کی جاتی ہین، مکان، مسجد، گرجا، مندر، کہلاتی ہین، بعینہ یہی حال ترغیب کے اجزائے ترکیبی کا ہی، وہ اتنی ہی بے شمار ہین جتنے کہ مرد وزن کی اقسام،

لیکن بنظر سہولت ہم نے ترغیب کی تین بڑی قسمین بلحاظ ان کے اہم اجزائے ترکیبی کے قائم کی ہین اور ان مین بھی کمی، وبیشی ممکن ہی، کبھی عنصر ذہنی کی زیادتی ہوتی ہی، مثلاً ایسے شخص کی ترغیب جسکی قوۃ استدلال بہت کچھ بڑھی ہوئی ہو، کبھی عنصر تخیلی کی کثرت ہوتی ہی، اور کبھی عنصر جذبی کا پلہ بھاری ہوتا ہی؛ ان تینون عناصر مین سے کسی ایک، یا دو کی زیادتی اور تیسرے کی کمی، یا تیسرے کی زیادتی اور کسی دو کی کمی، یا طریقۂ آمیزش

کا اختلاف، ترغیب کی اقسام مین بھی باہمدگر اختلاف پیدا کردیتا ہی اور یہی وجہ مختلف قومون مین طریقۂ ترغیب کے اختلاف کی ہی، اکثر اور اجد گزمو الیون سے ہم مسلسل دلائل کی توقع رکھ سکتے ہین، ایرانیون، عربون اور بنگالیون کی ترغیب مین جذبی عنصر زیادہ پایا جاتا ہی، وعلیٰ ہذا صنف کے اعتبار سے بھی طریقۂ ترغیب مین اختلاف پایا جاتا ہی، عورتون کی منطق بدنام ہی ہی، لیکن یہ اختلافات نظری اور سطحی ہین اور ان کو کلیہ نہین ماناجاسکتا، بہت سے گزموالی اکثر بنگالیون سے زیادہ جذبات کے زیراثر ہوسکتے ہین، بہت سے بنگالیون مین اکثر گزموالیون سے زیادہ استدلال منطقی اور ارتباط خیالات پایا جاتا ہی۔ اسی طرح سے، بہت سی عورتین اکثر مردون سے زیادہ دلیل اور منطق عقلی کی اہل ہوتی ہین، غرضکہ ترغیب کو ان تین عناصر کے لحاظ سے مختلف اقسام مین تقسیم کرنا بنظر سہولت ضرور مستحسن ہی، لیکن ساتھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ ان تینون مین سے ہر ایک کی ذیل مین متعدد اقسام آسکتی ہین اور ہر حالت مین ترغیب کی ماہیت بلحاظ ترغیب کنندہ کی انفرادی شخصیت اور اس کے نفس کی حالت مختلف ہوسکتی ہی،

اکثر اوقات ایک ہی فرد مین بلحاظ اختلاف زمان ترغیب کے طریقون مین بھی اختلاف پایا جاتا ہی، کچھ ترغیبین (ایک ہی شخص مین) بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مبہم اور غیرارادی ہوتی ہین، رات کے وقت جب تم بستر پر لیٹے ہوئے نیند کی اُمید مین کروٹین لیا کرتے ہو تو تمہاری ذاتی ترغیبات کیا کچھ عجیب وغریب شکلین اختیار کرتی ہین، ابھی تھوڑی دیر پہلے، رات کے سناٹے مین تم کیا کیا دہشت ناک خیالات مین گھرے ہوئے تھے، تمہاری ترغیبات ذاتی نے تم کو عجیب افسردہ حالت مین ڈالدیا تھا، صبح ہوئی توسب خیالات کافور ہوگئے، اور تم خوش آئندہ اُمیدین باندھنے لگے، اور اپنی خیالی دنیا کے ہیرو بن گئے تھوڑی دیر بعد شہر جانیکا اتفاق ہوا تو دنیا ہی نئی تھی، نہ رات کی دہشت ناک باتین تھین، نہ صبح کے خوش آیند خیالی پلاؤ، شہر مین کسی پرانے بیوپاری سے ملاقات ہوئی تو تمام ترکوششین اوسے سمجھاتے، راہ راست پر لانے اور اپنے حسب منشا ترغیب دینے مین صرف ہونا شروع ہوئین، اب تمہاری ذات، تمہارا شعور

دامد ہی، اور ترغیبات کی گوناگونی کا یہ عالم ہی، لیکن باوجود اس قدر اختلاف کے بہی، ترغیب کی ماہیت وہی ہی اور اس کے اجزائے ترکیبی وہی عناصر ثلاثہ ہین، ہر ترغیب مین خواہ وہ کسی قسم کی ہو، یا کسی خاص شخص سے متعلق ہو ہمیشہ کسی نہ کسی مقصد کا وجود پایا جاتا ہی جس کے حصول کی بالارادہ یا نادانستہ طور پر تدبیر کی جاتی ہی، اور اس کے ساتھ ہی ہر ترغیب مین ذہن، متخیلہ، جذبہ، ان تینون کا مخلوط عمل لازمًا ہوتا ہی اب خواہ یہ اختلاط باہمی، غیر مکمل اور غیر موثر ہو یا مکمل اور موثر،

تلخیص و تبصرہ

مدرسۃ السنۂ مشرقیہ، لندن

گذشتہ ماہ مین ٹائمس (لندن) کے تعلیمی ضمیمہ نے "اسکول آف اورنیٹل سٹڈیز لندن" (مدرسۂ مطالعۂ علوم مشرقی) کی سالانہ رپورٹ کی تلخیص شائع کی ہی، یہ اسکول اندنون ڈاکٹر (اب سر ہین) دی، ڈی، راس سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ (کلکتہ) اور چیف کتلگرا ورنٹل لائبریری (پٹنہ) کے زیراہتمام ہی، ذیل مین ہم اس رپورٹ کی تلخیص ہدیۂ ناظرین کرتے ہین تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہماری السنہ عربی، فارسی، ترکی، اور ارد و کیطرف اہل انگلستان کس قدر اعتنار کر رہے ہین،

"موجودہ تجارتی حالات اگرچہ بہت کچھ مایوس کن تھے، لیکن پھر بھی اس اسکول نے ان موانع کے مقابلہ مین جو ترقی کی ہو وہ بہت کچھ تسلی بخش ہی، طلبہ کی تعداد ۵۰۴ تھی جو گذشتہ سال سے ۷۴ زائد ہی، ان مین ۲۲۳ مرد اور ۱۳۰ عورتین تھین؛

"ان تمام طلبہ کی تعداد مین جنھون نے مستقل طور سے سال بھر تک تعلیم پائی ۱۰۰ کا اضافہ ہوا ہی، تقریباً ۳۰ نے درجۂ سند مین تعلیم حاصل کی، دو ہندوستانیون کو پی، ایچ، ڈی کی ڈگریان دی گئین، اور ایک باشندۂ اسکاٹلینڈ نے عربی زبان مین امتیاز کے ساتھ ایم اے کی سند حاصل کی، دو طالب علمون نے اسکول ڈپلومے پائے، اور چار وظیفے دئے گئے"

گبرٹ وقف کے منتظمین نے ترکی اور چینی زبان کے لئے اپنے ۵۰ پونڈ کے وظائف پھر جاری کئے، اور ۲۵ پونڈ کے وظیفۂ خاص کا بھی اضافہ منظور کیا، اسکول کے ایک طالب علم نے سو پونڈ کا جو وظیفہ اس غرض سے دیا تھا کہ جو طالب علم اس ملک مین جا کر رہے جہان عربی مادری زبان ہی، اور مروج زبان کا مطالعہ

کرے، وہ مس سی، پیڈوک کو دیا گیا ہی، جو اندنون سفر مین قصص عام کا مطالعہ کر رہی ہین، ۴۳ امیدوارون کو سرٹیفکٹ دئے گئے،

"سر ڈینیسین اس کے قابلانہ دوراندیشانہ انتظام نے مباحث مطالعہ کو بہت وسیع کر دیا ہی، گذشتہ سال ۸۰ زبانون مین تعلیم دی گئی، اور پشتو، فارسی اور موجودہ عبرانی کا اضافہ کیا گیا، برطانی فلسطین کی وجہ سے اس موضوع کی مانگ بھی ہوئی، اور ایک خاص لکچرر مقرر کیا گیا جس کے قیام کے لئے یہودیون نے نہایت فراخ دلی سے مالی امداد بہم پہنچائی، اس مین ۲۲ طلبہ ہین، ہمیشہ کی طرح اس سال بھی **عربی** کا سب سے زیادہ مطالعہ رہا اور ۵۰ طلبہ نے اس موضوع پر اسباق لئے، گذشتہ سال ان کی تعداد ۴۰ تھی، ایک مجلس عربی قائم کی گئی ہی جس کے ہفتہ وار جلسے ہوتے ہین اور لڑکے عربی مین تقریرین کرتے ہین، مصری، شامی اور عراقی مقررین نے بھی اپنے وسیع معلومات سے اس مجلس کو مستفید کیا، فلسفہ بدھ کے مطالعہ کے لئے بھی ایک انجمن ہی، اور روسی ماہر فلسفۂ ہند سر ٹانسکوسی کے قیام انگلستان نے اس کو بہت کچھ فائدہ پہونچایا"

"چینی علوم والسنہ کے طلبہ مین بھی ترقی ہوئی ہی، اب ان کی تعداد ۵۵ ہی، گذشتہ سال ۴۲ تھی، جاپانی زبان کے شائق ۳۵ تھے، اور فارسی کے ۲۶، ہندوستانی زبانون مین **اردو** سر فہرست ہی، اس کے سیکھنے والون کی تعداد ۵۲ ہی، اس کے بعد بنگالی کا درجہ ہی اس مین ۲۶ طلبہ تھے، ان مستقل درجون کے علاوہ، ان طلبہ کے مطالبہ پر جنکو فوراً دوسرے ممالک مین جانا تھا، عارضی درجے بھی قائم کئے گئے تھے، حکومت سوڈان مین جانے والے افسرون کو تین ماہ کے لئے عربی مین تعلیم دلانی پڑی،

رپوٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ بڑے بڑے کارخانون نے اپنے ملازمون کو اس مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، ان طلبہ نے بہت زیادہ ذوق وشوق کا اظہار کیا ہی، مشنری طلبہ کی بھی تعداد ۱۰۸ تھی، ان کے علاوہ اکثر مبلغین نے جو رخصت پر آئے ہوئے تھے، اس مین حصہ لیا، ہندوستانی طلبہ بھی معقول تعداد مین موجود تھے، سر راس نے اسی سلسلہ مین لٹین کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ اسوقت ہم

بنگالی ان کے مدرسہ مین اپنی مادری زبان کی تعلیم حاصل کر رہے ہین، آپنے اس بات پر زور دیا کہ اگر ہندوستانی طلبہ کو مشرقی تحقیقات کا کام سکھایا جائے تو وہ اس مین بہت کچھ مفید دکارآمد ثابت ہو سکتے ہین ان کا خیال ہے کہ لندن اس وقت ہندوستانی طلبہ کیلئے بہترین میدان عمل ہے"

"اسکول نے لائبریری کی حیثیت سے بھی بہت کچھ ترقی حاصل کی ہے، یونیورسٹی کالج نے اپنی .... ۵ کتابین جو چینی قلمی اور مطبوعہ کتابون پر مشتمل ہین عاریۃً اسکول کو دیدی ہین، اس کے ساتھ مسز ایلیٹ، انڈرسن، کی عطاکردہ چینی کتابون کو بھی ملا لیجئے اور اب یہ کتبخانہ اس حیثیت سے یورپ کی تمام لائبریریون سے بہتر ہوتا جاتا ہے، کنگس کالج سے، مارسڈن لائبریری بھی یہین منتقل کر دی گئی ہے اور بہت کچھ مفید ثابت ہوئی ہے، ان مطبوعہ کتابون کے لئے مشرق کی تمام زبانون کی لاتعداد قلمی کتابین بھی ہین جن سے اتبک باقاعدہ کوئی کام نہین لیا گیا ہے، اسی مین منول ڈی المیڈا کی اتھوپیا ([illegible]) کا بھی ایک نسخہ ہے، جس کے صرف ایک ہی اور نسخہ کا دنیا کو علم ہے "

لندن کے کتبخانے

لندن کی وسیع آبادی مین بہ کثرت عام کتبخانے، انجمن اخبارات اور مجالس علمی قائم ہین، لیکن اسی وسعت نے خود لندن کے باشندون کو ان چیزون سے ناواقف بنا رکھا ہے، اسی ضرورت کو محسوس کر کے لندن کے ایک اخبار نے عام کتبخانون مین سے چند اہم ترین کے حالات شائع کئے ہین، ہم دائرہ معارف کے ارکان کی واقفیت کے لئے اس کی تلخیص پیش کرتے ہین،

"وسعت لندن کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ وہان کے باشندے اکثر ان چیزون سے لاعلم ہوتے ہین، جو شاید ان کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہون، انھین مین کتبخانے بھی ہین، ان کی ضرورت پر اکثر بحث کیجاتی ہے اور اگر شاید ان کے وجود کا علم ہو جائے تو وہ مفید بھی ثابت ہون،

سنٹرل لائبریری فار اسٹوڈنٹس (طلبہ کا مرکزی کتبخانہ) یہ کتبخانہ طلبہ کو وہ (غیر افسانہ) کتابین مہیا کرتا ہے،

جن کی قیمت ۶ شلنگ سے زائد ہو، اس کی کوئی مطبوعہ فہرست نہیں ہی، لیکن ناظم سے اس کے متعلق ہدایت کیجاسکتی ہے، چونکہ اس کا دار و مدار قومی چندون پر ہی، اس لئے برکنگٹ ڈاک کے طلبہ کو کوئی زائد فیس ادا کرنا نہین پڑتی، اس مین ۲۶۰۰۰ کتابین ہین ایک طالبعلم ایک کتاب ایک مہینہ تک رکھ سکتا ہی اور خاص اجازت حاصل کرکے یہ مدت ۶ ماہ تک بڑھائی جاسکتی ہی، "طالب علم" کا لفظ ہر اس شخص پر صادق آتا ہی جو سچا شائق علم ہو، چنانچہ ہر شخص چند معزز آدمیون کی سفارش سے اس سے مستفید ہوسکتا ہی،

کتبخانۂ ڈاکٹر ولیم | اس کو ڈاکٹر ڈینیل ولیم نے ۱۷۱۶ء مین ابتدا دینیات کی لائبریری کی حیثیت سے قائم کیا تھا، تاکہ وہ اشخاص جو مذہبی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہون اس سے مستفید ہوسکین، چنانچہ اوسوقت اس مین صرف دینیات، مذہبی تواریخ، اور مذہبیات کے متعلق کتابین تھین، لیکن اب تاریخ عامہ، فلسفہ، اقتصادیات، تاریخ السنہ، ادبیات اور قدیم و جدید کلاسک کا اضافہ ہوا ہی، ہر شخص جو ۲۱ سال سے زاید کا ہو وہان سے کتاب ایک ماہ کے لئے مفت حاصل کرسکتا ہی،

گلڈ ہال لائبریری | یہ کتبخانہ بھی بہت قدیم ہی، ۱۴۲۵ء مین ڈیکرڈ وہیٹنگٹن اور ولیم بری نے قائم کیا، ۱۵۴۹ء مین لارڈ سمرسٹ کی حریصانہ نظر اس پر پڑی اور وہ اس مین سے تین گاڑی کتابین اپنے محل کی زینت کے لئے سمیٹ لیگیا، اس کی واپسی کا وعدہ کبھی بھی پورا نہ ہوا حتی کہ ۱۸۲۴ء مین باقی کتابون ہی کو پبلک کیلئے پیش کیا گیا، اور اس کے ساتھ سیٹی آف لندن لائبریری کی ۷۰۰ کتابون کو بھی ملا دیا گیا، ۱۸۷۳ء مین سر ایچ، جونس کی تعمیر کردہ عمارت مین یہ کتب خانہ منتقل کیا گیا اور اس وقت ۷۶۰۰۰ کتابین موجود ہین، ان مین بعض بہت ہی قیمتی و لاجواب چیزین بھی ہین،

برٹش میوزیم لائبریری | یہ کتبخانہ اس قدر مشہور ہی کہ اس کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہی، ہم ... اکثر حضرات واقف ہین ۱۸۴۲ء سے قانون کے ذریعہ ہر وہ کتاب جو برطانی حکومت مین شایع ہو اسکا ایک نسخہ اس مین بھیجنا لازمی ہی، ہر شخص یہان جاکر مستفید ہوسکتا ہی، پہلے عمر بھر کے لئے ٹکٹ ملجاتا تھا، لیکن اب

ہر شخص ماہی پر بلائے نام اس کی تجدید کردیجاتی ہے،

سائنس لائبریری | سائنس میوزیم کی اس لائبریری مین تقریبا ...۱۱ کتابین اور عام لوگون کے لئے ۱۰ بجے سے ۱۰ بجے تک کھلی رہتی ہے،

وکٹوریہ البرٹ لائبریری | اس مین ...۵ ۱۴ کتابین ہین، ڈائس اور فارسٹر کی جمع کی ہوئی کتابین جو ...۵ ۱۳ ہزار ہین، اسی مین شامل ہین،

نیو ارالینڈ بک لائبریری | یہ کتبخانہ صرف جدید خیالات ومعلومات کیلئے قائم کیاگیا، غیرممالک کے مصنفین کی کتابین بھی موجود ہین، ہر رکن بیک وقت دو کتابین لاسکتا ہے، اسکی فیس ایک گینی سالانہ ہے،

مجلس تعلیم کا کتبخانہ | بورڈ آف ایجوکیشن کا وسیع کتبخانہ بھی عام لوگون کو سفارش پر دیکھنے کی اجازت دیجاسکتی ہے،

فروئبیل لائبریری اور مانچسٹر لائبریری مین تعلیم کے متعلق، کتابون کا بہترین ذخیرہ ہے،

قومی مجلس صحت | قومی حفظان صحت کی مجلس نے بھی اپنا وسیع کتبخانہ پبلک کے سامنے پیش کررکھا ہے، اور ہر شخص اس سے مستفید ہوسکتا ہے، البتہ کتابین باہر لانے کے لئے اس کی رکنیت ضروری ہے،

رائل سینٹری انسٹیٹیوٹ | اس کے کتبخانہ مین روزانہ کتابین دیکھی جاسکتی ہین، لیکن کتابون کو باہر لیجانیکا حق صرف ممبرون کو ہے،

کونسل آف چرچ | مذہبیات، تاریخ مذاہب، نفسیات وغیرہ کے لئے اس کونسل کا کتبخانہ بہترین ہے، ہر شخص جو انگریزی چرچ کا رکن ہو اور ۵ شلنگ دیتا ہو، یہان سے کتابین لاسکتا ہے،

کرسچین ایویڈنس سوسائٹی | اس مجلس کا کتبخانہ صرف اراکین کے لئے مخصوص ہے، لیکن جو لوگ وہان جاکر پڑھنا چاہین، ان کو سکریٹری ہر قسم کی مدد پہونچانے کو تیار ہے،

اورنیل اسٹڈیز اسکول | اس اسکول نے بھی اپنا بیش قیمت کتبخانہ وقف عام کردیا ہے، اور ہر شخص روزانہ ۱۰ بجے سے ۱ بجے تک وہان کام کرسکتا ہے، جو اشخاص کتاب ساتھ لانا چاہین، ان کو ایک پونڈ ایک شلنگ

بطور فیس ادا کردینا پڑیگا،

اس کے علاوہ بہت سے ایسے تجارتی طریق کے کتبخانے ہین جو لوگون کو کرایہ پر کتابین پڑھنے کو دیتے ہین،

اس کے علاوہ خاص خاص سوسائٹیون اور محکمون کی لائبریان جنکو ایک شخص رکن بنکر یا اجازت لیکر استعمال کر سکتا ہی، ان مین انڈیا آفس، محکمۂ خارجیہ، انسٹیوٹ فرنس اور ایرکش سوسائٹی کے کتبخانے قابل ذکر ہین،

رسائل خلافت

معنفہ

مولانا سید سلیمان ندوی

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین تاریخی اور اثری حوالون اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے اور دنیائے اسلام نے اس کی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہی، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہی، قیمت عمر

خلافت اور دنیائے اسلام، مولنا کے سفر یورپ کے نتایج ہین، اس مین دکھایا ہی کہ اس وقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین، اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد وجہد کر رہے ہین، اور ان مین سیاسی انقلابات کہان تک پیدا ہوے ہین، قیمت ۶ر

"منیجر"

اخبار علمیہ

عیسائی مبلغین جس منظم جوش سے اشاعت مذہب مین منہمک ہین، اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اس وقت انجیل ۵۵۰ زبانون مین شائع ہوئی ہے، ۱۲ زبانون کا اضافہ گذشتہ سال کیا گیا ہے؛

گذشتہ نمائش حیوانات مین ۷۰۴۲ کتے بھی تھے، یہ تعداد گذشتہ تمام اعداد سے زیادہ ہے؛ خود بادشاہ سلامت نے بھی اپنے کتے بھیجے تھے اور تین انعامات حاصل کئے؛

اسی سلسلہ مین ہمارے برادران وطن یہ سنکر خوش ہونگے کہ موجودہ ولیعہد سلطنت برطانیہ کو گایون کا پالنے کا ازحد شوق ہے، اور ان کی گائے کو اول نمبر کا انعام ملا؛

برطانوی حکومت نے گذشتہ عالمگیر جنگ کی مختلف تاریخین لکھوائی ہین، اب وزارت ہوا نے مشہور ماہر اثریات ڈاکٹر ڈی، جی، ہوگرت کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے کہ وہ ہوائی معرکون کے مفصل حالات قلمبند کرین؛

لیورپول یونیورسٹی نے اپنے یہان ماسٹر آف آرکٹکچر (ماہر تعمیرات) کی سند کا اضافہ کیا ہے،

گذشتہ ہفتہ مین لندن مین ولیم سوم، کی چاکلٹ کی تشتری جو ۱۶۸۸ء مین بنی تھی، اور آلو کھانیکا ایک پیالہ جو ۱۶۸۵ء مین بنا تھا، بیچا گیا، اول الذکر ۴۰۰ پونڈ مین اور موخر الذکر ۱۴۰ پونڈ مین فروخت ہوا،

حکومت متحدہ امریکہ کا محکمۂ ڈاک تاریک راتون مین ہوائی ڈاک کی آمد و رفت کے لیے ۲۰ میل لمبے روشنی کی روشنی ڈالنے والے آلے استعمال کرتا ہی، جس سے تمام فضا منور ہو جاتی ہی اور ہوائی جہاز نہایت اطمینان سے مشغول پرواز رہتے ہین ؎

حال ہی مین لندن کے اسپتالون نے امداد کیلئے ایک متفق اعلان شائع کیا تھا، وہان کی ہمدرد و دنی نوع انسان آبادی نے پانچ لاکھ پونڈ کی مطلوبہ امداد سے ۔۔۔۴۴۴ پونڈ ادا کر دئے ہین، اس مین ۵۰۰۰ پونڈ صرف وہان کے اسکول کے طلبہ کی جمع کردہ رقم ہی ؎

رائل انسٹیٹیوٹ آف برٹش ارکٹیکٹس نے تین عورتون کو اپنا رکن منتخب کیا ہی، ٹھیک ۲۲ سالون کے بعد یہ عزت پھر جنس لطیف کے ہاتھ آئی ہی،

گذشتہ ماہ مین دنیا کا سب سے بڑا اہم اندازہ ہوائی جہاز جو برطانوی ملکیت ہے، پہلی مرتبہ اڑایا گیا، اس کا انجن ایک ہزار گھوڑون کی طاقت رکھتا ہی، ۴۴ میل فی گھنٹہ سفر کرتا ہی، کئی ٹن بم رکھ سکتا ہی، اور بیک وقت تقریبًا ایک ہزار میل کی مسافت طے کرتا ہی؎

لاسلکی تار برقی کے ذریعہ، تقریر اور موسیقی سے مستفید ہونے کے افسانے ہم سن چکے ہین، امریکہ سے بیٹھکر لندن مین دستخط کرنے کا حال معلوم ہی، لیکن اب اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہی، یعنی اس کے ذریعہ تصاویر بھی لی جا سکتی ہین، اگرچہ ابھی تجربات نے مسافت کا مسئلہ حل نہین کیا ہی، لیکن توقع کیجاتی ہی کہ یہ مشکل بھی دور ہو جائیگی ؎

پونڈ یا اسٹرلنگ، موجودہ عہد کا وہ واحد سکّہ ہے جو ہر بازار مین نہایت آسانی سے چل سکتا ہے، اس کی ابتدا [illegible]
مین انگلستان مین ہوئی، لیکن اس وقت یہ چاندی کا ایک بڑا ٹکڑا تھا جس مین $\frac{925}{1000}$ حصہ خالص چاندی ہوتی تھی،
اڈورڈ ثانی نے آسانی کے لحاظ سے اُسے ۲۰ شلنگ کے حصون مین منقسم کر دیا، اس کے بعد ۴۸، ۹۶ اور ۲۰۰۲
شلنگ کے سکّے بھی رائج ہوئے، برطانی پونڈ مین سب سے زیادہ خالص سونا ہوتا ہے یعنی $\frac{11}{12}$، اس کے بعد ترکی
کا درجہ ہے، اس مین بھی $\frac{11}{12}$ سونا ہے، لیکن امریکن پونڈ مین صرف $\frac{9}{10}$ ہے"
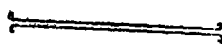
انگلستان نے خواتین کو وکالت کی اجازت دیکر قانون دانون کی ایک نئی جماعت قائم کی ہے، اس
وقت تک ۷۱ عورتین مختلف عدالتون سے سند حاصل کرکے اس پیشۂ شریف مین شریک ہو چکین ہین، ان مین
ہندوستان کی بھی ایک قانون دان مس تاتار وشید بھی ہین، یہ دنیا کی دوسری خاتون ہین جنکا لنکولن ان مین
داخلہ منظور کیا گیا؛

نسوانی ترقی کا ایک قدم آگے بڑھا ہے، اور مس الن کسٹ، دنیا کی پہلی رکن صنف نازک کی حیثیت سے
رائل کالج آف وٹینری سرجنس (مدرسۂ بیطاری) مین داخل ہوئی ہین، جانورون کو خوش ہونا چاہئے کہ اب
وہ بھی، اس دست مسیحائی سے مستفید ہونگے جن کے لئے ہمارے بہت سے مشرقی شاعر اپنے کو بیمار بنانا فخر سمجھتے تھے
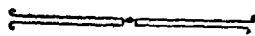
موٹرون نے جس سرعت کے ساتھ وسائل رسل ورسائل پر اپنا قبضہ کیا ہے، اس کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ کرائڈن مین اس وقت صرف ۴۰ گھوڑا گاڑیان ہین، ان کے مقابلہ مین موٹرون کی تعداد
۵۵۶۶ ہے:

تمدن جدید کے موجودہ مرکزون مین، اچانک موت کے لاتعداد واقعات نے اہل سائنس کو اس کے اصلی اسباب کے دریافت کی طرف متوجہ کر دیا تھا، اور انھون نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہو کہ مین کے ڈبون مین بند کرتے وقت اگر ذرا بھی گنجائش رہجاتی ہو، تو اس خلا کی وجہ سے ایک زہر پیدا ہو جاتا ہی جس کے صرف چند قطرے تمام انسانون کو ہلاک کر دینے کے لئے کافی ہین ؛

پروفیسر ایس، ڈبلو، پر نے الینا اس یونیورسٹی کے دار التجربہ مین ایک ایسی دھات تیار کی ہی، جو پلٹیم کا بدل ہو سکتی ہو، یہ نئی شے، نو مختلف دھاتون سے مل کر بنتی ہی، اور اس قدر سستی ہو کہ اگر پہلے ۶۰۰ پونڈ پلٹیم مین خرچ ہوتے تھے تو اس مین صرف ۱۲ شلنگ لگینگے۔

طباعت کی ارزانی نے کاغذ کے استعمال کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ خطرہ تھا کہ کہین کاغذ کم نہ ہو جائے، لیکن اب ایک خاص طریقہ ایجاد کیا گیا ہی جس کے ذریعہ پرانے اخبارات کی سیاہی دور کر کے ان کو دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہے،

آج تک، آگ بجھانے کے لئے دو چیزین کام مین لائی جاتی تھین، پانی اور خاک، لیکن دونون کا ہر وقت اور ہر جگہ مہیا ہونا مشکل تھا جرمن سائنس دانون نے اسے بھی حل کر دیا ہی، انھون نے ایک خاص پوڈر کے کارتوس بنائے ہین جو معمولی کارتوسون کی طرح عام پستولون سے چھوڑے جا سکتے ہین اور ان کے اندر کا سفوف بہت جلد خود سر آگ پر حملہ آور ہو کر اس کی غضبناکی کو کم کر کے، اس کو سرد کر دیتا ہی،

ڈاکٹر برنٹ اور لسنبرگ نے ایک ایسی دوا معلوم کی ہی، جسکا استعمال، چیچک کے داغون کو بہت جلد دور کر دیتا ہی یہ دوا پچکاری کے ذریعہ بدن مین پہنچائی جاتی ہی اور اس کا اثر سب سے زیادہ آنتون پر ہوتا ہی،

بعض زمینون مین خاص قسم کے کیڑے ہوتے ہین، جو کاشت کو بکسر برباد کر دیتے ہین، اب ایک د و
معلوم ہوئی ہو جس کو تین مرتبہ سال مین زمین پر چھڑکنے سے یہ کیڑے مرجاتے ہین، ایک گیلن دوا ۸۶۰ مربع
زمین کے لئے کافی ہو، اور اس کے استعمال کے تین مختلف اوقات، مئی، جون اور ستمبر ہین ؛

شرلاک ہومز کے افسانون مین، ہم سگرٹ کی راکھ کے ذریعہ مفید نتائج کے قصے پڑھ چکے ہین، لیکن
اب ایک بڑے محقق جرائم نے بتایا ہو کہ یہ صحیح ہو اور اس سے واقعۂ جرم اور مجرم کے حالات کے یقین مین بہت
مدد ملتی ہو،

یہودیون کے متعلق ہم سنتے آئے ہین کہ وہ بہت دراز عمر ہوتے ہین، اہل سائنس نے ان کے جو اسباب
بتائے ہین وہ یہ ہین کہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہوتی ہو، ان کا طرز معاشرت، حفظان صحت کے اصول پر ہو
اور ان کی غذا مضر صحت نہین، لیکن یہ خوبیان صرف ان یہودیون مین ہین جو بنی اسرائیل کے خاندان سے
ہین، ورنہ عام یہودی جو یورپین طرز تمدن مین رنگ گئے ہین، وہ بھی ہمارے ہی طرح تمام خرابیون کے شکار ہ

ان دنون صنعت وحرفت کی طرف ہر ملک نے خاص توجہ مبذول کی ہو، ہندوستان کی مختلف
یونیورسٹیان بھی، اس کی طرف مائل ہین، اس سلسلہ مین انگلستان کی ترقی کے اعداد ہمارے لئے سبق
آموز ہونگے ؛

سنہ	تعداد طلبہ	تعداد اساتذہ
۱۳-۱۹۱۲ء	۲۷۳۲۱۲	۲۰۰۰
۲۲-۱۹۲۱ء	۲۸۶۴۶۰	۴۰۰۰۰

ان چالیس ہزار اساتذہ مین ۳۳۲۰۴ ایسے ہین جو اپنا تمام وقت انھین مدارس مین گذارتے ہین،

انگلستان کی ابتدائی تعلیم کا حال ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوگا،

	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۱۴ء	سنہ ۱۹۲۱ء
طلبا پبلک ابتدائی اسکول	۶۸۲۰۸۳۷	۷۰۱۷۴۰۸	۷۰۹۳۳۰۰
" مدارس خاص	۲۴۴۰۷	۲۵۵۱۱	۳۸۳۴۴
" مدارس دیگر	۸۱۶۵	۷۱۷۳	۵۱۶۴
میزان	۶۸۵۲۴۰۹	۷۰۵۳۰۹۲	۷۱۳۶۸۰۸

ڈاکٹر نکلسن کو اسلامی تصوف سے جو شغف ہے وہ ان کی مشہور کتاب کی صورت مین ہمارے سامنے ہے، گذشتہ ماہ کیمبرج یونیورسٹی نے ان کی دوسری کتاب "دی آئڈیا آف پرسنلیٹی ان صوفی ازم" (The idea of personality in Sufism) شائع کی ہے، یہ ان کے تین لکچرون کا مجموعہ ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ یورپ نے بھی اپنے تصوف کی طرف توجہ کی ہے، اور حال ہی مین "وسٹرن مسٹیسزم" (Western Mysticism) کے نام سے ایک ضخیم کتاب ہمارے سامنے ہے،

ایل یونیورسٹی عنقریب ابن عبد الحکم کی تاریخ فتوحات مصر و افریقہ و اندلس کو لندن، پیرس اور لیڈن کے قلمی نسخون سے موازنہ کرکے شائع کرنے والی ہے، اس کامیابی کا سہرا یونیورسٹی کے استاد علوم سامیہ چارلس ٹوری کے سر ہے، فتوح مصر، ابتدائی اسلامی تاریخ کے لحاظ سے اہم ترین کتاب ہے، تیس سال سے اس کے

شایع کرنے کی کوشش کیجارہی تھی، اور اب کہین جاکر یہ محنت ٹھکانے لگی ہی،

نیویارک کی آبادی جس سرعت سے بڑھ رہی ہی، اس کو دیکھتے ہوئے، یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اگر یہی رفتار قائم رہگئی تو ایک سو سال بعد اُس کی آبادی ۴۰،۰۰۰۰۰۰ تک پہنچ جائیگی، یہ تعداد تمام برطانوی جزائر سے زائد ہے،

عورتین جس استقلال و آہستگی سے مردون کے پیشون پر قبضہ کررہی ہین، اس کی بین مثال یہ ہے، تقریباً ۵۰۰، مختلف پیشون مین سے صرف ۳۳ ایسے رہ گئے ہین، جن کو جنس لطیف کی شمولیت کا فخر حاصل نہین ہے، اعداد ذیل یقیناً دلچسپی سے پڑھے جائینگے،

نام پیشہ	تعداد خواتین
قانون، و عدالت	۱۰۳۸
چرچ	۱۰۸۷
فنون لطیفہ	۱۴۶۱۷
طبابت	۶۲۱۹
دندان سازی	۱۰۲۹
تعمیر	۱۱۱۷
انجینیری	۴۱

صرف ممالک متحدہ امریکہ مین ۰۵۴۹۵۱۱ عورتین مختلف پیشون مین کام کرتی ہین،

غریب جرمنی کے مالی، معدنی اور علمی خزانہ سے جس طرح فاتح اقوام ایک ایک پائی وصول کررہی ہیں اُنکی ایک عجیب صورت یہ ہے کہ اطالوی حکومت نے جرمنی سے معاہدہ کیا ہے کہ وہ تاوان کی رقم میں سے ۴۰۰۰۰۰ طلائی مارکون کی کتابیں جرمنی سے لے لیگا، یہ خریداری تمام گذشتہ اعداد کو پس پشت ڈالدیگی،

اسی کے ساتھ، اسٹریا کے شہنشاہ فرانسس جارج کا مشہور قدیم و قیمتی کتبخانہ بھی جس میں دس ہزار کتابیں ہیں اطالیہ پہونچ جائیگا،

ہندوستان میں عیسائیت جس سرعت سے پھیل رہی ہے اس کا اندازہ گذشتہ مردم شماری سے ہو سکتا ہے، ۱۸۵۱ء میں ہندوستانی عیسائیون کی تعداد صرف ۲۰۷۶۰۰ تھی لیکن ۱۹۲۱ء میں ۴۷۵۴۰۰۰ ہو گی، یعنی ۴۷۸۰۰۰۰ یا ۲۲۰۰ فی صدی کا اضافہ ہوا، اگر یہی رفتار باقی رہیگی تو ان کی ترقی کا اندازہ خود کر لیجیے،

کناڈا کے اسپائن کلب نے طے کیا ہے کہ وہ وہان کی بلند ترین چوٹی مونٹ لوجن (۲۰۰۰۰ فٹ) پر ایک مہم روانہ کریگا،

بڑی گھڑیون میں "پنڈولم" کو خاص درجہ حاصل تھا یہ گلیلیو کی ایجاد و یادگار تھی، لیکن موجودہ ماہرین نے اب اس کی ضرورت بھی باقی نہیں رکھی ہے، اور بجلی کے لہر سے یہ کام لیتے ہیں، ان گھڑیون میں کنجی دینے کی زحمت بھی نہیں رہی، ہماری خادمہ بجلی اس فرض کو بھی انجام دیتی ہے،

ادبیات

حقائق حیات

غزل مسلسل حضرت شاد عظیم آبادی

نہ کر یہ دعویٰ عیان کہ معدوم محض تو ہوگا ۔۔۔ برنگ سبزہٗ نوخیز پھر نمو ہوگا

زمین سے اُگتے ہین جیسے نبات مت منکر ۔۔۔ ترا ظہور یون ہی اے خجستہ خو ہوگا

وہ جزو لایتجزیٰ جو تخم ہے تیرا ۔۔۔ وہ تخم بڑھ کے یہی جسم ہو بہو ہوگا

ملیگا "حیت" تجھے اور یہ ہوگا اس کا فیض ۔۔۔ مقام جس کا قریب رگ گلو ہوگا

یہ "حیت" ہی جو حقیقت مین عکس روح الروح ۔۔۔ یہ ہم مین ہو کے ہم، آیا تو تجھ مین تو ہوگا

وہ روح شمع بھی، خورشید بھی، سمندر بھی ۔۔۔ اسی کی لو ہو ضیا ہو کہ موج تو ہوگا

غرضکہ پھول سا یہ جسم جب ہوا تیار ۔۔۔ عیان یہ حیت بھی مانند رنگ و بو ہوگا

حریم قدس مین اس وقت ہوگا تو داخل ۔۔۔ ترا بھی مسکن و ما و امقام ہو ہوگا

اسی کی ذات مین ہوجائیگا فنا پھر تو ۔۔۔ ترا معاملہ تب جا کے ایک سو ہوگا

نہ پوچھ جبکہ تجھے ہوگا وصل یار نصیب ۔۔۔ مرقع دو جہان تیرے روبرو ہوگا

سرور محض و بقائے دوام و علم لدن ۔۔۔ صفات و ذات مین پیدا الصمد غلو ہوگا

وہ جا ملیگی تجھے جسپہ سو بہشت نثار ۔۔۔ کہین بہشت پہ فوق اے خجستہ خو ہوگا

اسی پہ ناز ہے زاہد بہشت مین ہے کیا! ۔۔۔ یہی کہ مجمع حوران ماہ رو ہوگا

خیال دل سے ہٹا ایسی مادیت کا ۔۔۔ وگرنہ مورد ایراد عقل تو ہوگا

خدانہ کردہ رہا گر کثیف جامہ تن — لباس نفس بھی محتاج شست شو ہوگا

تعصب و حسد و کینۂ و دل آزاری — اسی قبیل کا عصیان ترا عدو ہوگا

بچا نہ تو اگر اس قسم کے گناہون سے — تو یاد رکھ کہ معذب ضرور تو ہوگا

یہی گناہ مرض بن کے پھر ستائینگے — نہ وقت عذر نہ یارائے گفتگو ہوگا

یہ وہ گناہ ہین دل کو کثیف جو کردین — یہی برے تو بستر مرگ کے زاد رہ ہوگا

یہی بنینگے ترے حق مین عقرب و افعی — خود اپنی اگ مین خاک اک کمینہ خو ہوگا

فرشتے یعنی قوی تیرے جو سعید ہین وہ — کبھی نہ ان کو ترا پاس آبرو ہوگا

گمان یہی ہو کہ ایک مدت طویل کی بعد — جو تو رہا بھی بصد شوق و آرزو ہوگا

انھین نجوم مین ہین بے شمار دنیائین — پہونچ کے تو وہین آوارہ کو بکو ہوگا

یہ اس لئے ہو کہ باقی کثافتین مٹ جائین — بغیر اس کے نہ انسان فرشتہ خو ہوگا

عجب نہین ہو جو تبدیلیان وہان بھی ہون — پس از زمانۂ بسیار پاک تو ہوگا

سمجھ نہ اس کو تناسخ، یہ وہ مسائل ہین — کھلین گے اس پہ جو عرفان کا راز جو ہوگا

معاف کردی تجھے پہلے ہی یہ ہو ممکن — کہ آخر اس کا کرم بھی تو حیلہ جو ہوگا

کہے پکار کے یون "آ گناہ گار مرے — کرون جو عدل تو رسوائے خلق تو ہوگا"

"کرم مرا ہی وسیع اس لئے ترے حق مین — معین و یاور امید و آرزو ہوگا"

"نہ کانپ خوف سے، رہ مطمئن مری پیاسے — ترا مقام بھی اب سے مقام ہو ہوگا"

یہ سنکر اپنی خوشی کا نور اکر اندازہ — کہ اپنے جامۂ تن مین نہ مین نہ تو ہوگا

جب اس بہشت مین ای یار ہوگا تو داخل — سرور محض کا مرکز جو مو بمو ہوگا

بلند ہونگے کہین نغمہ ہائے خیل طیور — کہین ہجوم حسینان خوش گلو ہوگا

غرضکہ جتنے لذائذ ترے خیال مین ہین
ہر ایک حاضر و موجود پیش رو ہو گا

یہ استعارے ہین تاکہ تو سمجھ لے جلد
کہ چکھ چکا، متاثر ضرور تو ہو گا

غرض بہشت کی کیا خوبیان بیان کرون
علی الخصوص مکین جس مکان مین تو ہوگا

جو اپنے شاد کو ڈھونڈیگا تو وہین وہ بھی
غزل سرا کسی گوشے مین قبلہ رو ہو گا

ٹھہر ٹھہر کے بصد درد دھن مین پیلو کے
غزل یہ ورد لب اور پاک باوضو ہوگا

زندان احمدآباد مین ایک زبان حقیقت بیان

مرا ایمان عجب کیا ہی جو ایمان تصوف ہے
تصوف جان مذہب، عاشقی جان تصوف ہے

گناہ اپنا نہین ثابت خطا کے مرتبی ہین قائل
ادب کا ہے یہی شیوہ یہی جان تصوف ہے

ادب اک دوسرا ہی نام عشق روح پرور کا
جو رام عشق ہی جو زیر فرمان تصوف ہے

تعلق حسن و حق مین بھی ہی "العشق ہو اللہ" کا
یہی تو اصل دین و رمز پنہان تصوف ہے

گذر کر راہ پیچاپیچ قدر و جبر سے حسرت
یقین اپنا مقیم شہر عرفان تصوف ہے

غزل عزیز

ہی ترے سایہ مین نازان رخ چمن پرور
دراز عمر تری کاکل شکن پرور

نبھیگی حضرت ناصح سے کس طرح مجھسے
مین اپنے عشق پہ مغرور وہ سخن پرور

فنا کے بعد بھی ہی احتیاج خلعت نو
ضرورت کفن اب بھی ہی تجھکو تن پرور

نبھیگی آپ سے کیا حضرت عزیزان سے
اگر ہین آپ سخنور تو وہ سخن پرور

لے یعنی "العشق ھو اللہ" کی طرح "الحق ھو الحق" بھی رموز تصوف مین سے ہی۔ "حسرت"

باب التقریظ والانتقاد

خلافت موحدین

مشرقی اسلامی ممالک یعنی بغداد و ہندوستان و ترکستان سے لیکر مصر تک جو ممالک تھے اور جن کا علمی اور سیاسی مرکز بغداد تھا، وہان علوم عقلیہ کی اشاعت اور ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد کی رنگینی اور بڑھتی رہی، اور اس کا زمانہ دوسری ہی صدی ہجری سے شروع ہوگیا، لیکن مغربی ممالک یعنی تونس، قیروان، مراکش اور اندلس مین جنکا علمی اور سیاسی مرکز قرطبہ، غرناطہ اور فاس تھا، وہ پانچ صدیون تک برابر اسلام کی سادہ تعلیم پر قانع رہے، اور حدیث و فقہ و تفسیر و قرأت کا وہان بیشتر دورہ رہا، امام مالک بن انس کے فقہی و کلامی مجتہدات و اصول ان مین جاری تھے، گویا فقہی حیثیت سے وہ مالکی اور عقائد کی حیثیت سے وہ محدثانہ علم کلام و عقائد کے پیرو تھے،

ادھر مشرقی ممالک مین محدثانہ کلام و عقائد کے بعد اعتزال پیدا ہوا، اس کو رونق رہی، پھر انھین معتزلہ مین سے چند معتدل خیالات کے علما نکلے جنھون نے ایک نئے کلامی فرقہ کی بنیاد ڈالی، جو اپنے بانی اوّل امام ابوالحسن اشعری کی نسبت سے اشعری مشہور رہے، علامہ باقلانی، امام الحرمین، استاذ ابن فورک، امام ابو اسحاق شیرازی وغیرہ اس فرقہ کے اپنے اپنے زمانہ مین علمبردار تھے، امام الحرمین کی درسگاہ سے امام غزالی پیدا ہوئے، جو خود تو بقول ابن رشد نہ اشعری تھے، نہ معتزلی تھے، نہ صوفی تھے نہ سلفی تھے، مگر تمام دنیا کو انھون نے اپنے زور قلم سے اشعری بنا دیا، اور اس اشعریت نے یہ رتبہ حاصل کیا کہ وہ اسلام کا مرادف ہوگئی اور سلف صالحین کا پرانا سادہ اور صاف اصول اعتقاد شرک و کفر قرار پایا کہ اس سے خدا کا جسم ہونا، متحیز ہونا، حادث ہونا اور خدا جانے کیا کیا لازم آتا تھا،

محمد بن تومرت، نام ایک بھولا بھالا سیدھا سادھا مغربی نوجوان ممالک مغربی سے نکلکر طلب علم کیلئے مشرقی ممالک مین آیا، اور امام غزالی کی درسگاہ مین داخل ہوا، اور یہان اشعری عقائد کے مطابق مسلمان بنا، اور اس نئے فرقہ کے جوش ایمان اور ولولۂ دین کو لیکر اپنے وطن کو واپس گیا، اور وہان مجدد و مہدی بنکر قدیم سادہ اسلامی خیالات کی تردید مین زور قلم کے ساتھ زور بازو بھی صرف کیا، اور بربری قبائل کو رام کرکے ایک نئی اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا، ابن تومرت تو جلد مرگیا، مگر اس کا جانشین عبد المومن، اس سے زیادہ باہمت، باتدبیر اور منتظم کار نکلا، اس نے اس سلطنت کو اس طرح استوار اور مضبوط کیا، کہ صدیون تک اس کی دیوارین حوادث کے سیلاب و طوفان کا مقابلہ کرتی رہین، اور اشعریت اس سلطنت کا سرکاری مذہب قرار پایا، لیکن اس کا نام یہان توحید رکھا گیا، اور اس کے پیرو موحدین کہلائے،

عقائد کی بحث کو چھوڑ کر واقعہ یہ ہے کہ اس نئے فرقہ کے جوش و ولولہ نے اور بربریون کی نئی اور تازہ دم سیاسی اور فوجی طاقت نے اسلام کو جو یہان اموی خلفار کی بربادی اور عربون کے ضعف سے کمزور ہوگیا تھا، از سر نو زندہ کردیا، اور پھر نئے طریقہ سے صدیون تک اسلام مراکش سے لیکر اسپین تک طاقتور ہوگیا،

علامہ عبد الواحد مراکشی جو چھٹی صدی کے اواخر مین یعنی ۵۸۱ھ مین مراکش مین پیدا ہوئے تھے، اور فاس اور اندلس مین علوم کی تحصیل و تکمیل کی تھی، انھون نے "المعجب فی تلخیص اخبار المغرب" کے نام آل موحدین کی حکومت کی تاریخ لکھی تھی، اور آغاز کتاب مین سلسلۂ سخن کے لئے اندلس کی ابتدائی اسلامی تاریخ بھی شامل کردی تھی،

ڈاکٹر ڈوزی، جو عربی ادبیات و تاریخ کے عالم تھے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے مستشرق تھے، اور متعدد اسلامی کتابون کے مصنف ہین ان کو المعجب کا ایک قلمی نسخہ لائیڈن کے کتبخانہ مین اتفاق سے مل گیا، جس کو انھون نے بڑی محنت اور عرقریزی سے ۱۸۴۷ء مین یعنی اس وقت جب ہندوستان مین عام مسلمان اندلس کے نام سے بھی شاید واقف نہ تھے، اس کو ٹائپ مین چھاپکر شائع کیا، آخر مین اسمار اور

اعلام کی فہرست بڑھائی، نامون کی تصحیح کی، اس کے بعد اس نسخہ سے نقل ہوکر مصر مین اس کے دوسرے نسخے شائع ہوے اوراب یہ دونون اڈیشن مصر و یورپ اور ہندوستان مین بھی ملتے ہین،

شاید دسمبر کے معارف مین ہم نے لاہور کے "عاشق اندلس" خاندان کا تذکرہ کیا تھا، جو اردو زبان مین اندلس و مغرب کی تمام علمی یادگارون کی تاریخ کو منتقل کرنا اپنا فریضۂ زندگی جانتا ہی، آج اسی خانوادہ کے ایک اور رکن مولوی نعیم الرحمان صاحب ایم اے پروفیسر عربی مدراس یونیورسٹی کا ذکر کرتا ہی، پروفیسر صاحب نے دو برسون کی محنت مین ڈوزی کی شائع کردہ تاریخ معجب کا اردو مین ترجمہ کیا، اور **خلافت موحّدین** کے نام سے اس کو ٹائپ مین شائع کیا ہی،

کتاب مین عربی اشعار بکثرت ہین، مگر مترجم نے ان کا ترجمہ نہین کیا، اور مقدمہ مین اس کیلئے معذرت کی ہی، لیکن میرے خیال مین اگر ان کا بھی ترجمہ کردیا جاتا تو اردو خوانون کو عربی شاعری کا نمونہ بھی نظر آجاتا اور شاید ان بلا ترجمہ عربی اشعار کے جابجا آجانے سے جو ان کو الجھن ہوتی وہ دور ہوجاتی،

ترجمہ تمامتر سلیس بامحاورہ اور دلچسپ ہی، کتاب کی ترتیب اور اشاعت مین خاص خوش مذاقی کا ثبوت دیا گیا ہی، ٹائپ کی وجہ سے کتاب بھی بارونق اور مرعوب کن نظر آتی ہی، ابواب اور فصول کے بنانے مین اور پارے (پیراگراف) کے توڑنے مین بھی سلیقہ سے کام لیا گیا ہی، غرض یہ ترجمہ بہمہ وجوہ قابل قدر ہی اور اردو ادبیات مین عمدہ اضافہ ہی،

عربی نامون مین الف لام کا استعمال گو اہل یورپ کی تقلید ہی مگر اردو مین وہ ثقیل معلوم ہوتے ہین، مترجم نے دوزی صاحب کے نسخہ سے نقل کرکے اپنی تجدید محنت کے ساتھ آخر کتاب مین نامون کے اعراب کا ضبط، اشخاص و بلاد اور کتابون کے نامون کی فہرستین بھی الحاق کی ہین، مگر ایک دو جگہ تلاش کرنے سے ہمین معلوم ہوا کہ صفحات کے اعداد مین کہین کہین غلطیان ہین، مثلاً صفحہ ۱۹۰ مین المسالک و الممالک ابو عبید بکری، المسالک والممالک ابن خرداذبہ، المسالک والممالک ابن قیاض کے حوالے ہین، مگر صفحہ ۱۹۰ مین

صرف پہلی کتاب کا تذکرہ ہے اور بس!

اُمید ہے کہ اسلامی تاریخ کے قدردان، اور اردو ادبیات کی ترقی کے خواہان پروفیسر نعیم الرحمان صاحب کی اس پہلی علمی محنت کی عملی تحسین کرینگے، لکھائی چھپائی صاف عمدہ، ضخامت تقریباً ۲۰۰ صفحہ، موزون متوسط تقطیع، مجلد، قیمت عہ، پتہ: مولوی معتقد ولی الرحمان صاحب، نصیر کاٹیج، ربانی روڈ لاہور،

مطبوعات جدیدہ

تاریخ القرآن، مولنا حافظ محمد اسلم جیراجپوری، استاذ تاریخ جامعہ ملیہ نے کئی سال ہوئے قرآن مجید کے نزول اور جمع و ترتیب کی تاریخ لکھی تھی، وہ اڈیشن ختم ہوگیا تھا، اب انھون نے اپنی اسی کتاب کو جدید اضافون اور حذف و تہذیب کے بعد دوبارہ شائع کیا ہے، اس دفعہ انھون نے اول اور آخر مین کئی ابواب بڑھائے ہین، عربی خط، وحی والہام، قرآن و حدیث کا فرق، نزول قرآن، کفار اور استہزائے قرآن، ترتیب قرآن ربط آیات، حفاظت قرآن، جمع قرآن، مصحف عثمانی، شیعہ اور قرآن، اختلافات قرأت، اعجاز قرآن، حروف مقطعات، بحث نسخ، دیگر کتب آسمانی، تراجم قرآن، قرآن کا پایۂ علمی، مقبولیت و اشاعت قرآن، مدنیت قرآن اس کتاب کے فصول و ابواب ہین، اور ہر ایک پر مختصر گفتگو کی ہے، پہلے اڈیشن کی طرح اس اڈیشن کے متعلق بھی ہم جناب مؤلف سے عرض کرینگے کہ ہر فصل پر اس سے زیادہ مفصل اور مدلل بحث کی ضرورت ہے، شاید مولنا نے اس کے نصاب تعلیم مین داخل ہونے کے خیال سے اختصار کلام کو مناسب سمجھا ہے، کتاب بہرحال اردو مین مفید ہے، اور عام طلبہ کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے، لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ، ۱۲۶ صفحات، قیمت عہ، پتہ: شعبہ تالیف جامعہ ملیہ، علی گڈھ،

آیات خلافت، مولوی مفتی محمد حبیب الرحمان صاحب بدایونی نے اس نام سے قرآن مجید کی ان آیتون کی تفسیر لکھی ہے جن مین خلافت کا ذکر ہے، مقدمہ مین خلافت اسلامیہ کی مختصر تاریخ اور شرائط خلافت و بیعت لکھے ہین، عام مسلمانون کو خلافت کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ رسالہ مفید ہوگا، ۵۶ صفحات، قیمت ۸ر پتہ: دار التصنیف بدایون،

بادل کے بچے، علم کائنات جویہ یعنی برق و باد و ابر و برف وغیرہ طبعی مسائل کو بچون کے سمجھانے کے لئے افسانہ کی صورت مین ایک انگریزی کی ابتدائی کتاب کا ترجمہ، پروفیسر فیروز الدین صاحب مراد

استاذ دینیات مسلم یونیورسٹی نے کیا ہی، اندؔ بادل کے پیچھے، اس کا نام رکھا ہی، اصل کتاب مین صرف اس قدر فرق کیا ہی کہ نام اسلامی اور طرزِ گفتار ہندوستانی کر دیا ہی چودہ بابون مین مسائل کی تشریح کی ہی، اسلوب بیان سہل اور بچون کے لئے دلپسند ہی، چھوٹی تقطیع، ۱۰ صفحات، قیمت عہ مترجم صاحب سے ملیگی،

آزادیٔ ہند، سی، ایف، اینڈریوز کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ، سہیل نگینوی صاحب رکن دار الترجمہ جامعہ ملیہ علی گڈھ نے اس نام سے کیا ہی، جس مین بتایا گیا ہی کہ ہندوستان کی قومی آزادی کا کیا مفہوم ہی اور وہ کس طرح حاصل ہوسکتی ہی، ۲۰ صفحات قیمت شاید ۱؍ شعبۂ تالیف جامعہ ملیہ علی گڈھ،

ٹریڈ یونین، لاہور مین مزدور پیشہ طبقات کو باقاعدہ منظم کرنے کا خیال چند صاحبون کو ہوا ہی، جن مین پیش پیش جناب غلام نبی خان اور غلام حسین صاحب ایم اے ہین، جو اپنے قلم و دماغ سے اس تحریک کو پھیلانا چاہتے ہین، انقلاب نام ان کا اخبار و رسالہ بھی ہی اور متعدد رسائل بھی انھون نے اس باب مین لکھے ہین، پیش نظر رسالہ مین ہندوستانی مزدورون کو متحد کرنے کی دعوت دی ہی، اور جابجا اپنی انجمنین بنانے کا مشورہ دیا ہی، قیمت ۱؍

جمہور کا سوراج، یہ رسالہ بھی جناب غلام نبی خان صاحب کی تحریر ہی، اس مین یہ دکھایا ہی کہ مزدوری پیشہ لوگ کیسا سوراج چاہتے ہین، اور ملکی حکومت کا نظام کیا ہونا چاہئے؟ قیمت ۱؍ یہ دونون رسالے "اصلاح بک ڈپو" لاہور سے ملینگے،

جامعہ، جامعۂ ملیہ اسلامیہ علی گڈھ کے طلبہ کا ماہوار رسالہ ہی، ابھی صرف پہلا نمبر نکلا ہی، اس کو دیکھکر امید ہوتی ہی کہ یہ اردو رسائل کی صف مین اچھی جگہ حاصل کریگا، لیکن ہم کو یہ مشورہ دینا ہی کہ جامعہ کے رسالہ کو نہ صرف کیف ما اتفق چند مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ہونا چاہئے بلکہ کسی خاص مطمح نظر اور نصب العین کو پیش نظر رکھکر اس کے مطابق اور اسی معیار کے ساتھ رسالہ کو چلانا چاہئے، ناظرین سے درخواست ہی کہ وہ طلبائے جامعہ کی اس قلمی جد و جہد کی قدر کرینگے، ۵۶ صفحات ۲۶×۲۰ تقطیع، قیمت للعہ سالانہ، شعبۂ تصنیف جامعہ ملیہ علیگڈھ

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر

خرد نامہ منظوم، خالص ہندی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ ۸ر

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے بنی اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۳ر

دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۲ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ عمر

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکوں اور خطبوں سے انکا ثبوت ۸ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴ر

مولنا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر، جو قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۳۵۰ قیمت ہے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۵۰ قیمت للعہ ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عـ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سنجیدہ ترجمہ جسمیں حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عـ ر

مذہب و عقلیات، اس میں پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل میں تصادم کا امکان ہی نہیں، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ اجتماع، جماعات انسانی کا علم النفس عہ

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عـ ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی ارتقا کی تشریح کی ہے قیمت جلد اول ـــ جلد دوم عـ ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ ـــ عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود و نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظمگڈھ

علامہ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ سے للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ عہ سے ہعہ

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت سے ر

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ عہ

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادات و مسائل عہ

شعر العجم حصہ اول شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز و قدماء کا دور

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور سے ر

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور عہ

(حصہ چہارم زیر طبع ہے)

ایضاً حصہ پنجم فلسفیانہ، صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ عہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی مین ریویو ہر

سفرنامہ مصر و شام، مطبوعہ معارف پریس عہ

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو ہے

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات ہعہ

سفرنامہ دوم مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، عہ، عہ، ۱۲ر

علم الکلام، مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیان، اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ قیمت عہ

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء مین مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین والے مطبع نامی کانپور، ۲۰ر

مجموعہ کلام شبلی، اردو ۱۲ر

مثنوی صبح امید، ۴ر

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل، برگ گل کے نامون سے چھپے تھے اس مین سب یکجا کر دئے گئے ہین، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہی قیمت عہ

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی مین قران مجید کی تفسیر ہر

تفسیر سورۂ قیامہ، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والشمس، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والکفرون، " " ۴ر

تفسیر سورۂ والعصر " " ۴ر

الرای الصحیح فی من ھو الذبیح، عربی مین حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ ۱۰ر

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر، اردو ۵ر

مجلد یازدہم	ماہ شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۳ء	عدد چہارم

مضامین

شذرات

ہندوستان نے گذشتہ سالون مین آستانہ **خلافت** سے اپنے ہر قسم کے تعلقات قائم کرنے پر بہت زور دیا ہی، اب اس کے امتحان کا وقت آگیا ہی، دولت انگورہ نے شیخ عبدالعزیز شاویش کے زیر سیادت ایک محکمۂ اسلامیہ دینیہ علمیہ" قائم کیا ہے، جسکا مقصد دنیائے اسلام کو علمی، تبلیغی اور تعلیمی کوششون مین باہم ایک دوسرے سے پیوستہ کرنا ہی، اسی سلسلہ مین شیخ شاویش نے ایک دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی ترتیب کا اعلان کیا ہی جس مین موجودہ عالم اسلامی کی تاریخ اور اس کی موجودہ علمی و اصلاحی کوششون کی تفصیل ہوگی، اسی تقریب سے وہ یہ چاہتے ہین کہ محکمۂ مذکور کے احاطہ مین موجودہ مسلمان قومین مختلف ملکون کے اندر اپنی مختلف زبانون مین علم و فن کا جو سرمایہ جمع کر رہی ہین، اس کو یکجا کیا جائے، یعنی اسلامی زبانون مین جو تالیفات اور تصنیفات اور کتابین ہین ان کو فراہم کرکے اسلامی زبانون کا ایک مشترک کتبخانہ آستانۂ خلافت مین جمع کیا جائے، الشیخ موصوف نے اس غرض کیلئے عربی و ترکی اخبارات مین دنیا کی مسلمان قومون سے درخواست کی ہی، اور اسی سلسلہ مین **ہندوستان** کا نام بھی اونکی زبان پر آیا ہی،

ہندوستان کا علمی حلقہ جو سیاسی کاروبار سے عموماً الگ ہی اس کیلئے یہ پہلا موقع ہے کہ اس شاندار اور عظیم الشان تحریک مین حصہ لے، کہ اسلامی دنیا مین جوش و خروش اور ولولۂ سیاسی کی جو بلندی اس ملک کو نصیب ہوئی ہی، وہ علمی حیثیت سے پست نہونے پائے، اور اسلامی قومون کی برادری مین اپنی علمی کوششون کے عدم اظہار سے رسوائی نہو، اور اسلامی ملکون کی علمی و دماغی جد و جہد کا جو مرقع انگورہ کی عمارت مین تیار ہو رہا ہی، اس مین ہندوستان کی جگہ خالی نہ رہجائے،

چونکہ شیخ مذکور کا یہ اعلان عربی اخبارات مین شایع ہوا ہے، اس لئے مکہ مکرمہ کے ایک ہندوستانی تاجر نے جنکو علمی ذوق ہے اور ہزارون کوس دور رہکر بھی ان کو اپنی زبان نہین بھولی ہے، اونھون نے یہ اعلان پڑھکر اپنے دل مین غیرت محسوس کی کہ اس عظیم الشان اسلامی کتبخانہ مین ہندوستان کے نام کی الماریان خالی پڑی رہین، اونھون نے ایک خط مین ہم کو لکھا ہے کہ اگر آپ اس کام کو اپنے ہاتھ مین لین اور خود اردو کی عمدہ کتابون کو منتخب کرنیکی تکلیف اٹھائین تو مین دوسو روپیے اس مد مین دیتا ہون، اونھون نے اپنے چندہ کے بقدر اردو کتابین منتخب کرکے اونکی فہرست بھی بھیجدی ہے،

ہمارے خیال مین اردو کی اعلیٰ اور منتخب کتابون کی فراہمی اور جلد بندی مین ڈھائی ہزار روپئے خرچ ہونگے، دو ہزار کی کتابین اور ۵۰۰ کی جلد بندی ہوگی، اس لئے علم دوست حضرات اور اکابر مصنفین سے درخواست ہے کہ وہ اس کارخیر مین شرکت فرمائین، ارباب مطابع اگر اپنے ہان کی عمدہ کتابین مجلد عنایت فرمائین اور مصنفین اپنی تصنیفات کا ایک ایک نسخہ عنایت کرین اور اہل استطاعت روپے سے شرکت کرین تو ہندوستان کا یہ ایک بڑا کارنامہ انجام پائے، اہل مطابع اور مصنفین صرف وہی کتابین بھیجین جو عمدہ لکھی اور چھپی ہون، اور جن کا کاغذ اچھا ہے، اور جو کسی بلند موضوع پر ہون، عام ردی کتابین درکار نہین، کتابون کی جلدین عمدہ ہون، اور ان کے پہلے صفحہ پر صاف اور خوش سلیقگی کے ساتھ دستخط بھی کردین، انگورہ تک براہ راست کتابون کے پہنچنے کا انتظام کرلیا گیا ہے،

ہمارے ایک دوست اور معارف کے قدردان آصف فیضی کیمبرج سے لکھتے ہین کہ معارف نے ڈاکٹر نکلسن پر جو کچھ لکھا تھا، ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسکو پسند کیا، اور معارف کے ناقدانہ مباحث علمی مقالات، مستشرقانہ معلومات، اور مشرقی و مغربی علوم و خیالات کی آمیزش سے

کی اونھون نے داد دی اور اس حیثیت سے ہندوستان کی ترقی پر اپنی خوشی کا اظہار کیا، ہمارے ایک دوست کرم فرما اور معارف کے قدرشناس مولوی معین الدین صاحب انصاری نے کیمبرج سے معارف کے شائع شدہ مضمون "وحدۃ الوجود" پر تنقید لکھکر بھیجی ہے، اور اسی کے ساتھ، تصوف پر ڈاکٹر نکلسن کا ایک تازہ خطبۂ علمیہ اُن سے معارف مین اشاعت کی اجازت لیکر ارسال کیا ہے، جو آئندہ شائع ہوگا۔ ابھی برلن سے بھی ایک قدردان معارف کا خط آیا ہے کہ وہ جرمنی کے علمی و تعلیمی حالات سے ناظرین معارف کو آگاہ کرنیکا فرض انجام دے سکتے ہین، سفارت افغانستان مقیم لندن بھی معارف کی قدردانی کا ثبوت دے رہی ہے،

یہ تو مغرب کا حال تھا مشرق مین بھی اس کی قدردانی کا سامان ہو رہا ہے، ہندوستانی طلبہ مقیم مصر بھی معارف ہی کو اپنے ملک کا علمی نمایندہ سمجھ رہے ہین، اور ہر ہفتہ ان مین سے کسی نہ کسی کا خط آتا رہتا ہے، اسی سلسلہ مین یہ خبر بھی مسرت سے سنی جائیگی کہ معارف کے مضمون نگار مولوی ابو النصر سید احمد صاحب بھوپالی تکمیل تعلیم کی غرض سے مصر گئے ہین، اور بھی کئی طلبہ کے جانیکی امید ہے، ہمارے عربی خوان طلبہ مین یہ ولولہ وہمت جناب نواب حافظ عبید اللہ خان صاحب بالقابہ (بھوپال) کے دست کرم کی ممنون ہے،

ہندوستان کے فارسی گو شعرائے متاخرین مین ایک ملا غنیمت ہین، جو بیدل وغیرہ کی صف مین ہین، ہندوستان کے فارسی گو متاخر شعراء، بیدل، غنی، واقف، غنیمت، قتیل ہی لوگ ہین، ان مین بیدل کے بعد غنیمت، غنیمت ہین، غنیمت پنجاب کے باشندہ تھے، ان کا مزار شہر گجرات (پنجاب) کے قریب واقع ہے، گجرات کے علم دوست اصحاب چاہتے ہین کہ ان کے مزار کی درستی و مرمت کیجائے،

خان بہادر محمد اشرف خان (گجرات) اپنے ایک عنایت نامہ مین معارف کو ادھر متوجہ فرماتے ہین اور اس کیلئے مالی اعانت چاہتے ہین، انکی اطلاع سے یہ سنکر افسوس بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ اس مد مین سب سے پہلے ایک ہندو علم دوست رائے صاحب لالہ کدار ناتھ رئیس گجرات نے سبقت کی، افسوس اس کا ہوا کہ مسلمانون سے زیادہ دوسری قومین اُن کے اکابر کی قدر کو پہچانتی ہین، اور خوشی اس کی ہوئی کہ ہندو علم دوست اب تک ایک فارسی نغزگو شاعر کے مرتبہ شناس ہین،

مارچ ۱۹۲۲ء (رجب ۱۳۴۰ھ) کے معارف کے سلسلۂ شذرات مین فقہ حنفی کی ایک قلمی کتاب **اختیار** کا ذکر آیا تھا، نواب صدر یار جنگ مولنا **حبیب الرحمن** خان شروانی اس کے متعلق اپنے ایک رقیمۂ کریمہ مین ارقام فرماتے ہین،

"رجب سنۂ حال کے معارف مین جونپور کے کتاب خانہ کے تذکرہ کے ضمن مین ایک فقہ کی کتاب اختیار نامی کا ذکر ہے، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مجھکو بھی یہان ملا ہے، اس مین کتاب کا تاریخی نام **اختیار** رہے، جس سے ۱۲۱۲ھ برآمد ہوتے ہین، جو سنۂ تالیف ہے، چنانچہ مولوی سلامت علی خان معروف حذاقت خان دیباچہ مین لکھتے ہین،

"چون سال یکہزار و دو صد و دوازدہ از ہجرۃ النبی صلعم آغاز تالیف این کتاب است لہذا بہ اختیار موسوم گشت" اس نسخہ مین جان نثیف اور ذہن کا ذکر نہین ہے، نسخہ پورا ہے،

مولنا موصوف کا استدراک صحیح ہے، کتاب کا نام اختیار نہین، اختیار رہے، جس سے سنۂ تالیف نکلتا ہے، اس کے علاوہ چونکہ یہ کتاب مسائل کا انتخاب ہے اس لئے مناسب نام اختیار ہی ہو سکتا ہے،

خلیفہ مامون الرشید نے جب قیصر روم پر فتح پائی تو شرائط صلح مین یہ بھی تھا کہ قیصر قسطنطنیہ کے

کتبخانون سے یونانی فلسفہ کی کتابین مہیا کردیگا چنانچہ لکھاہے کہ گیارہ نسون پر فلسفہ کی کتابین لدکر قسطنطنیہ سے بغداد آئیں، تاریخ واقعات کا اعادہ کررہی ہے اٹلی نے جرمنی سے تاوان جنگ کے سلسلہ مین یہ قرارداد کرائی ہے کہ جرمنی زرنقد کے معاوضہ مین اپنے ہان کی کتابین اٹلی کو دیگی تاوان جنگ کی یہ علمی قسط سنا ہو کہ اس قدر عظیم الشان ہوگی کہ اب تک دنیا کی کسی قوم نے اتنی کتابین کسی دوسرے ملک سے نہین لی ہین، معلوم نہین کتبخانۂ اسکندریہ کا مورخ اس واقعہ کو سنکر اپنی تاریخ مین کیا لکھتا؟

حال مین مصر سے قدمائے فن کی جو نئی کتابین چھپکر شایع ہوئی ہین، ان مین دو کتابین الاحکام علامۂ **آمدی**، اور الموافقات علامۂ **شاطبی** اصول فقہ مین عجیب وغریب ہین، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ فن درحقیقت قدما، کے عہد مین کس قدر مرتب اور صحیح حالت مین تھا، نورالانوار اور توضیح وتلویح کے عشاق دیکھین کہ اصول فقہ کا اصلی فن وہ ہے جو ان کتابون مین ہے وہ نہین ہو جس پر وہ اپنے اوقات عزیز کو ضائع کررہے ہین،

اس وقت **کابل** اپنے جوان عمر پر عقل حکمران کی کارفرمائیون سے وسط ایشیا کا اسلامی مرکز بن رہا ہے اور وہ اس وقت صحرائے ایشیائے وسطی مین ایک نخلستان کی حیثیت رکھتا ہو جدید مدارس کھل رہے ہین، مکاتب قائم ہورہے ہین طلبہ یورپ جارہے ہین، اصلاحات اور تنظیمات جاری ہورہے ہین یہ سب کچھ ہورہا ہو مگر جو منظر ہماری آنکھین ڈھونڈھتی ہین وہ نہین ملتا، ہمارا یقین ہو کہ مسلمانون کی ترقی جدید تعلیم کے فروغ سے زیادہ قدیم تعلیم کی اصلاح سے ہوگی، عام مسلمانون مین جدید تعلیم یافتون کے فیض اثر سے زیادہ کامیابی نہ ہوگی، بلکہ علما اور ملاؤن کی قدیم تعلیم وتربیت کی اصلاح سے ہوگی، ہمارے دل کی آرزو تھی کہ کابل مین جدید طرز کا ایک عربی کا مذہبی جامعہ (یونیورسٹی) قائم ہو جس مین حالات زمانہ سے باخبر علوم عصری سے

آگاہ، موجودہ ضروریات اسلامی سے آشنا، سیاسیات عالم سے واقف علما پیدا ہون، جن مین وسعت نظر ہو، اسلام کی موجودہ مشکلات کا جدید طرز پر مقابلہ کرنیکی جن مین قوت ہو، اگر کوئی ایسی مذہبی یونیورسٹی دار الملک کابل مین قائم ہو جائے تو وہ یقیناً ایشیائے وسطی کے مسلمانون کیلئے سرچشمۂ حیات ثابت ہو،

یہ تخیل چند سال سے ذہن مین قائم تھا، اتفاق سے لندن کے سفارت خانۂ افغانی کے ایک روشن خیال کانسلر سید **قاسم خان** کا ایک خط موصول ہوا، جواب مین اپنے خواب شیرین کا بھی تذکرہ زبان قلم پر آگیا، موصوف نے اپنے مکرمت نامہ مورخہ ۲۹ مارچ ۲۳ء مین اس کے متعلق جو اطلاع دی، وہ ہماری بیحد خوشی و مسرت کا باعث ہوئی ہم چاہتے ہین کہ ہمارے برادران معارف بھی اس خوشی مین شریک ہون، موصوف لکھتے ہین:۔

"آپ نے اپنے خط مین نوازش فرماکر کابل مین ایک عربی درسگاہ کی ضرورت جتلائی تھی، تاکہ وہ وسط ایشیا کے علمی پیاسون کی پیاس بجھا سکے، آپکی تجویز نہایت مبارک ہے مین آپ کو خوشی سے اطلاع دیتا ہون کہ پنج سال پہلے یہ خیال تھا کہ ایک ایسی درسگاہ قائم کیجائے اور مین اس تجویز کے طرفدارون مین سے ایک تھا، اب افغانستان کے اس روشن دور مین اس خیال کو خاص اہمیت دیجاتی ہے، امید ہے کہ اس مبارک تجویز کو عنقریب عمل مین لایا جائیگا، اور اس کیلئے کابل مین کوشش ہو رہی ہے"

یاد ہوگا کہ گذشتہ سال **نوائے کیمبرج** کے نام سے کیمبرج (انگلینڈ) کے ہندی طلبہ نے اردو کا ایک ششماہی رسالہ نکالا تھا، مگر ایک ہی نمبر نکل کر رہ گیا تھا، اب کیمبرج اور آکسفورڈ دونون درسگاہون کے

ہندوستانی طلبہ نے مل کر نوائے ہند کے نام سے دوسرا رسالہ جاری کیا ہے، اور جس کا اہتمام ہندوستان مین انجمن ترقی اردو نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور اس وقت اوسکا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے جو نظم و نثر کا قابل قدر مجموعہ ہے،

ایک زمانہ تھا جب نہ صرف یورپ کے دیر و کلیسا مین بلکہ واپس آکر وطن کے حریم پاک مین بیٹھکر بھی اپنی مادری زبان مین اظہار مدعا، حرام مطلق تھا، دیسی زبان کا بولنا ایک مقیم انگلینڈ ہندوستانی کے لئے غایت درجہ توہین سمجھی جاتی تھی، مگر لیل و نہار کا یہ انقلاب دیکھو کہ اکسفورڈ اور کیمبرج کے ہندوستانی فرزند اب اپنی ہندوستانی مادری زبان پر نازان، اور اس کی اصلاح و ترقی مین کوشان ہین، اور وطن سے ہزارون کوس دور بیٹھکر اپنے وطن کی علمی و ادبی مساعی کے لئے سرگرم عمل ہین، امید ہے کہ اب ولیتی صاحب لوگون کیلئے دیسی زبان مین باتین کرنا، کسر شان کا موجب نہ ہوگا،

تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جو جلسہ سویزرلینڈ مین آئندہ ہونیوالا ہے، اس کی شرکت کے لئے نمایندہ خواتین مشرقی ممالک سے بھی جاری ہین، مصر سے مسلمان خواتین گئی ہین اور ہندوستان سے بھی خواتین کی ایک جماعت عازم ہے، جلسہ مذکور مین جو مباحث پیش ہونگے ان مین دو مسئلے سب سے زیادہ اہم ہین، اوّل یہ کہ جنس نسوانی، مردون سے مستقل بالذات ہو کر اپنے ذریعۂ معاش کی آپ متکفل اور خود مختار جنس انسانی ہو، دوم یہ کہ ناجائز اولاد کے حقوق کو محفوظ و متعین کیا جائے واقعہ یہ ہے کہ یورپ معاشرتی حیثیت سے نزع کی حالت مین ہے، اس کی اخلاقی زندگی تن بیجان ہے، اس مردہ لاش مین قانون و حفاظت حقوق کے نام سے جان ڈالنے کی کوشش غلط مدعیٔ مسیحائی کا دعوی ہے، افسوس ناک امر یہ ہے کہ مشرقی اور مسلمان خواتین جنکو ان کے رسوم معاشرت اور مذہب نے ان مصیبتون سے محفوظ رکھا ہے وہ بھی اس گمراہ کن صدائے مغرب کے پیچھے چل رہی ہین، مصر کے ایک مشہور اہل قلم نے مصری خواتین کو ان کی غلط روی پر سچائی سے ٹوکا ہے لیکن آریہ ورت کی مقدس دیبیونکو کون ٹوکے ؟

مقالات

سلطان زین العابدین کشمیر

(ماخوذ از فرشتہ)

از مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی

سلاطین تیموریہ اور ان مین بھی شاہنشاہ اکبر و جہانگیر کی اس خوش قسمتی کو کیا کہیے کہ اندنون جب کبھی ملک کے اسلامی عہد حکومت پر کچھ لکھا یا کہا جاتا ہی تو ہندوستان مین مسلمان بادشاہون کی سیاسی رواداری کی تاریخ انہی کے عہد حکومت سے شروع کیجاتی ہی، بیان کیا جاتا ہی کہ ہندو اور مسلمانون کے ساتھ عدل و انصاف مین مساوات تیموریون نے قائم کی، ہندو قوم پر ملکی مناصب کا دروازہ تیموریون سے پہلے بند تھا، فوجی اور لشکری خدمات مین سلاطین اسلام تیموریون سے پہلے صرف مسلمانون پر اعتماد رکھتے تھے، اور مذہبی معاملات مین ہندوؤن کے ساتھ تعصب و نا رواداری تو اکبر و جہانگیر سے پہلے ہندوستان کے مسلمان بادشاہون کی عام اور مسلم پالیسی تھی، یہ ایک خیال ہی جو ملک مین اعتقاد عام بنکر شایع ہو چکا ہی، لیکن دیکھنا یہ ہی کہ کیا یہ اعتقاد عام صحیح اور درست بھی ہی؟ کیا تیموریون سے پہلے ہندو ملکی مناصب سے واقعۃً محروم تھے؟ کیا ان سے پہلے فوجی و لشکری معاملات مین سلاطین اسلام کو ہندوؤن کی وفاداری پر بھروسہ نہ تھا؟ کیا عدل و انصاف مین ہندو اور مسلمانون کے ساتھ مساویانہ برتاؤ نہ کیا جاتا تھا؟ اور کیا اکبر و جہانگیر سے پہلے شاہان اسلام ہندوؤن کے مذہب کے ساتھ درا صل تعصب رکھتے تھے؟

تاریخ ہند کی خاموش زبان اس عام عقیدہ کے ہر حصہ کی تکذیب کرتی ہی، وہ بتاتی ہی کہ یہان اسلامی عہد حکومت مین اول سے آخر تک صرف دو اصول حکمرانی پر عمل کیا گیا ہی، سلاطین اسلام کا ایک گروہ وہ تھا جو ملکی سیاسیات کو اپنے مذہبی جذبات و عقائد کے زیر اثر رکھتا تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ قرآن مجید، احادیث و فقہ کے احکام اور خلفائے اسلام کے طرز حکومت کی پیروی کیجائے، دوسرا گروہ وہ تھا جو ضرورت وقت

ترقی سلطنت اور اقتدار سیاست کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا اسی پر عمل کرتا تھا، یہ دو اصول تھے لیکن ان

مین سے کسی ایک کا بھی مقصد و مطلب یہ نہ تھا کہ رعایا کے ساتھ مذہبی اور قومی تعصب برتا جائے، اس سے

انکار نہین کرو ہندوستان کی وسیع تاریخ مین کچھ نہ کچھ ایسے واقعات ضرور نکالے جا سکتے ہین جن کے اصلی علل و اسباب

پر غور کئے بغیر ان کو قومی منافرت و تعصب کی مثال مین پیش کیا جا سکے لیکن یہ قطعًا ناممکن ہے کہ اس قسم کے

واقعات کو اسلامی حکومت کی مسلم اور عام پالیسی ثابت کیا جا سکے،

مسالمت، رواداری اور غیر متعصبانہ روش سیاست تیموریون سے بہت پہلے بارہا ہندوستان

مین ظہور پذیر ہو چکی ہے، میرے نزدیک تیموریون کو صرف اس قدر فضیلت حاصل ہے کہ یا تو انھون نے قصداً مسالمت

اور رواداری کے طرز عمل کو اپنے ہر ولیعہد حکومت کے لئے لازمی قرار دیا یا بخت و اتفاق سے ان مین پے درپے

ایسے مدبر سلاطین پیدا ہوئے جنھون نے حالات کا صحیح اندازہ کرکے روادارانہ روش سیاست کی سختی سے

پابندی کی، آج تیموریون کی دستار فضیلت مین فخر و اعزاز کا جو طرہ لگایا جا رہا ہے وہ در اصل اسی واقعہ کا

نتیجہ ہے، غور کرو اکبر اور جہانگیر نے پے درپے کم و بیش پچھتر برس کی طویل مدت تک ایک ہی طرز و روش پر

حکومت کی، اس طویل مدت مین ملک نے اس طرز حکومت کے واقعات کو کس قدر خوبی کے ساتھ اچھی طرح

یاد کر لیا ہوگا، بخلاف اس کے جو سلاطین ان سے پہلے گذرے، ان کا یہ حال تھا کہ ایک بادشاہ ایک

خاص طرز حکومت کو اپنے عہد تک قائم رکھتا تھا مگر اس کے بعد جب دوسرا آتا تھا تو وہ بالکل پہلے سے

مختلف طرز حکومت کی بنیاد ڈالتا تھا، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج لوگون کو تیموریون سے پہلے روادارانہ طرز حکومت

کا کوئی واقعہ یاد نہین آتا حالانکہ تاریخ کے اوراق ان واقعات سے خالی نہین ہین،

علاء الدین خلجی کا طرز حکومت یہی تھا کہ وہ سیاسی معاملات مین تمام رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا،

وہ ضرورت وقت اور ترقی و تحفظ سلطنت کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا تھا خواہ وہ موافق شرع ہو یا نہو،

وہی کرتا تھا اور اپنے معاملہ کو بالکل خدا پر چھوڑ دیتا تھا چنانچہ قاضی مغیث الدین بیانوی کو خطاب کرکے ایک

موقع پر اس نے یہ جملے کہے تھے،

انچہ تو میگوئی حق است لیکن جہات دنیا خصوصاً ہندوستان
بمحض شریعت نظام و رونق نمی یابد و تاسیاستہائے عظیم
بظہور نرسانم ملک ارام نمی پذیرد و بتقریرات شرعی مردم
زمان براہ مستقیم نمی آیند۔ .. .. .. و از انکہ
قصد و نیت من رفاہیت عامۂ خلق اللہ است امید
دارم حق سبحانہ تعالیٰ گناہم بہ بخشد و در توبہ نیز کشادہ
است (ذکر خلجی)
" " " "

جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے لیکن دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے
معاملات ملکی محض شریعت کے مقرر کردہ نظام پر چل نہین سکتے
جب تک بڑی اور موثر کاروائیان نہ کیجائین ملک مین سکون و نظام
نہین پیدا ہو سکتا اور محض شرعی احکام کے مطابق اس زمانہ کے
لوگون کو راہ راست پر نہین لایا جا سکتا .. .. اور چونکہ
جو کچھ مین کرتا ہون اس سے میری نیت عام خلق اللہ کی رفاہیت
اور خیر طلبی ہے اس لئے خدا سے امید رکھتا ہون کہ وہ میرے
گناہون کو بخشدیگا او توبہ کا دروازہ ابھی تک بند نہین ہوا

رفاہیت عامہ خلق اللہ کے اس طالب بادشاہ نے جو قوانین حکومت مرتب کئے اور جن پر سختی کے ساتھ اس کے عہد حکومت مین عمل کیا گیا وہ آج بھی تاریخ ہند کے اوراق مین ثبت و مسطور ہین کیا اس مین کوئی دفعہ ایسی بھی نکالی جا سکتی ہے؟ جس کا مقصد و مفاد یہ ہو کہ ہندو اور مسلمان رعایا کے درمیان ان قوانین کے تعمیل و تنفیذ مین ایک کے ساتھ سختی اور دوسرے کے ساتھ نرمی سے کام لیا جائے،

محمد تغلق نے ہندو راجاؤن کو اعلیٰ جنگی مناصب اور دوسرے قابل ہندوؤن کو اعلےٰ ملکی خدمات پر فائز کیا، اس نے ہندو قوم کی دولت و ثروت مین کسی طرح دست اندازی کرنا کبھی روا نہین رکھا اور اس نے عدالتی کاروائیون مین ہندو اور مسلمان، امیر اور غریب سب کے ساتھ مساوات پر سختی سے عمل کیا، شیر شاہ نے جہانگیر کی طرح زنجیر عدل آویزان نہین کی تاہم اس کے عدالت خانے کے دروازہ پر حاجب و دربان متعین نہ تھے وہ عدل و انصاف مین قومیت مذہب اور شخصیت کا کچھ بھی لحاظ نہین کرتا تھا اکبر سے بہت پہلے ابراہیم عادل شاہ نے اپنے تین چہار ملکی شاہ و سرداران لشکر مین سے صرف چار سو ضروری اشخاص کو اپنے منصب پر باقی رکھکر

بقیہ تمام لوگون کو جو نوکر خاصہ مین داخل تھے اور برابر اس کے ہمرکاب رہا کرتے تھے معزول کرکے ان کی جگہ پر مغل اُمرا، و سرداران لشکر مقرر کئے، اس نے ہندؤون پر اعتماد کیا اور سلطنت کے اعلیٰ و ذمہ دارانہ مناصب ان کو عطا کئے، اس نے دفتر کی زبان تک فارسی کے بجائے دکنی ہندی کر دی، یہ اور اس قسم کے بہت سے واقعات اس سلسلہ مین پیش کئے جا سکتے ہین اور واقعہ یہ ہے کہ رواداری و مسالمت کی یہ داستان بہت طویل ہے، لیکن میرا مقصد اس موقع پر اس داستان کو چھیڑنا نہین بلکہ انہی سلاطین مذکور کی طرح ایک مسالمت خو رواداری سلطان کے حالات و واقعات زندگی کو پیش کرنا ہے جس نے مذہب، عدالت، علم و فن کی ترویج و اشاعت اور ملکی مناصب غرض ہر چیز مین اپنی رعایا کے ہر فرقہ اور ہر گروہ کے ساتھ رواداری و مساوات کو اپنا اہم مقصد اور بنیادی طرز عمل قرار دیا یہ سلطان، فرمانروائے کشمیر سلطان شاہی خان تھا جو تاریخون مین عام طور پر سلطان زین العابدین کے نام سے مشہور ہے،

پیدائش و آغاز حکومت

شاہی خان سنہ ۸۰۰ھ مین پیدا ہوا اس کے باپ کا نام سلطان سکندر تھا جس نے بائیس سال نو مہینے[1] حکومت کرنے کے بعد سنہ ۸۱۹ھ مین انتقال کیا، باپ کے بعد شاہی خان کے بڑے بھائی سلطان علی شاہ نے چھ برس نو مہینے حکومت کی، علی شاہ کے بعد شاہی خان سنہ ۸۲۶ھ مین سریرآرائے حکومت ہوا، اس کا تخت حکومت پر جلوہ فرما ہونا بھائی کی موت یا بھائی کی عنایت و کرم کا نتیجہ نہین بلکہ اس کی ذاتی شجاعت و جوہر قابلیت اور اہل کشمیر مین اس کی عام ہردلعزیزی کا نتیجہ تھا، واقعہ یہ ہوا کہ اول اول جب سلطان علی شاہ نے سیر دنیا[2] کے عزم سے کشمیر چھوڑنا چاہا تو اپنے منجھلے بھائی شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور چھوٹے بھائی محمد خان کو اس کی اطاعت و انقیاد کی نصیحت کی، حکومت اور گھر کے معاملات کو یکسو کر چکنے کے بعد وہ اپنے خسر راجہ جمون کے پاس وداعی ملاقات کے لئے آیا، یہان راجہ جمون اور راجہ راجوری نے اس کو تخت حکومت چھوڑنے اور شاہی خان کو اپنا جانشین مقرر کرنے پر سخت ملامت

---

[1] بروایت آئین اکبری نو مہینے چھ دن [2] بروایت آئین اکبری سفر حجاز،

کی یہاں تک کہ وہ اپنے اس فعل سے پشیمان ہوا اور تخت حکومت پر قابض ہو جانیکی خواہش کی، ظاہر ہے کہ ملک و مال اور لشکر اس کے قبضہ سے نکل چکا تھا اب پھر ان پر قابض ہو سکنا کسی قوی یار و مددگار کے بغیر ناممکن تھا اس لئے خود راجہ جموں اور راجہ راجوری مددگار بن گئے اور اب سیر عالم کا یہ آرزومند و تارک سلطنت بادشاہ پھر کشمیر اور اس کے چھوڑے ہوئے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہوا، شاہی خان جو تخت حکومت پر قدم رکھنے کے بعد ابھی اچھی طرح اس پر بیٹھ بھی نہ سکا تھا یہ حالت دیکھکر کشمیر سے نکلا اور سیالکوٹ کی طرف روانہ ہو گیا یہ وہ زمانہ تھا جب جسرت کھکر جس کو تیمور ہندوستان سے قید کر کے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تھا لیکن یہ بہادر قیدی کسی طرح وہاں سے نکلکر پنجاب چلا آیا اور یہاں آکر پھر اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کر چکا تھا، شاہی خان نے اسی کے دامن میں پناہ لی سلطان علی شاہ نے کشمیر کی حکومت ملجانے پر قناعت نہ کی اور بھائی کو وہاں سے نکال دینے ہی پر بس نہ کیا بلکہ وہ اس کی گرفتاری کے خیال سے جسرت کھکر پر حملہ آور ہوا، جسرت اور شاہی خان نے ملکر مقابلہ کیا اور دامن کوہ میں طرفین کی فوجیں صف آرا ہوئیں نتیجۂ جنگ یہ تھا کہ علی شاہ نے شکست کھائی، اس موقع پر سلطان علی شاہ کی ذات کی نسبت دو روایتیں ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ وہ زندہ گرفتار ہوا دوسری یہ کہ وہ میدان جنگ سے کسی طرف بھاگ گیا، بہرحال فاتح شاہی خان اب پھر کشمیر کی طرف چلا اور سارے ملک کو اپنے قبضہ میں لے آیا، پایۂ تخت میں آکر جب تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوا تو تمام کشمیر مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھا، خود حکومت کی طرف سے جشن مسرت کے لئے جو سر و سامان کیا گیا اس کی تفصیل تو معلوم نہیں لیکن رعایا اور ملک نے اس میں جس طرح حصہ لیا اس کو فرشتہ لکھتا ہے،

ومردم کشمیر کہ خواہان او بودند خوشحال شدہ	کشمیر کے لوگ جو اس کے خواہاں تھے اسکی کامیابی
نقارہاے شادیانہ نواختند،	سے خوشحال ہو کر مسرت اور خوشی کے شادیانے
	بجانے لگے۔

آغاز سلطنت شاہی خان نے تخت نشین حکومت ہونے کے بعد اپنا نام سلطان زین العابدین رکھا

اور وہ آج تک اسی نام سے مشہور رہی، سلطان زین العابدین نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خان کو اپنا معتمد و وکیل السلطنہ مقرر کیا اور محمد خان کے انتقال کے بعد اسی کے لڑکے حیدر خان کو اسکا جانشین کیا، ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدئے، سلطان نے تخت نشین ہوتے ہی ان تمام قیدیوں کو جو سلاطین سابق کے عہد سے اس وقت تک قید خانہ کی سختیاں برداشت کر رہے تھے بیک وقت آزاد کر دیا، اس لطف و مہربانی کی بنا پر جو وہ تمام رعایا کے ساتھ رکھتا تھا اس نے گزاد جریب مین جو چھوٹی ہوتی تھی، اضافہ اور زیادتی کر دی،

لشکر کشی اور توسیع مملکت

فتح پنجاب و تبت | سلطان زین العابدین جب تمام کشمیر پر اچھی طرح قبضہ کر چکا تو اس نے مزید فتوحات کی طرف توجہ کی سب سے پہلے جسرت کہکر کے ساتھ کثیر التعداد لشکر بھیجا تاکہ اس کی مدد سے ولایت دہلی و پنجاب پر تسلط حاصل کرے، جسرت کا شاہ دہلی کے مقابلہ مین آنا اور کامیاب ہونا تو دشوار تھا تاہم اس نے تمام پنجاب پر قبضہ کر لیا، اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان زین العابدین نے تبت کی طرف فوجین روانہ کین، اس فوج نے تبت کے کچھ حصے اور اس تمام آبادی کے جو دریائے گشنہ گنگ کے کنارہ واقع تھی اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا[1]، تبت کا بقیہ حصہ جو نا مفتوح رہ گیا تھا سلطان نے اس وقت کچھ دنون کے لئے اس کی طرف سے توجہ ہٹالی اور ملکی نظم و نسق مین مشغول ہوگیا لیکن اندرونی انتظامات کو مکمل کر لینے کے بعد اس نے اپنے بڑے بیٹے شاہزادہ آدم خان کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ اس کی طرف روانہ کیا، اس زبردست لشکر مین پیادہ سوار، تیر انداز اور توپچی غرض ہر قسم کی جمعیتین شامل تھین اور یہ لشکر اپنی تعداد کے لحاظ سے کثیر اور اسباب و آلات جنگ کے لحاظ سے ہر طرح مکمل اور بہت [illegible] لشکر تھا، شاہزادہ آدم خان اس سر و سامان سے تبت پر حملہ آور ہوا اور بہت جلد آسانی کے ساتھ تمام ملک پر قابض ہو گیا، شاہزادہ کو اس فتح مین بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا

[1] آئین اکبری کی روایت ہے کہ سلطان نے تبت کے ساتھ سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔

اور اس نے وہ مفتوح ملک اور مال غنیمت سلطان زین العابدین کی خدمت مین پیش کر کے اس کی رضا و خوشنودی حاصل کی اور باپ کی شاہانہ نوازشون سے بہرہ اندوز ہوا،

فرشتہ کے بیان کے مطابق سلطان زین العابدین نے فتح ممالک و توسیع مملکت کے لئے ان مہمات کے سوا اور کوئی لشکر کشی نہین کی، اگرچہ اس کے عہد حکومت مین ان کے سوا اور بھی چند لڑائیان ہوئین جنمین خود سلطان شریک ہوا لیکن یہ لڑائیان توسیع مملکت و کشور کشائی کی غرض سے نہین تھین بلکہ شاہزادون کی باہمی مخالفت و خانہ جنگی کی وجہ سے پیش آئین، ان خانہ جنگیون اور ان کے اسباب و وجوہ کی تفصیل آگے آتی ہے،

طرز و آئین حکومت

یہ تو اوپر معلوم ہو چکا کہ سلطان نے ملکی نظم و نسق اور تمام کلی و جزوی انتظامات وکیل السلطنہ کے قبضہ و اختیار مین دیدیئے تھے لیکن عدالت اور فصل خصومات کا تعلق خود اپنی ذات سے رکھا، ممکن ہے کہ جس عدل و انصاف اور رواداری کے ساتھ وہ حکومت کرنا چاہتا تھا اس کے لئے وہ دوسرون کے طریق عدل و انصاف سے مطمئن نہ ہو یا یہ کہ زیادہ محتاط طرز عمل اختیار کرنے کی غرض سے اس نے ایسا کیا بہرحال خواہ کسی وجہ سے بھی ہو اس نے عدالتی معاملات اور فصل خصومات کے لئے اپنی ہی ذات کو عدالتگاہ قرار دیا،

اس زمانہ مین مطابع نہ تھے کہ ملک کے قوانین، حکومت کے آئین و نظام، حکام کے حدود و اختیارات اور رعایا کے حقوق چھاپکر شایع کر دیئے جاتے تاکہ رعایا اپنے حقوق کو پہچان لیتی اور حکام ظلم و ستم کی ہمت نہ کر سکتے، یہی ایسی مشکل تھی جس کی وجہ سے گذشتہ زمانہ مین ماتحت حکام کے لئے رعایا کو ستانے اور دبانے کے بیشمار مواقع پیدا ہو جاتے تھے، سلطان زین العابدین نے اس مشکل کو حل کرنے کی ایک بے نظیر ترکیب نکالی، فرشتہ لکھتا ہی،

قواعد و ضوابط خود را بر تختہائے مس کندہ و بہر	سلطان نے اپنی حکومت کے قواعد و ضوابط
مشعرے و دیہے گذاشت تا رسوم ظلم	کو تانبے کی تختیون پر کندہ کرایا اور ہر شہر اور ہر گاؤن

از ولایت کشمیر برانند. گویند بر تختہ ‌ہائے — میں ان کو رکھوایا تاکہ ظلم و ستم کی نشانیاں مملکت

مس نوشتہ بود کہ ہر کہ بیاید و بدین دستور کار — کشمیر سے مٹ جائیں، کہتے ہیں ان تختیوں پر

نکند بلعنت خدا گرفتار باد، — لکھا ہوا تھا کہ جو یہاں آئے اور اس دستور و قاعدہ

" " " " — کی پیروی نہ کرے وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہو،

اس طرز عمل سے حکّام کے ظلم و ستم اور چیرہ دستیوں کا بڑی حد تک سدّ باب ہو گیا، افسوس ہے

فرشتہ نے ان منقوش قواعد و ضوابط کی لفظ بلفظ نقل درج نہیں کی جن سے آج ان کی پوری تفصیلات

معلوم ہو سکتی تھیں، تاہم سلسلۂ بیانِ حالات میں کچھ نہ کچھ ان کے اجزا آگئے ہیں، گو یہ چند جزوی باتیں

ہیں لیکن ان سے ان ضوابط کی روح کا پتہ چلتا ہے، وہ چند ضوابط حسب ذیل ہیں،

(۱) سلطان نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو نیا شہر یا خطۂ ملک فتح ہو وہاں کے سرکاری خزانے لشکریوں

میں تقسیم کر دئے جائیں اور وہاں کی رعایا پر اتنا ہی خراج مقرر کیا جائے جتنا پایہ تخت کی رعایا سے لیا جاتا ہے

(۲) پیشکش، گوناگوں جرمانے اور دوسرے طرح طرح کے معاملات جو شقہ دار و حکام رعایا سے لیتے

تھے ان کا لینا ممنوع قرار دیا،

(۳) سوداگروں کو حکم دیا کہ ولایت سے جو مال لائیں ان کو گھر میں چھپا کر نہ رکھیں، تجارت میں اصل

قیمت پر تھوڑا نفع لیں غبن و خیانت اور بہت زیادہ قیمت لینے کے مرتکب نہ ہوں،

(۴) جہاں کہیں چوری ہو اس قصبہ یا گاؤں کے رئیس اس کا تاوان ادا کریں، فرشتہ لکھتا ہے

اس قانون کا یہ اثر پڑا کہ تمام ملک میں چوری کی وارداتیں قطعاً بند ہو گئیں،

(۵) نرخ نویسی کی رسم جو پہلے کبھی کشمیر میں نہ تھی، اسیہ بٹ وزیر سلطان سکندر نے اس کو جاری

کیا تھا سلطان نے اس کو بند کر دیا اور اس کا عام اعلان کر دیا،

یہ تو عام قوانین تھے جن کا تعلق مسلمان اور ہندو سب سے تھا، خاص ہندوؤں سے متعلق جو قوانین

سلطان نے نافذ کئے وہ ان سے الگ ہین لیکن ان کی تفصیل سے پہلے یہ بتادینا ضروری ہو کہ سلطان زین العابدین کے باپ سلطان سکندر کے وقت مین ایک برہمن سسیہ بت نام اس کا وزیر سلطنت تھا سلطان سکندر کو اس پر بڑا اعتماد تھا جس کی بنا پر وہ جو کچھ چاہتا تھا سلطان سکندر سے منظور کرا لیتا تھا، اس وزیر نے اسلام قبول کیا اور اس طرح سلطان سکندر کے اعتماد سے بڑھکر اس کے اخلاص و محبت کو بھی حاصل کر لیا، اس نومسلم وزیر نے ہندو رعایا پر سخت مظالم کئے ستی ہونے کی رسم قانونًا بند کر دی گئی، قشقہ لگانا ممنوع قرار پایا، ہندؤن کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرین یا کشمیر سے باہر چلے جائین، بتخانے منہدم اور ویران کر دئے گئے اور سونے اور چاندی کے بتون کو توڑ کر ان کے سکّے ڈھالے اور جاری کئے گئے اسی نومسلم وزیر کے ان متعصبانہ کارنامون کا یہ ثمرہ ہو کہ سلطان سکندر کے نام کے ساتھ "بُت شکن" کا لقب تاریخون مین عام طور پر درج نظر آتا ہو،

عدل گستر زین العابدین کا عہد حکومت آیا تو اس نے دفعتًہ ان تمام حالات کو بدل دیا اس نے اعلان کر دیا کہ،

(۱) مذہب مین ہر شخص آزاد ہے وہ جس دین و مذہب کی چاہے پیروی کرے،

(۲) ہندو اپنے مذہبی و قومی شعار قشقہ لگانے اور زنار باندھنے کے لئے مجاز و مختار ہین،

(۳) ستی ہونے کی رسم سے حکومت مانع نہین،

(۴) ہندوؤن سے جزیہ کی رقم وصول نہ کیجائے،

(۵) تمام قلمرو مین کہین گاؤکشی نہ کیجائے،

سلطان کے ان اعلانات نے ہندو قوم کو مطمئن کر دیا اور اب وہ لوگ جو کچھ دن پہلے اپنا گھربار چھوڑ کر کشمیر سے باہر چلے گئے تھے یہان آنے لگے اور خود کشمیر مین جن ہندوؤن نے محض جان و مال کے خوف اور ترک وطن نہ کر سکنے کے باعث بظاہر اسلام قبول کر لیا تھا وہ بھی اس بارے سبکدوش

ہونے لگے، جو برہمن اور پنڈت سلطان سکندر کے زمانۂ حکومت مین سیاست کی سخت گیریون کے باعث کشمیر سے باہر چلے گئے تھے سلطان زین العابدین نے سری بہٹ (یہ ایک مشہور ہندو طبیب تھا اس کی طبی تربیت و ترقی سلطان زین العابدین کے شاہانہ کرم و نوازش کا نتیجہ تھی اور سلطان نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا) کے التماس کے مطابق ان کو بھی بلوا بھیجا، چنانچہ وہ آئے تو سلطان نے ان کو جاگیرین بخشین اور ہندوؤن کے مقدس و مشہور معابد کیلئے وقف کے طور پر جائدادین عطا کین، سلطان زین العابدین نے بڑے بڑے پنڈتون برہمنون اور با اثر ہندون کو بلا کر ان سے عہد لیا کہ ہر گز کبھی جھوٹ، فریب، دغا اور بیوفائی سے کام نہ لینگے، اور ان کی مذہبی کتابون مین جو احکام ہین ان کی ہر گز خلاف ورزی نہ کرینگے اس قول و قرار اور عہد و پیمان کے ساتھ اس نے ان کو آزادی و مساوات کی نعمت و برکت سے متمتع ہونے کا ہر طرح موقع دیا، سلطان سکندر کے زمانہ مین سونے اور چاندی کے تون سے جو سکے ڈھالے اور جاری کئے گئے تھے ان مین کھوٹ تھا اس لئے سلطان زین العابدین نے ان کی بجائے خالص تانبے کے نئے سکے ڈھالنے اور جاری کرنیکا حکم دیا یہ تانبا اس کان سے لیا جاتا تھا جس سے سلطان کے "مصارف خاصہ" کی رقم حاصل کیجاتی تھی، فرشتہ نے اس کی تشریح نہین کی کہ پرانے سونے اور چاندی کے باقیماندہ کھوٹے سکون کی داد و ستد کو قانوناً بند کر دیا گیا تھا یا نہین،

تعزیرات اس مین شبہ نہین کہ سلطان زین العابدین ایک رقیق القلب اور رحم دل فرمانروا تھا لیکن اس کی رحم دلی کبھی تعزیرات مین ناجائز مراعات کا سبب نہین ثابت ہوئی افسوس ہے فرشتہ نے اس بارہ مین اسکے طرز عمل پر کچھ زیادہ نہین لکھا جس سے اس کے قوانین تعزیرات کی تفصیل و تشریح معلوم ہوتی تاہم جو کچھ لکھا ہے اسی سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ قصاص و تعزیرات کے معاملہ مین رورعایت یا اپنی بے موقع رحم دلی سے کام نہین لیتا تھا سلطان کے دو کوکہ (رضاعی بھائی) مسعود اور شیر نام تھے جن کو وہ بیحد عزیز و محبوب رکھتا تھا ان دونون مین باہم شدید مخالفت و خصومت تھی جو بالآخر رفتہ رفتہ ایک کے ہاتھ سے دوسرے

کے قتل پر ختم ہوئی، شیر نے مسعود کو قتل کیا سلطان زین العابدین نے باوجود فرط محبت و اعتبار شیر کے قصاص میں قتل کئے جانیکا حکم دیا، اس واقعہ قتل کا سلطان کے دل پر سخت اثر پڑا، یہ بہت ممکن تھا کہ اس اثر سے بچنے کیلئے وہ قتل قصاص کے حکم میں کسی قسم کی ترمیم و تبدیل کی صورت پیدا کرتا، لیکن اس نے ایسا نکیا کیونکہ ایسا کرنا شیوۂ عدل و انصاف کے خلاف تھا جس روز شیر مقتول حکم قصاص ہوا سلطان نے اس کے لئے استحصال ثواب کی غرض سے ایک کرور زر کشمیری فقیرون اور محتاجون مین تقسیم کیا،

چورون کے متعلق اس زمانہ مین عام طرز عمل یہ تھا کہ ان کو مختلف قسم کی سخت ترین جسمانی سزائین دیجاتی تھین مثلاً کوڑے، درے لگانا یا ان کے جسم کے کسی حصہ کو داغ دینا وغیرہ سلطان نے اس مین یہ ترمیم کی کہ وہ کبھی چورون کے لئے اس طرح کی جسمانی سزاؤنکا حکم ندیتا تھا بلکہ یہ حکم تھا کہ پاؤن مین زنجیر ڈال کر تعمیرات کے سلسلہ مین ان سے کام لیا جائے، اس طرح سزا نے مجرم اور حکومت دونون کے لئے ایک مفید چیز کی حیثیت اختیار کرلی،

اعمال رفاہیت عامہ

عہد حاضر سے پہلے رفاہیت عامہ کے کامون مین علما پروری، توسیع علوم اور سلسلۂ تعمیرات خاص طور سے اہمیت رکھتے تھے، سلطان زین العابدین نے ان مین سے ہرایک مین نمایان حصہ لیا، اس نے علما و فضلا کی تربیت و پرورش کی طرف خاص توجہ کی، توسیع و ترویج علوم کے مختلف طریقے اختیار کئے تعمیرات کے ساتھ اس کو خاص شغف و انہماک تھا، صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے ارباب صنایع کی بیحد ہمت افزائی کی اور اس نے ارباب فن و کمال کو اپنے شاہانہ انعام و اکرام سے مالامال کردیا، یہ سب کچھ صرف اس لئے تھا کہ رعایا کی رفاہیت و فائدہ رسانی کے لئے بہتر سے بہتر صورتین پیدا کی جائین فرشتہ کے طرز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے ان تمام شعبہ ہائے رفاہیت عامہ کے سلسلہ مین بہت کچھ کیا لیکن اس کے تصنیفی بخل کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس "بہت کچھ" مین کے " بہت تھوڑے

معلومات ہم تک پہنچے ہین بہرحال جو کچھ بھی ہین ان کو علٰحدہ علٰحدہ درج کیا جاتا ہی،

تصنیف و ترجمۂ کتب سلطان زین العابدین تعلیم یافتہ شخص تھا اس کی مجلس علمار و فضلار سے بھری رہتی تھی فرشتہ لکھتا ہی کہ اس کی مجلسون مین مسلمان علمار اور ہندو فضلا دونون شریک ہوتے تھے، وہ اپنی شاہانہ نوازشوں سے دونون کو بہرہ یاب کرتا تھا، اس کی علم دوستی و علم پروری دیکھکر لوگون مین علمی ذوق و شوق پیدا ہوگیا مصنفین کی ہمتین بڑھین اور تصنیفات کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ سوم نام ایک شخص نے جو کشمیری زبان کا شاعر تھا اور ہندی علوم مین اپنا نظیر نہین رکھتا تھا زین حرب نام ایک کتاب لکھی جو سلطان کے حالات و واقعات زندگی پر مشتمل تھی کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی تھی، ایک اور شخص جس کا نام بودی بٹ تھا اس کی قابل ذکر خصوصیت یہ ہی کہ اس کو شاہنامہ فردوسی زبانی یاد تھا خود سلطان کے نام پر زین نام کتاب فن موسیقی مین لکھی اور یہ کتاب سلطان کی مجلس مین پڑھی گئی، اسی سلسلہ مین سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر کتاب راج ترنگنی ہے جو فرمانروایان کشمیر کے نہایت مفصل حالات اور نہایت قدیم[1] زمانہ کے واقعات پر مشتمل تھی یہ بھی سلطان زین العابدین ہی کے عہد حکومت مین لکھی گئی،

تراجم کیلئے[2] سلطان زین العابدین نے خود حکم دیا فرشتہ لکھتا ہی

و فرمود تا اکثرے از کتب عربی و فارسی	سلطان نے فرمایا اور بہت سی فارسی و عربی کی
بزبان ہندی ترجمہ کردند و بدین دستور	کتابین ہندی زبان مین اور اسی طرح ہندی زبان
کتاب ہندوی بفارسی ترجمہ کردند	کی کتابین فارسی مین ترجمہ کیگئین،

چنانچہ مہابھارت جو ہندوؤن کی مشہور و معروف کتاب ہی اس کا ترجمہ کیا گیا چونکہ مہابھارت کا یہ سب سے پہلا ترجمہ تھا اس لئے بہت کچھ بدعبارت ترجمہ تھا، شہنشاہ اکبر کے عہد مین اس ترجمہ پر نظرثانی

---

[1] آئین اکبری کی تصریح کے مطابق اس عہد سے پہلے کم و بیش چار ہزار سال کے واقعات و تاریخ شاہان کشمیر پر مشتمل ہے،

[2] آئین اکبری مین لکھا ہی: "و فراوان نامہ را از عربی و فارسی و کشمیری و ہندی ترجمہ کرد"

گیگئی اور اس کی زبان فصیح کردگیئی، اور تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا بھی اکبر کے عہد حکومت مین فارسی زبان مین ترجمہ کیا گیا،

ارباب ہنر کی تربیت | سلطان نے تصنیف و ترجمہ کے علاوہ اور دوسرے قسم کے فنون و ہنر کی ترویج و اشاعت کے لئے بھی اپنی شاہانہ توجہ سے کام لیا، چنانچہ اس کے عہد حکومت مین کشمیر اطراف وجوانب کے ہنرمندون کا قبلۂ آرزو بنگیا، سری بہت طبیب کا ذکر اوپر گذر چکا ہے جو اس عہد کا ایک مشہور و معروف طبیب گذرا ہے، یہ تمامتر سلطان زین العابدین کا آغوش پروردۂ کرم تھا جس کو اس نے اپنا طبیب خاص بھی مقرر کر لیا تھا، اس عہد مین حبب نام ایک آتشباز پیدا ہوا جس کے کمال فن کی شہادت فرشتہ ذیل کے الفاظ مین دیتا ہے،

کہ چشم روزگار پیش ازان ندیدہ بود،	زمانہ نے اس سے پہلے کبھی اسکی مثال و نظیر کو نہ دیکھا تھا

اس نے فن آتشبازی مین عجیب عجیب کمالات دکھائے جن کو دیکھکر لوگ حیران رہجاتے تھے کشمیر مین بندوق اسی نے بنائی اور اس کو رواج دیا، یہ خود سلطان کے حضور مین دواسازی بھی کیا کرتا تھا ان فنون کے علاوہ اس کو اور بہت سے فنون مین کمال حاصل تھا اور وہ اپنے فنون و ہنر عام طور پر لوگون کو سکھاتا بھی تھا،

سلطان کو فن موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی، بلکہ وہ خود اس فن سے اچھی طرح واقف تھا فرشتہ لکھتا ہے،

وعلوم موسیقی نیک ورزیدہ بود،	علم موسیقی سے اچھی طرح واقف تھا،

چنانچہ اس دلچسپی و واقفیت کی بناپر

وآوازہ جود او چون انتشار یافت سازندہ	جب سلطان کے جود و کرم کا شہرہ ہوا تو گانیوالے
وگویندہا کہ در علم موسیقی یگانہ زمان بودند	بجانیوالے جو فن موسیقی مین یگانہ روزگار تھے
از اطراف و نواحی روئے بکشمیر نہادند	ہر چہار جانب سے کشمیر مین آنے لگے اور کشمیر
چنانکہ کشمیر از کثرت ہندوپیان این فن رشک	اس فن کے ماہرین کی کثرت سے ملک زنگ

ملک فرنگ شد (فرشتہ) کیلئے سرمایۂ رشک بن گیا،

چنانچہ خراسان سے ملا عودی نام ایک مشہور و معروف موسیقی دان آئے جن کو عود نوازی مین یدطولیٰ حاصل تھا، سلطان زین العابدین نے ان کو اپنے دامنِ دولت سے وابستہ کرلیا، اس عہد مین ایک اور شخص ملا جمیل بھی گذرے ہین جو موسیقی مین کمال رکھنے کے علاوہ بہت اچھے شعرخوان و حافظ قرآن بھی تھے بزم سلطانی مین ان کو تقرب خاص حاصل تھا اور سلطان کے فیض کرم سے یہ سب سے زیادہ فیضیاب ہوتے تھے، ملا جمیل کے راگ کشمیر مین مدتون ضرب المثل کی طرح مشہور و معروف رہے، اسی عہد مین ایک صاحب کمال شاعر ملا محمد نام پیدا ہوئے جنکی پرگوئی کا یہ حال تھا کہ جس بحر و قافیہ مین فرمائش کیجاتی بیک مجلس تھوڑی دیر مین فی البدیہہ اشعار و قصائد کہتے تھے، ان کی عام علمی قابلیت اس درجہ بلند تھی کہ فرشتہ لکھتا ہے،

"درہمان وقت ہر مسئلہ مشکل راکہ می پرسیدند جواب میداد	اور اسی وقت (شعر گوئی) مین جس مشکل سے مشکل مسئلہ کو پوچھا جاتا برجستہ جواب دیتے تھے،

شاہانہ انعام و حوصلہ افزائی

سلطان زین العابدین ان مختلف قسم کے ارباب کمال کی حوصلہ افزائی کیا کرتا تھا. اس عہد مین آج کی طرح ہر فن کیلئے علحدہ علحدہ درسگاہون کے قیام اور حکومت کی طرف سے ان کے لئے تعین وظائف کا دستور نہ تھا، بلکہ یہی طریقہ رائج تھا کہ ارباب کمال کو شاہانہ وظائف و عطایا ملتے تھے اور وہ فارغ البال ہوکر اپنے اپنے فن کی ترقی و توسیع اور اشاعت و ترویج کرتے اور دوسرون کو ان کی تعلیم دیا کرتے تھے، فارسی تاریخی کتابون مین اس قسم کے انعامون کی تفصیل بہت کم ملتی ہے، ان مواقع پر قدیم مورخین بالعموم اجمال سے کام لیتے ہین، چنانچہ سلطان زین العابدین کے ان انعامات کے متعلق فرشتہ نے بھی اجمال ہی سے کام لیا ہے، مثلاً سوم اور بودی بٹ کے کارنامون کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے، "نوازشہا یافت" ملا عودی کی نسبت لکھتا ہے،

سلطان نوازشہا فرمودہ انعام بسیار داد	سلطان نے بہت نوازش کی اور بڑا انعام دیا،

ملا جمیل کے متعلق لکھتا ہے:

ہر سال چندان قدیملا جمیل می داد کہ شرح ان مقدور نیست	سلطان ملا جمیل کو ہر سال اتنے روپیہ دیتا تھا کہ اسکا بیان کرنا آسان نہین ،

اور بھی چند عبارتین اسی مجمل طرز بیان کی مسطور ہین جنکو اس موقع پر نقل کرنا ضروری نہین معلوم ہوتا ،

تعمیرات وزراعت سلطان زین العابدین کو تعمیرات وزراعت سے خاص شغف اور دلچسپی تھی فرشتہ لکھتا ہے

واکثر اوقات او بہ تعمیر ولایات وتکثیر زراعات وبر آمدن آبہا معروف میگشت	اس کا زیادہ وقت شہرون اور عمارتون کی تعمیر زراعت کی ترقی وتکثیر اور نہرون کے کھدوانے مین
،، ،، ،، ،، ،، ،،	صرف ہوتا تھا ،

چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت مین شہر اور قصبے بسائے ، عمارتین بنوائین ، پل بندھوائے ، کنوئین کھدوائے اور سرائین قائم کین ، فرشتہ لکھتا ہے ،

وسلطان نزدیک بکوہ ماران جوئے آوردہ	سلطان نے کوہ ماران کے قریب نہر نکلوائی اور
شہر نو بنا کردہ آبادانی تا پنج کروہ راہ بودہ	ایک نیا شہر آباد کیا جسکی آبادی کا سلسلہ کم وبیش
برین قیاس شہر ہائے دیگر معمور ساخت	دو کوس تک پھیلا ہوا تھا اس کے علاوہ اسی
،، ،، ،، ،،	طرح کے اور دوسرے شہر بھی آباد کئے ،

کشمیر کے مشہور تالاب مین جسکا نام اولر ہے سلطان نے ایک عظیم الشان عمارت بنوائی ، تالاب کے وسط مین یہ عمارت اس طرح بنائی گئی کہ پہلے لکڑی کے چوکھٹے بھاری بھاری ترشے ہوئے پتھرون سے بھر کر تالاب مین ڈالے گئے اور جب اس طرح یہ پتھر کی زمین سطح آب سے قریب قریب دس گز بلند ہو گئی تو اس پر عمارت قائم کی گئی ، پانی کی سطح پر اس سنگی چبوترے کا طول وعرض دو دو سو گز تھا ، سلطان نے اس عمارت کے ساتھ ایک مسجد بنوائی اور باغ لگایا اور اس عمارت کا نام زین لنکا رکھا اور مسجد

اور دوسری عمارتون کے لئے کچھ جائداد وقف کردی،

سلطان نے دوسری عمارت پایۂ تخت مین بنوائی، یہ عمارت بارہ منزل کی تھی، اس بلند و رفیع عمارت کی بعض منزلون مین بڑے ہال، پچاس متوسط کمرے اور چھوٹی چھوٹی کوٹھریان تھین، یہ پوری عمارت صرف لکڑی کی تھی، فرشتہ لکھتا ہو کہ اس وقت اس پایہ کی عمارتین مشرقی ممالک مین صرف چند تھین مثلاً سلطان یعقوب کا محل تبریز مین جسکا نام ہشت بہشت تھا یا کوشک باغ سفید ہرات مین،

سلطان زین العابدین نے اپنے حدود سلطنت مین بکثرت نہرین کھدوائین اور ان پر پل بندھوائے زراعت کی ترقی و تکثیر کے لئے بہترین کوششین صرف کین، جو نئے شہر یا قصبے آباد کرائے وہان بے وطن اور غریب الدیار لوگون کے رہنے سہنے کا تمام سر و سامان کردیا، وہان علماء و فضلاء متعین کئے ان مقامات پر مسافر اور نو وارد لوگون کے قیام و طعام کا انتظام بھی حکومت کی طرف سے ہوتا تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و در کالپور وغیر آن، آبہا از دور آوردہ جویہا	کالپور اور اس کے علاوہ دوسرے مقامات مین نہرین
می کند و پلہا می بست و زراعتہا بسیار می فرمود	نکلوائین پل بندھوائے اور زراعت کو بیحد ترقی
و در مواضعیکہ خود آبادان کردہ بود علماء و	دی سلطان نے جو نئے مقامات آباد کئے وہان
فضلاء و غرباء را متوطن می ساخت تا مردم	علماء و فضلاء اور دوسرے طبقہ کے لوگون کو بسایا
آئندہ و روندہ را طعام می دادہ باشند و ہرچہ	اس کا بھی انتظام کیا کہ اس رستہ سے آنیوالے
محتاجان را درکار باشد از نقد و جنس از ان	جانیوالے مسافرون کو وہان کھانا دیا جائے،
جنس صرف می کردہ باشند	اور غریبون محتاجون کو نقد یا جنس جس چیز کی
" " " "	ضرورت ہو برابر دی جائے،

اس قسم کے انتظام کا اثر ملک کی آبادی و خوشحالی پر کیا پڑا ہوگا، اس کا کسی قدر اندازہ فرشتہ کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے،

ودر مملکت کشمیر ہیچ زمینے بے آب و زراعت
نماند مگر جائیکہ علم سلطان بآن نرسید

ملک کشمیر کا کوئی حصہ بے آب و زراعت نہ ہا مگر ہان
شاید وہ حصہ جسکا علم بادشاہ کو نہ ہوا ہو،

قحط مین رفع مصائب | سلطان زین العابدین کے آخری عہد حکومت مین سخت قحط پڑا، تمام مملکت کشمیر مین زراعت اور پیداوار کا نام ونشان تک نہ تھا، لوگون کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ سونے اور چاندی کی بڑی بڑی مقدار کے مقابلہ مین غلہ کی تھوڑی سے تھوڑی مقدار کو لینا غنیمت سمجھتے تھے، غریب اور کم استطاعت طبقہ کے لوگ کچے اور بدترین قسم کے پھلون کو بھوک کی تکلیف رفع کرنے کے لئے کھاتے اور ان کی پیدا کردہ خرابیون کی وجہ سے اپنی جانین دیتے تھے اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو اس قسم کے پھل بھی نہ پاتے تھے اور بھوک کی شدت اور تکلیف سے بالآخر مرجاتے تھے، سلطان ان حالات کی وجہ سے بیحد ملول وغمگین رہتا تھا، اور جو کچھ تدبیرین اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے اس کے قبضۂ واختیار مین تھین سب کو کام مین لاتا تھا۔ چنانچہ اس نے عام حکم دیا کہ شاہی وسرکاری غلہ کے انبار جس قدر اور جہان کہین ہین وہ سب رعایا مین تقسیم کردئے جائین، سلطان نے اس سال اصل خراج ملکی مین سے بھی بڑی مقدار رعایا کو معاف کردی یہانتک کہ بعض حصۂ ملک مین اصل خراج مین سے صرف ایک چوتھائی اور بعض حصون مین صرف اس کا ساتوان حصہ وصول کیا گیا بقیہ خراج بالکل معاف کردیا گیا،

شہزادونکی مخاصمت وخانہ جنگی

سلطان کے تین لڑکے تھے، بڑے کا نام آدم خان، منجھلے کا حاجی خان اور چھوٹے کا بہرام خان تھا، انمین حاجی خان سب سے زیادہ ماں باپ کو عزیز ومحبوب تھا اور آپس مین بڑے اور منجھلے بھائی کے درمیان سخت نزاع واختلافات تھے، جس زمانہ مین آدم خان نے تبت فتح کیا سلطان کی نگاہ مین اسکی محبوبیت بڑھگئی تھی چنانچہ اس کو اپنے ساتھ پایۂ تخت مین رکھا اور باہمی اختلافات کی وجہ سے منجھلے شہزادہ حاجی خان

کو وہان رکھنا مناسب خیال کیا اور اس کو لوہر کوٹ کا حاکم مقرر کرکے وہان بھیجدیا کچھ دنون بعد بعض ناعاقبت اندیش مشیرون کے مشورہ مین آکر حاجی خان سلطان کی طلب و اجازت کے بغیر لوہر کوٹ سے کشمیر کے لئے روانہ ہوگیا یہ دیکھکر پہلے سلطان نے اس کو آنے سے منع کیا اور نصیحت آمیز طریقہ پر اس حرکت سے روکا لیکن اس کا کوئی اثر نہوا، اب سلطان نے فوجی طاقت سے کام لیا اور اس کو روکنے کے لئے فوجین روانہ کین، یہ دیکھکر حاجی خان اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور پشیمان ہوکر عذر خواہانہ سلطان زین العابدین کی خدمت حاضر ہونا چاہا لیکن چند خود غرض و واقعہ طلب اشخاص نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بیٹے مین جنگ چھڑ گئی، شاہزادہ آدم خان اس جنگ مین باپ کا دست و بازو تھا، دن بھر کی سخت لڑائی کے بعد حاجی خان نے شکست کھائی۔ اور وہ مغلوب ہوکر ہیرہ پور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہوا، آدم خان نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے لشکر کے بہت سے سپاہیون کو قتل کیا اور چاہتا تھا کہ جب تک حاجی خان کو گرفتار نہ کرے اس وقت تک دم نہ لے، لیکن خود سلطان نے اس کو تعاقب کرنے سے روک دیا، سلطان نے اس فتح و کامیابی کے بعد حاجی خان کی فوج کے قیدی سپاہیون، اپنے در پردہ مخالفون اور دلداداؤن کے قتل کئے جانے کا حکم دیا، سلطان نے علاقہ کامراج بھی آدم خان کے سپرد کیا اور اس کو اپنا ولیعہد متعین کیا اور اس کے بعد مسلسل چھ برس تک آدم خان کا جاہ و اعتبار سلطان اور رعایا کی نظر مین ترقی کرتا گیا، لیکن پھر خود اسکی ظالمانہ حرکتون نے اس کو اس پایۂ اعتبار سے نیچے گرادیا اور وہ اس طرح کہ ولایت کامراج مین آدم خان نے طرح طرح کے ظلم و فساد شروع کئے اور جو کچھ جس کے پاس پایا چھیننے لگا، لوگون نے اس کے مظالم سے تنگ آکر سلطان زین العابدین کے دربار مین دادخواہی کی، سلطان نے پہلے اسکو بہت کچھ نصیحتین کین لیکن موثر نہ ہوئین، اب اس کے ظلم و تمرد کی یہ حالت ہوگئی کہ خود سلطان جو احکام بھیجتا ان کی بھی پروانہ کرتا، ان سب سے بڑھکر یہ کہ اس نے قطب الدین پورہ کو اپنا مستقر قرار دیا اور کثیر التعداد لشکر جمع کرکے سلطان زین العابدین کی مخالفت شروع کی، سلطان نے اول اول نو ملاطفت الحیل آدمکو

اس کے ارادون سے باز رکھنا چاہا اور اسی درمیان مین اسکی حرکتون سے متوہم ہوکر منجھلے شہزادہ حاجی خان کو اطمینان وتسلی دیکر جلد سے جلد اپنے پاس آجانیکی ترغیب دی، چنانچہ جب وہ آرہا تھا تو اس کی خبر آدم خان کو لگ گئی اس نے فوراً ولایت کامراج سے نکلکر سرراہ اس سے جنگ کی اور حاجی خان کو شکست دیکر سوپور کو بہت بری طرح غارت وبرباد کیا، سلطان زین العابدین کو جب ان حالات کی اطلاع ملی تو اس نے اس فتنہ کو مزید ترقی سے روکدینے کے لئے ایک کثیر التعداد اور جرار لشکر آدم خان کی سزا وتنبیہ کی غرض سے روانہ کیا، آدم خان نے بھی اس لشکر کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی شروع ہوگئی لیکن اس جنگ مین آدم خان کی فوج کے بہترین جوانان جنگ آزما کام آئے اور آخرکار وہ مغلوب ہوکر بھاگ جانے پر مجبور ہوا، بدقسمتی یہ کہ جب وہ اور اس کا لشکر بھاگ رہا تھا تو دریائے بہت کا وہ پل جو سوپور کے سامنے واقع تھا، ٹوٹ گیا یا سلطان نے توڑ وادیا جسکی وجہ سے تقریباً تین سو اس کی فوج کے بہترین سپاہی غرق ہوگئے سلطان زین العابدین نے اس کامیابی کے بعد سوپور پہنچکر وہان کی رعایا کو بہت کچھ تسلی وتشفی دی، اس وقت دریائے بہت کے اس جانب سوپور مین سلطان زین العابدین اور اسکا لشکر مقیم تھا اور دوسری جانب کنارہ پر آدم خان اور اس کا لشکر اسی موقع پر سلطان کے حکم کے مطابق موضع نچپہ کی راہ سے حاجی خان بارمولہ پہنچا، سلطان نے حاجی خان کی پیشوائی کے لئے چھوٹے شہزادہ بہرام خان کو بھیجا، ان دونون بھائیون مین باہم بہت محبت والفت تھی، جب آدم خان کو حاجی خان کی آمد کی خبر ملی تو سخت خائف وغمگین ہوا، اور اب اپنی ناکامی کا یقین کرلینے کے بعد وہان سے نیلاب کی طرف بھاگ نکلا، اس کے فرار کے بعد سلطان زین العابدین شہزادہ حاجی خان کو لیکر پایۂ تخت کو لوٹا اور اس کے ساتھ بید التفات ومحبت ظاہر کرکے اس کو ولیعہد حکومت مقرر کیا، شہزادہ حاجی خان نے بھی بہت اخلاص وادب کے ساتھ خدمتگذاری کی اور پچھلی تقصیرات کی تلافی کردی، سلطان نے ایک مجوہر درمرصع تلوار اس کو عنایت کی اور اس کے ساتھیون، خادمون اور سپاہیون کو منصب اور جاگیرین عطا کین لیکن آخر آخر مین سلطان شاہزادہ حاجی خان

سے بھی ناراض ہوگیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ بکثرت شراب پیتا اور سلطان کی پدرانہ نصیحتون پر عمل نہ کرتا تھا۔ اسی زمانہ مین سلطان زین العابدین کو اسہال وموی کا مرض لاحق ہوگیا جو بعد کو برابر بڑھتا ہی رہا اور اسکی وجہ سے سلطنت کے کاروبار مین بڑا خلل پڑگیا بعض امرائے حکومت نے دربردہ آدم خان کو آنے اور سلطان سے ملنے کا موقع دیا وہ سلطان کی خدمت مین حاضر ہوا لیکن اس نے اسکی طرف کوئی توجہ نہین کی. آدم خان نے یہان اپنے بھائیون سے ملکر صلح کرلی اور امرا و اعیان حکومت سے عہد و پیمان لیا، ان امرانے سلطان کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کی کہ سلطنت کے تمام کاروبار معطل پڑے ہین ملک تباہ و برباد ہورہا ہے آپ شاہزادون مین سے جسکو پسند کرین اپنا جانشین مقرر فرمائین سلطان نے ان کے اس مشورہ کو قبول نہ کیا بلکہ معاملہ کو تقدیر و رضائے الہی پر چھوڑ دیا، اتفاق یہ کہ اسی زمانہ مین ایک مرتبہ تینون شہزادے ایک مجلس مین جمع ہوئے، چھوٹے شہزادہ بہرام خان نے اس موقع پر کچھ ایسی گفتگو کی جسکی وجہ سے آدم خان اور حاجی خان مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا اور دونون نے پچھلی صلح و مصالحت اور عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھدیا، آدم خان نے سلطان سے اجازت رخصت لیکر اسی وقت قطب الدین پورہ کی راہ لی ادھر آدم خان کی روانگی کے بعد حاجی خان اور بہرام خان نے ملکر اسکی بیخکنی کا تہیہ کرلیا چنانچہ اب باقاعدہ آدم خان سے جنگ شروع ہوگئی اس درمیان مین آدم خان ایک رات کو تنہا سلطان کی عیادت کے لئے اپنی فوج کو شہر کے باہر چھوڑ کر محل سلطانی مین داخل ہوا اور رات بھر دیوانخانہ مین رہا، اسی رات کو حسن خان کچی جو کشمیر کے سربرآوردہ و مقتدر امرار و اعیان سلطنت مین سے تھا اس نے حاجی خان کیلئے دوسرے امرار و ارکان سلطنت سے بیعت لی چنانچہ اب باقاعدہ حاجی خان دیوانخانہ مین داخل ہوا اور نیز سلطانی حویلیہ پر قابض ہوگیا، اس نے کثیر التعداد فوج مہیا کرلی اور قلعہ کے باہر اپنا لشکر جمع کردیا، اس طرح حاجی خان کی کامیابی دیکھکر آدم خان بالکل مایوس ہوگیا اور اب اس نے بارہمولہ کی راہ سے کشمیر چھوڑ کر ہندوستان کی راہ لی، اسی زمانہ مین اس کے نوکرون نے بھی اس سے بیدل ہوکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور حاجی خان کے

کے امراء مین سے ایک امیر زین لاڈک نام نے اس آخری موقع پر بھی اس کا تعاقب کیا لیکن اس بہادر جنگجو نے اس کا خوب خوب مقابلہ کیا اور اس کے بہت سے عزیزون اور بھائیون کو تہ تیغ کرتے ہوئے کشمیر کو خالی کر دیا،

سلطان کی موت

سلطان زین العابدین بستر علالت پر تھا، اسکی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ شاہزادون کی باہمی مخاصمت و مخالفت کی خبرین اسکی روح کو اور زیادہ صدمے پہنچا کر مرض کی تقویت و استیلاء کا ذریعہ بنگئی تھین، امراء و اعیان سلطنت مستعدی کے ساتھ اسکی خدمت گذاری مین مشغول تھے، وہ شاہزادون کے فتنہ و فساد کے خیال سے ان کو اسکا موقع نہ دیتے تھے کہ سلطان کی عیادت کیلئے جائین، رعایا کی تسکین و تسلی کی غرض سے کبھی کبھی سلطان کو کسی بلند و نمایان مقام پر بٹھاتے تھے تاکہ سب لوگ دور سے اس کو دیکھ سکین، اور اس طرح ملک کی حفاظت و صیانت کیلئے مناسب تدبیرون کو کام مین لاتے تھے سلطان کا مرض جب اور زیادہ ترقی کر گیا تو یہ حالت ہو گئی کہ وہ مطلقاً کوئی غذا نہ کرتا تھا اس کے حواس معطل ہو گئے تھے اکثر بے ہوش و حواس رہتا تھا چنانچہ کبھی تمام تمام رات اور تمام تمام دن بیہوش پڑا رہتا یہانتک کہ بالآخر ۸۷۷ھ مین انتر برس کی عمر اور ۵۲ برس کی مدت حکمرانی کے بعد اس جہان فانی کو چھوڑ کر عالم بقا مین پہنچ گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون،

عادات و اخلاق اور دوسرے عام حالات

باوجود فراوانی اسباب عیش و نشاط سلطان زین العابدین اپنی اخلاقی حیثیت سے ایک پارسا مزاج و زاہد خو شخص تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و پارسائی او بحدے بود کہ عورت بیگانہ را	اس کی پارسائی اس حد تک تھی کہ غیر کی عورت
بجائے مادر و خواہر خویش تصور مینمود و ہیچ	کو اپنی مان اور بہن تصور کرتا تھا اور کبھی طرح

و بہ صورت نداشت کہ دوے نامحرم و یا در	بھی جائز نہ رکھتا تھا کہ کسی نامحرم عورت یا غیر کی
مال غیر بنظر خیانت طمع کند،	دولت و ثروت کو خیانت اور بدی کی نگاہ سے
〃 〃 〃 〃	دیکھے اور اسکا لالچ کرے،

دنیا اور اسباب دنیا سے اسکی وارستگی کی شہادت فرشتہ ان لفظون مین دیتا ہے،

دگذشتگی و وارستگی او از دنیا برتبہ بود کہ	دنیا سے وارستگی اس درجہ تھی کہ باوجود حشمت
بآن علو شان و حشمت و شوکت اصلا تعلق	و شوکت اسباب سلطنت سے کوئی تعلق
باسباب سلطنت نداشت و در مقام جمع	نہ رکھتا تھا اور وہ کبھی خزانون کے جمع کرنے
نمودن خزائن نبود،	کی فکر مین پڑا،

وہ نرم خو اور رحم دل تھا اس لئے اگر کبھی کسی سے خفا اور ناراض ہوتا تو یہ ضرور نہ تھا کہ اس کی سزا کرتا اس کا طرز عمل یہ تھا کہ جب کسی پر غضب و غصہ کرتا تو اس کو کسی بہانہ سے دور دراز ملک مین بھیج دیتا تھا اور اس طرح جس شخص سے وہ ناراض ہوتا اس کو اسکی ناراضی کی خبر تک نہ ہونے پاتی، اس کی نرم خوئی و رحم دلی انسانون ہی تک محدود نہ تھی بلکہ حیوانات پر بھی وہ مہربان تھا فرشتہ لکھتا ہے،

و بہ مہربانی کہ داشت مردم را حکم بمنع شکار	مہربانی کی وجہ سے اس نے ممانعت کر دی
فرمود تا جانوران کشتہ نشوند،	تھی کہ کوئی شکار نہ کھیلے تاکہ جانور مارے نہ جائین

اس کی ایک عجیب عادت یہ تھی کہ

در ماہ مبارک رمضان گوشت نمی خورد (فرشتہ)	رمضان المبارک کے مہینے مین گوشت نہین کھاتا تھا

وہ طبعاً مسالمت پسند اور روادار تھا، اس لئے ہر مذہب اور ہر گروہ کے اشخاص کی عزت و محبت کرتا تھا، اس کی مجلس مین مسلمان اور ہندو دونون جماعت کے تعلیم یافتہ اور باکمال افراد شریک بزم ہوتے تھے، فرشتہ لکھتا ہے:

"با جمیع طوائف مردم صحبت میداشت و چون کسب علوم و فنون کردہ بود ہمیشہ مجلس او پر از دانایان مسلمان و ہندو می بود"

ہر گروہ کے افراد کے ساتھ صحبت رکھتا تھا اور چونکہ اس نے علوم و فنون سیکھے تھے اس لئے اسکی مجلس مسلمان اور ہندو تعلیم یافتہ وارباب کمال اشخاص سے ہمیشہ بھری رہتی تھی،

وہ جس طرح علماء اسلام کے ساتھ خلوص و عقیدت رکھتا تھا اسی طرح ہندو قوم کے جوگیوں کی عزت و محبت بھی کرتا تھا، فرشتہ لکھتا ہے،

"و سلطان در تعظیم او و جمیع علمائے اسلام تقصیر نمی کرد و می گفت کہ اینہا مرشد و قبلۂ ما اند و ما را از ضلالت برآوردہ ہدایت رسانیدہ اند و ہمچنین احترام جوگیان نیز می نمود کہ اینہا مرتاض و غریب اند و نظر بعیب ہیچ طائفہ نمی کرد کہ ہمین منظور او بود"

تمام علمائے اسلام کی تعظیم کرتا تھا اور کہتا تھا یہ ہمارے قبلہ و مرشد ہیں گمراہی سے بچا کر انھوں نے ہمیں ہدایت کی راہ پر لگایا ہے، وہ جوگیوں کا بھی احترام کرتا تھا اور کہتا کہ یہ لوگ بے نفس و مرتاض ہیں، کسی گروہ کی عیب جوئی نکرتا تھا کہ اس کو یہی دل سے پسند تھا،

اس کی فراست و دانائی کے متعلق فرشتہ لکھتا ہے کہ

"فراست و بزرگی بمرتبہ داشت کہ ہر نوع قضیہ و مشکلے را کہ عاقلان از حل آن عاجز می شدند سلطان در بدیہہ تفصیل می ساخت"

اس درجہ عاقل و دانا تھا کہ جس مشکل کے حل اور جس قضیہ کے فصل سے تمام عقلمند و تجربہ کار لوگ عاجز رہجاتے سلطان اُن کی آن میں فیصل کردیتا تھا،

اس کے بعد فرشتہ نے استشہاداً یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے اپنی سوت کو بدنام و رسوا کرنے اور اس طرح اپنے دل کے آتشِ حسد کو بجھانے کی غرض سے خود اپنے ننھے سے بچہ کو مار ڈالا اور

اس کا الزام اپنی سوت کے سر رکھا، جب یہ مقدمہ دربار سلطانی مین آیا تو پہلے سلطان نے اس کو عقلائے دربار کے سپرد کیا لیکن سب کے سب اس کو فیصل کرسکنے سے عاجز رہے بالآخر سلطان نے اس کو خود اس طرح فیصل کیا کہ پہلے اس نے سوت کو جس پر الزام لگایا گیا تھا طلب کیا اور الگ لیجا کر اس سے کہا کہ اگر تو نے واقعتاً اس بچہ کو قتل کیا ہو تو سچ سچ مجھ سے اقرار کرلے اگر تو نے صحیح اقرار کرلیا تو یقین رکھ کہ تجھکو معاف کردونگا ورنہ ذرہ بھی غلط بیانی سے کام لیا تو سخت ترین سزا دونگا، عورت نے جواب دیا کہ آپ جو چاہین سزا دین لیکن سچ یہ ہو کہ مین اس بچہ کے قتل کرنے والے کو نہین جانتی، دیر تک ترغیب و ترہیب کے بعد سلطان نے آخر مین اس سے کہا کہ اچھا، اگر تو نے قتل نہین کیا اور تو اس تہمت سے بری ہو تو چل اپنے تمام کپڑے اتار دے اور ننگی تمام آدمیون کے سامنے سے ہو کر اپنے گھر کو چلی جا، تاکہ تمام لوگ جان لین کہ تو اس خون کی تہمت سے بری ہے، عورت نے یہ سنکر شرم سے سر جھکا لیا اور عرض کی اگر مجھکو قتل کردیا جائے تو یہ اس بیحیائی سے ہزار درجہ بہتر ہے کیا قتل وخون کی یہ جھوٹی تہمت میری رسوائی کے لئے کافی نہین ہو؟ کہ مین اس بیحیائی و بے شرمی کے فعل کا ارتکاب کرون، یہ جواب پاکر سلطان نے اس کو چھوڑ دیا، اور مدعیہ کو بلوایا اور بالکل یہی گفتگو اس سے بھی کی اس نے کہا اگر میری سوت اس بچہ کی قتل کرنیوالی نہو تو اس کے عوض مجھے قتل کردیا جائے، سلطان نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنے دعوے مین سچی ہو تو تمام اہل مجلس کے سامنے ننگی ہوجا، یہ سنتے ہی وہ فوراً ایسا کرنے کے لئے امادہ ہوگئی اور چاہتی تھی کہ اپنے کپڑے اتار ڈالے، یہ دیکھکر سلطان نے ایسا کرنے سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جرم اسی مدعیہ کا ہو اس نے صرف اپنی سوت کے استیصال کی غرض سے ایسا کیا اور اس کا الزام اس کے سر رکھا، اس فیصلہ کے بعد سلطان کے حکم سے چند کوڑے اس کو لگائے گئے اب اس نے قتل کا اقرار بھی کیا اور اس اقرار کے بعد وہ آخر اپنے جرم کی اس سزا کو پہنچی جسکی وہ مستحق تھی،

ایک عجیب واقعہ سلطان زین العابدین کے سلسلہ واقعات زندگی مین یہ واقعہ خاص طور پر عجیب و قابل

ذکر ہے، کہ ایک مرتبہ سلطان کو ایک سخت مرض ہو گیا جس مین نقاہت اور کمزوری اس درجہ ہوگئی تھی کہ بستر پر جنبش وحرکت کر سکنے سے بھی معذور تھا، تمام لوگ سلطان کی زندگی وصحت کی طرف سے مایوس ہو چکے تھے، اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک جوگی آیا، اس نے سلطان کی بیماری کا حال سنکر امراء و اعیان حکومت تک رسائی حاصل کی اور ان سے کہا کہ آپ سب لوگ سلطان کی زندگی سے مایوس ہو چکے ہین مین ایک ایسا علم جانتا ہون جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری کو اپنی طرف منتقل کر سکتا ہون اور اس کے بعد سلطان کو بالکل صحت ہو جائیگی، آپ لوگ مجھے پہلے سلطان کے پاس لیچلین تاکہ مین دیکھون اور کوشش کرون، یہ سنکر امرائے دربار اس کو سلطان کے پاس لے گئے، جوگی نے اس کو دیکھکر کہا کہ بیماری بہت سخت ہے تاہم مین اپنا عمل کرونگا مجھے کامیابی کی امید ہے آپ حضرات میرے ایک چیلہ کو میرے پاس رہنے کی اجازت دین اور کمرہ کو بالکل خالی کر دین اور جب تک مین عمل کرتا رہون کوئی ادھر نہ آنے پائے، امرانے چیلہ کو آنیکی اجازت دی، کمرہ کو بالکل خالی کر دیا جوگی نے اپنا عمل شروع کیا جس کے ذریعہ سے سلطان کی بیماری جوگی کی طرف منتقل ہوگئی اب سلطان صحیح تھا اور جوگی بیمار، اس کی بالکل وہی حالت ہوگئی جو سلطان کی تھی، جوگی نے اسی حالت مین اپنے چیلہ سے کہا کہ امرا کو خبر دو سلطان کو صحت ہوگئی اور مجھے نہایت احتیاط کو ساتھ اٹھا کر میری قیامگاہ کو لیچلو، اور وہان اثنائے علالت مین کتّے، بلّی اور دوسرے حیوانات کے صدمہ و آسیب سے میری حفاظت کرتے رہو، تاآنکہ مین بھی بالکل صحیح و تندرست ہو جاؤن، یہ سنکر جوگی کے چیلہ نے امرا کو خبر کی اونھون نے آکر سلطان کو صحیح و تندرست پایا تو سبکے سب حیران وششدر رہگئے، جوگی کو اٹھا کر اس کا چیلہ اسکی قیامگاہ کو لیگیا اور سلطان اور اس کے امراء و اعیان حکومت نے صحت کی بیحد خوشی منائی اور بہت کچھ صدقات اور خیرات محتاجون اور فقیرون مین تقسیم کی۔

ہمعصر سلاطین و امراسے تعلقات

سلطان زین العابدین کی نیکنامی اور حسن شہرت نے اس کے معاصر سلاطین و امرا کو اسکا مشتاق

کو رویہ بنادیا تھا چنانچہ فرشتہ نے تصریح کی ہو کہ وہ اس کے ملنے کے آرزومند رہتے تھے، اس کے تعلقات اخلاص و دوستی کے دائرہ مین ہندوستان کے باہر کے سلاطین و امرا بھی داخل تھے اور ان مین سب سے زیادہ مخصوص و استوار روابط معاصرت خاقان سعید ابو سعید شاہ سے تھے ان دونون کے درمیان ہدایا و تحائف کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا خاقان ابو سعید خراسان سے عربی گھوڑے، عمدہ خچر، اور قوی ہیکل اونٹ بھیجا کرتا تھا اور ادھر سے سلطان زین العابدین اس کے مقابلہ مین زعفران، کاغذ، مشک، عطر و گلاب، سرکہ، کشمیری شالین اور شیشے کے برتن خاقان کے پاس بھیجا کرتا تھا،

اس قسم کے تحائف مین سے دو جانور خاص طور پر قابل ذکر ہین جو راجہ تبت نے سلطان زین العابدین کو بھیجے تھے، یہ جانور تبت کے ایک مشہور تالاب مین پائے گئے تھے جس کی یہ خصوصیت تھی کہ اس کا پانی کبھی خراب و متغیر نہین ہوتا تھا ان جانورون کا نام راج ہنس تھا وہ نہایت خوشنما و خوبصورت تھے اور ان کی یہ عجیب و غریب خصوصیت تھی کہ ان کو دودھ مین پانی ملا کر جب کھانے کے لئے دیتے تھے تو وہ اپنی چونچ کے ذریعہ اس مین سے دودھ کے تمام اجزا کو کھا لیتے تھے اور خالص پانی کو چھوڑ دیتے تھے،

نظریۂ اضافیت

(۲)

از جناب مولوی نصیر احمد صاحب بی، ایس، سی، استاذ طبیعیات جامعۂ عثمانیہ

نظریۂ اضافت پر جو عظیم الشان لٹریچر مغرب مین پیدا ہو گیا ہو اس کی ادنیٰ سی مثال ایک یہ ہو کہ دو برس ہوئے امریکہ کے رسالہ" سائینٹفک امریکن" نے اس نظریہ کو انعامی قرار دیکر اس پر متعدد مضمون لکھوائے، امریکہ کے ایک علم دوست مخیر نے ۵۰۰۰ ڈالر (تقریباً ۱۵۴۲۵ روپیہ) کا انعام بہترین مضمون لکھنے والے کو دیا، مضمون کا انتخاب ماہرین فن کی ایک مختصر سی جماعت نے انجام دیا، نظریہ کی اس اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے گذشتہ مضمون[1] "مشتے نمونہ از خروارے" ہے، اس صحبت مین ارادہ ہے کہ نظریہ کے مختلف پہلوؤن پر اور مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی جائے،

گذشتہ صحبت مین ہم نے یہ ذکر کیا تھا کہ پروفیسر **آئنسٹین** جاپان مین مدعو کئے گئے تھے، چنانچہ اسی دعوت کی بناپر وہ ہندوستان ہوتے ہوئے جاپان تشریف لے گئے، بمبئی مین اونھون نے اتنا قیام کیا تھا کہ وہان ایک لکچر اس نظریہ پر دے سکے، جاپان مین جب پہونچے تو ان کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا گیا، جس جاپانی عالم نے مناظرہ کا ارادہ کیا تھا وہ ایک نوجوان شخص ہے، اوس نے بالآخر اپنے ایک معمر استاد کی فہمایش پر مناظرہ سے احتراز کیا اور پروفیسر موصوف کے سامنے سر تسلیم خم کردیا، کہ اوس کے دلائل خود اوس کے استاد کی نگاہ مین یکسر بازیچۂ اطفال سے زیادہ نہ تھے، اور اس کے مقابلہ مین پروفیسر موصوف کے دلائل زیادہ تر مستحکم اور قوی ہین، اس تمہید کے بعد ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہین،

[1] دیکھو معارف دسمبر ۱۹۲۲ء،

اضافیت، اضافیت کا مفہوم جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا تھا کوئی نیا مفہوم نہین ہے، فلسفی مدت سے مانتے آئے ہین، لیکن ان سب کی نظر مسئلہ کی کیفیت پر رہی، کمیت پر صرف آئنسٹین نے توجہ کی اور بالآخر ہر طرح سے مکمل کرکے اس کو ایک نظریہ کی صورت مین پیش کیا، یہی اس کا اصل کارنامہ ہی؛

ہر مشاہدہ مین دو فریق ہوتے ہین، ایک مشاہِد یعنی دیکھنے والا اور دوسرا مشاہَد یعنی جو کچھ دیکھا جائے،

جو کچھ کہ ہم دیکھتے ہین وہ محض شئے مرئی پر منحصر نہین ہی بلکہ خود ہمارے حالات پر بھی منحصر ہے، یعنی ہمارے مقام، ہماری حرکت، اور ہمارے ذاتی خبط پر بھی بہت کچھ اس کا انحصار ہے، قبسا اوقات محض بہ تقاضائے فطرت یا بعض اوقات بالارادہ، ہم اس بات کی کوشش کرتے ہین کہ کسی طرح مشاہدہ مین سے اپنی انانیت حذف کردین اور اس ربع مسکون کا ایک ایسا نقشہ کھینچین جو جملہ مشاہدین مین مشترک ہو، جیسے کبھی کبھی سمندر کے افق پر ایک چھوٹے سے داغ کو ہم ایک عظیم دخانیہ سمجھنے لگتے ہین، یا ریل گاڑی مین بیٹھے ہوئے کھڑکی سے ایک گائے کو اپنے پاس سے پچاس میل فی گھنٹہ کی شرح سے حرکت کرتے دیکھتے ہین، اور کہتے یہ ہین کہ وہ ساکن ہی، ہم تارون والے آسمان کو حرکت کرتا دیکھتے ہین اور فیصلہ یہ کرتے ہین کہ فی الحقیقت گردش زمین کر رہی ہے۔ اس طرح سے گویا ہم ایک ایسا نقشہ پیش کرنا چاہتے ہین جو کسی دوسرے سیارے پر رہنے والے مشاہد کے نزدیک بھی صحیح ہو،

اگر ہم اپنے معلومات کو ایک ہمہ گیر شکل مین پیش کرنا چاہتے ہین تو سب سے پہلا کام ہمارا یہ ہونا چاہیے کہ جملہ انفرادی حیثیات کو مٹاکر کسی خاص مشاہد کو معیار قرار دیکر اس کی اضافت مین ان حیثیات کو تحویل کرلین، دنیا کا نقشہ جو اس طرح سے حاصل ہوگا وہ بھی اضافی ہی ہوگا کیونکہ ہم نے مشاہد کا حصہ حذف نہین کیا ہی بلکہ صرف اس کا تعین کر دیا ہے،

ا Idiosyncracy

کسی مشاہد کے مشاہدے کو حذف کرنے میں سب سے بڑی دقت جو پیش آتی ہے وہ حرکت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اگر مشاہد کو مطلقاً سکون ہو تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے لیکن یہ امر ممکن نہین، ہر وہ مشاہد جس کو ہم ساکن سمجھتے ہین زمین کی حرکت مین شریک ہی، اور اِس لئے متحرک ہے، حرکت کے اس عجیب وغریب اثر کو ہم چند مثالون سے واضح کرنا چاہتے ہین۔

حرکت کی وجہ سے شے مین انقباض، زید و بکر دونون کسی دریا مین الگ الگ تیر رہے مین، اگر بالفرض دریا شرقاً غرباً بہہ رہا ہے اور زید شرقاً غرباً . . اگز آگے جائے اور بکر شمالاً جنوباً اسی طرح . . اگز طے کرے، تو بتلائیے کہ دونون مین کس کو زیادہ وقت درکار ہوگا،

جاتے وقت دریا کی لہر زید کے خلاف عمل کرتی ہے اسی لیئے زید کو زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے، لوٹتے وقت لہر زید کے موافق ہو جاتی ہی اس لیئے وہ جلد تر واپس آجاتا ہی، بکر کے راستے مین بھی لہر حائل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو بھی کسیقدر قوت لہر کے ساتھ ساتھ جانے سے بچنے کے لیئے صرف کرنا پڑتی ہی لیکن ہر تیراک یہی کہے گا کہ زید کو زیادہ مزاحمت پیش آتی ہے،

اس کو ایک عددی مثال سے یون سمجھئے کہ تیراک کی رفتار ۵۰ گز فی دقیقہ ساکن پانی مین ہے اور اور لہر کی رفتار ۳۰ گز فی دقیقہ ہے، تو زید کی رفتار لہر کے خلاف صرف ۲۰ گز (۵۰ - ۳۰) اور لہر کی سمت مین ۸۰ گز (۵۰ + ۳۰) گز فی دقیقہ ہی، جاتے مین زید کو ۵ دقیقے لگتے ہین اور آتے وقت ۱$\frac{1}{4}$ دقیقہ، پس کل مدت ۶$\frac{1}{4}$ دقیقہ،

اب بکر کا حال سنئے، فرض کیجئے کہ وہ نقطہ ﻟ سے چلتا ہے اور اس کا مقصود نقطہ ب پر پہنچنا ہے تو اس مقصد کے حصول کے لیۓ اس کو نقطہ ج پر نظر رکھنا چاہیئے تا کہ لہر اس کو ہٹاتے ہٹاتے نقطہ ب پر لے آئے گویا اگر پانی ساکن ہوتا تو بکر فاصلہ ﻟ ج طے کرتا، اب
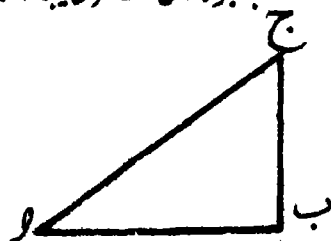
اس نے اوب طے کیا ہے، تو لہر کی وجہ سے جتنا فاصلہ زیادہ طے کرنا پڑا وہ ج ب ہے، اب اگر حسب سابق بکر اور دریا کی رفتار ۵۰ اور ۳۰ گز فی دقیقہ ہو تو وج اور ج ب مین ۵۰ اور ۳۰ کی نسبت ہونا چاہئے اب چونکہ مثلث اوب ج قایم الزاویہ ہے اس لئے اقلیدس مقالہ اول شکل ۴۷ کی روسے اوب مساوی ۴۰ گز کے ہوگا، چونکہ بکر ۵۰ گز طے کرتا ہے اس لئے اوج کا طول ۱۲۵ گز ہوا، اور اس فاصلہ کے لئے مدت ۲½ دقیقے ہوگی، واپسی کے لئے بھی ۲½ دقیقے درکار ہونگے، پس کل مدت ۵ دقیقہ ہوئی،

پانی اگر ساکن ہوتا تو مدت ۴ دقیقے ہوتی،

پس زید اور بکر ہر دو کی مسافت مین نسبت ۶¼ اور ۵ کی ہے،

یعنی نسبت $= 6\frac{1}{4} : 5$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{30}{50}\right)^2}}$$

کیونکہ

$$6\frac{1}{4} : 5$$

$$= \frac{25}{4} : 5$$

$$= \frac{25}{4} \times \frac{1}{5}$$

$$= \frac{5}{4} = \frac{1}{\frac{4}{5}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{\frac{16}{25}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\frac{9}{25}}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\frac{3^2}{5^2}}} = \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{3}{5}\right)^2}}$$

$$= \frac{1}{\sqrt{1-\left(\frac{30}{50}\right)^2}}$$

نسبت کو اِس طرح لکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہی کہ اِس نسبت کا انحصار دریا کی رفتار اور تیراک کی رفتا

کی نسبت یعنی [illegible] پر ہے،

انہی اصولون کی بنا پر ۱۸۸۱ء مین امریکہ مین ایک بہت ہی مشہور تجربہ ترتیب دیا گیا، اِس تجربہ مین تیراک نور کی ایک لہر تھی اور ہم جانتے ہین کہ مادہ اثیر مین نور ۱۸۶،۳۳۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے تیرتا ہے، اثیر محل مین اس طرح جاری تھا جیسے کوئی دریا ساحل کے کنارے کنارے بہتا ہوا ایک ہلکی مجلا سطح سے جزئی انعکاس کے ذریعہ سے موج نور کے دو حصے کر دیئے گئے تھے، ایک حصہ زید کی طرح سمت دریا مین حرکت کرتا تھا، اور دوسرا بکر کی طرح شمالاً جنوباً جب ہر دو امواج اپنے اپنے منتہی تک پہونچ گئین تو وہ آئینون کی مدد سے مقام آغاز پر واپس کر دی گئین، اس مسابقت کا نتیجہ معلوم کرنے کے لئے خاص خاص مناظری آلات ترتیب دیئے گئے تھے، چونکہ نور موجون کا نتیجہ ہے اور ہر موج مثل آبی لہر کے اپنے اندر ایک اوج اور ایک حضیض یا ایک نشیب اور ایک فراز رکھتی ہے اسلئے دو موجون کے ملنے سے پتہ لگ سکتا تھا کہ کون جلد پہونچی اور کون دیر مین، یعنی اگر دیر مین پہونچی ہوگی تو ایک کا اوج دوسرے کے اوج سے مطابق ہونے کے بجائے اس کے حضیض پر منطبق ہوگا،

مائیکلسن اور **مارلے** انہی دو عالمون نے تجربہ کیا تھا، جب انھون نے یہ نتیجہ دیکھا کہ دونون موجین ایک ساتھ پہنچین تو اون کو بہت تعجب ہوا یہ صحیح ہے کہ اون کو اثیر کی سمت حرکت معلوم نہ تھی لیکن وہ اسی تجربہ کی مدد سے اس کو دریافت کر لینا چاہتے تھے، اس مشکل کو انھون نے اِس طرح دفع کیا کہ سمتین بدل بدل کر تجربے کئے، یہ بھی ممکن تھا کہ کسی خاص لحظے مین کوئی لہر ہو ہی نہین لیکن زمین کی رفتار ۱۸۱/۲ میل فی ثانیہ ہے جو سورج کے گرد اپنے سفر مین لحظہ بہ لحظہ سمت بدلتی رہتی ہے، پس سال بھر مین کسی وقت بھی اثیر مین ارضی محل کی رفتار ۱۸۱/۲ میل فی ثانیہ سے کم نہین ہو سکتی۔

اِس تجربہ مین اِس رفتار کی لہر سے بھی ایک موج کی تاخیر کا پتہ لگ جانا چاہیئے تھا، اور ۱۹۰۵ء مین **مارلے** اور **ملر** نے جب اِس تجربہ کو دہرایا تو اِس وقت صرف ۲ میل فی ثانیہ ہی کی اثیری لہر کافی تھی

سوال یہ ہے کہ جب دو دوڑنے والے ایسے ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے سمت رفتار ہو اور اس پر بھی وہ آخری منزل پر ایک ساتھ پہونچیں تو ظاہر ہے کہ ان دونوں نے برابر کے فاصلے نہ طے کئے ہونگے، اِس مشکل کو دور کرنے کے لئے تجربۂ بالا میں آلات کو ایک زاویہ قایمہ میں گھما دیا تاکہ جو حصہ شرقاً غرباً تھا وہ شمالاً جنوباً ہوجائے اور جو شمالاً جنوباً تھا وہ شرقاً غرباً ہوجائے، اب دوڑنے والی چیزوں (یعنی ہر دو سلسلۂ امواج) نے راستہ بدل دیا اس پر بھی نتیجہ وہی رہا۔ یعنی مقام آغاز دونوں ایک ساتھ پہونچیں

واضح رہے کہ آیندہ ہم شرقاً غرباً کو طولی سمت کہیں گے اور شمالاً جنوباً کو عرضی، مذکورۂ بالا عجیب وغریب نتیجہ کی سیدھی سی تاویل یہ ہے کہ ہر راستہ جب عرضی سے طولی وضع میں رکھا جاتا ہے تو خود بخود سمٹ جاتا ہی، پس آلات کا جو حصہ بھی طولاً رکھا جاتا ہی وہ فوراً چھوٹا ہوجاتا ہی،

ہم کو یہ فرض کرنا پڑتا ہی کہ آلہ کا کوئی سا حصہ جب اثیری رو کے لحاظ سے مختلف سمتوں میں گھمایا جاتا ہی تو اِس کے طول میں فرق آجاتا ہی، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مادہ کی نوعیت کا اِس تجربہ پر اثر نہیں پڑتا، خواہ دھات ہو، پتھر ہو یا لکڑی ہر قسم کے مادے کے لئے ایک ہی انقباض پیدا ہوتا ہے، جو دیر ہوتی ہی وہ اثیری رو کی رفتار اور نور کی رفتار کی نسبت پر منحصر ہے، اِس سے وہ انقباض بھی جو اِس دیر کی تلافی کر دیتا ہی متعین ہوجاتا ہے، سب سے پہلے اِس توجیہ کو فوجیرال[1] نے پیش کیا تھا، بعد میں لارمر اور لورینز کی تحقیقات نے اِس کی کافی تصدیق کی،

بہت سی صورتوں میں یہ انقباض بہت ہی قلیل ہوتا ہی،

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب رو کی رفتار تیراک کی رفتار سے ۱۲ اور ۵ کی نسبت میں ہو تو تعویق کی تلافی کے لئے $\sqrt{1-\left(\frac{[illegible]}{[illegible]}\right)^2}$ کے انقباض کی ضرورت ہی، زمین کی مداری رفتار نور کی رفتار کا $\frac{1}{10000}$ ہے، پس اِس سے $\sqrt{1-\left(\frac{1}{10000}\right)^2}$ یا $\frac{1}{200000000}$ (۲۰ کروڑ میں ایک حصہ) انقباض پیدا ہوتا ہے، اِس کے

[1] انگریزی میں Fitzgerald ہے۔

معنے یہ ہوئے کہ زمین کا قطر سمت حرکت مین ۲ ½ انچ کم ہوجاتا ہی،

مائیکلسن اور **مارلے** کا تجربہ اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانے مین ناکامیاب رہا، کیونکہ جس اثر کی امید تھی یعنی نوری موج کی تعویق وہ آلات کے مادے کے خود بخود انقباض سے پوری ہوگئی، اس سے بہتر برقی اور مناظری تجربات کئے گئے لیکن ان مین بھی اس تعویق کا پتہ نہ لگا، کیونکہ کہین نہ کہین اس کی تلافی ہوجاتی ہی، ہمارا اب یہ عقیدہ ہی کہ اشیار کی ماہیت ہی کچھ ایسی ہی کہ یہ تلافی خود بخود ہوجاتی ہی، پس اثیر مین ہماری حرکت کا پتہ لگانا امر محال ہی خواہ ہم ساکن ہون یا روشنی کی رفتار جیسی رفتار سے متحرک ہون ہمارے مشاہدات پر اس کا کوئی اثر مترتب نہ ہوگا،

چند تجربات جو کئے گئے ہین ان سے اس عام نتیجہ کا اخذ کرنا جسارت معلوم ہوگا، بالخصوص اس وجہ سے کہ ہم محدود رفتارون سے تجربہ کرسکتے ہین، اگر رفتارین عظیم ہون تو اختلاف بیّن طور پر معلوم ہوسکتا ہے لیکن اس تلافی کو تقریبی خیال کرنے کے بجائے قطعی خیال کرنے کے دیگر دلائل بھی ہین، نظری حیثیت سے اس تلافی کا پتہ برقاطیسی اصولون مین لگتا ہے جہان یہ بالکل صحیح ہی، جو کلیہ اوپر بیان ہوا اوس کو "محدود اصول اضافیت" کہتے ہین جو حسب ذیل ہے،

"کسی تجربہ سے اثیر کی اضافت سے یکسان رفتار کا پتہ لگانا ناممکن ہی" اصول اضافیت کے لوازم بہت ہی انقلاب انگیز ہین، ایک مثال لیجئے، اگرچہ یہ مثال مبالغہ معلوم ہوگی، لیکن ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ مبالغہ ہی یا واقعہ ہی، فرض کیجئے آپ اوپر کی جانب اثیر مین ۰۰۰، ۱۶۱ میل فی ثانیہ کی رفتار سے چڑھ رہے ہین، اگر آپ اس بات کا دعویٰ کرین کہ یہی آپ کی رفتار ہو تو کسی شخص کو بھی اس کے خلاف کبھی کوئی شہادت نہ ملیگی، اس رفتار پر فزجرالی انقباض ½ یعنی نصف ہی، پس ہر شئے جب انتصابی وضع مین رکھی جائیگی نصف رہ جائیگی،

آپ پلنگ پر لیٹتے ہین، آپ ۶ فٹ ہین، اب سیدھے کھڑے ہوجانے سے آپ صرف ۳ فٹ

رہ گئے، آپ اس پر یقین نہین کرتے، آئیے ہم ثابت کرین، ایک گز لیجئے، جب اس کو انتصابی وضع مین
رکھین گے تو نصف منقبض ہو کر نصف گز رہ جائیگا، اب اگر آپ اس سے ناپین تو آپ کی پیمایش ۲
نصف گز ہوگی، لیکن آپ کہین گے کہ جب مین گز کو گھماتا ہون تو اوس کے طول مین فرق نہین آتا ہو تہم
یہ ہو کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ آپ کی آنکھ پر گز کا خیال ہے، آپ یہ تصور کرتے ہین کہ یہ خیال ہر دو
وضع مین ایک ہی جگہ لیتا ہو، لیکن آپ کی آنکھ کا شبکیہ[1] بغیر آپ کے علم کے انتصابی وضع مین منقبض ہو گیا تھا،
پس انتصابی طولون کا اندازہ آپ کی نگاہ مین پہلے سے دگنا ہو گیا، جو آلہ بھی آپ استعمال کرین گے سب مین
یہ حال ہوگا، چونکہ ہر شئے اسی انداز پر بدل رہی ہے اس لئے معلوم ہوتا ہو کہ کوئی چیز بھی نہین بدلتی،

یہ ممکن ہے کہ برقی اور مناظری طریقے ایجاد کیئے جائین، لیکن اس صورت مین دلیل بہت پیچدار
ہو جائیگی، کیونکہ برقی قوتون اور نوری موجون پر اثیر کی ایک تیز رو کے اثر کا لحاظ کرنا پڑیگا، لیکن
ان سب کا ایک ہی انجام ہوگا، یعنی ان سے پتہ کچھ نہ چلیگا، اس کی ایک مثال لیجیئے، آنکھ کے شبکیہ کی تبدیلی سے
بچنے کے لیے فرش پر چت لیٹ جاؤ، اور ایک مناسب وضع مین رکھے ہوئے آئینہ کی مدد سے کسی کو دیکھو
کہ وہ ایک سلاخ کو افقی حالت سے بدلکر انتصابی حالت مین کھڑا کر رہا ہے تم کو طول مین کوئی تبدیلی نظر
نہ آئیگی، اس صورت مین شبکیہ کا کوئی تصور نہین ہے، لیکن آئینہ مین تم جو کچھ دیکھ رہے ہو کیا وہ اصل حقیقت ہے؟
ایک مستوی ساکن آئینہ مین تو رویت ٹھیک ہوتی ہو، نور کی شعاعین آئینہ پر جس زاویہ پر پڑتی ہین اسی
زاویہ پر واپس جاتی ہین، لیکن اگر آئینہ تیزی سے حرکت کرے تو یہ کلیہ بدل جائیگا، صحیح حسابات سے پتہ لگتا ہو کہ
متحرک آئینہ خیال مین پیچ و خم پیدا کر دیگا، جس سے طول کے تغیرات بالکل چھپ جائینگے،

ایک ریاضی دان کو ان تمام تفصیلات کی ضرورت نہین وہ جانتا ہے کہ قوانین فطرت ہمیشہ اپنا اسی
تلافیان نہان رکھتے ہین، اس لیے ہر صورت مین تلافی ہونی چاہیئے، پس اگر ان اثرات کے صیافت کرنے کا

---

[1] آنکھ کا وہ حصہ جس پر عکس کا خیال مرتسم ہوتا ہو، انگریزی مین اوس کو (Retina) کہتے مین،

اشارۃً بھی ذکر کیا جائے تو وہ اس مغالطہ کو معلوم کرنے کی کوشش کرے گا جو یقیناً اس مین موجود ہی، ممکن ہی کہ اثیر مین ہماری حرکت اس قدر تیز نہ ہو جتنا کہ ہم نے فرض کیا ہے اور ممکن ہے کہ طولی تغیرات بہت ہی کم ہون لیکن اصلی منشا یہ ہی کہ یہ امور مشاہدہ مین نہین آتے، اس وجہ سے نہین کہ یہ بہت قلیل ہین (اگر وہ فی الواقع قلیل ہون) بلکہ اس وجہ سے کہ محسوس ہونا ہی ان کی فطرت مین نہین۔

حرکت کے اثرات طول پر دو طرفہ ہین جس کی توضیح کے لئے فرض کر و کہ آلہ پرواز مین اسقدر ترقی ہو جائے کہ انسان ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے حرکت کرنے لگے، ہم یہ فرض کرین گے کہ وہ کسی آرام دہ سواری مین ہی جس مین وہ اِدھر اُدھر حرکت کر سکتا ہی اور جملہ امور انجام دے سکتا ہو، نیز یہ کہ اس کا طول پرواز کی سمت مین ہے کیونکہ وہ اوپر جارہا ہے، اگر ہم جڑھتے وقت اس پر ایک اڑتی نظر بھی ڈال سکین تو ہم کو تین فٹ کا ایک انسان نظر آئےگا جس کی چوڑائی اور موٹائی معمولی انسان جیسی ہوگی، لطف یہ کہ اس کو مطلق خبر نہ ہوگی کہ اس کی ہیئت کذائی ایسی ہوگئی ہے، اگر اس وقت وہ کسی آئینہ مین اپنے آپ کو دیکھے تو اس کو اپنی صورت حسب معمول نظر آئیگی، اس کا سبب یہ ہے کہ شبکیہ مین انقباض پیدا ہوگیا ہو یا سریع السیر آئینے نے اس کو بگاڑ دیا ہو لیکن جب وہ نیچے کی طرف ہمارے اوپر نظر ڈالتا ہو تو اس کو ایک عجیب الخلقت انسانی نسل نظر آتی ہے، جن کو اس کے خیال کے مطابق گویا کسی نے چپٹا کر دیا ہے،

ایک آدمی کو وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سینہ ۱۰ انچ سے بھی کم نظر آتا ہے اگر دوسرا آدمی پہلے آدمی کے ساتھ زاویہ قایمہ پر کھڑا ہے تو اس مین "طول اور عرض بغیر عمق" کے نظر آتا ہے جب وہ گھومتے ہین تو ان کی ہیئت بدل جاتی ہے جیسے پرانے زمانے کے × محدب آئینون مین دیکھنے والون کی صورتین بگڑ جاتی ہین،

ان ہیئتون (Appearances) کی یہ دو طرفگی یعنی ہر ایک دوسرے کو منقبض سمجھے، بہت مشکل سے ذہن نشین ہو سکتی ہے، یہ پہلے یہ ایک اجتماع ضدین (Paradox) ہے زید با لشتیون کو بہت ہی پستہ قد سمجھتا ہے اور بالشتئے زید کو دیو سمجھتے ہین، یہ فطرتی بات ہے، اگر زید کو بالشتے

پستہ قد نظر آئے تو بالشتیون نے بھی زید کو پستہ قد سمجھا، یہ خیال پُرانے زمانے مین ماننے کے قابل نہین تھا، اس کو موجودہ سائنس ہی نے جائز قرار دیا ہے، یہ دوطرفگی اصول اضافیت کا ایک لازمی نتیجہ ہے طیارچی کو ان اشیا رمین جو اس کی اضافت سے تیزی سے حرکت کر رہی ہین، ایک انقباض نظر آئیگا جیسے ہم کو ہماری اضافت سے متحرک اشیا منقبض نظر آتی ہین، اور جیسے ایک اثیرمین ساکن مشاہد اثیر کی اضافت سے حرکت کرنیوالی اشیا رمین ایک انقباض پاتا ہے،

اب بتلائیے کون سچا ہے؟ ہم یاکہ طیارچی؟ یا دونون مغالطے مین ہین؟ یہ معمولی معنون مین مغالطہ نہ ہوگا کیونکہ دونون مشاہدات کی تصدیق ہر طبیعیاتی آزمائش یا علمی حساب سے ہوسکیگی، کوئی شخص نہین جانتا کہ کون سچا ہے اور نہ کوئی کبھی جانے گا، کیونکہ ہم یہ نہین معلوم کرسکتے کہ اگر دونون مین سے کوئی ساکن ہے تو کون؟

نہ صرف حیز یعنی مکان بلکہ زمان مین بھی یہ تغیرات واقع ہوتے ہین، اگر ہم غور سے طیارچی کو دیکھین تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرینگے کہ اس کی حرکات بہت ہی سست ہین اور اس کے ساتھ متحرک سواری کے وارداتِ مین اسی طرح کی دیر ہوگی، گویا کہ زمانہ اپنی رفتار بھول گیا، اگر وہ اور ہم دونون سگار پی رہے ہون تو اوس کا سگار ہمارے دو سگار دن کے برابر جلے گا، یہان پر اخذ کا لفظ عمداً استعمال کیا گیا ہے، زمان مین اس سے بھی زیادہ تعویق نظر آئیگی، جس کی تاویل آسان ہو کیونکہ ہمارے اور طیارچی کا درمیانی فاصلہ نہایت تیزی سے بڑھ رہا ہے اور روشنی کے اثرات کو ہم تک پہنچنے مین زیادہ عرصہ درکار ہوتا ہے،

لیکن یہان پھر دوطرفگی پیدا ہوجاتی ہے، طیارچی کی رائے مین ہم ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے رواں ہین اور تمام باتون کا لحاظ کرکے وہ ہم کو سست بتلاتا ہے، ہمارا ایک سگار اوس کے دو سگار دن کے برابر جلتا ہے، اچھا اب دیکھنا چاہیئے کہ ان ہر دو خیالات مین کیونکر تطبیق ہوسکتی ہے، فرض کرو کہ جب طیارچی ہمارے پاس سے گذرتا ہے تو ہم دونون ایک طرح کے سگار ایک ہی وقت مین جلاتے ہین،

۴۰ منٹ کے بعد ہمارا سگار ختم ہو جاتا ہے، اس واقعہ کی اطلاع نور کے ذریعہ ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے طیارچی تک پہنچیگی جو ۱۶۱۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے متحرک ہے، اور جسکو ۴۰ منٹ کا وقفہ بھی مل چکا ہے، اس تک پہنچنے کیلئے ۲۹۶ منٹ درکار ہونگے جس سے کل مدت سگار جلانے کے بعد ۳۳۶ منٹ ہوئی، اسکی گھڑی بھی دوسری چیزونکی طرح نصف رفتار پر چل رہی ہے، جس کی وجہ سے اطلاع پہنچنے تک ۱۱۲ منٹ صرف ہوئے، طیارچی کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ سگار ختم ہونے کا یہ وقت صحیح نہین ہے، اس کو روشنی کے ذریعے اطلاع پہنچنے تک کی مدت کا لحاظ کرنا چاہیئے، اس کے سامنے اس مسئلہ کی صورت یون ہے کہ ایک طیارچی ایک مجہول مدت کیلئے ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ کی رفتار سے ہم سے دور جا رہا ہے تب وہ ایک اطلاعی اشارہ بھیجتا ہے، جو اسی رفتار سے واپس آتا ہے، کل مدت ۱۱۲ منٹ ہی، تو سوال یہ ہے کہ مجہول مدت کیا ہو گی؟ حساب کا جواب یہ ہے کہ وہ مدت ۶۰ منٹ کی ہو گی، پس وہ فیصلہ کرتا ہے کہ ہمارا سگار ۶۰ منٹ تک جلتا رہا یا اس کے سگار کی مدت سے دونی مدت تک، اس کا سگار گھڑی کی رو سے ۳۰ منٹ تک جلتا رہا، اور وہ ہماری رائے مین ہمارے سگار سے دونا جلا کیونکہ اس کی گھڑی نصف رفتار پر چل رہی تھی،

یہ تحلیل ہمارے نقطۂ نظر سے ہے نہ کہ طیارچی کے لحاظ سے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نتیجہ نکالنے مین غلطی پر تھا اور ہم صحیح نتیجے پر تھے، لیکن حقیقت کس کو معلوم،

اس تضاد کا اصلی سبب یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہین کہ ایتھر مین ہم ساکن ہین اور طیارچی یہ سمجھتا ہے کہ وہ ساکن ہے چنانچہ ہماری نظرون مین تو اشارہ روشنی اس تک ۱۸۶۰۰۰ میل اور ۱۶۱۰۰۰ میل کے فرق یعنی صرف ۲۵۰۰۰ میل کی رفتار سے جا رہا ہے لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ تقریباً ساکن ایتھر مین وہ نور کی طبعی رفتار سے متحرک ہی، یہ لحاظ رہے کہ ہر مشاہد کے پاس انہی دلائل کی صحت کے لئے کافی آلات موجود ہین،

اگر ہم طیارچی سے یہ کہین کہ اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے نور کی رفتار اس کے لئے صرف ۲۵۰۰۰ میل فی ثانیہ ہو گی، تو وہ جواب دے گا کہ "مین نے اپنی سواری کے دو مقامات مقررہ سے نور کے گذرنے کی

مدت دریافت کرلی ہے، جس سے مجھ کو نور کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی ثانیہ معلوم ہوئی۔ پس میرا وقت صحیح ہے"

اس کی گھڑیان اور پیمانے ہمارے نقطۂ نظر سے خلاف معمول کام دے رہے ہین، پس کوئی تعجب نہین کہ اس کے مطابق نور کی رفتار ہمارے نتیجے سے مختلف ہو، لیکن اس کو ہم یہ کسی طرح باور نہین کرا سکتے کہ ہمارا طریقہ قابل ترجیح ہے،

اگرچہ عملاً ایک فضول سا مسئلہ ہے، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جب طیارچی کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہوجائے تو اوس کے واردات کیا ہون گے، سمت پرواز مین طول اور بھی چھوٹے ہوجائینگے، یہان تک کہ جب نور کی رفتار حاصل ہوجائیگی تو وہ کچھ بھی نہ رہین گے، اس وقت طیارچی اور اوس کے ساتھ کی تمام اشیاء کے لئے صرف دو ہی بعد رہ جائینگے، اب سوال یہ ہوتا ہے کہ صرف دو ہی بُعدون مین اعمال حیات کیونکر انجام پا سکتے ہین، اس کے جواب کی زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہین کیونکہ کوئی عمل وہان ہوتا ہی نہین زمانہ بالکل اپنی حرکت روک دیتا ہے، یہ ارضی مشاہد کا خیال ہو طیارچی خود کوئی غیر معمولی امر محسوس نہین کرتا، اس کو بھی پتہ نہین لگتا کہ اس کی حرکت بند ہوگئی ہو، وہ تو صرف گویا اس لمحہ کا انتظار کر رہا ہے جبکہ وہ ایک دوسرا قدم اُٹھائیگا، زمانہ کی حرکت بند ہوجانے کے معنے صرف یہی ہین۔ کہ اس کو اس امر کا احساس نہین ہوتا کہ اس لمحہ کے آنے کے لئے کوئی طویل مدت بھی درکار ہے،

ثوابت وسیارون کے نہایت ہی دور دراز فاصلون کا مفہوم قائم کرنے کے لئے یہ مثال اکثر قائم کی جاتی ہو کہ ایک سیاح کو جنیرمین نور کی رفتار سے روان مانا جائے، نوجوان سیاح تخت طلسمی پر بیٹھتا ہو اور پوری ایک صدی کے لئے سامان خورد و نوش رکھ لیتا ہے۔ اب وہ مثلاً کلب الجبار[1] تک پہونچتا ہے تو

[1] ایک ستارہ کا نام،

...۱۰برس کا ایک مرضیعت ہو جاتا ہے، لیکن یہ صحیح نہین، یہ درست ہے کہ ارضی حسابات کی سے تو وہ دامی ...۱۰برس تک سفر کرتا رہیگا لیکن وہ سیاح جب اپنی منزل مقصود پر پہنچیگا تو اس کی وہی عمر ہو گی جو قبل از سفر تھی، یہان تک کہ اس کو کھانے کی خواہش بھی نہ پیدا ہو گی، جب تک کہ اس مین نور کی رفتار ہے اس کو حیات ابدی اور نشاط سرمدی حاصل ہے، اب کسی صورت سے اسکی سمت حرکت بدلجائے اور وہ زمین پر واپس آئے تو یقیناً وہ دیکھیگا کہ یہان صدیان گزرگئی ہین اگرچہ اس کیلئے تو ایک دن بھی نہین گذرا، اس نے تو محض لمحہ بھر سفر کیا،

چونکہ سیاح کی اضافت سے ہماری زمین کی رفتار نور کی رفتار کے مساوی ہے، اس لئے اس ناکہ یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ارضی نشا بدہمیشہ جوان رہیگا اور سیاح بوڑھا ہوتا جائیگا، ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ دونون مل سکین تو ہر دو اشکال مین سے کبھی ایک کی تصدیق یا تردید ہو سکتی ہے، لیکن ایک دوسرے سے ملنے کیلئے لازمی ہے کہ ایک کی رفتار کی سمت کسی مافوق الفطرت طریقہ پر یا نہایت ہی زبردست جاذبیت کے تحت بدلی جائے تاکہ دو طرفگی قائم نہ رہے، پس اوپر جو ہم نے دلیل قائم کی وہ صحیح ہے،

ہم نے ان دور از کار باتون مین جو اتنا وقت صرف کیا اس کا منشا صرف یہ تھا کہ ان خیالات کو ہم عام فہم صورت مین پیش کر سکین، ورنہ لازم آئیگا کہ اس فن کی جو مخصوص اصطلاحات ہین ان کو استعمال کیا جائے بسا اوقات اضافیاتی کی نسبت لوگ یہ قیاس قائم کرتے ہین کہ اس کو اجتماع ضدین کا خاص شوق ہے لیکن یہ خیال ایک غلط فہمی پر مبنی ہے، تضاد اسی وقت لازم آتا ہے جبکہ تجرباتی انکشافات کو طبعیات قدیمہ کا جامہ پہنایا جاتا ہے، ایسے ہی موقع پر اضافیاتی انگشت نمائی کرتا ہے، خود اس کی کوششون کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک طبعیات کا ایک ترمیم شدہ نظام قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے جب وہ قائم ہو جائیگا تو تمام واقعات اپنی اپنی جگہ بغیر کسی تضاد کے بیٹھ جائینگے،

مختصراً یہ کہ جب کسی سیارے کی رفتار اثیر مین بہت عظیم ہو تو نہایت غیر معمولی تغیرات اشیاء کے

طول مین پیدا ہوتے رہتے ہین اور جملہ فطری اعمال مین ایک طرح کی سستی پیدا ہو جاتی ہو گویا کہ زمانہ ساکن ہونیوالا ہو یہ امور سیارے پر رہنے والے کسی مشاہد کو معلوم نہ ہونگے لیکن اگر کوئی خارجی مشاہد ہو جسکی رفتار اس سیارے کی اضافت سے بڑی ہو تو وہ ان اثرات کو محسوس کر سکیگا۔ اور پھر کامل دو طرفگی پیدا ہو جائیگی یعنی ہر مشاہد سمجھیگا کہ دوسرے سیارے پر اس قسم کے تغیرات عمل مین آرہے ہین لیکن ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل نہین جس سے ہم ایک کو سچا قرار دین اور دوسرے کو غلط،

غالباً جو شخص بھی ان نتائج پر غور کریگا وہ یہی خیال کریگا کہ یہ انوکھاپن اور یہ الجھن ہمارے ہی نقطۂ نظر مین کسی نقص یا سقم کا نتیجہ ہو ایک سیارے پر تغیرات ہوتے رہتے ہین اور فطری قوانین کے بموجب تلافی مافات ہوتی رہتی ہو اس طرح پر کہ سیارے پر رہنے والا شخص ان کو محسوس نہین کر سکتا تو کیا ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ان مظاہر کے پردے مین کوئی حقیقت ہو جو ان تغیرات کا باعث ہو؟ یا کیا یہ ممکن نہین ہے کہ یہ پیچیدگی ہماری ہی پیدا کردہ ہو، کیونکہ ہمارے طرز بیان مین وہ خوبی نہین ہو جس سے ہم واقعات کی ایک سادی اور فطری تصویر کھینچ سکین۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہو کہ اب تک انسان یہ سمجھتا تھا کہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس کے راستے مین خارجی اشیاء حائل ہین لیکن اس کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس مستوری کا باعث خود اس کی ذات ہو یہان تک کہ اگر وہ خودی کا پردہ اٹھا سکے تو حقیقت عریان ہو جائے، گویا موجودہ سائنس کے اس نظریہ نے ہم کو یہ بتلایا کہ حقیقت ہمارے ہی اندر پوشیدہ ہو اور ہم کو ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئین کہ جن سے ہم اس تک پہنچ سکین، اس مقصد کے حصول کیلئے اب تک جتنے وسائل بھی اختیار کئے گئے ان مین یہ خامی تھی کہ وہ واقعات زیر بحث کا پورا پورا نقشہ نہین کھینچ سکتے تھے نظریہ اضافیت اسی خامی کو دور کرنے کے لئے معرض وجود مین آیا ہو، اب زمانہ خود بتلادیگا کہ آیا یہ خامی دور ہوئی یا نہین یا ہنوز روز اول است کا مضمون ہے،

(باقی آیندہ)

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی کی ابلہ فریبیان

از مولوی رہاج الدین احمد صاحب بی اے ۔ دارالمعلمین حیدرآباد دکن

خود ترغیبی مین جذبات کا حصہ ۔ گذشتہ صحبت مین ہم عمل ترغیب کی نفسیاتی تشریح کر چکے ہین، اور یہ ثابت کر چکے ہین کہ ہر عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی تین ہوتے ہین، یعنی جذبہ، ذہن (استدلال) اور تخیل اس باب مین یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی کہ ترغیبات ذاتی مین ان تینون کا کیا حصہ ہوتا ہے اور تالیف قلب "خود فریبی" "تشفی ضمیر وغیرہ مین ان سے کیا کام لیا جاتا ہے، سب سے پہلے ہم "جذبات" سے بحث کرتے ہین،

جذبات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر صورت اپنی تشفی چاہتے ہین، اس مقصد کے لئے وہ ہمارے نفس پر اتنے حاوی ہو جاتے ہین کہ اس مین ان کے خلاف استدلال پیش کرنے کی تاب نہین رہتی، اور نہ یہ اختیار ہی باقی رہتا ہے کہ جذبات کے تائیدی خیالات و افکار کو اپنے سامنے سے ہٹا کر مخالف خیالات سامنے لائے۔ جذبہ کی اس خصوصیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایک ہی شخص کی ترغیب دو متضاد جذبات کے زیر اثر ہوتی ہے، لیکن وہ اس تضاد کو نہین دیکھ سکتا۔ بالفاظ دیگر یون کہو کہ محال اجتماع ضدین جو منطق و معقولات کا ایک اہم اصول ہے، جذبات و وجدانات کیلئے کوئی اہمیت نہین رکھتا یہ دونون اس اہم منطقی اصول کی پابندی سے بالکل مستغنی رہتے ہین، اس کی تشریح آگے آتی ہے،

اگر تم اپنے گرد و پیش نظر ڈالو، اور لوگون کے جذبات کا بنظر غائر مطالعہ کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ وہ لوگ جو فنون لطیفہ کی ایک خاص حس رکھتے ہین یعنی بعض اوقات ایسے ارذل اور ادنی درجہ کے

جذبات کے زیر اثر ہوتے ہین جو باہم مخالف سے متضاد ہین، تاریخ شاہد ہو کہ عیسائی اقوام سے جو کل بنی نوع انسان کی محبت کی دعویدار ہین بدترین مظالم سرزد ہوئے ہین، انقلاب فرانس کے وقت جو قتل عام ماہ ستمبر مین ہوا، اور جس سے تاریخ یورپ کے صفحات آج تک خونین ہین، اس مین انقلاب پسندون کے جذبات دو متضاد صورتون مین ظاہر ہوئے تھے، افاضل مصنف تمدن عرب موسیو لی بان اپنی کتاب "نفسیات جماعات" مین اوسکا یون بیان کرتے ہین:-

"ایک طرف جذبۂ انتقام اس قدر مشتعل تھا کہ محبوسین بلا تفریق عمر و حیثیت تہ تیغ کئے جا رہے تھے، تو دوسری طرف جذبۂ ہمدردی بھی کچھ کم نمایان نہ تھا، فوجی عدالتین قائم کی جا رہی تھین، مقدمات کی سماعت ہوتی تھی، اور اگر کوئی شخص بری الذمہ قرار دیا جاتا، تو مجمع مین عجیب منظر ہوتا تھا، ہر شخص اس سے بغلگیر ہوتا تھا، تالیان بجا کر اظہار مسرت کیا جاتا تھا، اور فرط انبساط سے بے خود ہو کر مجمع مبارکباد کے نعرے لگاتا تھا"

اس مثال مین تم دیکھتے ہو کہ ہمدردی اور انتقام کے جذبات جو بالاصل ایک دوسرے سے متضاد ہین، ایک ہی وقت مین حاوی ہو سکتے ہین، اسی طرح سے انکسار اور عجب کے جذبات بھی ایک ہی وقت مین لوگون کے دلون مین موجزن ہوتے ہین، لیکن وہ ان کے فرق کو نہین سمجھ سکتے، اس کی مثال عیسائی راہبون، اور ہمارے ہندوستانی سنیاسیون مین اکثر ملتی ہو، ایک طرف تو یہ افراد سخت سے سخت ریاضت جسمانی کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہو کہ انکسار مجسم ہین، لیکن دوسری طرف انکے قلوب کو ٹٹولو تو اس مین ایک خاص افتخار کا جذبہ پایا جاتا ہو، اپنی قوت باطنی اور تقدس کے متعلق خیالات پائے جاتے ہین، اور تمام افراد انسانی اور اپنی ذات کے درمیان کسی خاص فرق کے وجود کا احساس ہوتا ہو، حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کا متباین جذبات کے زیر اثر ہونا، لیکن اس تباین کو نہ دیکھنا، کم و بیش فطری ہو "خلوت" اور "جلوت" کا فرق صرف طبقۂ "زہاد" سے مخصوص نہین ہی، بلکہ عام طور پر

حیات انسانی میں بھی یہی دیکھنے میں آتا ہے، طبقہ ادنےٰ سے قطع نظر، خود طبقہ اعلیٰ کے نیک اور نامور افراد میں بھی متضاد جذبات کے یہی کرشمے نظر آتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ سوانح نگار کا حسن ظن یا جذبۂ حرص وآز، تصویر کے تاریک رخ کو عمداً یا سہواً نظر انداز کر دے، لیکن پھر بھی بعض منصفانہ تصانیف وسوانح ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں مصنف کا فطری تجسس کبھی کبھی پردہ اٹھا کر ہمارے سامنے واقعات کو اصلی رنگ میں پیش کر دیتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر نامی گرامی لوگوں کے قلوب کس قدر مختلف جذبات کے آماجگاہ رہ چکے ہیں، یاد رہے کہ اس انکشاف حقیقت سے مشاہیر عالم کی شہرت پر داغ نہیں آسکتا متضاد جذبات کے زیر اثر رہکر افعال کرنا، اور ان میں کوئی تضاد محسوس نہ کرنا، کسی فرد کیلئے باعث شرم نہیں ہوسکتا، یہ نفس انسانی کی جبلی بیچارگی ہے، اس سے کوئی بری نہیں،

حضرت انسان کی ان دورخی ترغیبات کی مثالیں دیکھنے کیلئے قدیم صحائف اور سوانح کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں، خود حال کے واقعات اس کے شاہد ہیں، جن لوگوں نے قیصر جرمنی کی زمانہ جنگ سے قبل کی تقریریں پڑھی ہیں، اور پھر ان کے افعال کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کے اقوال اور افعال کس قدر مختلف جذبات کے زیر اثر سرزد ہوتے تھے، کہیں ایثار وہمدردی کا دعویٰ تھا، تو کہیں جبر واستبدادیت پر فخر کا اظہار، ایک موقع پر خود کو نعوذ باللہ خدا کا قائم مقام کہتے ہیں، تو دوسرے موقع پر اسی خدائے بزرگ برتر کے روبرو ہر فعل کی جواب دہی اپنے اوپر فرض خیال کرتے ہیں، یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ قیصر کا مقصد اس سے دھوکہ دینا تھا اس سے آئندہ سطور میں بحث کیجائیگی، یہ تو محض ایک مثال تھی ورنہ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہت کم انسان ایسے ہیں جنکے نفوس ان مختلف الماہیت کیفیات کے مورد نہ رہ چکے ہیں،

ہم ابھی کہہ آئے ہیں کہ اگر کوئی شخص متضاد جذبات سے مغلوب ہوکر متضاد افعال کرے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بالارادہ دھوکہ دینا چاہتا ہے، خود فریبی بے شک ہوتی ہے لیکن یہ

فریب دہی کو مستلزم نہین ہو ایسی صورتون مین نفس کی حالت نیم شعوری ہوتی ہو، اس باب کے شروع مین ہم بتا چکے ہین کہ جذبات کا خاصہ یہ ہو کہ وہ محض اپنی تشفی چاہتے ہین، اور ان خیالات کو جو کسی طرح اس تشفی مین مانع ہون، سرے سے نفس کے سامنے آنے ہی نہین دیتے، بس جب نفس پر جذبات کا اس قدر زبردست تسلط ہو تو کسی شخص کا قبیح افعال کے ارتکاب کے باوجود اپنے آپ کو نیک تصور کرنا مقام تعجب نہین ہو سکتا، اگر ایسا نہوتا، تو کوئی شخص بھی مغلوب الجذبات ہو کر ایسے افعال نہ کرتا جن کا مذموم ہونا فساد استدلال سے ثابت ہو جاتا ہو، اور کم از کم "خودکشی" اور "قتل عمد" تو انسانی جرائم کی فہرست سے بالکل ہی خارج ہو جاتے،

متلون المزاجی یہ حقیقت کہ بعض اوقات ہم پر ایسے جذبات حاوی ہوتے ہین جن سے ہم ناواقف ہوتے ہین، یا جن کی قوت کا اندازہ ہم صحیح طور پر نہین کر سکتے، ایک دوسری حقیقت کو بھی بے نقاب کرتی ہو یعنی اتنا سمجھ لینے کے بعد متلون المزاجی کی توجیہ بہت آسانی سے کیجا سکتی ہے، ہماری ترغیبات کی کایا پلٹ کیون ہوتی ہو؟ محض اس وجہ سے کہ ہم کسی خاص جذبہ سے متاثر ہو کر کوئی نیت کرتے ہین یا کوئی کام ہم سے سرزد ہوتا ہو، لیکن دوسرے موقع پر کسی دوسرے جذبہ کے زیر اثر ہم اپنی نیت بدل ڈالتے ہین یا سابقہ طریق عمل کے خلاف جاتے ہین، جب ایک مسرف شخص لوگون کے کہنے سننے سے اسراف سے دست بردار ہوتا ہو، اور چند روز تک کفایت سے کام لیتا ہو، تو اس کا فعل غالباً شرم و ندامت یا پھر محبت خاندانی کی وجہ سے ہوتا ہو، لیکن دوسرے وقت جب یہی شخص اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرتا ہو اور ایک بیش قیمت لباس فدیہ کرتا ہو، تو اس صورت مین اسکا فعل جذبۂ عیش پسندی، یا تفوق کی وجہ سے سرزد ہوتا ہو، یہ تلون کی صریح مثال ہو، اور تم دیکھتے ہو کہ تلون کا باعث صرف مختلف جذبات کا تسلط ہو، تائب ہونا، اور توبہ کا توڑنا، دونون صورتین ایک ہی ہونے سے ظاہر ہوتی ہین، اور وہ "ہیولیٰ" کیا ہو؟ یہی مختلف جذبات کی ہنگامہ آرائی،

نیت اور اعمال کے اس فوری انقلاب کو اکثر ناول نویس و ڈراما نویس دلچسپ "پلاٹ" کی

شکل مین ظاہر کرتے ہین، کسی ناول کا ہیرو (لطل) ان باپ کے تشدد سے عاجز ہو کر ترک وطن کرنیکا ارادہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، ضروری سامان فرار بھی مہیا کر لیا جاتا ہے، لیکن عین وقت پر جب گھر کے باہر نکل کر وہ درو دیوار پر ایک الوداعی نگاہ ڈالتا ہے، تو یہ سب منصوبے لوٹ جاتے ہین، اور وہ اپنا عزم فسخ کر دیتا ہے، ڈراموں مین بھی اکثر یہی کیفیت نظر آتی ہے، ہمارے سامنے قاتل اپنے جذبات تنفر، حقارت، اور انتقام کا اظہار کرتا ہوا نظر آتا ہے، اور خنجر بکف دشمن کی خوابگاہ مین داخل ہوتا ہے تاکہ اس کا کام تمام کر دے جب پردہ اٹھتا ہے تو ہم اسے خوابگاہ مین موجود پاتے ہین، دشمن سو رہا ہے، اور پوری طرح اس شخص کے قابو مین ہے لیکن عین موقع پر کسی دوسرے جذبہ سے متاثر ہو کر یہی "قاتل" اپنا خنجر پھینکدیتا ہے، اور دشمن کے قدمون پر گر کر اس کے احسانات کا اعادہ کرتا ہے، اپنی شرمندگی کا اظہار کرتا ہے اور خود کو سچا اور جان نثار خادم ثابت کرتا ہے، ناولون اور ڈرامامے تمثیلات تلاش کرنے کی ضرورت نہین، اگر تم اپنے قلوب کو ٹٹولو تو یہی حالت نظر آئیگی، اکثر اوقات رات کے سناٹے مین تم کیا کیا منصوبے نہین باندھتے؟ کن کن باتون سے توبہ نہین کرتے کن کن کامون کا عزم بالجزم نہین کرتے، ایسا کرتے وقت تمہاری نیت صادق اور تمہارا ارادہ پختہ ہوتا ہے، لیکن روز روشن مین جب واقعات کا سامنا ہوتا ہے، تو یہ سب منصوبے خواب فردا کی طرح تشریف لیجاتے ہین،

گفتی کہ چہ شد قاعدۂ مہر و محبت　　　رسم کہنے بود، بعہد تو در افتاد

جب لوگ اس طرح کسی صریح ترغیب کے خلاف عمل کرین، تو تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے جذبات کو تحریک دینے والی قوت کوئی بہت زبردست قوت ہے جس سے وہ خود واقف نہین ہین، یہ تمام فعل تقریباً نفس کی لاعلمی، یا پھر یون کہو کہ نیم شعوری حالت مین ہوتا ہے، یہ نیم شعوری تحریکات افعال انسانی پر بہت کچھ اثر ڈالتی ہین، انہی کی وساطت سے انسان وحشیانہ اور متنوع افعال کرتا ہے، اور پھر ان کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، تم کو یہ سنکر شاید تعجب ہو کہ بغض و حسد کے جذبات سے

متاثر ہو کر اکثر مائین اپنی بیٹیون کے ساتہ ظلم و تشدد سے پیش آتی ہین۔ لیکن چونکہ یہ اندرونی، نیم شعوری جذبات ان کے ادراک ذہنی سے بہت دور ہوتے ہین، اس لئے وہ اپنی زیادتی و ظلم کی توجیہ یون کرتی ہین کہ ایسا کرنا آگے چل کر ان ہی کے کام آئیگا"۔

خود ترغیبی مین استدلال کا حصہ، حیلہ و مکائد نفس | ہم دیکھ چکے ہین کہ اکثر اوقات ہمارے قلوب پر غیر مشخص اور ناقابل تشخیص جذبات کا غلبہ ہوتا ہے؛ نیز یہ کہ ہمارے طرز عمل کی محرک اکثر اوقات دو متضاد قوتین ہوتی ہین لیکن چونکہ یہ قوتین شعوری نہین ہوتین، اس لئے ہم ان کا تضاد نہین دیکھ سکتے، اور نادیدہ و نادانستہ انھین کے حسب حال فعل کرنے لگتے ہین، ممکن ہے کہ تمہارے دل مین یہ شک پیدا ہو کہ جب ہمارے اکثر افعال، بالخصوص قابل اعتراض افعال نفس کی لاعلمی مین ہوتے ہین، تو پھر انسان پر اس کے افعال کی مسئولیت عائد کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ غالبًا یہی خیالات تھے جو خیام کے دل مین پیدا ہوئے اور اس رباعی کی شکل مین ظاہر ہوئے،

عشق ار چہ بلاست۔ آن بلا حکم خداست | بر حکم خدا ملامت خلق چرا است

چون نیک و بد خلق بتقدیر خداست | پس روز پس حساب بر بندہ چراست

اس مین شک نہین کہ اگر نفس انسانی کی حالت واقعی اس بیچارگی اور بے بسی کی ہوتی جیسا کہ اکثر لوگ فرض کرتے ہین، تو یقینًا زمانہ مین خیر و شر کا موجودہ معیار نہ قائم رہتا اور اخلاقیات، کا منشاہی سرے سے فوت ہو جاتا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نفس کی حالت قطعًا لاعلمی کی نہین ہے، خود ترغیبی کی جو مثال ہم نے سطور بالا مین دین وہ خود فریبی کے ذیل مین بخوبی آتی ہین، لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی نادانستہ خود فریبی شاذ ہے، اکثر صورتون مین جب ہم اپنے آپ کو حالت نیم شعوری مین کسی فعل کے کرنے پر مائل پاتے ہین، تو ہمارا نفس اس سے تھوڑا بہت واقف ضرور ہوتا ہے، باوجود فطرت انسانی کی خامی، اور نفس کی جبلی بیچارگی ہم اس کو کامل طور پر دھوکہ کبھی نہین دے سکتے، اور نہ ہمیشہ اس کی آنکھون پر پٹی باندھ

سکتے ہین، اگر تم اپنے آپ کو نیک خیال کرتے ہو، اور پھر بھی کوئی برا فعل کرو تو (خواہ اس فعل کا محرک کیسا قوی سے قوی جذبہ کیون نہو) تمھارے قلب مین آغاز فعل سے قبل، دوران فعل مین، اور اتمام فعل پر ایک قسم کی "خلش" ضرور ہوتی ہے، "نفس لوامہ کی جھپکیان محسوس تو ضرور ہوتی ہین، لیکن ان کا علاج، اور اس باطنی ناصح کا منھ بند کرنے کی تدبیرین بھی فوراً سوچ لی جاتی ہین، اور یہین سے خود ترغیبی" یا خود فریبی" مین استدلال کا حصہ شروع ہوتا ہے، مکائد نفس کے آغاز کی حد یہی ہے،

دیکھو جب کبھی ایسا موقع پیش آتا ہے تو تم اپنے شکوک کو رفع کرنے اور عقائد اور اعمال مین جو تخالف پایا جاتا ہے اوس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اپنے دل مین بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو، صاف لفظون مین یون کہو کہ بہر نوع اور بہر نہج اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کر دکھاتے ہو خواہ یہ تصفیہ تمھارے ضمیر کے خلاف ہی کیون نہ ہو، اور ظاہر ہے کہ ضرور ہوگا اس لئے کہ فیصلہ کا عمل یکطرفہ ہے اور بجائے منصفانہ استدلال کے، ایک معینہ نتیجہ نکالا جارہا ہے اس کی مثال بھی ہم کو اپنے قلوب سے مل سکتی ہے، جب ہم خود غرضانہ جذبات سے اندھے ہوکر کسی فعل کی نیت کرتے ہین، اور اس کی مخالفت ہمارا ضمیر کرتا ہے، تو اس وقت ضمیر کو کن کن طریقون سے مطمئن نہین کیا جاتا؟ کیا کیا جھوٹی منطقین پیش نہین کیجاتین، "واقعی وہ اسی کا مستحق تھا" "اگر اس کو نقصان ہوا تو میرا کیا قصور" "اگر اس نے دیدہ دانستہ میرا کہنا مان لیا تو میری کیا خطا" یہ اور اسی قسم کے دوسرے جملے استعمال کرکے ہم اپنے "باطنی ضمیر کو اطمینان دلاتے ہین اور بالآخر فرض کر لیتے ہین کہ اب اس کی تشفی ہوگئی،

جتنا زیادہ کسی شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے اسی قدر زیادہ اُسے کسی منافی ضمیر فعل کے کرتے وقت سمجھانا پڑتا ہے، یہ سمجھانا "استدلال کی وساطت سے ہوتا ہے، ایک عام ترین طریقہ ایسے موقعون پر اپنے نفس کو سمجھانیکا یہ ہوتا ہے کہ "مقصد یا نتیجہ" کی بھلائی کو "وسائل کی خرابی کے لئے بطور سند جواز کے پیش کیا جاتا ہے، اس سے آئندہ سطور مین بحث کیجائیگی اور اسی موقع پر یہ دیکھنے کی کوشش کیجائیگی

کہ لوگون کا یہ خیال کہ نتیجہ خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل وافعال بد بھی جائز ہین، کسی حد تک درست ہو، دوسرا طریقہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے کا یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دوسرون کی نظیرین پیش کیجاتی ہین، غرضکہ دھوکہ نفس مین عجیب وغریب دلائل کا استعمال کیا جاتا ہے جو بسا اوقات متزلزل بنیاد پر قائم ہوتے ہین، اور اس طرح اپنی نظرون مین اپنی وقعت کو برقرار رکھا جاتا ہے، ایک کہنہ مشق جعلساز کا ضمیر دھوکہ دیتے دیتے کمزور ہوجاتا ہے، اور اسے سمجھانا آسان ہوتا ہے، ایک ہمیشہ کے متدین شخص کا ضمیر پختہ ہوتا ہے، اور اس کو بددیانتی کی طرف راغب کرنے کیلئے طرح طرح کی جھوٹی ترغیبات سے کام لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اول الذکر نڈر ہوکر بددیانتی کرتا ہے، اور مؤخرالذکر پہلی بددیانتی کے وقت بہت کچھ پس وپیش کرتا ہے، جب ہم ان بیشمار باطل ترغیبات پر نظر ڈالتے ہین جو ضمیر کی تشفی اور اپنے افعال بد کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے انسان اپنے نفس کو دیتا ہے تو ہم اس خیال سے باز نہین رہ سکتے کہ قدرت نے نیک کرداری کا نقش قلوب انسانی پر کتنا گہرا بیٹھایا ہے، کہ اس کو مٹانے کے لئے ہزار ترکیبین کرنا پڑتی ہین، ہزار ہا جھوٹی دلیلین پیش کیجاتی ہین، تب کہین جاکر ہم اپنے ضمیر کو افعال بد کی طرف راغب کرسکتے ہین جرمنون نے دوران جنگ مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کیلئے جو بے شمار ترغیبات اپنے قلوب کو دین، اور جو متعدد طریقے اختیار کئے اس سے کم از کم اتنا پتہ چلتا ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کا ضمیر نہایت پختہ ہے کہ جس کو تشفی دینے کیلئے اس قدر طول عمل کی ضرورت لاحق ہوئی اگر جرمن قوم فطرۃً دغاباز ہوتی، تو کم از کم اپنی نظرون مین اپنے افعال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اوسے اس قدر اجتہاد کی ضرورت نہوتی،

افعال بد کے ارتکاب کے بعد اپنی اخلاقی کمزوریون کو حق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کرنا، اپنے ضمیر کو ترغیب دینا کہ کوئی فعل ہم نے قابل اعتراض نہین کیا ہے، زندگی مین جدہر دیکھو یہی نظر آتا ہے، حکمائے سو، اور علمائے حیل اپنے مطلب کے لئے کلام الٰہی کی بھی غلط تاویلین کرنے لگتے ہین سوداگر اپنی گران فروشیون کے متعلق ضمیر کے اعتراض کو یہ کہکر دور کرتے ہین کہ ہم کو بھی تو مالک دکان، کارخانہ دار،

چنگی والے لوٹتے ہین، پھر ہم خریدارون سے زیادہ قیمت کیون نہ وصول کرین"، بدطینت اشخاص اپنے ضمیر کی تشفی بدین الفاظ کرتے ہین کہ "دنیا مین بہت سے آدمی ہم سے بھی خراب حالت مین موجود ہین" قزاق اپنے مال غنیمت کی حلت کا فتوی یون دیتا ہو کہ "یہ مال ادہنی سے لیا گیا ہو جن کو یہ خفیف نقصان گران نہین گذر سکتا"

مکائدنفس مین زیادہ تر اس عقیدہ سے مدد لیجاتی ہو کہ "انجام خیر کے حصول کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین" اور گذشتہ سطور مین لستارةً یہ ذکر کیا جا چکا ہو کہ اکثر باطل ترغیبات اور افعال بد کے جواز مین اس خیال کو پیش نظر رکھا جاتا ہو کہ "انجام خیر کے حاصل کرنے کیلئے وسائل شر بھی جائز ہین، مکائد نفس کی جتنی مثالین ہماری نظر کے سامنے آتی ہین، ان مین غالب حصہ اسی خیال کے معتقدین کا ہوتا ہو جو بقول شاعر،

"انجام" مین ہو اگر "بھلائی" ہو پہلے "بدی" تو کیا برائی؟

پر ایمان لائے ہوئے ہین، اس عقیدہ کی صحت کو جانچنا ہمارا مقصد ہوگا، غور کرو، اور بتاؤ کہ کیا اکثر ایسا نہین ہوتا کہ لوگ دنیا کو دکھانے کیلئے ایک کار خیر کو اپنا نصب العین بنا لیتے ہین، اور اس پردہ مین دل کھولکر برائیان کرتے ہین، اور اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب یہ دیتے ہین "کہ جس کو تم افعال بد کہ رہے ہو، وہ ایک اعلیٰ نصب العین تک ہماری رہبری کرتے ہین، اور چونکہ نصب العین اعلیٰ ہو لہذا یہ وسائل کیونکر برے ہو سکتے ہین"، انفرادی حیثیت سے قطع نظر، ہمارے ہندوستان کی قومی زندگی مین اس قسم کی مثالین کثرت سے ملتی ہین کیا کچھ برس قبل آور ڈے (our day) کے موقع پر ہندوستانی طلبا اور "طائفہ" کو یہ کہکر ناٹک کرنے کی ترغیب نہین دی گئی کہ "اس ذریعہ سے جو روپیہ حاصل ہوگا وہ مجروحین جنگ کی امداد مین صرف ہوگا، اور چونکہ یہ مصرف نہایت اچھا ہے اس لئے وسائل حصول زر سے بحث نہ کرنا چاہئے"؟ کیا وطن کے شیدائیون نے یہ کہکر ہندوستانی خواتین کو "ترک پردہ" کیلئے آمادہ نہین کیا کہ یہ ہماری آئندہ ترقی، اور روشن خیالی کا ایک زینہ ہو اور چونکہ "انجام نیک ہو"، لہذا یہ ذریعہ "بھی مستحسن ہو"؟ کیا تمدن جدید کے ہوا خواہون نے "ترک ستر قدیم"

کے جواز کا فتوی یہ کہکر نہین دیا کہ یہ ارتقائے قومی کا ایک زبردست آلہ ہو" ہم یہ نہین کہتے کہ نفس کو دھوکہ دینے کا طریقہ صرف ہندوستان تک محدود ہو خود یورپ کی اقوام متمدنہ بھی زمانہ جنگ مین دشمن کی اسلامی آبادیون کو تاراج کرتی ہین، ان کی عورتون کے ناموس پر حملہ کرتی ہین، اور تشفی ضمیر کیلئے اس ناپاک خیال سے مدد لیتی ہین کہ "دشمن کو ہرطرح ذلیل کرنا شیوۂ حب الوطنی ہو لہذا یہ افعال بھی قابل اعتراض نہین" کسی انگریز نے دوران جنگ مین جرمنون کی منطق ان الفاظ مین بیان کی ہو کہنے کو تو "جرمنون کی منطق" ہے، لیکن

خوشتر آن باشد کہ سرے دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران

کا اطلاق اس مقولہ پر کماحقہ ہوسکتا ہو بہرحال وہ منطق یہ ہو:

"تم کو ہر وقت اپنے وطن کی فکر رکھنا چاہئے، اصل سعادت یہی ہو، قتل کرو، چوری کرو، جاسوسی کرو، غرضکہ جو کچھ جی مین آئے کرو، اگر وطن کی خاطر ہو، تو ہرگز قابل اعتراض نہین ہوسکتا، انجام کی بھلائی پر نظر رکھو، وسائل کے شر و خیر سے بحث نہ کرو"

(باقی آیندہ)

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام

مصنفہ

مولنا سید سلیمان ندوی

اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہو اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہو، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہو، قیمت ۸؎

"منیجر"

تلخیص و تبصرہ

ہندوستان کی تعلیمی ترقی،

مسٹر جے مارٹن نے ایک مضمون رائل سوسائٹی آف آرٹس کے لئے لکھکر بہیجا تھا اس مین ہندوستان کی تعلیمی ترقی کے متعلق بحث کی گئی تھی،

ہندوستان کی مردم شماری کے اعداد مین جن اعداد کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا جاتا ہو ان مین ایک ترقی تعلیم کا عدد بھی ہو صوبون کی حکومتون نے اس طرف خاص توجہ کی ہو اور جب جب موقع ملا ہو ادھر اپنا التفات بڑھایا ہو، ابتدائے صدی مین فی میل ۱۲۹ تعلیم یافتہ تھے ۱۹۱۱ء مین ۱۴۰ ہوئے اور اب ان کی تعداد ۱۶۱ ہو، عورتون کی تعلیم مین بھی ترقی ہو چنانچہ ۹ سے ۱۱۳ اور ۱۳ سے ۲۳ ہو گئی ہو، برطانوی ہند مین ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء مین تمام طلبہ کی تعداد ۶۳۵۰۰۰۰ تھی لیکن اب ۸۳۷۶۰۰۰ ہو، ۱۹۱۹-۱۹۱۸ کے عام وبائی مرض انفلوئنزا کی وجہ سے جس مین تقریبًا ۱۲۵۰۰۰۰۰ آدمی ضائع ہوئے اور نوجوانون کی بڑی تعداد تھی اس ترقی مین بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو، مختلف صوبون مین ان کے حالات کے مطابق ترقی کم یا زیادہ ہوئی ہے برما جہان تقریبًا بکثرت مدارس ہین، اس حیثیت سے اول ہو، یہان تقریبًا ۵۰ فیصدی مرد تعلیم یافتہ ہین، بنگال و مدراس مین ۱/۴ ہو اور بمبئی مین اس سے بھی کم:

بڑودہ کی لازمی تعلیم نے جو ۲۰ برس سے وہان جاری ہو، کچھ زیادہ نمایان کامیابی حاصل نہین کی ہے؛ ۱۹۰۱ء مین بڑودہ مین فی میل مین ۱۶۲ مرد اور ۸ عورتین تعلیم یافتہ تھین اور گجرات کے برطانوی اضلاع مین ۲۰۷ مرد اور ۱۶ عورتین اب بڑودہ مین ۲۱۰ مرد اور ۴۰ عورتین اور برطانوی گجرات مین ۲۲۲ مرد اور ۴۴ عورتین ہین؛

سب سے زیادہ غیر تشفی بخش حالت تعلیم نسوان کی ہے جس میں ۱۳ سے ۴۲ کا اضافہ ہوا ہے، لیکن بعض ماندہ صوبے ابھی تک بہت پیچھے ہیں، چنانچہ صوبہ متوسط، بہار و اڑیسہ، راجپوتانہ ایجنسی، کشمیر، حیدرآباد اور شمالی ہندوستان میں جہاں مسلمان زیادہ تر آباد ہیں یہ تعداد بہت کم ہے، اس حیثیت سے بڑودہ نے خاص کامیابی حاصل کی ہے، پہلے ہر ... ۱ عورتوں میں ۰.۵ تعلیم یافتہ تھیں لیکن اب ۴.۲ ہیں، اس سلسلہ میں میسور اور کوچین کی ریاستوں نے بھی ترقی کی ہے،

قومی حیثیت سے نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ بیس سالوں میں عیسائی عورتوں نے ۱۴ سے ۱۸ تک ہندو عورتوں نے ۵ سے ۱۰ تک اور مسلمان نے ۴ سے ۹ تک ترقی کی ہے،

کیا تعلیم نسوان کے مسلمان حامی اس طرف توجہ کرینگے؟

بالشوزم اور اسلام

حال ہی میں فرانس کی تبلیغی جماعت نے جو مراکش میں کام کر رہی ہے، اس نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ترکوں کو اشتراکیت کا حامی بنا کر ان کی خونخواری و ظلم کے غلط افسانہائے ماضی کی اشاعت کیجائے، تاہم اس سلسلہ میں بہت سی باتیں ضمنی طور پر آگئی ہیں، جو بزم معارف میں یقیناً دلچسپی سے پڑھی جائینگی اور ان سے اشتراکی تبلیغ کی سرگرمیوں کا بہت کچھ حال معلوم ہوگا،

"بالشوکوں نے جس منتظم و مستقل طریقے سے تبلیغ کے کاموں کو مشرق کے ایک بڑے حصہ میں انجام دیا ہے، ان کو دیکھکر کوئی شخص داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا، دو سال قبل انھوں نے مبلغین کے لئے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی، یہ جامعہ مشہور روسی اشتراکی پرانڈو کے ماتحت ہے، گذشتہ سال اس میں ... ۱ لڑکے تھے، یہ طلبہ، ۵ مختلف قوموں کے، ۵ مختلف زبان والے لوگ ہیں، ان کی محدود قومیت کو مٹانے کے لئے ۵ یا ۷۰ قوموں کے لڑکوں کو ایک ساتھ رکھا گیا ہے، ۴ یا پانچ سال کی تعلیم کے عرصہ

مین اون کو عملی تعلیم کے لئے مختلف حصون مین بھیجا جاتا ہے، جامعہ نے مختلف زبانون مین کتب و رسائل
شائع کئے ہین جو طلبہ اور عام پروپگنڈا کے کام مین آتے ہین، جامعہ کی شاخین تاشقند، باکو اور اومسک
(سائبیریا) مین قائم ہین اُن مین تاشقند کی شاخ سب سے زیادہ کامیاب ہے، جہان اس وقت ۲۰۰ لڑکے ہین
عورتون کے لئے بھی خاص انتظام ہے، اور اس مین ۵۰ عورتین تعلیم پاتی ہین، اس کے علاوہ فوج کیلئے
ہر جگہ مدارس ہین،

اس کے ساتھ ہی مستشرقین روس کی علمی انجمن ہے، یہ اشتراکیین کا مرکز ہے، اور اس کا اخبار نووی وسٹک
(مشرق جدید) نہ صرف ایشیا بلکہ افریقہ اور جنوبی امریکہ کی تمام نوآبادیات اور مظلوم اقوام کی حمایت کرتا ہے
تاشقند مین ایک مجلس منتظم کی گئی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ایشیا ر وسطی، خیوا، بخارا، ایران، افغانستان
اور ہندوستان کے حالات کا مطالعہ کرے،

السنۂ شرقیہ کا لزراف انسٹیٹیوٹ، اب مطالعہ مذاہب کے مباحث کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے،
ماسکو کے مدرسۂ حربی مین، ترکی، فارسی و ہندوستانی کی تعلیم کے لئے ایک شاخ قائم کیگئی ہے، اس سلسلہ
مین تقریباً ہر دیہات و شہر مین مدرسہ قائم کئے جا رہے ہین،

روس مین اخبارات نہایت کثرت سے شائع ہوتے ہین اور ان مین باہمی کچھ بھی اختلاف ہو لیکن
مغربی تمدن کے خلاف سب متحد اللسان ہین ؛

ہم اب تک جانتے تھے کہ صرف ماسکو ہی مین بالشوک حکومت ہے، لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے
کہ مندرجہ ذیل ریاستون مین بھی اسی کے اصول پر حکومت ہوتی ہے، جمہوریہ تاتار، جمہوریہ کریمیا جسکا دارالسلطنت
سمفروپول ہے، جمہوریہ داغستان، جمہوریہ شمالی کوہ قاف، جمہوریہ آذربائجان، جمہوریہ بشکر، جمہوریہ قرغیز
جمہوریہ اشکباد، جمہوریہ خوارزم، جمہوریہ بخارا، اور جمہوریہ ترکستان ؛

ماہرین نجوم ستارون کی پیائش مین مشغول ہین، حال مین تین ستارون کی پیائش کی گئی ہے، ان مین سے ایک ......۳۰میل ہے دوسرا......۲۰میل اور تیسرا.......۳۰میل،

امریکہ مین ایک انجمن جراثیم کی تحقیقات کے لئے قائم کی گئی ہے، اس انجمن نے تقریبًا ہر قسم کے جراثیم جمع کرلئے ہین، جن کی تعداد ۷۵۰ ہے اور تمام ممالک کے طلبہ وہان جاکر تجربہ کرتے ہین،

اسی سلسلہ مین یہ بھی معلوم ہوا کہ انفلونزا کے جراثیم بھی دریافت ہوگئے ہین اور یہ مہلک مرض اب شاید اس قدر خوفناک اثر نہ پیدا کرسکے،

مختلف رنگون سے مختلف عوارض کے علاج کے تجربے کئے گئے تو ان مین بہت کامیابی ہوئی، ایک سپاہی جو شیل سے زخمی ہونے کی وجہ سے دماغی امراض کا شکار ہوگیا تھا ایک زرد رنگ کے کمرے مین رکھا گیا اور چند دنون بعد اسے کامل صحت ہوگئی،

انگلستان کے ۲۱۴۵ مشاہیر مین ۱۲۷۰ پادریون کے لڑکے ہین، اسی طرح امریکہ کے ....۱۲ ممتاز لوگون مین ..۱۱ کو مبلغین کی اولاد ہونیکا شرف حاصل ہے،

جنگ کے بعد سے پشمینہ اس قدر کثرت سے استعمال ہونے لگا ہے کہ بہت سے جانورون کے

معدوم ہو جانیکا خطرہ پیدا ہو گیا ہی چنانچہ گذشتہ تین سالون مین، ۱۰۷۸۹۹۲ جانورون کی کھال صرف امریکہ مین بکی ہین،

الگزنڈر ابرہم بل نے اپنی زندگی کا آخری حصہ بندرون کو گفتگو کی تعلیم دینے مین صرف کیا اور اس مین بہت کچھ کامیابی حاصل کی، اس کا خیال تھا کہ بندراب ہمارے بہترین خادم ہو سکتے ہین،

افریقہ کے سرکاری کمیشن کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہان قلت آب کی یہی حالت رہی تو اس براعظم کا ایک بڑا حصہ انسانی آبادی کے ناقابل ہو جائیگا،

فرانسیسی محکمہ تحقیقات جرائم نے انگوٹھون کے نشانات کو صحیح تر و جلد تر دریافت کرنے کے لئے ایک نیا آلہ ایجاد کیا ہی، اس کا نام ایپی ڈکٹیلسکوپ ہی،

حال کے تین غبارون کے اڑانے مین جو ہیلیم گیس استعمال کی گئی ہی، وہ ۵۴ برس پہلے آفتاب مین دریافت ہو چکی تھی،

مسٹر جی، ایچ، بے، کنگڈن نے دوران تقریر مین بیان کیا کہ صابون کی تاریخ ۲۵۰۰ برس سے شروع ہوتی ہی، اور یہی وجہ ہی کہ صابون سازون نے تمام دنیا کو اس کے ضروریات کے لئے چھان مارا ہی اور اب مجبور ہو کر مضر چیزین ملا رہے ہین،

انگلستان مین، آلو چھیلنے کی ایک مشین ایجاد ہوئی ہے جس مین بہت جلد آلو کے چھلکے الگ ہو جاتے ہین،

فرانس مین اسباب تعمیرات کی گرانی سے تنگ آکر لوگون نے گھاس کے مکانات بنانے شروع کئے ہین، پہلے ان کو چٹائی کی طرح بنایا جاتا ہے، پھر ان پر پلاسٹر کر کے سفیدی کی جاتی ہے اور وہ کوٹھی کی طرح نظر آتے ہین،

فرانسیسی اطبار، آجکل دق کے لئے علاج شمسی پر زیادہ زور دے رہے ہین، ڈاکٹر ارمنڈ ڈلیلی کا بیان ہے کہ جنوبی فرانس کے مختلف شفاخانون مین اس علاج سے بہت سے مریض شفایاب ہوئے ہین

۱۹۱۷ء سے ایک نئی بیماری یعنی مرض خواب کی شکایت سنی جارہی ہے، اس سنہ مین یہ مرض آسٹریا مین نمودار ہوا، ۱۹۱۸ء کے بہار مین، انگلستان و فرانس پہونچا، سنہ ۱۹۱۹ء مین اطالیہ و امریکہ مین نمودار ہوا، اور اب تمام دنیا مین پھیلا ہوا ہے،

فرانس کے ایک نوجوان ماہر کیمیا نے ایک دھات بنائی ہے، جو اپنی خصوصیات اجزاء کے لحاظ سے سونا معلوم ہوتی ہے،

موجودہ علم جراحت کے معجزہ کی خبر وائنا سے آئی ہے، یہان ایک ماہر حیوانات نے ایک کیڑے کا سر کاٹ کر اوسی جنس کے دوسرے کیڑے کے سر پر لگا دیا، اور دونون کیڑے زندہ ہین،

ایک مشہور فرانسیسی ماہر حیوانیات، کا بیان ہو کہ گذشتہ مہیب جنگ مین مدافعت و حفاظت کی جتنی صورتین پیدا کی گئین تھین وہ کسی نہ کسی جانور مین موجود ہین، چنانچہ ایک قسم کی مچھلی کے منھ سے دھوان نکلتا ہے اور وہ اس کے پردہ مین دشمنون سے چھپ جاتی ہے،

ڈاکٹر کرکپٹ نے دعویٰ کیا ہو کہ انھون نے حال مین جانور کا خون آدمی کے بدن مین پہونچا کر بہت کچھ کامیابی حاصل کی ہو حالانکہ عام خیال یہ تھا کہ دونون کے خونون مین بہت فرق ہو اور جانور کا خون انسانی خون کے جراثیم کو برباد کر دیتا ہو،

اربخ فری اسٹیٹ کے جنگلون مین ایک قسم کا جنگلی سیب پیدا ہوتا ہو، اب اس کے عرق سے پٹرول کے قسم کا تیل نکالا جانیوالا ہو، یہ تیل بہت سستا ملیگا،

حال مین فاسل تپھرون مین ایک دیوزاد جانور کی صورت کا پتہ چلا ہو جو دو پیرون پر چلتا تھا اور اسقدر خوفناک تھا کہ انسانی آبادی کا اس سے بچنا ایک امر محال معلوم ہوتا ہو، یہ فاسل پٹیگونیہ مین نکلا اور اساتذہ طبقات الارض کا خیال ہو کہ ۵۰۰۰۰۰ سال کا ہو،

جرمن ڈاکٹر فریسی نے ۱۴۲، مختلف امراض کے بیمارون پر الکحل کی قوت ہاضمہ کے متعلق تجربہ کیا اوسکا خیال ہو کہ الکحل اس حیثیت سے بہت مفید ثابت ہوئی ہو،

دنیا کا سب سے تیز رو دریا ستلج ہو، جو ابتداءً سمندر سے ۱۵۲۰۰ فٹ بلند ہو لیکن ۱۸۰ میل کی

مسافت مین ۱۲۰۰۰ فٹ نیچا ہو گیا ہے ؎

امریکہ کے قدیم باشندون کے متعلق جتنی چیزین امریکن انڈین عجائب خانہ مین ہین، شاید کہین نہین ہین ان کی مجموعی تعداد ۸۰۰۰۰۰ تک پہونچ چکی ہے؎

اب تک ہم جس شخص کے متعلق سنتے کہ وہ دل کی بیماری مین مبتلا ہے اس کی حیات سے تقریباً مایوس ہو جاتے لیکن اب ڈاکٹر جے، ایچ، ہوتان نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ دل کی ہر قسم کی بیماری کو اچھا کر سکتے ہین ؎

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ انسان اور پھیپھڑے سے سانس لینے والے جانورون کا اولین مسکن براعظم ایشیا رتھا ؎

مسٹر سی، این بیکاک نے انجمن متعلق حفاظت اسنہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ اگر ہم اسی طرح اپنے دانتون سے بیخبر رہے تو دو سو برس بعد ایک آدمی کے منہ مین بھی دانت نہ رہینگے

جانورون مین سب سے زیادہ عمر کچھوے کی ہوتی ہے، مارسیلز کے عجائب خانہ حیوانات مین ایک کچھوا ہے جو نپولین کے زمانہ قید مین جزیرہ ہلنا سے لایا گیا تھا، ایک اور کچھوا بھی موجود ہے جس کی عمر کا اندازہ ۵۰۰ سال کیا جاتا ہے،

مسنر میین سنر انگلستان کی معمر ترین خاتون ہو اس نے حال ہی مین اپنی ۱۰۰ وین سالگرہ منائی ہو،

انگلستان نے گذشتہ تین سالون مین مندرجہ ذیل پونڈون کا سونا اپنے افریقی مقبوضات کی کانون سے حاصل کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۳۸۶۶۲۹۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۳۶۵۰۰۰۰۲	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۳۲۴۶۳۴۶۱	"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپ ہوگا کہ انگلستان نے ان تین سالون مین مندرجہ ذیل قیمتون کا سونا امریکہ روانہ کیا ہی،

سنہ ۱۹۲۰ء	۵۲۸۳۳۴۲۳	پونڈ
سنہ ۱۹۲۱ء	۵۵۴۵۶۳۴۰	"
سنہ ۱۹۲۲ء	۲۶۶ ۳۲۶۴۵	"

انگلستان کے ذمہ امریکہ کا جو قرض ہی اوسکی تعداد مع سود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹ پونڈ ہے اور یہ قرض ۶۲ سال کی مدت مین اس طرح ادا ہوگا کہ ۱۰ سال تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵ ۳ پونڈ دئے جائینگے اور پھر ۵۲ سالون تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۶ پونڈ،

ڈیلی میل لندن، کی تعداد اشاعت دنیا کے تمام اخبارات سے زائد ہو گذشتہ سال کے اعداد ہمارے بیان کی تصدیق کرینگے،

جنوری ۲۲ء	۱۵۲۲۷۰۹
فروری "	۱۶۲۰۲۷۷
مارچ "	۱۶۶۹۴۱۴
اپریل "	۱۷۰۲۶۹۴
مئی "	۱۷۵۵۴۹۸
جون "	۱۸۱۷۹۴۷
جولائی "	۱۸۶۷۷۹۷
اگست "	۱۹۱۰۱۱۷
ستمبر "	۱۹۰۷۳۳۵
اکتوبر "	۱۹۰۷۹۵۵
نومبر "	۱۸۶۹۲۵۰
دسمبر "	۱۸۳۶۵۶۸

اس مین وہ پرچے شامل نہین ہین جو مفت دئے گئے یا بچ رہے، کیا کبھی ہمارے اردو صحائف کی مجموعی تعداد اتنی ہوگی،

گذشتہ سال امریکہ مین آتشزدگی سے جو نقصانات ہوئے اون کی تعداد ۱۰۷۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس مین سے ۵۶۰۰۰۰۰ پونڈ کے نقصانات صرف سگریٹ کے بے پرواہی سے پھینک دینے سے ہوئے،

میڈم کولنتائی دنیا کی پہلی خاتون ہے جو روس کی طرف سے نارو ے کی سفیر مقرر ہو گئی ہے،

لندن مین سنہ ۱۹۲۱ء مین ۵۵۸۷، آتشزدگیان ہوئین، ۳۷، جانین ضایع گئین، اور ۱۶۸۲۳۷۱ پونڈ کا نقصان ہوا، سنہ ۲۲ء مین ۷۳۰۷، آتشزدگیان ہوئین ۹۸ آدمی مرے اور ۶۷۸۸۰، پونڈ کا نقصان ہوا،

میڈم ہرسین باشندہ ارگنٹائن، دنیا کی سب سے زیادہ تیراک خاتون ہے، وہ مسلسل ۲۱ گھنٹہ ۴ منٹ پانی مین رہی ؛

اندنون اگرچہ ریڈیم کی قیمت یک بیک ۱۶۰۰ پونڈ فی گرین سے ۹۰۰ پونڈ ہوگئی ہے، پھر بھی ایک اونس کی قیمت ۵۳۰۰۰۰ پونڈ ہے،

گذشتہ مردم شماری مین خاص لندن شہر کی آبادی ۴۴۸۴۵۱۶ تھی اور یہ تعداد نواح شہر کو ملا کر ۷۴۸۰۲۰۱ تک پہونچ جاتی ہے، اس کے مقابلہ مین دنیا کے دوسرے شہرون کی آبادی یہ ہے،

نیویارک	۵۶۲۰۰۴۸
برلن	۳۸۰۱۲۳۵
پیرس	۲۹۰۶۴۷۲
چیکگو	۲۷۰۱۷۰۵
ٹوکیو	۲۱۷۳۱۶۲

گذشتہ جنوری مین لندن مین ۷۹۰۹۱ غیر ممالک کے آدمی آئے اور ۱۲۱۵۱ گئے،

ادبیات

فکرِ سلیم

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

جناب مولنا وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی، ہماری زبان کے ان استادان فن سے ہین، جنکی کوششون سے اردو زبان، سادہ انشا پردازی کی زبان بنی ہے،

سرسید مرحوم کے ادبی پرتو فیض سے انھون نے بہرہ مندی حاصل کی تہذیب الاخلاق اور حسن کے بعد اردو کا تیسرا قابل ذکر اردو رسالہ معارف علی گڈہ انھین کی کوششون کا ثمرہ تھا اور اس کے بعد علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ اور مسلم گزٹ کی ادارت یکے بعد دیگرے ان کے ہاتھ آئی اور اب وہ جامعۂ عثمانیہ مین اردو کے پروفیسر ہین۔

جب مرحوم بچہ کے والدین کو اس کے ہمنام بچون سے محبت ہونا فطرت ہی، تو ہم کو مدت سے شکایت تھی کہ معارف علی گڈہ کا اڈیٹر، معارف اعظم گڈہ کو کیون بھولا ہے؟ بارے سالہا سال کے بعد آج یہ شکایت رفع ہوتی ہے،

مدت ہوئی ہے مدحِ حسینان کئے ہوئے
نورِ سخن سے دل کو چراغان کئے ہوئے

عرصہ ہوا ہی وصف بہار جمال سے
روئے ورق کو رشک گلستان کئے ہوئے

برسون ہوئے ہین تذکرہ سوزِ عشق سے
بزمِ سخنوری کو درخشان کئے ہوئے

آتا ہی کس شکوہ سے وہ رشک آفتاب
ظلمتکدے دلون کے چراغان کئے ہوئے

جاتا ہون کوئے یار سے (دیکھو اگر گھٹا مجھے)
برپا ہجومِ اشک سے طوفان کئے ہوئے

بیٹھا تھا رات مین بھی کسی جلوہ گاہ مین | ہر دیدۂ مسام کو حیران کیے ہوے
کرتا تھا رات وہ مرے دل کا مطالعہ | شیرازۂ وفا کو پریشان کیے ہوے
بیٹھے ہین ہم تصوّرِ گیسوے یار مین | اس زندگی کو خواب پریشان کیے ہوے
خون کرکے پھلا ہون دل و جان کو اپنے ساتھ | دیدارِ روے یار کا سامان کیے ہوے
اشکون کو میرے چشمِ حقارت سے تو نہ دیکھ | پنہان یہ آستین مین ہین طوفان کیے ہوے
مر مٹیے اس ادا پہ کہ کچھ لوگ جل بجھے | سینے مین سوزِ عشق کو پنہان کیے ہوے
کر لو زیارت ان کی کہ یہ زاہدانِ خشک | آبادیان ہین حسن کی ویران کیے ہوے
سُن نغمہ گوشِ ہوش سے، گزرے جو بادِ صبح | تارِ شعاعِ مہر کو لرزان کیے ہوے
کس حسنِ دلفریب کا ہی یہ نشہ کہ ہے، | عالم کے ذرہ ذرہ کو رقصان کیے ہوے
ہے کون شہسوار کہ چوگانِ نور سے | لاتا ہی گوے مہر کو غلطان کیے ہوے
بجلی کی طرح وہ مرے دل سے گزر گیا | اپنے سمندِ ناز کو جولان کیے ہوے
سچ مانیے کہ یہ سروسامان کا ہی خیال | یارون کو ہی جو بے سروسامان کیے ہوے
کیا لوگ ہین جو ہین درِ دلدار پر پڑے | حرمان کو اپنے درد کا درمان کیے ہوے
کیا لوگ ہین وہ جن کی جبین پر شکن نہین | اور دل مین حسرتون کو ہین مہمان کیے ہوے
تلوارین کھا کے ہنستے ہین وہ حق پرست جو | ہین دل کو مستِ جلوۂ ایمان کیے ہوے
وہ نوبہارِ حسن ابھی اس راہ سے گیا | ہر نقشِ پا کو روضۂ رضوان کیے ہوے
اعجازِ عشق کا ہی کہ ہی اس جہان مین وہ | لبِ تشنگی کو چشمۂ حیوان کیے ہوے
دے سر خوشی سے تسلیم کہ وہ نوبہارِ حسن | آتا ہی تیغِ ناز کو عریان کیے ہوے

عائشہ صدیقہؓ

خدا کے محبوب کی حبیبہ ترا ہے پیارا لقب حمیرا ... وہ حسن صورت وہ نور معنی جہان مین تجھ سا نہو گا پیدا

گواہ عصمت ہے رب اکبر یہ سورۂ نور سے ہے اظہر ... کیا ہے تطہیر نے مطہر خطاب "طیبات" پایا،

مثال آئینہ صاف سینہ علوم دین کا تھا اک خزینہ ... رموز و اسرار کی امینہ، بڑا ہے لاریب تیرا رتبہ

یہ رنگ لائی تری محبت نبیؐ کی ہو گی جلیس جنت ... ہے مغفرت کی تجھے بشارت ہے تو نے "رزق کریم" پایا

وہ اجتہادی خطا کا قصہ جمل کا ناگفتہ بہ قضیہ ... جو چشم باطن سے ہم نے دیکھا پسند تیرے کمال کا تھا

نہ لوم لائم کا کچھ خطر تھا نہ سر مین سودائے مال و زر تھا ... یہ حب مولا کا سب اثر تھا، کہ تھی نہ دنیا کی تجھکو پروا

ترا تفقہ ترا تبحر ہے جس کا مشکل بہت تصور ... حسود کو اس کا ہے تحسر، عنود کو رنج روح فرسا

نہ تھی جو اولاد تیرے کوئی کہ جس سے ہوتی تھی سرخروئی ... تو حق نے دلجوئی تیری یون کی لقب دیا ام مومنین کا

خموش نواب اب کہ کیونکر ہو وصف محبوبۂ پیمبر ... خدا اور اس کا رسولؐ بہتر ہے جانتا اور مدح کرنا

([illegible])

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی۔ قیمت ۱۰؎

"منیجر"

سرگذشت الفاظ

از

مولوی ابو الجلال ندوی

ابن جنی نے عربی زبان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہی، جس کا نام خصائص ہی، ابن جنی کا زبان کے متعلق یہ خیال تھا کہ الفاظ اپنے معانی پر ایک خاص مناسبت سے دلالت کیا کرتے ہین، معانی اپنی دماغی شکل مین صرف ان کیفیات کا مجموعہ ہین جو کسی شے سے عالم منتزع ہو کر دماغ مین جمع ہین، الفاظ کے حروف کو ان کیفیات کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہی، ابن جنی کا یہ بھی خیال ہو کہ دنیا بھر کے الفاظ کی اصلین سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین، خصائص الفاظ و معانی کی مناسبت پر اوس نے ایک خاص باب باندھا ہے، جس مین اِس امر کا دعویٰ کیا ہو کہ اس فن کی ابتدا خلیل و سیبویہ نے کی اور جماعت نے قبول کیا، خصائص مین ابن جنی نے ثابت کیا ہی، کہ الفاظ کے اصلی حروف کی ترتیب اُلٹ دو، تب بھی کچھ کچھ ذوق کے ساتھ معانی مین یگانگت رہے گی، الفاظ کے حروف کو مشابہ حروف سے بدل دو معنے مین یگانگت باقی رہے گی، حروف کی خاصیتین، ان معنوی فروق کی وجہ ہوا کرتی ہین،

ابن جنی کی یہ کتاب اب ہمارے کتبخانون مین موجو ہی، آج سے چند سال پہلے صرف اس کے قلمی نسخے پائے جاتے تھے، مگر نواب عماد الملک بہادر کی عنایت سے یہ چھپکر شائع ہو چکی ہے،

عربی مین فن اشتقاق کے موجد درحقیقت معتزلہ ہین، حدوث و قدم قرآنی کے متعلق گفتگو نے طول کھینچا تو زبان کا مسئلہ آگیا، زبان کے متعلق معتزلہ کا خیال ہو کہ الفاظ کو آدمیون نے باہم طے کر

۱؎ مصنفہٗ جناب احمد دین صاحب بی اے، ایل ایل بی وکیل لاہور قیمت ۸ عہ

اور اصطلاح کے طور پر وضع کیا، اس پر سخت اعتراضات وارد ہوئے، اہم ترین اعتراض یہ تھا کہ آخر پہلے واضع نے لفظ اور معنے کے تعلق کو کیونکر جانا، لفظ اور معنے کا تعلق اسقدر گہرا ہے کہ عام حالتون مین ایک انسان کے ذہن مین جب تک لفظ کا تصور نہ ہو معنے کا تصور ہوتا ہی نہین، اس بنا پر عباد بن سلیمان نے رائے قایم کی کہ "لفظ اور معنے مین طبعی مناسبت ہوتی ہے اور وہی مناسبت باہمی وضع کا باعث ہے"،

اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے طرفداران عباد نے عربی زبان کو بنیاد قرار دیکر الفاظ اور معانی کی مناسبتون پر غور کرنا شروع کیا تو اونھون نے یہانتک ترقی کر لی تھی کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مین تمام الفاظ کی وجہ مناسبت بتا سکتا ہون، چنانچہ ایک عجمی لفظ اذغاغ کے معنے پوچھے گئے (علامہ سیوطی فرماتے مین یہ لفظ پتھر کا مرادف ہے) معتزلی عالم نے جواب دیا کہ مین اس لفظ مین انتہائی یبوست جانتا ہون، اسکا مفہوم میرے خیال مین پتھر ہے،

اتدازمن کے مباحث صرف کی کتابون مین لکھے جاتے تھے، امام رازی فرماتے ہین کہ اشتقاق کی تین قسمین ہین، (۱) اشتقاق صغیر یعنے صرف (۲) اشتقاق کبیر جس مین الفاظ کے ترتیبی انقلابات سے بحث ہوتی ہے (۳) اشتقاق اکبر جس مین لفظ کے حروف اور اون کی نوعیتون کے اعتبار سے یگانگت معنوی ظاہر کی جائے،

علم اللسان کو اہل مغرب کی ایجاد بتایا جاتا ہے مگر عربی ادب و لغت کے ماہرین بد لائل بتا سکتے ہین کہ علم اللسان کا بنیادی پتھر اسی اشتقاق کبیر اور اشتقاق اکبر کو سمجھنا چاہیے، جس کا نام اہل فارس کی زبان مین علم اصول اللغہ ہے،

اُردو زبان کا خزانہ اس قسم کے جواہرات سے خالی ہے، حالانکہ یہ فن ہمارے آباؤ اجداد کا دماغی ترکہ ہے، جسے ہمارے قبضہ مین ہونا چاہیے، اُردو دان جماعت کو اس فن سے پہلے شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد مرحوم نے سخندان فارس لکھکر واقف کیا،

حال مین مذکورہ بالا عنوان سے اسی فن پر ایک کتاب شایع ہوئی ہے، مصنف کتاب نے خود

تسلیم کیا ہی کہ انکا اخذ زیادہ تر پادری ٹرنچ کی مطالعہ الفاظ ہی" اصول اسی کتاب سے اخذ کیے ہین، مثالون کے لیے لاطینی، فرانسیسی انگریزی الفاظ کے بجائے اردو فارسی، عربی الفاظ لئے ہین، لیکن کہین کہین آزاد مرحوم کی تحریر و سخن بھی استناد کیا ہے،

کتاب ۷ حصون پر منقسم ہے، پہلی فصل مین الفاظ کی پیدایش کے طریقون سے بحث کی گئی ہی، دوسری فصل مین یہ ثابت کیا گیا ہی کہ الفاظ انسان کی نازک خیالیون کا خزانہ ہین" اس مفہوم کو مصنف نے ان الفاظ مین ادا کیا ہی، زبان مجموعۂ نازک خیالی ہی، تیسری فصل مین زبان مجموعۂ اخلاق اور چوتھی فصل مین الفاظ کو مجموعۂ تاریخ قرار دیا ہے، پانچوین فصل مین جدید الفاظ کی پیدایش کے طریقے بیان کئے، چھٹی فصل مین مترادف الفاظ کی بحث، ساتوین مین عام اصولی باتین ہین،

مصنف نے شروع صفحہ مین لکھا ہی "بلکہ ہمین یہ بتانا ہی کہ صرف الفاظ مین بلا لحاظ کسی فقرہ بندی یا عبارت کے اخلاقی اور تحریری حقائق، انسانی جذبات اور ولولون کے بیشمار ذخیرے پڑے ہین،، صفحہ ۲ مین فرماتے ہین" الفاظ بجائے خود ایک کتاب کا مضمون لئے ہوتے ہین"

اس سے قیاس ہوتا ہے کہ جناب مصنف صرف ان الفاظ سے بحث کرنا چاہتے ہین جو منفرد ہین" لیکن دوسری فصل مین اپنے دعاوی کے اثبات کے لیے جو الفاظ پیش کئے ہین وہ سب مفرد نہین ہین، اکثر و بیشتر مرکب الفاظ ہین، جن کا ہر جز اپنے معنے پر الگ الگ دلالت کرتا ہی، مثلاً منمو ہن، گلعذار، گل اندام، مہ لقا، تاج خروس، بستان افروز، چھوئی موئی"

لیکن اس فصل کے علاوہ دوسری فصلون مین منفرد الفاظ سے بحث کی گئی ہے، یون تو کتاب اردو سے دلچسپی رکھنے والون کے لیے سرتاپا مفید ہے بلکہ ۳، ۴، ۵، فصلین خاص دلچسپی رکھتی ہین، تیسری فصل مین مصنف نے ثابت کیا ہی کہ الفاظ مین علاوہ ان معانی کے جنکو ہم روزمرہ کی بول چال مین مراد لیتے ہین، ہمارے اخلاقی عروج و زوال کی تفسیریت بھی مضمر ہین، شاطر، عیار، غلام، لونڈی، چھوکرا، چھوکری،

بعادت وغیرہ الفاظ اچھے معانی سے بُرے معانی کے لیے مخصوص ہوگئے، اس سے مصنف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ بولنے والے کے اخلاقی انحطاط کے ساتھ ان الفاظ کے معانی مین بھی ذلت پیدا ہوجاتی ہو، دیانت، شرارت، سلامت روی کے الفاظ علاوہ معانی معہودہ کے کچھ اخلاقی حقائق ظاہر کرتے ہین، شیخ، سادہ، منطقی، حجت کو اب جن معانی مین استعمال کیا جاتا ہو، ان سے ہمارا اخلاقی زوال ظاہر ہوتا ہے، عیش، طیش، منت، انسانیت کے الفاظ مین ان کے معانی کی حقیقت مضمر ہے،

غرض وعادی کی صحت اور طریقۂ بیان کی دلچسپی کے لحاظ سے پوری کتاب قابل تعریف ہو، آزاد سیدھی سے سیدھی بات کو استعارات کے رنگ مین شوخ بنا دیتے ہین، مصنف نے اس طرز ادا کو اڑانے کی کوشش کی ہو، اور کامیاب کوشش کی ہے مثلاً کہنا یہ ہے کہ "امرتسر" دو لفظون سے بنا ہے، امرت، اور "سر" اس مفہوم کو وہ اس طرح ادا فرماتے ہین،

"امرتسر مین دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب (سر) اپنے امرت (آب حیات) سے تاریخ مین شہر امرتسر کے بقائے دوام کا کفیل ہے"

مہرالنسا کی ترکیب اس طرح ظاہر کی ہے،

اور عورتون مین مہرالنسا کی نورافشانی کی طرف ہم نے کبھی رخ نہ کیا،

انسان کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت ان الفاظ مین دیا ہے،

"غلام ابتدا مین لڑکا تھا، ایسا ہی آزاد جیسا کہ ہم اور تم لیکن انقلاب زمانہ نے آزادی چھین کر اسے ذلیل وخوار کردیا ہے"

ساری کتاب اسی قسم کے دلچسپ انداز مین لکھی گئی ہے، لیکن آزاد کی صحیح تقلید نہ ہوسکی، مثلاً امرتسر کی تشریح مین "دربار صاحب کے زرین مندر کا تقدس آب تالاب" کی بھاری ترکیب اس نازک طریقۂ ادا سے میل نہین کھاتی،

مجموعی حیثیت سے مصنف کی تلاش و محنت قابل داد ہی، اُردو جیسی زبان کے معروف الفاظ کو لیکر علم اللسان کے دقیق مسائل کو بہ لطف بتا کر پیش کرنا بہت قابل تعریف ہی، لیکن ہکو چند باتون مین مصنف کے ساتھ اتفاق نہین خسیس (بخیل) کی تشریح مین آپ فرماتے ہین،

اور اس طرح روپیہ جمع کرنے والے کو بتایا کہ اوس کی ہستی ایک خس سے زیادہ حقیقت نہین رکھتی ۔"

گویا خسیس فارسی لفظ خس (کھر) سے بنا ہے، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی زبان کا ہے، جسے ایرین زبانون سے تعلق نہین، مادہ خسّ ہی جس کا ترجمہ ہی (کمی کرون) یہ لفظ ہمارے اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ بخل مین برکت نہین،" فرماتے ہین" پیالہ کو عربی مین کاس کہتے ہین یہ وہی کاسہ فارسی ہے،" یہ عبارت بول رہی ہے کہ کاس فارسی لفظ کاسہ سے ماخوذ ہی، حالانکہ یہ لفظ خالص عربی ہے، عربی علم الاشتقاق نے طے کردیا ہے کہ ایک سے الفاظ یکسان معانی ظاہر کرتے ہین، چنانچہ کاس ۔ پیالہ ۔ یا آبخورہ کو کہتے ہین ۔ بشرطیکہ اوس مین پانی یا شراب ہو، اکاص ۔ بہت کھانا ۔ بہت پینا ۔ کاش (کھانا کھاتا)

غلام کا لفظ اپنے معروف معنے مین اخلاقی تنزل کا ثبوت نہین ہو بلکہ ہماری بلند خیالی کا ثبوت ہی، غلام کا اصلی مفہوم بالغ ہے، پھر کثرت استعمال نے اِس لفظ کو لڑکے کے لیے مخصوص کردیا، اہل عرب غلام کو غلام نہین کہتے تھے بلکہ عبد کہتے تھے، اِسلام نے اِس انسانی توہین کو گوارا نہ کیا، آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ اپنے خادمون کو عبد نہ کہو غلام (بیٹا) کہا کرو، تو اس لفظ کی ابتدا پیار کے جذبہ اور بنی نوع کی مساوات کے خیال پر مبنی ہی،

آپ نے فرمایا کہ "جب عبارت مین پانی کی سی روانی ہو اُسے تسلسل عبارت کہتے ہین" اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ تسلسل مین پانی کی روانی پاتے ہین ۔ یہ خیال درست نہین، البتہ "عبارت" کے لفظ مین روانی موجود ہی، کیونکہ حرف حلقی اور ب م کا مجموعہ بشرطیکہ اسمین کوئی حرف شدید نہو، محبت یا پانی پر دلالت کرتا ہے (ع ۔ ب ۔ د) کا مجموعہ ہمیشہ حرکت اور پانی جیسی حرکت پر دلالت کرتا ہے، تسلسل کو شاید آپ نے دماغ سلسل

سے ماخوذ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ سلسلہ یعنے زنجیر سے مشتق ہے، تسلسل کا لفظ روانی عبارت ظاہر نہین کرتا، بلکہ ایک بات سے دوسری بات کا تعلق بتاتا ہے،

آپ نے دعوی کیا ہے کہ مفرد الفاظ مین تاریخی واقعات کا ذخیرہ ہوتا ہے، اس کے ثبوت مین، مدینہ مہاجرین، انصار۔ ہجرت کے الفاظ پیش کئے ہین، حالانکہ یہ الفاظ دعوی کی دلیل نہین، ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنا تاریخ جاننے پر مبنی ہے، یہان ایسے الفاظ کی ضرورت تھی جن کا اشتقاق تاریخ ظاہر کرتا، مثلاً اسی لفظ مدینہ کو لو، اس سے تاریخ تمدن ظاہر ہوتی ہے، جتنے الفاظ کا پہلا حرف م دوسرا حرف (ت۔ط۔د) ہو تیسرا حرف کوئی بھی ہو۔ امتداد اور کھواؤ ظاہر کرتے ہین چنانچہ مد۔ مط۔ مت تینون لفظ کشیدگی ظاہر کرتے ہین، مدون۔ (طول قیام کو کہتے ہین) اسی لفظ سے مدون (کسی جگہ ایک مدت تک بسنا) نکلا، اسی مدن سے لفظ (مدینہ) اور تمدن نکلا ہے، تو اب معلوم ہوا، مدنیت اور تہذیب کی اصل کیا ہے؟ بود وماند ہے،

آخر مین ہم جناب مصنف کی ایک شکایت کرینگے، اُردو دان طبقہ کو انجیل سے زیادہ قرآن کے ساتھ دلچسپی ہے، آغاز زبان۔ اس کی ترقی اور تنزل کی حقیقت آپ نے انجیل کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے زیادہ بہتر قرآن اور حدیث تھی، جس سے ہمارے نوجوانون مین مضمون کی وقعت زیادہ ہو سکتی تھی، زبان دلچسپ ہے لیکن بعض مواقع پر پنجابی صینون اور ترکیبون نے بہت کچھ کمی کر دی ہے،

کتاب چھوٹی تقطیع کے ۱۴۰ صفحات پر ہے لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸ار، پتہ مولوی احمد دین صاحب بی اے وکیل لاہور،

مطبوعات جدیدہ

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر، حاجی محمد محی الدین صاحب تاجر کتب بنگلور نے مولوی محمد باقر صاحب مرحوم کی مذکورہ بالا نام کتاب کو حضرت سیماب اکبرآبادی سے اردو میں منظوم کرا کر شایع کیا ہے، یہ کتاب منظوم سیرت رسول صلعم ہے، انحضرت صلعم کے ولادت سے وفات تک کے حالات مع غزوات وغیرہ نہایت ہی صاف و شستہ نظم میں ادا کئے گئے ہیں، یہ ریاض ۱۲ چمنوں پر منقسم ہے، انوار رسالت، نوید رسالت، طلوع رسالت، نسیم نبوت، شمائل نبوت، تکمیل نبوت وغیرہ، میلاد کے لئے اچھی کتاب ہے، ضخامت ۱۵۰ لکھائی چھپائی اچھی، قیمت مجلد عار، پتہ:- حاجی محی الدین تاجر کتب نمبر ۳۹۹ موچی بازار بنگلور،

انتخاب مخزن حصہ دوم، مخزن مرحوم اردو کی زمانہ تک خدمت انجام دینے کے بعد سانس توڑ چکا ہے، یہ مجموعہ اسی کے دور آخر کے منتخب مضامین کا گلدستہ ہے، اوسکا حصۂ اول اس کے عروج ہی کے زمانہ میں چھپ چکا تھا، اس حصہ کو شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ نے شائع کیا ہے، انتخاب نظم و نثر دونوں اچھا ہے، قیمت صر ضخامت .. ۲ صفحہ شیخ سے طلب کیجئے۔

انتخاب مضامین جوہر، جامعہ ملیہ کے طلبہ نے تعلیم صحافت کے لئے ستمبر ۲۱ء میں ایک قلمی ہفتہ وار اخبار الرشید نکالا تھا اس کے بعد بہ تقاضائے حسن عقیدت اس ذات گرامی کے نام پر جو آج بیجاپور میں ہے، اس کا نام بدل کر جوہر رکھا گیا، جوہر نے مقبولیت حاصل کی اور طلبہ واساتذہ کے علاوہ بیرونی اصحاب نے بھی اس میں حصہ لیا، اب وسکے مضامین کا انتخاب شایع کیا گیا ہے، یہ مضامین مختلف علمی، تاریخی، اور سیاسی موضوع پر ہیں، آخر میں نظم کا دلچسپ حصہ بھی ہے، لکھائی چھپائی اعلے ضخامت ۱۸۱ صفحے قیمت صر

فرسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ، ڈاکٹر مرزا کریم خان خدیو جنگ بہادر کی مذکورۂ بالا نام کی

کتاب کا دوسرا اڈیشن ہو، اس مین جنگ یا ہنگامی صدمات کے لئے ضروری علاج ومدایات ہین، یوائے اسکاٹ یا دوسری امدادی انجمنون کے ارکین کے لئے بہت مفید ہو، چھوٹی تقطیع کے تقریباً ۱۵۰ صفحون پر چھپی ہے، آخر مین انگریزی الفاظ کے معنی بھی دئے ہین، مصنف سے ہر سکہ عثمانی یا چھ کلدار پر مل سکتی ہو،

قیصرِ نجی، مشہور اشتراکی روسی حکیم ٹالسٹائی کا ایک رسالہ ہو جسے مرحوم مدرلینڈ کے پریس نے انگریزی مین شایع کیا ہے، قیمت ۳ر، صداقت پریس پٹنہ سے مل سکتا ہو،

اعظم ترین انسان مسٹر عبدالسلام خان سی پی کے ایک نوجوان انگریزی دان مسلمان ہین، اُنھون نے مختلف غیر مسلم مورخین کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہو کہ جناب رسالت مآب صلعم کی ذات سب سے اعظم ترین تھی، ایک نوجوان کی یہ محنت ضرور قابل ستائش ہو، لیکن کاش کہ خود ان کے دل مین بھی اپنے پیمبر کی کچھ عزت ہوتی، کہ نام کے بعد درود و سلام کا کوئی لفظ لکھ دیتے، رسالہ انگریزی زبان مین ہو، ضخامت ۴۰ صفحات قیمت ۸ر مسٹر عبدالسلام خان، مدرس انجمن اسلامیہ اسکول ناگپور،

سرسید کی دینی برکتین، عرصہ ہوا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر نے حیدرآباد کے ایک مجمع کے سامنے اس مضمون پر ایک تقریر کی تھی اور وہ رسالہ کی صورت مین چھپ گئی تھی، اب حافظ قمرالدین اینڈ سنز تاجران کتب موچی دروازہ لاہور، نے اسے چھوٹی تقطیع پر شایع کیا ہو، قیمت ۴ر

شاہین و دراج مولوی راشد الخیری صاحب کی فسانہ نگاری تعارف سے مستغنی ہے، دارالاشاعت پنجاب لاہور نے سلسلۂ کہکشان کی ساتوین کڑی کے طور پر اسے شائع کیا ہے، فسانہ دلچسپ، عبرت انگیز اور سبق آموز ہو، تکرار و کثرت ترادف کا عیب اس مین بھی موجود ہو، کتاب چھوٹے سائز کے ۹۰ صفحات پر ہے لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۸ر، دارالاشاعت سے طلب کیجئے،

روداد انجمن اردو جامعہ الہ آباد، الہ آباد یونیورسٹی مین انجمن اردو کے قیام کا ذکر آچکا ہو یہ رپورٹ اسکی افتتاحیہ کارروائی کے حالات پر مشتمل ہو، اسکا بہترین حصہ مسٹر اے یوسف علی صاحب کا اردو پر عالمانہ خطبہ ہے،

دیوان حمید، مولنٰا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲ر
خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان
کا ترجمہ ۸ر

مولنٰا سید سلیمان ندوی

ارض القران جلد دوم، اقوام قران مین سے مدین اصحاب
الایکہ قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر،
بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان
اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ عہ
لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری عہ
دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۱۲ر
" دوسری ریڈر طبع دوم ۴ر
رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعت
کے اصولی عقائد کی تحقیق ۸ر
حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے
مالک پر تبصرہ عہ
خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد
تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور
سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت ۸ر
بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور
اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴ر

مولنٰا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابیہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور
معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی
خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۳۵۰
قیمت ہے.

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور
علمی کارنامون کی تفصیل، صفحات ۵۰۸ قیمت للعہ ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات
زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ
مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی
مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ
اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت
کا ابطال کیا ہے مجلد عا ر
مذہب وعقلیات، اس مین پرزور دلائل اور
مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے
کہ مذہب وعقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، ۱۲ر
فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا ر
تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف
یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے
علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے
قیمت جلد اول سے ر جلد دوم عا ر
مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاکس کا ترجمہ جس مین
مکالمہ کی صورت مین، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا
ہے، قیمت باختلاف کاغذ عہ و عہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور
نادر الوجود عقلی تفسیر قران کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی

سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہین، عمدہ ٹائپ مین چھپی ہے، قیمت عـا ر

سیر الصحابیات، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور ان کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت عـہ ر

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عـہ ر

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع وترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ہے ر
دوم ۓ ر

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰ ر

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنمایون کے خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین صفحہ ۲۳۲، عـہ ر

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عـا ر

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کی اخلاق کا مفصل بیان عـہ ر

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال،

انسان علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس عام فہم زبان مین، ۸ ر

رموز فطرت، طبیعیات طبقات ارض ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عـہ ر

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور ومجلد ۓ ر

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ۸ ر

نعت پیمبر، عربی، فارسی واردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸ ر

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی وعمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۰۱، ۓ ر

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی وجسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲، قیمت عـہ ر

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت وبلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل وآسان کتاب ۓ ر

حکمت عملی یعنی اخلاق پر جدید وقدیم معلومات کی جامع کتاب قیمت ۓ ر

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امراء، فرمانروا، علماء ومشائخ کے حالات اور علوم وفنون کی ترقی نہایت تاریخی تحقیق وتفصیل سے لکھی ہے عـہ

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی خواہش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہو عـہ ر

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کئے ہین، قیمت عـہ ر

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

فہرست مضمون نگاران معارف

(جلد یازدہم جنوری ۱۹۲۳ء جون ۱۹۲۳ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

شعراء

فہرست مضامین

جلد یازدہم جنوری ۱۹۲۳ء تا جون ۱۹۲۳ء

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
تاریخ القرآن	۲۳۹	زسٹ ایڈ ٹو دی انجرڈ	۳۱۹
تاریخ خلافت	۱۵۸	قاعدہ اساس القرآن	۴۰۰
تبلیغ	۱۶۰	قبضۂ فجی	۳۲۰
تلاش راز	۸۰	کلید مراد	۱۶۰
ٹریڈ یونین	۲۴۰	لغات اردو جلد اول	۴۷۹
جامعہ	۲۴۰	محاسن یوسفی	۷۸
جمہور کا سوراج	۲۴۰	مذہب کی باتین	۷۸
حدائق الصحۃ	۸۰	مسائل حاضرہ	۴۰۰
خطب حمیدیہ	۷۹	معیار	۴۸۰
خطوط اکبر	۷۸	مکاتیب اکبر	۴۰۰
روداد انجمن اردو الہ آباد	۳۲۰	مکتوبات آزاد	۳۹۹
ریاض الاظہر فی تاریخ خیر البشر	۳۱۹	مکتوبات فرنگ	۴۸۰
سرسید کی دینی برکتین	۳۲۰	ندیم	۱۶۰
شاہین و درّاج	۳۲۰	نیرنگ ارض	۳۹۹
غالب کا روزنامچۂ غدر	۸۰	نیرنگ خیال	۴۷۸

مجلد یازدہم | ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جون ۱۹۲۳ء | عدد ششم

مضامین

اطلاع

جن خریداروں کی میعاد جون میں ختم ہوتی ہے وہ اپنا چندہ براہ کرم بذریعہ منی آڈر مع نمبر خریداری دفتر میں بھیجدیں، ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ ویلو ارسال ہوگا،

"منیجر"

شذرات

فرانس کے مشہور مستشرق موسیو لوئز ماسینان کا ایک عربی خط ناظم دار المصنفین کے نام مراکش سے آیا ہی، موصوف آجکل مغرب اقصیٰ مین مصروف سیاحت ہین، وہ آیندہ سال پیرس کی یونیورسٹی مین اسلام مین پیشہ کی اجتماعی (سوشل) حیثیت پر لکچر دینے کی تیاری کر رہے ہین، دریافت کیا ہی کہ کیا، اس موضوع پر دار المصنفین نے بھی کچھ سرمایہ فراہم کیا ہی؟ قوم کے لئے یہ مسرت اور انبساط کا موقع ہی کہ اوس کے ایک حقیر دار العلم کا دوسرے ممالک مین یہ اعتبار پیدا ہو رہا ہی؛
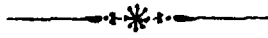
انگورہ کی علمی مجلس، ہیئت تدقیقات وتحقیقات علمیہ اسلامیہ، کو ہندوستان سے کتابون کے بھیجنے کی تحریک آگے بڑھ رہی ہے، اکثر مصنفین نے اپنی کتابون کا ہدیہ بھیجنا دل سے منظور کیا ہی، کتابون کی پہلی قسط غالباً دار المصنفین، جامعۂ ملیہ، اور ترقی اُردو کی مطبوعات ہونگی، ہم چاہتے ہین کہ تمدن عرب اور تمدن ہند کا بھی ایک ایک نسخہ بھیجین، کیا کوئی صاحب دل اس کی ہمت کرینگے؟ اس سلسلہ مین ایک اطلاع ابھی اور موصول ہوئی ہی کہ یہ مجلس ہندوستان کے ایسے فضلاء کا بھی خیر مقدم کرنے کو تیار ہے جو مشرقی ومغربی علوم مین دستگاہ رکھتے ہون،
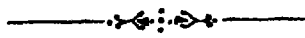
دنیا مین سامان آسائش کی کثرت جس افراط کے ساتھ بڑھ رہی ہی، اوس کا سرسری اندازہ اس سے ہوگا، کہ اس وقت رکفیلر کے بعد دنیا کا سب سے بڑا دولتمند امریکہ کا ایک موٹرون کا تاجر فورڈ ہے، بیس برس پہلے جب اوس نے اپنے کارخانہ کا آغاز کیا تھا، تو اوس کے پاس مطلق سرمایہ نہ تھا، بمشکل

چھ ہزار پونڈ قرض لیکر اپنا کاروبار شروع کیا، گذشتہ فروری مین اس کارخانہ کے پاس ۳۶۶۹۰۰۰۰ نقد موجود تھا، اور اب اوس کا نقد سرمایہ چار کرور پونڈ ہے پچھلے سال کی اوس کی خالص آمدنی ۰۰۰۰۰ پونڈ ہوئی ہے، لیکن یہ تمامتر دولت کس کے پاس آئی؟ اونھین قارون زمانہ کے ہاتھون مین آئی جن کے پاس سربمہر خزانے پہلے سے موجود تھے، شہر کے غریبون اور گداگرون، مسکینون، اور مفلسون کو اس مین سے کیا ملا؟ اگر یہ دولت کسی مسلمان کی ہوتی تو تقریباً ساڑھے چھ لاکھ سالانہ اس مین اُن غریبون اور مفلسون کا حق ہوتا جن کے پاس روزی کا کوئی ذریعہ نہین،

ہندوستان مین سندھ کا صوبہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ یہان کی سرزمین کو تصوف کی آب وہوا سے ہمیشہ ایک مناسبت خاص رہی ہے، اور اب بھی فقرا اور صوفیا کا جو استیلا یہان ہے، شاید کسی دوسرے صوبہ مین نہین، اِن مسلمان صوفیا کا اثر و اقتدار ہندو مسلمانون، دونون پر برابر ہوتا ہے، ہندو بڑی خوشی سے اون کے مرید ہوتے ہین، شاہ لطیف، ساچل، سامی، دلپت، بیدل اور بیکس وغیرہ اپنے زمانہ مین یہان سلاطین کی حیثیت رکھتے تھے،

سندھ قومی کالج صوبہ کی اس خصوصیت کو شاید پیش نظر رکھکر دو سال سے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر صوفیون کی بھی ایک مجلس ترتیب دیتا ہے، اس مجلس کا نام "صوفی سنگم" ہے ۱۹۲۰ء مین یہ مجلس بڑی دھوم دھام سے سندھ کے مشہور عالم اور شاعر مرزا قلیچ بیگ کی صدارت مین ہوئی، ہندو مسلمان دونون قومون نے اس سنگم کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا اور تمام صوفیون نے اس مین شرکت کی، دوسرے سال ۱۹۲۲ء مین اس سنگم نے اور زیادہ کامیابی حاصل کی، اور ہندو مسلمانون کے دلی میل ملاپ مین اس سے بڑا فائدہ پہنچا، اِس مختصر تجربہ کے بعد سندھ کے مشہور

ہندو مسلمان رہنماؤن کے نام سے ایک درخواست ملک مین پیش ہوئی ہو کہ ہندو مسلم اتحاد کا صحیح ذریعہ صوفیانہ خیالات ہین، کہ اِس سنگم مین آکر ہندوستان کی یہ دونون عظیم الشان قومین گنگا اور جمنا بنکر مل جاتی ہین، اسلئے اگر اِس سنگم کی تحریک کو تمام ملک مین وسعت دی جائے تو یہ قومون کے سیاسی اتحاد سے زیادہ مضبوط اتحاد ملک مین قائم کردے گا، اسلئے آئندہ سال دہلی، اجمیر، سکھر، حیدرآباد سندھ یا کسی دوسرے صوفیانہ مرکز مین اِس کا اجلاس منعقد ہو، اور اوس مین ملک کے تمام ہندو مسلمان صوفی شریک ہون،

اِس تحریک کے پیش کرنے والون مین مسلمانون مین جناب غلام محمد صاحب بھرگری (سندھ کے مشہور بیرسٹر اور زمیندار) اور ہندؤن مین جیٹھمل پرسرام گلراجنی (اڈیٹر بھارت داسی) حکم چند کمار (پروفیسر سندھ نیشنل کالج) شامل ہین، لیکن جہان تک ہم کو معلوم ہو ان مین سے کوئی صاحب بذاتِ خود صوفی نہین ہین، بلکہ صوبہ کے سیاسی کارکن اور رہبر ہین، اور اونکا منشا اِس صوفیانہ اتحاد کی نمایش سے درحقیقت سیاسی اتحاد کے سوا کچھ اور نہین، اِس تحریک کے علمبردارون نے یہ تو دیکھا کہ یہ ذریعہ، دونون قومون کے درمیان اتحاد، رواداری اور بے تعصبی پیدا کرنے کا بہترین ہی، مگر یہ خیال نہین کیا کہ اس کے لئے ضروری ہو کہ اِس تحریک کے کارکنون اور بانیون کے پاس بے ریا دل ہون، بے غرض ارادے ہون، صحیح اور خالص نیتین ہون، جب مقصد اصلی للّٰہیت، خلوص، اور بے نفسی ہوگی، تو ضروری لوازم کے طریق پر اِس کے اثرات، بے تعصبی، اتحاد، اور یگانگت کی صورت مین ظاہر ہونگے، لیکن پہلے ہی سے صوفیانہ خیالات کی آڑ مین، للّٰہیت، خداپرستی، انسانی اخوت نہین، بلکہ سیاسی اتحاد، مساوات حقوق، اور ایک بیرونی دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک متحدہ صف کا قیام مقصد ہوگا تو اوس روح و جوہر کی تلاش بیکار ہے، جو معین الدین اجمیری، نظام الدین دہلوی، یا کبیرداس اور ر

بابا نانک کے پیکرون مین جلوہ نما تھا، اورجن کی منور آنکھون کو یہ نظر آتا تھا کہ

از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است
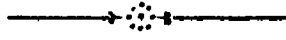
گذشتہ مہینہ اٹلی مین خواتین عالم کی جو کانفرنس منعقد ہونیوالی تھی، بخیر وخوبی منعقد ہوگئی، تمام دنیا کی چالیس قومون کی طرف سے تین سو نمایندہ خواتین جلسہ مین شریک تھین، ان ۴۰ قومون مین ۱۵ قومون کی نمایندون کو رکنیت کا شرف حاصل ہوا، تقریر کی زبان زیادہ تر انگریزی تھی، ہر انگریزی تقریر کے ساتھ ساتھ فرنچ مین بھی ترجمہ ہوتا جاتا تھا، مصری وفد بہت خوش وخرم اپنے سفر سے واپس آگیا ہے اور ملک کے اخبارون مین اپنی کامیابی کا راگ گا رہا ہے، کامیابی یہ ہوئی کہ صدر مجلس نے اپنی تقریر مین مصری وفد کا نام لیا، مصری وفد کے صدر کی تقریر دلچسپی سے سنی گئی، مصری خواتین کی کوشش سے کسی قدر سرگرم مخالفت کے بعد جو انگلش خواتین نے سیاسی مصالح کی بنا پر کی تھی یہ تجویز منظور ہوئی، کہ مصری حکومت نے ۱۹۱۰ء سے زنانہ اور مردانہ مشترک تعلیم کو جو بند کردیا ہے اس کو سرنو جاری کیا جائے، حیف ہے اگر مسلمان مذہب کے اکسیر کو چھوڑ کر یورپ کے زہر آلود تمدن سے اپنے مرض کا ازالہ چاہین،

ایک سال کا عرصہ ہوا کہ **معارف** نے یہ اطلاع شایع کی تھی کہ ڈاکٹر اقبال آج کل جرمن شاعر کے مغربی دیوان کے جواب مین ایک مشرقی دیوان مرتب کررہے ہین، ایک سال کے انتظار کے بعد "ماہ عید" **پیام مشرق** بنکر نظر آیا، پیام مشرق مختلف اوزان وبحور مین مواعظ وحکم اور حقائق ومعارف کا ایک بحر زخار ہے، یقیناً یہ ڈاکٹر اقبال کے دماغ وقلم کا شہکار (ماسٹر پیس) ہے اور شاید اقبال بھی اس سے بہتر کبھی نہ کہہ سکینگے، کبھی موقع سے اس کے متعلق ہم اپنے مفصل خیالات پیش کرینگے،

مقالات

اسلامی تصوّف

ڈاکٹر نکلسن، پروفیسر کیمبرج کا خطبہ

یورپ مین مستشرقین (اورنٹیلسٹ) کا علوم مشرقیہ کی طرف شوق و ذوق، تاریخ و ادب سے شروع ہوکر اب ہمارے دینی اور روحانی علوم تک پہنچ چکا ہے، فرانس مین پروفیسر مسینیان اور انگلستان مین ڈاکٹر نکلسن دو ایسے مستشرق ہین، جنھون نے اپنے مطالعہ کا موضوع اسلامی تصوف کو قرار دیا ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی اور شایع کی ہین، انکا صوفیہ کے احوال اور صوفیائے سخنور کے کلام کو بھی اونھون نے یورپ مین روشناس کیا مثنوی معنوی کے فیض و اثر کو وہ اب مغربی دنیا کے حلقہ تک پہنچانے کے لیے کوشان ہین، انھون نے اپنی عمر کے پورے تیس برس اس موضوع پر صرف کیے ہین،

ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال مین (۲۵ فروری ۱۹۲۳ء کو) مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج مین اسلامی تصوف پر اپنا ایک مضمون پڑھکر سنایا تھا جسکو ہمارے دوست مولوی معین الدین صاحب انصاری نے ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے معارف مین اشاعت کی غرض سے بھیجا ہے، اور جو آج مقالات کے زیر عنوان شایع ہو رہا ہے،

ہم مسلمان ڈاکٹر صاحب کے اس خیال کے ممنون ہین کہ اسلامی تصوف" دوسرے

مذاہب کا سرقہ نہین جیسا کہ عام طور پر ناآشنائے تحقیق علمائے یورپ کا بیان ہے بلکہ وہ اسکو اسلام کی ذاتی ملکیت سمجھتے ہین، اور اس کا ماخذ وہ قرآن و حدیث کو خیال کرتے ہین، لیکن اتنا مانتے ہین کہ بعد کو اس اسلامی تصوف مین دوسرے مذاہب کے تصوف کے بھی کچھ اجزا شامل ہو گئے ہین، یہ خیال صحیح ہے، لیکن افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس نظریہ کے اثبات کے لیے پورے مواد کو استعمال نہین کیا، بانی تصوف علمائے اسلام کی کتابین، مثلاً امام قشیری کا رسالہ قشیریہ، ابوطالب مکی کی قوت القلوب، امام غزالی کی احیار العلوم، شیخ عبد القادر جیلانی کی غنیۃ الطالبین، شیخ سہروردی کی فتوح الغیب، شیخ ابونصر سراج کی کتاب اللمع، شیخ احمد سرہندی کی مکتوبات وغیرہ کتابون کا ایک ایک حرف اس نظریہ کے اثبات کے لیے دلیل و برہان ہے، شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ مین بذیل باب الاحسان اس باب مین جو کچھ لکھا ہے، وہ مطالعہ کے لائق ہے،

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس خطبہ مین کسی قدر اوس مشہور غلطی کا ارتکاب کیا ہے، جو علمائے کلام و فلسفہ سے زیادہ مسیحی مشنریز کا پھیلایا ہوا ہے، کہ اسلام کا خدا پیار اور محبت کے جذبہ سے معرّا، ایک قاہر و جابر ہولناک خدا ہے، اسلامی تصوف اور مسیحیت کے باہمی قرب کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کچھ قابل تنقید ہے، بعض آیات و احادیث کی صوفیانہ تشریح پر بھی ہمین اعتراض ہے، ان کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی چند اور باتین بھی مسلمانون کو کھٹکینگی، لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ بالآخر عقیدۃً مسلمان نہین ہین، مسلمانون کو توبااین ہمہ اس امر کے لیے اونکا مشکور ہونا چاہیے کہ وہ اونکے اسلاف کے کارنامون کو مغرب مین منظر عام پر لا رہے ہین اور اسلام کی روح کی تصویر کشی

(روح کی تصویر کشی اگر ممکن ہو تو) وہ ان ممالک مین کر رہے ہین جنکو مادیت کے مناظر طبعی کی سیر سے ہنوز فرصت نہین،

مجھے بڑی مسرت ہے کہ آج مین آپ حضرات کو اس موضوع پر مخاطب کرنے کا شرف رکھتا ہون جس پر مین نے تقریباً اپنی عمر کے بہترین تیس سال صرف کیے ہین، جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ موضوع بہت ہی وسیع و پیچیدہ ہے، اس لیے مجھے اس کے کسی ایک خاص جزء تک اپنے کو محدود رکھنا چاہیے، پس آج میرا ارادہ ہے کہ آپ حضرات کے سامنے ایک طرف تو اسلامی تصوف کا اسلام سے تعلق بتاؤن، اور دوسری طرف تصوف کا موجودہ خیالات سے واسطہ ظاہر کرون؛ اس موضوع کی ایک تیسری صورت، یعنی خود اسلام اور خیالات جدیدہ کا رابطہ بھی پیدا ہوتی ہے لیکن اس وقت مین اس پر کچھ کہنا نہین چاہتا،

جیسا کہ میرا یقین ہے کہ اگر اکثر حیات بخش، وسیع اور ذاتی مذہبی تجربہ ہمیشہ ایک حد تک صوفیانہ ہوتا ہے، تو یہ کہنا شاید بیجا نہ ہو کہ اسلام کو ایک روحانی قوت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے تصوف کا مطالعہ کرین۔ یہ دیکھکر سخت تعجب ہوتا ہے کہ گذشتہ صدی تک کے یورپین مصنفین اسلام ایک ایسے اہم اور نتیجہ بخش عنصر کو نظر انداز کر جاتے ہین اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اونکی اس بدترین مثال کی ایک ممتاز مسلمان مسٹر سید امیر علی نے اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام کی پہلی اشاعت مین تقلید کی، اس کے دوسرے اڈیشن مین جو گذشتہ سال شایع ہوا ہے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اسلام کے صوفیانہ دلکش موضوع پر ایک چھوٹے سے باب کا اضافہ کیا گیا ہے، اور اس سے اس بات کا بالکل اندازہ نہین ہو سکتا کہ اسلام ابراہیم بن ادہمؒ اور بایزیدؒ سے لیکر غزالیؒ و جلال الدین رومیؒ تک کس قدر تصوف کا ممنون احسان ہے،

کہا جاتا ہے کہ تصوف کے خیالات غیر اسلامی عقائد سے ماخوذ ہین، مثلاً مسیحی رہبانیت یونانی مذہب و فلسفہ، ہندی ریاضت وغیرہ؛ اس مین کچھ صداقت ضرور ہے، لیکن یہ سرتاپا صحیح نہین ہے

میرے خیال مین تصوّف ابتداءً و اصولاً اسلامی ہی، البتہ اثنائے ترقی مین جن جن چیزون سے ملا، اون سے متاثر ضرور ہوا، اولین صوفیائے کرام کے پاس قرآن مجید کے سوا کوئی دوسری کتاب نہ تھی، اور اس کا نہایت ہی غور و فکر سے مطالعہ کرتے، اوس کو حفظ کرتے، دن رات اوسکی تلاوت کرتے اور ہر سورہ، ہر آیت بلکہ ہر لفظ کے اندرونی معنیٰ پر غور کرتے رہتے، اگرچہ ہم سرسری طور سے یہ نہین کہہ سکتے کہ قرآن شریف ایک صوفیانہ صحیفہ ہے تاہم جو شخص بھی اوس کو غور سے پڑھیگا اوس کو ایسی متعدد آیتین ملینگی جنکو نہایت آسانی سے صوفیانہ معنی کا جامہ پہنایا جاسکتا ہے،

نحن خلقناہ و نعلم ما توسوس	ہم نے اسکو پیدا کیا، ہم جانتے ہین کہ اوسکی روح
بہ نفسہ، و نحن اقرب الیہ من حبل الورید	نے اس کے کان مین کیا کہا اور ہم اس کے رگ
اینما تولوا فثم وجہ اللہ	جان سے بھی قریب تر ہین، جس طرف بھی مڑو،
کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ	ادھر خدا کا چہرہ موجود ہی،
ربک ذی الجلال و الاکرام،	دنیا کا ہر وجود فانی ہے (البتہ) صرف
" " " "	تمھارے مالک، حاکم و خدا کا چہرہ باقی ہے،

اس قسم کے الفاظ ایک صوفی کو خدا کی قریبی موجودگی کا خیال دلاتا ہے، اور وہ سمجھتا ہے کہ عقاید مذہبی کچھ بھی بتائین، جس خدا کی وہ پرستش کرتا ہے نہ وہ دور ہے اور نہ اُس تک پہنچنا مشکل، اولین صوفیہ کی اکثر عبادات اسی اصول پر قرآن سے ماخوذ ہین، اونھون نے دنیاداری کی عالمگیر وسعت کے مقابلہ مین عزلت کی زندگی بسر کی، اور صرف خدا پر اعتماد رکھا، رفتہ رفتہ اونھون نے عبادت خداوند کو ایک ضروری فرض ہی نہین بلکہ ذاتی ضرورت کی تسکین کے لیے لابدی سمجھا، اور یہین پہنچکر رہبانیت، تصوف ہو جاتی ہے، ــــ

خوف خدا کی جگہ "حبّ اللہ" اور "خواہش وصل الی اللہ" لیتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب مشہور اہل دل خاتون حضرت رابعہ بصریؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو رسول اللہ سے محبت ہے؟ تو آپ نے کیا جواب

دیا تھا، آپنے کہا۔ یا رسول اللہ! آپ سے کیسے عشق نہین، لیکن عشق الٰہی نے میرے دل کو اس قدر بھر دیا ہے کہ اوس مین اب کسی کی محبت یا نفرت کی جگہ باقی نہین "۔ صوفیون کے نزدیک حبّ اللہ کامل عزلت و ترک خودی کا نام ہے، اور یہ اسلام کا نیا اصول ہے، قرآن شاذ و نادر ہی خدا کو وجود محبت بتاتا ہے تاہم وہ اکثر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ خدا اپنے صابر، عاجز، متقی اور اسی قسم کے دوسرے بندون سے محبت کرتا ہے؛ یہ صوفیہ ہی ہین جنھون نے اسلام کو مذہب عشق و محبت بتایا ہے، اونکی تعلیم ہے کہ محبت بھی علم کی طرح عطیہ الٰہی ہے، محبتِ خداوندی سب سے آگے ہوتی ہے، جنکو وہ اس کے لیے چن لیتا ہے، وہ اپنے سینون مین ایک آگ مشتعل پاتے ہین، اور جیسے جیسے ریاضت عبادت اور جذبۂ شوق بڑھتا جاتا ہے، یہ آگ زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے، ہر وہ چیز جس سے ذرا بھی لگاؤ ہو، یا ہر وہ آرزو جو ماسوی اللہ ہو دل سے نکال ڈالنی چاہیے، تاکہ حبّ اللہ اس پر کامل طور سے قابض و محیط ہو جائے، اور چونکہ خدا ہر جگہ موجود ہے اسلئے صوفیہ صرف انسان ہی نہین بلکہ ہر جاندار شے سے محبت کرتے ہین، اس کی انتہائی مثال اوس درویش کا قصہ ہے جو سینکڑون میل صرف اس لئے گیا تھا کہ چونٹیون کو جو غلطی سے اوس کے ساتھ چلی آئی تھین، اُن کی اصلی جگہ پر پہنچا دے،

حب و علم الٰہی کا قانون جو رہبانیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے، ایک خوفناک اصول ہے، کیونکہ اُس کے ذریعہ نہایت آسانی سے مذہبی قوانین کے حدود کو توڑا جا سکتا ہے، اور اگرچہ ضروری نہین ہے کہ کثرت کی طرف انسان رجوع ہو جائے لیکن یہ اسکا دروازہ خود کھول دیتا ہے تیسری اور چوتھی صدی ہجری مین یہ شے بہت عام ہو گئی تھی، اور اس نے تصوف و اسلام کے درمیان خلیج کو وسیع تر کر دیا قشیری نیشا پوری نے پانچوین صدی کے وسط مین اپنے رسالہ کے ذریعہ صوفیون کی طرف سے ان متضاد خیالات کو متحد کرنے کی کوشش کی تھی، اور اس مین یہ دکھانے کی کوشش کی تھی بلکہ کی ہے کہ اولین صوفیہ کے تمام اصول قرآن و سنن پر مبنی تھے؛ لیکن جس شخص نے تصوف کو

صرف اسلام مین ایک محفوظ جگہ ہی نہین دی بلکہ تصوف کی بہترین تعلیمات سے اسلام مین نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی، وہ امام غزالیؒ تھے، قبل اس کے کہ وہ صوفیانہ زندگی بسر کرین جن سے اونکی تمام حیات متاثر تھی، اونھون نے اسلامی دینیات وفلسفہ کے تمام مباحث پر کامل عبور حاصل کر لیا تھا،—

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بغداد مین دینیات کے استاد تھے، اس لئے جس کام کا اونھون نے بیڑا اٹھایا تھا اس کے لیے وہ موزون ترین شخص تھے، اونھون نے صرف صوفیہ ہی کے لیے نہین لکھا بلکہ تمام مسلمانون کو اپنی تحریرات کے ذریعہ مستفید کرنا چاہا، اور وہ ناقدانہ وحکیمانہ اصول اختیار کیا جو ہر دماغ پر یکسان اپیل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد والے صوفیہ غزالی کو جنکی کتابین تصوف کے مباحث سے بھری ہوئی ہین صوفی نہین سمجھتے اور مشکل ہی سے کوئی اُن کا نام لیتا ہے، لیکن اس کے باوجود انھون نے وہ سب کچھ کیا جو دوسرے کبھی بھی نہ کر سکتے تھے، اوران کے زمانہ سے اسلام، مسیحیت سے زیادہ ایک صوفیانہ مذہب ہے، وہ صوفیون کے اس اصولی عقیدہ کو تسلیم کرتے ہین کہ روح خدا سے متحد ہے اور خداوند تعالیٰ اُن کے سامنے اپنے کو ظاہر کرتا ہے جو اپنی روحون کو پاک کر لیتے ہین، اُن کے خیال مین مذہب، ظاہری فرائض کی ادائیگی، اور چند عقاید پر ایمان رکھنے کا نام نہین ہے، بلکہ ذاتی ایمانی جذبات وتجربات پر مبنی ہے، تاہم وہ خیال کثرت سے اپنے کو بچانیکی پوری کوشش کرتے ہین اوراسلامی روایات سے اپنے کو مسلح رکھتے ہین،

اپنی حالت جذب مین اونھون نے دل سے سوال کیا، کہ صداقت کیا ہے"؟ اورعالم رویا مین اُن کو جواب ملا کہ۔ وہ وحی جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی۔ اُن کا دعویٰ ہو کہ تمام مذہبی علم قرآن سے ماخوذ ہے؛ رسل وانبیا، بنی نوع انسان کے مستند اساتذہ ہین۔ ذہنی علم یا بدیہی ہوتا ہے، یا نظری، اور اس دنیا کے متعلق ہوتا ہے یا آئندہ دنیا کے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ عقلی ومذہبی علوم متضاد ہین، ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے، اور جو دونون کو متحد کرے عقلمند ہے، بہر کیف یہ سچ ہے کہ عقلی ونظری علوم

خواہ اس دنیا کے متعلق ہون یا آئندہ کے حقیقۃً متضاد ہین، جو ایک کا ہو رہتا ہے وہ دوسرے کو فراموش کر دیتا ہے، عقلی قوت دونون پر مساویانہ طریقہ سے حاوی نہین ہو سکتی صرف انبیا کو تمام علوم حاصل ہین، محمدؐ جمیع علوم پر حاوی ہین، کہ وہ بنی نوع انسان کے ہر شعبۂ حیات کے رہبر و ہادی ہین، اس حیثیت سے آپ دیکھین گے کہ غزالی نے اسلام کی ذہنی ترقی کے متعلق جو کچھ پایا تھا، اس سے کہین زیادہ چھوڑا ہے، اگرچہ اونھون نے اپنی عقل سے کام لیا ہے تاہم وہ عقلیین مین نہ تھے، اونھون نے اشعریہ کے عقاید کا ساتھ دیا اور اوسکی مردہ ہڈیون مین نئی روح پھونک دی، لیکن ان کے پاس غیر معمولی اخلاقی قوت تھی، اور وہ ان کے مذہبی جوش اور عجیب طاقت تحلیل نفسی کے ساتھ مل کر تمام چیزون کو بہالے گئی اور ایک مرتبہ پھر اسلام کو نہ صرف ان کے لیے بلکہ ہر شخص کے لیے جس کے دل و ضمیر نے اون کی دعوت پر لبیک کہا زندگی بخش و حیات آفرین بنا دیا، غزالی کا تصوف، راہبانہ، فدایانہ اور الٰہیانہ قسم کا تصوف ہے اور اُسکا مقصد حقیقی، روح کی تربیت و تکمیل ہے، وہ کبھی بھی اس قسم کے فلسفیانہ مباحث مین جن سے ہم ابن عربی مین دوچار ہوتے ہین، داخل نہین ہوتے، اُن کے اصول کا ڈھانچہ ایک حد تک عہد وسطیٰ کا ہے، اور اوس کا بیشتر حصہ اب، متروک و منسوخ ہے، لیکن اون کی تصنیف عہد ماضی کی داستان پارینہ نہین معلوم ہوتی، اس کے برخلاف حال مین یورپ کے طلبائے مذہب نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے، اُسکی خاص وجہ، اس مین کوئی شک نہین، یہ ہے کہ وہ مذہبی مسائل کے بیان مین جدید اصول استعمال کرتے ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اس قسم کے مباحث کو نفسی اصول کے ماتحت رکھکر فطرت انسانی کے ابتدائی واقعات سے شروع کرتے ہین، اس حیثیت سے ہم انکو قرون وسطیٰ کی جگہ عہد جدید مین پاتے ہین،

اسلام کی ترقی مین، صوفیہ کی کوششون کو چند الفاظ مین بیان نہین کیا جاسکتا، میرا خیال ہے کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ صوفیون نے اس بات پر اصرار کرکے کہ مذہب کی غائت وصول الی اللہ ہے

اس یقین کے بغیر تمام اعتقادات و مذاہب بیکار ہین اور کہ تمام ظاہری عبادات دراصل اندرونی محسوسات وتجربات کا اظہار ہین، ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے؛ صفائے قلب کے حصول مین اون کی ساعی ان کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے الہیانہ خیالات اور اسلامی اصول کو زیادہ وسیع و پراز روحانیت بنائین۔ اور اس سے جو قابل تعریف نتائج پیدا ہوتے ہین، وہ ہر شخص شیعہ للغزالی مین دیکھ سکتا ہے، صوفی کسی خاص فرقہ کا رکن نہین ہوتا، بلکہ وہ ایک عام برادری کا ممبر ہے، اُس کے پاس مخصوص عقاید وعبادات کے طریقے نہین ہین بلکہ اُس کو بھی وہی فرائض انجام دینے پڑتے ہین جو عام مسلمانون کو، وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے اوتنے ہی طریقے ہین جتنی انسانی ارواح ہین۔ بہترین اہل طریقت نے نہایت ہی وفاداری سے اپنے اپنے فرائض ہی انجام نہین دے بلکہ ان سے کہین کچھ زیادہ کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی انھون نے اپنی روحانی آزادی کا بھی دعویٰ کیا، اور کہا کہ صداقت جماعتون کے تعصب سے بالاتر شے ہے اور اللہ عقاید و رسوم کے جھگڑون مین پڑنے سے نہین ملتا۔ قرون وسطیٰ مین دنیا مسیحیت مین مذہبی آزادی شاذ تھی، اور اگر عالم اسلامی مین کچھ نظر بھی آتی ہے تو یہ صرف صوفیہ کے اثر کا نتیجہ ہے،

تمام اعلیٰ ترقی یافتہ مذاہب مین تصوف اس قدر لازمی عنصر ہے کہ میرا خیال ہے کہ اسلام مین اس کا ہمیشہ ایک اہم درجہ رہیگا، لیکن کیا یہ ہمیشہ اپنے ساتھ یہ معنی بھی رکھیگا جو آجکل اس مین سمجھے جاتے ہین، یعنی دنیاوی کامون سے علٰحدگی؟ کیا منظم صوفیانہ زندگی جس کے رہبر درویشی فرقے ہین ہمیشہ اسلام کی خصوصیت بنی رہیگی، یا مسلمان ہمیشہ کے لئے یہ طے کر دینگے جو آجکل تصوف کے موجودہ معنیٰ ہین، یعنی یہ طریقہ ہے تمام مذاہب مین داخل ہو کر دنیا کے متعلق اپنے ذاتی رویہ کو طے کرنے کا سید امیر علی غلط کہتے ہین، جبکہ وہ فرماتے ہین کہ "یہ وہ طریقہ زندگی ہے جو سوسائٹی کی بنیاد کو کمزور، اور انسانی قوت کو مفلوج کرتا ہے"؛ ہان یہ بات عام صوفیہ کے متعلق صحیح ہو لیکن انفرادی حیثیت سے

مست ہین، ہر ملک اور ہر زمانہ مین بعض ایسے غیر معمولی وجود ضرور ملتے ہین جو اپنی زندگی صرف خدا کے لئے رکھنا اور اسی پر قربان کردینا چاہتے ہین۔ انھین مین انبیاء و اولیاء اور بنی نوع انسان کے روحانی پیشوا ہین لیکن اس نشۂ خداوندی کے مست بہت ہی کم ہین، لیکن ان کی اکثریت جس نے اسکو اپنا پیشہ بنالیا ہے وہ یقیناً دنیاوی حالت کو نقصان پہنچارہی ہے، اور ہم کو اس مین بھی شک ہے کہ آیا وہ مذہبی حیثیت سے بھی اپنا وقت صحیح طور سے گذارتے ہین، دوسری طرف یہ برادریان ہین جن مین اکثر عام اشخاص شریک ہین، اسلام کی مذہبی جماعات ہین، اور ایک حد تک مفید اثر بھی قائم کرتی ہین؛ ممکن ہے کہ مستقبل قریب مین موجودہ ضروریات کے مطابق انکو قریب تر کیا جاسکے،

مین آپ حضرات کو بہت دیر تک مشغول رکھ چکا ہون، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اس مسئلہ پر کہ تصوف، اسلام و مسیحیت مین ایک اہم رابطہ ہے کچھ بولنے کی اجازت دینگے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ جدید خیالات ــــ (مغربی مسیحی خیالات، اسلام کے دینیات عقائد اور قوانین کے بہ نسبت) اسلامی تصوف کی طرف زیادہ ہمدردانہ طریقے سے رجوع ہین، مؤخر الذکر چیزین عہد وسطی کے افکار کے نتیجے ہین، اس لیئے یورپ کے لیے ایک علمی دلچسپی رکھتی ہین، لیکن تصوف قرون وسطی کے خیالات ہی سے جواب تک عالم مسیحیت مین موجود ہین مشابہت رکھتا ہے، بلکہ ہر انفرادی قسم کے تجربات سے یگانگت رکھتا ہے جس سے مسیحی تصوف کا ہر طالب علم واقف ہے، مثلاً صوفی شہید حلاج کا اصول اس عقیدہ پر مبنی ہے کہ خدا نے آدمی کو اپنا ہمشکل پیدا کیا، ــــ یہ بیان انجیل مین بھی موجود ہے[1]؛ انسان و خدا کے اتحاد کو دکھانے کے لیے وہ لاہوت، و ناسوت کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، اور یہی الفاظ شامی مسیحیت مین حضرت عیسیٰؑ کے مادی و روحانی حالات کو ظاہر کرتے ہین، مسیحیت کے اس اعتقاد کو کہ "حضرت عیسیٰؑ خدا کے فرزند ہین" عام مسلمانون اور صوفیون نے یکسان جھٹلایا ہے، لیکن بعض صوفیون نے اسلام مین ایک تثلیثی اصول قائم کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ابن عربی لکھتے ہین کہ خدا کے

[1] معارف: مسلمانون کی احادیث مین بھی ہے،

اصلی نام "اللہ" "الرحمٰن" اور "الرب" ہیں اور باقی سب اس کے ماتحت ہیں "جیلی خدا کے وجود کو تثلیث سے مرکب بتاتا ہے،" جوہر، خالق اور مخلوقات" یہ نظریہ ہم کو ایک اہم نتیجہ تک لیجاتا ہے، کہ وجود ایک فانی غیر مخصوص ہستی ہے بلکہ اس کے اندر خود تخصیص کا اصول موجود ہے، مسیحیت خدا کی ذات کے اختلاف کا دعویٰ کرتی ہے، جیلی کا دعویٰ ہے کہ اختلاف وجود کا ہے، یعنی خدا میں موجودات کے مختلف طبقات و مدارج ہیں، اسی لیے یہ اصول اسلام و مسیحیت کے بین بین ہے، دوسری جگہ جہاں تصوف و مسیحیت خطوط متوازی کی طرح چلتے ہیں، حضرت محمد صلعم اور حضرت عیسیٰؑ کی ذات کے متعلق ہے حضرت محمد صلعم کے متعلق، صوفیہ کا خیال (جو قرون وسطیٰ کے عام خیال کو ایک حد تک پیش کرتا ہے) مسلمانوں کے ابتدائی خیال رسول سے بالکل متضاد ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق تمام عیسائیوں کا زمانۂ حال تک جو خیال تھا اوس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے، رسول اللہ صلعم اپنے اصحاب یا ابتدائی مسلمانوں کے نزدیک وہی تھے جس نام سے قرآن شریف آپ کو یاد کرتا ہے، "بشر مثلکم" - البتہ "یوحی الیہ[1]" ضرور تھے، لیکن فطرۃً انسان ہی تھے، یہ عجیب و سبق آموز بات ہے کہ کس طرح رفتہ رفتہ ان کا وجود فضائے تقدس سے بالاتر ہونے لگا تا آنکہ آجکل ایک بڑی جماعت آپ کے متعلق وہی پاک خیالات رکھتی ہے جو مسیحی حضرت عیسیٰؑ کے متعلق رکھتے ہیں میں اس پر مفصل گفتگو کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ اس مسئلہ کو میری کتاب (The Idea of personality Sufism) میں دیکھ سکتے ہیں، صوفیہ پیغمبر کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ وہ کامل ترین انسان ہیں جن میں تمام صفات الٰہیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اور ان کے بیان کے مطابق رسولؐ نے فرمایا ہے کہ "جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے خدا[2] کو دیکھا" بالکل اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اسلام میں انسان کامل کا وہی اصول ہے، جو مسیحیت میں لاگس کا ہے یہ صرف صوفیوں ہی تک محدود نہیں ہے شیعوں کے یہاں یہی چیز دوسری صورت میں جلوہ گر ہے اور اس کے آثار تو اون سنیوں کے بیان بھی موجود ہیں۔ جنکا خیال ہے کہ خداوند

[1] معارف: قرآن مجید میں اس موقع پر یوحی الیّ ہے، [2] معارف: حدیث میں حق (ج) کا لفظ ہے،

اوّلین چیز جو پیدا کی وہ رسول اللہ کی روح مقدس تھی، مسیحیت کا موجودہ رجحان، لاگس اصول کے لئے چنداں مفید نہین معلوم ہوتا، اور بعض مسیحی اب حضرت عیسیٰؑ کو اسی قدر سمجھنا چاہتے ہین جتنا اولین مسلمان رسول اللہ صلعم کو سمجھتے تھے، تاہم یہ صداقت قائم رہتی ہے کہ مسلمانون کی ایک بڑی جماعت مسیحیون کے اس اصول کو تسلیم کرتی ہے کہ خدا اور انسان کے بیچ مین ایک واسطہ ضروری ہے اور وہ ایسا ہونا چاہیے جس مین الوہیت بھی ہو اور انسانیت بھی، اور اصول کے سوالات کو برطرف کر کے ہر غیر متعصب مسیحی کو اون اخلاقی و روحانی خیالات کی پاکی و شرافت کا اقرار کرنا چاہیے جو صوفیہ رسول اللہ کی ذات سے منسوب کرتے ہین اور جو ہم کو اکثر حضرت عیسیٰؑ کے تعلیمات کو جو اونھون نے وعظ کوہ زیتون مین پیش کیا تھا یاد دلاتے ہین، مزید برآن تصوف کے مقدس اصول مسیحیت کی طرح قانونی شکل مین محدود نہین کر دئے گئے ہین کہ ناقابل ترقی و اضافہ ہون؛ مذہب سخت گیر اور ناقابل تغیر ہو سکتا ہے لیکن جس مذہب مین تصوف زندہ ہے، اس مین سے ترقی و آزادی معدوم نہین ہو سکتی،

مجھے اس مین کچھ بھی شک نہین کہ **اسلام** ترقی وحریت کی طرف بڑھ رہا ہے، اور مجھے نظر آتا ہے کہ اسلامی تصوف، مغرب و مشرق، درمیانی خلیج کے ہمدردی و مفاہمت کے پل کا ایک اہم ترین تھمر ہے، اور یہ پل ایک دن یقیناً طیار ہو کر رہیگا؛

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بہ عہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہی، مدت ہوئی کہ ناپید ا ہو گئی تھی اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عہ، "منیجر"

دیوان حافظ اور سلاطین مغلیہ

از

سید نجیب اشرف صاحب ندوی، ایم آر، اے، ایس

خدا بخش خان مرحوم کی اورنیٹل پبلک لائبریری پٹنہ مین دیوان حافظ کا ایک چھوٹا سا خوشخط نسخہ ہے اوس مین بظاہر کوئی ایسی شے نہین کہ انسان کو اپنی طرف متوجہ کرلے، کیونکہ اس سے قدیم تر، زیادہ خوشخط، اور مذہب و مطلّا نسخے بھی موجود ہین، لیکن باطنی حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ انمول نسخہ ہی، اور اس کی وجہ صرف یہ ہی کہ ہمایون، جہانگیر، شاہجہان، اور نورجہان جیسے سلاطین روزگار کے لیئے یہ اطمینان، سکون، اور ہدایت کا باعث ثابت ہوا ہی، جب کبھی کوئی مصیبت، کوئی مشکل، یا کوئی وہم پیدا ہوا، تو لسان الغیب نے فوراً اپنی خاموش زبان سے اون کی تسلی کردی یا حل کردیا،

حافظ کے متعلق مختلف گروہون کا جو خیال بھی ہو، لیکن اس مین شک نہین کہ اون کی بزرگی، ولایت اور خدارسی کا ایک زمانہ اون کی زندگی ہی مین معترف ہوچکا تھا، مشہور ہی کہ جب لوگون نے اون کی وفات کے بعد اون کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تو اون کے معتقدون نے اپنے اعتقاد کی بنا پر، یہ فیصلہ پیش کیا کہ خود اون کے دیوان سے فال نکالی جائے، چنانچہ جیسا کہ تمام تذکرون مین متفقہ طور پر درج ہی، یہ شعر نکلا

قدم دریغ مدار از جنازۂ **حافظ**   کہ گرچہ غرق گناہست می رود بہشت

اگر یہ واقعہ بازاری افسانہ نہو تو شائد دیوان **حافظ** سے فال نکالنے کی یہی ابتدا ہے، کہ اس سے پہلے کے کسی واقعہ کا کسی اور تذکرہ مین ذکر نہین،

فال کی رسم عہد نامعلوم سے چلی آتی ہی، مختلف اوقات مختلف حالات مین مختلف ممالک مین، مختلف اشیا سے فال نکالی جاتی تھی، پرندون، جانورون، پھلون، یا کسی اہم غیر متوقع واقعہ سے بھی فال نکالی جاتی تھی، جب کتابین عالم وجود مین آئین، تو ایلیڈ، اڈیسی و رجل چنانچہ Sortes Vergilianae قرآن، انجیل و توراۃ سے فال نکالی جانے لگین، بعد ازآن لوگون نے مختلف اعتقادات کی بنا پر مختلف کتابون کو مقرر کر لیا، لیکن عالم اسلامی مین قرآن کے بعد جس کتاب کو یہ عزت ملی، وہ **دیوان حافظ** ہے اسی بنا پر شاعر ان کو لسان الغیب، اور ترجمان الاسرار کے خطاب بھی ملے ہین،

دیوان حافظ سے فال نکالنے کے مختلف طریقے ہین، ایک طریقہ یہ ہو کہ ایک بہت بڑا مربع بنایا جاتا ہی اور اس مربع کو (۲۲۵=۱۵×۱۵) چھوٹے مربعون مین تقسیم کیا جاتا ہی، اس کے بعد ۹ ایسے اشعار جن کا ہر مصرعہ ۲۵ حروف کا ہوتا ہے چنے جاتے ہین، اور پھر ہر مصرعہ کے ایک ایک حرف کو ان خانون مین رکھا جاتا ہی تا آنکہ ان سے (۲۲۵=۹×۲۵) خانے پر ہو جاتے ہین، فال نکالنے والا بلاتعین ان حلقون مین سے ایک پر ہاتھ رکھدیتا ہی، اور پھر اس مصرعہ کو پورا کرکے، اس مکمل شعر سے فال لیتا ہے،

مثلاً ایک شخص ایک شہر سے ہجرت کرکے دوسرے شہر مین جانا چاہتا ہے، وہ پہلے نو مصرعے ۲۵ حروف کے جمع کرتا ہی،

(۱) ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش،

(۲) مرحبا طائر فرخ پے وفرخندہ پیام،

(۳) گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم،

(۴) طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف،

(۵) بروئے نبادُو جود خودم ہلندیلد بیرا،

1- Persian Literature under Tatar Dominion p.p 312 313

(۶) گفتم غمِ تو دارم گفتا غمت سر آید،

(۷) یارب آن نوگلِ خندان کہ سپردی بمنش،

(۸) برنیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز،

(۹) خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم،

اب اگر اوس نقشہ کے مطابق ایک مصرعہ نکلا تو مکمل شعر اس کے سوال کا جواب ہوگا،

مکمل اشعار یہ ہین،

(۱)	ما آزمودہ ایم درین شہر بخت خویش	بیرون کشید باید ازین ورطہ رخت خویش
(۲)	مرحبا طائرِ فرخ پئے فرخندہ پیام	خیر مقدم چہ خبر یار کجا راہ کدام
(۳)	گر ازین منزلِ غربت بسوئے خانہ روم	دگر آنجا کہ روم، عاقل و فرزانہ روم
(۴)	طالع اگر مدد کند دامنش آورم بکف	گر بکشم زہے طرب ور بکشد زہے شرف
(۵)	روے بنما و وجودِ خودم از یاد ببر	خرمنِ سوختگان را ہمہ گو باد ببر
(۶)	گفتم غمِ تو دارم، گفتا غمت سر آئد	گفتم کہ ماہِ من شو، گفتا اگر برآید
(۷)	یارب آن نوگلِ خندان کہ سپردے بمنش	من سپارم بتو از چشمِ حسود چمنش
(۸)	برنیامد از تمنائے لبت کامم ہنوز	بر امیدِ جامِ لعلت دُردی آشامم ہنوز
(۹)	خیز تا از درِ میخانہ کشادی طلبیم	در رہِ دوست نشینیم و مرادی طلبیم

لیکن یہ طریقہ بہت طویل ہی اور اشعار کی تعداد بھی محدود ہو جاتی ہی، اسلئے اس سے آسان تر صورتین بھی نکالی گئی ہین، یعنی حافظ پر فاتحہ پڑھنے کے بعد دیوان حافظ کھولا جائے، اور اس صفحہ کا پہلا شعر، یا آخری شعر، یا ساتوان شعر، یا اس غزل کا ساتوان شعر فال کے طور پر لیا جائے،

لطائف الغرائب مصنفہ محمد بن شیخ محمد دارابی مطبوعہ طہران ۱۳۰۴ھ ہجری، کے صفحات ۲۰۲-۲۲۰ پر

اون فانون کا تذکرہ ہی، جو لوگون نے نکالین[1] ربیع مؤمنین، اسی قسم کی ایک اور کتاب کا مصطفی حاجی خلیفہ[2] المتوفی ۱۶۵۸ء نے تذکرہ کیا ہے جو کفوی مولا حسین المتوفی ۱۵۰۸ء نے اسی موضوع پر ترکی مین لکھی[3] ہی،

ڈاکٹر براؤن Dr. Brown نے مذکورہ کتاب کا کچھ حصہ اپنی کتاب مین نقل کیا ہے، ان چند واقعات کے لیئے وہی ہمارے ماخذ ہین، لیکن وہ مصنف کا نام محمد بن محمد دارابی لکھتے ہین اور حاجی خلیفہ، محمد بن الشیخ الهروی لکھتا ہے[3]،

(۱) دولت صفویہ کا بانی، شاہ اسمٰعیل اعلم سخت متعصب شیعہ تھا، اوسی وقت سے حکومت کا بھی یہی مذہب ہوا، اس نے تمام مشہور سنی علما، و فضلا کی قبرون کو کھدوا کر پھکوا دیا، اور آج اونکا کہین نشان دیتہ بھی نہین، ایک دن لاگس نام ایک متعصب ملا کے ساتھ **حافظ** کی قبر پر گیا، ملا نے کہا کہ یہ شخص بالکل غیر مذہبی زندگی بسر کرتا تھا، اسلئے اس کے مقبرہ کو بھی برباد کر دیا جائے، شاہ نے تامل کیا، دیوان حافظ سے تفاؑل ہوا تو یہ شعر نکلا،

جوز اسحر نہاد حمائل برابرم	یعنی غلام شاہم وسوگند میخورم

بادشاہ نے اس شعر کو حافظ کی اطاعت سمجھا، اور اس خیال کو دل سے نکال دیا، لیکن ملا گس مصر رہا، مجبوراً شاہ نے دوبارہ فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

اے مگس: حضرت سیمرغ نہ جولانگہ تست	عرض خود میبری و زحمت ما میداری

مگس بہت خفیف ہوا،

(۲) شاہ طہماسپ[4] صفوی ایک دن اپنی انگوٹھی سے کھیل رہا تھا، اتفاقاً گر کر ایسی اوجھل ہوئی

1- Clement Huart Arabic Literature, pp 382-83

[2] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۰، [3] کشف الظنون، جلد ۱ صفحہ ۵۰۰، [4] میرا خیال ہی کہ یہ شاہ طہماسپ اول (۱۵۲۴-۷۶ء) ہے کیونکہ دوسرا شاہ طہماسپ (۱۷۲۲-۳۱ء) مصنف لطائف غیبیہ سے صدیون بعد پیدا ہوا تھا،

کہ تلاش کے بعد بھی نہ ملی، شاہ نے فال نکالی تو یہ شعر نکلا

دلے کہ غیب نمائست و جامِ جم دارد　　　ز خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

تھوڑی دیر بعد انگوٹھی مل گئی،

(۳) شاہ عباس ثانی (۱۶۴۲-۶۶ء) نے جب آذر بائجان پر فوج کشی کرنی چاہی تو فال نکالی، یہ شعر تھا

عراق و فارس گرفتی بشعر خود حافظ　　　بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

شاہ نے اِس کو نیک فال سمجھ کر حملہ کیا اور کامیاب ہوا،

[مہدی علی خان مصنف تاریخ نادری نے ۱۷۲۹ء (۱۱۴۲ھ) کے حال مین لکھا ہو کہ نادر شاہ نے جب فال نکالی تھی اوس وقت بھی یہ دو شعر نکلے تھے، ایک یہ

اگرچہ بادہ فرح بخش و باد گل بیز است　　　بہ بانگ چنگ مخور مے کہ محتسب تیز است

اور دوسرا غزل کا ساتوان شعر اوپر لکھا جاچکا ہے]

(۴) یہ واقعہ بھی شاہ عباس ہی کے متعلق ہو، اس کے پاس سیاوش نام ایک غلام تھا، دوسرے نوکر حسد سے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے، اور بادشاہ سے اوس کے قتل کے لئے مصر تھے، بادشاہ نے فال نکالی، حافظ کا فتویٰ تھا،

شاہ ترکان سخنِ مدعیان می شنود　　　شرمے از مظلمہ خونِ سیاوشش باد[1]

(۵) یہ حکایت خود مصنف کا ذاتی مشاہدہ ہو، وہ ۱۰۳۵ھ ہجری مطابق ۱۶۲۵ء مین احمد آباد دار السلطنت گجرات گیا، وہان کے ایک امیر کنعان بیگ سے مراسم دوستانہ پیدا ہو گئے، اس امیر کے ایک بھائی یوسف بیگ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ احمد آباد کے قریب ایک جنگ مین کام آیا ہے، کیونکہ

[1] فہرست کتبخانۂ خدا بخش خان مرحوم جلد اول (شعرائے ایران) [2] سیاوش، کیکاؤس کا بیٹا، کیخسرو کا باپ اور افراسیاب کا داماد تھا، دیکھو شاہنامہ فردوسی،

جنگ کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہ تھی، امیر بھائی کے خیال شہادت سے ملول تھا، بالآخر حافظ کی طرف رجوع کیا گیا اور اونھون نے ان الفاظ مین تسلی دی،

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعان، غم مخور | کلبہ احزان شود روزی گلستان غم مخور

چنانچہ کچھ دنون کے بعد یوسف بیگ صحیح و مع الخیر احمد آباد آگیا،

(۶) چھٹا قصہ فتح علی سلطان بن امام قلی خان کے متعلق ہے، یہ ایک وجیہ وحسین نوجوان تھا، رجب کے آخری ہفتہ مین جبکہ حافظ کے مزار پر ہر سال عرس ہوتا ہے، یہ نوجوان بھی متوالا سبز قبا پہنے وہان پہونچا، جب فال نکالی تو یہ شعر نکلا،

سر مست با قبائے زر افشان چو بگذری | یک بوسہ نذر حافظ پشمینہ پوش کن

فتح علی نے کہا کہ ایک بوسہ کیا ہے، مین دو کا وعدہ کرتا ہون، ایک ہفتہ بعد پھر مزار پر گیا اور فال نکالی،

گفتہ بودی کہ شوم مست دو بوست بدہم | وعدہ از حد بشد و ما نہ دو دیدیم و نہ یک

فتح علی نے کہا کہ دو بوسے کیا، مین تین کے لیئے تیار ہون، اور پھر بغیر ایفائے وعدہ چلا گیا، ایک ہفتہ کے بعد آکر پھر فال نکالی تو یہ شعر تھا،

سہ بوسہ کز دو لبت کردۂ حوالتِ من | اگر ادا نکنی قرضدار من باشی

اس پر فتح علی حافظ کی قبر سے لپٹ گیا، اور پے در پے سیکڑون بوسے ڈیئے،

مجھے صرف شاہان مغلیہ کا حافظ سے شغف دکھلانا تھا لیکن بات مین بات پیدا ہو گئی،

لطیف بود حکایت دراز تر گفتم

جہانگیر کی بہترین تاریخ خود اوس کی اپنی لکھی ہوئی تزک ہے، اور بہت سے ایسے واقعات جو دوسری عام تاریخون مین نہین ملتے اس مین موجود ہین، سر سید مرحوم نے علی گڈھ سے اس کا ایک نہایت

1- Brown Persian Literary History PP 315-319

صحیح اڈیشن ۱۸۶۴ء مین شایع کیا تھا، میجر ڈوڈ پرائس[1] (Mayor David price) نے سنہ ۱۸۲۹ء مین لندن سے اس کا ترجمہ شایع کیا اور سید احمد علی صاحب رامپوری نے سنہ ۱۲۹۱ء مین نظامی پریس کانپور مین اس کا اُردو ترجمہ طبع کرایا، اسلئے ہم کو جہانگیر کے خانگی معاملات مین اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے دیوان حافظ سے فال نکالنے کے متعلق لکھتا ہے،

"دربسیاری از مطالب بدیوان خواجہ رجوع نمودہ ام، دبحسب اتفاق آنچہ بر آمدہ، نتیجہ مطابق ہمان بخشیدہ، وکم است کہ تخلف نمودہ"[2]

ہمایون کی عمر ایسی پریشانی مین گذری کہ اوس کو خود کبھی لکھنے کا موقع نہ ملا اور اگر اوس کی بہن گلبدن بیگم، اور اوس کا آفتابچی جوہر، ہمایون نامہ اور تذکرۃ الواقعات نہ لکھتے تو اوس کے عہد کے یہ واقعات بھی نہ معلوم ہوتے، تاہم اس دیوان کے علاوہ دوسری تاریخون سے بھی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ فال نکالتا تھا، چنانچہ جب ہندوستان پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ ہوا تو اوس نے فال نکالی، مآثر رحیمی لکھتا ہے

"درین حال حضرت جہانبانی (ہمایون) و خانخانان (بیرم خان) بتاریخ سنہ نہصد وشصت ویک ۹۶۱ از کابل متوجہ ہندوستان شدند، ...... درین باب بدیوان لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی تفاؤل نمودند، این بیت بر آمد،

ہمت از مرغ ہمایون طلب وسایۂ او
زانکہ بازاغ و زغن شہپر ہمت بنود[3]"

اب ہم اس خاص دیوان کی طرف متوجہ ہوتے ہین، اس مین دو آدمیون کے خط ہین،

1- Buckland - Dictionary of Indian Biography p 343.

[2] تزک جہانگیری صفحہ ۱۰۹، [3] مآثر رحیمی، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صفحہ ۶۰۴،

ان مین بعض پر تام ہین، اور بعض پر نام نہین، جہانگیر نے جہان جہان خالی نکالی ہے، اوس کا سبب تیجہ اور اپنا نام لکھدیا ہے، جہانگیر نستعلیق مین لکھتا ہے، کتاب کی دوسری قلمی عبارتین خط نسخ مین ہین، اس سے ہم فوراً معلوم کر سکتے ہین کہ وہ اُس کی نہین، بلکہ ہمایون کی ہین، اس مضمون مین واقعات تاریخی حیثیت سے مرتب کرکے دکھائے نہین گئے ہین، بلکہ دیوان کے صفحات کے لحاظ سے اون یادداشتون کو پیش کیا گیا ہے،

کسی ناقدر جلد بند کے تغافل سے بعض الفاظ کٹ گئے ہین، خان بہادر مولوی عبد المقتدر صاحب نے اون عبارتون کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے، اور ہم جو مکمل عبارت لکھین گے وہ انہین کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہوگی،

(۱) ورق الف ۲۴ یا صفحہ ۴۸

"..... لے نور چشمی شاہ ...... شادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

مکمل عبارت یہ ہوسکتی ہے،

"برائے نور چشمی شاہ خرم کشادیم امید کہ از تفرقہ امان آید"

اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ یہ عبارت کس وقت اور کس حالت کی ہوسکتی ہے، شہزادۂ خرم کے نام کے پہلے "شاہ" کا لفظ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ یہ تحریر شوال ۱۰۲۵ھ (۱۶۱۶ء) کے بعد کی ہے، کیونکہ معتمد خان، اقبالنامہ جہانگیری مین لکھتا ہے،

"چون مہم دکن از شاہزادہ پرویز متمشی نشد.......... ناگزیر شاہزادہ جوان بخت جہان کشاے سلطان خرم را کہ مجدداً فتح رانا امیر سنگھ والی اودے پور نمودہ آنچنان سیع دیو خصلت را بدام اقبال در آوردہ بودند بفتح دکن نامزد فرمودند بخطاب والا شاہی کہ در زمان حضرت صاحبقران گیتی ستان (تیمور) تا حال ہیچ

شاہزادہ تجویز نشدہ، لطف فرمودند و بشاہ خرم ممتاز ساختند ......

.... روز دوشنبہ نوزدہم شوال ....

بصوب دکن شرف ارزانی داشتند[1]"

شہزادہ خرم سے اکبر و جہانگیر دونوں کو غائت محبت تھی، خافی خان لکھتا ہے،

"شاہزادہ عالی نژاد بلند اقبال محمد خرم کلان بود، نظر بر عنایات و توجہات جد بزرگوار

و پدر نامدار کہ نسبت بخسرو در حق آن غرۂ جاہ وجلال زیادہ بند دل می گردید[2]"

جہانگیر کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہی کہ جب کبھی خرم کو کہین روانہ کرتا ہی تو خاص اہتمام سے بھیجتا ہی، اور اوس کی واپسی پر اس جوش محبت سے ملتا ہی کہ آپے سے باہر ہوجاتا ہے، اوس کو گلے لگاتا ہے، پاس بٹھاتا ہی، انعام واکرام دیتا ہی، خطابات کی بارش کرتا ہے، اور کیا کچھ نہین کرتا،

شاہجہان اسی اثنا مین جہانگیر سے دور رہا، اور ایک سال ۲ ماہ بعد ۱۱ شوال ۱۰۲۶ھ کو فتح دکن کے بعد واپس آیا، ایک سال کا عرصہ عاشق باپ کے لیئے ایک مدت طویل تھی، چنانچہ جس بے خودانہ طریقہ سے اوس نے خرم سے ملاقات کی اوس کو معتمد خان یون لکھتا ہی،

بتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ دوازدہ جلوس مطابق یازدہم شہر شوال ۱۰۲۶ھ، در قلعہ شادآباد ماندو ورود موکب مسعود اتفاق افتادہ و ادراک سعادت ملازمت پدر عالیقدر مبارکی و فیروزی نصیب در روزی شد، بعد از ادائے مراسم کورنش وآداب زمین بوس بالائے جھروکہ طلبیدہ از غائت محبت و افراط شوق بے اختیار از جائے

---

[1] اقبالنامہ جہانگیر مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال حالات سنہ جلوس مطابق ۱۰۲۳ھ ہجری صفحہ ۹۱-۹۰،

[2] خافی خان منتخب اللباب، جلد اول صفحہ ۲۴۷،

خود برخاسته دوسه قدم پیش نهاده در آغوش عاطفت گرفتند، چندانکه ازینجانب در آداب وفروتنی مبالغه شد، ازان طرف در اعزاز واحترام افزوده نزدیک بخود حکم نشستن فرمودند .... اکنون بجلدوئی این خدمتِ شائستہ منصب سی ہزاری ذات وبست ہزار سوار وخطاب شاہجہانی عنایت شد، ومقرر فرمودند کہ بعد ازین در مجلس بہشت آئین بجہت نشستن آن شاہ والاقدر صندلی متصل تخت می نہادہ باشند، واین عنائتے است مخصوص شاہ فلک شکوہ کہ از زمان امیر صاحبقران تا حال درین سلسلہ علیہ رسم نبودہ........ ...... وخود از جھروکہ پایان آمدہ خوانچہ از جواہر خوانچے از زر برفرقدان سائے آن درۃ التاج خلافت وجہانگیری نثار فرمودہ، فزونی عمروجاہ آن برگزیدہ دین ودولت از درگاہ حضرت رب العزت مسالت نمودند"[1]

جس وقت **نورجہان** سے فتح دکن کا مژدہ سنتا ہی، بے اختیار ہو جاتا ہی، فوراً جواب خط لکھتا ہی، اور اوس کے ساتھ یہ بات طے کر دیتا ہی کہ آیندہ سے شاہجہان کے نام کے ساتھ تمام کاغذات پر "فرزندی" کا لفظ بھی لکھا جایا کرے اور شاہجہان کے خطاب پر فی البدیہہ یہ شعر موضوع کر کے لکھتا ہی،

شدے از التماس شاہ خرم بفرزندی ما مشہور عالم[2]

پس ہم اِن واقعات سے جہانگیر کی تحریر پر یہ رائے قایم کرسکتے ہین کہ یہ اسی زمانہ کی ہی، جبکہ خرم مہم دکن پر اس سے دور تھا، وہ ایک ایک دن اس کی غیبت کا گنتا، چنانچہ خرم واپس آکر اس سے ملا ہے تو اس واقعہ کو تزک مین خود یون لکھتا ہی،

"وبتاریخ روز مبارک شنبہ ہشتم مہر ماہ الٰہی سنہ جلوس موافق یازدہم شہر شوال سنہ ھ بعد از گذشتن سہ پہر و یک گھڑی در قلعہ ماندو بمبارکی وفرخی سعادت ملازمت دریافت

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۴-۱۰۳، [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۱۰۱،

مدت مفارقت پانزدہ ماہ و یازدہ روز کشیدہ، بعد از تقدیم کورنش و زمین بوسی بالائے

جھروکہ طلبیدم، و از غایت محبت و شوق بے اختیار از جائے خود برخاستہ، در آغوش

عاطفت گرفتم، چندانکہ او در آداب و فروتنی مبالغہ نمودہ من در عنایت و شفقت افزودم

و نزدیک خود حکم نشستن فرمودم.....،،

وہ شعر یہ ہے،

چشم بد دور کز آن خوش باز آورد   طالع نامور و دولت مادرزادت

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ فتح دکن کی خبر سننے سے پہلے جہانگیر نے فال نکالی تو

تو یہ شعر نکلا،

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد   زدم این فال گذشت اختر و کار آخر شد

اوس کو حافظ پر اس قدر یقین ہو کہ اس فال کے نکلنے کے بعد ہی لکھتا ہو کہ

"چون لسان الغیب حافظ چنین املا نمود، مرا امید واری تمام دست داد" (تزک صفحہ ۱۸۹)

(۲)   ورق ۳۸ صفحہ ۷۶

"این غزل، خاصہ این بیت تفاؤل ہمایون شد چند بار"

غزل مذکور کا مطلع یہ ہو،

بیا کہ رائت منصور بادشاہ رسید   زفتح چاہ برآمد، باوج ماہ رسید

اور خاص شعر یہ ہے،

عزیز مصر بہ غم برادران غیور   زقعر چاہ برآمد، اوج ماہ رسید

یہ عبارت نسخ مین ہو، اسلئے ہمایون کی ہو، اب دیکھنا یہ ہو کہ یہ شعر کس موقع پر نکلا تھا،

سلہ تزک جہانگیری مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۹۵،

عام قاعدہ ہو کہ جب ایک اہم واقعہ کے متعلق کوئی بات کسی بڑے آدمی کی زبان سے نکل جاتی ہو تو فوراً مشہور ہو جاتی ہو،[1] چنانچہ اس شعر کے متعلق صراحتاً فال نکالنے کا حال تو اگرچہ کسی تاریخ مین نہین لکھا ہو، لیکن فرشتہ اس شعر کا ایک خاص موقع پر زبان زد عام ہونا بتایا ہے،

"زمانہ بدین ترانہ مترنم گردید" بیت

"عزیز مصر برغم برادران غیور | ز قعر چاہ برآمد باوج ماہ رسید"[2]

ہمایون، شیر شاہ سے شکست کھا کر ۹۴۷ھ ہجری (۱۵۴۳ء) مین بھاگتا ہے، اوس وقت اس کے تین بھائی مرزا عسکری، مرزا کامران، مرزا ہندال، کچھ نہ کچھ طاقت وحکومت رکھتے ہین، لیکن اون مین سے کوئی بھی اوس کی مدد نہین کرتا، بھائیون کی بد اخلاقی و بے مروتی بلکہ خفیہ سازشون کو دیکھ کر ایران جاتا ہو، وہان برسون رہنے اور شاہ ایران سے فوجی امداد کے بعد ساتوین محرم ۹۵۲ھ ۱۵۴۹ء کو قندھار کی طرف روانہ ہوتا ہو، مرزا عسکری، آمادۂ جنگ ہو جاتا ہو، اکبر کو کامران کے پاس روانہ کرکے خود قلعہ بند ہو جاتا ہو اور ہمایون کو تقریباً چھ مہینے اس کی تسخیر مین لگ جاتے ہین، عسکری عاجز ہو کر مطیع ہوتا ہو، لیکن موقع پاکر نکل بھاگتا ہو، اور پھر عداوت شروع ہو جاتی ہو، کابل مین مرزا کامران مخالفت پر آمادہ نظر آتا ہو، ہمایون اس طرف روانہ ہوتا ہو، کامران تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ جاتا ہو، اور دسوین رمضان ۹۵۲ھ کو قلعہ پر ہمایون کا قبضہ ہو جاتا ہو، فتح کابل کی یہ تاریخ ہو،

"بے جنگ گرفت ملک کابل از وے"

اس کے بعد بھی بھائیون نے چین نہ لینے دیا، اور اسی خانہ جنگی کی بدولت وہ ۹۶۲ھ ۱۵۵۴ء تک ہندوستان فتح نہ کر سکا،

ہمارا خیال ہو کہ ہمایون نے یہ فال ایران سے رخصت ہوتے وقت، یا قلعۂ کابل کی مہم پر

---

[1] معارف ماہ نومبر ۱۹۲۲ء، [2] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۳۸،

روانہ ہونے کے خیال سے نکالی تھی،

(۳) ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵

"از فال مصحف کہ ایک بر آمد از دیوان، این شاہ بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ تعالیٰ چون فتح ولایت شرقی و مبارزان آن دیار بامر کردگار شود نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع ان تفاؤلات نیز رقم کردہ شود، بمنہ و توفیقہ، شب دوشنبہ بیجدہم ذی حجہ ۹۶۱ھ ہجری در شہر ذینیناہ تحریر یافت، والسلام"

یہ عبارت بھی نسخہ مین ہے، اور ہمایون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے،

ہمایون اپنے بھائیون سے اطمینان حاصل کرکے ذی الحجہ ۹۶۱ھ ہجری (۱۵۵۳ء) کو کابل سے روانہ ہوا، اس کے متعلق بھی فرشتہ نے عجیب قصہ لکھا ہے، اور چونکہ وہ بھی فال کے متعلق ہے، اس لئے شائد دلچسپی سے خالی نہ ہو، جب ہندوستان کے لوگون نے ہمایون سے دوبارہ حملۂ ہند کی درخواست کی تو اوس نے کہا کہ مین حملۂ ہندوستان کے متعلق فال نکالتا ہون، تین آدمیون سے اون کے نام دریافت کرون گا، اور اگر اون کے نام سے فال نکلی تو مین حملہ کرون گا، چنانچہ سب سے پہلے جو شخص ملا، اوس کا نام دریافت کیا گیا، اوس نے جواب دیا، دولت خواجہ، آگے بڑھ کر دوسرا آدمی ملا، اوس کا نام مراد خواجہ تھا، ہمایون نے دل مین کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تیسرے شخص کا نام سعادت خواجہ ہوتا، حسن اتفاق سے تیسرے آدمی کا یہی نام تھا، ہمایون نے اس کو شگون نیک سمجھ کر حملۂ ہند کا ارادہ کر لیا، [1]

ہمایون کابل سے روانہ ہو کر محرم ۹۶۲ھ مین بگرام وہان سے نیلاب، ۲ ربیع الثانی کو لاہور،

[1] تاریخ فرشتہ جلد اول مقالہ دوم صفحہ ۲۔۱۴۱،

، رجب کو سرہند اور ۱۰ شعبان کو سکندر شاہ کو شکست دیکر ابتدار رمضان مین دہلی مین داخل ہوا

محض دہلی کی فتح اور آگرہ کے قبضہ سے ہمایون کو کوئی اطمینان و قوت نصیب نہین ہوئی تھی،

شکست خوردہ دشمن کے سینہ مین آتش انتقام بھڑک رہی تھی، عادلیون نے بہار د جونپور پر قبضہ

کر لیا تھا، سلطان محمد خان سور ادن کے مقابلہ کے لیئے بنگال سے بڑہا، لیکن عادلیون نے ہیمون

کی مدد سے اوسے شکست دی[۱]،

شاید انہین حالات کے سلجھانے مین ہمایون مصروف تھا کہ اوس نے یہ فال نکالی تھی، لیکن

انسوس کہ اس فال کے تین ہی ماہ بعد اسکا انتقال ہوگیا اور اپنی منت پوری نہ کرسکا، ہمایون نے جس

شاہ بیت کی طرف اشارہ کیا ہی وہ یہ ہی،

نظر بر قرعۂ توفیق و یمن دولت شاہ است — بدہ کام دل حافظ کہ فال اختیاران زد

ورق ۶۷ ب صفحہ ۱۳۵ (۴)

اوسی صفحہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت ہی، ظالم جلد بند نے اِس عبارت کے بہت سے حصے

کاٹ دیئے ہین، اس عبارت کو بھی مولوی عبد المقتدر صاحب نے مکمل کیا ہے،

"............ حمر بر سر را ما رسه بود م درسکار

.... مد الماس را سیده ارسه می افتاد

.... سکون اس را حوب مد السه نعال

.... دیوان حواجه بود م این عزل بر آمدر دردیگر بعو مد مد السهٔ

حرره نورالدس جهانگیر ابن اکبر بادشاه غازی فی ماه محرم سنه ۱۰۲۴"

مکمل عبارت یہ ہوگی،"

---

[۱] فہرست کتبخانہ متعلق شعرا ایران، جلد ۱، 2 - O.P Library Catalogue vol I

"در اجمیر بر سر رانا رفتہ بودم، در شکار تعویذ الماس تراشیدہ از سر من افتاد و من شگون این را خوب ندانستہ تفاؤل بہ دیوان خواجہ نمودم، این غزل بر آمد، روز دیگر تعویذ پیدا شد، حررہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ غازی فی محرم ۱۰۲۳ھ ہجری"

اکبر نے تمام راجپوتون کو کسی نہ کسی صورت سے اپنا بنا لیا تھا، لیکن اودے پور کا غیور راجہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا، اوس کے لئے اوس نے مہمین بھیجین، خود گیا، لیکن بے سود، جہانگیر نے بھی تخت نشینی کے بعد اِس طرف توجہ کی لیکن ۸ سال جلوس مطابق ۱۰۲۲ھ تک کوئی نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا، خود اِس طرف روانہ ہوا، اور اجمیر مین قیام کرکے شاہجہان کو اس مہم کے سر کرنے کو بھیجا، اقبالنامہ لکھتا ہے،

"چون ہموارہ عساکر فیروزی مآثر............ انتظام شائستہ و نسق پسندیدہ بپذیرفت رأے جہان کشائے چنان اقتضا فرمود کہ خود بسعادت و اقبال متوجہ استیصال آن سیاہ بخت وخیم العاقبت شدہ روزے چند اجمیر را معسکر اقبال باید ساخت[1]،،

چنانچہ دوسری شعبان ۱۰۲۲ھ کو اجمیر کی طرف روانہ ہوا، ۵ شوال کو اجمیر مین داخل ہوا، اور

"در ساعت فیض اشاعت ششم دی ماہ مختار انجم شناسان یونانی و ہندی بود، نواب قدسی القاب جہانبانی و کشورستانی بادشاہزادۂ عالم و عالمیان سلطان خرم را با لشکر آراستہ ہمعنان فتح و فیروزی بدان صوب دستوری فرمودند[2]،،

۲ سال کی سخت کوششون کے بعد رانا امر سنگھ نے اطاعت قبول کی، اور شاہجہان ۲۰ محرم ۱۰۲۴ ہجری کو اجمیر پہونچا[3]، بادشاہ کو فتح کی خبر پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی، اور شاید اسی مژدۂ جانفزا کے جوش مین وہ اوس دن خوب شکار کھیلتا رہا، اور اسی بے خبری مین الماس کا تعویذ ٹوٹ کر گر پڑا،

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۱، [2] شاہجہان نامہ صفحہ ۹۶ مطابق چہاردہم ذی قعدہ ۱۰۲۲ھ،
[3] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۷، [4] تزک جہانگیری ص ۱۲۸ و اجمیر کی تاریخ ۱۲ محرم ہے،

شعر یہ ہے،

ستارۂ بدرخشید و ماہ مجلس شد ‏ ‏ ‏ ‏ دلِ رمیدۂ ما را رفیق و مونس شد

اس شعر کے بائین طرف حاشیہ پر جہانگیر کے ہاتھ کی یہ عبارت لکھی ہے،

"فال کہ بجہت الماس کشودہ بودم"

(۵) ‏ ‏ ‏ ورق الف صفحہ ۱۴۶

یہ عبارت بھی جلد بند کی دست درازی سے نہ بچ سکی،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین .... خود در اجمیر نزول اجلال داشتم........ کار بر و تنگ شد اختیار ...... بندگی .... ہنوز خبر دیدن او نرسیدہ بود .... بہ لسان الغیب حافظ نمودم ا،،،،،،،،، غزل برآمد و بعد از د .... روز خبر رسید کہ رانا خرم .... ملازمت کرد، در محرم ۱۰۲۴ھ حررہ نورالدین جہا......."

مکمل عبارت یہ ہے،

"فرزند خرم را بر سر رانا تعین نمودہ خود در اجمیر نزول اجلال داشتم چون کار برو تنگ شد، اختیار بندگی نمود، ہنوز خبر دیدن او نرسیدہ بود کہ تفال بہ لسان الغیب حافظ نمودم، این غزل برآمد و بعد از دو روز خبر رسید کہ رانا خرم را ملازمت کرد، در محرم ۱۰۲۴ھ، حررہ نورالدین جہانگیر"

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ شہنشاہ جہانگیر نے خرم کو امر سنگھ رانائے اودے پور کی تنبیہ و تادیب اور اوس کی ریاست کے تسخیر کے لیئے روانہ کیا تھا، امر سنگھ اگرچہ مشہور رانا پرتاب کا بیٹا تھا لیکن اوتنی ہمت و جرأت اور ضبط و نفس کشی نہ رکھتا تھا، پہلے تو باپ کی طرح اودے پور چھوڑ کر پہاڑیون مین

جا چھپا اور مقابلہ پر آمادہ ہوگیا، لیکن جب ابتدا ۱۰۲۳ھ ہجری مین شاہجہان نے اودے پور پہونچکر اپنی فوجین تمام علاقہ مین پھیلادین اورجب،

"رفتہ رفتہ کار براو تنگ شد، و روزگار بعسرت و دشوار کشید و ہمراہان جدائی گزیدند و معدودے کہ ماندند، از شدت بیماری وضعف قدرت بر نقل و حرکت داشتند[1]"

تو مجبوراً اوس نے،

"توجہ کرن نام خالوے خود را باہر داس جہالہ کہ نوکر عمدہ او بود بخدمت شاہزادہ بلند اقبال فرستاد وعجز و انکسار را شفیع ساختہ بندگی و فرمان پذیری اختیار نمود[2]"

شاہجہان نے فوراً قاصد روانہ کیئے، وہ ابتدا ار محرم ۱۰۲۴ھ ہجری مین اجمیر پہونچے، اور حافظ کی پیشین گوئی کی تصدیق کی، چنانچہ جہانگیر خود اپنی تزک مین لکھتا ہے،

"او اخراین ماہ کہ در بیرونہاے اجمیر بشکار مشغول بودم، محمد بیگ ملازم فرزند بلند اقبال سلطان خرم رسید وعرضداشت آن فرزند گذرانید و معروض داشت کہ رانا باپسران، شاہزادہ را ملازمت نمود[3]"

میرا خیال ہی کہ یہ دونون تحریرین ایک ہی دن لکھی گئی ہین، کیونکہ دونون واقعے محرم کے لکھے ہوئے ہین، اس تحریر نے تعویذ کے متعلق میرا جو خیال ہو وہ بھی صحیح ہی، غزل کا مطلع یہ ہی،

"کنونکہ درچمن آمد گل از عدم وجود　　بنفشہ درقدم او نہاد سر بسجود"

اور دوسرا شعر یہ ہے،

"بنوش جام صبوحی بنالۂ دف وچنگ　　ببوس غبغب ساقی بنغمۂ نے وعود"

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۶۔[2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۷۷۔[3] تزک جہانگیری،[4] مفصل حالات کے لیئے شاہجہان نامہ صفحہ ۹۲-۷۶ دیکھو،

(۹) **ورق ب۱۸ صفحہ ۱۴۳**

".... سب لس حال عالم لہ حافظ

...... نام داسب لساده بود م

.... ں عالم لس دارای

... ... د بالچی گری فرساده بودیم"

مکمل عبارت یہ ہی،

"بجہت کس خان عالم کہ حافظ حسن نام داشت کشاده بودیم، خان عالم را پیش

دارائے ایران بالچی گری فرستاده بودیم"

یہ عبارت نستعلیق مین ہی، اور یقیناً جہانگیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہی کہ نشہ کی حالت مین اوس وقت لکھی گئی ہے، جبکہ قلم ہاتھ مین مضبوطی سے پکڑا نہ جاسکتا تھا، اور ہاتھ کانپ رہا تھا، جہانگیر اپنی تزک مین خود اپنی اس حالت کا ان الفاظ مین اقرار کرتا ہی،

'کار بجائے کشید کہ در خمار ہا از بسیاریٔ رعشہ ولرزیدن دست پیالہ خود نمی توانستم خورد، بلکہ دیگران میخورانند[۱]،،

"دیوان حافظ والی تحریر مین "کس خانعالم" مین کس کے معنی نوکر کے ہین،

"جہانگیری عہد مین حافظ کے نام سے بہت کم لوگ یاد کیے جاتے ہین، البتہ تزک مین ایک جگہ آیا ہے،

"درین تاریخ حافظ حسن ملازم خانعالم با مکتوب مرغوب گرامی برادرم شاہ عباس و عرضداشت آن رکن السلطنت بدرگاہ پیوست، و خنجر قبضہ دندان ماہی جوہردار سیاہ ابلق

---

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۱۵۲،

کہ برادرم، بخانعالم لطف نمودہ بودند، چون نفاست تمام داشت، بدرگاہ فرستادہ بود از نظر گذشت"[1]

یہ حافظ حسن ۱۰۲۵ھ ہجری مین خانعالم تقریباً کچھ دنون پہلے آیا تھا اوس سے خانعالم کے آنے کا ارادہ معلوم ہوا ہوگا اور اپنے دوست قدیم کی یاد تازہ ہو گئی ہوگی، اور اسی پر اوس نے فال نکالی ہوگی، دونون کے دوستانہ تعلقات کے متعلق جہانگیر کا خاص مورخ معتمد خان لکھتا ہے،

"از التفاتے کہ شاہ بخانعالم داشت، اگر بشرح و بسط رقمزدۂ کلک سوانح نویس گرد سواد خوانان صفحہ ہستی حمل بر اغراق خواہند نمود و ہموارہ در محاورات خان جہان خطاب میفرمودند و زمانے از خدمت خود جدا نمید اشتند و بحسب اتفاق اگر روزے یا شبے بضرورت در کلبہ خویش خواستی بسر برد، بے تکلفانہ بمنزل او تشریف آوردہ، عواطف و مہربانی را پایہ برتری نہادند"[2]

فال مین یہ شعر نکلا اور اس کے چند دنون بعد ہی خانعالم جبکہ جہانگیر کشمیر جا رہا تھا، ایران سے آکر سعادت قدمبوسی سے مشرف ہوا،

شعر یہ ہے،

"حافظ از بہر تو آمد سوئے اقلیم وجود　　　　قدمے نہ بوداعش کہ روان خواہد شد"

(۷)　　ورق الف ۱۱۱ صفحہ ۲۲۲

"بحب حلاصی بیح اللہ بسر حکیم ابوالسح بر امد کناہ اور الحشدم ۱۰۱۵ھ"

اس عبارت پر کہین پر بھی کوئی نقطہ نہین ہے، اسلئے نقطہ کے بعد یہ عبارت یون پڑھی جا سکتی ہے،

"بجہت خلاصی فتح اللہ بسر حکیم ابو الفتح بر آمد گناہ او را بخشیدیم ۱۰۱۵ھ"

---

[1] فہرست اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ جلد اول شعرار ایران مرتبہ مولوی مقتدر خان [2] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۲۱

حکیم فتح اللہ، حکیم مسیح الدین ابو الفتح بن مولانا عبد الرزاق گیلانی کا بیٹا تھا، ابو الفتح اپنے دو بھائیون حکیم ہمام اور حکیم نور الدین کے ساتھ ۹۸۳ھ جلوس اکبری آکر نوکر ہوا،

اکبر کی وفات کے بعد جب جہانگیر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا، تو خسرو نے بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا، شکست کے بعد گرفتار ہو کر آیا، اور اکبر آباد (آگرہ) مین قید کر دیا گیا، جہانگیر نے حکم دیا کہ ایک دن امیر الامراء کے سپاہی اور ایک دن آصفخان کے آدمی پہرا دیا کرین، آصفخان نے اپنے ابن عم نور الدین محمد کو اس کام کے لئے مقرر کیا، وہ تنہا خسرو کے یہان آتا جاتا رہا تا آنکہ دونون نے باہم حلفیہ وعدہ کیا کہ جب موقع ملیگا علم بغاوت بلند کر دینگے، فتح اللہ اور نور الدین محمد سے دوستانہ تعلقات تھے، جب نور الدین نے اوس سے کہا تو وہ بھی راضی ہو گیا، اعتماد الدولہ کا لڑکا محمد شریف بھی اس سازش مین شریک تھا، اعتبار خان کا ایک ہندو نوکر بھی شریک ہو گیا، اور تقریبًا چار سو آدمیون نے خسرو کی حمایت مین اظہار رضا کیا، اور طے یہ ہوا کہ بادشاہ کو واپسی کابل کے وقت راہ ہی مین شہید کر کے خسرو کو تخت پر بٹھایا جائے، لیکن جہانگیر کی خوش قسمتی سے ان لوگون مین سے ایک شخص آزردہ خاطر ہو کر اون سے الگ ہو گیا، اور اوس نے جا کر خواجہ ویسی دیوان خرم سے سارا حال کہہ سنایا، اوس نے خرم سے کہا، خرم نے فورًا آکر جہانگیر کو اطلاع دی، واقعہ کی تحقیقات شروع ہوئی، اور

بعد از ثبوت نور الدین محمد ولد آصفخان مرحوم و محمد شریف پسر اعتماد الدولہ و ہندوے اعتبار خان و بداغ خان ترکمان را بر دار کشیدند[1]

حکیم فتح اللہ کے متعلق حکم ہوا

کہ تشہیر کردہ برخر واژگون سوار سازند و منزل بمنزل باین رسوائی می آوردہ باشند[2]

یہ اقبالنامہ کے الفاظ ہین لیکن خود جہانگیر لکھتا ہے کہ

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۲۹-۱۲۹ [2] اقبالنامہ صفحہ ۳۰،

"و تیع اقتضا مقید و محبوس ساختہ بمعتمدان سپردہ"

اور ہمارے خیال مین اس کے بعد لوگون نے اوس کے لئے سفارش کی ہوگی، جہانگیر نے حافظ سے تفاؤل کیا اور اوس کی بنا پر اوسے آزاد کر دیا،

شعر یہ ہین،

آنکہ پامال جفا کرد چو خاکِ راہم	خاک می بوسم و عذر کرمش میخواہم
من نہ آنم کہ بجور از تو بنالم حاشا	چاکرِ معتقد و بندۂ دولت خواہم"

(۸) ورق الف ۱۵ صفحہ ۱۳۰

"وقتے کہ ازالہ یاس بعد........ حضرت والد بزرگوار مل..... اگرہ بودم، در اثناے را........ رسید کہ تفاؤل بدیوان حا..... بالا نمود، این غزل برآمد وہم سعادت خدمت و رضا جوی و حاضر بو........ در واقعہ ناگزیر دست د... ..... وہم دولت مورو........ روزے گشت کہ بعینہ مضمون ..... غزل بود، در جمید الثانی کشو دہ شد راقمہ نور الدین جہ........ ابن اکبر"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

"وقتے کہ ازالہ یاس بعد بلازمت حضرت والد بزرگوار خواہشمند آگرہ بودم، در اثناے راہ بخاطر رسید کہ تفاؤل بدیوان حافظ بالا نمود، این غزل برآمد وہم سعادت خدمت و رضا جوئی و حاضر بودن واقعہ ناگزیر دست داد وہم دولت موروثی روزی گشت کہ بعینہ مضمون این بود، در جمادی الثانی کشودہ، راقمہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر"

سنہ ہجری مین اکبر مہم دکن پر تھا، اور جہانگیر مہم چیتور پر، بد اندیشون نے سمجھایا کہ یہ اچھا موقع ہے، اکبر دار السلطنت سے کئی صوبے پرے ہے، آپ چلکر آگرہ مین جلوہ آرائے سریر حکومت ہو جیئے،

نشہ مین مست، جوانی کے خمار سے متوالا جہانگیر آگرہ کی طرف روانہ ہوا، جب آگرہ پہونچا تو قلیج خان قلعہ دار نے ظاہرا اطاعت کی، لیکن جہانگیر نے قلعہ کو اوسی کے حوالہ کر دیا، اکبر کی ماں مریم مکانی نے جو جہانگیر کو

"زیادہ از فرزند ارجمند خود دوست می داشتند"

جب یہ سنا تو قلعہ سے باہر نکل آئی کہ جہانگیر کو سمجھائے، جہانگیر کو اس کی خبر ہو گئی اور قبل اس کے کہ وادی سے ملے کشتی پر سوار ہو الہ آباد کی طرف بھاگ گیا، پھر اکبر نے خود جاکر اوس کو راضی کیا، جہانگیر کی طبیعت روبہ اصلاح ہوئی، لیکن ۱۰۱۲ھ مین پھر اس کا خیال بدلا، شراب مین مست رہتا، اور شاہانہ زندگی بسر کرتا، بادشاہ نے بلا بھیجا لیکن وہ نہ آیا، اس پر بادشاہ خود روانہ ہوا، لیکن اوسکی کشتی بیچ دریا مین ایک ریت کے ٹیلے مین پھنس گئی اور ملاحون کی کوشش کے باوجود نہ نکل سکی، لوگون نے اس کو شگون بد سمجھا اور اکبر کو اس ارادہ سے باز رکھا، اسی اثنا رمین مریم مکانی کے مرض الموت کی خبر پہونچی اور اکبر آگرہ چلا آیا، مریم مکانی نے جہانگیر کو خط لکھا یا کہ اس وقت اگر مجھ سے ملنا ہی تو آؤ، لیکن اسی اثنا رمین مریم مکانی کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد جہانگیر نے آگرہ آکر معافی چاہی پھر باپ کے پاس گیا، اکبر کا دل بھر آیا، اور اُسے دیکھ کر بہت رویا، پھر پدرانہ شفقت سے ان الفاظ مین نصیحت کی،

"از افراط بادہ پیمائی داثر رہنمونی ہمراہان بدعاقبت خلل در دماغ و مزاج شمارہ یافتہ

بہتر آنست کہ چندگاہ درخلوت خانہ بآرام بسر برند تا حکما بعلاج مزاج بہم خوردۂ آن

فرزند بپردازند"

چنانچہ جہانگیر نے شراب چھوڑ دی، اور نہایت سنجیدہ ہو گیا، اور باپ کی وفات تک آگرہ ہی مین رہا، وہ غزل یہ ہے،

چرا نہ در پے عزم دیار خود باشم	چرا نہ خاک کف پائے یار خود باشم

۱؎ خافی خان منتخب اللباب جلد ۱ صفحہ ۲۳۰

غم غریبی و محنت چو بر نمی تابم | بشہر خود روم و شہریار خود باشم

یہ عبارت جہان تک کہ ہمارا خیال ہے، جہانگیر کے بادشاہ بننے کے بعد کی ہے، کیونکہ وہ "واقعہ ناگزیر
اکبر کی وفات اور "دولت موروثی روزی گشت" سے اپنے بادشاہ بننے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسلئے یہ
عبارت جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ ہجری کی ہوگی،

(۹) ورق الف ۱۲۱ صفحہ ۲۴۲

"بجہت سسہ سدں عماں ا .... یعال نمودم اں سں...... مو
رو ربعد اراں ...... سل المہورر رسسد حرر ہ بورالدیں جہانگیرس اکبرشاہ"

مکمل عبارت یہ ہوگی،

بجہت کشتہ شدن عثمان از حافظ تفاؤل نمودم، این بیت بر آمد، ودور وز بعد ازان
خبر قتل آن مقہور رسید، حررہٗ نورالدین جہانگیر ابن اکبرشاہ"

عثمان افغان بنگال کا سرکش سردار تھا، جہانگیر کے جلوس کے ساتوین سال ۱۰۲۱ھ ۱۶۱۲ء
جہانگیر قلی خان کی موت پر اسمٰعیل خان بنگال کا گورنر مقرر ہوا، اس نے ڈھاکہ سے شجاعت خان کو
اس کے مقابلہ کے لیئے روانہ کیا، ۹ محرم ۱۰۲۲ھ ہجری کو لڑائی ہوئی اور عثمان افغان مارا گیا،

فال کا شعر یہ ہے،

خوردہ ام تیر نظر بادہ بدہ تا سرمست | عقد در بند کمر ترکش جوزا فگنم

اقبالنامہ لکھتا ہے،

"درین جشن خسرو اوزبک کہ در ادز بکیہ بخسرو فرنجی اشتہار داو واز عمدہا سے
آن دولت بود بقدسی آستان آمدہ سعادت زمین بوس دریافت ومقارن اینحال عرضداشت

اسلامخان مشتمل بر قتل عثمان و پاک شدن آن مرز و بوم از لوث افغان رسید"

جس دن اس کو یہ خبر معلوم ہوئی وہ اس کے ساتوین سال حکومت کا دن تھا، یعنی سہ شنبہ ۱۶ محرم ۱۰۲۳ھ ہجری اسلئے اس حساب سے اس نے یکشنبہ ۱۴ محرم ۱۰۲۱ھ ہجری کو یہ فال نکالی تھی، اور شاید، یا ۱۸ محرم کو یہ عبارت لکھی ہوگی،

(۱۰) ورق الف، صفحہ ۳۵۶

"روز سہ شنبہ دولت ۱۳ محرم انتخاب برین بیت کہ "تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام" صور (ت) یافت والسلام در موضع منگہ (منگیر)

یہ عبارت نسخ مین ہے، اور ہمایون کے حرف سے ملتا ہوا حرف ہے، ہمایون آخر مین "والسلام" لکھتا ہے،

تخت نشینی کے بعد شیر شاہ کے مقابلہ کے لئے بہار ہوتا ہوا بنگال تک بڑھ گیا تھا، اور یہ عبارت منگیر کی لکھی ہوئی ہے، اسلئے اوسی زمانہ کی ہے، یہ ۹۴۴-۹۴۵ھ ہجری (۳۷-۱۵۳۸ء) کے واقعات ہین،

شعر یہ ہے،

"تا جہان باشد بہ نیکی در جہانت بادکام   این دعا بر انس جانست از دل و جان

اس دیوان مین یہی دس عبارتین ہین، جن پر مین نے تاریخی حیثیت سے نظر ڈالی ہے پس اگر کوئی اس سے بہتر اور صحیح تر واقعہ معلوم ہو تو ناظرین ضرور اطلاع دین،

۱۔ اقبالنامہ جہانگیری صفحہ ۹۶،

فلسفۂ ترغیب

خود ترغیبی یا ترغیبات ذاتی

کی

ابلہ فریبیان

(۳)

از مولوی وہاج الدین احمد صاحب بی اے دارالمعلمین حیدرآباد دکن

گذشتہ مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ ہمارے تخیلات متعلق بہ دیگر افراد، بھی اپنی ذات سے متعلق تخیلات کی طرح نفس کے علم سے باہر ہوتے ہین اور انکی اصلیت اس وقت معلوم ہو تی ہے جب حقیقت اور واقعات کا سامنا ہوتا ہے، یہ سچ ہے لیکن یاد رکھو کہ تخیلہ مین حقیقت اور اصلیت کے مقابلہ کی بھی اچھی خاصی صلاحیت ہو تی ہو۔ ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ، بلکہ دس مرتبہ بھی اگر تمھاری ترغیبات کی لغویت تم پر منکشف ہو جائے، تب بھی تم انھین خیالات باطل کی طرف رجوع کر دگے، اور اپنے آپ کو مثل سابق ترغیب دوگے، ہمارے قوائے عقلیہ مین سب سے زیادہ تخیلہ کے قائم کردہ نقوش دیر پا ہوتے ہین اور مٹ کر دوبارہ قائم ہو جاتے ہین۔ ہر شخص جانتا ہے کہ شکی مزاج آدمیون کی اصلاح کرنا، اور بدگمان، لوگون کی بدگمانی دور کرنا کتنا دشوار ہے جن لوگون نے اتالیق بیوی (مسز کاڈل کے کرٹین لکچرز کا اردو مین ترجمہ) کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس کی کافی شہادت دے سکتے ہین، بیوی کی شوہر کی طرف سے بدگمانیان ہر موقع پر غلط

ثابت ہوتی ہین جب کبھی واقعات کا انکشاف ہوتا ہے تو اُن کے شبہات کو جہل اور بے سروپا ثابت کرتا ہے لیکن شوہر کی طرف سے اونکی بدگمانی کسی طرح کم نہین ہوتی، یہ توخیر ایک مثال تھی، ورنہ زندگی مین تخیلات کے بھی کرشمے روزانہ نظر آتے ہین، جو خود فریبی کا ایک زبردست آلہ ثابت ہوتے ہین، کسی جذبہ یا مخفی خواہش سے مغلوب ہوکر شک وشبہہ، خوف، نفرت، محبت یا اسی قسم کے دوسرے جذبی اثرات کے زیرنگین ہوکر ہم خفیف ترین وحقیر ترین واقعات کی غلط تعبیرین کرتے ہین، اُن مین مبالغہ سے کام لیتے ہین، کبھی کبھی تصرف، اور ردوبدل بھی کرڈالتے ہین اوران نتائج کی بناپر عجیب وغریب نظرئے اور اصول قائم کرتے ہین جو مضحکہ خیزی مین زعفران زار کشمیر سے کم نہین ہوتے،

تخیل جس طرح خود فریبی کا ایک دوامی چشمہ ہے، اسی طرح اس کا استعمال دوسرون کو دھوکہ دینے مین بھی کیا جاتا ہے، اس قسم کے واقعات عدالتون کے سامنے برابر پیش ہوتے رہتے ہین، پرانے فریبئے اور جعلساز، بے وقوف لوگون کے تخیل اور اس ذریعہ سے اون کے مال پر قبضہ کرکے چل دیتے ہین، مولوی نذیراحمد صاحب مرحوم کی خیالی "اکبری" اور پرفطرت "حجن" محض خیالی نہین ہین، اکبری کی طرح بے وقوف مرد وزن، اور حجن کی طرح عیاری سے ترغیب دینے والے، دنیا مین آج بھی موجود ہین تخیل پر قبضہ کرکے، دھوکہ دینے کی مثالین اکثر اخبار مین نظر آتی ہین، دغاباز لوگ بڑی بڑی دکانون مین جاتے ہین اور اپنے آپ کو رئیس ظاہر کرکے قرض مال وصول کرتے ہین، قصبات کے ملّا اور سیانے، دیہات کی کم سمجھ عورتون کے سامنے مستقبل کی وحشتناک تصویرین کھینچتے ہین، اور صدقہ کے طور پران کا زیور اور روپیہ لیکر چل دیتے ہین،

تحریری اور تقریری ترغیبات مین بھی قوت متخیلہ کی فریب دہی سے کام لیا جاتا ہے، ایسے مواقع پر غلط تشبیہات، ناقص تمثیلات اور بے بنیاد موازنون سے کام لیا جاتا ہے، اشتہاری دوافروشون اور طباع مشہورون سے قطع نظر بعض متین اور سنجیدہ تحریرون اور تقریرون مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہے

کسی صاحب ثروت کو ملعون قرار دینے کے لئے اوسے شداد۔ یا فرعون، سے تشبیہ دینا، کسی شاعر کی ہجو کرنے کے لئے، اُسے قصیدہ خوان کہنا، کسی طریق عمل کو بدنام کرنے کے لئے اوسے، مائل بہ استبدادیت یا غلامی کے نام سے یاد کرنا، یہ سب اسی کی مثالین ہین، عمل ترغیب مین غلط تشبیہات و نظائر کا استعمال ہر ملک کے سیاسی مقررون اور مضمون مین پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی ترغیبات کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ سطحی یا لفظی مشابہت کو حقیقی اور معنوی بنا کر پیش کیا جاتا ہے، مثالین جو پیش کیجاتی ہین ایسی ہوتی ہین جن مین جذبات کو برانگیختہ کرنے، یا تخیلہ پر قابو پالینے کی صلاحیت تو ضرور ہوتی ہے لیکن اگر چاہو کہ مثل اور ممثل لہ کے درمیان کوئی علاقہ پایا جائے، یا ایک دوسرے پر صحیح انطباق کیا جاسکے، تو یہ نہین ملتا۔ ان ہی بنیادون پر استنتاج کیا جاتا ہے جو ظاہر ہے کہ بعید از صداقت ہوگا، لسّان وکلا، بازاری زعما، اشتہاری دوا فروش، ان کی تقریرین ایسی ہی ہوتی ہین جن مین استدلال کے خشک ٹکڑون کے بجائے، مبالغہ آمیز تخیلات کی چاشنی ہوتی ہے، ناسمجھ افراد اس دھوکہ مین آجاتے ہین اور ترغیب دہندہ کی حسب خواہش فعل کرنے لگتے ہین،

فریب آمیز ترغیبات کی جو مثالین ہم نے اس باب مین بیان کی ہین، اون سے اس امر کی توضیح ہوجاتی ہے کہ اکثر اوقات ہماری ترغیبات پر خواہ ذاتی ہون یا صفاتی، متضاد جذبات، غلط استدلالات اور بے سرو پا تخیلات کا کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ تینون مؤثرات، ایک دوسرے مین ضم ہوکر اور ایک دوسرے کی مدد سے ہماری ترغیبون کو غلط رُخ پر لیجاتے ہین جس کا انجام خود فریبی یا فریب دہی ہوتا ہے،

ہماری توضیحات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ باطل ترغیبات، خفیہ طریقہ پر، بغیر ہمارے وقوف کے عمل کرتی رہتی ہین، اکثر اوقات تو ہم ان اندرونی محرکات سے بالکل ہی واقف نہین ہوتے، جو اندر ہی اندر ہم کو تحریک دیتے رہتے ہین، لیکن اکثر جب اون کا تھوڑا بہت علم ہمارے نفس کو ہوجاتا

اور ہم دیکھتے ہین کہ ان کا اظہار دنیا کے سامنے ہمارے تمسخر کا باعث ہوگا، یا خود ان کا خیال تک کرنا ہمارے ضمیر کے منافی ہی، تو اس وقت استدلال اور متخیلہ کی ریشہ دوانیان شروع ہو جاتی ہین ان دونون کی مدد سے ہم اپنے ناگوار محرکات اور خیالات کی ہیئت کذائی کو تبدیل کرکے، اون کو اپنے یا دوسرون کے ضمیر کے لئے قابل قبول بنا دیتے ہین، کسی انسان مین اتنی جرأت نہین کہ وہ برملا، اون خود غرضانہ اور متضاد جذبات، بے سروپا تخیلات اور غلط دلائل کو برہنگی کے ساتھ دنیا کے روبرو پیش کرے، جو بیداری یا خواب کی حالت مین اوس کے نفس کے سامنے آتے ہین، اور اسکی ترغیبات کے لئے فریب آموز ثابت ہوتے ہین،

چونکہ ترغیب کا عمل اس طرح پردۂ خفا مین رہتا ہے، اس وجہ سے جو افعال اوسکی بدولت سرزد ہوتے ہین، اون پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش کیجاتی ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہی اس لئے کہ جب تم ایسے محرکات کے زیر اثر ہو جن کا برملا اظہار تم نہین کر سکتے، حتی کہ خود اپنے نفس کے سامنے اون کا اقبال کرتے ہوئے تم نادم ہوتے ہو، تو ظاہر ہے کہ تمھارے افعال بھی (خصوصاً جب اون سے دوسرے بھی متاثر ہوتے ہین) ضرور پردۂ راز مین رکھے جائین گے، اکثر اوقات یہی مخفی عمل ترغیب بڑھتے بڑھتے ایک سازش کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر فرض کرو کہ کسی لڑکی کی شادی ایک کم استطاعت شخص کے ساتھ ہوئی ہے۔ اب یہ لڑکی جذبۂ حسد کی تحریک سے اپنی چھوٹی بہن کے خلاف سازش کرتی ہی، کیونکہ اس کا آئندہ شوہر ایک ذی ثروت شخص ہی۔ جذبہ تو حسد کی شکل مین نمودار ہوا، اب اس بڑی بہن کا متخیلہ چار سال بعد کا منظر اس کے سامنے پیش کرتا ہی، اس خیالی دنیا مین وہ اپنی چھوٹی بہن کو عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھتی ہے اور خود اپنے آپ کو قلت آمدنی کی مصیبتون مین گرفتار پاتی ہے، جذبہ کی اس تحریک، اور متخیلہ کی فریب دہی سے متاثر ہو کر وہ اپنی بہن کے خلاف سازش شروع کرتی ہی۔ چھوٹی بہن کی موجودگی مین اس کی آئندہ جدائی کے خیال سے مغموم

نظر آتی ہے۔ والدین کے سامنے اپنی حیثیت سے بڑھکر رشتہ کرنے کے نقصانات بتاتی ہے، خفیہ طریقہ سے اپنی چھوٹی بہن کی برائیاں فریق ثانی تک پہنچاتی ہے، اور اُن کو ترغیب دیتی ہے کہ اُس کے ساتھ رشتہ کا خیال ترک کر دین"

تم شاید یہ اعتراض کرو کہ مذکورہ بالا مثال مین استدلال کا ترغیب پر کوئی اثر نہین پایا جاتا، اور اور یہ کہ کوئی عقلمند بہن اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ ایسا سلوک روا نہین رکھ سکتی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے، بڑی بہن قوت استدلال سے عاجز نہین ہے، لیکن وہ استدلال بجائے اس کے کہ اسکی خواہشات کی مخالفت کرے اُس کے جذبات کا ہم آہنگ بن گیا ہے، اور اوسکی حرکات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، "میرے کرنے سے کیا ہوگا؟" "اگر چھوٹی بہن کی قسمت اچھی ہے، تو میری تدبیر کارگر ہی نہ ہوگی" "اگر میری تدبیر کارگر ہوگئی، تو یہ سمجھنا چاہئے کہ شادی اوسکی قسمت مین نہ تھی، بہرحال میرا کیا قصور ہے" اس طرح کی خود فریبیون یا یون کہو کہ تشفی ضمیر کے لئے وہ استدلال استعمال کیا جارہا ہے، ہم یہ دعوی نہین کرتے کہ مذکورۂ بالا مثال سچ ہے، ممکن ہے کہ یہ راقم کے پرفریب تخیلہ کا نتیجہ ہو، اور کسی خواہش سے مجبور ہوکر یعنی دوسرون کو مسئلۂ ترغیب کے متعلق اپنا ہمخیال بنانے کے لئے، وہ استدلال کر رہا ہو، بہرحال کوئی صورت کیون نہو، اتنی بات مسلمہ ہے کہ حضرت انسان کے گوناگون جذبات کو دیکھتے ہوئے، ایک بہن کا دوسری بہن کے خلاف اس طرح سازش کرنا ناممکن نہین ہے۔

مختصر یہ کہ جس طرح عمل ترغیب کے عناصر ترکیبی نہین ہوتے ہین، یعنی جذبہ تخیلہ، استدلال اوسی طرح سے خود ترغیبی، خود فریبی، اور باطل ترغیبات مین بھی یہی تینون علحدہ علحدہ عامل رہتے ہین۔ ہمارے جذبات وجدانات، اور جبلی خواہشات ہماری ترغیبون پر حاوی رہتی ہین، اونکی تشفی کے لئے، کبھی ہم غلط استدلال کرتے ہین، اور کبھی فضول اور مبالغہ آمیز تخیلات سے کام لیتے ہین، اب تک ہماری بحث باطل ترغیبات اور اُن کے مضر نتائج، سے اسی حد تک رہی جہان تک افراد کا تعلق ہے، لیکن افراد کی طرح جماعت کو

بھی باطل ترغیبات دیجاسکتی ہین، یا جماعات خود اپنے آپ کو اس قسم کی ترغیب دے سکتی ہین، جب باطل ترغیبات کا اثر کسی ذی اقتدار ہیئت اجتماعیہ مین ہوتا ہے جس کے افراد وحدت مساعی اور مقاصد کے رشتہ مین منسلک ہوتے ہین، تو اس صورت مین ان کے مضر اثرات تعداد افراد کی مناسبت سے اور زیادہ ہوجاتے ہین، اور ان کا دائرہ بھی وسیع ہوجاتا ہے، اُن کی وساطت سے طاقتور جماعتین اپنے افراد اور دوسری کمزور جماعتون کو اپنے قابو مین رکھنے کی کوشش کرتی ہین، تہدید، عدمیت (Nihilism) فوضویت (Anarchy) انتفاع ناجائز اور بہت سے دوسرے مضر اثرات رونما ہوتے ہین اور حیات اجتماعیہ کے ہر شعبہ پر اپنا مضر اثر ڈالدیتے ہین، پس اس قسم کی ترغیبات کا تجزیہ قومی اور جماعتی اعتبار سے نہایت مفید ہوسکتا ہے، اور آئندہ باب مین اسی سے بحث کیجائیگی،

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی تعلیم و تمدن"

سر عبدالرحیم نے حال ہی مین مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر ایک مبسوط اصلاحی خطبہ اسلامی تعلیمات، تمدن، اور توقعات پر دیا، اس خطبہ کے بعض حصص قابل مطالعہ ہین،

"میرا اعتقاد کامل ہو کہ اسلام کو ابھی دنیا مین بہت کچھ کرنا ہو، اسلام کی صداقت کے لیے نہ تو ہم کو تصوف کے عالم خیال کی سیر کرنیکی ضرورت ہو، نہ یہ فریب دہ بلیغ جملون مین مستور رہی، اور نہ شاعرانہ بلند پروازی اور خیالی چمک کے پردے مین اس کو چھپانے کی حاجت. اس کو ہر شخص اس کے اصول اس کے ارکان اور اس کے پیرو ون کی تاریخ مین تلاش کرسکتا ہو، ہر وہ شخص جسکا دماغ ذرا بھی قوت فہم کا مالک اور تعصب سے خالی ہو. اس کو پا سکتا ہو، جہان ایک مرتبہ تم نے اس صداقت کو جان لیا پھر تم کو اس بات کی ضرورت نہین رہتی، مشرق و مغرب کے اصول پر جس کا کہ آجکل اس قدر چرچا ہے غور کرو

اسلام کا اصل الاصول توحید ہے، اس کے معنی اس بڑے رحیم، قوی، رب العلمین، و مالک الکل کی برتری و یکتائی کے اقرار کے ہین اسلام کا یہ دعوی نہین ہو کہ اسی نے یہ اصول دنیا کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے، مسلمان فقہا و اصحاب رائے اس کو ضمیر انسانی کی آواز بتاتے ہین، ہمارے ایمان کا یہ اولین رکن ہو، اسلام اس پر تمام مذاہب سے بہت زیادہ زور دیتا ہے اور اپنے احکام کے ذریعہ اس صداقت کو ہر وقت زندہ و قائم رکھنا چاہتا ہے، اس کا سب سے بڑا رکن نماز ہے، اس کے معنی یہ ہین کہ ہم دن بھر مین پانچ مرتبہ اگرچہ چند لمحون ہی کے لیے اس قادر مطلق کے سامنے

عجز و انکسار کے ساتھ حاضر ہو کر اپنے معاشرتی و دنیاوی فرائض کے لیے توفیق عمل کی دعا کریں،

یہ قرآن کریم کی تمام تعلیمات کی روح ہے، اور یہی چیز اس کے عالمگیر برادری کی مظہر ہے یہ دعوت و تبلیغ کا مذہب ہے، وہ ہر رکن انسانی کو خواہ وہ سفید ہو، سیاہ ہو، یا گندمی، خواہ وہ سامی ہو، آریہ، ہو، تورانی ہو، یا حبشی، اپنے حلقہ مین شرکت کی دعوت دیتا ہے اور اس طرح ایک روحانی، مضبوط، اور منتظم زندگی کی تعلیم دیتا ہے مجھے اس بات کے بتانے کی ضرورت محسوس نہین ہوتی کہ یہ خیال کہ اسلام نے بزور تبدیل مذہب کو جائز رکھا ہے ایک بالکل ہی غلط خیال ہے، ہم کو صرف ظالمون کے مقابلہ مین استعمال قوت کی اجازت ہے، اسلامی قوانین غیر مسلم اقوام کو جو اسلامی ممالک مین رہتی ہون ہر قسم کے شہری حقوق دیتے ہین، اتنا ہی نہین ہے بلکہ ذمیون کو عام اجازت ہے کہ وہ نہایت آزادی سے اپنے رسوم، عبادات، مذاہب اور تمدن کی پیروی کرین، حقیقۃً اسلام کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ تمام انسان (صرف مسلمان یا کسی خاص مذہب و ملک کے آدمی نہین) اشرف المخلوقات ہین، اور ان کو اختیار ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ قوتون سے جس طرح بھی چاہین، اس دنیا مین متمتع ہو سکتے ہین، اسلام مین شریف و رذیل، اور چھوت اچھوت کی کوئی تفریق نہین ہے،

اسلام اپنی تعلیمات کی روح ہی کے ذریعہ نہین، بلکہ اپنے قوانین، و ارکان کے ذریعہ ایک عام انسانی اخوت و جمہوریت کے قیام کی کوشش کرتا ہے، اور حصول مقصد کے لیے ہر شخص کو وہ تمام حقوق و مواقع دیتا ہے جس سے وہ مستفید ہو سکے، اس مین ذہین و غبی، جاہل و عالم اور امیر و غریب کا امتیاز نہین اسلام کا پہلا قانون یہ ہے کہ ہر شخص جو کچھ کماتا ہے وہ اس کا مالک اور اپنی کمزوریون کا ذمہ دار ہے اسلام مین بالشوزم کا کوئی عنصر نہین ہے، ذاتی و شخصی حقوق و ملکیت تسلیم ہی نہین کیجاتی، بلکہ ان مین کوئی خلل انداز نہین ہو سکتا، دوسرے مذاہب کے مقابلہ مین اسلام ہی ایسا دین ہے جو انفرادی و جماعتی ارتقاء و ارتفاع کا حامی اور ان کے لئے ساعی ہے، اسلام مین سرمایہ داری اور فردہ تمدن

مین کوئی اختلاف پیدا نہین ہوسکتا، اس لیے کہ دونون آزاد ہین، رنگ، ملک و ملت کی کوئی خلیج اونکو ایک دوسرے سے الگ نہین کرتی، اسلام کی اقتصادی عمارت کا یہ رنگ بنیاد ہوا اور تاریخ کا کوئی واقعہ اس کی کمزوری کو ظاہر نہین کرتا، لیکن جہان اسلام، سرمایہ دارون اور مزدورون کو کامل آزادی دیتا ہی وہان معاشرتی تخریب، وابتری کو بھی نہین دیکھ سکتا اور اس مین بھی کسی قسم کا امتیاز قائم نہین۔

یہی وہ حالات تھے جنھون نے صدیون تک مسلمانون کو تمدن کا علمبردار، اور علوم وفنون کا مالک رکھا، اور اگرچہ زمانہ کے ہاتھون اونکا زوال شروع ہوگیا، تاہم اون کے لگائے ہوئے درخت اب تک بار آور ہین، انیسوین صدی کی ابتدا تک وہ تمام اقوام سے قوی تر تھے، اور اسلامی تاریخ، رجال علما، علما، اور اونکی حیرت انگیز کامیابیون سے اس قدر مملو ہے کہ بہادران اسلام پر متعدد ضخیم سبق آموز و ولولہ انگیز جلدین لکھی جاسکتی ہین، عربی علوم مین مجھے صرف قانون (فقہ) کے متعلق کچھ جاننے کی عزت حاصل ہی؛ اور مین کہہ سکتا ہون، کہ تسم و تعداد دونون حیثیتون سے وہ بہترین ہی، عالم تاریخ مین صحت بیان، طریقہ ادا، اور انداز نقد کا مقابلہ بہت کم قومین کرسکتی ہین، ان کے لغات، دائرۃ المعارف، اور نحوی کتابین علمی نقطۂ نظر سے بالکل صحیح، واضح اور مرتب ہین، انھون نے کیمیا، ریاضیات، اور فلکیات کے علوم کو بہت بڑھادیا، عربون، ایرانیون اور دوسرے اسلامی اقوام کا شاعری اور دوسرے فکری علوم مین بڑا حصہ ہے، اس علمی وتمدنی محبت نے شاہان اسلام کے دلون مین ایک خاص ولولہ پیدا کردیا تھا، اونھون نے کتابون، تحریرون اور معالمون کی تلاش مین دنیا کا گوشہ گوشہ چھان ڈالا، اور جہان کہین جو گوہر مل گیا اوسے حاصل کیا، علماء، فضلاء، فلاسفہ اور صناعون پر جواہرات کی بارش ہوتی تھی یہی چیز تھی جس نے تمام علوم وفنون اور صنعتون کو عام کردیا، عروج اسلام کے وقت لاتعداد جامعے (یونیورسٹیان) کلئے (کالج) مدرسے اور مکاتب قائم ہوگئے تھے، اور لڑکے اساتذۂ علوم کے پاس آکر مستفید ہوتے تھے یہی ذوق علم نے صدیون ایشیا، یورپ اور افریقہ مین وہ زندگی پیدا کردی تھی جس کا موجودہ یورپ

کی عیات علمی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہو، مسلمانون کا علمی سرمایہ اتنا بڑا تھا کہ ہر کتبخانہ کی فہرست متعدد جلدون پر مشتمل ہوتی تھی، اسلام اس حیثیت سے کسی حق مخالفت کا قائل نہین بلکہ ہر شخص اس آب حیات سے مستفید ہو سکتا ہو، تمام علمی مذہبی موضوع پر آزادی سے بحث کیجاسکتی تھی، چنانچہ خود اس حلقہ مین ۲۷ مختلف عقاید کی جماعتین شریک تھین فن عمارت، نقاشی، اور خطاطی مین ان کے ذوق سلیم، جدت پسندی اور حسن پسندی کا کوئی مقابلہ نہین کرسکتا، یہ بھی ایک قابل ذکر واقعہ ہو کہ مسلمانون نے جن سے جو کچھ سیکھا ان کے ہمیشہ ممنون منت رہے۔ اونھون نے ریاضیات کی تعلیم ہندؤن سے پائی، اور اسکا نام ہندسہ[1] رکھا، اونھون نے لاکھون قلوب مین یونانی فیلسوفون، عالمون اور صناعون کی عزت پیدا کردی، حتی کہ ایک معمولی لڑکا بھی ارسطو و فلاطون کا نام جانتا ہے، اور اسی وجہ سے ان پر فقدان جدت کا الزام لگایا جاتا ہے،

اس جملہ مین بڑی صداقت ہو کہ آسمان کے نیچے کوئی چیز نئی نہین ہو" ارتقائے انسانی قدم بقدم اس درجہ تک پہنچی ہے، عربون، عبرنیون اور مغلون نے اپنے زمانہ کے تمام علوم کو ازسرنو زندہ کرکے بڑھایا، ان مین اضافہ کیا اور نئے مباحث پیدا کئے، یہ ایک نہایت ہی افسوسناک حقیقت ہو کہ اسلام کے علمی و تمدنی خدمات کا اعتراف نہین کیا جاتا، لیکن کیا اگر مسلمان یورپ کے تاریک خطون مین اپنی روشن مشعل علمی نہ لیجاتے تو کیا اس کے علمی ظلمکدہ کا چراغ جل سکتا تھا، لیکی کا بیان اس کا شاہد ہے۔ وہ کہتا ہے جب تک کہ علوم معابد سے، جوامع مین منتقل نہ ہوئے اور جب تک اسلامی علوم وفنون کی آزاد تعلیم نے مسیحی مذہبی کڑیون کو نہ توڑدیا، یورپ مین علمی بیداری نہ پیدا ہوسکی،

ہندوستان بھی اپنی گوناگون ترقیون کے لئے اپنے مسلمان حکمرانون کا احسان مند ہو، اسلامی کارنامون کی نشانیان صرف تاج اور دوسری وہ تمام عمارات ہی نہین ہین جو سارے ملک مین پھیلی

---

[1] معارف: یہ فیلالوجی یعنی تشریح لغوی غلط ہے، "ہندسہ" فارسی لفظ اندازہ کی تعریب ہو جس کے معنی انجینئرنگ کے ہین، اوس کو ہند سے تعلق نہین،

ہین، بلکہ وہ قالین، غالیچے، شال، ململ، چکن، زر دوزیدہ کپڑے، لکڑی ہاتھی کے دانتون اور آبنوس کے منقش سامان بھی ہین جو یورپ و امریکہ کے بعض گھرون کی رونق بڑھارہے ہین مسلمون کی علمی نخل بندیون کا ایک بہترین ثمرہ اردو ہی اور اگر بعض متعصب مدبرین اس کی راہ ترقی مین رکاوٹ پیدا نہ کرین تو اس مین ہندستان کی لنگوا فرانکا و عام زبان بننے کی پوری صلاحیت موجود ہے"

جرمنی اور لسانیات ہند

ماڈرن ریویو کی ایک قریب کی اشاعت مین جرمن مضمون نگار ہر جے، نوبل نے ایک مضمون مین یہ دکھانے کی کوشش کی ہی کہ جرمن ہندوستان کے علم الالسنہ سے کس قدر دلچسپی و اعتنار کا اظہار کرتے ہین فاضل مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"دنیا کے کسی خطہ مین ہندوستان کی لسانیات، اثریات، تاریخ، اور مذاہب کا اس وسعت و دلچسپی سے مطالعہ نہین کیا جاتا، جتنا کہ جرمنی مین، لسانیات کے پروفیسرون مین اکثر سنسکرت کے اساتذہ کامل ہین اور کوئی بھی ایسا جامعہ نہین ہی جس مین طالب علم سنسکرت کی تعلیم نہ حاصل کر سکتا ہو، لسانیات ہند کے طلبار کو صرف سنسکرت ہی پر اکتفا نہین کرنا پڑتا بلکہ اوستا، اور تبتی اور چینی کی سنسکرت تصانیف کی کافی تعداد کا مطالعہ بھی لازمی ہی، برلن نے اے، دیبر، الیعث، بپ، آر، پشیل، اور پروفیسر لیوڈرس جیسے ماہرین باکمال پیدا کئے ہین، بپ لسانیات کا بانی تھا، ویبر کی تاریخ ادبیات ہند (History of Indian Literature) اب تک اسی طرح وقیع ہے اور پشیل کی ویدی مطالعہ (Vedische Studien) اور پراکرت گرامر اس کے تبحر کو ظاہر کرتی ہین، گوٹنگن، اپنے پروفیسر ایچ، اولڈن برگ پر نازان ہے، پروفیسر موصوف نے ویدی اور پالی زبانون کا وسیع مطالعہ کیا ہے، اس کی مشہور ترین تصنیف (Buddha Sein, Leben, Seine Lehre, Seine Gemeinde) ہے اولڈن برگ کے پیشرو کیل ہارن نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ہندوستان مین کتبات اور قواعد نحو کے پڑھنے

بسر کیا تھا، ہن دو کو پیش کرتا ہے، ان مین سے ایک اوفرخت، رگ وید اشاعت اور اپنے مشہور (Catalogus Catalogorum) کے لئے شہرت حاصل کرچکا ہی، اور دوسرا پروفیسر ایچ جیکوبی جینی مذہب کے متعلق سند ہی لپسک نے پروفیسر برک ہاس اور پروفیسر وِنڈس پیدا کئے ہین، اوّل الذکر نے کتھا سرت ساگر کو اڈٹ کرکے ترجمہ کے ساتھ شایع کیا ہے، اور موخر الذکر بدھ مذہب وید اور ہندوستانی تمثیلات کا استاد ہی، برسلو سے سنسکرت کالی داس کی تصانیف شائع کین، اور پروفیسر ہلبرنیڈ وہان تعلیم دیتا ہے، وہ ویدی ادبیات اور ہندی صنمیات کا ماہر کامل ہی کے، ایف. گلڈنیر جو ویدی ادبیات کے بہترین ماہرین مین ہے، ماربرگ مین درس دیتا ہے، پروفیسر ہلنزش، اڈیٹر کتبات جنوبی ہند (The South Indian Inscriptions) جو کچھ ہندوستان مین بھی گذار چکا ہی، اشوک کے کتبات شائع کرنے کی کوشش کر رہا ہی، پروفیسر الف سی، شیر بدر کیل مین ہین، یہین پروفیسر ایف، ڈیوسن بھی تھا، جو اپنشد اور ویدانت کا بڑا مداح رہا ہے، ورزبرگ مین، پروفیسر جالی ہندی ادویہ و فقہ کا بڑا ماہر موجود ہی، اور رسیوشن کا پروفیسر جیگر، پالی اور ایرانی السنہ کا مستند عالم ہی، ٹوبجن کا پروفیسر گاربے، سنکھیا اور یوگ کے مذاہب فلسفہ مین مہارت تامہ رکھتا ہے،

اُن اشخاص کا جو عملا ہندی السنہ و تاریخ کے مطالعہ مین مشغول ہین، حلقہ، جوامع کے اساتذہ و کارکنون سے کہین وسیع تر ہے،

جمعیتہ نسائیہ مصر

گذشتہ مہینہ مین یہ خبر آچکی ہی کہ رومہ مین تمام دنیا کی جنس نسوانی کا جلسہ منعقد ہونیوالا ہی اور اسکی شرکت کے لیے مصر و ہندوستان کی خواتین بھی جانیوالی ہین، مصری خواتین اس سلسلہ مین زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہین، چنانچہ الاخبار مصر سے یہ معلوم ہوا کہ وہان قاہرہ مین جمعیتہ نسائیہ مصریہ کے نام سے مصری خواتین کی ایک انجمن قائم ہوگئی ہے، ابھی حال مین وفد رومہ کے تعلق سے اس جمعیتہ نے ایک بیان وہان کے اخبار

مین شائع کیا ہی جو خود اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کی تفصیل و تشریح پر بھی مشتمل ہے، چنانچہ اس بیان مین لکھا گیا ہی کہ

روما مین منعقد ہونیوالی مجلس نسوان کے لیے جو دعوت نامہ مصر کے تمام اخبارات مین شائع ہو چکا ہے اس کے ذریعہ سے تمام لوگ ایک حد تک اس کے اغراض و مقاصد سے واقف ہو چکے ہین، یہ دعوت نامہ ان تمام اہم مسائل پر مشتمل ہے جو وہان مجلس مین زیر بحث آنیوالے ہین،

روما کی مجلس مین پیش ہونیوالے مسائل کی جو تفصیلی فہرست شائع ہو چکی ہی وہ نہایت کثیر و متنوع مسائل پر مشتمل ہی اور اُن مین کا بڑا حصہ ایسا ہی جو مصر کے عالم نسوانی کی ضروریات و مقتضیات سے کوئی تعلق نہین رکھتا اس بناپر جمعیۃ نسائیۃ مصریۃ مرتب کیگئی ہی جو وفد روما کے ساتھ بھیجی جائیگی، لیکن اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد صرف ذیل کے مسئلون تک محدود رہینگے اور اوسکی ساری کوششین انہی پر صرف ہونگی،

(۱) عورتون کی عقلی و ادبی ترقیون کی تحصیل کیلئے کوشش کرنا۔ تاکہ وہ اجتماعی و سیاسی زندگی مین مردون کے برابر اپنا حصہ کرسکین،

(۲) اس حق کا مطالبہ کرنا کہ جو عورتین چاہین مردون کے برابر اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکین،

(۳) منگنی کے لیے ایسے طریقے اختیار کیے جائین جن کے ذریعہ سے ہونیوالے زن و شو قبل از عقد ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف ہوسکین،

(۴) تعلقات زوجیت کے ملی قوانین کی اصلاح اور ان قوانین کو دینی و شرعی تعلیمات کی روح پر منطبق کرنیکی کوشش کرنا۔ مصری خواتین کو ان مظالم سے جو اُن پر بغیر حسن معاملت کے تعدد زوجات اور بغیر کسی صحیح سبب کے جلد جلد طلاق دیکر کیے جاتے ہین بچانا،

(۵) ایسا قانون بنائے جانے کا مطالبہ کرنا جس کے ذریعہ سے قبل از سن بلوغ یعنی ۱۶ برس سے کم عمر مین لڑکیون کی شادی ممنوع قرار پائے،

(۶) مختلف وسائل سے ترقی و تحسین صحت کی کوشش کرنا،

(۷) بدعات، خرافات اور اوہام کے خلاف جو علم صحیح کی راہ مین سدراہ ہین جنگ کرنا،

(۸) محاسن و فضایل اخلاق کی ترقی و توسیع کی کوشش اور رذائل سیئات کے خلاف جنگ کرنا،

(۹) جائز اور صحیح وسائل سے ان اغراض و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے موثر طرز عمل کی تنظیم کرنا،

مجلس کی اعضا ارکان خواتین جو ان مقاصد کو عملی طور پر حاصل کرنے کے لیے رہنمایانہ جد وجہد کررہی ہین

ان کی حسب مدارج و مراتب تفصیل یہ ہے،

عہدہ دار خواتین۔ (۱) محترمہ ہدی شعراوی رئیسہ مجلس (۲) شریفہ ریاض وکیلہ۔ (۳) عطیہ فواد خزانچی

(۱) احسان احمد ناظمہ (سکرٹری)

ارکان مجلس عاملہ خواتین، محترمہ وجیدہ خلوصی، فردوس شستا۔ ناجیہ راشد غزیزہ فوزی۔ جمیلہ عطیہ

ارکان اعزازی خواتین۔ محترمہ خدیجہ عبد السلام، فردوس عقیقی۔ احسان ہیکل، رجینا خیاط، فاطمہ زجب

وجیدہ ثابت۔ نعیمہ ابو اصبع۔ اختر فہمی ویصا، نبویہ موسی۔ فکریہ حسنی۔ لبیبہ احمد۔ فاطمہ سامی۔ جلیلۃ الجزاوی

مجلس رومہ مین اس جمعیۃ کی نمایندگی دو وفد کریگا جس کے ارکان محترمہ ہدی شعراوی

رئیسہ مجلس اور محترمہ نبویہ موسیٰ اور زین النبراوی ارکان مجلس ہین،

سب سے بڑا اور اہم مقصد اس وفد کا یہ ہے کہ وہ مصری خواتین کے متعلق یورپ مین ان پھیلے

ہوئے اور عام خیالات کی تردید کرے کہ مصری عورتین زاویۂ خمول مین پڑی ہین، اور وہ عملی

زندگی سے بہت دور ہین، ان کے لئے اپنے گھر کی چار دیواری کے باہر کوئی جولانگاہ عمل نہین ہے،

اور قوم و ملک کے عام شئون و حالات مین ان کا کسی طرح پر بھی اثر نہین ہے،

رومہ کی مجلس نسوان مین شریک ہونا، اور ان مسائل پر جنکا تعلق عورتون کی ترقی

سے ہے وہان بحث مباحثہ اور تبادلۂ خیالات کرنا یقیناً اس وقت قومی ارتقاء و ترقی

کی خدمت کا مناسب ترین اور بہترین ذریعہ ہے،

یہ جمعیۃ اپنے اہل وطن مرد و عورت سے ان افکار و خیالات کی صورت مین معاونت چاہتی ہے جو اس کے اغراض و مقاصد کو عمل مین لانے اور عورتون کو ان کے اس مناسب درجہ تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ ثابت ہون جس کے بعد وہ اپنے کنبہ و وطن کے فرائض و واجبات کو اچھی طرح ادا کر سکین،

اور یہ جمعیۃ ہر وقت آمادہ ہے کہ جو خواتین اس سے وابستگی اور اسکی شرکت قبول کرین انکو اپنے حلقہ رکنیت مین داخل کرے۔ اس سلسلہ مین ضروری خط و کتابت کے لئے پتہ یہ ہے،

حرم شہزادی پاشا ، شارع قصر نیل نمبر (۲) مصر

ان مقاصد بالا پر ایک نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہی کہ خواتین مصر نے اپنے مطالبات کی فہرست تیار کرنے مین یورپ کی انجمن خواتین کی کورانہ تقلید نہین کی ہی، بلکہ اپنے مشرقی تمدن اور شرع اسلامی کو ملحوظ رکھا ہے، البتہ جو بنیادی غلطی اس تعمیر مین ہے وہ یہ ہی کہ بجائے اس کے کہ اوس کو **مذہب** کی چٹان پہ قایم کیا جائے، تمدن جدید کے ریگ پر اِس کو کھڑا کیا گیا ہی، ان مطالبات مین کوئی شئے ایسی نہین جس کو شریعت غرا کامل طور سے پورا نہ کر سکتی ہو، اگر اصلاح مذہبی کے رنگ مین اِس کو جلوہ نما کیا جاتا تو بآسانی یہ مطالب انجام پاتے، اور دیگر ممالک کی خواتین کے لیئے اِس مین شریک ہونا ممکن ہوتا، ورنہ

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کین رہ کہ تو میروی بہ ترکستانست

اخبار علمیہ

دنیا موجودہ سائنس کے عجائبات کے سننے کی عادی ہوگئی ہے، مشہور فرانسیسی سائنس دان اڈورڈ بیلن نے دعوٰی کیا ہے کہ وہ گھر بیٹھے بہت جلد سمندرون اور دنیا کے بعید ترین خطون کو دیکھ سکے گا،

اگر یہ دعوٰی صحیح ثابت ہوا، تو یہ ایجاد عمومی اور قومی حیثیت سے بہت ہی دلچسپ واہم ثابت ہوگی، اُس وقت ہم اپنے کمرہ مین ایک لاسلکی ریسیور کان پاس اور ایک آئینہ کو سامنے رکھکر نہایت اطمینان سے سپاہیون کا ہنگامۂ رستخیز سن اور دیکھ سکین گے خواہ یہ معرکے قسطنطنیہ مین ہون، ہندوستان مین یا چین مین، ہمارے سامنے غیر سلکی متحرک تصویرین ہونگی، لیکن یہ وہ تصاویر نہ ہونگی جو ہفتون پہلے کردن کے ذریعہ معکوس ہوئی ہین، بلکہ زندہ اور اصلی تصاویر ہونگی جو ہم کو یہ بتا سکین گی کہ اس وقت دور دراز ممالک مین کیا ہو رہا ہے، کیا "جام جم" اور "آئینۂ جہان نما" کی حکایت درست تھی ؟

ہم اب تک قوت ذائقہ ہی کو ہر قسم کی اکل و شرب کی لذتون کا موجب سمجھتے تھے، لیکن اب پتہ چلا ہے کہ اس قوت سے ہم صرف چار قسم کے مزے دریافت کرسکتے ہین۔ شیرین، ترش، تلخ اور نمکین، دوسرے نازک ذائقے صرف قوت شامہ کی مدد سے معلوم ہوسکتے ہین، جام کھاتے وقت اپنی ناک بند کرکے آپ اسکا ثبوت پاسکتے ہین۔ ان حالات مین پھلون کی مخصوص خوشبو کے ذائقہ سے آپ محروم رہینگے،

اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ قوت ذائقہ اپنے حصول مقصد کے لئے ایک بڑی حد تک قوت باصرہ کی مرہون منت ہے، ہم سے نوشون مین بہت ہی کم لوگ ایسے ملین گے جو آنکھین بند کر کے بیر اور سٹوٹ کے ذائقون مین فرق معلوم کر سکتے ہون، خود ہم لوگون مین بعض ایسے آدمی ہین، جو بلا دیکھے کافی اور چاء کے ذائقہ مین تمیز نہین کر سکتے،

جنگ کے نابینا سپاہیون مین سے اکثر اس بات کے شاکی ہین کہ اب وہ ذائقۂ تنبا کو سے محروم ہین، اور اس لذت کے حصول کے لیے بہت سخت قسم کا تنباکو استعمال کرتے ہین جو اس کمی کو ایک حد تک پورا کرتا ہے؛ ایک امریکن سائنس دان، اس دعوی کے ثبوت کے لئے یہ آسان صورت پیش کرتا ہے کہ جب آپ سگرٹ یا تنباکو پینے لگین تو آنکھین بند کر لین، اور اس سے آپ کو وہ فرق معلوم ہو جائیگا، جو آپ کو دودپیچان کو دیکھکر ہوتا ہے،

ان تمام باتون سے پتہ چلتا ہے کہ قوت شامہ اور باصرہ ہماری قوت ذائقہ کے لئے کسقدر ضروری ہین،
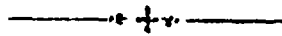
حال ہی مین دنیا کی قدیم ترین عورت کا پتہ چلا ہے یعنی اوسکا کاسۂ سر اور کچھ ہڈیان عجیب طریقہ سے فرانس مین ملی ہین،

ماہرین اثریات کا خیال ہے کہ وہ ۲۰۰۰۰ سال قبل فرانس کے شہر بورڈو سے چند میل کے فاصلہ پر رہتی تھی اسکے قیام کے قریب ہی ایک چھوٹا سا نالہ ہے جو اوسکی آبی ضروریات کو پورا کرتا تھا، ایک دن وہ اس مین کود پڑی یا گر گئی، اور ماہرین جو وہان پر ایک ایسی قوم کے آثار تلاش کر رہے تھے جو ۵۰۰۰۰ سال پہلے وہان آباد تھی، غیر متوقع طریقہ پر اس قدیم ترین عورت کی ہڈیون کے پانے مین کامیاب ہوئے،

اب تک موٹرون کے مالکون کے پاس یہ معلوم کرنیکا کوئی طریقہ نہ تھا کہ ڈرائیور نے کتنا وقت بیکار ضایع کیا، یا کتنی دیر تک خود متمتع ہوتا رہا، لیکن اب ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جس سے مالک صحیح حالات دریافت کرسکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایک منٹ کی موٹر کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے، عام موٹر میٹر کی خصوصیات کے علاوہ یہ آلہ ہر سفر کی ابتدا اور انتہا، مسافت، موٹر کی رفتار، اثنائے راہ مین قیام، اور عرصۂ قیام کے متعلق معلومات مہیا کرتا ہے؛ اسی طرح اگر موٹر بلا کسی مسافر کے چلی ہے تو اوسکا بھی مکمل حال اس سے معلوم ہوتا ہے، غرض یہ موٹر کے لئے کراماً کاتبین ایجاد ہوا ہی ،

بورن ول کا مشہور کارخانہ کڈبری برادرس اندنون ایک میل میٹر (ٹکٹ کا آلہ) اپنے دفتر مین استعمال کر رہا ہی جو عنقریب تمام صوبون مین رائج کیا جائیگا - یہ آلہ ایک منٹ کے اندر ۱۰۰ خطوط پیکٹ یا کارڈون پر ٹکٹ اور مہر لگاتا ہی، بورن ول اور دوسرے علاقون مین اوس کا استعمال اُمید ہی کہ ٹکٹون کی قیمت کی کمی کا سبب ہوگا کیونکہ اس سے ڈاکخانہ والے بڑی محنت سے جو اون کو خطوط کو سیدھا کرنے اور ٹکٹون پر مہر لگانے مین کرنی پڑتی ہی بچ رہینگے،
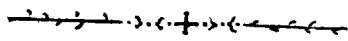
یہ بات عام طور سے معلوم نہین ہے کہ اگر لیمون کو نچوڑنے سے پہلے گرم کرلیا جائے تو اس سے دوگنا عرق نکلے گا، جو لیمون فوری ضرورت کے لیئے نہ ہون، اُن کو ٹھنڈے پانی مین سربمہر رکھنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی تازگی قائم رکھ سکین،

حلق کی بعض بیماریون مین، ایک چمچہ شہد اور ایک چمچہ عرق لیمون کو ملاکر استعمال کرنا بہت مفید ہے، ایک انڈے مین تھوڑی سی شکر اور ایک چمچہ عرق ملاکر کھانا، مقررین کے حلق کے لیے بہت سودمند ہے،

بعض اشخاص کا تجربہ ہے کہ شدت درد سر کے وقت تیز چائے مین اس عرق کو ملا کر پینے سے فوری سکون حاصل ہوتا ہے، اگر گرم کیا ہوا دودھ استعمال کرنا ہو اور وہ ذائقہ کام ودہن کے لائق نہ ہو تو اوس کو دیتے وقت اس مین اوسکی ایک قاش ڈال دی جائے، لیکن پینے سے پہلے اسے نکال دینا چاہیئے

خانگی ضروریات کے لیے بھی یہ بہت مفید ہے، میز پوش پر سے سیاہی کے داغ اس کے ذریعہ آسانی سے دور ہو سکتے ہین، پہلے اون دھبون پر نمک چھڑک دیجئے اور پھر اس کے عرق سے رگڑ کر صاف کر لیجئے؛ رومال، بنیائن یا دوسرے سفید کپڑون مین دھونے کے لیے گرم کرتے وقت اگر اوسکی چند قاشین ڈالدی جائین تو کپڑے بہت صاف ہونگے،

منھ دھونے مین بھی یہ کار آمد ہے، نصف لیموں، جسکا عرق تقریباً نچوڑا جا چکا ہو، چہرے پر اسپنج کی طرح رگڑنے سے اون کو صاف، و نرم کرتا اور جھریون کو مٹاتا ہے،

تقریباً ۴۰ سالون سے ایک پہیہ کی سائیکل کی طرف اہل ایجاد کا خیال رجوع تھا۔ ہم کو یاد آتا ہے کہ ہم نے عرصہ ہوا اس قسم کی ایک سائیکل کا حال سنا تھا، لیکن اس وقت ہم اس کے فوائد پر توجہ نہ ڈال سکے کیونکہ اوسی زمانہ مین بائسکل اپنی موجودہ شکل اختیار کر رہی تھی، گذشتہ چند سالون سے یہ خیال از سر نو پیدا ہو گیا تھا اور اب اس مین ایک بڑی حد تک کامیابی نظر آتی ہے، اس موجودہ سائیکل کا موجد ایک امریکن پروفیسر ای اے جے کرسنی ہے؛ یہ سائیکل موٹر کی خصوصیات رکھتی اور ۲۵۰ میل فی گھنٹہ چلتی ہے

انگور کے شکری اجزا، پر موسم کا بڑا اثر ہوتا ہے اگر گرم دن اور سرد راتین ہون تو سب سے زیادہ شکر پیدا کرتی ہین،

ڈاکٹر میکائل ڈیوڈ کا بیان ہو کہ جرمنی کے اعداد شمار ظاہر کرتے ہین کہ زائد بچون کی جماعت نہایت سرعت سے گھٹ رہی ہو، جنگ کے آخری تین سالون مین یہ کمی اور بڑھ گئی اور اُسکا اثر سب سے زیادہ لڑکون پر پڑا ہے.

ایک ڈاکٹر ڈیلی میل مین عورتون کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ دستانون، اور رنگین زیرین پوشاک استعمال نہ کرین کیونکہ ان سے مختلف جلدی امراض پیدا ہوتے ہین،

السکا مین ۱۸۹۸ء مین صرف ۱۰ بارہ سنگھے تھے ۱۹۰۲ء مین ۱۲۸۰ ہوئے اور اب اونکی تعداد ۳۰۰۰۰۰ سے ۲۵۰۰۰۰ تک بتائی جاتی ہو، ان کے علاوہ ۱۰۰۰۰۰ جانور گوشت و چمڑے کے لیے ذبح کیے گئے ہین،

جرمنی مین ایک ۱۲ سالہ فوق الفطرۃ ذہانت کی ایک لڑکی ہو اس نے اپنے دماغ پر کامل قبضہ کی مشق پیدا کرلی ہو، وہ بیک وقت ایک جرمن گانا گاتی، داہنے ہاتھ سے ایک انگریزی جملہ اور بائین سے فرانسیسی لکھتی ہو،

ایک ہی وقت مین وہ ایک زبان کا ایک جملہ الٹا اور دوسری زبان کا سیدھا لکھتی ہے وہ ایک ہاتھ سے گنتی اور دوسرے ہاتھ سے اولٹا املا لکھتی ہے،

نیولزا (ہنگری) مین دنیا کی سب سے بڑی المونیم کی کان دریافت ہوئی ہے۔

[illegible] میں ایک [illegible] ہر قسم کے پرندے [illegible] لباس [illegible] گئے ہیں

جنوبی ناروے، میں ایک مقبرہ کا پتہ چلا ہے، جس کے متعلق ماہرین اثریات کا خیال ہو کر ملکہ دلنگ کا ہی، اس مقبرہ میں وہ تمام چیزین ہین، جن کو کہ اس زمانہ کا اعتقاد، آئندہ زندگی کے لیے ضروری سمجھتا تھا، مثلاً باورچی خانہ، پلنگ، بسترے، چرخے وغیرہ،

بلجیم کے افریقی علاقہ کانگو مین، پرسونائٹ نامی ایک دھات کا پتہ ہے، جس سے ریڈیم حاصل کیا جا سکتا ہے،

حال مین ایک ایسا تصویر کشی کا آلہ (کمرہ) ایجاد ہوا ہے، جو ذرات کی تصویر کھینچ سکیگا،

بہتر و تیز روشنی سے کوئلون کی کانون مین زیادہ کام ہو سکتا ہی، حال کی تحقیقات نے یہ بات ثابت کی ہے کہ بڑے لیمپون کا استعمال تقریباً ۱۵ فی صدی کوئلون کا اضافہ کرتا اور کانون کو زیادہ صاف بناتا ہے،

امریکہ مین ایک موٹر زمانے قسم کا ٹنک بنایا گیا ہے، جو زمین پر اور پانی مین یکسان ایک رفتار سے چلتا ہے، اس کے ذریعہ توپین، ذخائر جنگ، اور دوسری جنگی اشیا، نہایت آسانی سے منتقل کیجا سکتی ہین،

جیرم من (سویڈن) مین ایک کپڑا ملا ہے، جس کے متعلق خیال ہو کہ یورپ کی قدیم ترین پوشاک ہے۔

انگلستان کے آخری عدالتی اعداد ظاہر کرتے ہین کہ وہان مے نوشی اور قمار بازی کی وارداتون مین کمی ہوئی ہے، ذیل کے اعداد اس کی تصدیق کرینگے۔

	سنہ ۱۹۲۱ء	سنہ ۱۹۲۰ء	سنہ ۱۹۱۳ء
شراب نوشی	۸۱۳۸۳	۹۸۶۰۶	۲۰۴۰۳۸
قمار بازی	۱۴۴۷۴	۲۴۴۲۳	۲۹۳۸۴

سنہ ۱۹۲۱ء مین ۴۴،۸۲۶ آدمی پیش ہوئے. اُن مین سے ۵۲۵،۷۱ پر جرمانہ ہوا ۱۵،۱۷،۲۰ کو کوڑون کی سزا دیگئی،

بورڈو کے ڈاکٹر ایم ابوارڈو نے مقامی طبی مجلس کو اطلاع دی ہے کہ اس کے شہر مین توام لڑکے پیدا ہوئے ہین، جن مین سے ایک کے سب دانت نکلے ہین، اور دوسرے کو ۱۲ دنون کے بعد نکلنے شروع ہوئے، اس قسم کا واقعہ بہت کم ہوتا ہی چنانچہ طب کی کتابون مین اس قسم کے صرف ۵۰ واقعات درج ہین، اس کے متعلق خیال تھا کہ ایسا لڑکا جسمانی یا دماغی حیثیت سے بہتر ہوتا ہے، رچرڈ سوم، لوئس چاردہم مشہور فلسفی بیکاٹ اور ممتاز شاعر بائرن بھی دانت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔

اطالیہ کا مشہور مغنی کروسو اپنی حیرت انگیز دولت کے لئے مشہور ہے، ۲ اگست سنہ ۱۹۲۱ء کو نیپلس مین مرا، اس نے گرامون کے ریکارڈس کے گانون کے سلسلہ مین جو معاوضے

پائے مزید اور کل تعداد ۰۰۰۵۴۵ پونڈ ہے،

انگلستان کا محکمہ جنگ اعلان کرتا ہو کہ گذشتہ جنگ سے اس وقت تک تقریباً

۰۰۰۲۶ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۰۰۰۵۴۱ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارون کی بیٹیان،

۰۰۰۰۸۷۱ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۰۰۰۰۰۷۴ برطانوی جنگی تمغے،

اور ۰۰۰۰۵۵۴ وکٹری مڈل، تقسیم کئے گئے ہین، ان کے علاوہ

۰۰۰۲۲ سنہ ۱۹۱۴ء کے ستارے،

۰۰۰۰۶ برطانوی فوجی تمغے،

اور ۰۰۰۵۴ وکٹری مڈل،

نوآبادیات کو بھیجے گئے ۰۰۰۰۱۱ معمولی تمغے دیسی مزدورون مین منقسم ہوئے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ذیل کے تمغے نمایان خدمات وشجاعت کے لئے عطا کیے گئے.

۰۰۲۰۴ فوجی صلیبین (میلیٹری کراس) ۰۰۰۲۳ بہترین اخلاق کے تمغے، ۰۰۰۹۱۲ فوجی تمغے، ۰۰۰۹۲ نمایان خدمات کے تمغے، ۰۰۰۰۷۲۱ تمغے اُن لوگون کو دئے گئے جن کا فوجی مراسلات مین تذکرہ تھا، اور ۰۰۰۵۱ چاندی کے تمغے زخمیون کو ملے

ادبیات

مردانِ خدا، قدس اسرارہم

مثنوی ہمائے ہمایون خواجوئے کرمانیؒ

مکرمی ـــــــ السلام علیکم

مثنوی ہمائے ہمایون کے مطالعہ مین چند اشعار خاص طور پر پسند آئے دل چاہا کہ آپ کو بھی سنا دون ملفوف ہین، مناسب ہون تو معارف کے ادبیات مین چھاپ دیجئے،

۱۳ رجب ۱۳۸۰ھ — نیازمند حبیب الرحمٰن

خوشا سرفرازانِ کوتاہ دست — بزرگانِ خرد و بلندانِ پست

مقیمانِ سیاح و مردانِ راہ — گدایانِ عامی و خاصانِ شاہ

سلاطین نشانانِ خلوت نشین — اقالیم گیرانِ عزلت نشین

کواکب شناسانِ برجِ امل — جواہر فروشانِ درجِ ازل

صبوحی کشانِ شرابِ الست — امیرانِ ماموروہشیارمست

ہمہ نامدارانِ گمکردہ نام — ہمہ کامگارانِ نادیدہ کام

ہمہ بخت یارانِ بے بخت و رخت — ہمہ تاجدارانِ بے تاج و تخت

نخوردہ مے و سرگران از شراب — درون کردہ معمور و بیرون خراب

جگر تشنہ و غرق آب آمدہ — زبان بستہ در خطاب آمدہ

چو سوسن زبان آور، امّا خموش — چو بہ خوش نفس لیک پشمینہ پوش

منزہ ز حشمت - و لے محتشم — مبرا ز حرمت و لے محترم

ہمہ دور نزدیک و نزدیک دور — شدہ ایمن از نار و آئین ز نور

ہمہ شاہ خود را گدا ساختہ — ز خود رفتہ و با خدا ساختہ

خراب از شراب الست آمدہ — برون رفتہ ہشیار و مست آمدہ

گدایان و فارغ ز سلطان و شاہ — امیران و ایمن ز خیل و سپاہ

منازل شناسان راہِ عدم — ترنم نوازانِ بزم قدم

چو یوسف بزندان و لیکن عزیز — نہ در دست چیزے نہ محتاج نیز

سر افگندہ چون شمع در زندگی — سر افراختہ در سر افگندگی

زدہ ناوک و تیر در شست نہ — فگندہ سر و تیغ در دست نہ

بہ شام آمدہ چاشت از نیمروز — بہ چین رفتہ از شام در نیم روز

خدایا چو مستم برین در غلام — در دوم پریشان رسان و السلام

صدائے حسرت

نوشتہ اپریل ۳۳ء

ترے درد سے جس کو نسبت نہیں ہے — وہ راحت مصیبت ہے، راحت نہیں ہے

جنونِ محبت کا دیوانہ ہوں میں — مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے

ترے غم کی دنیا میں اے جانِ عالم — کوئی روح محروم راحت نہیں ہے

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر — وہ بولے کہ اس کی اجازت نہیں ہے

جھکی ہے ترے بارِ عرفاں سے گردن — ہمیں سر اٹھانے کی فرصت نہیں ہے

یہ سب ہے اُن کے اک روئے رنگین کا پرتو　بہار طلسم لطافت نہین ہے

تہ سر فروشون مین ہے کون ایسا　جسے دل سے شوق شہادت نہین ہے

تغافل کا شکوہ کرون اُن سے کیونکر　وہ کہدینگے "تو ہمبر وثت نہین ہے"

وہ کہتے ہین شوخی سے ہم دلربا ہین　ہمین دلنوازی کی عادت نہین ہے

شہیدان غم ہین سبکدوش کیا کیا　کہ اُس دل پہ بار ندامت نہین ہے

نمونہ ہے تکمیل حسن سخن کا

گہرباری طبع حسرت نہین ہے

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

ہمین کیا ہوا جو بدل گئی بڑی حیرتون کا مقام ہے　کہ وہی فلک ہے وہی زمین وہی صبح ہے وہی شام ہے

مین نثار اپنے خیال پر، کہ بغیر کے ہین مستیان　نہ تو خم ہے پیش نظر کوئی، نہ سبو ہے پاس نہ جام ہے

بڑی مشکلون سے ہوا ہے حل یہ کتاب عمر کا مسئلہ　انھین وصل غیر حلال ہے، ہمین شب کی نیند حرام ہے

کسی خودپسند کے ہاتھ مین نہ پڑے کوئی یہ دعا کرو　شب عمر اپنی بسر ہوئی، وہان صبح کی ابھی شام ہے

وہ کرے ذلیل کرے خجل، ہون بلا سے اس سے خرابیان　کہو شوق کو نہ کلام بد، دل عاشق اوسکا مقام ہے

کوئی مرگیا تو یہ کہتے ہین کہ فلان نے نقل مکان کیا　یہی قول مان لین ہم اگر تو وجود جسم بھی دوام ہے

اسی سوچ مین ہے دل حزین کہ قیامت آنیکو آئی ہے　ہو نہ اُن سے طالب دید ہم وہ کہین گے ابھی عام ہے

کہین بے دہن ہے ترا لقب کہین کم سخن کا خطاب ہے　غرض التفات یہ کھل گئی کہ سکوت بھی ہمین کلام ہے

ہے فضول اے ساقی بے لقا یہی میکشی کا ہے مسئلہ　وہی حکم دے تو حلال ہے وہی روک دے تو حرام ہے

سنون مین نصیحت بے عمل کرون شاد ترک شراب کیون　نہ خدا ہے واعظ ہرزہ گو نہ رسول ہے نہ امام ہے

ا (کہ ہم سے تغافل کی شکایت کرتا ہے)

اوراقِ پارینہ

جامع الاخلاق

پر

نظرِ ثانی

نوشتہ، مولوی سیّد مقبول احمد صاحب، ایم، اے، ایس، الف، آر، ایس، اے

یہ ہیچ میرز عرصہ سے خاموش اور عزلت گزین تھا لیکن ماہ رجب کے رسالہ مین عنوان بالا (جس کو رعایت وزن سے **پارینہ اوراق** لکھنا بہتر ہوگا) سے **جامع الاخلاق** کا تذکرہ (یا زیادہ وسیع المعنی لفظ مین رپورٹ) دیکھ کر سطور ذیل تحریر کرنے پر مجبور ہوا،

مولوی قاضی عبدالودود صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اون کا نسخہ جامع الاخلاق کا پہلا اڈیشن ہے جو اردو ٹائپ مین مطبع احمدی کلکتہ سے ۱۲۶۹ھ مین مولوی غلام حیدر ساکن ہوگلی کے اہتمام سے شایع ہوا تھا جس کے صفحات کی تعداد ۲۰۰ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۰ سطرین ہین،

مولٰنا حکیم سیّد منظور احمد صاحب طاب ثراہ کا کتب خانہ واقع قصبہ شمس آباد ضلع فرخ آباد جو بیشمار علمی و ادبی دفائن[1] و خزائن کو اپنے دامنِ وسعت اور آغوشِ عنایت مین لیے ہوئے ہے بجا فخر کر سکتا ہے

---

[1] دفائن وہ نادر کتابین جن کے اوراق باہم دگر چسپیدہ و چسپیدہ یا کرم خوردہ و بوسیدہ ہو چکے ہین خزائن جواب تک محفوظ اور اچھی حالت مین ہین کیا کوئی صاحب یہ کام کر سکتے ہین جن کا شکرگزار مین رہوں گا کہ (۱) پرانی قلمی کتابون کے حفظ و بقا کے واسطے کیا عمل مین لانا چاہیے (۲) جو اوراق سیاہی یا کرم کی وجہ سے کتابون کے باہم چپک گئے ہین وہ کس طرح

کہ ان مین بھی یہی جواہر ریزہ مگر ایک دوسری قطع وتراش کا موجود ہے۔ یہ اسی جامع الاخلاق یعنی اخلاق جلالی کے ترجمہ کا دوسرا اڈیشن ہے۔ اصل کتاب لوامع الاخلاق فی مکارم الاخلاق سے موسوم تھی اسی مناسبت سے ترجمہ کا نام جامع الاخلاق رکھا گیا۔ دوسرے اڈیشن کے سرورق پر جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے،

ھُوَ الاَوَّل

نام اس کتاب سعادت انتساب کا جامع الاخلاق ہے۔ اور یہ ترجمہ ہے لوامع الاشراق فی مکارم الاخلاق عرف اخلاق جلالی کا اردو زبان مین ۱۲۲۰؁ بارہ سو بیس ہجری قدسی مین مطابق ۱۸۰۵؁ اٹھارہ سو پانچ عیسوی کے مولوی امانت اللہ مرحوم نے جو فورٹ ولیم کالج کے درمیان منشی تفریق ہندی تھے اسکو ترجمہ کیا تھا۔ اب ۱۸۵۱؁ مین حسب ارشاد فیض بنیاد صاحب والامناقب علیا مناصب قدر دان علم و ہنر ابر جود دریا گستر جناب معلی القاب مسٹر ٹیلر صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ آگرہ کے سید اشرف علی واسطی مہتمم مطبع العلوم متعلقہ مدرسہ دہلی نے اسکو مطبع العلوم مین باہتمام اپنے چھپوایا

اسی سرورق کو جو جدول وگل کاری سے تمامتر معرا ہے لوح کتاب بھی سمجھ لیجئے۔ کیونکہ ورق الٹنے پر پہلا صفحہ اور دیباچہ مترجم شروع ہو جاتا ہے۔

یہ نسخہ لیتھو یعنی پتھر پر طبع ہوا ہے تقطیع بارہ انگشت لمبی اور سات انگشت چوڑی۔ تعداد صفحات ۲۶۱ ہے ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین، چارون طرف اکہری جدول۔ کاغذ سفید گندہ جس کی سفیدی باوجود مرور ایام

بقیہ حاشیہ) کرنے اور کارآمد بنانے کا کیا محفوظ طریقہ ہے (۳) آہنی حروف سے پرانے قسم کے کاغذ پر چھپی ہوئی کتابین قطعاً بے کار اور روز بروز زردی ہوتی جاتی ہین ان کا کاغذ خود بخود گلتا اور چھونے سے الگ ہوتا جاتا ہے۔ ان کی اصلاح و نگہداشت کس طرح کیجائے دور حاضر کی ضرورت ہے کہ اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ بلکہ رسالہ لکھا جائے۔

؎ ختم ترجمہ کی تاریخ ۲۰ جولائی ۱۸۰۵؁ء روز دوشنبہ ہے۔

ردست گروانی ممزاد دولت سے کے اب تک قائم ہے قلم متوسط خط صاف نستعلیق جیسا آج کل علیگڈھ یونیورسٹی

پریس کی مطبوعات کا ہوتا ہی۔ اغلاط میں بھی کمی نہین۔ کاتبوں کا طریق عمل خوردہ بین کی گرفت سے یوں بھی کم

محفوظ رہتا ہی لیکن توقعات کو میدان تخیل پر یہان فراخ ترملے گا۔ اٹھارہ سو پانچ (۱۸۰۵) کو ہرجگہ "۱۸۵۰" (ریجند

صفہ) لکھا ہی۔ یہ غلطی یا تو اس زمانہ مین علم حساب سے عام بے شعوری و کمی واقفیت کی بنا پر ہوئی ہی یا اسی فرد فرید

(خوشنویس) کی علم ہندسہ سے ناآگاہی و عدم مہارت سے۔ طابع نے صحت کا اسی قدر التزام فرمایا ہے کہ جو

سطرین کہین کہین چھوٹ گئی تھین ان کو حاشیہ پر طول مین لکھا دیا ہی۔ اکثر فقرون کے ختم پر نقاط سے چلیپا بنایا ہی

اس خطاط کے قلم نے علیہ السلام کا املائے مخفف "عم" اختیار کیا تھا یہ بھی یاد رکھنے کی چیز ہے۔ فی زمانا صرف

"ع" یا "عم" لکھتے ہین،

فرہنگ اصلاحات جس کے آخر کتاب مین الحاق کا ارادہ بلکہ وعدہ مترجم نے فرمایا تھا طبع ثانی مین

بھی مفقود ہے۔ غالباً کسی وجہ اتفاقی سے وہ باکمال اس کا تکملہ نہ کرسکا ورنہ قرین قیاس نہین ہی کہ طبع کرانیوالے

مطلوبہ اضافہ کو اعتبار و اعتنا کی نگاہ سے نہ دیکھتے اور ترقی پذیر زبان کے شیدائی ایسے گنجینہ معلومات سے

اردو کو محروم رکھنا گوارا فرماتے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے اور مصنف کے احوال کا بیان' تو ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے مگر اس مین

مصنف (یعنی مترجم) نے اپنے نسبت اس سے زیادہ ایک حرف نہین لکھا کہ "یہ دولت خواہ سرکار فیض آثار

کمپنی بہادر دام اقبالہٗ کا شیخ امانت اللہ مترجم تفریق ہندی مدرسے کا ہی"۔ واقعہ یہ ہے اور اوسکی تصدیق گذشتہ

صدی کے شروع کی تصانیف و تراجم سے ہوتی ہی کہ انگریزی عملداری کے ابتدائی دور مین رسمی (سرکاری)

طور پر اُردو اور ہندی بھاشا مین کوئی فرق یا امتیاز نہین مانا گیا تھا۔ ملک کی عام زبان کا نام ہندوستانی

بھی اس وقت تک وضع و تجویز نہین ہوا تھا۔ مروجہ زبان عموماً ہندی کہلاتی تھی جو بعد کو دفتری اور عدالتی

زبان قرار دیے جانے پر اصلی نام یعنی اردو سے شہرت پاگئی۔ تفریق کو بجائے سیکشن یا ڈیپارٹمنٹ کے

[illegible] ہے "صاحب مدرس تفریق ہندی مدرسہ عالیہ دام اقبالہ کے" خدایگانی کپتان جیمس موئٹ تھے اور
یہ صاحب فورٹ ولیم کالج کلکتہ مین اس صیغہ کے افسر اعلی یا کوئی بڑے استاد تھے اور شیخ صاحب ان کے تحت
جو بروایت خود زبان ریختہ مین ترجمہ کرتے تھے۔ اس وقت تک اس تعلیم گاہ کا شعبہ السنہ مشرقیہ صرف مدرسہ یا مدرسہ
عالیہ لکھا جاتا تھا، فورٹ ولیم کالج کے پرشوکت نام سے شرف اندوز نہین ہوا تھا۔ شیخ صاحب غایت تواضع و
انکسار سے اپنے کو بندہ یا بندئے لکھتے ہین۔ لیکن سادہ دل کاتب ہائے ہوز اور یائے معروف و مجہول کی تمیز
ملحوظ نہ رکھنے سے بیچارے کو ہر جگہ "بندی" لکھا ہے۔ سنجیدہ سے سنجیدہ پڑھنے والا جب روانی اور تیزی سے مطالعہ کرتا
ہوا ان مقامات پر گذرتا ہے تو کاتب کی ستم ظریفی اور شوخ مزاجی پر بے اختیار تبسم ہو جاتا ہے۔ انھون نے اپنے مولد و
موطن یا آبا و اجداد کا ذکر نہین کیا نہ اپنی سرگذشت لکھی ہے۔ ترجمہ کی زبان بتاتی ہے کہ بالائے ہند کے باشندے تھے،
نعت شریف کے انداز نگارش سے پایا جاتا ہے کہ مذہب شیعہ امامیہ رکھتے تھے لیکن کمال خوبی و قابلیت یہ ہے کہ
ترجمہ مین معتقدات کا اظہار کسی پیرایہ سے نہین ہونے پایا، اکابر دین و سلف کرام کے نام نامی اور ذکر گرامی
اوسی شان ادب اور پرداز عظمت سے لکھے ہین۔ جیسے محقق علامہ کے قلم سے نکلے تھے۔ اس ترجمہ سے پہلے
روایت الاسلام کی پہلی جلد سے فارغ ہو چکے تھے خدا معلوم دوسری جلد لکھنے کی نوبت بھی پہنچی یا نہین۔ مثنوی کے
خاتمہ مین اپنا تخلص شیدا درج کیا ہے،

محقق دوانی کے "دیباچہ" اور "دعائے دولت حضرت خاقانی" اور "ذکر القاب ہمایون بادشاہزادۂ
اسلام" وغیرہ کا ترجمہ فضول یا خلاف رضائے خدایگانی سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن آگے چل کر جہان جہان
(تقریباً چھ سات مقام پر) مصنف نے اپنے بادشاہ او ماسکی معدلت پیرائی و نصفت پروری کی تحسین و
آفرین کی ہے مترجم نے بے کم و کاست تمام اس کا ترجمہ کر ڈالا ہے، یعنی عدم توجہ و التفات سے اوسکو
خیرباد نہیں کہا وہ اوراق جو دعا و القاب کے قلم انداز کرنے سے سادہ رہ جاتے تھے "مہربان صاحب
دام اقبالہ"۔ "مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام ظلہ ابداً ابداً" و "صاحب ممدوح مدرس تفریق ہندی [illegible]

علیہ وسلم تبرکًا کی صراحت سے الفاظ نقل کرتے ہیں آیات قرآنی یا احادیث و اقوال و امثال عرب کو بھی نقل نہیں فرمایا ہے صرف اون کے ترجمہ پر اکتفا و قناعت کی ہے، البتہ ادعیہ ماثورہ اس کلیہ سے مستثنیٰ رہے۔ فارسی والا نامہ جو چار صفحے لیا ترجمہ سے معاف رہا۔

شیخ صاحب نظم و نثر ریختہ دونوں پر قدرت بلیغ رکھتے تھے۔ انکی شاعری محض سادہ، علمی، اخلاقی اور پند آموز تھی اس لیے ان میں وہ شوخی اور مقبولیت نہیں پائی جاتی ہے جو اُن کے معاصر شعراء کے حصے اور داستانہائے عشق افزا کے صلے میں آئی تھی، اُن کے کلام پر نگاہ ڈالتے وقت یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ وہ ایک سرکاری کالج کے ذمہ دار استاد اور مترجم تھے پیشہ ور نغز گو، نکتہ سنج، سخن طراز نہیں۔ اسی کتاب میں مشہور اشعار فارسی یا مقولوں کے ترجمے میں انہوں نے بلا کد و کاوش اظہار کمال کیا اور جہاں گنجائش پائی ہے رنگینی گل افشانی سے بھی کام لیا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

ترجمہ	اصل
(۱) غلام اپنے غلاموں کا تو نہ ہو زنہار	بندۂ بندۂ خود تا نشوی خیر بکش
جہان تیرا غلام اور تو ہے شاہ جہان	زانکہ دنیاست ترا بندہ و تو سلطانی
(۲) سچ ہے تا بہ وجگ میں ہے تو جان جانا چشم ہے	اَلنَّارُ وَلَا العَار
(۳) ہم پر آسان ہے کہ کریں نہیں بڑائی کا جو فخر	یھون علینا فی المعالی نفوسنا
جو کہ چاہے دلہنوں کو اس کی بہاری کب بچے	ومن خطب الحسناء لم یغلها المهر
(۴) بلا ہے عشق کہن سال تو ہر دم نو ہے	بلائے عشق کہن سال کہ پیر و زنوی
تیرے فرمان کے تابع ہے ہر اک پیر و جوان	زیر فرمان تو چہ باک ضعیف است قوی
(۵) مغرور مت ہو ہرگز اے دل جمال سے یاں	بمال و جمال خویشتن غرہ مشو
[illegible]	[illegible]

(۶) مین جیتا ہون اپنا میری ہی کنیت — انا ابن نفسی و کنیتی ادبی

ادب مین عجم کا ہون یا مین عرب کا — من عجم کنت او من العرب

جوان ہی وہی، جو کہے ہان کہ مین ہون — ان الفتی من یقول ھا انا ذا

نہ وہ ہی جو بولے کہ تھا باپ میرا — لیس الفتی من یقول کان ابی

(۷) سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو — از قضا سرکنگبین صفرا فزود

عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ — روغن بادام خشکی مے نمود

(۸) مرتا ہی کب وہ جو کہ ہوا زندہ عشق سے — ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثابت ہی جاودانی ہماری کتاب مین — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(۹) خوب دن وہ ہی کہ اس منزل ویران سے چلون — خرم آن روز کزین منزل ویران بروم

ساتھ جانان کے چلون، راحت جانی پاؤن — راحت جان طلبم و زپئے جانان بروم

ذرہ سا رقص کنان راہ طلب کاری مین — بہوای رخ او ذرہ صفت رقص کنان

پہنچون مطلب کو گر اس چشمۂ خور تک پہنچون — تا لب چشمۂ خورشید درخشان بروم

(۱۰) ع۔ اس سے بہتر اور کیا ارشاد ہی، — ازین خوشتر چہ باشد حسن ارشاد

(۱۱) کون ایسی جا ہی، وان نہین اُسکے جمال سے — جائے نتوان یافت کہ از عکس جمالش

پرتو، چمک جھلک، جو کہو کائنات مین — بالا شجرے دل ہمہ سے، لب شکری نیست

(۱۲) عشق کے خم سے دیا، اُسکے ازل مین اک جام — در ازل از خم عشقش قدحے در دادند

چرخ کھاتے ہین فلک اور زمین مست مگر — زان فلک چرخ زنان گشت و زمین است ہنوز

(۱۳) تری چاہ سب کے دلون مین بھری — قد دب حبک فی الاشیاء اجمعہا

نہین کوئی تیرے ہی غم سے بری — ما فی الوجود سوی من شغفہ حبیبی

(۱۴) ع سکیا جانے ہی ہر کوئی آئینہ بنانے کو
ہر جوہر سنا کے نماند جام و سندان باختن

(۱۵) غبار تن کا ہوے ہی حجاب چہرۂ جان
حجاب چہرۂ جان می شود غبار تنم

خدا کرے کہ مین اس چہرے سے نقاب اٹھاؤن
خوشا دمے کہ ازان چہرہ پردہ برفگنم

نہ یہ قفس ہی سزاوار مجھ خوش الحان کا
چنین قفس نہ سزای من خوش الحان است

ارم کا طائر قدسی ہون، اس چمن مین جاؤن
روم بگلشن رضوان کہ مرغ آن چمنم

(۱۶) جو کچھ کہ ہی سو ہی عشق کہتا ہون اور کہا ہے
عشق است ہر چہ ہست گفتیم و گفتہ اند

دکھلاوے عشق تجھکو باغ وصال جانان
عشقت بوصل دوست رساند بصد بدا

(۱۷) وہ یار جو تھا پردۂ اسرار مین نہان
آن یار کہ در پردۂ اسرار نہان بود

اب کوشش عشق سے آغوش مین آیا
از عالم بیچون آمد و از نوش بہ آغوش

(۱۸) جو اس میخانے مین لاوے تو خم پر کیو نہ بیٹھے
درین میخانہ گر آری خمی پر سازی از نفیش

اگر جام ایک ہی لاوی سوا اس نہین پاوے
و گر پیمانہ آری، بہ تو پیمانہ بپیمایند

۱۹ زندہ رکھتی جان و دل کو اسکی خوبی کی بہار
بہار عالم حسنش دل و جان تازہ می دارد

رنگ سے ظاہر بین کو اور بو سے دل آگاہ کو
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

(۲۰) اے دوست اگر گذر ہو عدو کے جنازے پر
ای دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری

شادان نہ ہو کہ تجھ پہ بھی گذرے یہ ماجرا
شادی مکن کہ بر تو ہمین ماجرا رود

مجھے اعتراف ہی کہ مین نے ان ابیات و قطعات کے نقل کرنے مین مطبوعہ جامع الاخلاق کے املا کی پیروی نہین کی اور رفع التباس کے لئے ک، گ، ے، ی، ن، ت، س اور ص کا فرق کر دیا ہے. کاتب کے بے راہہ روی قلم کے بدولت بعض بعض جگہ مفہوم کی غلطی سے بال بال بچا ہون۔

زن اور زنان کا ترجمہ رنڈی اور رنڈیان فرمایا ہی اور شوہر کا خصم ممکن ہی کہ یہ الفاظ اس دور مین تقیل

معیوب نہ سمجھے جاتے ہوں اور مقبول عہدی مرحوم آج بھی پنجاب میں یہ لفظ (رنڈی) بیوی یا عورت کے معنون
مین استعمال ہوتا ہو لیکن مین کہہ سکتا ہوں کہ ثقاۃ کے نزدیک کبھی مقبول نہین ہوا اور سراپردگیان عصمت
وعفاف کی شان ایسے فصیح وشایستہ کلمات سے ہمیشہ بلند وبرتر رہی ہے،

زبان کی سلاست، بیان کی روانی، اور کلام کا زور دکھانے کے لئے ترجمہ سے ایک حکایت نقل کرونگا۔
اس مقام کے مناسب ایک نقل ہو کہ منصور بن نوح کو جو والی خراسان کا تھا وجع مفاصل عارض ہوا
اور اس زمانہ کے بڑے بڑے طبیب دوا کرنے سے عاجز ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سے اسکی تدبیر نہین
ہو سکتی۔ تب ارکان دولت کی رائے اس پر ٹھہری کہ محمد ذکریا رازی سے جو رازدان قوانین طب
کا ہے مشورت کیجئے اور کسی کو اسکے لانے کے واسطے بھیجا۔ جس وقت دریائے شور کے کنارے پر
آیا۔ ناؤ کی سواری سے ڈرنے لگا۔ آدمیون نے اس کے ہاتھ پاؤن باندھ کر کشتی مین ڈال دیا۔ بہر
صورت دریا سے پار ہوکر حضور تک لائے۔ اگرچہ ہر طرح کی تدبیر کرنے مین کچھ قصور نہ کرتا تھا لیکن نتیجہ
مراد کا حاصل نہ ہوتا۔ فردہ سکنجبین نے قضا را بڑھایا صفرا کو عجب کہ روغن بادام سے ہو خشک دماغ
بعد اس کے بادشاہ سے عرض کی کہ ہر چند مین نے معالجہ جسمانی کئے پر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب تدبیر
نفسانی باقی رہی ہے۔ اگر اس سے آرام ہوا تو بہتر نہین تو کچھ بھروسا نہین دیکھتا ہون۔ یہ کہکر
بادشاہ کو تنہا حمام کے درمیان لے گیا اور کہدیا کہ یہان کوئی نہ آوے۔ آخر جب حمام کی گرمی
نے بادشاہ کے بدن مین تاثیر کی تب ایک چھڑی لیکر سامنے آیا۔ اور دشنام مغلظ دینے لگا
اور کہا تو نے حکم دیا تھا کہ میرے ہاتھ پانون باندھ کر پانی مین ڈال دین اور بے حرمت کرکے کوچون
کی راہ سے لاوین۔ اب مین اس چھڑی سے انتقام اوس کا تجھ سے لونگا۔ یہ بات سنتے ہی سلطان
کی آتش غضب بھڑکی اور بے اختیار وہان سے اچھلا۔ محمد ذکریا نے جلد باہر نکلکر ایک پرچے کاغذ
مین لکھ کر بادشاہ کے کسی خواص کو دیا اور کہا کہ شاہ کو باہر لاؤ۔ جو اس مین لکھا ہے اسی تدبیر سے

عمل کرو۔ اور وہین تیز قدم گھوڑے پر سوار ہو کر خراسان سے باہر نکلا۔ آخر الامر بادشاہ اسی طریق
سے تدبیر کرنے لگے کہ شفائے کلی حاصل ہوئی، سبب اس کا یہ ہے کہ مواد طبعی کو جو موجب مرض کا
تھا حرارت غضبی نے گرمی حمام کی مدد سے تحلیل کردیا۔ پھر بادشاہ نے ہر چند اُسے بلایا، پر اُس نے
ملاقات نہ کی اور عذر کر بھیجا کہ بندے نے خدمت سلطانی مین جو بے ادبی کی ہے وہ مصلحت علاج
کے لئے تھی۔ شاید بادشاہ کبھی اسکو یاد فرماوے اور خاطر مبارک مین گرانی آئے تو بادشاہون کے
قہر سے کسی طرح جان بر ہونا متصور نہین۔

اخلاق جلالی، مین علاج افراط شہوت کے ذیل اشراق مین علم الاعداد کی ایک اصطلاح گئی ہے
اسی واسطے اعداد متحابہ مین کہ وہ عبارت ہے ان دو عددون سے جنین ہر ایک کے کسور مل کر دوسرے
کے عین ہوتے ہین جیسے دوسو بیس اور دوسو چوراسی، حکیمون نے کہا ہے کہ اگر دو شخصون کو کسی
امر مین اتفاق ہو ان دونون عددون پر کھانے کی چیزون مین سے یا ان کے غیر مین سے یا ہر ایک
ان مین سے، ان دونون عددون سے کسی کے وفق عدد کو تختی مین کھود کر اپنے پاس رکھے تو
البتہ ان کے درمیان محبت اور دوستی پیدا ہو۔ چھوٹے عدد کو عاشق کے لئے اور بڑے کو معشوق
کے واسطے مقرر کیا ہے،

اس مسئلہ کے سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کے لیے کہ کسور سے یہان مراد کسر صحیح ہے بارہ سطرون
کا نوٹ اور اس کے ساتھ یہ تحریر ہے:۔

اخلاق جلالی، اور ترجمے مین اس کے اعداد متحابہ کا حساب نہ تھا اور اکثر طالب علم یہان
گھبراتے تھے اسلئے خادم الطلبہ غلام حیدر نے اس حساب کو بیان وضاحت کے ساتھ لکھ کر لاحق
کر دیا تا کہ شائقون کو نفع پہنچے اور اس گنہگار کو ثواب،

بجائے حاشیہ یا تحر صفحہ پر لکھے جانے کے یہ اضافہ مین کتاب مین داخل و شامل ہو گیا ہے۔ یہ بزرگ

غالباً وہی مولوی غلام حیدر باشندہ ہوگلی تھے جن کے اہتمام سے مطبع احمدی میں طبع اول کی نوبت پہنچی تھی اور اسی وقت اس نکتہ رسی اورعقدہ کشائی کی احتیاج ہوئی تھی۔

ترجمہ کتاب کو صفحہ ۲۵۸ پر دائرہ کے بعد ہی ختم کر دیا ہے۔ باقی صفحات ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ کی تزئین خاتمہ ومثنوی وقطعہ تاریخ اتمام (منجانب مترجم علام) سے کیگئی ہے۔ شیخ صاحب فرماتے ہین کہ جولائی کی بیسوین دوشنبہ کے دن ۱۸۰۵ء اٹھارہ سے پانچ عیسوی مطابق ۱۲۲۰ھ بارہ سے بیس ہجری کے بہت محنت وجانفشانی اور فضل یزدانی کی مدد اور صاحبان عالی شان کے اقبال کی برکت سے اس ہیچدان نے ۔۔ ۔۔۔ ترجمے سے فراغت کی" یا للعجب! کیا آج سے سواسو برس پیشتر بھی یہی کیفیت تھی کہ شرفا صرف انگریزی تاریخ وماہ کو جانتے اور لکھتے تھے۔ ایک مسلمان اہل علم کو سال ہجری کے سوا ون اور مہینہ سے اگاہی و خبر تھی،

خاتمہ کے ان اشعار مین روئے سخن اپنے ممدوحین واولیائے نعم کی طرف ہے:-

ہوا ہے دور مین اب ان کے اعتبار سخن — اور ان کے عصر مین ہے رُشد اقتدار سخن

نہ ہووین کیون وہ اہل سخن کے قدر شناس — ہے جنکا باب کرم وہ عصر مین مدار سخن

دُرِ کلام نہ لے جاؤن کیون نہ ان کے در — کہ جن سے پاوے جلا دُرّ آب دار سخن

ہمیشہ اہل سخن کیون وہان نہ ہون سرسبز — ہو جس مکان مین زر وسیم سے وقار سخن

جو مست بادۂ شیرین کلام ہے، پیوے — ہے میرے ہاتھ مین یہ جام خوشگوار سخن

زبان طعن نکالے جو مدعی اس پر — ہے اُسکے واسطے کافی یہ ذوالفقار سخن

مولوی سید منظور احمد صاحب مرحوم جنکی شہرت نگاہی مہمات امور اور جزئیات مین یکسان کام کرتی تھی پہلے ورق پر اپنے دستخط کرنے اور آخر کے سادہ صفحہ پر قلمبند فرماتے ہین کہ "بندہ سید منظور احمد در شہر دہلی ۱۳ر اکتوبر ۱۸۷۱ء عمر خریدم" اس قیمت پر ایسی اچھی اور اچھی چھپی ہوئی

کتاب کو کون گران کہہ سکتا ہے۔کیا اجناس وغلات اور تمام لوازم حیات انسانی کے ساتھ اسباب تمدن وتعلم اور سامان طباعت وتہذیب بھی ارزان اور سہل الحصول تھا۔

اسی مجلد مین (جس مین شکست جلد سے اجزائے متفرق واوراق منتشر کی شان پیدا ہو گئی ہے) اصل کتاب یعنی اخلاق جلالی کا فارسی نسخہ بھی شامل تھا جس کے بلا شمار وبے ترتیب اوراق بھی موجود ہین۔یہ بھی اسی تقطیع،اسی کاغذ پر،اسی مطبع کا چھپا ہوا ہے مگر لکھائی گنجان ہے صفحات پر جو شمار ڈالا گیا ہے اوس کا عدد صفحۂ آخر پر ۲۰۰ لکھا ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ ختم کتاب یعنی دائرۂ تمّت شمار ۱۹۲ تک پہنچکر صحیح قلمبند ہو چکا تھا۔پچھلے چار صفحات پر بجائے ۱۹۳ لغایتہ ۱۹۶ کے سہو پسند کاتب ۱۰۵ لغایتہ ۱۰۸ لکھ گیا۔اسی طرح ایک جگہ اور بھی مسامحہ ہوا ہے ص۲۷ پر ۵۷ لکھ ڈالا ہے،اس مین بھی ہر صفحہ مین بیس سطرین ہین اور بلا جدول کے اس طرز پر لکھا گیا ہے جیسے اگلے زمانہ مین قلمی کتابین تحریر کی جاتی تھین حاشیہ پر کچھ سطرون مین لغات غریبہ کو حل کر دیا ہے اور آیات واقوال واشعار عربیہ کے معنے لکھ دئے ہین عربی کے ترجمون کا حواشی پر حوالہ دینے مین کوئی پابندی یا ترتیب ملحوظ نہین رکھی ہے نہ کوئی تسلسل پایا جاتا ہے۔نمبر سلسلہ جو صرف آیات پر ڈالا گیا ہے کہین تو متعدد صفحات تک علی الاتصال چلا جاتا ہے حتی کہ ۲۴ و ۲۵ تک کہین نیا سلسلہ(۱،۲)،نمبر سے چھیڑ دیا جاتا ہے اور ایک لغایتہ پانچ حساب سے خارج رہتے ہین۔اقوال وامثال کے ترجمہ پر نمبر حسب سلسلہ یا لحاظ سے ڈالے گئے ہین کم از کم و میرے فہم وادراک سے باہر ہے لغات چونکہ معانی سے پہلے بلفظہا درج کر دئے گئے ہین اس لئے وہ حوالہ وشمار کی ترچہ اندازی سے معاف و سلامت رہے۔متن کتاب سے اگر کوئی سطر کتابت مین چھوٹ گئی تھی تو اوسکو حاشیہ پر طولانی جگہ دیدی گئی

افسوس ہے کہ اس نسخے کے چند اوراق (صفحہ ۲ لغایتہ ۲۰) گم ہین۔سرورق یا تو سرے سے تھا ہی نہین یا کسی مستغرق فی الذات پڑھنے والے کی ادائے استغنا ر وسعادت پر نثار یا بزرگان جاوید دولت یعنی کتب خانہ کے نگران اعزہ کی شان بے نیازی وسوء التفات پر تصدق ہو گیا،

خاتمہ مین فارسی مین تحریر ہے کہ فقیر نثار علی کے اہتمام سے ۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۵۵ء کو مطبع العلوم مدرسہ دہلی مین چھاپی گئی۔ ان بزرگ کے روبرو چار پانچ صحیح نسخے موجود تھے مگر ایک دوسرے سے متفاوت و مختلف۔ ناچار خود تصحیح کی اور جہان ضرورت پیش آئی باخبر حضرات یا بقول اون کے "اہل بلاغت" سے مشورہ و تحقیق کرکے درست کرلیا۔ چنانچہ حاشیہ پر ایک موقع پر حوالہ دیتے ہین کہ افصح الفصحا مولوی امام بخش صاحب صہبائی سے یہ تقریر خاکسار نثار علی نے سنی تھی" بظاہر یہ نسخہ فارسی بہتر اور جامع الاخلاق اردو کے نسخے سے زیادہ مکمل اور صحیح ہے،

اس کتاب کی تاریخ طبع بھی بتا چکا ہون لیکن یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولوی سید منظور احمد صاحب نے اس نسخہ کو دہلی مین بماہ دسمبر ۱۸۵۴ مطابق ربیع الاول ۱۲۷۱م دو روپیہ قیمت پر خریدا تھا۔ میرے بھائیون کو حیرت ہے کہ جب ۱۲ جنوری کو ختم طبع کی نوبت پہنچی تھی تو دسمبر ما قبل مین حضرت مرحوم کی خریداری کیا معنی رکھتی ہے۔ میرا قیاس یہ ہے کہ یا تو اجزا جیسے ہی مطبع سے نکلتے گئے حضرت علیہ الرحمۃ اون کو لیتے اور بہ ترتیب رکھتے گئے ہین یا کسی دستور و معاہدہ کے بنا پر پیشگی قیمت مطبع کو ادا کردی تھی جسکی یہ یادداشت ہے۔

تمہیدات و ستایش و نیایش چھوڑکر ترجمہ کے صفحات ۱۵۱ اور اصل کے ۱۸۹ ہوتے ہین، دونون کی ضخامت کا مقابلہ کرنے سے واضح ہوگا کہ باوصف ایجاز و اختصار ترجمہ کا حجم اصل سے بہت بڑھ گیا ہے اور بایں ہمہ اردو کتاب کی قیمت فارسی سے نصف رکھی گئی ہے۔ اس گران ارزی و محبوبیت کی وجہ کچھ تو عوام الناس اور جماعت تمر فار کا ذوق فارسی و شغف تعلم تھا مگر زیادہ تر طبقۂ فرمانروا اور اہل حل و عقد کا رجحان اور ایسی کتابون کو داخل درس و نصاب امتحان کرنا۔

یہ ۱۲ × ۷ انگشت کی متوسط تقطیع خوشنما اور لیسیر الحفظ معلوم ہوتی ہے اسی پیمانہ پر چند کتابون کا چھاپا جانا شاہد ہے کہ پون صدی پیشتر بھی سرکاری کالجون اور تعلیم گاہون کی درسی کتابون کے لئے ایک ستا تقطیع قرار دیدی گئی تھی۔

سمدن کے اس عجائب زار علم و ادب مین اخلاق جلالی کے متعدد نسخے موجود ہین، قلمی بھی پرانے مطبوعہ بھی اور جدید الطبع بھی۔ لیکن میرے تفحص و موازنہ مین سب سے صحیح اور قابل قدر نسخہ آہنی چھاپاخانہ دار الامارت کلکتہ کا مطبوعہ ۱۱ شوال ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۰ء کا ہے۔ مطبع یا مہتمم کا نام مندرج نہین۔ ختم پر ایک پھول کے اندر انگریزی حروف مین F I N I S لکھا ہوا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۷۰ ہے اور ہر صفحہ مین ۱۹ سطرین ہین۔ تقطیع کلان پندرہ انگشت لمبی گیارہ انگشت چوڑی۔ اس کے بہت سے درمیانی اوراق جابجا سے غائب تھے۔ اونکو دبیز کاغذ اور دلکش خط سے لکھا کر نسخہ کو مولوی صاحب مرحوم نے مکمل و مجلد کرا لیا تھا۔ لیکن مطبوعہ اوراق اب گل گئے اور سریع الفنا ہوتے جاتے ہین یعنی برگ خزان دیدہ کی طرح انگلیون کے ادنی حرکت سے پارہ پارہ ہوجاتے اور بکھر جاتے ہین۔

مطبع العلوم کس مدرسہ کے متعلق تھا؟ مدرسہ دہلی مین کہان واقع تھا؟ اور دیگر قدیم مطابع کے بارہ مین بعد کو گزارش کرون گا اور ان کمیاب مطبوعات و نوادر قلمی کی نسبت بھی جو سمدن کے سرچشمۂ علوم و فنون مین مخزون و محفوظ ہین۔

حیات امام مالکؒ

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت کی تصویر، اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئین گی، قیمت ۸؎

منیجر

مطبوعات جدیدہ

نیرنگ خیال، شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کو حقائق کی طلسم بندی کا جو ملکہ تھا اوسکی بہترین مثال اونکی نیرنگ خیال ہی جس مین مولانا نے چند اخلاقی نصائح اور حکیمانہ مواعظ کو خیالی انسانون کا لباس پہنا کر نمایان کیا ہے، نیرنگ خیال لفظون کا ایک عالم مثال ہی جس مین ہمارے اعمال کی جیتی جاگتی تصویرین چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہین، اگرچہ یہ طرز بیان، مغربی لٹریچر سے اخذ کیا گیا ہی مگر مولانا کی جدت طرازی کا کمال یہ ہے کہ اونھون نے اس رنگ کو ہر حیثیت سے مشرقی مذاق کے مطابق بنا لیا ہے،

نیرنگ خیال کا پہلا حصہ مصنف کی حیات ہی مین شایع ہو چکا تھا، حال مین آغا محمد طاہر نے اس کا دوسرا حصہ شایع کیا ہے، اس حصہ مین مولنا کے پانچ مضمون ہین، جنت الحمقا، خوش طبعی، نکتہ چینی، مرقع خوش بیانی، سیر عدم، آخر مین بقائے دوام کے عنوان سے آغا صاحب نے ایک مضمون اپنا بھی شامل کر دیا ہے۔ اس مین آپنے اردو کے ہر ادیب کا رتبہ اور درجہ، استعارات کی زبان مین بتایا ہے، بقائے دوام کے دربار مین، کرسی صدارت پر مولانا آزاد کو بٹھایا ہے، تو یہ اُن کا حق تھا۔ مگر کیا" استاد علیہ الرحمۃ کی بلند نظری سے اس کی امید ہو سکتی ہے، کہ

"مولانا شبلی نے کچھ ایسی چشمک سے نظر لڑائی کہ مولانا مسکرا دئے"

اس مضمون کو دیکھکر آغا صاحب کے متعلق امید ہوتی ہے کہ آپ اپنے مرحوم دادا کی نقل اتارنے مین کامیاب ہو سکتے ہین، قیمت کتاب ۱۲؍ ارپتہ:- آزاد بک ڈپو۔ اکبری منڈی لاہور،

لغات اردو جلد اول، خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی ایک مدت سے لغات اردو کی تدوین مین مصروف ہین، آپ کی محنتون کا ثمرہ ۱۹۱۱ء کے طوفان لکھنؤ مین غرقاب ہو گیا، لیکن ان کی محنت برابر جاری رہی، اور اب وہ نحوی ترتیب پر ہم سے لغات اردو مرتب کر رہے ہین، جسکا پہلا حصہ حال مین شائع ہوا ہے، اس حصہ مین صرف مفرد مصادر جمع کیے گئے ہین، دوسری جلد مین مرکب مصادر کا بیان ہوگا، اردو مصادر مین ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بعض الفاظ کے ساتھ ان کے معانی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہین، عام بول چال مین جو معنی مراد لیے جاتے ہین وہ کچھ اور ہی ہوتے ہین، اس لیے مصدر کا بیان اردو مین بہت نازک ہوتا ہے، خواجہ صاحب نے اختصار کے باوجود نہایت آسانی سے اس دشواری کو حل کیا ہے ابتدا مین چند صفحون مین ضروری قواعد بھی بتائے ہین، فارسی آمدنامہ کی تقلید مین آپنے تصریفات دکھانے کے لئے (آنا) کو ترجیح دی ہے، آمدنامہ پر بھی اعتراض ہے کہ سب سے پہلے شدن - بودن، است وغیرہ ان افعال کی تصریفات دکھانا چاہئے تھین، جو اکثر صیغون کی ساخت مین کام آتے ہین، اسی طرح لغات اردو مین ضروری تھا کہ "آنا" سے پہلے "جانا"، اور "ہونا" کی تصریفات دکھائی جاتین، جو زبان مین کثیر الاستعمال ہین دوسرے قواعد نویسون کی طرح خواجہ صاحب نے بھی قواعد کے بیان مین عربی صرف و نحو کی تقلید کی ہے، مثلاً مفعول بہ کے علاوہ اردو مین چار قسم کے مفعول اور قرار دئے ہین، مفعول معہ، مفعول لہٗ، مفعول مطلق، مفعول فیہ، ان چارون کو متعلقات فعل کے نام سے موسوم کیا ہے، بہتر ہوتا کہ متعلق فعل کی اصطلاح مین صرف وہ فقرے داخل ہوتے جو حروف ربط اور کسی اسم سے مل کر بنے ہون۔ اردو مین مفعول معہ کی کوئی علحدہ قسم قرار دینے کی ضرورت نہین، مفعول لہٗ کی مثال مین مصنف نے ایک جملہ پیش کیا ہے "مین زید کے سبب سے آیا"۔ اس جملہ مین زید کو مفعول لہٗ قرار دیا ہے۔ حالانکہ پورے فقرہ "زید کے سبب سے" کو متعلق فعل قرار دینا زیادہ بہتر ہے، مفعول لہٗ اردو مین انھین الفاظ کو بتانا چاہیے۔ جنکے آخر مین (ا)، جو وہ سبب فعل ظاہر کرتے ہون جیسے مین ادا

چپ سا، یا مین تقلیا کھڑا ہوگیا،

اس کتاب مین صرف ان مصادر کو جمع کیا گیا ہے، جو فصحائے حال کی زبانون پر مستعمل ہین، متروک اور عامیانہ مصادر کو ترک کر دیا گیا ہے، ہندوستان کے دوسرے صوبون اور عام طلبہ کے لیے یہ کتاب مفید ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:- خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت، احاطۂ خانساماں لکھنو

مکتوبات فرنگ، نانا صاحب پیشوا خاندان کے آخری فرمانروائے متبنی تھا، جسے انگریزون نے ولیعہدی سے محروم کر دیا تھا، ۵۷ء کے غدر مین جب کانپور پر باغیون نے حملہ کیا تھا تو نانا صاحب ان کے ساتھ مل گیا مگر شکست کھا کر کہین مفقود الخبر ہوگیا، نانا صاحب کو انگلستان کی ایک سیاسی خاتون نے اپنی محبت مین مبتلا کر لیا تھا، ایام بغاوت مین ایک انگریز افسر کو نانا صاحب کے چند اسباب مین وہ خطوط بھی مل گئے، جو اس انگریز خاتون نے بھیجے تھے، ان خطوط کو "مکتوبات محبت" کے نام سے ایک انگریزی خاتون مسز شان ٹون نے لندن مین شایع کرایا، "مکتوبات فرنگ" انھین خطوط کا اردو ترجمہ ہے جسے ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسمل نے بریلی سے شائع کیا ہے قیمت لکھی نہین،

معیار، اسلام کے اسمٰعیلی مذہب کے پیرو جو ہندوستان مین پائے جاتے ہین اور جو زیادہ تر سندھ، ممالک متوسط، گجرات اور بمبئی مین آباد ہین، وہ عموماً دو فرقون پر منقسم ہوئے ہین، سلیمانیہ اور داؤدیہ، ان کے درمیان بعض امور مین اختلافات ہین، ابھی حال ہین داؤدیہ فرقہ کے بعض ارباب دولت اور علمبرداران مذہب کے درمیان بھی کچھ نزاعین پیدا ہوگئی تھین، مولوی قمر الحسن صاحب بجنوری نے معیار کے نام سے فرقہ داؤدیہ کے حالات اور جدید مناقشات کی روداد لکھی ہے، اس مناقشہ کی جہان تک ہماری تحقیق ہے صرف اس قدر اصلیت ہے کہ پہلے فرقہ کے سیاہ وسپید کے مالک تمام تر **داعی** یا نائب امام ہوتے تھے، اب جدید روشنخیال دولت اس کو راہ نہ پیروی کے لیے تیار نہین، رسالہ کی لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ ہے، قیمت ۱ر پتہ۔ اے، آر، احمد علی اینڈ سنس، کوتوالی بازار۔ جبلپور

دیوان حمید، مولنٰا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲؍

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان مین امثال سلیمان کا ترجمہ ۸؍

مولنٰا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن مین سے مدین اصحاب الایکہ قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۴۱۵ ؏

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری ؏

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲؍

" دوسری ریڈر طبع دوم ۴؍

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۲؍

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے مالک پر تبصرہ ؏

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبون سے انکا ثبوت ۸؍

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴؍

مولنٰا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر، اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، صفحات ۴۵۰ قیمت ؏

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل، صفحات ۴۵۰ قیمت ؏

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا؍ غیر مجلد ؏

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جسمین حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے مجلد عا؍

مذہب و عقلیات، اس مین پرزور دلائل اور مستند یورپین فلاسفر کے بیانات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مذہب و عقل مین تصادم کا امکان ہی نہین، ۶؍

مولوی عبد الماجد بی اے،

فلسفۂ [illegible] ۱۲؍

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا؍

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے

قیمت جلد اول ؏، جلد دوم عا؍

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین، برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، قیمت باختلاف کاغذ ؏ و ؏

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ

سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ مین چھپی ہے۔ قیمت عہ/

سیر الصحابیات، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے۔ قیمت عہ/

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۱۲/
دوم ۱۲/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ ۱۰/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنماؤن کے خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین صفحہ ۲۳۲، ۱۲/

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح عہ/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان عہ/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال،

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸/

رموز فطرت، طبیعیات، طبقات الارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین عہ/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد ۱۲/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی ۸/

نعت پیمبر، عربی، فارسی اور اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اسمین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کے ساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۱۰۴، ۱۲/

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خواص طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۲، قیمت عہ/

تسہیل البلاغت۔ اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب ۱۲/

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم علما کی جامع کتاب قیمت عہ/

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبدالحیٔ صاحب ناظم ندوۃ العلما [illegible] کتاب جس مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو [illegible] علما و مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت تفصیل [illegible]

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی [illegible] صاحب نے مشہور پروفیسر [illegible] کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا [illegible]

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کئے ہین، قیمت عہ/

مجلد دوازدہم	ماہ ذیحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۲۳ء	عدد یکم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

انگورہ کی اسلامی اکاڈیمی یعنی "ہیئت تدقیقات تالیفات اسلامیہ علمیہ" کے صدر شیخ عبدالعزیز شاویش اپنے تازہ مکتوب مین رقم فرماتے ہین، کہ ہیئت مذکورہ نے اپنا کام شروع کر دیا ہے، اور بالفعل ترکی زبان مین چند مذہبی تالیفات شائع ہوئی ہین، ان تالیفات کے جو عنوان اور نام اُنھون نے لکھے ہین اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجلس صحیح طریق پر مسلمانون کی علمی و مذہبی خدمات انجام دیگی، سردست جو کتابین وہان تیار ہوئی ہین وہ حسب ذیل ہین،

تاریخ الاسلام، علم کلام جدید، مبادی فلسفۂ اخلاق، نقصانات مسکرات، القول السدید فی بیان دین التوحید، تاریخ فلسفۂ اسلام وغیرہ، ہندوستان سے اس مجلس کو انگریزی اور اردو کتابون کے بھیجنے کا سامان ہو رہا ہے،

خبر ہے کہ اسکاٹلینڈ کے قدیم پایہ تخت اڈنبرا کی یونیورسٹی کو ایک گم نام علم دوست فیاض نے بیس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپئے اس غرض سے عطا کئے ہین کہ یونیورسٹی انسانون کو حیوانات کا علم سکھائے، تین لاکھ کوئی بڑی رقم نہین، ہمارے بمبئی کے تاجر اس سے بھی زیادہ بڑی بڑی رقمین حیوانون کو انسان بنانے کے لیے دیتے ہین، مگر کس کو؟ قومی تعلیم گاہون اور یونیورسٹیون کو نہین، بلکہ حکومت کو، کہ وہ اونکی طرف سے اس فریضہ کو انجام دے، غور کرو کہ اسکاٹلینڈ اور

انگلینڈ مین قومی حکومت قائم ہے، حاکم و محکوم مین مصالح سیاسی کے اختلافات نہین ہین تاہم اس باب مین ملک کے علم پرور اور تعلیم دوست ارباب فکر اپنی قومی حکومت پر بھی اعتبار کرنا نہین چاہتے، کیونکہ وہ جانتے ہین کہ حاکم و محکوم کے درمیان مصالح سیاسی ایک ہون تو ہون، مگر مصالح تعلیمی کا ایک ہونا ضروری نہین، پھر اون ملکون کو کیا کرنا چاہئے جہان حاکم و محکوم کے ہر قسم کے مصالح ایک دوسرے سے تمامتر مختلف ہین؛

یورپ کی تباہی و بربادی کی پیشینگوئی، نہ صرف اہل ایشیا از راہ دشمنی کر رہے ہین، بلکہ خود یورپین سیاست دان، از راہ دوستی و حب الوطنی کر رہے ہین، کچھ زمانہ ہوا کہ اٹلی کے ایک سابق وزیر جو زمانۂ جنگ مین اتحادی سلطنتون کے محرم راز رہ چکے ہین، اس موضوع پر ایک مدلل تصنیف دنیا کے سامنے پیش کر چکے ہین، جس مین اقتصادی، علمی، تعلیمی، اخلاقی ہر حیثیت سے یورپ کے زوال کو ثابت کیا ہی، یورپ کی یونیورسٹیون کی بربادی و پستی کا افسانہ اوس مین خصوصیت کے ساتھ پُردرد ہی، اب ایک فرانسیسی اہل قلم نے اسی بحث پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہی، جس کی تلخیص کلکتہ کے ماڈرن ریویو نے شائع کی ہی،

فرنچ موصوف ایک معزز چینی سے جو یورپ کی بنظر عمیق سیاحت کر چکا تھا، سرگرم مکالمہ ہے، چینی صاحب فکر کہتا ہی "مین نے تمام یورپ کو دیکھا، اوس کی مادی ترقیون نے میری آنکھون کو خیرہ کر دیا، لیکن جب مین نے یہ خیال کیا کہ یہ تمام عمارت کسی مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قائم نہین ہی، تو مجھے یقین ہو گیا کہ اس کی بربادی بہت قریب ہی، مین نے اوس ملک مین دولت، حشمت، تجارتی رونق، گرم بازاری، نشاط و تنعم کے مناظر دیکھے، جو اوس مسیح کی پرستش کا مدعی ہی، جس کی دعوت اور پکار

یہ تھی کہ یہی چیزین آسمانی بادشاہت کی راہ کے پتھر ہین، تم شب و روز جس مقصد کی خاطر پریشان اور سرگردان ہو، مسیح کی بعثت ٹھیک اوسی مقصد کی تخریب اور شکست کے لیے ہوئی تھی، مین یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ موجودہ یورپین تمدن اور عیسائیت دونون چیزین یکجا کیونکر ہو سکتی ہین! اس کے صاف معنی یہ ہین کہ اگر ایک چیز تمھارے پاس ہے تو دوسری نہین ہے، اور یہی تمھارے خرمن وجود مین اصلی چنگاری ہے جو تم کو ایک دن جلا کر خاکستر کر دیگی، مین نے بہت کچھ سیر و سیاحت کی ہے، مسلمانون اور بدھ والون کو بھی دیکھا ہے، مگر ہر جگہ یہی دیکھا کہ اون کے تمدن، معاشرت اور اخلاق مین اون کے پیشواؤن کی تعلیمات کے آثار ہین، لیکن عیسائی ملکون کو اس اصول سے بالکل بے بہرہ پایا،
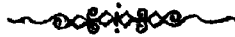
وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ ایک دوسرے سے محبت کرین، ایک دوسرے کی مدد کرین، اگر کوئی اس کے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی اس کی طرف پھیر دے، وہ مذہب جس کی تعلیم یہ ہو کہ لوگ کل کا خیال نہ کرین اور یہ بھی نہ سوچین کہ وہان رات کو اپنا سر کہان رکھینگے، اور قناعت کو اپنا راس المال بنائین، اسی کے پیرو آج سب سے زیادہ مضطر، سب سے زیادہ خود غرض، سب سے زیادہ دولتمند، سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، سب سے زیادہ متمدن، سب سے زیادہ محنتی، سب سے زیادہ ذہین، چالاک، آمادہ بغاوت و فساد، اور ذاتی فائدہ و تمتع کے لیے بیقرار، ذاتی عزت کے سب سے زیادہ دلدادہ، سب سے زیادہ انتقام پسند ہین،

فرنچ صاحب دماغ جواب دیتا ہے: یقیناً ہماری اصلی بیماری یہی ہے کہ ہمارا مذہب اور ہمارا تمدن ہم کو دونون دوراستون پر لے جانا چاہتے ہین، اسی لیے یورپ جھوٹی مصالحون کی شرمگین

بن گیا ہے، یورپ کا ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ وہ خود تنہا اپنے ہمسایہ ملکوں سے الگ ہو کر ترقی کرے بلکہ دوسرون کی ترقی کی راہ روک دے، اور جب تک یہ پالیسی رہیگی، سب کی تباہی یقینی ہے مسیح نے کہا تھا "جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو، اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو،" مگر ہم چاہتے ہین کہ دونون کو ایک جگہ کر دین، یورپ ایک دوسرے کو اوسی مسیح کے نام ذبح کر رہا ہے جس نے اپنے حواری سے کہا تھا کہ "اپنی تلوار تو نیام مین کر لے" اس وقت یورپ کے محرکات عمل مین سب سے بالاتر قوت سیاست ہے اور یہی قوت ہماری معاشرت اور اخلاق سب پر چھا گئی ہے، اگر ہم باقی رہنا چاہتے ہین تو ہماری سیاست کو ہماری معاشرت کے ماتحت اور معاشرت کو اخلاق کے زیر حکم ہونا چاہئے"

کیا یہ مصلحانہ آواز، یورپ کے ایوانہائے وزارت تک پہنچ سکتی ہے، کیا یورپ کو اس پر عمل کی توفیق مل سکتی ہے؟ نہین اور ہرگز نہین! اہل یورپ کی طرح دنیا کے تماشاگاہ مین سینکڑون اور ہزارون قومین اپنے اپنے وقت پر آئین اور چلی گئین، مصلحین وقت اور مجددین زمانہ ان کو پکارتے رہے کہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ	خدا سے ڈرو، اور میرا کہا مانو، اور میری یہ پکار کسی ذاتی منفعت کے لیے نہین، میرا معاوضہ تو عالم کے پروردگار خدا کے ذمہ ہے، ہر اونچے مقام پر بیفائدہ نشانیان بناتے ہو، عمارتین کھڑی کرتے ہو، شاید تم سمجھے کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے، جب تم کسی قوم کو گرفتہ ہو تو بہت سختی کے ساتھ مٹروڑ اور جا برانہ گرفت کرتے

أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (شعراء)	خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو، اس سے ڈرو جس نے تم کو ان احسانات سے سرفراز کیا جنکو تم جانتے ہو مویشی اولادین باغ، اور چشمے، مین ڈرتا ہون کہ تم پرسخت دن کا عذاب نہ آئے،

عہد کے جبارون اور نمرودون نے جواب بھی وہی دیا جو آج بھی دیا جارہا ہے،

قالوا سواء علينا اوعظت ام لم تكن من الواعظين ان هذا الا خلق الاولين وما نحن بمعذبين (شعراء)	انھون نے کہا کہ خواہ تم وعظ ونصیحت کرو یا نہ کرو ہم کو سب برابر ہے یہ اگلے لوگون کی معمولی عادت ہے، (یعنی یہ اگلے لوگون کے فرسودہ خیالات ہین) ہم پر کبھی کوئی عذاب نہین آسکتا،

نتیجہ بھی آج سے مختلف نہ ہوگا،

فَكَذَّبُوْهُ فَأَهْلَكْنٰهُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً،	انھون نے جھٹلایا تو ہم نے اون کو ہلاک کردیا، اس واقعہ مین عبرت کی نشانی ہے،

جاپان کی صنعت وحرفت کے نتائج تو اہل ہند نے دیکھے ہین اور اس وسیع ملک کے ہر بازار مین دیکھے جاسکتے ہین لیکن دہلی مین ۲۲ جولائی کی شام کو اندرپرستھ گرل اسکول کے ایوان تعلیم مین سب سے پہلی دفعہ جاپان کی علمی صنعت کاری کے نتائج دیکھنے اور سننے مین آئے، جاپان کے ایک فاضل فلاسفر نے ہندوستان کی قدیم تہذیب وتمدن پر ایک خطبہ دیا، جس کے آخر مین اس نے کہا :-

"آج دنیا تباہی اور ہلاکت کے غار کے کنارے کھڑی ہے ضرورت ہے کہ دنیا کی قومون میں باہمی اخوت اور برادری کا رشتہ قائم کیا جاوے، آج زخم خوردہ اور خستہ اور خاک و خون مین لتھڑی ہوئی دنیا اس منزل مقصود کے تذکرہ سے معمور ہے، اس کو بھولنا نہ چاہئے کہ اس عالم ارضی مین مستقل امن کی بنیاد صرف اسی پر قائم ہو سکتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم دوسری قوم کی تہذیب کو صحیح سمجھے، عالمگیر جنگ کے بعد سوئٹزرلینڈ نامی کسی ملک مین نمایندگان اقوام کے اجتماع سے یہ مقصد حاصل نہین ہو سکتا، بلکہ اس سے حاصل ہو گا کہ ہر قوم دنیا کی خدمت کے لیے اپنی ہمدردی اور طاقت و قوت کو پیش کرے،

جاپان مشرقی ممالک مین یورپ کے تمدن کا سب سے پہلا شاگرد ہے، اس لیے مغرب پرست ہندوستان کو اپنی تعلیم کے دوران مین ان الفاظ کو بار بار پڑھنا چاہئے،

تصحیح

معارف کی غلطیون کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے۔ مگر جون کے پرچہ مین ایک فاش غلطی ہے، صفحہ ۴۰۵ کی سطر ۸ مین "شیخ سہروردی کی فتوح الغیب" کے بجائے یون عبارت پڑھی جانی چاہئے "فتوح الغیب، شیخ سہروردی کی عوارف"۔

"اڈیٹر"

مقالات

محبّتِ الٰہی

اور

مذہبِ اسلام

منجملہ اُن اعتراضات کے جو نہایت فخر و غرور اور طعن و طنز کے ساتھ، مسیحی مبلغین اور یورپین مستشرقین اسلام پر کیا کرتے ہین، ایک یہ ہے کہ اسلام نے خدا کا جو تخیل اپنے پیرؤن کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک جبّار قہّار، پرغضب، صاحبِ جلال و جبروت شاہنشاہ ہے جس سے ہمیشہ بندون کو ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیئے اور اسی کا اثر اس کے تمام احکام مین نمایان ہے، برخلاف اس کے عیسائی مذہب اُس کو محبت، پیار، رحمت اور شفقت کے پیکر مین جلوہ گر کرتا ہے، اور اسی لیے اُس کو "باپ" کے نام سے پکارتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اوسکی نصیحتون مین نرمی۔ اور رحم و کرم کا جذبہ غالب ہے،

مستشرقین اسی اعتراض کو اسی صورت مین پیش کرتے ہین، کہ چونکہ اسلام ایک جنگجو مذہب ہے، اس لیے اس کے تخیل مین خدا کی جبّاری قہّاری اور غیظ و غضب کا تصوّر سب سے زیادہ ہے، اور اسلام کی یہی کمی تھی جس کو تصوّف نے آکر پورا کیا، اور بجائے اس کے کہ فقہا کی طرح خدا کی اطاعت کا مبنیٰ خشیتہ اور خوف الٰہی کو قرار دیا جائے، انھون نے خدا کے عشق و محبت کو قرار دیا،

ناآشنایانِ اسلام کو، اسلام کے متعلق بحث و کاوش کرتے ہوئے یہ نکتہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے

کہ وہ محض تخیلی اور خیالی آرا مذہب نہین ہے، بلکہ وہ اس عملی دنیا کا عملی مذہب ہے، دنیا مین کرورون انسان ہین، ہر انسان کے پیچھے ہزارون کام ہین، اور انسان کے ہر کام کا تعلق دوسرے انسان سے ہے ان دونون انسانون مین کوئی باہمی تعلق ایسا ہونا چاہئے جو ایک کو دوسرے سے پیوستہ کردے، ایک کو دوسرے کی طرف جھکا دے، اور ایک کا رشتہ دوسرے کے ساتھ جوڑ دے، اس تعلق، اس پیوستگی اور اس رشتہ کو جو چیز پیدا کرتی اور قائم رکھتی ہے، وہ محبت اور خوف کا جذبہ ہے، اسی کی تعبیر دوسرے الفاظ مین یہ ہے کہ وہ نفع کی طرف رغبت اور ضرر سے نفرت ہے،

غرض انسان کی تمام تحریکات کا سرِ بنیاد محبت وخوف اور رغبت نفع ونفرت ضرر ہی، خدا اور اُس کے صفات کے متعلق انسان کے جو خیالات اور تصورات ہین وہ بھی اسی اصول کے ماتحت ہین، وحشی اقوام کے مذہبی خیالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ مناظر وموجودات فطرت کی پرستش اسی اصول کے مطابق کرتے ہین، بعض چیزون سے وہ ڈرتے ہین، تو وہ ان کی پوجا کرتے ہین، کہ ان کے ضرر سے محفوظ رہین بعض دوسری اشیار کے لطف وکرم کے متوقع ہوتے ہین کہ وہ ان کے منافع سے بہرہ اندوز ہوسکین،

اب عام انسانی معاملات، اور کاروبار پر غور کرو کہ انسان کی موجودہ فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ دنیا کا یہ نظام، صرف محبت اور رغبت کے جذبات سے چل سکے ؟ اگر ایک دن بھی، دنیا کے بازارون، سلطنتون کے دفاتر اور قومون اور جماعتون کی مجلسون اور سوسائٹیون مین تنہا اسی پر عمل ہو، تو نظام عالم درہم وبرہم ہوجائے، اور اطاعت وفرمانبری جس پر تنظیم اور ضابطہ جادی (ڈسپلن) کا دار مدار ہے خاتمہ ہوجائے، اسی طرح اگر صرف نفرت وعداوت اور خوف وخشیت تمام عالم کے کاروبار مین دخیل ہوجائے، تو یہ دنیا جہنم کا طبقہ بنجائے اور دلون کی شگفتگی اور انبساط ہماری سرگرمیون اور ولولون کا مایۂ حیات ہے دفعتہً فنا ہوجائے، اس لیے

دنیا کا نظام ان دوگونہ جذبات کے بغیر کبھی قائم نہین رہ سکتے، اور انسان اپنے ہر عمل مین ان دونون کے سہارے کا محتاج ہے،

اسلام سے پہلے جو آسمانی مذاہب قائم تھے ان مین افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی، اور صراطِ مستقیم سے وہ تمام تر ہٹ گئے تھے، یہودی مذہب کی بنا سرتاپا خوف، خشیت، اور سخت گیری پر تھی، اُس کا خدا، "فوجون کا سپہ سالار" اور باپ کا بدلہ پشتہا پشت تک بیٹون سے لینے والا تھا، یہودیت کے صحیفون مین خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کا ذکر شاذ و نادر کہین نظر آئیگا، اس کے برعکس عیسائیت تمام تر خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کے تذکرون سے معمور ہے، اس کے "اکلوتے بیٹے کا باپ" تمام انسانون کا باپ ہے، وہ اپنے "فرزندون" کے جرم و خطا سے غضب ناک نہین، بلکہ پشیمان اور متاسف ہوتا ہے،

اس افراط اور تفریط کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودیت ایک خشک اور بے لذت مذہب بن گیا، اور عیسائیت اس قدر تر ہے کہ تردامنی اس کے نزدیک عیب نہین، ایک گنہگار عورت کو یہودیت سنگسار کرنیکا حکم دیتی ہے، لیکن عیسائیت صرف اسی قدر کہتی ہے کہ جو گنہگار نہ ہو وہ اس عورت کو پتھر مارے اور اے عورت! جا، پھر ایسا نہ کرنا، اسلام تفصیل کرتا ہے، مجبور و مجنون و مدہوش وغیرہ مستثنیٰ ہین، بے شوہر عورت اور بن بیوی کے مرد کو کوڑے مارے جائین، شوہر والی عورت اور بیوی والا مرد سنگسار ہوگا، یہودی مذہب کسی باز پرس کے بغیر ہر حال مین مرد کو طلاق کی اجازت دیتا ہے ملت عیسوی، کسی حال مین طلاق کا فتویٰ جاری نہین کرتا۔ اسلام اس کے متعلق تفصیلی احکام رکھتا ہے، غرض یہی حال اسلام کا تمام دیگر مسائل مین ہے کہ وہ عیسائیت اور یہودیت کے درمیان ہمیشہ بیچ کی راہ اختیار کرتا ہے،

یہی حال اعتقادیات کا ہے، وہ نہ تو خدا کو محض جبار، قہار، ربُّ الافواج اور صرف

بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل کا خدا مانتا ہے، اور نہ اس کو مجسم انسان، انسانون کا باپ، یا محمد صلعم کا باپ سمجھتا ہے، اور تنہا رحم و کرم اور محبت و شفقت کے صفات سے متصف کرتا ہی، وہ خدا کی نسبت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اپنے بندون پر قاہر بھی ہے، اور رحمان و کریم بھی ہے، وہ منتقم اور شدید العقاب بھی ہی اور غفور و رحیم بھی ہے، وہ اپنے بندون کو سزا بھی دیتا ہے، اور پیار بھی کرتا ہے، بگاڑتا بھی ہے اور نوازتا بھی ہے، نفع اور نقصان دونون اوسی کے ہاتھ مین ہے، اس سے ڈرنا بھی چاہئے، اور اس سے محبت بھی کرنی چاہئے،

کسی حسین اور محبوب چیز کی نسبت اگر اس کے عاشقون اور محبت کرنیوالون سے پوچھا جائے کہ اوسکی کون سی ادا تم کو پسند آئی، اس کے کس حصہ مین تم کو حسن و جمال کا مظہر نظر آتا ہے، اس کے کس حسن و خوبی نے تم کو فریفتہ کیا ہی؛ تو یقیناً پوری جماعت کا ایک ہی جواب نہ ہوگا، کوئی کسی حصہ کا نام لے گا، کوئی کسی ادا کی تعریف کریگا، کوئی کسی خوبی کا اپنے کو شیدا بتائیگا، اسی طرح دنیا مین جو پیغمبر آئے وہ کئی قسم کے تھے، ایک وہ جن کی آنکھون کے سامنے خدا کے صرف جلال و کبریائی کا جلوہ تھا، اور اس لیے وہ صرف خدا کے خوف و خشیت کی تعلیم دیتے تھے، مثلاً حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ دوسرے وہ جو محبت الٰہی مین سرشار تھے اور وہ لوگون کو اسی خمخانۂ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ،

لیکن پیغمبرون مین ایک ہستی آئی جو برزخ کبریٰ، مجمع کمال، اور جامع مستی و ہشیاری تھی، یعنی محمد رسول اللہ صلعم، ایک طرف آپ کی آنکھین خوفِ الٰہی سے اشک آلود رہتی تھین، دوسری طرف آپ کا دل خدا کی محبت اور رحم و کرم سے مسرور رہتا، کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی وقت مین یہ دونون منظر لوگون کو نظر آجاتے، چنانچہ جب راتون کو آپ شوق و ولولہ کے عالم مین نماز کے لیے کھڑے ہوتے قرآن مجید کی لمبی لمبی سورتین زبان مبارک پر ہوتین، آیتین گذرتی جاتین، جب کوئی خوف و خشیت

کی آیت آتی، پناہ مانگتے، اور جب کوئی مہر و محبت اور رحم و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے۔[1]

الغرض اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ مین انسانون کو کھڑا کرے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ الایمان بین الخوف والرجاء "ایمان کامل خوف اور اُمید کے درمیان ہے" کہ تنہا خوف خدا کے رحم و کرم سے ناامید بنا دیتا ہے اور محض رحم و کرم پر بھروسہ لوگون کو خودسر اور گستاخ بنا دیتا ہے، جیسا کہ اس عملی دنیا کے روزانہ کے کاروبار مین ہم کو تم کو اور سب کو نظر آتا ہے، اور مذہبی حیثیت سے عملاً اس کے نتائج کا مشاہدہ یہودیون اور عیسائیون مین کیا جا سکتا ہے، ایک ناامید محض اور دوسرا سرتاپا اُمید ہے،

عیسائیون نے خدا سے اپنا رشتہ جوڑا، اور اپنے کو "فرزند الہی" کا لقب دیا، بعض یہودی فرقون نے بنی اسرائیل کو خدا کا خانوادہ اور محبوب ٹھرایا، اور حضرت عیسیٰؑ کے جوڑ پر، حضرت عزیرؑ کو "فرزند الہی" کا رتبہ دیا، لیکن اسلام یہ شرف کسی مخصوص خاندان یا خاص قوم کو عطا نہین کرتا، بلکہ وہ تمام انسانون کو بندگی اور اطاعت کی ایک سطح پر لا کر کھڑا کرتا ہے، مسلمانون کے مقابلہ مین یہودیون اور عیسائیون دونون کو دعویٰ تھا،

نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّاؤُہٗ (مائدہ) — ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہین،

قرآن مجید نے اس کے جواب مین کہا:

قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (مائدہ) — اگر ایسا ہی تو خدا تم کو تمھارے گناہون کے بدلہ تم کو عذاب کیون دیتا ہے، اس لیے تمھارا دعویٰ صحیح نہین بلکہ تم بھی انھین انسانون مین ہو جنکو

---

[1] مسند ابن حنبل، جلد ۶ صفحہ ۶۱

دوسری جگہ قرآن نے تمام یہودیوں کے جواب میں کہا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ	اے وہ جو یہودی ہو، اگر تم اپنے اس خیال میں
أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ	سچے ہو کہ تمام انسانوں کو چھوڑ کر تم ہی خدا کے
فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ	خاص چہیتے ہو تو موت (یعنی خدا کی ملاقات)
(جمعہ)	کی تمنا کیوں نہیں کرتے،

اسلام رحمت الٰہی کے تنگ دائرہ کو کسی خاندان اور قوم تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کی وسعت میں انسانوں کی ہر برادری کو داخل کرتا ہے، ایک شخص نے مسجد نبوی میں آکر دعا کی کہ "خدایا! مجھکو اور محمدؐ کو مغفرت عطا کر" آپ نے فرمایا "خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا"[1] ایک اور اعرابی نے مسجد میں دعا مانگی کہ خدایا! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج، اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ کر، آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا "یہ زیادہ گمراہ ہے، یا اس کا اونٹ"[2]

اسلام کے متعلق عیسائیوں نے جو یہ غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ اوس کا خدا رحم وکرم اور محبت اور پیار کے اوصاف سے معرّا ہے، اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ اسلام عیسائیت کی اس اصطلاح اور طرز ادا کو سخت ناپسند کرتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ خدا کے ان اوصاف کو نمایاں کرتی ہے یعنی باپ اور بیٹے کا لفظ کہ اس سے گمراہی پھیلتی ہے یہ گمراہی کچھ عیسائیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اور دوسرے فرقے بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں،

اصل یہ ہے کہ خدا اور بندہ کے باہمی مہر ومحبت کے جذبات کو یہ فرقے اپنی بولی میں نمایاں کرنا چاہتے ہیں، یہ جذبات انسانوں کے اندر باہمی رشتوں کے ذریعہ سے نمایاں ہوتے ہیں، اس بنا پر بعض کوتاہ اندیش فرقوں نے اس طریقۂ ادا کو خالق ومخلوق کے ربط وتعلق کو ظاہر کرنے کیلئے

[1] صحیح بخاری کتاب الادب، [2] ابوداؤد کتاب الادب،

بہترین اسلوب سمجھا چنانچہ کسی نے خالق اور مخلوق کے درمیان باپ اور بیٹے کا تعلق پیدا کیا، دوسرے نے ماں کی محبت کا بڑا درجہ سمجھا، اس لئے اس تعلق کو، ماں اور بیٹے کی اصطلاح سے واضح کیا، اور درمیان انسانون کی ماتا مین نہین، خاص ہندوستان کی خاک مین زن وشو کی باہمی محبت کا امتیازی خاصہ ہے، جس کی نظیر دوسرے ملکون مین نہین مل سکتی ہے، اس کی نگاہ مین محبت کا اس سے زیادہ پراثر منظر اور ناقابل شکست پیمان کوئی دوسرا نہین، اس لئے یہان کے بعض فرقون مین خالق ومخلوق کی باہمی محبت کے تعلق کو زن وشو کی اصطلاح سے ادا کیا جاتا ہے سدا سہاگ فقرا اس تخیل کی مضحکہ انگیز تصویر ہین،

دیکھو! یہ تمام فرقے جنھون نے خدا اور بندہ کے تعلق کو جسمانی اور مادی رشتون کے ذریعہ ادا کرنا چاہا، وہ کس قدر راہ سے بھٹک گئے، اور لفظ کے ظاہری استعمال نے نہ صرف ان کے عوام کو، بلکہ خواص تک کو گمراہ کر دیا، اور لفظ کی اصلی روح کو چھوڑ کر جسمانیت کے ظاہری مناظر مین گرفتار ہوگئے، اسی لیے اسلام نے جو توحید خالص کا مبلغ تھا، ان جسمانی اصطلاحات کی سخت مخالفت کی، اور خدا کے لیے ان الفاظ کا استعمال اس نے ضلالت اور گمراہی قرار دیا، لیکن وہ ان الفاظ کے اصلی معنی اور منشا کو، اور اس مجاز کے پردہ مین جو حقیقت مستور ہے، اس کا انکار نہین کرتا، بلکہ وہ ان جسمانی معنون کو خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لیے ناکافی، اور غیر مکمل سمجھتا ہے، اور ان سے بھی زیادہ کا طالب ہے،

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ) — تو خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپون کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

بہرحال رحم ومحبت کے اس جسمانی طریقۂ تعبیر کی مخالفت سے یہ لازم نہین آتا کہ اسلام

سرے سے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے درمیان محبت اور پیار کے جذبات سے خالی ہو،
اتنا کون نہین سمجھتا کہ مذہب کی تعلیمات انسانون کی بولی مین اتری ہین، ان کے تمام خیالات
اور تصورات اسی مادی اور جسمانی ماحول کا عکس ہین، اس لیے ان کے ذہن مین کوئی غیر مادی اور
غیر جسمانی تصور کسی مادی اور جسمانی تصور کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا نہین ہو سکتا، اور نہ
اس کے لیے ان کے لغت کا کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے جو اصل غیر مادی اور غیر جسمانی مفہوم کو
اس قدر منزہ اور بلند طریقہ سے بیان کرے جس مین مادیت اور جسمانیت کا مطلق شائبہ نہ ہو، انسان
ان دیکھی چیزون کا تصور، صرف دیکھی ہوئی چیزون کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے، اور اس طرح اُن ان دیکھی
چیزون کا ایک دھندلا سا عکس ذہن کے آئینہ مین اتر جاتا ہے۔

اُس ان دیکھی ہستی کی ذات و صفات کے متعلق، جس کو تم خدا کہتے ہو، ہر مذہب مین ایک
تخیل ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ تخیل بھی اس مذہب کے پیروون کے گرد وپیش کی اشیاء سے
ماخوذ ہے، لیکن ایک بلند تر اور کامل تر مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اوس تخیل کو مادیت جسمانیت اور
انسانیت کی آلائشون سے اس حد تک پاک و منزہ کر دے جہان تک بنی نوع انسان کے لیے
ممکن ہے، خدا کے متعلق باپ ماں اور شوہر کا تخیل اس درجہ مادی جسمانی اور انسانی ہو کہ اس تخیل
کے معتقد نا ممکن ہو کہ خالص توحید کے صراط مستقیم پر قائم رہ سکین، اس لیے اسلام نے یہ کیا کہ
ان مادی تعلقات اور جسمانی رشتون کے الفاظ کو، خالق و مخلوق کے اظہار ربط و تعلق کے باب
مین یکقلم ترک کر دیا، بلکہ ان کا استعمال بھی شرک و کفر قرار دیا، تاہم چونکہ حقائق روحانی کا اظہار
بھی انسانون ہی کی مادی بولی مین کرنا ہے، اس لیے اس نے جسمانی و مادی رشتہ کے اُن جذبات
احساسات اور عواطف کو خالق و مخلوق کے تعلقات باہمی کے اظہار کے لیے مستعار لے لیا،
جن کا اظہار دوسرے مذاہب نے، اُن رشتون کے ذریعہ کرنا چاہا تھا اور اس طرح خالق و مخلوق کے

درمیان کوئی جسمانی رشتہ قائم کئے بغیر ربط و تعلق کا اظہار اس نے کیا، اور انسانوں کو استعمالات کی لفظی غلطی سے جو گمراہیاں پہلے پیش آچکی تھیں، ان سے اُن کو محفوظ رکھا،

ہر زبان میں اس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کے لیے کچھ نہ کچھ الفاظ ہیں جن کو کسی خاص تخیل اور نصب العین کی بنا پر مختلف قوموں نے اختیار کیا ہے، اور گو اونکی حیثیت اب علم اور نام کی ہے تاہم وہ درحقیقت پہلے پہل کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھکر استعمال کیے گیے ہیں، ہر قوم نے اس علم اور نام کے لیے اسی وصف کو پسند کیا ہے جو اس کے نزدیک اس خالق ہستی کی سب سے بڑی اور سب سے ممتاز صفت ہو سکتی تھی،

اسلام نے خالق کے لیے جو نام اور علم اختیار کیا ہے وہ لفظ **اَللّٰہُ** ہے۔ اللہ کا لفظ اصل میں کس لفظ سے نکلا ہے، اس میں اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے، مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ وِلَاہٌ سے نکلا ہے، وَلَاہٌ اور وَلَہٌ کے اصل معنی عربی میں اوس "غم محبت" اور "تعلق خاطر" کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے، اسی سے بعد کو مطلق "عشق و محبت" کے معنی پیدا ہو گئے، اس لیے اللہ کے معنی، محبوب اور پیارے کے ہیں جس کے عشق و محبت میں، کائنات کے دل سرگرداں متحیر اور پریشان ہیں، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قرآن مجید کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے، اللہ کا ترجمہ وہ ہندی میں "من موہن یعنی دلوں کا محبوب" کیا کرتے تھے،

قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے، وہ "رحمان" اور "رحیم" ہے، ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں، یعنی "رحم والا" "مہربان" "لطف و کرم والا" اور پھر یہی اوصاف قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، ہر نماز میں کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے، کیا اس سے بڑھکر اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے

تخیل کو واضح کرنے کے لیے کوئی دلیل مطلوب ہے، لفظ اَللّٰہ کے بعد اسلام کی زبان مین خدا کا دوسرا اعظم یہی لفظ "رحمان" ہے، جو رحم وکرم اور لطف و مہر کے معنی مین صفت مبالغہ کا لفظ ہے قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کے بیسیون اوصافی نام ہین، احادیث مین اس کے ننانوے نام گنائے گیے ہین، ان ناموں مین اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے جلالی وجمالی اوصاف آگئے ہین لیکن استقصا کرو تو معلوم ہوگا کہ ان مین بڑی تعداد انہین ناموں کی ہو جن مین اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور مہر و محبت کا اظہار ہے، قرآن مجید مین اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف اَلْوَدُوْدُ (سورۂ ذات البروج) آیا ہے جس کے معنی "محبوب" اور "پیارے" کے ہین، کہ وہ سرتاپا مہر و محبت، اور عشق و پیار ہے، اس کے سوا خدا کا ایک اور نام اَلْوَلِیُّ ہے جس کے لفظی معنی "یار" اور "دوست" کے ہین، خدا کا ایک اور نام قرآن مجید مین بار بار استعمال ہوا ہے وہ اَلرَّؤُفُ ہے، "روف" کا لفظ "رأفت" سے نکلا ہی، رأفت کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہین جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے، اسی طرح خدا کے لیے قرآن مجید مین ایک اور نام حَنَّانٌ آیا ہے جو حَنٌّ سے مشتق ہی "حنّ" اور "حنین" اوس سوز دل اور محبت کو کہتے ہین جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، یہ الفاظ ان مجازی اور استعارانہ معانی کو ظاہر کرتے ہین، جو اسلام نے خالق ومخلوق اور عبد ومعبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لیے اختیار کئے ہین،

ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مین اللہ تعالیٰ کے جو اسما اور صفات مذکور ہین، اُن کو بھی اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہئے اس کا نام غَفَّار (بخشش کرنے والا) غَفُوْر (بخشنے والا) سَلَامٌ (امن وسلامتی) ہے کہ وہ سرتاپا اپنے بے پناہ بندون کے لیے امن اور سلامتی ہے، پھر وہ مُؤمِنٌ (امن دینے والا) ہے، وہ اَلْعَدْلُ یعنی سرتاپا انصاف ہے، اَلْعَفُوُّ (معاف کرنے والا) ہے اَلْوَھَّابُ (عطا کرنے والا) اَلْحَلِیْمُ (بردبار) اَلصَّبُوْرُ

(بندون کی گستاخیون پر صبر کرنے والا) اَلتَّوَّابُ (بندون کے حال پر رجوع ہونے والا) اَلبَرّ (نیک اور مجسم خیر) اور اَلمُقسِطُ (منصف اور عادل) ہے،

توراۃ کے اسفار اور انجیل کے صحیفون کا ایک ایک ورق ڈھونڈو۔ کیا اللہ تعالی کے لیے یہ پر محبت یہ سراپا مہر و کرم اسمار و صفات کی یہ کثرت تم کو وہان ملیگی؟ اسلام اللہ تعالی کے لیے مان اور باپ کا لفظ یہود و نصارٰی اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہین سمجھتا، مگر اوس لطف احساس اور مہر و کرم کے جذبات و عواطف سے وہ بے بہرہ نہین، جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایۂ روحانی سمجھتے ہین، مگر بات یہ ہے کہ ان روحانی جذبات اور معنوی احساسات کے ساتھ وہ شرک و کفر کی اُس ضلالت اور گمراہی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے، جو ذراسی لفظی غلط فہمی سے، مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھکر، پاک اور سرتاپا روحانی معانی کو مادی اور مجسم یقین کر لیتے ہین، اور اس لیے وہ اوس بلند تر توحید کی سطح سے بہت نیچے گر کر سررشتۂ حقیقت کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہین،

اسلام متکلم ازل کا آخری پیغام ہے اس لئے ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کی لغزشون سے پاک و مبرا ہو، حقائقِ روحانی کی تعبیر کے لیے یقیناً مادی اور جسمانی استعارات اور مجازات سے چارہ نہین تاہم ایک دائمی مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان استعمالات کی غلطیون اور غلط فہمیون سے محفوظ رکھے، چنانچہ اسلام نے اسی بنا پر ان استعارات اور مجازات کے استعمال مین بڑی احتیاط برتی ہے اور خدا کے مہر و کرم اور عشق و محبت کے تذکرون کے ساتھ ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہین کر دیا ہے، قرآن مجید اور احادیث روحانی عشق و محبت کے اون ولاویز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہین، بااین ہمہ وہ انسان کو بیٹا اور خدا کو باپ نہین کہتا کہ عبد و معبود کے تعلقات کے اظہار کے لیے اس کے نزدیک یہ کوئی بلند تر تعبیر نہین، وہ خدا کو ربّ

(باپ) کے بجائے "رب" کہکر پکارتا ہے، وہ اس کو تمام دنیا کا باپ نہین بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے

"اب اور رب" ان دونون لفظون کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ عیسائیون اور یہودیون کا تخیل، اسلام کے مطمح نظر سے کس درجہ پست ہے، اب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص کیفیت اور مدت سے لیکر ایک محدود عرصہ تک رہتا ہے، اس کے وجود مین اس کو یک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہے، مگر اس کے قیام و بقا، زندگی، ضروریات زندگی، سامان حیات نشو و نما اور ارتقا رکسی چیز مین اوسکی ضرورت نہین ہوتی، عہد طفلی تک شاید کچھ اور واسطہ ہو، اس کے بعد تو بچہ اپنے والدین سے الگ مستقل اور بے نیاز زندگی بسر کرتا ہے، مگر ذرا غور کرو کیا عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان جو ربط و تعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے، کیا بندہ اپنے خدا سے ایک دم اور ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے، کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے!

ربوبیت (پرورش) عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک قائم رہتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے منقطع نہین ہو سکتا، جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے، وہ گہوارۂ عدم سے لیکر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر موجودات کا ہاتھ تھامے رہتا ہے، وہ ذرہ ہو یا ایتھر، قطرۂ آب ہو، یا قطرۂ خون مضغۂ گوشت ہو یا مشت استخوان، شکم مادر مین ہو یا اوس سے باہر، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ ہو یا بوڑھا، کوئی آن کوئی لمحہ، رب کے مہر و کرم اور لطف و محبت سے استغنا اور بے نیازی نہین ہو سکتی،

علاوہ ازین باپ اور بیٹے کے الفاظ سے مادیت، جسمانیت، ہمجنسی، اور برابری کا جو تخیل پیدا ہوتا ہے، اس سے لفظ رب کتقلم پاک ہے اور اس مین ان ضلالتون اور گمراہیون کا خطرہ نہین جن مین نصرانیت اور یہودیت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے،

اب ہم کو ان آیتوں اور حدیثوں کو آپکے سامنے پیش کرنا ہے جن سے روشن ہو کہ اسلام کا سینہ اوس ازلی و ابدی عشق و محبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے اور خمخانۂ الست کی سرشاری کی یاد بھٹکے ہوئے انسانوں کو کس طرح دلا رہا ہے، اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے، ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت "حُبِ الٰہی" ہے، اور یہ وہ دولت ہے جو اہل ایمان کی پہلی جماعت کو عملاً نصیب ہو چکی تھی، زبان الٰہی نے شہادت دی،

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (بقرہ) — جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں

اس نشۂ محبت کے سامنے باپ، ماں، اولاد، بھائی، بیوی، جان، مال، خاندان سب قربان اور نثار ہو جانا چاہیے ارشاد ہوتا ہے،

اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ (توبہ)

اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیویاں، اور تمھارا کنبہ، اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے اور وہ سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب اور پیارا ہے تو اس وقت تک انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے۔

ایمان کے بعد بھی اگر نشۂ محبت کی سرشاری نہیں ملی تو وہ بھی جادۂ حق سے دوری ہے چنانچہ جو لوگ کہ راہ حق سے بھٹکنا چاہتے تھے ان کو پکار کر سنا دیا گیا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (مائدہ)

مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائیگا تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ ایسے لوگوں کو کھڑا کریگا جنکو وہ پیار کریگا اور وہ اس کو پیار کرینگے

حضرت مسیح نے کہا "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے، تم کو زید کی محبت کا دعوی ہے، مگر نہ تمھارے دل مین اُس کے دیدار کی تڑپ ہے، نہ تمھارے سینہ مین صدمۂ فراق کی جلن اور نہ آنکھون مین ہجر وجدائی کے آنسو ہین، تو کون تمھارے دعوی کی تصدیق کریگا، اسی طرح خدا کی محبت اور پیار کے مدعی تو بہتیرے ہو سکتے ہین مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادی نشانیان اور ظاہری علامتین اُس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، خدا کے رسول کو اس اعلان کا حکم

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ	اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو کہ
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)	خدا بھی تم کو پیار کریگا،

طبقات انسانی مین متعدد ایسے گروہ ہین جن کو خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے،

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (مائدہ)	خدا نیکی کرنے والون کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ)	خدا توبہ کرنے والون کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران)	خدا توکل کرنے والون کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ)	خدا منصف مزاجون کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ)	خدا پرہیزگارون کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ (صف)	خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستہ مین لڑتے ہین،
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران)	اور خدا صبر کرنے والون کو پیار کرتا ہے،
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ)	اور خدا پاک صاف لوگون کو پیار کرتا ہے،

دنیا کے عیش ومسرت، باغ وبہار، شادی وخوشی مین اگر کوئی خیال کا تماشا

چھپتا ہی، اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو، فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیون کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم ہے، اور دوسرے کا نام خوف و دہشت ہے، غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہین، جو انسان کے پہلو مین ہمیشہ چبھتے رہتے ہین لیکن جو محبوب حقیقت کے طلبگار اور اس کے والہ و شیدا ہین، انکو بشارت ہے کہ اونکا چمنستان عیش اس خارزار سے پاک ہوگا،

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاۤءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس) — ہان! خدا کے دوستون کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے،

محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگذر اور عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہی اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے، اسلام کا خدا تمامتر رحم ہے، اس کی رحمت کے فیض سے عرصۂ کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے، اوسکا نام رحمان و رحیم ہے، جو کچھ یہان ہے سب اوسکی رحمت کا ظہور ہے، وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو، اسی لیے اوسکی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے، مجرم سے مجرم اور گنہگار سے گنہگار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار ہے، گنہگارون اور مجرمون کو وہ اپنے بندے کہکر تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے،

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ۚ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (زمر) — اے پیغمبر! میرے ان بندون کو پیام پہنچا دے، جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہون، اللہ یقیناً تمام گناہون کو بخش سکتا ہی کہ وہی بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہی،

فرشتے حضرت ابراہیم کو بشارت سناتے ہین تو کہتے ہین،

فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ — نا امیدون مین سے نہ ہو،

خلیل اللہ اس رمز سے ناآشنا نہ تھے، کہ رتبۂ خلت محبت سے مافوق ہے، جواب دیا:

وَمَا يَقْنَطُ عَنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الضَّالُّونَ (حجر) — اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگون کے سوا کوئی اور مایوس نہین ہوتا،

خدا پر بندون کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہین، مگر اُس نے خود اپنی رحمت کے اقتضا سے اپنے اوپر کچھ چیزین فرض کرلی ہین، منجملہ ان کے ایک **رحمت** ہے، خدا مجرمون کو سزا دے سکتا ہے وہ گنہگارون پر عذاب بھیج سکتا ہے، وہ سیہ کارون کو اُن کی گستاخیون کا مزہ چکھا سکتا ہے وہ غالب ہے، وہ قاہر ہے، وہ جبار ہے، وہ منتقم ہے، لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفار و غفور ہے، رحمان و رحیم ہے، رؤف و عفو ہے، اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ اُس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود بخود عاید کرلی ہے، اور اپنے اوپر اُس کو فرض گردان لیا ہے،

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام) — اللہ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کرلیا ہی

قاصد خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گنہگار بندون کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ اور تسلی کا یہ پیام دو کہ اس کا باب رحمت ہر وقت کھلا ہے:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (انعام)

اے پیغمبر! جب تیرے پاس وہ آئین جو میری آیتون پر یقین رکھتے ہین تو ان کو کہہ کہ تم پر سلامتی ہو، تمھارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندون پر مہربان ہونا لازم کرلیا ہی، کہ جو کوئی تم مین سے براہِ نادانی برائی کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک بنے تو بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہی،

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہین

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف)   اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

بخاری و ترمذی وغیرہ صحیح حدیثون مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کیا تو اس نے اپنے دست خاص سے اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کرلی، ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ "اگر مومن کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کے پاس کتنا عذاب ہے تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا، اور اگر کافر کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا" یہ اسلام کے تخیل کی صحیح تعبیر ہے، بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب سے گنہگارون کو بشارت سناتا ہے کہ "اے آدم کے بیٹو! جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے اور مجھ سے آس لگائے رہوگے مین تمھین بخشتا رہونگا، خواہ تم مین کتنے ہی عیب ہون، مجھے پروا نہین، اے آدم کے بیٹو! اگر تمھارے گناہ آسمان کے بادلون تک بھی پہنچ جائین، اور پھر تم مجھ سے معافی چاہو تو مین معاف کردون خواہ تم مین کچھ ہی عیب ہون مجھے پروا نہین، اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمھارے گناہون سے بھری ہو، پھر تم ہمارے پاس آؤ، اور میرا کسی کو شریک نہ بناتے ہو، تو مین بھی تمھارے پاس پوری زمین بھر مغفرت لیکر تمھارے پاس آؤن" کیا انسانون کے کانون نے اس رحمت، اس محبت، اس عفو عام کی بشارت کسی اور قاصد کی زبان سے بھی سنی ہے؟

حضرت ابوایوب صحابی کی وفات کا وقت جب قریب آیا، تو انھون نے لوگون سے کہا کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ "اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی کہ وہ اس کو بخشتا" یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گنہگارون ہی کی تلاش ہے کہ نکوکارون کو تو سب ڈھونڈتے ہین، مگر گنہگارون کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے،

دنیا مین انسانون کے درمیان جو رحم و کرم اور مہر و محبت کے عناصر پائے جاتے ہین جنکی بناپر دوستون عزیزون، قرابت دارون، اولادون مین میل ملاپ اور باہم محبت ہے

اور جسکی بنا پر دنیا مین عشق و محبت کے یہ مناظر نظر آتے ہین تم کو معلوم ہے کہ یہ اس شاہد حقیقی کے سرمایۂ محبت کا کتنا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے، ان مین سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا، جس کے اثر سے وہ ایک دوسرے پر باہم رحم کیا کرتے ہین، باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہین"[1] اس لطف وکرم، اور مہر و محبت کی بشارتین کس مذہب نے انسانون کو سنائی ہین، اور کس نے گنہگار انسانون کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے؟

صحیح بخاری مین ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص شراب خواری کے جرم مین بار بار گرفتار ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش ہوا، صحابہ نے تنگ آکر کہا، "خداوندا! تو اپنی لعنت اس پر نازل کر کہ یہ کس قدر بار بار لایا جاتا ہے"، رحمۃ للعالمین کو صحابہ کی یہ بات ناپسند آئی، فرمایا "اس پر لعنت نہ کرو کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے"۔

ابن ماجہ مین ہے کہ مدینہ مین ایک غریب مسلمان نے وفات پائی، اس کا غم کس نے کیا ہوگا! ہان اس دل نے جو دنیا کا غم خوار بنکر آیا تھا، اس کے فراق ظاہری سے چہرۂ مبارک پر اندوہ و ملال کے آثار تھے، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم! آپ کو اس مرنے والے کی موت کا غم ہے، فرمایا "ہان کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت تھی" اس غریب مین اس محبت کا اثر یہ تھا کہ وہ ہمیشہ زور زور سے قرآن پڑھا کرتا تھا، صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک صاحب کو کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا تھا، وہ جب نماز پڑھاتے تھے، تو ہر نماز مین ہر سورہ کے آخر مین قل ھو اللہ ضرور پڑھتے تھے، جب سفر سے یہ جماعت لوٹ کر آئی تو خدمت اقدس مین حاضر ہو کر اس نے یہ واقعہ عرض کیا، فرمایا ان سے پوچھو کہ اب وہ ایسا کیون کرتے ہین، لوگون نے پوچھا تو انھون نے جواب دیا کہ یہ مین اس لیے کرتا ہون کہ اس سورہ مین رحم والے خدا کی صفت بیان ہے

[1] یہ حدیث دوسری صحیح کتابون مین بھی ہے مگر پیش نظر اس وقت جامع ترمذی ہے (ابواب الدعوات)۔

تو مجکو اس کے پڑھنے سے محبت ہی"، فرمایا" ان کو بشارت دو کہ وہ رحم والا خدا بھی ان سے محبت کرتا ہی"

صحیح بخاری اور مسلم مین متعدد طریقون سے حضرت انس سے روایت ہی کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے خدمت والا مین حاضر ہوکر دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! قیامت کب آئیگی" فرمایا، تم نے اس کے لیے کیا سامان رکھا ہی" نادم ہوکر شکستہ دلی سے عرض کی" کہ یا رسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازون کا نہ روزون کا اور نہ صدقات وخیرات کا بڑا ذخیرہ ہی جو کچھ سرمایہ ہے وہ خدا اور رسول کی محبت کا ہے اور بس!" فرمایا" تو انسان جس سے محبت کریگا، وہ اسی کے ساتھ رہیگا" صحابہ نے اس بشارت کو سنکر اس دن بڑی خوشی منائی،

صحیح مسلم کی روایت ہی، کہ آپنے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتۂ خاص جبرئیل سے اس کا تذکرہ کرتا ہی، کہ مین فلان بندہ کو پیار کرتا ہون، تو جبرئیل بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور آسمان مین پکار دیتے ہین، کہ خدا اس بندہ کو پیار کرتا ہے تم بھی پیار کرو، تو آسمان والے بھی اوسکو پیار کرتے ہین، اور پھر زمین مین اوسکو ہر دلعزیزی اور حسن قبول حاصل ہوتا ہے،

ترمذی مین ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رسول اللہ صلعم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ "میرا بندہ اپنی طاعتون سے میری قربت کو اس قدر ڈھونڈھتا ہے کہ مین اس سے محبت کرنے لگتا ہون، یہانتک کہ مین اوسکی وہ آنکھ ہوجاتا ہون جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بنجاتا ہون جس سے وہ سنتا ہی، وہ ہاتھ بنجاتا ہون جس سے وہ پکڑتا ہے"،

امام بزار نے مسند مین حضرت ابو سعید سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "مین ان لوگون کو پہچانتا ہون جو نبی ہین اور نہ شہید ہین، لیکن قیامت مین ان کے مرتبہ کی بلندی پر انبیا، اور شہدا بھی رشک کرینگے، یہ وہ لوگ ہین جن کو خدا سے محبت ہے اطتجم کو خدا پیار کرتا ہے، وہ اچھی باتین بتاتے ہین اور بری باتون سے روکتے ہین" الخ

ترمذی مین حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمھین اپنی نعمتین عطا کرتا ہے، اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میری اہل بیت سے محبت کرو،

جو کچھ اسلام کی تعلیم تھی، وہ پیغمبر اسلام کی عملی زندگی تھی،

عام مسلمانون مین پیغمبر اسلام کا لقب "حبیب خدا" ہے دیکھو کہ حبیب و محبوب مین خلت اور محبت کے کیا کیا ناز و نیاز ہین، آپ خشوع و خضوع کی دعاؤن مین، اور خلوت کی ملاقاتون مین کیا ڈھونڈھتے اور کیا مانگتے تھے، کیا چاہتے اور کیا سوال کرتے تھے؛ امام احمد اور بزار نے مسند مین، ترمذی نے جامع مین، حاکم نے مستدرک مین، اور طبرانی نے معجم مین متعدد صحابیون سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلعم اپنی دعاؤن مین محبت الٰہی کی دولت مانگا کرتے تھے، انسان کو اس دنیا مین سب سے زیادہ محبوب اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان ہو، لیکن محبوب خدا کی نگاہ مین یہ چیزین ہیچ تھین، دعا فرماتے تھے خداوندا!

اسئل حبك وحب من يحبك وحب عمل يقرب الى حبك (احمد، ترمذی، حاکم)	مین تیری محبت مانگتا ہون، اور جو تجھ سے محبت کرتا ہو اوس کی محبت، اور اس کام کی محبت جو تیری محبت سے قریب کردے
اللهم اجعل حبك احب الىّ من نفسى واهلى ومن الماء البارد، (ترمذی، حاکم)	الٰہی تو اپنی محبت کو جان سے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر مین محبوب بنا،

عرب مین ٹھنڈا پانی، دنیا کی تمام دولتون اور نعمتون سے زیادہ گران اور قیمتی ہے لیکن حضور کی پیاس اس مادی پانی کی خنکی سے نہین سیر ہوتی تھی وہ صرف محبت الٰہی ہی کا زلال خالص تھا جو اس تشنگی کو تسکین دیسکتا تھا، عام انسان، روٹی سے جیتے ہین، مگر ایک عاشق الٰہی (مسیح) کا قول ہے کہ "انسان صرف روٹی سے نہین جیتا" پھر وہ کون روٹی ہے جس کو کھا کر انسان

کبھی سیر نہیں ہوتا، حضور دعا فرماتے ہیں،

اللھم ارزقنی حبک وحب من ینفعنی — خداوندا! تو مجھے اپنی محبت اور اسکی محبت جو تیری محبت

من حبک (ترمذی) — کی راہ میں نافع ہو مجھے روزی کر،

عام ایمان، خدا اور رسول پر یقین کرنا ہے، مگر جانتے ہو کہ اس راہ کی آخری منزل کیا ہے؟

صحیحین میں ہے:

من کان اللہ ورسولہ احب — یہ کہ خدا اور رسول کی محبت کے آگے تمام ماسوا

الیہ مما سواہما — کی محبتیں ہیچ ہو جائیں،

بعض مذاہب کو اپنی اس تعلیم پر ناز ہے کہ وہ انسانوں کو یہ سکھاتے ہیں، کہ وہ اپنے خدا کو ماں، باپ سمجھیں اور اُن سے اوسی طرح محبت کریں، اور چونکہ اسلام نے اس طریقۂ تعبیر کو اس بنا پر کہ وہ شرک کا راستہ ہے، ممنوع قرار دیا ہے، اس لیے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام محبت الٰہی کے مقدس جذبات سے محروم ہے، لیکن جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ نہیں بلکہ اسلام کی بلندی نظر اور محبت کا علوئے معیار ان مذاہب کے پیش کردہ نظر و معیار کو پست تر اور فروتر سمجھتا ہے، قرآن مجید کی یہ آیت پاک بھی اس دعوای کے ثبوت میں پیش کی جا چکی ہے،

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم — تم خدا کو اوسطرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد

او اشد ذکرا — کرتے ہو بلکہ اس سے بہت زیادہ،

احادیث سے ہمارا یہ دعوی اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے، لڑائی کا میدان ہے، دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، ماں بچہ سے، بچہ ماں سے الگ ہے، اسی حال میں ایک عورت آتی ہے، اس میدان حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اوسکو سامنے نظر آتا ہے

بچہ کے جوش محبت میں اس کو چھاتی سے لگالیتی ہے، اور اسکو دودھ پلادیتی ہے، رحمۃ للعٰلمین کی
نظر پڑتی ہے، صحابہ سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو اپنے ہاتھ
سے دہکتی آگ میں ڈال دے؟" لوگوں نے عرض کی "ہرگز نہیں" فرمایا تو جتنی محبت ماں کو اپنے
بچہ سے ہے خدا کو اپنے بندوں سے اس سے بہت زیادہ محبت ہے، (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد)

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لارہے ہیں، ایک عورت اپنے بچہ کو گود
میں لیکر سامنے آتی ہے، اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت
ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اوس سے زیادہ نہیں ہے؟" فرمایا "ہاں" بیشک اس سے
زیادہ ہے" بولی "تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کریگی" یہ سنکر فرط اثر سے
آپ پر گریہ طاری ہوگیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا "خدا اُس بندہ کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک
کو دو کہتا ہے، (سنن نسائی، باب مایرجی من الرحمۃ)

آپ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ایک صحابی چادر میں ایک پرند کو مع اس کے بچوں
کے باندھ کر لاتے ہیں، اور واقعہ عرض کرتے ہیں کہ "یا رسول اللہ! میں نے ایک جھاڑی سے ان
بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا، ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ذرا سا
کپڑے کو کھولدیا تو وہ فوراً آکر میرے ہاتھ پہ بچوں پر گر پڑی" ارشاد ہوا "کیا بچوں کے ساتھ ماں کی
اس محبت پر تم کو تعجب ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجکو حق کے ساتھ مبعوث کیا، جو محبت اس
ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے، خدا کو اپنے بچوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے" (مشکوٰۃ
بحوالہ ابوداود باب رحمۃ اللہ)

مبانی خمخانۂ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاودان کا آخری نغمہ
خوان عندلیب، نظارۂ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستور ازل کے چہرۂ زیر نقاب کا پہلا بند کشا،

زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے، مرض کی شدت ہے، بدن بخار سے جل رہا ہے، اٹھکر چل نہیں سکتا لیکن یک بیک وہ اپنے میں ایک اعلان خاص کی طاقت پاتا ہے، مسجد نبوی میں جان نثار حاضر ہوتے ہیں، سب کی نظریں حضور کی طرف لگی ہیں، نبوت کے آخری پیغام سننے کی آرزو ہے، دفعۃً لب مبارک وا ہوتے ہیں، تو یہ آواز آتی ہے، لوگو! میں خدا کے سامنے اس بات کی برأت کرتا ہوں کہ انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے، میرا پیار صرف ایک ہی ہے، وہی جس نے ابراہیم کو اپنا پیارا بنایا" یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا، عین حالت نزع میں زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا، "خداوندا! بہترین رفیق" (صحیح بخاری وفات)

پروفیسر نکلسن ایک دفعہ غور سے ان صفحات کو پڑھ لیں، یہ سچ ہے، کہ اسلام رحمت الٰہی کے ساتھ غضب الٰہی کا بھی معتقد ہے، مگر جانتے ہو کہ اسلام کے عقیدہ میں اوسکی رحمت و غضب کا باہمی توازن کیا ہے، خدا فرماتا ہے،

رحمتی سبقت غضبی (بخاری) میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے،

بائبل اور تحریم مے نوشی

نوشتہ:

مورس اے فلیپ صاحب

مترجمہ:

ظہیر احسن صاحب پھلواروی متعلم دار العلوم ندوہ،

دار العلوم ندوہ کے ایک ہونہار طالب العلم کی یہ علمی ومذہبی کوشش، امید ہے کہ قدر کے قابل ہوگی ندوہ نے انگریزی داں علما پیدا کرنیکی جس تجویز پر عمل کیا اس کے مفید نتائج کی یہ مضمون ایک واضح دلیل ہے

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ انجیل نے شراب کے استعمال یا شراب سازی اور اسکی بیع وشرا کو کبھی ناجائز نہیں کیا، فی الحقیقت ایسی بات کا اشارۃً بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ذات بابرکات کی طرف منسوب کرنا بڑی ہی گستاخی ہو کہ اگر وہ دنیا میں ہوتے تو ایک ایسی رسم کی تائید کرتے جس سے قتل وغارتگری، تباہی وبربادی کو فروغ ہوتا، وہ لوگ صرف ایک دلیل اپنے قول کے اثبات میں پیش کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی مسیح علیہ السلام نے باوجود اسکے کہ آپ کے زمانہ میں شراب کا استعمال جاری تھا لیکن منع نہیں فرمایا نیز کہ انجیل نے متعدد بار شراب نوشی کا تذکرہ کیا ہے لیکن کہیں بھی اسے ناجائز نہیں ٹھہرایا ہے، مگر اسی طور سے بہتیرے افعال جو مسلمہ طور سے قبیح اور برے ہیں ان کا بائبل میں ذکر ہی نہیں، یا کم از کم صریح الفاظ میں انکو ممنوع قرار نہیں دیا گیا، رومتہ الکبریٰ کے ظلم وتعدی کی کوئی حد نہیں تھی لیکن کہیں بھی حضرت مسیح کی کوئی مذمت اسکے متعلق ہم لوگ نہیں پاتے بلکہ برخلاف اسکے آپ نے فرمایا "جو چیزیں قیصر کی ہیں قیصر کو دیدو" نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کہیں بھی عورتوں کی گری ہوئی پوزیشن کے متعلق صریحاً کچھ نہیں فرمایا، غلامی کے خلاف بھی آپ نے کوئی آواز بلند نہ فرمائی، تو کیا یہ برے نہیں سمجھے جائینگے؟

اصل یہ ہے کہ عبرانی زبان میں مختلف الفاظ مختلف شرابوں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، یونانی زبان میں شراب کے اوصاف اور اقسام کا بہت کم لحاظ کیا گیا ہے، صرف ایک ہی لفظ ہر قسم کی شراب کے لئے ہے انگریزی میں بھی یہی حال ہے، اس لئے وہ باریک فرق جو عبرانی زبان کے مختلف ہم معنی الفاظ میں پایا جاتا ہے ہماری زبانوں میں مفقود ہوجاتا ہے، لہذا ہمارے استدلال کا معیار عبرانی انجیل ہونی چاہئے اس کے تراجم نہیں،

عبرانی ایک محدود زبان ہے لیکن اس میں مترادفات کے ذخیرے حیرت انگیز ہیں اس میں گیارہ مختلف الفاظ ہیں جن کا ترجمہ "انگوری شراب" کیا جاتا ہے ایسی زبان جس میں ایک درجن الفاظ کا مرادف صرف ایک ہی لفظ ہو وہ باریک مگر ضروری فرق کا کیسے لحاظ کرسکتی ہے بلکہ معنی کے اکثر ضروری پہلو زائل ہوجاتے ہیں، وہ گیارہ الفاظ جن کا ترجمہ ہم انگوری شراب کرتے ہیں سب کے معنی نہ تو محض انگوری شراب کے ہیں اور نہ نشئی شراب کے بلکہ وہ چیز جو پینے کے لئے انگوری شراب سے بنائی جاتی ہے مراد ہے ہمارے قول کا ثبوت عبرانی بائبل کے تین الفاظ اور ان کے معنی سے ملتا ہے، لہذا ہر ایک کو فرداً فرداً بیان کیا جاتا ہے،

(۱) پہلا لفظ یائیں ہے عبرانی بائبل میں اس کا استعمال ایک سو چالیس مرتبہ ہوا ہے یہ ایک عام لفظ ہے اس کے معنی بلا لحاظ اوصاف نشئی اور غیر نشئی شراب کے ہیں، اسی سبب سے شراب کی بحث میں تمام اختلافات اور گڑبڑ بائبل سے پیدا ہوئی، اس کے معنی تمام قسم کے شربت جو انگور سے پینے کے لئے تیار کئے جائیں، ذیل میں ان مقامات کی تصریح ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں،

پیدایش: ۹-۲۱، سموال: ۱-۱۴- اشعیا: ۵-۱- نحمیا: ۵-۱۵- اشعیا: ۵۵-۱، آستر: ۱-۷- صفنیا: ۱-۱۳- اس کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ لفظ یائیں دونوں موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی جہاں عنایات و مہربانیاں دکھائی گئیں ہیں یا غیظ و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس لفظ کی وجہ سے اختلافات پیدا ہوتے ہیں، جب کبھی مقدس مترجموں کو اس لفظ کے دونوں معنی کی تصریح کرنی ہوتی ہے یعنی "یائیں نشئی" اور "یائیں غیر نشئی" تو انہیں کسی خاص محاورہ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لہذا ان دونوں

لفظوں کی صراحت ضروری ہے،

(۲) (Tirosh) ٹیروش کے معنی بے خمیر غیر منشی شراب کے ہیں، اس کا استعمال نیک اور اچھے لوگ کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ آسمانی ستایش کا موجب رہی ہے، یہ عبرانی بائبل میں ۳۸ جگہ مذکور ہے، اور اس کا ذکر اکثر گندم اور روغن کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس کی جگہ خدا کی خاص نعمتوں میں ہے جہاں یہ الفاظ استعمال کئے گئے اون کی تصریح حسب ذیل ہے:-

پیدایش: ۲۷-۲۸ عدد: ۱۸-۱۲- استثنا: ۱۲-۱۷- قضاۃ: ۹-۱۳ سلاطین دوم: ۱۸-۳۲- ایام دوم: ۳۱-۵- نحمیا: ۵-۱۱- زبور: ۴-۷- امثال: ۳-۱۰- اشعیا: ۲۴-۷- یرمیا: ۳۱-۱۲- ہوشیع: ۲-۸- یوئیل: ۱-۱۰- میکا: ۶-۱۵- حجی: ۱-۱۱- زکریا: ۹-۱۷ ہر ذی عقل شخص ان مواقع کو جہاں اس کا استعمال ہوا ہے پڑھنے کے بعد بخوبی سمجھ لے گا کہ یہ ٹیروش ایسی ہی بے ضرر چیز ہے جیسے گندم اور روغن، ٹیروش، کا استعمال ہمیشہ غیر منشی شراب کے لئے ہے، بخلاف اس کے عبرانی بائبل میں ایک دوسرا لفظ ہے جو ہمیشہ خمیر دار منشی شراب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ لفظ "شیکر" (Shekar) ہے، اس کا استعمال برابر مذموم اور برا کیا گیا ہے، اور نیز ممنوع بھی ہے، یہ عبرانی بائبل میں بیالیس موقعوں پر آیا ہے، انیس[۱۹] مرتبہ بطور فعل اور تئیس[۲۳] بار بطور اسم مستعمل ہے، انگریزی بائبل میں اس کا ترجمہ "قوی شراب" ہے اس لفظ کو جہاں کہیں بطور اسم استعمال کیا گیا ہے اس کی صراحت بہتر ہے لہذا اون الفاظ کے استعمال کی تصریح درج ذیل ہے:-

احبار: ۱۰-۹- عدد: ۲۸-۷- استثنا: ۲۹-۶- قضاۃ: ۱۳-۴- سموال یکم: ۱-۱۴- امثال: ۲۰-۱ اشعیا: ۵-۱۱- میکا: ۲-۱۱- ان لفظوں کے مطالعہ کے بعد ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بائبل نے ہرگز شراب کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے، بلکہ اوس کو مذموم اور ناجائز قرار دیا ہے، اس کا ثبوت پرانے عہدنامہ یعنی توراۃ و زبور کے اس ترجمہ سے ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۲۰۰ برس پہلے کیا گیا تھا، لفظ یائین "Yayin" کا ترجمہ ہمیشہ لفظ اوائنوس (Oinos) سے کیا گیا ہے، اس سے ایک حد تک مغالطہ

پڑتا ہے، غالباً اس لئے کہ یونانی زبان میں مترادف الفاظ بہت کم ہیں، اس زبان میں "بے خمیر غیر نشی شراب" کے لئے کوئی خاص لفظ نہیں، اور شاید یہی بہترین لفظ تھا جو اس مطلب کو ادا کرنے کے لئے استعمال کیا گیا، اس لئے کہ شراب کی ہر قسم کے لئے 'اوئنس' (oinos) ہی کا لفظ موضوع ہے، لیکن لفظ 'شیکر' (Shekar) یعنی خمیر دار نشی شراب کا ترجمہ 'اوئنس' سے نہیں کیا گیا، اس لئے یہ بین ثبوت ہے کہ 'شیکر' سے ایک ہی قسم کی شراب مراد نہیں، ان دو لفظوں میں بہت بڑا فرق ہے، سات بار لفظ 'شیکر' کا ترجمہ یونانی بائبل میں لفظ میتھو (Methusma) سے کیا گیا ہے جس کے معنی "میں مخمور ہوں" ہوتے ہیں، بارہ جگہ لفظ 'شیکر' کو ہیلنک زبان کے لفظ 'سیکرا' سے تعبیر کیا گیا اس صورت سے یہ لفظ نئے عہد نامہ میں بھی ایک بار درج ہے جب یہ خیال کیا جائے کہ مترجمین نے لفظ شیکر کے ترجمہ میں ایسا طرز اختیار کیا ہے کہ ترجمہ کا ابتذال ظاہر ہو جاتا ہے، یہ سب باتیں پوری طرح ثابت کرتی ہیں کہ بائبل اعتدال کو پسند کرتی ہے، شراب کو مذموم و ممنوع اور اس کے خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیتی ہے،

معارف:

عین اس وقت جب یہ مضمون چھپنے کے لئے مطبع میں جا رہا تھا، رانی کھیت کی "پہاڑی" سے ایک دوست مولوی راغب جیلانی صاحب بدایونی نے یاد فرمایا، خط میں تحریر تھا کہ آج کل یہاں (رانی کھیت میں) ایک عیسائی مصلح سے دوستانہ مذہبی گفتگو جاری ہے، وہ ٹمپرنس سوسائٹی کے ممبر ہیں اور ترک شراب نوشی کا وعظ کہتے پھرتے ہیں، انھوں نے اپنے عیسائی دوست سے کہا "کہ اگر یہ سچ ہے کہ شراب ایسی ہی بری چیز ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اس مذہب کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے جو نہ صرف یہ کہ شراب نوشی سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کے انبیا تک اس مذموم عادت میں گرفتار پائے جاتے ہیں، اوس کا ناسوتی خدا عمر کا سب سے پہلا معجزہ پانی کو شراب بنا کر پیش کرتا ہے اور پھر زندگی کے آخری لمحہ میں شراب کو اپنا خون بنا کر شاگردوں کو پلاتا ہے، اور اس وقت سے تو تم تک اوس کے نام پر یہ شراب نوشی مذہب کے مقدس رسموں میں داخل تھی اور آج

بھی رومن کیتھولک فرقہ میں داخل ہے،"

"اون کے عیسائی دوست نے جواب دیا کہ یہ مترجمین کی غلطی ہے جنھوں نے "بے ضرر افشردہ انگور" کو شراب سے تعبیر کر کے لوگوں کو غلطی میں ڈال دیا ہے چنانچہ اصل عبرانی میں یہ صحیح لفظ دیکھنا چاہئے"، چنانچہ عجب نہیں کہ یہ مضمون ہمارے عیسائی دوست کی تائید کے کام آئے گا،

اللہ اکبر! خیالات کا انقلاب بھی کس قدر حیرت انگیز منظر ہے، عیسائی ملکوں میں جب غلامی رائج تھی تو توراۃ و انجیل کی سطروں میں اوس کے جواز و حلت پر فقروں کے فقرے ملتے تھے، امریکہ کی نوآبادی نے جب یورپ کے عیسائی ملک گیروں میں باہم رشک اور مقابلہ پیدا کر دیا، اور اسپین اپنے کاشتکار غلاموں کی بھیڑ سے انگلستان کو صدمہ پہنچانے لگا تو غلامی کے عدم جواز کا قانون منظور ہوا، اور وہ خلاف انسانیت فعل ٹھہرا، اور پھر توراۃ و انجیل کے ہر صفحہ میں اوس کے عدم جواز اور حرمت کے احکام ملنے لگے، حالانکہ یہ وہی عیسائی قومیں تھیں جن سے ہر سال بغداد کے تخت نشین کشورکشا ایشیائے کوچک کے کسی نہ کسی شہر میں مسلمان گرفتار غلاموں کی رہائی کے لئے میلے لگایا کرتے تھے، جنگ صلیبی کے زمانہ میں جب ابن جبیر اسپین سے مکہ آتے ہوئے سسلی میں گذرتا ہے تو ان مسلمان غلاموں کی حالت پر وہ آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے،

کل تک شراب یورپ کے کلیساؤں میں جائز و مباح تھی، اور انبیا اور مقدسوں کا طرز عمل اس پر گواہ تھا لیکن آج جب جنگ عظیم نے یورپ کی اخلاقی کمزوریوں کا پردہ فاش کر دیا، اور ان کمزوریوں کی تہ میں شراب نوشی کی عادت بنیاد کا پتھر قرار پائی تو حکومت کے ایوانوں سے اس کی حرمت کے قانون اور مذہب کے کلیساؤں سے اُس کے عدم جواز کے فتوے صادر ہونے لگے، روس کی مملکت میں سب سے پہلے شراب کے خم توڑے جاتے ہیں، پھر امریکہ میں نہ صرف شراب پینا بلکہ اوس کی تجارت بھی حرام کی جاتی ہے، انگلستان کے شاہی محل سے "معصوم ذخیرہ" کا اخراج عمل میں آتا ہے، تو یکایک انیس[19] صدیوں کے بعد عیسائی مصلحین کو وہ فعل مذموم اور کم از کم تین چار صدیوں کے بعد ترجمہ کی غلطی بھی نظر آتی ہے، انگریزی ترجمہ کا رواج تو چند صدیوں سے زائد نہیں، کیا اس سے پہلے

جو بائبل کے الفاظ پڑھے جاتے تھے کیا وہ اگر اس فعل کو مذموم ٹھہراتے تھے تو کیا اس کے خلاف کوئی مذہبی آواز بائبل کے الفاظ کے حوالوں سے اٹھائی گئی،

توراۃ کو چھوڑ کر کل تک جب مسلمان عبرانی انجیل کا مطالبہ کرتے تھے تو عیسائی مناظر کہتے تھے کہ انجیل اصل میں یونانی میں لکھی گئی تھی، اب آج شراب کی بحث میں یہ کیا مدہوشی ہے کہ اسکی اصل اب عبرانی بتائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصل عبرانی میں شراب کے مختلف اقسام کے لئے مرادفات بکثرت ہیں، اور چونکہ یونانی میں ایک ہی دو لفظ تھے، اس لئے تراجم میں غلطی پیش آئی، یہی وہ موقع ہے جب صحیفۂ آسمانی کے اصل الفاظ کی تلاش و جستجو ہوتی ہے، لیکن وہ مذہب جو اب تک یہ نہ طے کر سکا کہ اوس کا صحیفۂ آسمانی درحقیقت پہلے کس زبان میں تھا وہ کیا کسی مسئلہ میں اپنی کتاب کے اصل الفاظ سے ثبوت پیش کر سکتا ہے،

کیا مورس اے فلیپ صاحب یا اون کے ہم خیال عیسائی مصلحین جن کو بائبل میں شراب مذموم اور حرام نظر آتی ہے، اور عبرانی میں تین قسم کے الفاظ شراب کے لئے اون کو ملتے ہیں، وہ بتا سکتے ہیں کہ نوح کی وہ کون سی شراب تھی، جس سے نشہ میں آکر انھوں نے اپنے کو ننگا کر لیا تھا، (تکوین ۹ - ۲۰) اقسام ثلثہ میں سے وہ کونسا، بے ضرر افسردہ انگور، تھا جس کو پلا کر لوط سے دو مرتبہ فرزند پیدا کرائے گئے، اور اس کے پینے سے وہ اپنے ہم بستر کو نہ پہچان سکا اور ایک دفعہ کے پینے کے بعد پھر دوسری دفعہ پیا اور ہوش میں آکر پلانے والے سے کوئی باز پرس نہ کی (تکوین ۱۹ - ۳۲)،

مسلمانوں کیلئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ بالآخر داعی حجاز کی اوس آواز کو جو ۱۳۴۵ برس پہلے قسطنطنیہ کی مسیحیت کو دی گئی تھی اور اس نے اوس کے سننے سے انکار کر دیا تھا آج یورپ اور امریکا کی مسیحیت سننے پر آمادہ ہے، اور نہ صرف شراب نوشی بلکہ ٹھیک احکام اسلامیہ کے مطابق اوس کی تجارت کو بھی مسدود کرنا چاہتی ہے،

مترجمات

سوئٹزرلینڈ میں عربوں کی فتوحات

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی،

انقلاب زمانہ کا یہ کس قدر حسرت ناک واقعہ ہے کہ آج ہم جن ممالک کو قبلۂ مراد سمجھکر اپنی مرادین مانگنے کے لیے وہان عاجزانہ حاضر ہوتے ہین وہ کبھی ہمارے اسلاف کے چمنستان عیش و اقبال رہ چکے ہین، آج ہم اظہار عجز و اطاعت کے لیے جس سرزمین کی خاک سے اپنی جبین غبار آلود کر لیتے ہین وہ کبھی ہمارے فتحمند اسلاف کے سمند اقبال کے سمون سے پامال رہ چکی ہر اور آج ہم جن قومون سے اپنی قسمت کا فیصلہ چاہتے ہین کبھی خود ان کی قسمت کی باگ ہمارے ہاتھون مین تھی۔ لوگون کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ سرزمین سوئٹزرلینڈ جہان ہم مسلمانون کی قسمتون کا فیصلہ کرنے کے لیے آج مغربی قومین مجتمع ہوئی ہین وہ کبھی ہم مسلمانون کے خیل شوکت و اقبال کا جولانگاہ بھی رہ چکی ہے،

یہ واقعہ تعجب انگیز نہین کہ ہمارا عہد شوکت و عظمت ختم ہو چکا کیونکہ یہان قومون کا عروج و زوال زمانہ کی طبیعت کا ایک ناگزیر حادثہ ہے جس سے کسی قوم کو مفر نہین، معلوم نہین چشم روزگار اب تک انقلاب کے ایسے کتنے تماشے دیکھ چکی ہے اور آئندہ دیکھیگی یہ بالکل سچ ہے کہ ہمارا کاروان اقبال لٹ چکا اور اب اس غارت شدہ کاروان کی عظمت و شوکت کی شہادت اس کے وہ نقش قدم دینگے جو سر راہ آج تک نمایان ہین،

کاروان رفتہ و اندازۂ جاہش پیداست   زان نشانہا کہ بہر راہ گذار افتاد است

ہان یہ بھی سچ ہے کہ مدت سے زمانہ کا زبردست ہاتھ اب ان نشانون کے مٹانے کیلئے پیہم حرکت کر رہا ہے اور وہ دوسری قومون کی طرح ہماری داستان اقبال کو بھی افسانۂ پارینہ بنا دینا چاہتا ہے لیکن با این ہمہ ابھی ایسی بیشمار نشانیان موجود ہین جن سے دنیا ہمین اچھی طرح پہچان سکتی ہے اور وہ ہماری داستان اقبال کا "افسانۂ پارینہ" نہین بلکہ صحیفۂ عالم کے ایک "حقیقی واقعہ" کی حیثیت سے مطالعہ کر سکتی ہے،

امیر شکیب ارسلان جو شام کے کوہستان لبنان کے رہنے والے اور دولت و ثروت کے ساتھ ساتھ گوناگون علمی و ادبی قابلیتون کے بھی مالک ہین، وہ علامہ مفتی عبدہ مصری کے ارشد تلامذہ کی صف مین داخل ہین جب وہ ۱۹۱۹ء مین سفر یورپ کے سلسلہ مین سوئٹزرلینڈ پہنچے تو ان کو وہان کے علماء کی ملاقات و گفتگو، آثار قدیمہ کے معائنہ اور بعض تاریخی کتابون کے مطالعہ سے یہ معلوم کرکے بے انتہا حیرت ہوئی کہ فاتح اندلس عرب خاص سوئٹزرلینڈ تک پہنچے تھے اور ان اطراف وجوانب مین کم و بیش پچاس، نوشے برس تک ان کی شاندار حکومت قائم رہی، انھون نے ان اطراف مین عربی تمدن و تہذیب اور عربی صنعت وحرفت کو قابل ذکر ترقی دی تھی جس کے کچھ آثار و علامات وہان اب تک باقی ہین چنانچہ امیر موصوف نے اس باب مین اپنے معلومات یکجا فراہم کرکے رسالہ المنار مصر کے دو نمبرون مین شائع کرایا ہے، ذیل کے صفحات خفیف تغیر اور حذف مکررات کے بعد، اس مضمون کا ترجمہ ہین،

(ابو الحسنات ندوی،)

مین آج تک اتنا جانتا تھا کہ عربون نے اسپین فتح کرنے کے بعد جنوبی فرانس پر قبضہ کر لیا تھا

اور وہ دوسری طرف جزائر سارڈینیا اور سسلی وغیرہ کے علاوہ بر اطالیہ تک پہنچ گئے تھے لیکن آج کی تاریخ یعنی ۱۹۱۹ء تک مین اس سے بالکل بیخبر تھا کہ عرب فاتح سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گیے تھے، یہان قریب قریب اسی برس تک اُن کی حکومت قائم رہی اور وہ جرمنی کے جنوب مین دریائے کونستانز تک پہنچ گئے تھے جو قلب یورپ کی حیثیت رکھتا ہے،

سوئٹزرلینڈ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جس نے میری توجہ اس مسئلہ کی جانب منعطف کی وہ سوئٹزرلینڈ کے مشہور و معروف مستشرق پروفیسر ہس ہین جو ایک مدت تک مصر مین رہ چکے ہین اور میرے استاد امام شیخ محمد عبدہ مرحوم اور ان کے درمیان خاص روابط اخلاص و محبت تھے اول ملاقات مین اُنھون نے مجھ سے ایک تاریخی کتاب کا تذکرہ کیا جس کی زبان جرمن اور اس کے مؤلف کا نام فرڈیناند کلر ہے اور وہ ۱۸۵۶ء مین زوریخ مین چھپی ہے، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ سوئٹزرلینڈ مین عرب آئے تھے، اس کے بعد مین نے مزید تلاش و جستجو شروع کی تو فرانسیسی مصنف موسیو رینو کی ایک مفصل تصنیف ہاتھ آئی جس مین اونھون نے فرانس، سافوائے، بیامون اور سوئٹزرلینڈ پر مسلمانون کے حملون کی تاریخ لکھی ہے اس کے علاوہ پھر اور کتابین ملین جن کے مطالعہ سے قطعی طور پر معلوم ہوا کہ عرب سوئٹزرلینڈ تک فتح کر چکے تھے پھر کتابون کے علاوہ وہان عربون کے بقیہ آثار، عربی نام اور عربی سکے جو اب تک محفوظ ہین نظر سے گذرے ان سبھون سے بھی ثابت ہوا کہ وہان عربی حکومت قائم تھی، اور اسی بچاسی برس تک عرب ان اطراف پر حکمران رہے،

ان اطراف مین عربون کی فتوحات کی ابتدا نہایت نادرالوجود و تعجب انگیز طریقہ پر ہوئی، بیان کیا گیا ہے کہ ۸۹۱ء مین بیس عربون کی چھوٹی سی جماعت ایک کشتی مین سوار ہو کر سواحل اسپین سے روانہ ہوئی، رستہ مین یہ لوگ منزل مقصود کی راہ بھول گئے اور سمندر کے زبردست تھپیڑے ان کو اطراف جنوہ (اٹلی) کے ساحل خلیج سان تروپس پر لے آئے، یہ گم کردہ راہ قافلہ وہان اتر پڑا، اور آبادی کی طرف

بڑھا، ان لوگون نے کوہ مورس کے اس پاس والے جنگل کو اپنا کمینگاہ بنالیا اور ادھر اودھر کے دیہاتون پر چھاپے مارنے لگے، یہ لوگ وہان کے لوگون سے اسی طرح لڑتے، ان کو قید کرتے اور مال غنیمت لیکر اپنی جائے پناہ مین چلے آتے یہان تک کہ رفتہ رفتہ اس طرح ان لوگون نے ان اطراف کی تمام آبادیون کو مغلوب و مطیع کرلیا،

بعض مورخین اس واقعہ کو ان لفظون مین بیان کرتے ہین کہ مٹھی بھر بحری غارتگر[1] عرب ساحل اندلس سے سواحل بروفانس واقع جنوبی فرانس کے قصد سے چلے، لیکن مخالف ہوا کے طوفان نے ان کو خلیج غریمو یا خلیج سان تروپیس مین پہنچا دیا، یہان یہ لوگ اس طرح خشکی پر اترے کہ قرب وجوار کے باشندون کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہین ہوئی، اس خلیج کی طبعی حالت ان لوگون کے لیے ایک زبردست مساعد تھی، کیونکہ یہان گھنے جنگل کے علاوہ اس کے ہر چہار طرف سر بفلک پہاڑیان تھین جو ان کے لیے محفوظ و مستحکم قلعہ کا کام دیتی تھین، ان لوگون نے اتر کر سب سے قریب کی آبادی پر دفعۃً حملہ کیا اور لوگون کو مقید و مقتول کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے ان کا رعب لوگون پر چھا گیا اور اس طرح یہ عرب ان اطراف کے تمام اہم مقامات پر قابض ہوگئے،

---

[1] مورخین یورپ جب عربون کے کسی جنگی کارنامہ کو لکھتے ہین تو عمومًا نامناسب و ناموزون الفاظ اور جملے استعمال کر جاتے ہین چنانچہ وہ تمام تاریخین جو یورپ کے مقدس پادریون کی تصنیف کی ہوئی ہین اس حقیقت کی بہترین مثالین ہین اس لیے اس قسم کے الفاظ کو نقل کرنے مین کسی مشرقی مصنف کو یہ دھوکا نہ ہونا چاہئے کہ یہ الفاظ صحیح موقع پر استعمال بھی کیے گئے ہین، مثلاً یہان "بحری غارتگر" کا لفظ بھی بالکل اسی نوعیت کا ہے۔ مورخین یورپ کا یہ عام انداز ہے کہ فتح وکشور کشائی کے لیے اگر ایک یورپی جماعت اٹھے تو وہ اس کو انسانیت پر احسان، اس کی بہترین خدمت اور قابل فخر عمل خیر وسعادت لکھین گے لیکن اگر اسی عمل خیر کے لیے کوئی مشرقی جماعت اٹھے تو وہ اس کو انسانیت پر ظلم، اس کی صعب ترین مصیبت اور ایک بدترین اخلاقی جرم و شقاوت لکھین گے،

جب ان لوگون نے وہان بکثرت مال غنیمت حاصل کیا تو اسپین سے اپنی جماعت کے سو آدمی اور بلوائے جن کی آمد سے ان کی طاقت زیادہ ہوگئی اور یہ لوگ اب اور آگے بڑھ کر حملے کرنے لگے جن آبادیون پر یہ لوگ فتح پاتے وہان کے لوگون سے جزیہ وصول کرتے، ان فتوحات مین ان کے لیے ایک زبردست مساعد ان اطراف کے باشندون کا باہمی اختلاف بھی تھا جس کی وجہ سے خود ان مین کے بعض گروہ بعض دوسرے گروہ کے مقابلہ مین ان کے دست و باز و بنجاتے تھے، غرض اس طرح اس چھوٹی سی جماعت کا زبردست رعب و اقتدار قائم ہوگیا، اور یہ حالت ہوگئی کہ ان مین کا ایک فرد ہزارون کے مقابلہ مین آنے سے بھی نہین جھجکتا تھا، اور چند ہی سال کے بعد ان اطراف کے متعدد مشہور و مستحکم قلعے ان کے قبضہ مین آگئے جن مین سب سے زیادہ اہم اس سلسلہ کوہ کے جو جبال فراکسینہ کے نام سے مشہور ہے قلعے تھے اور وہان آج بھی ان کے قدیم آثار مین سے ان منہدم عمارتون کے جو قریب قریب فنا ہو چکی ہین بچے کھچے نشانات اور گھر جو پہاڑون ہی مین ان کی چٹانین کاٹکر بنائے گئے ہین اور وہ کنوین جو پہاڑ کی چٹانون مین کھدے ہوئے ہین اب تک باقی رہ گئے ہین،

مورخ رینو نے لکھا ہے کہ انہی واقعات فتح پر نوین صدی عیسوی ختم ہوگئی، دسوین صدی کے آغاز مین یہ عرب سلسلۂ کوہ الپ تک پہنچے اور ۹۰۶ء مین دوفنیا اور کوہ سنیس کے درون سے آگے بڑھکر حدود دیماون مین نوفاکس پر غالب آئے وہان کے دیرون کو لوٹا، راہبون پر سختیان کین اور اہالی اطراف کی بڑی خونریزی کی، عربون کی دست درازیان دیکھکر ان اطراف کے لوگون نے باہم اتحاد و اتفاق کیا ہر چہار جانب سے حملہ آور عربون کو گھیر لیا اور ان کو مقید کرکے دیر ماندر اوس مین رکھا لیکن ان بہادر عرب قیدیون نے کسی طرح بند و زنجیر کو توڑ دیا اور وہ قیدخانہ سے باہر نکلکر دفعۃً اپنے دشمنون پر ٹوٹ پڑے ان لوگون کو سخت ہزیمت دی اور دیر اور شہر کے ایک حصہ کو آگ لگادی، اس واقعہ کے بعد ان کے حملے اور زیادہ تیز و تند ہوگئے، یہان تک کہ

فرانس اور اٹلی کے درمیان کا راستہ بند ہو گیا، یہی مورخ لکھتا ہے کہ اس کے بعد عرب علاقہ غالی پر غالب آئے اور قلب بلاد مزیدون تک پہنچکر دریائے جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کو قریب گئے پھر انھون نے بلاد جورہ جو سوئٹزرلینڈ مین واقع ہین کی طرف پیش قدمی کی، اس زمانہ مین سوئٹزرلینڈ مملکت بورغنیہ مین شامل تھا، عربون کے حملون سے گھبراکر وہان کی ملکہ کوراد قلعہ نیوشاتل مین بھاگ گئی جو اس وقت مملکت سوئٹزرلینڈ مین داخل ہے،

مورخ یود براند جس سے ذخیانا مذکلر نے واقعات نقل کیے ہین اس کی روائتین موسیو رنیو کی روایات کے بالکل مطابق و موافق ہین اس نے اس چھوٹی سی عرب جماعت کی شجاعت و دلیری کی جس کی وجہ سے اس نے ان ممالک و بلاد پر بے نظیر فتح و غلبہ حاصل کیا بیحد تعریف کی ہے، اس نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ کس طرح یہ عرب ان اطراف کے طول و عرض مین بےخوف و خطر چکر لگاتے، ہر اس شخص پر جو ان کے سامنے آجاتا غالب آتے اور دیرون، کنیسون اور امیرون کے محلون کو لوٹتے تھے، اسی مورخ کی رائے ہے کہ ان عرب حملہ آورون کا مقصد فتح و غلبہ کے بعد ان ممالک پر حکومت کرنا یا وہان کے لوگون کو غلام بنانا نہ تھا، بلکہ اُن کا مقصد صرف سیم و زر اور نفائس اموال کا جمع کرنا تھا چنانچہ وہ لوگ یہی کرتے تھے کہ ادھر ادھر سے مال غنیمت حاصل کرتے اور اس کو قلعہ فراکسینہ مین جمع کرتے تھے، یہان تک کہ جب حالات بدلنے لگے اور ان کے تسلط و غلبہ کا ستارہ ڈوبنے لگا تو انھون نے تمام اموال غنیمت کو ان جہازون مین رکھکر جو بندرگاہ سان تروپس مین ہر وقت لنگر انداز رہتے تھے اسپین کی راہ لی، اسی مورخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت اسپین مین جو حکمران خلیفہ تھا اس کو ان غارتگرون کے فتوحات، ان کے سلسلہ کوہ البتو تک فاتحانہ پہنچ جانے اور بیک وقت اٹلی اور سوئٹزرلینڈ مین گھس جانیکی اطلاع نہین تھی اور یہ وہ فتوحات تھین جن کو ان غارتگرون نے اپنے طور پر حاصل کیا تھا اور حکومت کی قوت اس مین شامل نہ تھی،

در ۱۸۶۰ء مین عربون کے حملون اور فتوحات کی تاریخ دیرنو فالس ... جو ... مین کو ... سینٹ ... ٹن

واقع ہے لکھی پائی جاتی ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اس سال سے کچھ پہلے اقطاع بور غوندہ، سمیکہ اور کوہ الپو
کے ان حصّون پر جو اٹلی مین واقع ہین سخت مصیبتین نازل ہوئین، کیونکہ اسی زمانہ مین عرب حملہ آور کوہ سینس پر
قابض ہوگئے تھے اور اب ان کے سامنے سافوائے اور سوئٹزرلینڈ کا رستہ کھلا ہوا تھا اس علاقہ مین دیر نوفالس
عظیم ترین وغنی ترین دیر تھا وہان کے راہبون نے جب عربون کی آمد آمد کی خبر سنی تو جو کچھ دیر مین مال و
دولت، کتابین اور اسباب وسامان تھے سب کو تورینو بھیج دینے کا انتظام کیا تاکہ وہان وہ پوری طرح
محفوظ ومصئون رہ سکین لیکن اس سے پہلے کہ وہ ان کو لیکر روانہ ہوسکین حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حملہ آور
عرب پہنچ گئے اور انھون نے تمام اسباب وسامان اور مال وزر پر قابض ہوکر کنیسہ کو آگ لگادی اور راہبون
کو قید کرلیا۔ اس زمانہ مین وہ تمام اقطاع ملک جو نہر لوپ سے نہر رہون تک پھیلے ہوئے ہین اور نیز اقطاع
پروفانس، پیامون، ڈوفینیا، مونگریٹ اکثر عربون کی قوت وصولت کی جولانگاہ اور ان کی جنگون،
حملون اور چیرہ دستیون کی نمائش گاہ بنے ہوئے تھے، اس زمانہ کے امرا، اشراف اور اساقفہ جب روم
جانا چاہتے تھے تو وہ اپنی جان کی حفاظت کے خیال سے عربون کو زر نقد دینے پر مجبور ہوتے تھے ورنہ
قتل ونہب کا ہروقت خطرہ رہتا تھا اور یہ لوگ اکثر فدیہ مین دیرون کے ذخیرہ کی قیمتی اشیار دیتے تھے،
اس مورخ کا خیال ہو کہ عرب صرف مال وزر کے سلب ونہب پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ مرد
اور عورتون کو بھی قیدی اور غلام بنالیتے تھے (جیسا کہ خود اہل فرنگ عربون کے ساتھ کیا کرتے تھے)
اور اگر کبھی کوئی ملکی شخص کسی عرب کو قتل کردیتا تھا تو قاتل کے خاندان یا اوسکی قوم سے نہایت سخت
انتقام لیتے اور کبھی اس کے لیے شہر کے شہر کو آگ لگادیتے تھے (جیسا کہ آج متمدن قومین آبادیون پر
طیارے کے ذریعہ سے گولے برساکر جن سے بیگناہ مرد، عورتین بچے اور مسافر تک ہلاک ہوتے ہین
کسی ایک شخص کے جرم ومقاومت کا انتقام لیتی ہین، اس مین شبہہ نہین کہ یہ طرز عمل اس کا پورا پورا
جواب ہے، لیکن یورپ کی چرب زبانی دیکھو کہ وہ ان عربون کے اعمال کو ظلم وطغیان اور تخریب

مگر اپنے اعمال کو جو عربون کے اعمال سے زیادہ سخت و بے رحمانہ ہین اصلاح، ترویج مدنیت اور عالم انسانی کی ترقی و خیر طلبی کا ذریعہ کہتا ہے) ان حالات کی وجہ سے ان اطراف کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ جب سفر کرتے تھے تو گروہ گروہ یا تنہا تنہا جنگلون اور غیر مشہور رستون سے گذرتے تھے اور حفاظت جان کے خیال سے پہاڑون کے درون، غار اور جنگل جھاڑیون مین پناہ لیتے تھے، بہت سے لوگون نے عربون کی روک تھام اور ان سے جنگ کرنے لیے ان اطراف کے حکمرانون مین اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوششین کین لیکن شدت اختلاف باہمی کی وجہ سے ان کی کوششین غیر موثر و ناکامیاب رہین بلکہ یہ تمھین اکثر نظر آئیگا کہ ان مین کا ایک رئیس اپنے دوسرے ہموطن رئیس کے خلاف عربون کا دست و بازو بنا ہوا ہے،

فلودوارد نے اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ عربون نے ۹۲۱ء مین انگریز زائرین رومہ کے ایک قافلہ کو پہاڑ کی بلندیون پر سے چٹانین گرا کر ہلاک کر ڈالا، اس کے دو برس بعد سلسلۂ کوہ ایپو مین کسی قافلہ کو قتل کیا اس قسم کے واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۹۲۹ء مین زائرین رومہ کے قافلے ان خبرون کو سنکر رستہ ہی سے واپس جانے لگے۔ مورخین لکھتے ہین کہ ہمین یہ معلوم نہین یہ واقعات اس راہ مین جو سوئٹزرلینڈ اور اٹلی یا اس راہ مین جو اٹلی اور فرانس کے درمیان مین ہے پیش آئے، اس لئے اب صحیح طور پر ان کے جائے وقوع کا متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس خیال کو ترجیح دیجاتی ہے کہ انگریز زائرین رومہ شاہراہ سان برنارڈ سے آیا کرتے تھے پھر مورخین اس زمانہ کی تعیین مین بھی جس مین سان برنارڈ پر عربون کا قبضہ ہوا متفق نہین ہین ہان اتنا متعین و متحقق ہے کہ یہ واقعہ دسوین صدی عیسوی مین پیش آیا۔ بعض مورخین اس خیال کو ترجیح دیتے ہین کہ ۹۴۰ء کے قریب زمانہ مین عرب سان برنارڈ پر وادی رہون کی طرف سے آئے جہان کے ایک غار مین دیر اغونوم جس کی سنٹ مورلیسیوس کے نام پر بنیاد پڑی تھی واقع ہے ۹۴۰ء مین عرب اس دیر پر قابض ہوئے اور انھون نے

یہان کے اسباب وسامان اور ذخائر اموال کو لوٹ کر دیر کو آگ لگا دی، اس واقعہ کے بعد اسقف اوغسبرگ سنیٹ البریک بورغونڈ کے رستہ سے وہان کے شہدا کی ہڈیون کو اوغسبرگ لیجانے کے لیے آیا، لیکن اس نے یہان آکر کچھ نہ پایا،

فلودوار دنے لکھا ہے کہ انگریز اور فرانسیسی زائرین کا ایک گروہ ۹۴۰ء مین رومہ جارہا تھا۔ رستہ مین ان لوگون کی عربون سے مڈبھیر ہوئی اور وہ ایسی حالت مین لوٹے کہ اپنے گروہ کے بہت سے ہمسفرون کو کھو چکے تھے، اس واقعہ پر سان مورتیز کے راہبون مین سے ایک راہب رودلف نام نے بادشاہ لودفیک چہارم کے یہان ایک عرضداشت بھیجی جس مین اس نے سلاطین جرمانیہ کے ان گذشتہ کارنامون کو جو انھون نے ان اطراف ملک کی حفاظت مین کئے تھے یاد دلاکر اس کو عربوں کی مخالفت ان کے حملون کی مدافعت اور مقدس بزرگان دین کی خراب و شکستہ قبرون کی ترمیم و درستی پر ابھارا تھا،

اس کے بعد یہ حملہ آور عرب نواح دریائے جنیوا تک پہنچ جانے کے بعد مشرقی کوہ الپو کے دردون پر ظاہر اور ان پر قابض ہوئے فلودوار دلکھتا ہے کہ اب ان عربون نے جرمنی پر حملے کئے، جرمن زائرین رومہ کے رستے بند کر دئے اور اطراف شور ا اور وادی رہائن پر قابض ہوگئے، وہ مستند تحریرین جو عربون کے وادی رہائن تک پہنچنے کو ثابت کرتی ہین اس واقعہ کو بھی ظاہر کرتی ہین کہ جرمن ڈیوک ہرمان نے جس کا نام کونٹ شور فالس تھا شاہ جرمنی سے ۹۵۴ء مین یہ التماس کیا کہ عربون نے اسقف شور کے دیرون سے جو کچھ لوٹ لیا ہے اس کا عوض و بدل عطا کیا جائے اور اسی بنا پر قیصر نے اس اسقف کو بلوندیز اور سان مارتین کے دو کنیسے عطا کئے تھے اور یہ شرط لگا دی تھی کہ موجودہ اسقف شور کی موت کے بعد اول الذکر کنیسہ کے اوقاف کی آمدنی اسافقہ شور پر اور ثانی الذکر کی آمدنی رازلیس کے دیر راہبات پر وقف ہوگی،

مورخ کلر لکھتا ہے کہ شاہ بر دفانس ہوغ نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ عربون کو ان ممالک سے نکالدے

اور ان کے مرکز قلعہ فراکسینہ پر بھی قبضہ کرے، اس لیے اس نے سب سے پہلے الفرنکوس سے جو اس کے مقابلہ مین تخت مملکت لومبارڈیہ کا دعویدار تھا صلح کر لی، اور قسطنطنیہ کی رومی حکومت سے یہ خواہش کی کہ اسکی مدد کے لیے جہازون کا ایک بیڑہ بھیجا جائے، چنانچہ وہان سے مدد ملی قسطنطنیہ کے بیڑہ نے خلیج سان تروپس کے عربی جہازون کو آگ لگا دی۔ اندرون ملک مین ہوغ نے اتنی کامیابی حاصل کر لی تھی کہ عربون کے ان قلعون کو گھیر لیا تھا جو جبال فراکسینہ مین واقع تھے لیکن عین اسی وقت اسکی توقع کے خلاف ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس کے بنے بنائے کھیل کو بگاڑ دیا اور عرب پھر اپنی پہلی حالت پر آگئے، یعنی یہ کہ اس زمانہ مین بیرانجر نے تخت لومبارڈیہ کا دعویٰ کیا اور ہوغ کے خلاف عملی کاروائیان شروع کر دین۔ اس واقعہ سے ہوغ نہایت غضبناک ہوا اور اس نے طے کر لیا کہ عربون سے پہلے بیرانجر کو مقید کر کے یا تو اس کی آنکھین پھڑوا دیگا، یا اُس کو قتل کر دیگا۔ ہوغ کے غیظ و غضب کی خبر سنکر بیرانجر لومبارڈیہ سے فرار ہوا اور امیر شفابن ہرمان کی پناہ مین چلا آیا اس نے اس کو اپنے جوار پناہ مین لے لیا، اور اوتو قیصر جرمنی کی خدمت مین پیش کیا جس نے اس کی شایان شان مہمانداری کی اور اوسکی خیر طلبی کا وعدہ کیا۔ اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ہوغ سخت پریشان ہوا اور اس نے قیصر جرمنی کی خدمت مین تحف و ہدایا بھیجے تاکہ وہ بیرانجر کی اعانت و امداد سے باز آجائے۔ ساتھ ہی ان حالات کی وجہ سے اس نے عربون سے بھی صلح کر لی اور اس صلح مین یہ شرط رکھی کہ وہ اٹلی اور شفابن کے درمیان کوہستانی علاقہ مین ایک دیوار بنکر رہین اور بیرانجر کی فوجون کو اس طرف بڑھنے سے روک دین۔ یہ بالکل ظاہر امر ہے کہ اس معاہدہ کی وجہ سے عربون نے تمام رہگذر ہائے الپو پر قابض ہو جانیکا حق حاصل کر لیا تھا اور نیز یہ کہ ہوغ ان کے جن فتح کردہ علاقون مین گھس آیا تھا ان کو اس سے بالکل خالی کرالین، لیکن اس دوسرے امر کی تصریح نہین ملتی کہ عربون نے ایسا کیا تھا، تاہم عربون نے اس معاہدہ سے کافی فائدہ اٹھایا اور اوسکی تنفیذ و تعمیل مین کوئی کمی نہین کی چنانچہ جب بیرانجر نے

کی طرف لوٹنے لگا تو اس کی ہمت نہین ہوئی کہ جبال الپو کی طرف سے گذرے بلکہ اس نے کوہ تیر دل کی راہ اختیار کی اور اس کی اسی بزدلی کی وجہ سے مورخ شاعر یودبراند نے جو اس زمانہ مین موجود تھا، اس کی ہجو کی ہے عربون نے جس دن سے یہ معاہدہ کیا اونھون نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ رہگذر ہائے الپو کے مالک ہوگئے چنانچہ اونھون نے اس طرف سے گذرنے والے قافلون سے محصول وصول کرنا شروع کیا اور کبھی کبھی اس کے لیے نہ ادا کرنیوالون کو قید بھی کرنے لگے۔ عربون نے ان اطراف مین زراعت و تعمیر اور وہان کی عورتون سے ازدواج و مناکحت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ اس وقت قریب قریب تمام کوہ الپو اور خاص کر اس کے رہگذر سان برنارڈ پر وہ قابض ہوگئے اور ان کی ایک جماعت شہر نیش مین جاکر آباد ہوگئی جہان آج تک ان کے نام کا ایک محلہ آباد موجود ہے،

اس کے بعد عربون کے حملے نواح سارغانز، تورنبرگ اور انبزل کی طرف شروع ہوئے،

۹۵۲ء کا سال خاص سوئٹزرلینڈ کے لیے مخصوص طور پر منحوس تھا کیونکہ اسی سال شمالی جانب سے مجار اور جنوبی جانب سے عربون نے اس کو گھیر لیا اور اس مین گھس آئے،

مورخ ایکیہارد نے اپنی اس کتاب مین جو دیر سنٹ غالن مین پائی گئی ہے لکھا ہے کہ عربون کی فطرت اور ان کا طرز زندگی دو ایسی چیزین تھین جنھون نے ان پر غلبہ پا سکنے کو سخت دشوار کر دیا تھا، امیر فالتا کے عہد مین ان کی جرأتین اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھین چنانچہ ایک مرتبہ اہل شہر کسی مذہبی تقریب کے موقع پر صلیبین اٹھائے ہوئے چکر لگا رہے تھے کہ دفعۃً ان پر ایک عرب جماعت ٹوٹ پڑی اور ان کو مارنا شروع کر دیا لیکن جوانمرد و غیرتمند فالتا نے ان کے اس جرم کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑا اس نے اپنے غلامون اور تمام نوکرون کو جو چھرون، ہتھوڑون اور کلھاڑیون سے مسلح تھے ان پر حملہ کرنیکا حکم دیا، فالتا نے عربون پر رات کو جب وہ سوئے ہوئے تھے حملہ کیا اور دفعۃً پکڑ کر ان کو قتل کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے وہ گھبرائے اور اپنی جانین بچا کر پہاڑون کی طرف بھاگ گئے،

اور ان مین کے کچھ لوگ گرفتار ہوئے، یہ گرفتار شدہ اشخاص ویرین رکھے گئے جہان انھون نے کھانے پینے سے بالکل انکار کر دیا اور بالآخر سب کے سب بھوکے مر گئے (معلوم ہوتا ہے کہ جان نثاری کا یہ طریقہ آئرلینڈ والون ہی نے ایجاد نہین کیا ہے بلکہ عربون کو اس مین بھی سبقت حاصل ہے) عرب مشرقی سوئٹزرلینڈ مین کتنے دنون تک رہے اسکا صحیح علم نہین ہے البتہ اتنا یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ دسوین صدی عیسوی مین وہان تھے،

۹۵۴ء مین ایک عرب جماعت کو دیرسنٹ غالن کے مقام پر سخت شکست ہوئی اور ٹھیک اسی زمانہ مین ان کی ایک دوسری بڑی جماعت کو جنگ مجار مین بھی شکست نصیب ہوئی ان کو یہ شکست شاہ کونراد فون بورغوند کی ہمت وشجاعت نے دی، اس نے یہان ان کی بہت بڑی جماعت کا خاتمہ کر دیا لیکن اب بھی عرب کوہ الپو کے مغربی گذرگاہون پر قابض رہے، ۹۶۰ء مین اہالی ملک نے عربون کو سان برنارڈ سے شدید معرکون کے بعد پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا اور بالآخر غرنوبل اور وادی غزیزی فون سے بھی ان کو نکالا۔ انہی شکستون کے بعد ان ممالک کے لوگون کی ہمتین بڑھین، وہ ہر چہار جانب سے عربون کا مقابلہ کرنے لگے اور بالآخر ان کو ان ممالک سے نکل جانے پر مجبور کر دیا جس کا سلسلۂ واقعات یون شروع ہوتا ہے،

۲۲ جولائی ۹۷۳ء مین سنٹ ماجلوس براہ بافیا کلونی سے بورغوند کو واپس جا رہا تھا، اور ان اطراف کے بہت سے لوگون کا ایک بڑا قافلہ اس کی معیت مین اس خیال سے روانہ ہوا کہ سنٹ کے ساتھ وہ بھی عربون کے حملون سے محفوظ رہینگے، وہ لوگ سان برنارڈ کے اطراف مین کسی گاؤن تک پہنچے تھے کہ دفعتہ عرب ان پر ٹوٹ پڑے اور ان سب کو مقید کر لیا اور خود سنٹ ماجلوس بھی اس مصیبت سے نجات نہ پا سکا بلکہ ادھون نے اس کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد عربون نے اپنے دستور کے موافق روٹی اور گوشت سنٹ کے کھانے کیلئے

پیش کیا مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ ہم اس طرح کھانے کے عادی نہین ہین۔ یہ سنکر ان مین سے ایک نے اپنے ہاتھ دھوئے اور سنٹ کے سامنے آٹا گوندھ کر روٹیان تیار کین اور پھر عزت و احترام کے ساتھ ان کو پیش کیا۔ سنٹ نے اس طرز عمل کو پسند کیا اور نماز پڑھ کر روٹیان کھالین۔ عربون نے سنٹ ماجلوس کو اجازت دی کہ وہ اپنے شہر کلونی خط لکھکر اپنا زرفدیہ منگوا سے اور اپنے ساتھیون کو آزاد کرالے سنٹ نے خط لکھا، جب یہ خط کلونی پہنچا تو وہان اس خبر گرفتاری سے کہرام مچگیا۔ اہل شہر نے دیرون اور کنیسون کے ذخیرۂ اموال سے زر فدیہ مہیا کیا اور اس کو بھیجدیا، اس زر فدیہ کی مقدار ایکہزار رطل چاندی تھی جو ایک ایک رطل ہر عرب کو ملی، اسی قافلہ کے زمانۂ قید کا یہ واقعہ ہے جس کو تمام مورخین نے لکھا ہے کہ اس قافلہ کے اسباب و سامان مین انجیل مقدس بھی تھی جس کو انھون نے ایک درخت کے نیچے رکھدیا تھا۔ اتفاقاً ایک عرب کو لکڑی کی ضرورت ہوئی اور اس نے چاہا کہ اسباب و سامان کو روندتا ہوا درخت سے ایک شاخ کاٹ لے۔ لیکن جون ہی وہ اس قصد سے بڑھا خود اس کے ساتھی عربون مین سے کچھ لوگ چلائے اور اس کو جھڑک کر کہا،

ویل لك کیف تطأ برجلك کتاب نبی مقدس — تیرے لئے ہلاکت ہو کس طرح ایک نبی کی مقدس کتاب کو روندنے کی جرأت کرتا ہے،

یہ اس لیے کہ عرب خود انبیاء کرام کا احترام کرتے ہین اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ نے محمد صلعم کی بعثت کی بشارت دی تھی،

سنٹ ماجلوس کی گرفتاری کے واقعہ نے ان اطراف کے تمام لوگون مین عربون کے خلاف جذبات نفرت وعداوت پیدا کر دئے، وہ سب کے سب بیک وقت ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ قطعی طور پر طے کر لیا کہ عربون کے پنجہ سے آزاد ہو کر رہینگے، ان لوگون مین جنھون نے ان جذبات سے کام لیا اور لوگون کے عزم و ارادہ کی رہنمائی کی سیسٹر دن کا رہنے والا

بر بو سب سے زیادہ مشہور شخص ہے کیونکہ تمام لوگ اسی کی قیادت مین عربون کے خلاف جنگ آزما ہوئے اوران کو پہلے و ڈمینیا کی طرف اور پھر و ڈمینیا سے بروفانس کی طرف دھکیل دیا جہان امرائے بروفانس مین سے ایک امیر غلیوم نام نے ان سے سخت جنگ کی. غلیوم ان کو ان کے اصلی قرارگاہ قلعہ فراکسینہ تک دباتا چلا آیا اور نہایت خون ریز جنگ کے بعد اس نے قلعہ فراکسینہ کو بالآخر فتح کرلیا عرب وہان سے آفریقہ و اسپین کو بھاگ گئے. قلعہ فراکسینہ کے سقوط کا سال ۹۷۵ء ہے عرب اس پر پورے اسی برس تک قابض رہے،

اس واقعہ مین جو عرب گرفتار ہوئے تھے ان مین سے کچھ لوگ تو قتل کردئے گئے اور کچھ لوگون نے نصرانیت قبول کرلیا، ان کے تمام آلات و اسباب جنگ امیر بروفانس کے لشکر نے چھین کر آپس مین تقسیم کرلیے. مورخ ایکہارڈ نے راہبین دیر سنت غالن کی یہ روایت لکھی ہے کہ عرب جنوبی یورپ کے تمام اندرونی حصّون پر قابض ہوگئے تھے انھون نے وہان بود و باش اختیار کرلی تھی وہان کی عورتون سے وہ شادی کرلیتے تھے. یہ متعین طور پر نہین معلوم کہ اس عرب نوآبادی کے لیے اونھون نے وادی فالیس یا سافوائے کی وادی فال یا کسی اور قطعہ ارض کو منتخب کیا تھا بہرحال وہ وہان زراعت و فلاحت کرتے تھے اور ادھر کے حکمرانون سے یہ شرط کرلی تھی کہ وہ مالگذاری مین کوئی بڑی رقم ادا نہ کرینگے، سوئٹزرلینڈ کے علاقہ فالی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہان آج بھی دو ایسے گاؤن موجود ہین جہان کے لوگ اپنے گھوڑون کو عربی لگام لگاتے ہین، وہ لوگ اپنے مخصوص حلقہ تعلقات سے باہر کسی اور خاندان مین شادی بیاہ نہین کرتے اور انکی اس قسم کی بہت سی خاص خاص عادتین ہین،

تلخیص و تبصرہ

اتحاد مشرق و مغرب

ڈاکٹر ٹگور نے اپنے بین الاقوامی جامعہ کی طرف سے ایک سہ ماہی رسالہ وشوا بھارتی شائع کرنا شروع کیا ہے، یہ رسالہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے خیالات اتحاد عالم کا نقیب اور اُن کی یونیورسٹی شانتی نکیتن کا ارگن ہے، اس کے پہلے نمبر مین یونیورسٹی کے ایک فاضل فرانسیسی استاذ، پروفیسر فرتند نبات کا ایک مضمون مذکورۂ بالا عنوان پر شائع ہوا ہے، پروفیسر مذکور لکھتے ہین :-

"میرا خیال ہے کہ ہندوستانیون مین ایسے بہت ہی کم لوگ ہونگے جو یہ سمجھتے ہون کہ یورپ ہندوستان سے کس حد تک اُنکی نسبت ناواقف ہے، اور اونکو شاید یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ ہندوستان کے لفظ سے یورپ کا جاہل و تعلیم یافتہ طبقہ کیا سمجھتا اور مراد لیتا ہے، ہان ہندوستان سے اور موجودہ ہندوستان سے مغرب بالکل ناواقف ہے، ہمارے ماہرین سنسکرت کی تعداد بہت ہی کم ہے، وہ ہند قدیم کو جانتے ہین اور ان مین سے اکثر نے شاید اس ملک کو بھی نہین دیکھا ہے، موجودہ ہندوستان کے متعلق، اخبارات جو معلومات بہم پہنچاتے ہین، وہ بہت ہی ناکافی مسخ شدہ اور جانبدارانہ ہوتے ہین، یہ جس ذریعہ سے ہم تک پہونچتے ہین، اوس کا اہم ترین مقصد اخفاء صداقت ہے، رہا سیاحون، ناول نویسون، مشنریون کے بیانات، سو وہ تمام تر ایک طرفہ، غلط اور متعصبانہ ہوتے ہین، تاہم اکثر یورپیون کی نظر مین ہندوستان، روحستان ہیت ہیثم (ہر دوار) اور مسیح اقوام ہے، آج کل اہل یورپ اُس کو اسی نظر سے دیکھتے ہین جس نظر سے کہ مجاہدین صلیب فلسطین کو دیکھتے تھے"

ہندوستانی بدبختی سے ہر یورپین کی تعریف کو اپنے لیے ایک سند سمجھ کر آپے سے باہر ہو جاتے ہین، اس لیے ہم کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہندوستان کو "مسیح اقوام" کہنے سے پروفیسر کا کیا مقصود تھا، کہتا ہے :-

"مین ہی پہلا شخص نہین ہون جس نے کہ اس ملک کو "مسیح اقوام" کہا ہے، اس کے ساتھ وجوہ تشبیہ کے سلسلہ مین یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پرنتائج مواعظ مین خود اپنے ابنائے وطن کو بہت کچھ برا بھلا کہا ہے، اور اگرچہ ایک غلام قوم کے رکن تھے، اور ایک ایسی قوم مین پرورش پا رہے تھے جو قومیت کے نشہ مین متوالی ہو رہی تھی، پھر بھی وہ ایک لفظ بھی ایسا نہین کہتے جس کو ہم اُن کے محب وطن ہونے کے ثبوت مین پیش کر سکین، وہ تمام دنیا۔ یہودی۔ رومی، جنٹائل وغیرہ کے لیے ایک عام پیغام محبت لائے تھے اور اپنی قوم کے لئے مخصوص نہ کر سکتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اگر وہ کسی خاص خطۂ ارض سے اپنے کو منسوب کر دیتے تو اُن کا پیغام اس قدر عام نہ ہوتا"

"ہندوستانی تعلیم و تمدن جو سرتاپا کامل روحانیت ہے، محبت، انسانیت، ایثار، قربانی، عمومیت کے جذبات سے، جو حضرت عیسیٰؑ کی مسیحیت کی روح ہے، پر ہے، اور ہم پیروان مسیح نے ان مین کچھ بھی نہ رکھا، یہ ضروری نہین ہے کہ ہم اپنے درد کی دوا یا اپنی اُمید کا ملجا ہندو، بدھ، یا ہندوستان کے کسی دوسرے مذہب مین پا سکتے ہین، کیونکہ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ مخصوص عقائد والے فرقہ بن گئے ہین لیکن یہ چیز اب بھی ہم کو ہندوستان کے روحانی تخیل اور خالص تعلیم مین، جو دیگئی بلکہ یہ کہنا کہ القا کیگئی ہے، زیادہ صحیح ہوگا، مل سکتی ہے۔ یعنی اپنشد مین، گیتا مین اور ہندوستان کی دوسری مقدس کتابون مین۔ ہمارا مطلوب ان کے حروف مین نہین ملے گا، بلکہ ہم اس کو ان کی روح مین پائینگے، اور یہی روح ہر ہندوستانی کے خیالات، اخلاق اور عادات مین ودلیعت کی گئی ہے"

"ہان مغرب بھی اس اتحاد مین اپنا تحفہ پیش کریگا، میرے خیال مین ہندوستان نے عملی زندگی اور مادی دنیا کو ضرورت سے زیادہ نظر انداز کر دیا ہے۔

ٹیپو سلطان

میتھک سوسائٹی کے سہ ماہی رسالہ مین جنوبی ہند کے آخری غیرتمند، بہادر مسلمان حکمران کے روزنامچہ وخطوط کے متعلق ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا ہم ذیل مین اوس کا اقتباس درج کرتے ہین،

جیمس مل نے ان الفاظ مین ٹیپو سلطان کے حالات لکھے ہین:

"ایک حکمران کی حیثیت سے وہ مشرق کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے مقابلہ مین پیش کیا جاسکتا ہے اس نے اپنی زندگی کی کسی حالت مین خواہ وہ مصیبتون مین گرفتار ہو یا مسرتون سے معمور ہو اپنی حکومت کی تنظیم، ترتیب اور دیگر مہمات سلطنت سے کبھی بھی بے توجہی اور غفلت نہین کی۔ اس نے مختلف کامون کے لیے مختلف اوقات مقرر کر رکھے تھے، اور کسی تغیر وتبدل کے بغیر نہایت محنت سے ان کو کرتا تھا، چونکہ وہ ہر چیز کی مفصل حالت سے واقف ہونا چاہتا تھا، اس لیے اس کا بیش بہا وقت جس کو ان سے زیادہ مفید اور بڑے کامون مین صرف ہونا چاہئے تھا، یون ضائع گیا، اس نے اس صداقت کو جو بہت ہی کم حکمرانون کو معلوم ہو سکتی ہے، نہایت ہی اچھی طرح جان لیا تھا کہ حکومت کی بھلائی، اور اس کا بہترین اصول یہ ہے کہ جن کی محنت سے سلطنت گلزار بنی ہوئی ہو، ان کی حالت زار پر ہمیشہ نظر ترحم رکھی جائے، اس لئے اس نے یہ اپنا فرض مقرر کر رکھا تھا کہ مظلومین کو سوسائٹی کے مظالم و دست درازی سے بچائے، یہی وجہ تھی کہ اس کے ابتدائی سالہائے حکومت مین جبکہ اوسے چین سے حکومت کرنی نصیب ہوئی، اس کا بہترین، زرخیز، سبز وشاداب اور خوش حال حصہ ہند تھا، لیکن دوسری طرف انگریزون اور ان کے ماتحتون کے عہد مین یہی جنت دنیا کے بدترین قطعۂ ارضی بھی سے زیادہ بری دوزخ ہو گئی"۔

جیمس مل کا یہ بیان، اور ان خطوط وتحریرات اور روزنامچہ سے جن کے تراجم کو کرنل ڈبلو،

کرک پیٹرک نے مارکیوئس ولسلی کے نام سے معنون کیا تھا، اور جو ۱۸۱۱ء میں شائع بھی ہو گئے تھے، صحیح ثابت ہوتا ہے، یہ خطوط جن کو ٹیپو نے مختلف عمال سلطنت کے نام لکھے تھے، ایک رجسٹر سے جو تسخیر سرنگاپٹم کے وقت ملا تھا، جمع کیے گئے تھے، یہ ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۴ء تک کے ہیں، ان میں سے بعض خطوط کے تراجم یہ ہیں:

بنام محی الدین علی خان

"ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم ہر وقت گھر کے اندر بیٹھے رہتے ہو حتی کہ کچہری تک بھی نہیں آتے، تم کو چاہئے کہ روزانہ ایک معقول وقت تک کچہری میں رہکر سرکاری فرائض انجام دو، اور ایسی صورت نہ پیدا کرو کہ جس سے کسی حاجت مند مصیبت زدہ کو دادرسی کے لئے تمہارے گھر کی زنجیر کھٹکھٹانی پڑے ...... اگر تم نے ہماری ہدایات پر عمل کیا تو خیر، ورنہ تم کو اس جرم کی سزا بھگتنی پڑیگی"

۲۱ راگست ۱۷۸۵ء

بنام محمد مہدی بخشی سرنگاپٹم

تم کو کسی آدمی کو اپنے گھر نہ آنے دینا چاہئے، اور جو کچھ بھی کام ہو اوس کو کچہری ہی میں بیٹھکر انجام دینا چاہئے، لیکن اگر لوگ اسی طرح تمہارے گھر پر آتے رہے تو ان کو اون کے ناکوں اور کانوں سے محروم کر دیا جائیگا اس حکم پر سختی سے توجہ کرو"

اس خط پر کرنل کرک پیٹرک کا مندرجہ ذیل نوٹ ہے،

"اس خط کی مذکورہ سزا کے متعلق، یہ کہنا انسب ہے کہ چونکہ ہم کو کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ملا جہاں اس سزا نے عملی صورت اختیار کی ہو، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عوام کو ڈرانے کے لیے یہ سزا لکھی گئی تھی"

بنام تربیت علی خان

سلطان اپنے گذشتہ خطوط کا جن کا جواب نہیں دیا گیا تھا حوالہ دے کر لکھتے ہیں،

"یہ شخص (علی خان) دن مین دو تین مرتبہ کھاتا ہے، چین سے بیٹھتا ہے، اور خوش گپی اور لطف صحبت مین وقت گذارتا ہے، حالانکہ ہم خود شب و روز کام مین مشغول و مصروف رہتے ہین؛"

ملک کے سات بڑے شہرون کے سات ہتمان ڈی کے نام

"ہم نے ۰۰۰،۶ گز کا ایک کوس مقرر کیا ہے، اور ایک ہرکارہ کو ۱/۲ گھڑی (۲۲ منٹ ۴۸ سکنڈ) مین یہ مسافت طے کرنی چاہئے اگر تمھارے صوبہ کے خطوط اس مقرر کردہ وقت پر نہ ملین تو تم کو اپنے یہان کے ہرکارون کو کوڑے لگانے چاہئین"

شہید سلطان **ٹیپو** کے یہ چند خطوط ہین جن کو سامنے رکھکر اگر واقعات کی جانچ پرتال کرو تو معلوم ہوگا کہ تصویر کا دوسرا رُخ ہماری نگاہون سے پوشیدہ ہے، وہ ایک جفاکش، محنتی، شب و روز کامون مین مصروف ملک کے واقعات سے باخبر، ایک ایک افسر کے حالات سے مطلع، عدل پرور، اور انصاف پسند حکمران تھا، اس کے آئین حکومت کے روسے ہندو مسلمانون مین تفریق نہ تھی، شاید ہمارے دوستون کی یاد مین سلطان کا وہ فرمان بھی ہوگا جو آج سے چند سال پہلے **معارف** نے شائع کیا تھا، جو آج بھی مدراس کے ایک مرکزی ہندو دھرم کے معبد مین محفوظ ہے، اور جس مین یہ تصریح ہے کہ اس مرکزی معبد کی جس کو مرہٹون نے توڑ پھوڑ ڈالا تھا، ازسرنو مرمت کیجائے اور یہان کے مسند نشین کو جاگیر دیجائے،

ہمارا یہ حال ہے، اور خصوصاً ہمارے ہندو دوستون کا کہ وہ اپنے اسکولون کے کورسون مین تاریخ ہند کا جو حصہ پڑھتے ہین وہ اس کو حقیقت کا آئینہ جانتے ہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ محض سیاست کارانہ خیانت کا مجموعۂ ظلمات ہے، اور اس کا نام تاریخ کے بجائے "پولیٹکل پروپگنڈا" رکھنا چاہئے،

آثارِ دمشق

شہر **دمشق**، آرامی، یونانی، رومی اور عربی تمدنون کا یکے بعد دیگرے سب سے بڑا مرکز رہا ہے عہد اسلام مین وسیع ترین اسلامی سلطنت اموی کا پایۂ تخت تھا، انقلابات زمانہ نے گو اب اس کو

بے رونق کردیا ہے تاہم اس کے زیرزمین دفینے اب تک محفوظ ہین، یعنی آثار قدیمہ، پرانے کتبات، ٹوٹی ہوئی عمارتین، ویران کھنڈر اوس کا یہ سرمایۂ دولت ہین، ترکی عہد حکومت مین جرمن علمائے آثار نے یہان کچھ کھدائی کا کام شروع کیا تھا، مگر ناتمام رہا، اب جب سے فرانسیسی اس پر قابض ہوئے ہین، اس کے مختلف اطراف مین تین فرانسیسی علمائے آثار کی جماعتین مصروف کار ہین، ان کی تحقیقین جہان تک کامیاب ہو چکی ہین شام کے ارکیالوجکل میگزین، آثار سوریا مین اس پر ایک مضمون شائع ہوا ہی،

چنانچہ اب تک جو اہم انکشافات ہوئے ہین، ان مین سب سے زیادہ قابل قدر حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت سکینہ جو مشہور ادیبہ و شاعرہ تھین اونکی قبر شریف ہی، اس قبر پر اخروٹ کی لکڑی پر عمدہ نقش و نگار بنا کر لگائے گئے ہین، اور کوفی خط مین اس پر ایک کتبہ ہے جس پر "سنہ ۳۳۹ھ" کندہ ہے، دوسری قبر بھی اسی خاندان نبوی کی ایک اور چشم و چراغ سیدہ فاطمہ بنت احمد بن حسین کی ہے جو امام حسینؓ کی اولاد سے تھین، پانچوین صدی ہجری کے شروع مین انھون نے وفات پائی تھی،

قطب الدین خیضری کی مسجد کا بھی حال دریافت کیا گیا، دمشق کی "علمی عربی اکاڈمی" نے بھی اوس کی تحقیقات مین حصہ لیا، اور اس کے حالات لکھکر شائع کیے، اور اس پر کے کتبات پڑھے، جو عربی اور یونانی مین تھے، اس عمارت کو دیکھکر اموی تمدن کا پر شوکت زمانہ یاد آتا ہے، ایک اور جگہ تھی جہان ٹوٹے پھوٹے منقش پتھر نظر آتے تھے، اوس کو کھودا گیا تو پتھر کے نقش و نگار کے کامون کا کارخانہ ثابت ہوا، اور اس مین سے اس قسم کی بہت سی چیزین ملین معلوم ہوتا ہے کہ کسی فوری حادثہ کے باعث یہ کارخانہ تباہ ہوگیا تھا،

ابتدائی عہد مسیحیت کے ستر سولون مین ایک حنانیا کے گھر کی کھدائی شروع ہوئی، اس گھر کے دو حصے ہین، ایک عیسائیون کے اور دوسرا مسلمانون کے قبضہ مین ہے پہلا حصہ گرجا ہے، جو اب تک بھی عیسائیون کے ہاتھ مین ہے، اور دوسرا مسجد مین جو مدت سے منہدم اور ویران ہے، اس عمارت

مین حسب ذیل چیزین برآمد ہوئی ہین، (۱) کچھ ستون، اور پتھر جن پر خوبصورت پھول پتیان بنی ہین (۲) حوض چھوٹی نہر اور پائپ کے کچھ آثار (۳) ایک مربع پتھر جس کا عرض ہر طرف سے آدھا ہاتھ اور بلندی سوا ہاتھ ہے، اس پر یونانی مین چار سطرین کھدی ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان یونانیون نے اپنے کسی دیوتا کے لیے کوئی قربان گاہ تیار کی تھی، (۴) ایک سپید پتھر جس کے چارون طرف ابھرے ہوئے نقوش ہین جو مرور زمانہ سے مٹ سے گیے ہین، اوسکی ایک طرف بلوط کا درخت بنا ہے جس کے نیچے ایک گائے کا بچھڑا سویا ہے، دوسری طرف شراب کا پیالہ اور مذبح بنایا گیا ہے، تیسری طرف اس فرضی مخلوق کی شکل بنائی گئی ہے جو یونانی علم الاصنام مین خوش آوازی کا دیوتا ہے یعنی مچھلی کے دھڑ مین ایک خوبصورت انسان کا چہرہ، جس کی سریلی آواز سنکر جہاز کے مسافر مست ہو جاتے تھے، اس کے علاوہ عنقا، پرندہ کی خیالی تصویرین ہین،

شام کا محکمۂ آثار قدیمہ، ان یادگارون کی ترتیب اور حفاظت مین کوشش کر رہا ہے، دمشق مین امیر معاویہ کا جہان محل تھا وہ اب اسعد پاشا اعظم کے محل کے نام سے مشہور ہے، محکمۂ آثار نے مناسب سمجھا کہ ان یادگارون کو اوسی محل کے اندر جگہ دیجائے جس نے اس شہر کو اپنا پایۂ تخت بنا کر سو برس تک اس کو اسلامی تمدن کا مرکز بنا دیا، چنانچہ یہ محل خرید کر اس کو عجائب خانۂ آثار بنا دیا گیا ہے،

لفظ تاریخ کی اصلیت

عام لوگ تو یہ صحیح سمجھتے ہین کہ "تاریخ" کا لفظ عربی ہے، "تفعیل" کے وزن پر مصدر ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ "ارخ" عربی مین اس معنی مین کوئی مادہ نہین، عرب شعرائے جاہلیت کا ذخیرۂ اشعار، ہی عربی زبان کی سب سے بڑی ٹکسال ہے، مگر اس قدیم ذخیرہ مین یہ لفظ ملتا نہین، عرب اہل لغت بھی اسکو عربی کا قدیم لفظ نہین مانتے، اور اس کو معرب یا مولد (نیا لفظ) جانتے ہین،

بعض ایرانی مسلمان اہل ادب کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ اس لفظ کی عربی مین اصلیت سے طبق ہو اون کو وہ کسی

کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنی زبان فارسی کا لفظ بنا دیتے ہین، اوسکی مثالین ہمارے لغت مین بکثرت ہین، مگر لفظ تاریخ ایک ایسا لفظ ہے جس کو نہ صرف اہل عجم بلکہ خود بعض عرب بھی فارسی الاصل تسلیم کرتے ہین، روایت یون بیان کیجاتی ہو کہ حضرت عمرؓ نے جب اسلام مین دفاتر کی بنیاد ڈالی تو ایک ایرانی نو مسلم کے مشورہ سے حسابات اور کاغذات مین، ماہ و سال کی قید بھی اضافہ کی، ایرانی سے پوچھا گیا کہ تمھارے یہان اسکو کیا کہتے ہین ہین، اس نے جواب دیا "ماہ و روز" کہتے ہین عربون نے اس لفظ کو "مارخ" بنا لیا، پھر باب تفعیل سے "تاریخ" اوسکا مصدر بنا لیا، ہمارے ہان کے تمام اہل تاریخ، اہل سنین، اہل لغت اور علمائے ریاضیات اسی نظریہ پر قائم ہین، اور لفظ "تاریخ" کی تحقیق کرتے ہوئے اوسکی یہی اصلیت بتایا کرتے ہین، اس عام شور و غل کے درمیان ایک دھیمی آواز مورخ ابن عساکر دمشقی کی سنائی دیتی تھی، جو یہ کہتے تھے کہ یہ فارسی کا نہین بلکہ قدیم یمنی عربی (حمیری) زبان کا لفظ ہے، مگر لوگون نے مورخ موصوف کی تنہا شہادت کو قبول نہین کیا،

اب حال مین حافظ سخاوی کی ایک نادر تصنیف "الاعلان فی التوبیخ لمن ذم التاریخ" مصر کے مشہور لغوی عالم اور قلمی کتابون کے شائق احمد تیمور پاشا کو ہاتھ آئی ہے چنانچہ اس کتاب کے چند ابواب بالالتزام مین اونھون نے چھپوائے ہین، حافظ موصوف نے بھی اپنی اس تصنیف مین، مورخ ابن عساکر کی تائید کی ہے، اور لکھا ہے کہ (اسمٰعیلی) عربی یا شمالی عربی زبان مین یہ لفظ جنوبی عربی یعنی حمیری زبان سے آیا ہے،

اب اس مسئلہ نے تحقیق کا ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے مصر کے مشہور ماہر آثار مصریہ احمد بے کمال نے یہ ثبوت دیا ہے کہ لفظ "تاریک" ٹھیک اسی تاریخ کے معنی مین قدیم مصری کتبات مین نظر آتا ہی، اس شہادت نے مورخ ابن عساکر اور حافظ سخاوی کے دعویٰ کی قوت مین بہت کچھ اضافہ کر دیا، اور اب موقع آیا ہے کہ ہم لفظ "تاریخ" کی اصلی پیدائش کو ایران کے سبزہ زارون سے ہٹا کر عرب کے نخلستانون مین لیجائین، اب معلوم ہوتا ہی کہ چونکہ یمن کا صوبہ عرب کے تمام صوبون مین سب سے زیادہ متمدن تھا، اس لیے وہان تاریخ کے لیے لفظ موجود تھا، اور جب عرب مین بزمانۂ اسلام تمدن آیا، تو یہ ایک صوبہ کا مخصوص لفظ مملکت عرب کے اصلی مرکز مین مقبول ہو کر ہر جگہ پھیل گیا،

اخبار علمیۃ

علمی دنیا مین اس خبر نے بہت کچھ حیرت اور دلچسپی پیدا کردی تھی، کہ ٹنگونیا مین ایک جانور موجود ہے، جس کے متعلق ماہرین تاریخ فطرت کا خیال تھا...... ۳ سال قبل فنا ہو چکا ہے،

لیکن اب یہ معلوم کرکے حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی کہ نیوزیلینڈ کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرہ مین ایک اس سے بھی زیادہ معمر جانور موجود ہے، اس کا علمی نام سفنڈن ہے اور موریس کا خیال ہے کہ اوّل الذکر جانور سے اس کی عمر ۱۰۰۰۰۰ سال زیادہ ہے، اور آج بھی یہ جانور موجود ہے، حالانکہ اس کے دوسرے ساتھی زمانہ ہوا فنا ہو چکے ہین؛

ربڑ بنانے کے دو نئے طریقون کا حال مین تجربہ کیا گیا ہے، ایک طریقہ یہ ہے کہ ربڑ کے درخت کے دودھ سے یہ تیار کیا جاتا ہے اور اس سے اس قدر بہتر ربڑ بنتا ہے، جیسا کہ آج تک دنیا نے نہین دیکھا، دوسرا طریقہ اس دودھ کے ساتھ دوسری چیزون کو ملا کر اس قسم کے ربڑ تیار کرنے کا ہے، جس سے ٹائر وغیرہ نہایت آسانی سے بنائے جا سکتے ہین؛

ایک فرانسیسی سیاح کو ایک اشوری روٹی ملی ہے جو ۴۰۰۰ سال کی ہے، یہ روٹی ۶۷۰ ق،م مین پکائی گئی تھی، اور جس وقت ملی، اچھی حالت مین تھی، یہ ٹکیہ کی شکل کی ہے اور کپڑے مین نہایت ہی احتیاط سے لپٹی تھی،
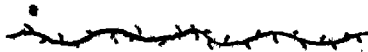
پروفیسر ڈبلو ایچ پیک کا بیان ہے کہ فضا کی غیر معمولی صفائی بارش کی نقیب نہین ہوتی، بلکہ اس کا عکس ہے جب ہم ۱۵ میل تک کی چیزین دیکھتے ہین تو صرف ½ دن بارش ہوتی ہے، لیکن جب صرف ۳ میل تک انسان کی نظر جا سکتی تھی تو ½ تک پانی برستا تھا،

انگلستان کے مشہور انشا پرداز بیکن کے مضامین کا ایک مجموعہ جو ۳۲۲ سال قبل کا چھپا ہوا دوسرا اڈیشن تھا گذشتہ ماہ مین ۴۰۰ پونڈ مین فروخت ہوا ہے،

لندن مین ۱۸۵۵ء کے نیو ساؤتھ ویلس کے دو ڈسپ کے زر ٹکٹ ۱۱۰ پونڈ مین نیلام ہوئے،

سرجان ایم، سی ایچ، اڈیٹر ڈیلی ٹیلیگراف نے اپنی عمر کا ۸۷ سال پورا کیا ہے، وہ ۶۰ سال سے اس اخبار مین ملازم ہین،

ریاست کوچین کی رپورٹ مردم شماری مظہر ہے کہ اس ریاست نے تعلیمی حیثیت سے بڑی ترقی کی ہے یہ ریاست ۱۳۶۱ میل ہے، یہان کی آبادی ۹۱۸،۰۰۹ ہے، ان مین ۴۵۹۲۰۴ مرد اور ۴۶۱۲۴ عورتین ہین، اس آبادی مین ۶۴۶۱۳۲ ہندو اور ۲۶۲۵۹۵ عیسائی ہین، اس ریاست مین مجموعی حیثیت سے ۱۸ فی صدی تعلیم یافتہ ہین، مذہباً عیسائی ۲۶ فی صدی اور ہندو ۱۶/۱۲، انگریزی جاننے والون کی تعداد ۱۸۰۰۶ ہے،

ہمارا عرصہ تک خیال تھا کہ جانورون اور انسانون کے حواس خمسہ ایک ہی قسم کے ہین، اور وہ اسی طرح دیکھتے، سنتے، سونگھتے، چھوتے اور چکھتے ہین جس طرح کہ ہم، کیونکہ وہ بھی ان تمام ظاہری اعضا کے

مالک ہین، لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ ہمارا یہ خیال غلط ہے، اور ہمارے حواس ظاہری و باطنی مین جس قسم کے لگاؤ ہین وہ تعلق ان جانورون کے ان حواسون مین نہین ہے اس لیے ہمارا ان کو اس حیثیت سے مساوی سمجھنا صحیح نہین، بلکہ اس مین بھی ہم ان سے اشرف ہین،

لندن کے عجائب خانۂ حیوانات مین پنڈرسے ایک زندہ کیڑا لایا گیا ہے، جس کے چھوٹے چھوٹے پاؤن اور بال ہین، یہ کیڑا پہلی مرتبہ عجائب خانہ مین آیا ہے، اور کیڑون کے ارتقائی حالات کی ایک اہم ترین کڑی ہے،
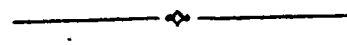
دنیا کے تمام ٹکٹ جمع کرنے والون کا گذشتہ مئی مین مقابلہ ہوا تھا، یہ مقابلہ لندن کے دیوان زراعت مین ہوا، تمام دنیا سے عموماً اور امریکہ سے خصوصاً ہزارون آدمیون نے اپنے ٹکٹ پیش کیے، بعض ملکون کے انفرادی ٹکٹون کی قیمت ۴۰ ہزار سے ۵۰۰۰۰ پونڈ تک ہے، اور ایک شخص نے تو ۵۰۰۰۰۰ روپے کے ٹکٹ داخل کرائے ہین، جنگ کے بعد یہ اپنی قسم کی پہلی نمائش ہے،

بعض سائنس دان وعدہ کرتے ہین کہ عنقریب وہ خود اپنے موسمون کے مالک ہوجائینگے بہت جلد ہم اس خوف سے نجات پالینگے کہ کہین، سڑک پر ہم پانی سے بھیگ نہ جائین یا قلت آب سے کاشتون اور باغون پر خراب اثر نہ پڑے، بہت ممکن ہے کہ دوسری چیزون کی طرح اب بارش کے سرکاری دن بھی مقرر ہوجائین؛ اس کے ایجاد کا سہرا پروفیسر ڈبو، ڈی، بنکرافٹ اور ڈاکٹر ایل، فرانسس وارن کے سر ہے، کچھ عرصہ ہوا انھون نے تجربتاً تھوڑی سے بارش بھی پیدا کی تھی، وہ ہوائی جہاز پر بیٹھکر بادلون کے اوپر چڑھ جاتے ہین، اور ان پر ریت کی بارش کرتے ہین، ریت کے ذرات، بادلون سے ٹکرا کر بارش پیدا کرتے ہین، اور زمین سیراب ہوجاتی ہے
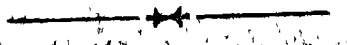
حال مین معدہ کے طریقۂ عمل کے مطالعہ کیلئے ایک شیشہ کا پیٹ بنایا گیا ہے، اس مین غذا ڈال دیجاتی ہو اور اس عرق کی جو غذا کو پیٹ مین ہضم کرتا ہے ایک مقدار اس مین چھوڑ کر بقدر ضرورت گرمی پیدا کیجاتی ہے، اور اس طرح طریقۂ ہضم کا مشاہدہ کیا جاتا ہے،

انڈے جیون جیون پرانے ہوتے جاتے ہین اُن کا وزن گھٹتا جاتا ہے، ان کے وزن وثقالت سے ان کی عمر کا پتہ چل سکتا ہے،

دو اونس نمک، ایک پیالہ پانی مین ملا دیجئے، اس کے بعد انڈون کو اس مین چھوڑئے، تازے انڈے تہ تک چلے جائینگے، ایک دن والے انڈے صرف تہ کو چھوئینگے تین دن کے انڈے تیرنے لگین گے اور جو اس سے بھی پرانے ہونگے سطح آب پر چلے آئینگے،

شیفیلڈ مین ایسے لوہے کا تجربہ کیا گیا ہے، جو نہ کبھی زنگ آلود ہوگا اور نہ داغ دار اس مین بجلی کے ذریعہ اور تیزی پیدا کیجائیگی، اس سے بہت سی ضروریات خانہ داری کی چیزین بن سکین گی،

ایک نئی قسم کی دھات دریافت ہوئی ہے جس کو اوڈیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ چمک، دیرپائی اور دوسری خاصیتون مین سونے سے بہت کچھ مشابہ ہے،

گارڈن کمرتیہ، جو ایک مشہور سیاح ہے، جنوبی امریکہ سے واپس آیا ہے، اور اپنے ساتھ ایک ایسی عجیب دوا لایا جو انسان کو جری اور بے خوف بنا دیگی،

یہ دوا ایک سیاہ بکس مین بند دار التجربہ مین رکھی ہے، درحقیقت اس مین انسانی اُمید کا لعل مقفل ہے،

اس مین صرف ۔ اپونڈ خبرین، اور پتیان ہین، تاہم اس کے حصول کے لیے .... اپونڈ خرچ کرنے کے علاوہ بہت سے آدمی مجروح ہوئے بعض مارے گئے ہیلون جنگلون اور دریاؤن کو طے کرنا پڑا، اکثر وحشیون کے تیرون کا مقابلہ ہوا بہت سے جنگلی بخار کے شکار ہوئے لیکن بحمد اللہ یہ گوہر مقصود جس کو کیپی (   ) کا نام دیا گیا ہے ہاتھ آیا، اس سے بزدل سے بزدل انسان بھی بہادر اور طاقتور دشمن کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیگا اور خوف و ہراس نام کو بھی باقی نہ رہے گا،

حال کی تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عام قیدیون نے، اپنے ایام آزادی کی بہ نسبت جیل کے تاریک کمرون مین زیادہ خواب دیکھے، اس کی وجہ شاید زندانی زندگی کی بیکاری ہو جن لوگون نے کبھی بھی کوئی خواب نہ دیکھا وہ یا تو بدترین قسم کے مجرم تھے یا انکی دماغی حالت صحیح نہ تھی، ۹۹ خواب دیکھنے والے قیدیون مین صرف ۲۳ نے اپنے جرم کے متعلق خواب دیکھے، قیدیون مین سے ۵۰ فی صدی نے کہا کہ ارتکاب جرم کی شب کو وہ نہایت ہی گہری نیند سوئے تھے،

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ گھڑیون کی کمانیان عموماً گرمیون مین ٹوٹتی ہین، لیکن بعض دکانون کے اعداد و شمار مظہر ہین کہ یہ کمانیان اکثر بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کے زمانہ مین زیادہ تر ٹوٹتی ہین، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گرمی کی جگہ مرطوب ہوا بھی اس کے لیے نقصان دہ ہے، چنانچہ دو گھڑیون ۵۶، ۵۶ کمانیان رکھی گئین اور ان مین سے ایک مرطوب ہوا اور دوسرے مین خشک بھر دی گئی اول الذکر مین سے ۱۷ کمانیان ٹوٹ گئین، تیل ٹپکانے سے یہ خطرہ کم ہو جاتا ہے،

جاپان کی ایک نوآبادی مین بیویان شوہرون اور بچون کی پرورش کرتی ہین اور خاندان کی

سردار تسلیم کیجاتی ہین، مرد امور خانہ داری کے ذمہ دار ہین،

یہ ایک عام خیال تھا کہ شادی کے بعد، عورت و مرد مین ایک قسم کی مشابہت پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے، اور بعض صورتون مین تو اس کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہین ہوتی، اس کے متعلق متعدد اصول بتائے گئے ہین لیکن ان سے کوئی ایسا نہ تھا جو معقول اعتراضات سے بری ہو، اب حال کے تجربون نے اس خیال کی تائید کی ہے، اور ہمارے پاس اس قسم کے عقلی و عملی ثبوت مہیا کر دئے ہین کہ ہم اُن کے ذریعہ اس صداقت کو ثابت کر سکتے ہین،

ٹرنٹو یونیورسٹی کے پروفیسر جے، سی مکلنین نے ہیلم گیس کو رقیق کرکے، دنیائے علم مین ایک نہایت ہی اہم تجربہ پیش کیا ہے، اب سے سولہ سال پہلے ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی مین بھی اس قسم کا تجربہ کیا گیا تھا، لیکن پروفیسر مکلنین نے جس وسیع پیمانے پر اس کو انجام دیا ہے، وہ نہایت ہی حیرت انگیز و فائدہ بخش ہے،

ایم جارج بریت، نے حال ہی مین پرندون کی طرح اڑنے کا تجربہ کیا، اونھون نے اس قسم کے پر لگائے جس مین ۱۵ گھوڑون کی طاقت کا ایک انجن لگا تھا اور اس کے ذریعہ ایک گھنٹہ مین انھون نے ۵۲ میل کی مسافت طے کرکے انگلش چینل کو عبور کیا اور ۴۴ منٹ مین فرانس واپس آئے، یہ پر ۴۴۴ مربع فٹ ہین اور اُن کا وزن ۵۰۰ پونڈ ہے،

ایک یورپین ڈاکٹر جو حال مین ۱۰۹ سال کی عمر مین مرا ہے، اپنی درازیٔ عمر کی وجہ اپنا طریقۂ خواب بتاتا ہے، اس کی نصیحت ہے کہ جب سونے کے کمرے مین جاؤ تو ایک قطب نما لے لو، اور اس کی مدد سے اپنے

پلنگ کو اس طرح رکھو کہ تمھارا سر شمال کی طرف ہو اور پیر جنوب کی طرف اسطرح سیدھے ہو کر گہری نیند سوؤ"

ہندوستان مین دیاسلائی جس کثرت سے استعمال کیجاتی ہے اس کا حال ذیل کے سرکاری اعداد بتائینگے

سنہ	۱۴۴ ڈبیون کے بکس	قیمت بصورت روپیہ
سنہ ۲۰-۱۹۱۹ء	۱۵۱۵۰۰۰۰،	۲۰۴۸۳۲۳۰
سنہ ۲۱-۲۰ء	۱۲۹۹۸۷۳۳	۱۶۷۰۱۳۷۰
سنہ ۲۲-۲۱ء	۱۳۶۸۰۸۰۱	۲۰۳۸۰۴۶۹

کیا ہم اپنی ناکون سے دیکھ سکتے ہین، ؟ کیا ہم اپنے بن انگشت سے سن سکتے ہین ؟ اور کیا ہم جس جگہ چاہین قوت بصارت پیدا کر سکتے ہین ؟ یہ ایسے سوالات ہین جو بظاہر نہایت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہین، لیکن ایک ۱۲ سال کی لڑکی ویلیناہگنس نے ان معاملات کو ایک حد تک صحیح کر دکھایا ہے،

حال مین ایک ایسی گیس ایجاد ہوئی ہے جس سے انسان پر خوف و انتشار کے جذبات طاری ہو جاتے ہین، حال مین واشنگٹن کی پولس نے غیر قانونی مجمون کو منتشر کرکے اس کی کامیابی و فائدہ مندی پر مہر لگادی ہے اور اب پولس کو گولی چلانے کی ضرورت پیش نہ آیا کریگی،

افریقہ کے مغربی ساحلی مقام کردی مسا مین آپ کسی شخص کے جھونپڑے کی طرح اپنا جھونپڑا نہین بنا سکتے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اوس کی سزا موت ہے،

اسٹریلیا کے ساحلی مقامات پر جہان گھاٹ بنے ہوئے ہین، اکثر نہانے والے، بڑی مچھلیون کے شکار ہو جاتے ہین، اس لیے ٹاؤنس ویل مین سمندر کے ایک حصّہ کو گھیر دیا گیا ہے تاکہ کوئی آدم خور مچھلی اس مین نہ آسکے؛ اس کی لمبائی ۳۰۰ فٹ، اور چوڑائی ۱۷۵ فٹ ہے۔۔۔۔ آدمی بیک وقت اس مین غسل کر سکتے ہین،

اس سال کے ابتدائی تین مہینون مین ۴۱۳ یہودی فلسطین جا کر آباد ہوئے، گذشتہ سال اسی زمانہ مین ۲۴۵ یہودی گئے تھے،

اطالیہ کے موجودہ وزیر اعظم مسولینی نے تمام مدارس سے لازمی فرانسیسی اٹھادی اور اوسکی جگہ یورپ کی کسی ایک زبان کی تعلیم پسند کی ہے،

۱۹۱۸ء مین جزائر بہاما، ویسٹ انڈیز مین ۶۰۰۰ پونڈ کی شراب گئی تھی لیکن گذشتہ سال ۱۰۰۰۰۰ پونڈ سے بھی زیادہ کی اسپرٹ ان جزائر مین خرچ ہوئی،

مغربی و وسطی افریقہ کے فرانسیسی مقبوضات مین اب تک مردم خوری کوئی بڑا جرم نہ تھا، اور اس کے مرتکبین کو معمولی سزائین دیجاتی تھین، لیکن اب حکومت نے اس جرم کے لئے سزائے موت مقرر کی ہے،

فاک سٹون کی مجلس بلدیہ نے طے کیا ہو کہ ساحل لیس پر ۔۔۔۔ ۱ پونڈ کا ایک میٹھ گھر بنوایا جائے،

غزل عزیز

جناب مرزا عزیز لکھنوی

سبق ملے ہین اس آئین دل نوازی سے — نیازمند بنایا ہے بے نیازی سے

بنادیا نہ زمانے کو داستان جب تک — ملی نہ عشق کو فرصت فسانہ سازی سے

یہی ثبوت عدم ہے یہی دلیل فنا — کہ آفرینش عالم ہے بے نیازی سے

نہین شکایت بیدادہان گلہ یہ ہے — یہ انتخاب ہوا ہے خوش امتیازی سے

ضرور ہے دل محمود رحم کے قابل — مگر ایاز کو فرصت کہان ایازی سے

بتادے اسے مجھے محفل مین چھیڑنیوالے — ہے بہتر اور کوئی ساز دل نوازی سے

سوائے اس کے کہ ہو دل شکستہ ایک غریب — بتاؤ فائدہ کیا اس زبان درازی سے

یہ راز کھل ہی گیا کب کا جان شاد ون بچہ — نہ باز آئے مگر تم زمانہ سازی سے

ہین غرق آتش تر تیرے رند تر دامن — پگھل گیا ہے جہنم بھی دل گدازی سے

ہم ایک راز حقیقت ہین بے نیاز جہان — علاقہ کیا ہمین اس پیکر مجازی سے

یہ وقت کونسا آیا ہے اے خدا مجھ پر — کہ چارہ ساز لرزتے ہین چارہ سازی سے

مین مطمئن تھا مگر میرے ناخدا تو نے — ڈبو دیا مجھے طوفان بے نیازی سے

لیا ہے گور غریبان نے درس عبرت کا — سکوت موت کی بزم سخن طرازی سے

سنبھال لے دل مجنون کو اے ہوائے نجد — اتر رہا ہے کوئی ناقہ حجازی سے
زبان کیسکی بھلا کیا کھلے ہین جو عقدے — کسی کی چشم سیہ کی سخن طرازی سے
جواب حسرت دیدار خط شوق مین تھا — بہ برق طور عبارت تھی دل نوازی سے
قریب ہی کہ زمانہ سکوت کرے گا — کسی کی چشم سخنور کی سحر سازی سے
یہ اہتمام ہین اخفائے حسن کے پھر بھی — دکھا رہا ہے جھلک پردۂ حجازی سے
ہزار طرح کے دل مین خیال آئے ہین — تمام رات ستارون کی دیدہ بازی سے
بیان حال کو ماتھے پہ کچھ عرق نکلا، — زبان رک گئی جب شرح جانگدازی سے
قدم تک آئے تو اے زلف تابدار مگر — خدا بچائے تری عمر کی درازی سے

دل عزیز کی بستی نہین ہوئی برباد
مگر نگاہ رمیدہ کی ترک تازی سے

فکرِ سلیم

اس قدر تشنہ بھری ہے مرے پیمانے مین — کہ چھڑک دون تو لگے آگ ابھی میخانے مین
ساری ان خاک کے پتلون مین خدا نے بھر دین — ندرتین جتنی تھین قدرت کے نہانخانے مین
تم کبھی نرم مزاجی پہ ستمگر کی نہ جاؤ — پنجۂ فولاد کا مخمل کے ہے دستانے مین
دل مین قوت جو ابھرنے کی ہو بیکار نہ جائے!! — ایک پودا ہے چھپکتا ہوا اس دانے مین
شمع کے گرد یہ کیون جوش سے کرتا ہے طواف؟ — ناچتی پھرتی ہے کیا چیز یہ پروانے مین؟
دل مین انسان کے اگر ہو تو حقیقت کھل جائے — یہی جھلکی سی جو پوشیدہ ہے پروانے مین
آندھیان آکے سناتی ہین ترانے مجھکو — بجلیان رقص ہین کرتی مرے کاشانے مین
عقل کو چاہیے سجدے کرے اُس کو ہیہم — شان وحشت کی جو دیکھی ترے دیوانے مین

وہ بھی ہوگا اسی تجربستہ مین ذرا غور سے دیکھو
پتلے جو حسن کے ہین دل کے صنم خانے مین

فتنے اللہ اللہ کے تری بزم مین سو جاتے ہین
کس قیامت کا اثر ہے مرے افسانے مین

حالِ دل کہنے کو ہون اُنسے مین اے جذبۂ دل!
بجلیان کوٹ کے بھر دے مرے افسانے مین

تاکہ باقی نہ رہے ہستی و مستی مین تمیز
بھر دو جذبات کی مے عمر کے پیمانے مین

شہر تین ہین مری گمنامی کے اندر پنہان
یعنی آبادیان گم ہین اسی ویرانے مین

نغماتِ قدس

از مولوی ابو القدس صاحب توحیدی بھوپالی

مقصودِ عشق ہے کہ وفاداریان رہین
منشائے حسن یہ کہ، دل آزاریان ہین

یہ تو نہو کہ دل سے وہ ہم کو بھلا ہی دین
راضی ہین اس پہ ہم کہ جفاکاریان رہین

ہو لاکھ یاس، حوصلۂ دل نہ چھوڑئے
بڑھتی ہوئی ہمیشہ طلبگاریان رہین

پھر کس کو ہون عزیز دل وجان کی راحتین
جب اس طرح نگہ کی فسون کاریان ہین

ہان اے نصیب دیکھئے اب ہم سے کب تلک
اوس جانِ آرزو کی یہ بیزاریان رہین

الندوہ کی جلدین

اکثر شائقین ہم سے الندوہ کی پرانی جلدون کے طالب تھے، ہم نے یہ تمام سرمایہ دفتر الندوہ سے اپنے دفتر مین منگوا لیا ہے اب جن صاحبون کو ضرورت ہو وہ ہم سے طلب کرین بعض جلدین مکمل ہین، اور بعض نامکمل، مکمل کی قیمت ہے رفی جلد ہے اور نامکمل کی ہم رفی نمبر، یہ نادر ذخیرہ شاید پھر ہاتھ نہ آوے،

"مینیجر"

باب التقریظ والانتقاد

الوراثة فی الاسلام

از
مولوی ابو الجلال صاحب ندوی،

یہ عربی کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جسکی ضخامت چھوٹی تقطیع کے ۶ صفحون مین محدود ہے، مولانا اسلم صاحب جیراجپوری (اعظم گدہ) معلم تاریخ جامعہ ملیہ علی گدہ کے قلم سے نکلا ہی،

حافظ صاحب علم فرائض کے ساتھ خاص دلچسپی رکھتے ہین! اور اس فن مین اون کو کامل دستگاہ ہی، معارف مین مسئلہ حجب پر اون کا ایک مضمون شائع ہو چکا ہے، وہ مدت سے کوشان تھے کہ اس فن کی تجدید کرین، اس رسالہ مین اونھون نے فقہا کے بتائے ہوئے بعض اجتہادی اصول کی تنقید کی ہے، اوّلاً بعض مسائل پر اپنے خیالات ظاہر کیے ہین پھر آیات میراث کی تفسیر کی ہے، آخر مین اونھون نے جن مسائل کو صحیح سمجھا ہے نہایت اختصار کے ساتھ، مگر واضح ترین پیرایہ مین اون کو لکھا ہے، اور جو کچھ لکھا ہے، اس مین نہایت دقت نظر سے کام لیا ہے، آئندہ صفحات مین ان ہی کے انھین خیالات کی تنقید مقصود ہے،

وصیت رسالہ مین سب سے پہلی بحث وصیت کی ہے. فقہا ر ورثہ کے حق مین وصیت کو ناجائز قرار دیتے مین خدا نے فرمایا. کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا نِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ: "تم پر ضروری قرار دیا گیا کہ جب تم مین سے کوئی مرنے لگے اور کچھ مال چھوڑے، تو والدین اور اقربا کے حق مین بھلائی کی وصیت کرے، پرہیزگارون کے لیے ضروری ہے"

صحیح حدیثون مین ہے کہ انحضرت صلعم نے فرمایا کہ "ہر مسلمان کے پاس اسکی زندگی کے ہر لمحہ مین کچھ

تحریری وصیت موجود رہنی چاہیے" ابتدائے اسلام میں اسی پر عمل تھا، پھر آیت میراث نازل ہوئی، شوافع کے نزدیک اس آیت نے حکم وصیت کو منسوخ کردیا، اور اب ورثہ کے حق میں وصیت جائز نہیں، مگر سب کو معلوم ہے کہ آیت میراث میں تو خود اسکی تصریح ہے کہ اس حکم توریث پر وصیت پوری کرنے کے بعد عمل ہوگا، امام ابو حنیفہؒ کے اصول کے بموجب حدیث بھی قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے، رسول خدا صلعم نے فرمایا، "لا وصیۃ لوارث" اس حدیث نے قرآن کے حکم کو منسوخ کردیا، حافظ صاحب نے پرزور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حدیث قرآن کو نہیں منسوخ کرسکتی، اس بنا پر انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وصیت اب بھی فرض ہے، اور آیت میراث پر اسی وقت عمل ہوگا جب مورث وصیت کیے بغیر مرجائے،

ہمارے خیال میں حافظ صاحب نے بھی تشدد سے کام لیا ہے، یہ صحیح ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتی، مگر جب (لا وصیۃ لوارث) کے مفہوم کی صحیح حدیثیں موجود ہیں تو ہم ان کو قطعی رد و قرار دے نہیں سکتے، اس لئے اس حدیث سے آیت وصیت کی تنسیخ نہیں بلکہ تخصیص ہوتی ہے،

واقعہ یہ ہے کہ عرب کے دستور کے موافق والدین اور اقربا کا کوئی حق نہ تھا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "سارا مال لڑکے کا تھا، والدین کے لئے وصیت تھی"۔ خدا نے ہر رائج برائی کو بتدریج روکا ہے، وہ لوگ اقربا کو حقدار نہیں سمجھتے تھے، مگر وصیت ان کے رواج کے مطابق تھی اس لئے پہلے اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کو کچھ دینے کا عادی بنانے کی غرض سے یہ آیت وصیت نازل ہوئی جس میں صرف والدین اور اقربا کے لئے وصیت کی تاکید کی گئی، اولاد کے لئے نہیں، اب تک اگرچہ وصیت ضروری تھی مگر بعض ورثہ کا حصہ پانا، بعض کا نہ پانا جصص کی کمی و بیشی محض وصیت کرنے والے کی مرضی پر تھی لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی تو اب ہر ایک وارث کا کچھ نہ کچھ حق مقرر ہوگیا، پہلے وصیت نہ کرنے کی صورت میں حق تلفی کا خطرہ تھا اسی لئے حکم تھا کہ ہر مسلمان کو اپنے پاس اپنا تحریری وصیت نامہ ہر وقت تیار رکھنا چاہیے، مگر جب آیت میراث نازل ہوئی اس حکم عام کی ضرورت نہ رہی آنحضرت ؐ نے

ان اللہ اعطی کل ذی [illegible] یعنی خدا نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کو وصیت کی ضرورت

بعض روایتوں مین "لاتجیز وصیۃ لوارث" کے الفاظ مروی ہین مگر یہ مفہوم قرآن کے خلاف پڑتا ہے، صحیح تر

اور مستند روایتون مین "لاوصیۃ" کے الفاظ ہین، "لاتجیز" کا لفظ غیر فقیہ راویون کی روایت بالمعنی کا

مرہون منت ہے؛

حضرت ابن عباس فرماتے ہین "سارا مال بیٹے کا تھا، مان باپ کے لیے وصیت تھی (آیت میراث

نازل ہوئی) تو خدا نے جس قدر حکم چاہا بدل دیا، مرد کو عورت کا دگنا، مان باپ کو ایک ایک سدس، بی بی کو

ثمن اور ربع دلایا، شوہر کا حق نصف و ربع مقرر ہوا"[۲]

حضرت ابن عباس کا خاص لفظ یہ ہے "فنسخ اللہ من ذالک ما احب" آپ کا یہ قول عرب کی

مندرجہ بالا رسم سے تعلق رکھتا ہے، اگر آیت کے متعلق قرار دیا جائے تو معلوم ہوا کہ آیت کا سارا حکم منسوخ

نہین ہے بلکہ صرف ایک حصہ، چونکہ آیت میراث مین بھی خود وصیت کا تذکرہ ہے، اس لیے معلوم ہوا

وصیت کا حکم تو باطل نہ ہوا، مگر وجوب کا حکم بدل گیا، وصیت ورثہ کے حق مین نہ تو فرض ہے نہ حرام بلکہ

صرف جائز ہے،

یہ خیال بھی صحیح نہین کہ کسی انسان کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ ایسی وصیت کرسکے جو خدا کے فرمان توریث

اور اصول تقسیم ترکہ کو مسترد کردے حدیثون مین تصریح ہے کہ ⅓ سے زاید مال مین وصیت درست نہین ہے؛

ذوی الفروض | دوسری بحث ذوی الفروض کی ہے فقہا کے نزدیک اخیافی بھائی بہن ذوی الفروض

ہین جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض صورتون مین حقیقی بھائی محروم ہوجاتے ہین اور اخیافی بھائی حصہ پاتے ہین مثلاً،

مسئلہ ۶ ہندہ

شوہر	مان	باپ	اخیافی بھائی	حقیقی بھائی
۳	۱	۱	۲	محروم

[۱] سنن دار قطنی مین مروی ہو کہ حضرت انس بن مالک فرمایا کہ مین نے حجۃ الوداع مین قربانی کے روز آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سنا،

[۲] بخاری باب میراث الزوج مع الولد وغیرہ

اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ [illegible] یورث کلالۃ او امرأۃ و لہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس،

فقہا کے نزدیک کلالۃ حال ہے لھما کی ضمیر اخ او اخت کی طرف راجع ہے، اب چونکہ آیت کا مفہوم آیت کلالہ (یفتیکم اللہ) کے خلاف ہے اس لئے ایک شاذ قرأت کی بنا پر اخت کے بعد (لام) محذوف مان لیا ہے مگر جب اجماع امت نے (لام) کا لفظ مسترد کر دیا تو مفہوم قائم رکھکر قرآن کی آیت کو درجہ فصاحت سے گرا کر غیر ضروری تعقید اور المناب مل کو ترجیح دینے سے فائدہ حافظ صاحب کے نزدیک اس میں بھائی بہنوں کے حصوں کا تذکرہ نہیں ورنہ

ان کان اخ یورث کلالۃ او اخت،

کہنا زیادہ تر بہتر ہوتا، اصل یہ ہے کلالۃ مفعول ہے منھما کی ضمیر رجل اور امرءۃ کی طرف پھرتی ہے، مطلب یہ ہے کہ

"اگر کوئی (اجنبی) مرد یا عورت (مثلاً مولیٰ) کسی لاولد کا وارث قرار دیا جائے، اور اس کے کوئی بھائی یا بہن بھی ہو تو اجنبی مرد اور عورت دونوں کا حصہ ایک ایک سدس ہے"،

اس بنا پر حافظ صاحب نے فیصلہ کیا ہے کہ اخیافی بھائی اور بہن ذوی الفروض نہیں آپ کے نزدیک یہ تو اسی وقت وارث ہونگے جب بنو اعیان اور بنو علات میں سے کوئی نہ ہو،

اخیافی بھائی بہنوں کا ذوی الفروض نہ ہونا تو قطعی اور غیر مشتبہ ہے مگر کیا واقعی اخیافی بھائی بنو علات اور بنو اعیان کے سامنے محجوب ہی ہے؟ حضرت عمرؓ کی پہلے یہی رائے تھی مگر ایک مرتبہ جب آنحضرت نے اخیافی بھائی بہنوں کو بنو اعیان کے مقابل محروم قرار دیا تو اخیافی بھائی نے کہا امیر المومنین ہا هب ان ابانا کان حمارا الست من ام واحدۃ[1] مان لیجئے ہمارا باپ گدھا تھا، کیا ہم دونوں ایک ماں کی اولاد نہیں؟

---

[1] سنن بیہقی طحاوی وغیرہ،

اس پر حضرت عمرؓ نے سب کو شریک [illegible] یعنی صورت مسئلہ کا نام اصطلاح فقہا میں مسئلہ حماریہ گیا

عصوبت حافظ صاحب مسئلہ عصوبت کے مخالف ہین، ان کے خیال مین ذوی الارحام اور ذوی الفروض دونون برابر کے حقدار ہین، جس کا رشتہ زیادہ قریبی ہے اس کا حق مقدم ہے، برابر کا رشتہ ہو تو مان کی طرف کے اقربا پر باپ کی طرف کے اقربا کو ترجیح ہے، یہان تک ہم کو حافظ صاحب کے ساتھ اتفاق ہے،

چونکہ حافظ صاحب کے نزدیک وراثت کا مدار قربت پر ہے جس درجہ کا مرد وارث ہو سکتا ہے، اس درجہ کی عورت بھی وارث ہو سکتی ہے: اس لیے اونھون نے فقہا کے اس اصول کی مخالفت کی ہے کہ اہل فرائض کو دے کر جو کچھ بچے قریب ترین مرد رشتہ دار کا ہے، وہ کہتے ہین کہ یہ اصول قرآن کے خلاف ہے، اس کے لیے اونھون نے تین مثالین پیش کی ہین، پہلی دو مثالون مین دکھایا ہے کہ بہن بھائی کے ساتھ، اور بیٹی بیٹے کے ساتھ وارث ہوتی ہے، تیسری مثال مین دکھایا ہے کہ بیٹی، بہن بھتیجا، وارث ہون تو فقہا کے اجماع کے مطابق بھتیجا محروم ہے، حالانکہ اصول کے ماتحت صرف مرد کو وارث ہونا چاہئے، مگر یہ اعتراضات فقہا کے اصول پر نہین وارد ہوتے، یہ اصول آنحضرت صلعم کی ایک صحیح حدیث سے ماخوذ ہے، آپ نے فرمایا،

الحقوا الفرائض باھلھا فما ترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر[1]

تیسری شکل مین فقہا کے مسلک کے مطابق، "ما ترکت الفرائض" صادق ہی نہین، پہلی صورت مین ان کا جواب یہ ہے کہ یہ اصول ان ورثہ کے متعلق ہے، جن کا ذکر قرآن مین نہین، ہان کسی حدیث سے ثابت ہو کہ پھوپھی اور خالہ کو بھی حصہ ملتا ہے تو یہ اصول ٹوٹ سکتا ہے؛ اولاد اناث اور بہنون کا حقدار ہونا تو قرآن مین مذکور ہے، حضرت شریک بن عبد اللہ بن نمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے خالہ اور پھوپھی کے حق مین فرمایا،[2]

---

[1] بخاری کتاب الفرائض [2] دارقطنی

حدثنی جبریل علیہ السلام [illegible] یعنف لہما

حافظ صاحب ماترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کو ایک جزئی فیصلہ تسلیم کرتے ہین کوئی کلی اصول نہین، مگر یہ الفاظ توآپ کی زبان سے اس وقت ادا ہوئے، جب میدان منیٰ مین قربانی کے روز اونٹ پر سوار ہوکر آپنے مشہور و معروف خطبہ دیا تھا جس مین زیادہ تر اصولی احکام تھے،

عول ورد

عول و رد بھی فرائض مین نہایت اہم اور مختلف فیہ مسئلے ہین، مخرج بعض وقت مجموعۂ سہام سے کم ہوتا ہے تو مجموعۂ سہام کے برابر فرض کرلیا جاتا ہے اسے عول کہتے ہین عصبات نہون تو فقہا کے نزدیک بقیہ میراث بھی ذوی الفروض ہی مین اُنکے حصص کے اعتبار سے تقسیم ہوگی حافظ صاحب عول کے منکر اور رد کے قائل ہین، حالانکہ رد بھی قرآن کے خلاف ہے، امام شافعیؒ نے اس کی سخت مخالفت کی ہے جب خدا نے ورثہ کے حقوق مقرر کردیے ہین، تو ان کے حصے زیادہ کردینے کا حق کس نے کس کو عطا کیا؟ فقہا اور حافظ صاحب دونون مین فرق یہ ہے کہ وہ سب ورثہ کے حصون مین اضافہ کردیتے ہین مگر حافظ صاحب کے نزدیک مراعات ترتیب واجب ہے، حالانکہ دونون صحیح نہین خدائے علیم نے ورثہ کے حقوق مقرر کردیے ہین اسی لیے کہ جوکچھ باقی بچے دیگر اقربا کو پہنچیگا کیونکہ خدا کے مقررہ حصون مین کمی بیشی کا حق کسی کو نہین ہے، ماترکت الفرائض فلاولی رجل ذکر کا اصول مان لینے کے بعد رد کی ضرورت نہین رہتی

عول کے موجد حضرت زید بن ثابتؓ ہین، آپ کے سامنے جب اس قسم کا ایک معاملہ پیش ہوا، توآپنے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین خدا نے کس کے حق کو مقدم اور کس کے حق کو مؤخر قرار دیا ہے اس لیے میری سمجھ مین یہ آتا ہے کہ تم سب کے حصہ مین کچھ کمی کردون، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زید بن ثابت کو حقوق کا تقدم و تاخر معلوم ہوتا تو عول کی ضرورت ہی نہ پڑتی،

حضرت ابن عباس اس کے سخت مخالف تھے، اُن کے نزدیک ان ورثہ کے حقوق مقدم ہین جو ہر حالت مین ذوی الفروض ہی رہتے اور جو کسی حالت مین ماںقی کے مالک ہوتے ہین

[illegible] ان کا حق موخر ہے [illegible]

ملے گا، باقی اولاد اور اصول مین تقسیم ہوگا، اصول مین مان کو تقدم ہے، اولاد کے مقابلہ مین اصول کا حق مقدم ہے، مقدم کو دیکر جو بچے کا موخر کو ملے گا، حافظ صاحب اسی رائے کو ترجیح دیتے ہین اور عول کو خلاف قرآن بتاتے ہین، واقعہ یہ ہے کہ خدانے جن لوگون کے حقوق مقرر کر دئے ان مین کمی کرنے کا حق ہم کو نہین، عول کی صورت مین سب کا حصہ کم ہو جاتا ہے،

حجب مسئلہ حجب مین آپکی تحقیقات ناقابل رد ہے، مگرآپ کا یہ خیال صحیح نہین کہ ماں باپ کسی کی موجودگی مین بھائی بہن کا کچھ حصہ نہین یہ خیال خود قرآن کی تصریح کے خلاف ہے، خدانے فرمایا:-

فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اس آیت مین لاولد میت کی دو حالتین بتائی گئی ہین، (۱) صرف والدین وارث ہون (۲) والدین کے ساتھ بھائی بہن بھی ہون دونون صورتون مین صرف ماں کے حصہ کا بیان ہے باپ کا حصہ مذکور نہین مگر پہلی صورت مین چونکہ سوائے باپ کے کوئی دوسرا وارث نہین تو باقی ترکہ کل باپ کا ہوا، اگر باپ کے ساتھ بھائی بھی ہین، اور قرآن مین باپ بھائی دونون کے حصے مذکور نہین تو ظاہر ہے کہ مابقی باپ اور بھائی کا حصہ ہے یہ کس قدر خلاف انصاف ہے کہ ماں کے حصہ مین کمی تو ہو بھائیون کے باعث مگر فائدہ اٹھائے باپ جو ممکن ہو کہ اپنا کل ترکہ کسی دوسرے کو ہبہ کر دے، قرآن کا یہ طریقہ بیان کہہ رہا ہے کہ بھائی کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہے جس کی تعیین اس آیت مین نہین ہے لیکن اگر آیت (یفتیکم اللہ) پر غور کرو تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے،

کلالہ کے معنی مین اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مراد لاولد میت ہے جس کے ماں باپ بھی زندہ نہون، مگر یہ معنی اس آیت مین مراد نہین ہو سکتے کیونکہ قرآن مجید مین خدانے اپنے فتوے کو بتاتے ہوئے، بھائی بہن کے وارث ہونے کی شرط یہ لگائی ہے کہ مورث لاولد ہو چنانچہ فرمایا

[illegible]

بعض کے نزدیک لاولد میت مراد ہے، اس سے بحث نہین کہ اس کے والدین زندہ ہون یا نہون اس آیت مین یہ معنی مراد لیے جائین تو کوئی ہرج نہین:۔

بعض کے نزدیک لاولد میت کا ورثہ مراد ہے، اس آیت مین یہ معنی بھی درست ہو سکتا ہے:۔

مگر اس آیت مین کلالہ کے لفظ سے دوسرے ہی معنی مراد ہین:۔

ائمہ لغت کے نزدیک "کلالہ" ان اقربا کو کہتے ہین جو نہ اصول ہون نہ فروع ہون، فتوی انہین کے حق مین پوچھا گیا تھا، مسلم شریف مین مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ بیمار تھے آنحضرتؐ عیادت کو گئے تو حضرت جابرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ مین اپنی میراث کے متعلق کیا کرون؟ "کلالہ" کے سوا میرا کوئی وارث نہین:۔ اس پر یہ آیت اتری اس سے معلوم ہوا، قرآن مجید مین (کلالہ) کا لفظ اسی مفہوم مین اترا ہے، رسول اللہ صلعم سے والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر ورثا کے متعلق فتوی دریافت کیا گیا تو خدا نے فرمایا،

یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ - اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ا لآیۃ۔

"لوگ فتوی پوچھتے ہین کہدو اللہ والدین اور اولاد کے علاوہ دیگر اقربا کے حق مین فتوی دیتا ہے کہ کوئی آدمی مرجائے اور اس کے اولاد نہو اور اس کے بہن ہو تو اسکا حصہ نصف ہے، وہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کے کوئی اولاد نہین ہے۔

دیکھو اس آیت مین بھائی بہنون کے وارث ہونے کی شرط صرف ایک بیان کی گئی ہے کہ مورث لاولد ہو، والدین کے نہ ہونے کی شرط نہین،

اس آیت سے بھائی بہنون کے متعلق معلوم ہوگیا کہ وہ لاولد میت کے بیٹے بیٹیو کے قائم مقام

ہین، اولاد جس قدر حصہ پاتی ہے اسی قدر بھائی بہن کا بھی حق ہے: اگر اولاد مورث کے ماں باپ اور بھائی موجود ہون، تو جیساکہ ہم نے ثابت کیا ہے بھائی محروم نہ ہوگا: بلکہ اس مورث مین والدین کا حصہ وہی ہے جو اولاد کے ساتھ ہوتا، اور بھائی بہن اولاد کے قائم مقام ہین،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ مورث کے ساتھ کسی کے واسطے سے کسی شخص کو قرابت حاصل ہو تو واسطہ قرابت کی حیات مین وہ شخص وارث نہین ہوسکتا، حافظ صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہین مگر آپنے فقہا پر اعتراض کیا ہے کہ اس اصول کو مانتے ہوئے وہ ماں کی موجودگی مین بھائی کو وارث کیون قرار دیتے ہین، یہ اعتراض صحیح ہے کیونکہ وہ باپ کی موجودگی مین بھائی کو محروم کرتے ہین حالانکہ باپ ماں دونون کا درجہ مساوی ہے،

ہم بھی اس اصول کو مانتے ہین، مگر یہ خیال مضحکہ انگیز ہے کہ بھائی بہن کی قرابت دوری ہے، ماں باپ واسطۂ قرابت ہین، اگرچہ منطقی طور پر یہ اصول صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ عام معاشرت، ہر ملک مین بھائی بہن کی قرابت کو بے واسطہ قرابت قرار دیگی۔ علاوہ برین یہ قاعدہ ان ورثہ سے تعلق رکھتا ہے جن کا ذکر قرآن مین نہین ہے، قرآن مجید تو ماں باپ کی موجودگی مین بھی بھائی اور بہن کو حصہ دلاتا ہے،

حجب کے متعلق فقہا کا ایک اصول ہے کہ قریب ترین وارث بعید ورثہ کو محجوب کر دیتے ہین، حافظ صاحب نے اپنا زور قلم سب سے زیادہ اسی پر صرف کیا ہے کہ کسی وارث کا حاجب وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس وارث اور مورث کے درمیان واسطہ قرابت ہو، اس مسئلہ خاص پر ان کے دلائل کی تردید مشکل ہے،

اگرچہ ہم حافظ صاحب کے بعض خیالات کے ساتھ اتفاق نہ کرسکے لیکن اس مین کوئی شک نہین یہ رسالہ لکھکر حافظ صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ علم فرائض کی ترتیب و تدوین پر ہم کو دوبارہ غور کرنے کی ضرورت ہے ہمارے علمائے کرام غور کے ساتھ مطالعہ فرمائین تو شاید ان کو بھی ہماری طرح حافظ صاحب کی بعض رایون کو تسلیم کرلینا پڑے، وصیت، حجب، عول وغیرہ بعض اہم مباحث کے لیے خاص طور پر مطالعہ کی ضرورت ہے، یہ رسالہ جامعہ ملیہ علی گڈہ سے ملیگا، خوبصورت ٹائپ مین چھپا ہے قیمت ۸

مطبوعات جدیدہ

اسوۂ صحابیات، مولانا عبد السلام صاحب ندوی نے اپنی مشہور تصنیف اسوۂ صحابہ مین سے صحابیات کے حالات چنکر علحدہ ایک رسالہ کی صورت مین ترتیب دئے ہین کہ وہ عورتون اور لڑکیون کی تعلیم مین کام آسکے، اس مین طبقۂ صحابیات کے مذہبی کارنامے، علمی خدمات، معاشرتی اعمال اور ان اخلاقی فضائل کا نقشہ پیش کیا ہے، جن سے مجموعی طور پر سارا طبقہ متصف تھا، اسی لئے اس کتاب کی ترتیب ابواب فقہ کے ابواب سے مشابہ ہے، حجم معارف کی تقطیع پر ۸۹ صفحات کا ہے، قیمت عمر، پتہ مسلم پرنٹنگ پریس اعظم گڈہ،

مشرقی ترکستان، وسط ایشیا کے آثار عتیقہ کی تلاش و جستجو مین سر اورل آسٹن ترکستان کا کئی مرتبہ سفر کر چکے ہین، اور ہر سفر مین انکو بیش قیمت معلومات کے ذخائر ملے ہین یہ کتاب اون کے دوسرے سفر کا مختصر روزنامچہ ہے جسے پہلے انگریزی مین تصنیف کیا تھا، پھر آقا محمد ابراہیم ایرانی سردار گل محمد خان سفیر افغانستان اور مولوی ظفر حسن صاحب کی امداد سے خود مصنف نے فارسی کا جامہ پہنا کر حقائق وسط ایشیا کے نام سے شایع کیا، مشرقی ترکستان اس کا اردو ترجمہ ہے، مترجم کا نام سید محمود اعظم صاحب فہمی ہے، کتاب نہایت مختصر ہے اور اس مین محض حالات سفر لکھے گئے ہین، مصنف نے غالباً اپنی اثری تحقیقات کے نتائج سے ارادۃً بحث نہین کی ہے جن کتبات یا نوشتون کا ذکر کیا ہے ان کا مفہوم تک نہین بتایا ہے، تاہم اس کتاب کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ ہمارے تاریخی معلومات مین اضافہ ہو سکتا ہے،

اس سفرنامہ مین ایک واقعہ دیکھکر بدقسمت اہل مشرق کی ناقدری پر رونا آتا ہے، تونہانگ کے مندر مین مقدس نوشتون کا ایک اچھا ذخیرہ تقریباً ۱۰۰۰ء سے بطور تبرک محفوظ تھا جس مین ۔۔۔ تک

کی تحریرین تھین۔ ان تمام تحریرون کو مندر کے مقدس پجاری نے بیکار سمجھ کر سر اوریل اسٹن کے حوالہ کردیا جنھون نے اُن کو لندن پہنچادیا، گو اس طرح یہ ذخیرے علمی دنیا کے لئے مفید تر ہوگئے مگر یہ کس قدر افسوسناک ہے، کہ ہم نے ان کو کس طرح ضائع کردیا، قیمت ۶ر پتہ:۔ دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ،

مطالب الغالب، دیوان غالب کی مختلف شرحین شائع ہوچکی ہین۔ مطالب الغالب ایک جدید شرح ہے، جسے حال مین جناب سہا نے مرتب کرکے شائع کیا۔ یہ شرح بہ نسبت دیگر شرحون کے مبسوط اور مفصل ہے۔ ایک مرتبہ سرسری نظر ڈال کر جو کچھ ہم کہ سکتے ہین وہ یہ ہے کہ جناب سہا کی محنت قابل ستایش ہے قیمت سے، پتہ شیخ مبارک علی تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ لاہور،

درس عمل، جناب محمد حسین صاحب محوی لکھنوی کی چند قومی نظمون کا مختصر مجموعہ، جسے دائرۂ ادبیہ، لکھنؤ نے ایک مختصر رسالہ کی صورت مین شائع کیا ہے، قیمت ۴ر

قانون وراثت، جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب حنیفی۔ بی اے، ال۔ ال۔ بی وکیل میرٹھ نے اسلامی قانون وراثت کے نام سے یہ رسالہ لکھا ہے اور اس کے آخری صفحات مین کچھ دفعات قانون شفع کا بھی اضافہ کیا ہے باوجود اختصار مسائل کی کافی توضیح کی ہے رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی قانون کے طریق پر دفعہ وار مرتب کیا گیا ہے، قیمت ۸ر مؤلف کے پتہ سے دستیاب ہوگا،

سمرنا کا چاند، یہ افسانہ جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کی جدید تصنیف ہے، جس مین تربیت کے فائدے اور تربیت نہ کرنے کے نقصانات کو مصنف نے افسانہ کی شکل مین دکھایا ہے، کتاب کے نام کو اس کے موضوع سے صرف یہ تعلق ہے کہ کتاب بھر مین ایک جگہ مظالم سمرنا کا ذکر آگیا ہے، قیمت ۱۲ر پتہ:۔ عبدالرشید برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۲ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، ۸ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم، ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنتہ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطائے امام مالک پر تبصرہ ۱۲ر

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے اون کا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومین کیا جدوجہد کر رہی ہین مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہین، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس مین یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانون اور اسلامی ملکون کی گذشتہ صدیون مین کیا خدمتین انجام دی ہین، ۳ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتون کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۴۵۰ صفحے ۳ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارنامون کی تفصیل صفحات ۴۲۵ قیمت للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت ۶ر

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع، قیمت ۳ر

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد ۱۲ غیر مجلد ۸ر

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس مین حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد ۱۲ر

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، ۱۲ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے، جلد دوم ۱۲ر

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ ر، ۱۲ر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہین، عمدہ ٹائپ مین چھپی ہے قیمت ۱۲ر

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریاں اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے، قیمت ۱۲/

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارہ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ۱۲/ دوم ۱۲/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، ۱۰/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب "جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ" کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعتکے اخلاق، پبلک رہنمایون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲، ۶/

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۸/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۴/

مذہب کی باتین، بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۴/

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۴/

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، ۴/

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۴/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضاء کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸/

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیۂ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۱۲/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد، ۱۲/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۸/

نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس بان و سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحے ۲۰۱، ۱۲/

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت ۱۲/

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب، ۱۲/

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب، ۱۲/

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امراء وزراء علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت ہی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین، ۱۲/

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ۶/

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعراء اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کیے ہین، قیمت ۱۲/

الندوہ کی جلدین موجود ہین، قیمت فی جلد [illegible] ہے

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت سالانہ [illegible] محصول

فہرست مضمون نگارانِ معارف

(جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء)

به ترتیب حروف تہجی

نمبرشمار	اسمائے گرامی	صفحہ	نمبرشمار	اسمائے گرامی	صفحہ
۵	سید فضل الحسن حسرت موہانی	۲۲۰ و ۲۹۹	۹	مرزا عزیز لکھنوی	۴۷۷ و ۴۷۸
۶	مولانا راغب بدایونی	۴۷۵	۱۰	مولوی ابوالحسنات صاحب تیرندوی	۱۳۸
۷	پروفیسر وحیدالدین سلیم	۶۸	۱۱	جناب یامین صاحب آمین ہاشمی	۲۳۷
۸	جناب شاد عظیم آبادی	۲۳۶ و ۴۷۴			

فہرست مضامین

جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء

مجلد سیزدہم | ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء | عدد اوّل

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سنہ ۱۹۲۴ء سے **معارف** کی زندگی کا نوان سال شروع ہوا، نو سال کی زندگی موافق آب و ہوا کے سایہ مین کچھ تعجب انگیز نہین، مگر اُردو کے شہرستان کی جو آب و ہوا ہے اوس مین نو برس کی یکسان زندگی بھی کچھ کم حیرت زا نہین، **تہذیب الاخلاق** مرحوم نے کل ملا کر سات برس سے بھی کم زندگی پائی، **الندوہ** جون توں آٹھ برس چلا، اور **حسن** وغیرہ تو چند برسونکی بھی عمر نہ پا سکے، دعا کیجئے کہ علم و فن کا یہ "بے عمل واعظ" کچھ دن اور جیتا رہے،

سنہ ۱۹۲۳ء مین **دار المصنفین** کی طرف سے ایک دو سے زیادہ نئی کتابین نہین نکلین اس کی وجہ نئی تصنیفات کی عدم تیاری نہین، بلکہ یہ ہے کہ ہمارا مطبع گذشتہ سال زیادہ تر ختم شدہ کتابون کے نئے طبعات (اڈیشنز) کے اعادہ مین مصروف رہا، علم الکلام، الکلام، ارض القرآن، سیرۃ عمر بن عبد العزیز وغیرہ جن کے نسخے بالکل مفقود تھے اور ملک مین اون کی پیہم طلب جاری تھی، الحمد اللہ کہ وہ دوبارہ چھپ گئین اور اب مطبع پوری تیزی سے بعض نئی کتابون کی تیاری مین مصروف ہے،

زیر طبع کتابون مین **سیرۃ نبوی** کی تیسری جلد ہے، جس کے ڈھائی سو صفحے چھپ چکے ہین، اور اسی قدر ابھی اور باقی ہین، **ابن رشد** اور اوس کے فلسفہ پر ایک نہایت محققانہ اور مبسوط تصنیف بھی زیر طبع ہے، انقلاب فرانس کے قلمی ہیرو روسو کا ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہے، مولانا سید عبد الحی

مرحوم کی عربی تاریخ ہند ٹائپ مین جامعۂ ملیہ کے مطبع مین چھپ رہی ہی، مولنا مرحوم کی دوسری تصنیف **گلِ رعنا** (تذکرۂ شعرائے اُردو) کی کتابت شروع ہوگئی ہی،

علی گڈھ اسلامی تعلیمی کانفرنس کا خطبۂ صدارت نہایت جامع تھا، لیکن مانع نہ تھا، اوس کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی غرض جس اسٹیج سے بھی اوس کو پڑھا جاتا وہ اوس کے لیے موزون ہوسکتا تھا، حتیٰ کہ اگر سرسید مرحوم کی برسی کے دن بھی اوس کو پڑھا جاتا تو اوس کی موزونی مین فرق نہ آتا، **عبدیت ونیابت** الٓہی کا فلسفہ جو صاحبزادہ صاحب کا خاص موضوعِ سخن ہی وہ بھی اِس خطبہ مین پوری طرح موجود تھا،

خطبہ مین بہت سی باتین عمیق فکر وکاوش کا نتیجہ تھین، اور اوس کے بہت سے مشورون سے ہم کو کامل اتفاق ہی، تاہم ہم یہ یقین نہین کرسکتے کہ جدید تعلیم ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہی، اور تمام قوم اور تمام قومی کام کرنے والون مین جو کچھ ذہنی، دماغی، جسمانی، مالی قوت واستطاعت ہی وہ تعلیم اور صرف تعلیم کی راہ مین صرف کرنا چاہیے، صاحبزادہ صاحب کا یہ مشورہ ہی کہ قوم کا ہر فرد سب کچھ چھوڑ حافظ کے مشورہ کے مطابق یہ کہتا ہوا صرف جدید تعلیم کی اشاعت مین لگ جائے،

مصلحت دید من آن است کہ یاران ہمہ کار بگذارند وخم طرّۂ یارے گیرند

لیکن مشکل یہ ہی کہ تعلیم جدید کے اب ایسے باوفا عشاق سے ہندوستان کی دنیا خالی ہوگئی،

صاحبزادہ صاحب نے اِس امر پر اپنی پوری کوشش صرف کردی ہی، کہ سرسید کے علمی، تعلیمی، سیاسی مذہبی اور روحانی عقائد کو اس خطبہ مین پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ یکجا کردیا جائے، تاکہ "مرتدین" کے

شکوک و شبہات کو دور کرکے از سر نو اون کو سر سید کے مذہب کی دعوت دیجائے، اس مذہب کے جن چند عقائد کو نمبر وار صاحبزادہ صاحب نے یکجا کیا ہی اور اون کو "غیر متزلزل یقین" کے ساتھ تسلیم کرنے کا قوم کو مشورہ دیا ہے گو چند سال پہلے اون پر لوگ بے دلیل ایمان رکھتے تھے، مگر اب کیا کیا جائے کہ قلوب ایسے بدل گئے ہین کہ ان پُر زور دلیلون سے بھی اون پر ایمان لاتے اون سے نہین بنتا، ہم کو یہ اعتراف ہی کہ صاحبزادہ موصوف سر سید کی شریعت کے بہترین مبلغ ہین، تاہم اب اون کو خود یہ "غیر متزلزل یقین" پیدا کر لینا چاہیے کہ اب وہ شریعت ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکی، اور جس طرح سر سید نے اپنے پہلون کی طرز و روش و مقصد تعلیم مین تبدیلی کی ضرورت سمجھی تھی، چالیس برس کے بعد اب اون کے نائبین کو بھی اِن حالات مین تبدیلی کی حاجت ہی،

با این ہمہ ہم تو مسلم یونیورسٹی پر خدا کی یہ رحمت سمجھتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب امسال یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے، یاد ہوگا کہ اب سے دو سال پہلے معارف کے اِنھین صفحات مین، ہم نے صاحبزادہ صاحب کو اِس منصب کا بہترین حقدار لکھا تھا، کیونکہ اِس جماعت مین اِن سے بہتر کوئی شخصیت نہین، ہم نے اِس خبر کو بھی نہایت مسرت کے ساتھ سنا کہ صاحبزادہ صاحب نے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ مین لینے کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کر دیا ہی، بڑی ضرورت اِس کی ہی کہ قوم اور یونیورسٹی کے درمیان بیگانگی کی جو خلیج حائل ہو گئی ہی، اوس کو پاٹا جائے، اور اوس خواب کو پورا کیا جائے جو سر سید مرحوم نے خود دیکھا تھا، اور قوم کو دکھایا تھا، شبلی مرحوم کے خواب کی تعبیر ملنے کا زمانہ تو ابھی بہت دور ہی، یعنی یہ ع

که این سررشتهٔ تعلیم با در دست ما باشد

صاحبزادہ صاحب نے یہ سوال نہایت بموقت کیا ہی کہ مسلمانون کی اِس شدید ضرورت کے ایام مین جب شاھی اور سنگھٹن کی مشکلین پیدا ہو رہی ہین، کیا وجہ ہی کہ ایک طرف ہندؤن مین بیسیون بی اے

ایم اے، ایل ایل بی، بیرسٹر اپنی سادہ اور محنت کش زندگیون کے ساتھ اپنی قوم مین اِس سرے سے اوس سرے تک لگے ہوئے ہین، دوسری طرف مسلمانون مین ان کامون کے لئے ایک مسلمان گریجویٹ بھی نظر نہین آتا (اِلّا ماشاء اللہ) صاحبزادہ صاحب اِس کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ مسلمانون مین چونکہ یہ جدید افراد کم ہین، اور دوسرون مین زیادہ ہین، اسلیئے یہ صورت حال ہے، اور اسلیئے مسلمانون کو چاہیئے کہ مسلم یونیورسٹی مین طلبہ کو بھیجکر اپنے گریجوائیٹون کی تعداد بڑھائین، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اِس اختلاف حال کی وجہ کمیّت اور تعداد کی کمی بیشی نہین، بلکہ کیفیت کی کمی بیشی ہے، اگر آج کسی اعجاز سے مسلمان گریجوائیٹون کی تعداد دونی بھی ہو جائے مگر اون کی تعلیم و تربیت کی ذہنی و نفسی کیفیت یہی رہے تو بھی صاحبزادہ صاحب کو یہی افسوسناک منظر نظر آئیگا، کامیابی کا ذریعہ **تعداد** کی قلت و کثرت نہین، بلکہ **ایمان** کا ضعف و شدت ہے کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ

اِس دفعہ کے مسلم یونیورسٹی کورٹ مین اِسلامی تعلیم گاہون کی طرف سے ایک رکن کا انتخاب پیش تھا، کسی غلط فہم دوست نے اوس کے لیئے دار المصنفین کے ناظم اور دار العلوم ندوہ کے معتمد (یعنی خاکسار) کا نام پیش کیا، اِس پر اونہون نے بڑی کرامت یہ دکھائی کہ اپنی تائید مین ۱۴ رائین بھی حاصل کرلین، لیکن اِس کے بالمقابل علی گڈھ کے ایک نوجوان رئیس جو میرے دلی عزیز ہین، اونہون نے ۱۰ رائین پائین، جن پر اون کو مبارکباد دیتا ہون، لیکن اپنے دوستون سے پوچھتا ہون کہ کیا اونھین یہ معلوم نہ تھا کہ اِس عہدہ کے استحقاق کے لیئے وہان کس شرط کی سب سے پہلے ضرورت ہے؟ اور وہ غریب ناظم دار المصنفین اور معتمد دار العلوم ندوہ کو کہان حاصل؟

یہ خبر گو حیرت کے ساتھ نہین لیکن افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ مسلم یونیورسٹی کے اُردو پروفیسر صدیقی صاحب نے

فلسفۂ اندلس نے ایک مضمون اپنے خاص ظریفانہ انداز میں، نومبر ۱۹۲۰ء کے علی گڈھ میگزین میں لکھا تھا جس میں موجودہ یورپین آداب و رسوم متعلقہ نسائیات کی تنقید اور شادی، پردہ، تعدد ازدواج وغیرہ میں اسلامی اصول کی تائید کی تھی، سنا ہو کہ یہ مضمون بحق سرکار مسلم یونیورسٹی "ضبط" کیا گیا، اور لکھنے والے کو کوئی قانونی سزا دیجانے والی تھی، فرد قرار داد جرم یہ تھی، کہ اس مضمون سے "یورپین تمدن" کے خلاف ملک میں بغاوت کا اندیشہ ہے یہ بھی روایت ہو کہ معارف کے شذرات ملزم کی طرف سے صفائی میں پیش کیے گئے، مگر گواہ نامعتبر ٹھہرا، اور آخر ملزم نے معافی مانگ لی، اور اس طرح کسی بڑی سزا سے بری کیا گیا، یہ اسپین کا مشہور "علمی استبداد" (انکویزیشن) آخر ہمارے اس "قرطبہ" اور "غرناطہ" میں کب تک جاری رہے گا،

ہندوستان کے علما میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مصنف ما لا بد منہ) کا جو رتبہ ہو وہ عیان ہو، قاضی صاحب کی تصنیفات میں ان کی عربی تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم ہو لیکن وہ بوسیدہ اوراق کے پردہ میں نگاہوں سے مخفی ہو، مولوی سید محمد یامین صاحب میرٹھی مرحوم نے اس کی طباعت کا سامان کیا، لیکن کچھ اجزا نکل کر کام رک گیا، اب ان کے صاحبزادے مولوی سید جمیل الدین صاحب نے سرے سے اس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی مستقل جلدوں میں چھاپنا چاہتے ہیں مگر مشکل سرمایہ کی ہو،

یہ مشکل اس طرح حل کی گئی ہو کہ پانچ سو عربی اور پانچ سو اردو نسخوں کے خریداروں کی امداد حاصل کی جائے، مولوی جمیل الدین صاحب ہر دو زبانوں کی پانچ پانچ سو درخواستوں کے وصول ہونے پر کام شروع کر دینگے، امید ہے کہ اہل علم قدردانی کا ثبوت دینگے، اس سلسلہ کے متعلق ہر قسم کی مراسلت مولوی صاحب سے دار العلوم دیوبند (سہارنپور) کے پتہ سے کرنی چاہیئے، ہر ماہ کے شروع میں ایک ایک پارہ شائع ہوگا، اور ہر اشاعت کی قیمت ۱۲؍ مع محصول ہوگی،
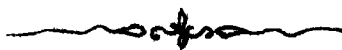
ہمارے صوبہ کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی شش ماہہ کارناموں کی ایک فہرست چھپکر شائع ہوئی ہے جو ہمارے پاس پہنچی ہے، جنوری سنہ ۲۱ء سے جون سنہ ۲۲ء تک کل ۲۵ پمفلٹ یا رسائل شائع ہوئے جن کی فن وار تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) روداد مجالس قانونی سرکاری،	۶	(۲) تردید ترک موالات	۶
(۳) ریفارمس یا اصلاحات	۲	(۴) ٹریٹوریل فوج	۲
(۵) تعلیم	۲	(۶) بالشویزم	۱
(۷) مشرق ادنیٰ و ٹرکی	۱	(۸) طب	۱
(۹) حفظان صحت	۴	(۱۰) جنگلات	۲
(۱۱) زراعت	۱	(۱۲) سیاسی	۶
(۱۳) عام	۳		

ان مین ہر رسالہ انگریزی، اُردو اور ہندی تین زبانون مین شائع ہوا ہے، انگریزی زبان مین علوم و مسائل کی ان ابتدائی ضروریات کے متعلق رسائل چھپوانے کی کوئی مصلحت سمجھ مین نہ آئی، کیا صوبۂ متحدہ کے دیہاتی رقبون مین کسی ایک متنفس کی بھی مادری زبان انگریزی ہے؟ علوم و فنون کی تقسیم سے ناظرین مرعوب ہوگئے ہون گے، مگر اونھین باور کرنا چاہیئے کہ یہ علوم و عنوانات کے نام تو مختلف ہین، مگر ان سب کا موضوع صرف ایک تھا، اور وہ ہر حیثیت سے موجودہ نظام حکومت کی مدح و ستایش، اگر کاش پبلک خزانہ کی یہ لاکھون کی رقم ملک مین صحیح علم کے نشر و اشاعت مین صرف کی جاتی تو حکومت کا ملک کی گردن پر کتنا بڑا احسان ہوتا، مگر یہ سچ ہے کہ اس سے پروپیگنڈے کی خدمت انجام نہ پا سکتی،

مقالات

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی،

ہمارے آریہ دوستون کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان مین جہان ایک بہی کوئی مسلمان نہ تھا، سات کروڑ مسلمانون کی تعداد کیونکر پیدا ہوگئی؟ لیکن کیا ان کو کبہی اس پر بہی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہان کبہی ویدک دہرم مطلق نہ تھا، ہندوستان قدیم کی کروڑون پرانی قومین کیونکر اس دہرم مین آگئین، پہر بودہ مذہب نے اسی سرزمین مین ویدک دہرم کیونکر شکست دی، اور بعد ازین ویدک دہرم نے بودہ مذہب کو آگ، تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کردیا؟ یہ سب پرانی باتین ہین، ان کو جانے دیجئے، چند صدیان پہلے یہان ایک عیسائی بہی نہ تھا، مگر اب یہان نصف کروڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہوگئی ہے، اور روز بروز پیدا ہوتی جارہی ہے یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریون نے تمام دنیا مین یہ پہیلا رکہا ہے کہ مسلمانون نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پہیلایا ہے، حالانکہ انہین اچہی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین کیا کیا نہ کیا، اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی عام سلطنتون نے اس کے لیے کیا کیا راہین نہ اختیار کین، اور خود ہندو راجا دہرم کی خاطر کیا کیا نہ کر گذرے، اسی طرح اگر بعض مسلمان

بادشاہون سے ایسی باتین سرزد ہوئین، تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیون ہین؟

تمام دنیا کے مذاہب مین سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا مین ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہین کیا جاسکتا،

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ — مذہب مین کوئی زبردستی نہین،

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے،

اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ — اے پیغمبر کیا تو لوگون کو مجبور کریگا کہ وہ ایمان والے ہوجائین

خدا نے فرمایا، پیغمبر کا کام جبر و اکراہ نہین، بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے،

لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ — اے پیغمبر تو ان کافرون پر حاکم بنا کر نہین بھیجا گیا،

فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ — اے پیغمبر تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے،

قرآن نے یہ بھی بتادیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا مین کیونکر کیجائے.

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ — اپنے رب کے راستہ کی طرف تو لوگون کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلا، اور ان سے مناظرہ کر تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے،

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا، تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ "اگر محمد نے تیغ زن سپاہیون کے زور سے اسلام کو پھیلایا، تو پہلے ان تیغ زن سپاہیون کو کس تلوار سے مسلمان بنایا؟" اس اصول کی بناپر تو چاہئے تھا کہ ان ملکون مین اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہان تلوار نے اس کا ساتھ نہین دیا، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانون نے اس کے اس احسان کے بدلہ مین کبھی تلوار نہین اٹھائی، کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام مین مسلمانون کو اپنے ہان پناہ دی تھی، تاہم آج وہان نصف آبادی مسلمان ہے، افریقہ

کے اُن خطون مین جہان مسلمان سپاہیون کا گذر بھی نہین ہوا تھا، وہان حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانون نے فوج کشی نہین کی، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہان کہان سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے، مگر آج وہان چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہوگیے؟ سیام، انام، اور مشرق اقصی کے دوسرے ملکون اور جزیرون مین جہان کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہین پہنچا، اسلام کا قدم وہان کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانون پر تلوار چلائی تھی، ان پر تلوار کس نے چلائی اور انکو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکون کو جانے دو، خود ہندوستان کو لو یہان اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہوکر آیا، اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا، مگر درحقیقت انکی قوت کا مرکز صوبۂ آگرہ، دہلی اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہین، جہان آج بھی مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہان ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے، برخلاف اس کے جہان اونکا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، وہان وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہین، بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف مین انکی تعداد اپنے ہمسایون سے مافوق ہے،

دکن پر مسلمانون کا ہمیشہ قبضہ رہا، بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی، اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتین معاصرانہ قائم ہوئین، اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے، تاہم وہان مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے،

سب اہل تاریخ مانتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستون کو، کلی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کرسکا، انگریزون کے عہد تک وہان کے ہندوؤن کے ہاتھون مین مسلمان بادشاہون کے مقابلہ کے لیے تلوارین تھین، مگر باایں ہمہ وہان کی کوئی ریاست آج ایسی نہین جہان تھوڑے بہت مسلمان نہ ہون، سیلون اور برما پر کبھی مسلمانون نے قبضہ نہین کیا، مگر وہان مسلمانونکی خاصی تعداد ہے،

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو، انگریزی عہد کے پرامن زمانہ کو سامنے لاؤ جب ہندوستان مین مسلمانون کی تب بے نیام تلوار ہمیشہ کے لیے کند ہو گئی ہے ۱۸۸۱ء کی بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہر دہ سالہ تعداد کو دیکھو کہ مسلمان ستر اسّی برسون مین پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہنچ گئے، ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین مسلمانونکی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی ۱۹۱۱ء مین ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ہوگئی اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری مین ۶ کروڑ ستر لاکھ ہوگئی، تیس برس کے عرصہ مین ایک کروڑ مسلمان کس **محمود**، اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہین، اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ مین نئے مسلمانون کا جو اضافہ ہو رہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؟

ہمارے آریہ دوستون کو ہندوستان مین اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے اور اس کے اسباب ووجوہ کے جاننے کے لیے سخت بیچینی ہے، اور بے خبری یا تعصب سے وہ کبھی اسکا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم کو قرار دیتے ہین، ذیل کے صفحات مین ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہین، تاکہ اُنھین معلوم ہو کہ ہندوستان مین اسلام کی ترقی انھین طبعی طریقون سے ہوئی ہے، جن سے دنیا مین ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے، ہوتی ہے اور ہوگی۔

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب، عربون اور ہندؤن کا تجارتی میل جول تھا، عرب تاجرون اور سواحل ہند کے سوداگرون مین باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا، بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا، البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کر دیا، اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال واسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہین لانے لگے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت، اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو عرصہ مین اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے اونکو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے، اور یہان سے اب وہ صرف مسالون، خوشبوؤن، تلوارون اور کپڑون کا سامان ہی نہین لیجاتے

لگے، بلکہ نو مسلموں کی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لیجانے لگے، ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قوموں نے انکو فرشتۂ رحمت سمجھکر قبول کیا، عربی سفرناموں اور جغرافیہ کی کتابوں مین ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہین،

ملیبار مین **موپلا** اور **نوایت** انھین عرب تاجرونکی یادگار نسل ہین اور یہی ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہین، انھون نے جس آہستگی، سکون، اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا، عیسائی مشنری اور انگریزی مورخین تک انکی اس قابلیت کے مداح اور ستایشگر ہین،

ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ **سندھ** ہے، سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا، اور جاٹ اور میڈ ی قوم کے لوگ انکی فوج کے سپاہی تھے، اس کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانون کے قبضہ مین آیا، تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے اور اس وقت سے لیکر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے درپے پیش آتے رہے، محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک تھی، بہت جلد ختم ہوگئی یعنی اس نے سو برس کا زمانہ بھی نہین پایا ہے، لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا،

ہندوستان مین اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے، جدھر سے وہ پیدایش سے چارسو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ مین داخل ہوا،

ہمارے آریہ دوستون کو یہ غلط فہمی ہے، کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا، جیسا آج ایک زمانہ سے وہ نظر آتا ہے، کہ ویدک دھرم نام ایک برہمنی مذہب کو ہر باشندۂ ہند کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، عرب مین اسلام کی پیدایش اور ہندوستان مین بودھ مذہب

کا زوال ساتھ شروع ہوا، تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا، عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ مین آئے ہین، تو انکا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندوؤن سے نہ تھا، بلکہ بودھ مت اور جین مت کے پیروؤن سے تھا، اس وقت ترکستان سے کابل تک اور پنجاب وکشمیر سے سندھ تک بودھ مت اور گجرات وغیرہ ادھر کے ساحلی علاقون مین جین مت غالب تھا[1]، اور ملیبار اور مدراس کے اطراف مین بھی ویدک دھرم یا برہمنی مذہب کے پیرو لوگ نہ تھے، بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے پرانے باشندے تھے جنکو درۂ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنون نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے بھاگ کر دور دست علاقون مین چلے گئے تھے،

ہندوستان کے حدود مین اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند مین پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا، یعنی ایک رات اس کو چاند شق ہوکر دکھائی دیا، اس نے ادھر ادھر لوگون کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے، اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سنکر مسلمان ہوگیا، اور عرب چلا گیا، ایک روایت مین ہے کہ وہ خود آنحضرتؐ کے زمانہ مین پہنچا، دوسری روایت مین ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین پہنچا اور بالآخر یمن مین اس نے انتقال کیا اور وہین مدفون ہوا،

ملیبار اور اس کے اطراف مین جو پرانی قوم آباد ہے، اس کو نایر کہتے ہین، یہ عام ہندوؤن سے بالکل مختلف ہین، اور ان مین قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات پائے جاتے ہین، اور ان مین کوئی صحیح اور با نظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کرسکتا، ان کو عام برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہین، اور ان سے چھوت کرتے ہین، تاریخ تحفۃ المجاہدین مین ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات

[1] اس بیان کی تصدیق کے لیے، دیکھو ایلیٹ کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۵۰۴ سے ۵۰۰ تک، ایلیٹ نے عرب سیاحون اور جغرافیہ نویسون کے بیانات کے ساتھ چینی سیاحون کے بیانات اور دوسرے دلائل یکجا کر دئے ہین،

کا ہندوان سے چھو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے کھا نہین سکتا، اگر کھالے تو سردار اس کو اپنی برادری سے نکال کر انھین نیچ ذاتون کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اسکی بقیہ عمر غلامی مین گذرتی تھی، یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا، ایک کنوئین سے دوسرا پانی نہین پی سکتا تھا، پاس بیٹھ نہین سکتا تھا، آج بھی ان اطراف مین بالکل یہی حالت ہے، اور آپ روز سنتے ہین کہ مدراس مین برہمن اور نان برہمن کی لڑائیان برابر جاری ہین،

اسی طرح یہان کی عورتون پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہرون کی تابعدار ہین، اور ہر ایک کی خوشنودی اُن کا فرض ہے، اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر مین ذکر کیا ہے، میر جمال الدین حسین انجو نے اپنے لغت مین لفظ ملیبار کے تحت مین ان کے اس رسم کو بیان کیا ہے[1] غیر قومون مین شادی کرنے سے بھی ان کو چندان باک نہ تھا،

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے تو ان مظلوم فرقون کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ ہاتھ آیا، مسلمان تاجرون نے انکو نوکر رکھا، ان سے تعلقات بڑھائے، ان کی عورتون سے شادیان کین، نیچ قوم کے لوگ اور نیز ذات سے خارج لوگون نے بھاگ بھاگ اسلام کے دامن امن مین پناہ لینی شروع کی، اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانون کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے، تو دوسرے ہندو بھی اونکی عزت مین کمی نہین کرتے تھے، یہ دیکھکر یہان کی ادنی قومون کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی،

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے، اگر ان اطراف مین دفعۃً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرۂ اسلام مین آگیا ہوتا، لیکن پرتگیزون نے یہان آکر دریا سے عربون کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا، اور آبادی کے مسلمانون کو عرب و مصر سے اپنے تعلقات کے توڑ دینے پر مجبور

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۳۷۰، نولکشور

کردیا، بالآخر عیسائیون نے غلبہ پایا اور اس وقت ان مقامات مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے، چنانچہ تمام صوبون سے زیادہ وہان عیسائیت کو فروغ ہے، اور روز بروز وہان صلیب پرستون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقون کے لوگ تو گویا پورے کے پورے عیسائی ہوگئے ہین،

ذیل مین ہم تحفۃ المجاہدین (جو علاقۂ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہین، جن سے حقیقت حال ظاہر ہوگی،

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہون مین مختلف ملکون سے تاجر بکثرت آتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نئے شہر آباد ہوگئے ہین، اور مسلمانون کی تجارت سے ان مین آبادی بڑھ گئی ہے، اور مکانات کثرت سے بن گئے ہین، یہان کے سردار اور راجہ مسلمانون پر سختیان کرنے سے پرہیز کرتے ہین، باوجودیکہ یہ سردار اور انکی سپاہ بت پرست ہے، مگر وہ مسلمانون کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے ہین؛ ....
بت پرستون اور مسلمانون کے اس اتحاد سے اس لیے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانون کی تعداد کل آبادی کا دسوان حصہ بھی نہین"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین ان تاجرون کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہوچکا تھا،

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤن کا برتاؤ مسلمانون کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے، کیونکہ ان کے ملک مین زیادہ شہرون کا آباد ہوجانا انھین مسلمان تاجرون کی بود و باش کا نتیجہ ہے"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجا کیون عرب تاجرون کی اس قدر عزت کرتے تھے، اور ان کے کاروبار مین کوئی دخل نہین دیتے تھے،

"نائر قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قوموں سے جو بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہیں،
مزاحمت نہیں کرتے اور نہ انکو دھمکیاں دیکر ڈراتے ہیں، بلکہ وہ ان کے ساتھ ایسی ہی عزت
کا برتاؤ کرتے ہیں جیسے اور مسلمانون کے ساتھ، خواہ وہ نومسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا"[1]

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا، کہ ان نیچ ذات کے لوگون کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور سیاحون نے ہندوستان کے جن حصون کا حال لکھا ہے وہ وہی ہین جو عرب تاجرون کے بحری گذرگاہ تھے، وہ خلیج فارس کے بندرگاہون سے جن مین مشہور سیراف اور بصرہ ہے، سندھ آتے تھے، اور یہان سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گذر کر مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے، اور یہان سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کرکے چین کی راہ لیتے تھے، راستہ مین مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے تھے، چنانچہ ان کے یہی تجارتی رہگذر انکی اشاعت اسلام کی کوششون کے مرکز تھے،

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤن اور سلطنتون کے نام گناتے ہین، مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتون اور شہرون کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے، کچھ عربی مین تلفظ بدل کر، کچھ کتابون کے ناسخون اور کاتبون کے ہاتھون سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف ہو گئے ہین، ان سلطنتون یا ملکون مین سے چند مشہور نام یہ ہین، جنکو تمام جغرافیہ دانون اور سیاحون نے بالاتفاق نقل کیا ہے،

سلطنت **بلھرا، جُرز، طافن، کش بین، اور رھمی**، ان کے علاوہ مانڈ

[1] تحفۃ المجاہدین کا نسخہ میرے سامنے نہیں، کچھ تو فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین نقل کیا ہے، مگر یہ اقتباسات ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام کے صفحہ ۲۸۲، ۲۸۳ سے یہان نقل کیے گئے ہین،

اور موگا وغیرہ کے علاقے آتے ہین، ہندوستان کے مستشرق مورخین مثلاً الیٹ، ٹاڈ، رینا ؤ وغیرہ نے ان ناموں کی اصل نکالنے میں بڑی دیدہ ریزی کی ہے، اونکی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ **بلہرا** کی اصل بلبھ رائے ہے جو مالوہ کے حکمران خاندان کا نام تھا، عربون نے بھی اس کو شاہی لقب ہی بتایا ہے، **جزر** تو ظاہر ہے کہ گجر یعنی گجرات ہے، **طافن** کی نسبت ان خصوصیات کی بنا پر جو عربون نے بیان کئے ہین، رینا ؤ کی رائے ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن ہے، لیکن طافن کا حل وہ نہین کرسکا، میری رائے ہے کہ طافن نہین یہ لفظ طاقن ہے، چنانچہ اس کا املا طاکن بھی رینا ؤ نے پایا ہے، اور طاقن اور طاکن، داکھن یا دکن یا دکھن کی خرابی ہے، کش ہین کو ٹاڈ کچ بھوج (عربی مین چ، ش سے بدل جاتی ہے) اور رینا ؤ میسور بتاتا ہے اور رہمی راج کو مشرقی بنگال قرار دیتا ہے[1]،

عربون نے سب سے زیادہ بلہرا یا بلبھ رائے کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور اس کے دار السلطنت کا نام وہ مانکیر (مانگیر یا مہانگیر) بتاتے ہین اور کمکم نام ایک علاقہ بھی وہ اس میں شامل کرتے ہین، کمکم غالباً کوکن ہے، سب سے پہلا عرب سیاح جسکا سفرنامہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہے، وہ عراق کے تاجر سلیمان سیرافی کا ہے، اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری (آٹھوین صدی عیسوی) کے شروع مین لکھا تھا، فرانسیسی مستشرق رینا ؤ REINAUD نے اس کو مع فرنچ ترجمہ اور حواشی کے ۱۸۴۵ء مین سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع کیا ہے،

اُس نے اپنا سفر انھین راستون سے کیا ہے، جنکا ذکر ابھی اوپر گذرا، وہ بیان کرتا ہے کہ ہندوستان اور چین کے لوگ بلا اختلاف یہ یقین رکھتے ہین کہ دنیا مین چار بادشاہ سب سے بڑے ہین، سب بڑا وہ **عرب** کے بادشاہ (خلیفۂ بغداد) کو سمجھتے ہین، کہ وہ سب سے دولتمند، سب سے زیادہ باجاہ و جلال ہے اور وہ سب سے بڑے **مذہب** کا بادشاہ ہے، جس سے بڑی کوئی چیز نہین، اس کے بعد

[1] دیکھو الیٹ جلد اول کے تاریخی اور جغرافی ضمیمے، ان نامونکی تصحیح اور تحقیق ایک دلچسپ موضوع ہے لیکن اس کیلئے اور موقع ہے؛

خاقان چین، پھر ازین قیصر روم، پھر راجہ بلہرا، سوراخ کیے ہوئے کانون[1] والے آدمیون کا بادشاہ، راجہ بلہرا تمام ہندو راجاؤن سے زیادہ معزز ہے، اور گو ہندوستان کا ہر راجہ اپنی سلطنت مین مستقل ہے، مگر اسکی بزرگی کو سب تسلیم کرتے ہین۔ بلہرا کے راجاؤن کی عمرین بڑی ہوتی ہین، بلہرا کی رعایا کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اس لیے بڑی ہوتی ہین کہ وہ عربون (مسلمانون) سے محبت رکھتے ہین۔ تمام راجاؤن مین راجہ بلہرا سے زیادہ عربون (مسلمانون) سے زیادہ محبت رکھنے والا کوئی دوسرا نہین، اور اسی طرح اوسکی رعایا بھی محبت رکھتی ہے[2]"

کیا یہ سمجھا جائے کہ کوکن مین مسلمانونکی زیادہ بود و باش اور اسلام کی اشاعت بلہرا کے راجاؤن کی اسی بے تعصبی کا نتیجہ ہے؟ گجرات کے راجہ کی نسبت اوسکا بیان ہے کہ "وہ عربون (مسلمانون) کا دشمن ہے، باایں ہمہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفۂ بغداد) دنیا مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور ہندو راجاؤن مین اس سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین[3]"۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "طاقن (یا دکن) کا راجہ بھی عربون (مسلمانون) سے راجہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے[4]"

"چین والے داڑھی نہین رکھتے، اور وہ قدرۃً بھی اس سے محروم ہین، لیکن ہندوؤنکی لمبی لمبی داڑھیان ہوتی ہین، مونچھین بھی نہین ترشواتے[5]۔۔۔ چین اور ہندوستان کے لوگون کا یہ عقیدہ ہے، کہ کہ بدھ (بدھ) کے مجسمے اور بت (بت کی اصلیت بھی بدھ یعنی بودھ ہے) ان سے باتین کرتے ہین، حالانکہ باتین ان کے پجاری کرتے ہین[6]" اور ان دونون ملکون کے لوگ جانور کو قتل کرکے کھاتے ہین، اہل چین مین خود اپنا کوئی مذہب نہین ہے، ان کا مذہب ہندوستان سے آیا ہے، اور وہ بیان کرتے ہین کہ ہندوستان ہی نے یہ بدھ کے مجسمے ان کے لیے بنائے ہین، اور ہندو ہی اصل مذہب والے ہین،

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ادھر کے لوگ کانون مین بالا پہنتے تھے۔ [2] سفرنامۂ سلیمان تاجر، مطبوعۂ پیرس ۱۸۱۱ء صفحہ ۲۰، ۲۷۔ [3] سفرنامہ مذکور صفحہ ۲۸۔ [4] ایضاً صفحہ ۲۹۔ [5] ایضاً صفحہ ۵۰۔ [6] ایضاً صفحہ ۵۰۔

اور یہ دونون قومین تناسخ کی قائل ہین، صرف مذہب کی فروعی باتون مین اونکا اختلاف ہے[1]،

اور جہان تک علم ہے ان دونون قومون کے لوگون مین کوئی مسلمان نہین ہے، اور نہ کوئی عربی بولتا ہے[2]

اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ مین نے پہلے کہا ہے کہ اسلام کا مقابلہ برہمنی دھرم سے نہین، لیکن بدھ مت سے تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کے جن علاقون سے وہ گذرا ہے وہان کوئی نومسلم ہندو اُسکو نہین ملا ہے، البتہ عرب تاجرون کی نوآبادیان اس کو ملتی جاتی ہین، جیسے دکھن اور کوکن کے علاقون مین،

عرب تاجرون اور سیاحون نے جزائر ہند مین سے "دیبجات" یعنی دیپ کے جزیرون کا جن سے ان کی مراد سرندیپ، سنگلدیپ اور مالدیپ ہین، بہت ذکر کیا ہے، خصوصاً سرندیپ (سیلون) جہان ایک پہاڑ پر ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت آدم اور حوّا کے نقش قدم ہین، لوگ جو ادھر سے گذرتے تھے، انکی زیارت کو جاتے تھے، سلیمان تاجر نے ان جزائر کے اثنائے ذکر مین، کسی مسلمان آبادی کا ذکر نہین کیا ہے لیکن سلیمان کے بعد اس کے سفرنامہ کا ایک اور عرب تاجر ابوزید سیرافی نے تتمہ لکھا ہے، جو تیسری صدی ہجری کے وسط مین غالباً لکھا گیا ہے، اس مین سرندیپ کے بیان مین یہ پوری تصریح ہے کہ عرب تاجرون نے یہان آباد ہونا شروع کر دیا تھا[3]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین بزرگ بن شہریار ایک ایرانی مسلمان جہازران نے سالہا سال کے بحری سفرون کے بعد خود اپنے چشم دید اور دوسرے جہازرانون سے سُنے ہوئے واقعات عجائب الہند کے نام سے قلمبند کیے ہین، اور مطبع بریل لیڈن نے اُس کو چھاپا ہے، اس کتاب مین جابجا مسلمانونکی نوآبادیون کے تذکرے ملتے ہین، ایک ہندو جہازران کا حال ملتا ہے، جو مسلم تھا، اور اسی جہازرانی سے اس نے بڑی دولت کمائی تھی، اُس نے حج کیا تھا[4]، تنے

---

[1] سفرنامۂ مذکور صفحہ ۵۰ [2] ایضاً، ۵۰ [3] تتمہ سفرنامہ مذکور صفحہ ۱۲۱ [4] عجائب الہند صفحہ ۱۹۰

زمانہ مین زلمو یعنی ملیبار دکالی کٹ کے راجہ کے ملک مین مسلمانونکی اتنی بڑی تعداد ہوگئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسلمان قاضی جسکو "ہنرمند" کہتے تھے، راجہ کی طرف سے منتخب[1] کیا جاتا تھا، جاوا مین بھی ہم کو اس عہد مین مسلمان تاجر ملتے ہین، اور اس طرح کہ وہان کے راجہ کے دربار مین مسلمان درباری رسوم وآداب سے معاف کیے جاتے ہین[2]، سنگاپور کے راجہ کے دربار مین بھی مسلمان ملتے ہین[3] بمبئی کے قریب بھی مسلمان ملتے ہین[4] ناملیر کو علاقہ مین ایک مسلمان کو ایک درخت ملتا ہے جس کے پتون پر کلمۂ طیبہ لکھا ہوتا ہے[5]، پتون پر لکھا ہو یا نہ ہو، مگر اس سے دونون پر کلمۂ طیبہ کا آغاز نقش تو ثابت ہوتا ہے، انڈمان کے جزیرہ مین حضرت سلیمان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے[6]،

عجائب الہند کی روایت کے مطابق تو ہندوستان کے جزیرون مین سے سب سے پہلے سرندیپ مین اسلام کا نور چمکا، عرب جغرافیہ نویسون نے اس جزیرہ کے لوگون کے جو مذہبی حالات لکھے ہین، ان سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہان کے باشندے بودھ مت کے پیرو تھے، بزرگ بن شہریار لکھتا ہے، کہ ہندوستان کے پجاریون، عابدون اور زاہدون (یعنی جوگیون اور بھکشوؤن) کی کئی قسمین ہین، ان مین سے ایک بیکور (بیکوڈا) ہین اور انکی اصل سرندیپ سے ہے، اور یہ مسلمانون سے بہت محبت رکھتے ہین، اور انکی طرف ان کا میلان بہت ہے، اور گرمی مین یہ ننگے رہتے ہین صرف چند انگل کی دھجی کمر مین باندھتے ہین، اور جاڑون مین چٹائی اوڑھتے ہین، دوسرے وہ ہین جو کپڑے پہنتے ہین، ان کے یہ کپڑے مختلف رنگ برنگ کے ٹکڑون کو سیکر بنائے جاتے ہین، اور اس سے انکا مقصود اپنا امتیاز اور شہرت ہے، اور بدن پر مردونکی ہڈیان جلاکر اسکی راکھ ملتے ہین، اور سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ہین، لیکن بدن کے اور حصون کے بال ویسے ہی چھوڑ دیتے ہین، اور گلے مین کسی مردہ کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہین اور غیرت اور تواضع کے لیے اسی مین کھاتے اور پیتے ہین،

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۴۳، [2] ایضاً صفحہ ۱۵۴، [3] ایضاً صفحہ ۵۰، [4] ایضاً صفحہ ۵۲، [5] ایضاً صفحہ ۱۰۰، [6] ایضاً صفحہ ۱۲۴،

اہل سراندیپ کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال (غالباً عرب تاجرونکی زبانی) معلوم ہوا تو انھون نے اپنا ایک ہشیار آدمی تحقیق کی غرض سے عرب روانہ کیا، جب وہ وہان پہنچا تو حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمرؓ نے اوسکو آنحضرت صلعم کا حال بتایا، اور باتین بتائین، وہ لوٹ کر آیا تو مکران (قریب بلوچستان) مین اوسکا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ اوسکا رفیق سفر غلام تھا، وہ صحیح سلامت سراندیپ پہنچا، اور وہان کے لوگون کو سب حال سنایا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کی جو کیفیت سنی تھی وہ بتائی، اور حضرت عمرؓ کے واقعات ان کو سنائے اور منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ وہ بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین، مسجد مین سوتے ہین، اور نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے ہین، اب یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ جو یہ تواضع اور محبت کرتے اور یہ میلان خاطر رکھتے ہین، وہ اسی سبب سے ہے[1]

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا، کہ بدھ مت کے پیرودن کو اسلام کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اور جس چیز کو وہ تلاش کرتے تھے وہ انکو اس مذہب مین ملتی تھی،

اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ عرب تاجرون کے ساتھ درویشون کی کوششین بھی شامل ہوگئی تھین چنانچہ اونکی کوشش سے سراندیپ کے بعد اسلام کا نور ملیبار کے علاقہ مین چمکتا نظر آتا ہے، تاریخ فرشتہ مین تحفۃ المجاہدین کے حوالہ سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہجرت کی دو صدیان گذر چکی تھین، ہر مذہب کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان گذر تھا، کہ عرب و عجم کے چند مسلمان فقرار کا گذر ہوا، جو سراندیپ حضرت آدم و حوا کی قدمگاہ کی زیارت کو جارہے تھے، باد مخالف کی جھپٹ سے وہ ملیبار کے ساحل پر پہنچ گئے، شہر کدانگلور (گرانگانور) مین جاکر وہ اترے، وہان کا راجہ جسکو سامری (زیمورن) کہتے ہین وہ نہایت عقلمند تھا، وہ ان بزرگون کی صحبت سے مستفید ہوا، اور ہر قسم کی گفتگو درمیان مین آئی، منجملہ ان کے مذہب کی بحث بھی آئی، ان درویشون نے اپنا مذہب اسلام بتایا، زیمورن نے

---

[1] عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن، صفحہ ۱۵۶ - ۱۵۷،

لے کہا کہ ہمارے ملک مین جو یہود و نصاریٰ اور ہنود ہین جو تمھارے مذہب کے مخالف ہین، اور دنیا کی حیثیت سے سارے ملک مین پھیلے ہوئے ہین، ان سے سنا ہے کہ عرب و عجم اور ترکون کے ملکون مین یہ مذہب پوری طرح پھیلا ہوا ہے، لیکن آج تک مجکو مسلمانون کی صحبت نہین ملی ہے، اپنے پیغمبر کا کچھ احوال بیان کرو، ایک درویش نے جو علم و صلاح سے آراستہ تھا، تقریر شروع کی، اور آپ کے معجزات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ راجہ متاثر ہوگیا، اور کلمۂ طیبہ اداکر کے مسلمان ہوگیا، لیکن اپنے مذہب کو مخفی رکھا، اور مسلمانون کو بھی تاکید کی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرین، اور یہ درخواست کی کہ سرندیپ سے واپسی مین پھر ادھر ہی سے تشریف لیجائے، واپسی مین راجہ بھی حیلہ سے درویشون کے ساتھ چھپ کر روانہ ہوگیا، اور ملک کو اپنے وزیرون کے سپرد کرگیا، راجہ عرب پہنچکر مرگیا، اور مرتے وقت وصیت کی کہ چونکہ ہم سب کا مقصود ملیبار مین دین اسلام کی اشاعت ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ تجارت اور بیوپار کے ذریعہ سے وہان آمد و رفت کیجئے، اور وہان قیام کیجئے، مکانات بنائے، تاکہ لوگ دین محمدی کی طرف رجوع کرین، اس کے بعد اس نے اپنے مہری خطوط اپنی زبان مین لکھکر حوالہ کیے کہ ملیبار جاکر وہان کے حاکمون کو دکھائے، چنانچہ یہ لوگ ملیبار واپس آئے، یہان کا حاکم خط دیکھکر مہربان ہوا، اور یہان اسلام کی اشاعت کی، پہلے کدنکلور (کرانکانور) مین مسجد بنائی، پھر کولم مین مسجد بنی، پھر ہوبائی سورادی گندارید (؟) چالیٹ (کالی کٹ؟) باکنو، منگلور اور کانجر کوٹ مین مسجدین بنائین، اور یہان مسلمانون کی عزت ہونے لگی[1]

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین مشہور مؤرخ اور سیاح **مسعودی** بغداد سے ہندوستان آیا تھا[2]، وہ ہندوستان کے جنوبی ساحلی شہرون مین کھمبایت، تھانہ، گجرات

[1] تاریخ فرشتہ بحوالہ تحفۃ المجاہدین جلد ۲ صفحہ ۳ نولکشور [2] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۲۶۲، طبع پیرس،

ماقن یادکھن، راجہ بلہرا یا بلبھ رائے کی سلطنت اور اس کے دارالسلطنت مانگیر، اور زمورن (زمین لار یا ملیبار) کے راجہ کا ذکر کرتا ہے، مسلمانوں کی بہ نسبت ہندوستانی حیثیت سے وہ ہندو راجاؤن کی نسبت بھی خیالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے جنکو سلیمان تاجر اپنے سفرنامہ مین اس سے ساٹھ پینسٹھ برس پیشتر ظاہر کرچکا تھا، اس عرصہ مین ان علاقون مین اسلام بہت کچھ آگے بڑھ گیا تھا،

مسعودی کی شہادت ہے کہ "سندھ اور ہند کے تمام راجاؤن مین سے راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج مین مسلمانون کی اتنی عزت نہین، اسلام اس راجہ کی حکومت مین معزز اور محفوظ ہے، اور ان کے ملک مین مسلمانون کی مسجدین اور جامع مسجدین بنی ہوئی ہین، جو آباد ہین، یہان کے بادشاہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس حکومت کرتے ہین، یہان کے لوگون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اسی عدل اور مسلمانون کی عزت کرنے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہین[1]، گجرات کا راجہ مسلمانون سے اب تک وہی نفرت رکھتا ہے، دکھن کے راج مین مسلمانونکی عزت ویسی ہی ہے اور راجہ صلح پسند ہے[2]"،

مسعودی ۳۰۳ھ مین زیمور کے ملک مین اپنا آنا بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "یہان خالص اور مخلوط النسل مسلمانون کی جنکو یہان "بیسر" کہتے ہین، دس ہزار کی آبادی ہے، یہ سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے شہرون کے وہ لوگ ہین جو یہان آباد ہوگئے ہین، اور یہین انھون نے شادی بیاہ کر لیا ہے، اور یہین سکونت اختیار کرلی ہے، اور ان مین بعض نامی تاجر ہین، جیسے موسیٰ بن اسحٰق، اور آجکل یہان مسلمانون کا رئیس (ہنرمند) ابوسعید معروف بن زکریا ہے، اور بیسر وہ مسلمان کہلاتے ہین جو ہندوستان مین پیدا ہوئے ہین[3]"

اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانون کی تعداد عہد بعہد ترقی کرتی جاتی ہے، اور انکی

---

[1] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۲۰۲، [2] ایضاً صفحہ ۳۸۳، [3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۸۵-۸۶

ترقی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انھون نے اسی ملک کے لوگون مین شادی بیاہ شروع کر دیا ہے،
ابن سعید مغربی پانچوین صدی مین ملک مراکش مین بیٹھکر جغرافیۂ فلکی کی ایک کتاب ترتیب دیتا ہے،
اس کے بیچ بیچ مین کہین کہین جنوبی ہندوستان کے شہرون کے نام لیتا ہے، اور ان شہرون کی
اسلامی آبادیون کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان گو پنجاب مین داخل ہو گئے
ہین، لیکن بقیہ ہندوستان اب تک ان کے حملون سے سرتاسر محفوظ ہے، تاہم ابن سعید مغربی
کہتا ہے کہ "**تھانہ** گجرات کا آخری شہر ہے اور ہندوستان کے اس ساحل پر سب کفار آباد ہین
جو بتون کو پوجتے ہین، لیکن وہ اپنے ساتھ مسلمانون کو بھی بساتے ہین[1]، کمبایت (گجرات) کے متعلق
ابن سعید لکھتا ہے کہ "وہ ہندوستان کے ساحلی شہرون مین سے ہے، جہان تاجر جایا کرتے ہین
اور وہان مسلمان آباد ہین[2]، **کولم** (مدراس) کے متعلق بیان کرتا ہے کہ کولم مسالون والے
ملک کا آخری شہر ہے، سمندر کے کنارہ واقع ہے، یہان مسلمانون کا ایک محلہ ہے اور انکی ایک
جامع مسجد بھی ہے[3]"،

اس بیان کے کم وبیش سوا سو برس کے بعد ابن **بطوطہ** ہندوستان آتا ہے، اور محمد تغلق
سلطان دہلی کی طرف سے سفیر ہوکر، چین روانہ ہوتا ہے، وہ دہلی سے دولت آباد (دکن) ہوکر
کرناٹک (معبر) کی راہ سے ملیبار، کولم اور کالی کٹ پہنچتا ہے، جہان سے اس زمانہ مین جہازات
چین کو روانہ ہوا کرتے تھے، جہاز تباہ ہوتا ہے اور ابن بطوطہ واپس آکر جزائر مالدیپ، سرندیپ
(سیلون) اور جاوہ وغیرہ کی سیر کرتا ہے اور پھر ملیبار آکر خشکی سے کنارہ کنارہ بنگال سے آسام
ہوکر چین چلا جاتا ہے،

ابن بطوطہ ان تمام راستون مین جہان جہان مسلمانون کی آبادیان ملتی ہین یا مسلمان افرا

---

[1] تقویم البلدان ابو الفدا صفحہ ۵۹ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء [2] ایضاً صفحہ ۳۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۳۶۱،

سے ملاقاتین ہوتی ہین ان سب کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اب یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلمان تاجرون کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیہ اور فقرار کے دستے بھی ملتے جاتے ہین، اور چونکہ ان فقرار کی ظاہری حالت ہندو جوگیون اور بدھ بھکشوون سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اس لیے عوام مین ان کے ساتھ گرویدگی اور عقیدت نمایان ہے، اور اس کا اثر اسلام کی اشاعت پر جو کچھ پڑ سکتا تھا، وہ ظاہر ہے۔

اس وقت سلطان دہلی کی حکومت اگرچہ گجرات کرناٹک اور دکھن تک پہنچ چکی تھی تاہم ابھی ساحلی علاقون مین اثر بہت کم تھا، اور ان جنوبی صوبون مین ہندو امرار بدستور فرمانروا تھے کبھی کبھی جب وہ مجبور ہوتے تھے تو سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے، مگر عرب تاجر اور عجمی صوفیہ برابر اپنے کاروبار مین لگے تھے ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہو کر کھمبائت پہنچتا ہے، گو یہ بندرگاہ سلطنت دہلی سے اب ملحق پاتا ہے، مگر یہان کی تمام تجارت، کاروبار، اور اثر و استیلا، تاجرون اور جہازرانون کے ہاتھ مین نظر آتا ہے، ایک نومسلم ہندو الیاس نامی ناخدا ہے، مسلمانون کی ہر طرف کثرت ہے، تاجرونکی بنائی ہوئی مسجدین اور صوفیہ کی خانقاہین آباد ہین، کہتا ہے، کہ عمارات اور مساجد کی حیثیت سے یہ بہترین شہر ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہان کے اکثر باشندے دوسرے ملکون کے تاجر ہین، تو وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدین بناتے رہتے ہین، اور اس مین باہم مسابقت کرتے ہین، عالی شان عمارتون مین سے شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو مین عظیم الشان مسجد ہے، اور ملک التجار گازرونی کا مکان ہے اور اس کے پہلو مین بھی مسجد ہے .... شہر مین حاجی ناصر دیار بکری صوفی کی خانقاہ ہے، دوسری خواجہ اسحٰق کی ہے، جہان لنگر قائم ہے[1]"

اس شہر مین اسلام کی آبادی اور ترقی کے اس معیار کو دیکھو جو اب اس سوا سو برس مین اس کو حاصل ہو گئی، اب ہندو نومسلم بھی جہازران بن کر وہی اعزاز و دولت حاصل کر رہے ہین، خانقاہ

[1] ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ مطبوعہ مطبعۂ خیریۂ مصر،

آباد ہین، اور لنگر خانے جاری ہین، ابن بطوطہ کمبایت کے بعد کاوی اور گندھار پہنچتا ہے، جہان ایک ہندو مہاراجہ جالنسی حکمران ہے، تاہم مسلمان یہان آباد ہین، اور بعض راجہ کے دربار مین داخل ہین، یہان کا ناخدا ابراہیم چھ جہاز دنکا مالک ہے، یہان ہمارا مسافر جاگر نامی جہاز پر سوار ہوتا ہے، فوقہ یا گوگا نام شہر مین داخل ہوتا ہے، یہان کا راجہ دنکول ہندو ہے، تاہم یہان مسلمان ملتے ہین، ایک مسجد ہے جو حضرت خضر کی طرف منسوب ہے، اور حیدری فقرا کی ایک جماعت مع اپنے شیخ کے یہان گوشہ نشین ہے، یہان سے سنگاپور پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ یہان ہندو راجہ ہریب کی ماتحتی مین ایک اسلامی ریاست سلطان جمال الدین ہنوری کی قائم ہے، مسلمانون کا آباد کردہ شہر رونق پذیر ہے اور عظیم الشان جامع مسجد ہے، جو بغدادی مسجدون کا مقابلہ کررہی ہے یہ ناخدا حسن کی بنوائی ہوئی تھی، اور سلطان جمال الدین ہنوری اسی ناخدا کا بیٹا تھا،

جزیرہ کے پاس ایک چھوٹا جزیرہ اور ہے، ہمارا سیاح جب وہان قدم رکھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بتخانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے، ایک جوگی مراقبہ مین مصروف ہے، آنکھین بند ہین، ابن بطوطہ نذر پیش کرتا ہے، وہ قبول نہین کرتا، اور الٹا خود کئی اشرفیان اسکو دیتا ہے، اور ایک اونٹ کے بالون کی بنی ہوئی عبا نذر کرتا ہے، اور ابن بطوطہ کے ہاتھ سے تسبیح لیکر اس کو ملتا اور سونگھتا ہے، اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرتا ہے اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، جہاندیدہ سیاح ان اشارون سے پالیتا ہے کہ یہ جوگی کے بھیس مین کسی مسلم صوفی کی روح ہے، جو باشندگان جزیرہ کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے ہے، چلتے وقت رازدان سیاح جوگی کے ہاتھون کو بوسہ دیتا ہے، اس کے رفقائے سفر معترض ہوتے ہین، اس پر جوگی ابن بطوطہ کا ہاتھ پکڑلیتا ہے، اُسکو چومتا ہے، اور مسکرا دیتا ہے، اور واپسی کا اشارہ کرتا ہے اور چپکے سے چند اور اشرفیان ہدیہ دیتا ہے، باہر آکر ابن بطوطہ جوگی کے راز کو اپنے ہمراہیون کے سامنے فاش کر

اور کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہے[1]،

سنگاپور سے لوٹکر وہ ملیبار آتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس ملک مین چھوٹے بڑے بارہ راجہ حکومت کرتے ہین، ملک آباد ہے، ہر طرح امن وامان ہے، مسلمانون کی بڑی عزت ہے، مگر ہندو مسلمانون کے ساتھ کھاتے نہین اور نہ اپنے گھر کے اندر آنے دیتے ہین، راستہ مین دیکھتے ہین تو ہٹ جاتے ہین، مسلمان مسافرون کے لیے ہر جگہ سرائین ہین ہر جگہ مسلمانون کی آبادیان ہین[2]، سب سے پہلے جس شہر مین وہ داخل ہوا اسکا نام ابی سرور بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ساحل پر بندرگاہ ہے، اور یہان کے مسلمان چودھری کا نام شیخ جمعہ ہے، یہ دولتمند اور بڑا مخیر ہے، اپنی تمام دولت غریبون اور محتاجون پر صرف کرتا ہے، آگے بڑھکر پاکنور مین وہ داخل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ یہان مسلمانون کی ایک جماعت آباد ہے، یہان کے مسلمان چودھری کا نام حسین سلاط ہے، اور یہان قاضی اور خطیب بھی ہے، اور حسین کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان کے راجہ کا نام باسدیو ہے، اس کے پاس تیس جنگی جہاز ہین، اور انکا کپتان مسلمان ہے، اس کے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے، یہان فارس اور یمن کے مسلمان تاجر ادسکو ملتے ہین، یہان کے راجہ کا نام رام دیو بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار مسلمان ہین، عام رعایا گوان کے خلاف ہے، مگر راجہ تجارت کی مصلحت سے ان سے صلح رکھتا ہے، یہان کے مسلمان قاضی کا نام بدرالدین کرنانکی ہے، اور وہ یہان درس بھی دیتا ہے،

بعدازین شہر ہیلی مین داخل ہوتا ہے یہان ایک عالیشان جامع مسجد ہے جسکی وجہ سے یہ شہر ہندؤن اور مسلمانون کے نزدیک متبرک ہے، جہاز والے اسکی نذر مانتے ہین خطیب حسین اس کا متولی ہے اور حسین وزان یہان کا چودھری ہے، اس مسجد مین طالب علمون کی ایک جماعت ہے جسکو مسجد کے خزانہ سے وظیفے ملتے ہین، اور اس کے متعلق ایک مطبخ ہے جس سے مسافرونکو

[1] ایضاً صفحہ ۱۳۱، ۱۳۰، [2] ایضاً صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲

اور غریب مسلمانوں کو کھانا ملتا ہے، یہاں مقدشو (افریقہ) کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں، پھر یہاں سے جرنین یا گرین پہنچا، یہاں بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک بھائی یہاں بڑا تاجر تھا، یہاں کے راجہ کا نام کویل ہی، یہاں سے فارس، عمان اور یمن کو جہازات جاتے ہیں، یہاں سے وہ تین گیا، یہ بھی راجہ کوئل ہی کی عملداری میں ہے، راجہ کویل کے باپ کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد ہے، اور ایک عالیشان تالاب بھی ہے، جس میں مسلمان نہاتے اور وضو کرتے ہیں، یہ تالاب راجہ کوئل ہی کے بزرگوں میں سے کسی نے بنوایا ہے، اور وہ مسلمان تھا، اس کے اسلام کا ایک عجیب قصہ لوگوں نے سنایا، اس جامع مسجد میں ایک خاص قسم کا درخت ہے، کہتے ہیں کہ ہر موسم خزاں میں اس سے ایک پتہ ایسا گرتا ہے جس پر دست قدرت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا ہے، یہ پتہ جب گرتا ہے تو آدھا مسلمان لے لیتے ہیں اور آدھا ہندو راجہ کے خزانہ میں جمع ہوتا ہے، اور سخت بیماریوں میں اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، راجہ مذکور یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا، اور اس پر ایک جامع مسجد اور تالاب بنوادیا، اس کے بعد راجہ کی اولاد مسلمان نہ ہوئی اس نے اس درخت کو اکھڑوا دیا، خدا کی قدرت، اس کے بعد یہ درخت پہلے سے بھی زیادہ شاندار طریقہ سے اُگ آیا، اور راجہ فوراً مرگیا،

یہاں سے یہ پٹن پہنچا، یہ بھی بندرگاہ ہے اور سمندر کے کنارہ ایک مسجد ہے جس میں مسلمان مسافر ٹھہرتے ہیں، کیونکہ یہاں کوئی مسلمان نہیں، یہاں کے باشندے برہمن ہیں، جو ہندوؤں میں عالی مرتبہ ہیں، اور وہ مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں، اور اسی لیے یہاں مسلمان نہیں ہیں، یہ ایک جامع مسجد بھی جو باقی ہے، وہ اس وجہ سے ہے کہ ایک برہمن نے اسکی چھت خراب کردی تو اس کے گھر میں آگ لگ گئی، جس میں وہ خود، اسکی اولاد اور گھر کا تمام اثاثہ جل گیا، اس وقت سے ہندو اس مسجد کو متبرک سمجھتے ہیں اور اس کو ڈر سے نہیں چھوتے، اس کے بعد یہاں سے نکل کر بندرینا پہنچا، یہاں مسلمانوں کے تین محلے ہیں اور ہر محلہ میں ایک مسجد ہے، اور وہاں پر جامع مسجد ہے، اور عجب بہار پر ہے، یہاں کا قاضی اور خطیب عمان کا ایک آدمی ہے، اسکا بھائی بڑا فاضل ہے اس کے بعد کالی کٹ میں داخل ہوا، یہاں کا راجہ ہندو ہے اور سامری (زمورین) نام ہے، یہ دنیا کے

بڑے بندرگاہون مین سے ہے، چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن اور فارس کے جہازات آتے ہین، یہان کا ایک تاجر ابراہیم شاہ بندر ہے، یہ بحرین کا باشندہ ہے، قاضی کا نام فخرالدین ہے، اور یہان کی خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین گازرونی ہین، جنکی فتوحات کی کوئی حد نہین[1]،

کالی کٹ سے کولم جانا ہوتا ہے، یہان مسلمان تاجرون کی بڑی جماعت ملتی ہے، علما بھی ہین، اور مسلمانون کا رئیس محمد شاہ بندر ہے، ایک تاجر کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان مسلمان معزز اور محترم ہین، یہان کے راجہ کا نام تیرودی ہے، یہ مسلمانون کی بڑی عزت کرتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے[2]،

سیلون (سرندیپ) اور مالدیپ کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہین، اب ان پر چند صدیان گذر چکی ہین، ہمارا سیاح اب مالدیپ پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ ان جزیرون مین صرف مسلمان ہی مسلمان ہین، اور وہ نہایت نیک اور پابند مذہب اور باایمان ہین، یہان ایک عورت سلطانہ خدیجہ بنت صلاح الدین صالح بنگالی حکمران ہے، یہان کے لوگون کے مسلمان ہوجانے کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے یہ سب کافر تھے، یہان ہر سال سمندر سے ایک عجیب بلا آتی تھی، اسکا تدارک یہ تھا کہ ایک کنواری لڑکی بلدان دیجاتی تھی، ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا لڑکیون پر قرعہ پڑا، ایک بڑھیا کی لڑکی کا نام نکلا، بڑھیا سخت بیقرار ہوئی، اتفاق سے اس بڑھیا کے یہان بربر کا ایک مسلمان ٹھہرا تھا، وہ حافظ قرآن تھا، مسلمان نے کہا گھبراؤ نہین مین اسکی تدبیر کرتا ہون، اس رات کو وہ مسلمان عورت بنکر بت خانہ مین گیا، لوگ صبح کو گئے کہ اسکی لاش اٹھالائین، دیکھا کہ وہ زندہ تلاوت قرآن مین مصروف ہے، یہ کرامت دیکھکر لوگ سخت متحیر ہوئے، بادشاہ کو خبر ہوئی، وہ بھی آیا، سبنے اسلام قبول کیا، اور اس نے وہان رہکر سبکو اسلام کے آداب و احکام کی مالکی مذہب کے مطابق تعلیم دی، یہان کے جامع مسجد پر اب تک یہ عبارت لکڑی مین منقوش ہے، کہ "سلطان احمد شنورازہ، ابوالبرکات بربری مغربی کے ہاتھ پر اسلام لایا[3]"

یہ قصہ صحیح یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ جزیرۂ مالدیپ آج بھی مسلمانون سے آباد ہے، اور ایک مسلمان

---

[1] یہ تمام اقتباسات ابن بطوطہ جلد ۴ صفحات ۱۳۸-۱۳۹ مین ہین، [2] ایضاً صفحہ ۱۰۳، [3] ایضاً صفحہ ۱۵۲،

سلطان زیر حفاظت برطانیہ حکمران ہے سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تھی، یہان کے مسلمانون مین عربی النسل بکثرت ہین، اور بودھ مت کے نومسلمون کی بھی تعداد کثیر ہے جو ملک کے اصلی باشندے ہین، اسی کے قریب سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا بھی کہتے ہین، واقع ہے یہان بھی اسلام نے اپنا پورا دخل پیدا کرلیا، سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان دو لاکھ مسلمان[1] تھے، یہان اسلام ابھی اپنی پرامن رفتار ترقی سے چل رہا تھا کہ زمانہ نے تاریخ کا ورق الٹ دیا، اور مسلمانون کا زوال اور مسیحی یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، پندرہوین صدی عیسوی مین پرتگیزون نے، اور پھر ڈچون نے آکر اسلام کا بیڑا غرق کردیا، اور اس وقت سے ان جزائر مین اور جنوبی ہند مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لی، اور وہ منظر آج بھی آپکے سامنے ہے،

صفحات بالا مین ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کے تین راستون مین سے ایک راستہ کا نقشہ دکھایا گیا ہے، اور صدی بصدی اسکی ترقی کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، دیکھ لو کہ اس تصویر مین خون کی سرخی کہین نہین جھلکتی، بلکہ اسلام اپنی سادگی، مساوات اور حقانیت سے اپنا راستہ خود صاف کرتا گیا ہے، اور نیچ ذات اور معمولی لوگون کے دلون پر قبضہ کرتا ہوا بادشاہون اور راجاؤن کے قلوب تک پر قابض ہوگیا ہے، ان عرب تاجرون اور درویشون کے ہاتھون مین محمود اور عالمگیر کی تلوار نہ تھی، ان کے ذریعہ سے جو اشاعت اسلام ان اطراف مین ہوئی اس کے طریقے حسب ذیل تھے،

(۱) عرب تاجرون نے خود آکر اپنی نوآبادیان قائم کین، یہان کی نومسلم عورتون سے انھون نے شادیان کین،

(۲) نیچ ذات کے ہندو اور نابرہمن جو برہمنون کے دباؤ، ظلم، اور ترفع اور غرور سے نالان تھے، انھون نے اسلام مین آکر عزت پائی،

(۳) تاجرونکی فیاضی، اور انسانیت نوازی نے غریبون اور محتاجونکو اپنے دامن مین پناہ دی،

(۴) جو لوگ ذرا ذرا سی باتون پر اپنی ذات سے خارج کردئے جاتے تھے، وہ اسلام کی برادری مین داخل ہوتے گئے،

(۵) بہت سے لوگ اپنے بچون کو غربت کے مارے عربونکے ہاتھ فروخت کردیتے تھے، وہ انکو لیکر اسلام کی تربیت دیکر اپنی اولاد کیطرح پالکر جوان کرتے تھے،

(۶) اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب و غریب نشانیان انکی نگاہون سے گذرین جس نے انکو اسلام کے قبول پر مجبور کردیا،

(۷) علماء اور درویشون نے اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین سیلون اور مالدیپ کا مضمون،

نفسیاتِ جبلّت

از

جناب مولوی مقصود ولی الرحمٰن صاحب ایم اے مددگار پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ

نفسیات کی صبح آفرینش سے اس وقت تک "**جبلّت**" کی ماہیت و اصلیت کے متعلق ماہرین کسی متفق علیہ نتیجہ پر نہین پہونچے، ہر زمانے مین اس لفظ کا اطلاق مختلف فعلیتون اور مختلف حرکات پر کیا گیا، خصوصاً شروع شروع مین تو جبلت ایک عجیب و غریب چیز تھی، فی زمانا بھی نفسیات مین خاصی ترقی ہو چکی ہے اور اس کی اصطلاحات و خیالات نے روزمرہ کی بول چال اور تحریر و تقریر مین دخل پا لیا ہے، اس کا استعمال بہت مبہم طور پر ہو رہا ہے، اور ہر شخص بغیر اس کے مفہوم کو سمجھے اس کو استعمال کرتا ہے، ان کے نزدیک انسان کا ہر وہ فعل جبلت پر مبنی ہوتا ہے جس مین اس نے عقل سے کام نہ لیا ہو، اور اسی کلیہ کی بنا پر حیوانات کے ہر فعل و حرکت کو جبلی کہہ دیا جاتا ہے سیاق عبارت اور محاورۂ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبلت ایک عجیب و غریب قوۃ ہوتی ہے جو دیگر انسانی قویٰ سے بالکل مختلف ہوتی ہے، یہ قوت حیوانات کو، اور بعض صورتون مین انسانون کو بھی، صرف اس وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ ان مین یا انسانی قویٰ بالکل معدوم ہین، یا بعض حالتون مین وہ بیکار ہو جاتے ہین، جبلت کا یہ غلط استعمال صرف عوام تک ہی محدود نہین، بلکہ زمانۂ حال کے بڑے بڑے مصنفین اور فلاسفہ کو بھی اس مین دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوشش کیجائے تو اس قسم کی ہزارون مثالین مل سکتی ہین جہان جبلت کے مفہوم کا خون ہوا ہے، انگریزی ناول نویسی کے ہاتھون تو اس کی ایسی ہی مٹی خراب ہے جیسی کہ اکثر اردو افسانہ گو "جذبات" کی کرتے ہین، جس طرح اردو ناول نویسون اور فسانہ نگارون کے ہان

کھانے پینے، ہنسنے اور رونے کے جذبات ہوتے ہین، بعینہ اسی طرح انگریزی قصون ن اور کہانیو ن
مین تمام جہان کی جبلتین ہوتی ہین، اور اصلیت یہ ہے کہ جس کیفیت کی وہ لوگ کسی طرح بھی توضیح
نہین کرسکتے اوسکو جبلت کے مرعوب کن جامہ مین ظاہر کردیتے ہین،

"جبلت" کے متعلق بہت سی غلط فہمیان ہین، اور اسی وجہ سے اس کی ماہیت کے سمجھنے مین دقت
ہوتی ہے، ایک عام خیال ہے کہ جبلت فعلیت کا ایک خاص اور نہایت معین طریقہ ہے، اور یہ کہ یہ
حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے، تعجب ہے کہ پروفیسر لائڈ مارگن بھی اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین،
ان کی تصانیف "عادت اور جبلت" اور "نفسیات تطبیقی" جبلت پر تمام بحث اسی روشنی مین ہوئی ہے،
اصل مین اس غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ کیڑون اور ادنی درجہ کے حیوانات مین ہم صرف جبلت
کے مظاہر پر غور کرتے ہین اور اسی سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ جبلت ایک مخصوص اور معین طریق کا
نام ہے، اس مین شبہہ نہین کہ کیڑون وغیرہ مین ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر ہم ان کو چھوڑ کر ذرا اور
اعلیٰ قسم کے حیوانات کی جبلت پر غور کرین تو ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے، کیڑون کی فعلیت کی
تمام صورتین نہایت سادہ، اور اس لیے معین ہوتی ہین لیکن اعلیٰ قسم کے جانورون مین یہ صورت نہین
ہوتی ان کی جبلت کبھی اس طرح معین نہین ہوتی، ان مین تربیت اور تجربہ سے تغیر آسکتا ہے، لہذا
ظاہر ہے کہ ہمارا کلیہ غلط ہے اور اس کا اطلاق صرف کیڑون کی جبلت پر ہوتا ہے،

ایک دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ افعال جبلی بغیر کسی مہیج (محرک) کے صادر ہوسکتے ہین لیکن
اصلیت یہ ہے کہ ہمارے جبلی افعال ماحول کے اثر سے مستغنی نہین ہوتے، کم از کم اعلیٰ درجے کے حیوانات
مین کوئی جبلت اس وقت تک ترقی پذیر نہین ہوسکتی جب تک کہ ماحول مین اس کے لیے مہیج نہ ہو،

لہ پروفیسر ہاب ہاؤس:- "جبلت ہمیشہ کامل نہین ہوتی، بعض بعض اوقات اس کا استعمال غلط، بیکار اور مضر طریقے
سے ہوتا ہے،، (نفس بحالت ارتقار") صفحہ،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[1] رجحانات ہوتے ہین، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ازخود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقار و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[2]، یہ خیال بھی درست نہین ہوسکتا ہے کہ جبلی فعلیت مین اعلیٰ درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جاسکتا، شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے،

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین ممد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہوگئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے: ,,جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[3]،، اور ہاب ہاؤس کا خیال ہے کہ ,,جبلت پیدائش کے وقت نامکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو ونما کی ضرورت ہوتی ہے[4]،،

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہرایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف ,,سیرت[5]،، سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

---

[1] معارف: منسوب بہ طرف حرکت: [2] لانڈار گن لکھتا ہے: ,,اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی،، اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے احساس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا،، (نفسیات تعلیمی صفحہ ۱)

[3] مبادیات نفسیات صفحہ ۱۳۳ [4] نفس بحالت ارتقار صفحہ ۹۶، [5] BEHAVIOUR

کی ہی ان کے نزدیک جبلت اور فعل اضطراری مین کسی قسم کا فرق نہین ان کا عقیدہ ہے کہ جس طرح ہمارا ہر فعل اضطراری ایک خلقی نظام اعصاب پر موقوف ہے اسی طرح جبلت بھی اس نظام کی فعلیت کا نتیجہ ہے اور جس طرح افعال اضطراری مین عقل و شعور کی ضرورت نہین ہوتی، اسی طرح افعال جبلی بھی ان سے مستغنی ہین، بلکہ ان مصنفین کے نزدیک عقل اور جبلت دو متضاد چیزین ہین جو کسی صورت بھی ایک جگہ جمع نہین ہوسکتین یہ لوگ فعل جبلی کو فعل اضطراری کا مجموعہ مانتے ہین، ہربرٹ اسپنسر نے جبلت کو "ایک مرکب فعل اضطراری" کہا ہے، با زمانہ حال کے مصنفین اس کو افعال اضطراری کا سلسلہ بتاتے ہین جس مین ایک فعل اضطراری آیندہ فعل اضطراری کا باعث ہوتا ہے، اور ان تمام افعال اضطراری کا تعلق باہمی ہماری خلقی بناوٹ پر منحصر ہوتا ہے، نہ کہ فردی اکتساب پر[1]، وارن نے بچے کو دودھ پینے کی مثال دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اس مین بہت سی حرکات اضطراری ہوتی ہین، سب سے پہلے بچہ چھاتی کی طرف رخ کرتا ہے اس حرکت کا ہیچ بھوک یا دودھ کی بو ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اسکو پکڑتا ہے اور پھر اس کو منھ مین لے جاتا ہے اور ہونٹون سے دباتا ہے اور بعد ازان چوسنا شروع کرتا ہے، اور جب دودھ منھ مین آجاتا ہے تو نگلنا شروع کرتا ہے، اس سلسلہ مین ہر ایک حرکت اضطراری آئندہ حرکت اضطراری کا ہیچ بنتی ہے[2]"

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لین کہ جبلی افعال، اضطراری افعال کا سلسلہ ہوتے ہین، تو سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ کیون کر قائم رہتا ہے؟ کون سے حالات اس قسم کے ہوتے ہین جو اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہین؟ اس کا جواب ماہرین نفسیات کا یہ گروہ اس طرح دیتا ہے:-

ہماری تمام حرکات و سکنات، ہمارے سب افکار و معتقدات، ہمارے تخیلات وارادات غرض ہماری ہر ذہنی اور بدنی فعلیت کسی نہ کسی ہیچ کا جواب ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین ہماری زندگی

---

[1] نفسیات انسانی مصنفہ وارن صفحہ ۱۰۲ (لائبریری ایڈیشن) [2] ایضاً،

اور اس کے سوانح مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، میری آنکھ مین تنکا پڑتا ہے اور مین آنکھ بند کرلیتا ہون اس آنکھ بند کرنے کے فعل کا ہیج وہ تنکا ہے جو میری آنکھ مین پڑا تھا، یا میری آنکھ کا بند ہونا جواب ہے تنکا پڑنے کا اگر مین بیٹھے بیٹھے کسی خیال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہون تو میرا کھڑا ہونا میرے خیال کا جواب ہوگا، غرض اسی طرح میرے تمام سوانح حیات مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، اب تمام جوابات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ یہ کسی نہ کسی آلۂ حس کی تحریک کا باعث ہوتے ہین، مثلاً تنکا پڑنے سے میری آنکھ سے پانی نکل آتا ہے یہ پانی جہان جہان بہتا ہے وہ حسیات[له] پیدا ہوتے ہین، اور یہ حسیات پھر میرے ہاتھ کی حرکت کا ہیج بنتے ہین، اور مین ہاتھ اٹھا کر اس پانی کو پونچھ لیتا ہون، اس ہاتھ کی حرکت سے پھر حسیات حرکی پیدا ہوتے ہین، غرض ہر ایک جواب ایک نئے ہیج کا باعث ہوتا ہے، اس نئے ہیج کو اصطلاح مین حرکت کے پیدا کردہ ہیجات[له] کہتے ہین، ہم نے ابھی کہا ہے کہ حرکت کے پیدا کردہ ہیجات اور حرکات کے باعث ہوتے ہین، اور ان حرکات سے اور ہیجات حاصل ہوتے ہین، اور یہ ہیجات پھر اور حرکات پیدا کرتے ہین غرض اسی طرح افعال اضطراری کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ اصلی غرض پوری نہین ہو جاتی، یا مقصد حاصل نہین ہو جاتا، اس مختصر بحث سے اب ہم بچہ کے دودھ پینے کی مثال کی توجیہ کرسکتے ہین، بچہ کو بھوک لگتی ہے یا وہ کسی اور وجہ سے ماں کی چھاتی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اس کو دیکھ کر اس کو پکڑتا ہے، پکڑنے سے اس کو منہ مین لیجانے کی طرف مائل ہوتا ہے، منہ مین لینے سے جو حسیات ہونٹون مین پیدا ہوتے ہین وہ چوسنے کا ہیج بنتے ہین، اور چوسنے کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دودھ منہ مین آنا شروع ہو جاتا ہے، اور پھر نگلنے کی تحریک ہوتی ہے اور اس طرح یہ تمام افعال اضطراری ایک سلسلہ مین منسلک ہو جاتے ہین، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ وہ بچہ سیر نہین ہو جاتا، اور اسی سلسلہ کا نام "جبلت" ہے۔

له Sensation ، له عام نفسیات، مصنفہ سمتھ اور گتھری صفحہ ۵۵ ،

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر جبلت، افعال اضطراری کے ایک سلسلہ کا نام ہے، تو جبلی اور فعل اضطراری مین کیا فرق ہے؟ اگر ہم کو یکے بعد دیگرے دو چھینکین آئین یا زور سے کھانسی اٹھے تو ہمارے یہ افعال اضطراری بھی مسلسل ہوتے ہین، لہذا اگر جبلت افعال کا سلسلہ ہوتا ہے تو یہ بھی جبلت پر مبنی ہونگے، لیکن چھینک یا کھانسی کو کسی طرح بھی جبلت پر مبنی قرار نہین دیا جاسکتا، یہ افعال اضطراری ہی رہین گے، لیکن وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر ہم ان دونون مین امتیاز کر سکتے ہین؟

جبلی اور اضطراری افعال مین ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری سادہ اور بسیط ہوتا ہے، اور جبلی فعل مرکب ہوتا ہے، اسی خیال کی بنا پر اسپنسر نے جبلت کو "مرکب فعل اضطراری" کہا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو افعال اضطراری بھی ایک دوسرے کے مقابلے مین مرکب ہوتے ہین[1]، گرم لوہے کو چھوکر ہاتھ کھینچنا سادہ فعل اضطراری ہے، لیکن کھانے مین انگلی کو بار بار کھولنا اور موندنا ایک مرکب فعل اضطراری ہے، اسی طرح نگلنا مرکب فعل اضطراری ہے، لیکن کیا ان کو جبلی کہا جاسکتا ہے؟ اسی قسم کی مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسپنسر کی تعریف کو قبول نہین کر سکتے، کیونکہ اس کے مطابق جبلت اور فعل اضطراری مین امتیاز ناممکن ہے،

دوسرا فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری غیر شعوری ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جبلی افعال شعوری ہوتے ہین، یا دوسرے الفاظ مین فعل اضطراری ایک ہیج کا غیر شعوری رد عمل ہوتا ہے اور فعل جبلی شعوری، اس مین شک نہین کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور مختلف حالتون کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اضطراری افعال بھی شعوری ہو سکتے ہین، اگر ان افعال مین کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو تب البتہ یہ غیر شعوری ہوتے ہین، لیکن اگر ان مین رکاوٹین پیدا کر دی جائین تو اس فعل کے کرنے کی طرف ایک شدید شعوری میلان

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱،

موجود ہوتا ہے، اگر ہم گرم لوہے کو ہاتھ لگائین اور ارادۃً ہاتھ کو اس سے الگ نہ کرین یا کوئی اور شخص ہمارا ہاتھ تھام لے تو ہمارا میلان ہر لحظہ اسی طرف ہوگا کہ ہاتھ کھینچ لین، اس حالت مین ہمارا یہ فعل شعوری ہی، لیکن صرف شعوری ہونے کی وجہ سے اس کو جبلی نہین کہا جاسکتا،

جبلت اور فعل اضطراری مین اگر کوئی فرق بیان ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بالعموم فعل اضطراری ایک فوری ردِّ عمل ہوتا ہے ہیجان کے ظاہر ہوتے ہی یہ بھی صادر ہوجاتا ہے، اور فوراً ختم ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ مین جبلت مین فوری ردعمل نہین ہوتا، بلکہ یہ ایک مستقل میلان ہوتا ہے، جو ایک خاص ہیجان کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی غرض وابستہ ہوتی ہے جو فوراً پوری نہین ہوسکتی[1]، مثلاً پرندون مین گھونسلا بنانے کی جبلت ہوتی ہے، ان کے افعال وحرکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا ہیجان مخصوص عضویاتی اور موسمی تغیرات ہوتے ہین، اور غرض بچون کی حفاظت، لیکن یہ غرض اس قسم کی نہین ہوتی جو فوراً پوری ہوجائے اس کے پورا ہونے مین دیر لگتی ہے،

اس تمام بحث کے بعد اب ہم جبلت کی ماہیت بیان کرسکتے ہین، اگر ایک ہیجان ایک ردِّ عمل کا باعث ہو اور وہ ردعمل فوراً ختم ہوجائے تو اس فعل کو اضطراری کہا جائیگا، بشرطیکہ اس ہیجان اور اس کے جواب مین فطری تعلق[2] ہو، اس کے برخلاف اگر ہیجان ایک ایسے ردعمل کی طرف میلان کا باعث ہو،

---

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۵۔ [2] تعلق کے فطری ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہو کہ یہی تعلق محض عارضی اور فرضی ہوسکتا ہی، اور اس طرح بھی ہیجان فوراً ردعمل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ ردعمل فوراً ختم ہوجاتا ہو، اسکی بہترین مثال ریل مین ملتی ہو، عادتاً گارڈ مین سمجھوتا ہوتا ہو کہ سبز جھنڈی دیکھکر انجن چلائے، چنانچہ جھنڈی دیکھتے ہی انجن کی بھاپ کو کھول دیتا ہی، یا ہم ٹیلیفون کی گھنٹی سنتے ہی ٹیلیفون کان لگا دیتے ہین، ان دونون صورتون مین ہیجان اور جواب کا تعلق فطری نہین بلکہ فرضی اور عارضی ہی، اس کے برخلاف بچے کے پاؤن مین سوئی چبھوئے وہ اپنا پاؤن کھینچ لیگا، وجہ یہ ہو کہ یہان ہیجان اور جواب مین تعلق فطری ہو، اس کو اضطراری فعل کہا جائیگا، پہلی دو مثالون کو ہم عمل سادہ کہتے ہین حالانکہ ان مین بھی فعل اضطراری کی تمام خصوصیتیں موجود ہین، لیکن صرف تعلق کے فطری نہ ہونیکی وجہ سے انکا شمار فعل اضطراری مین نہین ہوسکتا،

جو فوراً صادر نہ ہوسکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہوسکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی رد اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا[2] اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈون پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہین اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہون تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے' اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہین ہوسکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنون کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ مین جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہین، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہین، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونون طبقون کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی مین کوئی فرق نہین، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت وخواص دونون ایک ہی ہین،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کرسکتے ہین، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات مین سے ہے جس کی بدولت اشجار وحیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہین، مثلاً گھونسلا بنانا پرندون کی خلقت مین ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہین ہوتی، یہ اکتسابی نہین ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنالیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل مین ہوتا ہے،

---

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو رد اعمال کیے جائین وہ استعدادی۔ رد اعمال کہلاتے ہین مثلاً کمرے مین اندھیرا ہو اور مین اٹھکر لیمپ روشن کردون تو لیمپ روشن کرنے کے یہ میرے تمام، رد اعمال استعدادی ہونگے، [2] نفسیات مصنفہ وقعود رتم صفحہ ۱۹

اس لحاظ سے جبلت، نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جسکی بدولت وہ حیوان مناسب مہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے، جیمس لکھتا ہے:۔

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت وحیات، یا ذات اور اسکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقتہً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز، جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے ردّ اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"،

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان ردّ اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال وحرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرند کو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تاکہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے مدد لیکر ان کے طریق استعمال کو سیکھین، یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند ہم سن بطخ کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کرکے الگ الگ مقام پر رکھا،

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہین دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازؤن کو پھڑپھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہو گئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدر نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[۱]،

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلوؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے اور دونون کی رو سے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہوا لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلوؤن سے بحث نہین ہو سکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر لیسیر الفہم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، اور ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزاء لاینفک ہوتے ہین، وقوفی، حسی، یا مرکزی اور

---

[۱] مبدر نوع باب ہفتم،

حرکی یا ارادی، دوسرے الفاظ میں ہر جبلی فعل مین ایک چیز کا ادراک ہوتا ہے، اس کے متعلق ایک خاص کیفیت پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی ہوتی ہے اور اس کی طرف کشش یا اس سے نفرت ہوتی ہے، ان کے خیال کے مطابق ہر فعل جبلی ایک نفسی طبعی عمل ہوتا ہے جس مین نفسی اور طبعی دونون قسم کے تغیرات ہوتے ہین،

لیکن ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر ایک جبلی فعل مین یہ تینون خصوصیات ہوتی ہین؟ اس کا جواب پروفیسر میکڈوگل[1] نے یہ دیا ہے کہ فعل جبلی کے حصۂ وقوفی کو ہم اس بنا پر فرض کرتے ہین کہ اس مین بھی تحریک عصبی دماغ کے ان حصون سے گذرتی معلوم ہوتی ہے جن کی تحریک حسیات کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح حصۂ حسی کے وجود کو اس طرح معلوم کرتے ہین کہ وہ جانور ہمیشہ احساس (Emotion) اور جذبی تحریک آثار ظاہر کرتا ہے، اور حصۂ حرکی تو ظاہر ہے کیونکہ ہر جبلی فعل مین ایک غایت کو حاصل کرنے یا انجام تک پہنچنے کی سعی پیہم کیجاتی ہے، اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ فعل جبلی ایک میکانکی عمل کی طرح ایک میکانکی رکاوٹ سے ختم نہین ہوجاتا، بلکہ اس مین کسی قسم کی مزاحمت سے ارادہ مین اور شدت پیدا ہوجاتی ہے، ختم یہ صرف اس صورت مین ہوتا ہے جب اسکی غایت پوری ہوجاتی ہے، یا جب کوئی مخالف اصل میلان ظاہر ہوجاتا ہے یا جب وہ جانور اپنی ہی کوشش مین ناکام رہے اور اس طرح کوشش کرتا کرتا بالکل تھک جائے، اگر ہم ایک گیند کو پھینکین تو گیند کی یہ حرکت میکانکی حرکت ہے، اس حرکت کو نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ختم کیا جاسکتا ہے کہ اس کے راستہ مین پتھر رکھدیا جائے، لیکن بلی کے شکار حاصل کرنے مین حرکات اس قسم کی نہین ہوتین، اگر اس وقت بلی کے راستے مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کردیجائے تو اس سے وہ بلی شکار کرنے کی کوشش سے باز نہ آئیگی، بلکہ اس کوشش مین اور شدت ہوجائیگی، ان تمام حرکات کا خاتمہ صرف اس صورت مین ہوسکتا ہے جب وہ شکار کو پکڑ لے، یا اس کے پکڑنے مین باوجود سخت کوشش کے ناکام رہے،

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۷،

ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھکر پروفیسر میکڈوگل نے جبلت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

"متوارث فطری نفسی طبعی میلان ہوتا ہے جو صاحب میلان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی اشیاء کو دیکھے، اور انکی طرف توجہ کرے، اور ان کو دیکھکر ایک خاص جذبی کیفیت محسوس کرے اور ایک خاص طریقے سے اس کے متعلق عمل کرے یا کم از کم وہ اس قسم کے فعل کی طرف مائل ہو"[1]

اصلیت یہ ہے کہ میکڈوگل کی تعریف ضرورت سے زیادہ پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہے. اس تعریف کا صریحًا مطلب یہ ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے، لیکن آگے چل کر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اکثر جبلتیں اس قسم کی ہوتی ہیں جن کے ساتھ کوئی معین جذبات نہیں ہوتے یا کم از کم جذبات کے پیدا کرنے میں اُن کو بہت کم اہمیت ہے[2] لیکن اگر میکڈوگل کی تمام بحث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک "فطری نفسی طبعی میلان" جبلت کا جوہر ہے،

ہم پہلے کہیں کہہ آئے ہیں کہ فعل اضطراری اور فعل جبلی میں اساسی فرق ہوتا ہے، بعض مصنفین اس فرق کو ظاہر کرنا یا اس کو تسلیم کرنا ہی غیر ضروری خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک جبلی افعال، اضطراری افعال کے مجموعہ ہوتے ہیں، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبلی افعال میں عقل کا دخل

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۴۲ واقعہ یہ ہے کہ میکڈوگل نے اپنے نظریۂ جبلت اور نظریہ جذبات کو بری طرح گڈمڈ کیا ہے، اس میں کلام نہیں کہ جذبات احساسات کا مجموعہ ہوتے ہیں، اور جبلی افعال کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں لیکن اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ ایک مخصوص اور معین جذبہ ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی جذبہ ہوتا بھی ہے، بہر کیف اس کا نظریۂ جذبات بھی ایک جدت کیساتھ جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۱ وما بعد، واٹسن کا بھی بعینہ یہی خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "غالبًا ہر مہیج جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہے ایک ہی وقت میں جذبی کیفیت میں بھی تغیر پیدا کرتا ہے، بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں لیں کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہے لیکن یہ ماں لینا مشکل ہے کہ ایک جبلی فعل بغیر کسی قسم کی جذبی غلیت کے صادر نہیں ہوتا" (نفسیات - ایک سیرتی کے نقطہ نظر سے، صفحہ ۲۳۱)

ہوتا ہے اور اس کے جاری رکھنے کے لئے عقل کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اس سلسلہ مین لفظ "عقل" کے مفہوم مین دلچسپی، توجہ، حرکات کا تغیر بلحاظ اس کے کہ نتائج تسلی بخش ہین یا غیر تسلی بخش، اور تجربہ سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت یہ تمام باتین شامل ہین، اور برخلاف اس کے فعل اضطراری مین عقل کے ان اجزا مین سے کوئی بھی موجود نہین ہوتا، فعل اضطراری ایک ہیجی کا فوری جواب ہوتا ہے، لہذا اس مین دلچپی یا توجہ یا کسی اور چیز کی گنجایش ہی نہین ہوتی، اور فعل جبلی جو ایک فعل کی طرف میلان ہوتا ہے، اس لیے اس کی کچھ بقا ہوتی ہے، یہ کچھ عرصہ تک باقی رہتا ہے،

ہماری حرکات اضطراری اس قسم کے ہیجی کا جواب ہوتی ہین جو ایک واضح حس کے باعث ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک شدید کیفیت احساسی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ لازمی نہین کہ اس قسم کی حس ہمیشہ پیدا ہو، آنکھ مین تنکا پڑ جانے سے ہم اپنی آنکھ بند کر لیتے ہین لیکن آنکھ بند کرنے سے کوئی واضح حس پیدا نہین ہوتی، اس کے برخلاف چھینکنے مین ایک نہایت واضح حس ہوتی ہے، ان شالون مین قابل غور بات یہ ہے کہ جس صورت مین واضح حس ہوتی بھی ہے، وہان یہ حس اس فعل پر کسی قسم کا اثر نہین کرتی، بلکہ یہ اس ہیجی کا نتیجہ ہوتی ہے، اس کے برخلاف جبلی افعال مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین، یہ حسیات بہت اہم ہوتی ہین[1] یہی اس فعل مین رہنمائی کرتی ہین، اور ان ہی کے مطابق تمام فعلیت کا انضباط ہوتا ہے، یہ حسیات بے اثر اور بے فائدہ نہین ہوتین، مثلاً بلی چوہے کا شکار کرنے بیٹھتی ہے، اس حالت مین تمام ارتسامات حسی جو اسکو وصول ہوتے ہین، اسکی فعلیت کی تشکیل کے لیے لازمی ہین، ان پر توجہ کیے بغیر یا ان سے اثر پذیر نہ ہونے کی صورت مین مطلب حاصل نہین ہو سکتا اگر وہ ان ارتسامات کی طرف سے غافل ہو جائے یا انکے مطابق اپنی فعلیت کو منضبط نہ کرے تو وہ چوہا پکڑنے پر قادر نہین ہو سکتی،

اس کے علاوہ اگر ہم ایک حیوان کی فعلیت جبلی پر غور کرین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعلیت مین

---

[1] منیوئل آف سائیکالوجی مصنفہ اسٹاوٹ صفحہ ۴۲۳

شروع سے لیکر آخر تک توجہ کی ظاہری علامات وخصوصیات پائی جاتی ہین، اس مین آلۂ حس کا انضباط ہوتا ہے اور ازابتدا تا انتہا انتظار اور آیندہ ارتسامات کی تلاش ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین یہ تمام تغیرات اس لیے کیے جاتے ہین کہ غایت کو حاصل کرنے مین آسانی ہو، یہ ایک تیاری ہوتی ہے جو مطلب برآری کے لیے لازمی ہوتی ہے[1] لیکن اس کے مقابلہ مین فعل اضطراری مین اس قسم کی تیاری کی ضرورت نہین ہوتی، یہ مہیج کے ظاہر ہوتے ہی صادر ہوجاتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح کہ بندوق کا گھوڑا دباتے ہی بندوق چل جاتی ہے، جب تک یہ خاص مہیج ظاہر نہین ہوتا اُس وقت تک وہ حیوان بالکل منفعل رہتا ہے، پرندون کے گھونسلا بنانے کی فعلیت پر اگر غور کیا جائے تو تمام باتین واضح ہوجاتی ہین، وہ اپنے آلۂ حس کا انضباط کرتا ہے، بعض مہیجات کے اثر کو قبول کرتا ہے اور بعض کو نظر انداز کردیتا ہے، خاص خاص تنکون اور چیزون کی اس کو تلاش ہوتی ہے، اور ان کی تلاش مین وہ سرگردان پھرتا ہے، غرض اس مین توجہ کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہین، اس کے برخلاف، لوہے کو ہاتھ لگاکر کھینچنا ایک فعل اضطراری ہے اور اس مین یہ تمام باتین مفقود ہوتی ہین،

افعال جبلی کی ایک اور نمایان خصوصیت ہے جس کو پروفیسر لائڈ مارگن نے "ثبات قدم یا استقلال باختلاف مساعی"[2] کہا ہے، اگر ایک خاص طریق کار ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے مین ناکام رہتا ہے تو اس مین اس وقت تک تبدیلیان کیجاتی ہین جس وقت تک وہ مطلوب نتیجہ پیدا نہین ہوجاتا، مثلاً مسٹر اور مسز پیکہم کا ایک مشاہدہ ڈاکٹر اسٹاؤٹ نے بیان کیا[3]، وہ لکھتے ہین:-

"ایک خاص نوع کی بھڑ کی عادت ہوتی ہے کہ جب اس کا چھتہ مکمل ہوجاتا ہے تو وہ اس کے راستہ کو مٹی سے بند کردیتی ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر ایک بھڑ کو اسی مقصد کے لیے کسی موزون چیز کی تلاش ہوئی، وہ باہر نکلی اور ایک پتے کو کھینچنا چاہا، لیکن نہ کھینچ سکی

[1] مینوئل سائیکالوجی مصنفہ اسٹاؤٹ صفحہ ۲۹۹ [2] حیات حیوانی اور عقل صفحہ ۱۳۵ [3] مینوئل آف سائیکولوجی صفحہ ۳۴۷،

اس کے بعد اس نے ایک کنکر کا انتخاب کیا، لیکن وہ بھی اس کے لیے بڑی تھی، اس کے
بعد اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا اوٹھایا لیکن یہ اُسکو پسند نہ آیا، آخر کار اُس نے ایک ادھ سوکھا
ہوا پتہ اٹھایا اور جاکر اس سے سوراخ بند کر دیا،، (ملخصاً)

ظاہر ہے کہ جن افعال و حرکات مین یہ خصوصیات پائی جائین اور جن کے لیے عقل و شعور
کی مدد لازمی ہو، ان کو ہم صرف خلقی انتظامات پر مبنی قرار نہین دے سکتے، اور کسی طرح یہ تسلیم
نہین کر سکتے کہ اس خلقی انتظام کی وجہ سے ایک خاص ہیچ خاص حرکات کا باعث ہوتا ہے، ہم نے
دیکھ لیا کہ جبلی افعال مین مساعی کی تجدید اور ان کا اختلاف ہوتا ہے، حرکات و سکنات مین موقع
ومحل کے مطابق خاص خاص تغیرات اور انضباطات ہوتے ہین، خاص خاص چیزون کی طرف
توجہ کیجاتی ہے، اگر ہم ان افعال کو خلقی نظام پر موقوف تسلیم کر لین تو ان تمام کی گنجایش باقی نہین
رہتی، اس مین شک نہین کہ یہ نئے انضباطات ایک حد تک نظام عصبی کے موروثی ترکیب پر
منحصر ہوتے ہین، لیکن اس کی بنا پر تمام واقعات کی توجیہ نہین کیجا سکتی، اور انہی تمام بیانات
کی بنا، پر ہم فعل اضطراری اور فعل جبلی کو متحد النوعیت اور مشترک الماہیت قرار نہین دیسکتے

(باقی)

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبہ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے،

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین لجائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک
نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اسکو مرتب کیا ہے، اس پر حواشی
بڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہے

قیمت ۱۲ر

"منیجر"

عظیم آباد پٹنہ کے غیر معروف کتبخانے

عظیم آباد پٹنہ بھی ہندوستان کے ان مشہور شہرون مین سے ہے، جو کبھی علم وفن کے مرکز تھے، اور علمار اور قدر دان علم امرار کی کثرت تھی اب بھی شرفار کے ہر پرانے گھرانے مین بوسیدہ قلمی اوراق کا ایک بے ترتیب ذخیرہ ملے گا، یہ انمول ذخیرے اب ردیون کے بھاؤ بازارون مین بک جاتے ہین، پٹنہ مین قلمی کتابون کی ارزانی کا یہ حال ہے کہ نواب محمد حسن خان جو جناب سرفراز حسین خان (ممبر اسمبلی) کے اپنے خالہ زاد بھائی تھے کا پورا کتب خانہ چند سو روپے مین بک گیا، اور فی کتاب کی قیمت آٹھ آنون سے زیادہ نہ مل سکی، تھوڑے دن کی بات ہے کہ ایک مطلا قران، جو نہایت خوشخط تھا تمیس روپیہ مین بھی نہ بک سکا، خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین حکومت کے سیکڑون روپئے ماہوار خرچ ہوتے ہین لیکن وہان بھی کتابونکی خریداری نہین ہوتی ہے، اور صرف اس کوشش مین وقت صرف کیا جاتا ہے کہ مفت ہاتھ آئین، مجھے خود بوستان کا ایک مکمل نسخہ ایک روپیہ مین مل گیا ہے، اور بیچارہ بیچنے والا دعا دیتا ہوا چلا گیا، کتابین بہت سے ایسے ہندو خاندانون مین بھی جمع ہین، جو گذشتہ زمانہ مین اسلامی تمدن سے آشنا تھے، یہان پہلے ہندو امرار عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ رکھتے تھے لیکن اب ان کے خاندان مین الف اور بے بھی کوئی نہین پہچانتا، ہمارے دیکھتے دیکھتے یہان کے ہندو خاندانون پر ہندی نے قبضہ کرلیا ہے، مسلمان امرا کے یہان بھی کتابین بہت موجود ہین، لیکن اب امرار کے لڑکے فارسی اور عربی کی طرف نظر بھی نہین اٹھا کر دیکھتے، عموماً خاندانون مین انگریزی چڑ گئی ہے اور بہت سے خاندان مین جہالت کی وجہ سے کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی ہے اور کبوترون، پتنگون اور دوسرے دوسرے خرافات مین زندگی بسر کیجاتی ہے،

جو خاندان علم و فضل مین نہایت ممتاز رہ چکے ہین اُن کا بھی رویہ فارسی، اردو، اور عربی کی قلمی کتابونکی طرف سے نہایت غیر تشفی بخش ہے، خود مین اپنے خاندان کا ایک پُرلطف قصہ بیان کرتا ہون، ہمارے ایک چچا مرحوم کو جو ایک بیرسٹر تھے اور جنکی قابلیت اُن کے ساتھیون مین نہایت مشہور تھی، انسائکلوپیڈیا کی خریداری مین تھوڑے سے روپیے کی ضرورت ہوئی آخر اُنھون نے فیصلہ کیا کہ فارسی اور عربی کی پرانی کتابون سے لائبریری کو خالی کرین، انھون نے مدرسہ کے مولویون کو بلا کر کتابین دکھائین اور دو سو روپیہ کا مطالبہ کیا بیچارے مدرسین کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا، اور یہ معاملہ ہمارے خاندان کی خوش قسمتی سے طے نہ ہو سکا، اسی لائبریری مین ہمارے خاندان کا بہترین خزانہ ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے اپنے ہاتھون کے لکھے ہوئے بہت سے قلمی نسخے ہین، یہ واقعہ اکثر جگہ ہوا ہوگا، خاندان کے بہترین خزانے لٹا دئے گئے ہین، صوبۂ بہار کی آب و ہوا بھی کتابون کے لیے کچھ مفید نہین ہے اور چونکہ کتابونکی طرف سے بے اتفاقی برتی جاتی تھی اور بچانے کا مصالحہ کسی کو اب معلوم نہین ہے، اس لیے کتابین آئے دن برباد ہوتی جارہی ہین، اگر فوراً کتابون کو نقل نہ کر لیا گیا تو بہت سی نایاب کتابین ہمیشہ کے لیے دنیا سے ناپید ہو جائینگی، اگر نقل مین بہت خرچ کی ضرورت ہے تو کم سے کم فہرست کی تیاری مین ہاتھ لگایا جائے، اور کتب خانون کے مالکون کو کتابون کی قیمت سے آگاہ کرنا چاہئے، میرا تو خیال ہے کہ اگر یورپ کے کتب خانون کے لیے یہ کتابین خرید لیجائین تو بہتر ہے، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مین اپنے ملک سے باہر کتابون کو کیون بھیجدینا چاہتا ہون، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ کتابین ہندوستان مین خریدی نہین جائینگی تو بہتر ہے کہ کہین بھی محفوظ رہین، کیڑون کے پیٹ سے بہتر، امریکہ انگلستان، فرانس اور اطالیہ کے کتب خانے ضرور ہین، شاید جب ہندوستان مین اقبال کا دور دورہ ہو تو یہ کتابین یہان واپس آجائین، یہان کے امرا سے یہ بھی اُمید نہین کہ وہ اپنے اس خزانہ کو بھی کسی قومی لائبریری کو عطا کردین، ہان اگر حضور گورنر خود چٹھی لکھدین تو کتابین آپسے آپ بھیجدیجائینگی، اب ہمسٹن کے ایسا علم دوست گورنر ملنا مشکل ہے، اس لیے اس کی بھی کوئی امید نہین ہے کہ کتابین صوبہ کے

میوزیم ہال مین جمع کردیجائین، گورنر موصوف نے سنسکرت اور ہندی کی کتابون کو بہت جمع کرایا ہے اور ہندوستان سے بہت سے چندے اس کام کے لیے جمع کئے گیے تھے، اگر حضور موصوف اردو، فارسی اور عربی کی کتابون کے لیے اپنی توجہ کو مبذول کرتے تو بہت سی کتابین جمع کرلیجا سکتی تھین،

خدابخش خان مرحوم نے کتابونکو حاصل کرنے مین اتنی مستعدی دکھلائی تھی کہ بعض مرتبہ لین دین کے معمولی اصولون کو بھی آپنے نظرانداز کردیا تھا، مین نے جب اپنے ایک ہندو دوست سے فہمائش کی کہ وہ اپنے یہان کے نادر نسخون کو خدابخش خان لائبریری مین بھیجدین تو انھون نے اپنے والد کے ایک وصیت کا تذکرہ کیا جس مین انھین حکم دیاگیا تھا کہ "کتابین گنگا مائی کے سپرد کردینا، لیکن وکیل صاحب کی لائبریری مین نہ بھیجنا"

یہان کے ہر خاندان مین کم سے کم ایک دو قلمی کتاب ضرور ملے گی جب ہم اور ہمارے دوست جناب قاضی عبدالودود صاحب اسی کوشش مین گھوم رہے تھے، تو اکثر خاندانون سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا، عموماً یہ حضرات اپنی لائبریری سے ناواقف تھے، اور ہم لوگون کے بے حد اصرار پر جب وہ لائبریری کے کرہ مین تشریف لیجاتے تو انھین اپنے یہان کے جواہر ریزے کی خبر ہوتی تھی، ہمارا خیال ہے کہ پٹنہ مین ابھی دس ہزار قلمی کتابین موجود ہین اور ان مین اکثر ایسی نادرالوجود ہین جو بڑی لائبریریون مین بھی نہین ملین گی،

سردست عظیم آباد کے مندرجہ ذیل بڑے کتب خانے ہمین معلوم ہین،

(۱) **کنور جگدیش**، جو سکھون کی سب سے بڑی عبادتگاہ کے پاس ہرمندل کی گلی مین رہتے ہین ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، کنور موصوف کے آبا و اجداد فارسی اور عربی کے ماہرین مین گذرے ہین اور ان لوگون کے متعلق شاہی باورچی خانہ کا انتظام تھا، آپکے یہان دہلی دربار کی بہت سی کتابون کا ذخیرہ تھا، مین نے جدو ناتھ سرکار کو ان سے روشناس کردیا تھا اور پروفیسر موصوف بھی ان کتابون کی بہت تعریف کرتے تھے، جس وقت ہم لوگ وہان گیے تھے تو کتابین نوکر خانہ کی الماریون مین ڈھیر تھین اکثر قران سونے اور چاندی کے حروف مین لکھے ہوئے مین نے خود دیکھے ہین حاشیہ پر اکثر کتابون کے

زعفران سے مینا کاری کیگئی تھی، ایک کتاب مین دہلی کے تمام عمال کا روزنامچہ تھا اور بیگمات کا نام بنام تذکرہ تھا، کنور موصوف نے اپنی تمام کتابون کو صادقپور کے کسی حکیم کو دیدیا ابھی تک مجھے حکیم صاحب کا پتہ نہین لگا ہے، خدا کرے وہ اچھے ہاتھون مین پہنچ گئی ہون،

(۲) **مولوی منظر الرحمن** صاحب کا کتب خانہ بھی گمنامی مین پڑا ہوا ہے، مولوی صاحب سرعلی امام کے بڑے داماد ہین، اور پٹنہ کے بہت بڑے رئیس، مولوی صاحب موصوف کو اپنی زمینداری کے اشغال سے بہت کم وقت کتابون کے ملاحظہ کا ملتا ہے، پہلے ان کی کتابین اُن کے موضع پر تھین، خود مین نے اکثر ان سے درخواست کی کہ کتابین خدابخش خان لائبریری کو دیدیجائین، لیکن انھون نے صاف انکار کردیا، پھر مین نے بانکی پور مین منگا لینے کے لیے کہا، الحمدللہ کہ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ اب ان کے کمرہ کو زینت بخشتی ہین، بہت سی کتابین ضایع ہو چکی ہین، لیکن اب انشاء اللہ امید ہے کہ ضایع نہین ہونگی، اگر مولوی صاحب نے اجازت دی تو مین ایک فہرست اوسکی شایع کرونگا، اور مشہور کتابون کے متعلق ریویو لکھوانے کی کوشش کرونگا، دیکھیے اس مین کہانتک کامیابی ہوتی ہے،

(۳) **نواب گذری** کا بھی کتب خانہ شہرۂ آفاق تھا، اب ان کے صاحبزادون مین یہ کتابین تقسیم ہوگئی ہین، اگر اس خاندان کے کمسن حضرات مثلاً جناب میان صاحب، جناب مبارک علی صاحب (ممبر کونسل) جناب عباس علی صاحب (ممبر کونسل) کوشش کرین تو بہت سے نادر نسخے دستیاب ہون کاش تھوڑی سی کاوش کرکے کتابون کی فہرست بنا لیجائے تو بھی غنیمت ہے،

(۴) **رائے جگدیش بہادر**، مہراج گھاٹ کے یہان بھی شاہی وقت کی بہت سی کتابین ملین گی، رائے صاحب رائے شتاب رائے کے خاندان کے رکن کہلاتے ہین اور مین نے خود ان کے یہان ایک تلوار دیکھی ہے جس مین لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا تھا، یہ ان کے خاندان کا بہترین ورثہ سمجھا جاتا ہے، رائے صاحب نے ہم سے تذکرہ کیا تھا کہ جب رائے شتاب رائے کو گنگا مین ڈوبانے کے لیے انگریز چلے

تو انھون نے برجستہ اشعار کہے ہین اور یہ اشعار ان کے پاس موجود ہین،

(۵) **ڈیانوان**، جو پٹنہ سے دس میل پر واقع ہے، وہان بھی ایک نہایت قیمتی لائبریری موجود ہے، لیکن اوس کے متعلق بھی دنیا کو کچھ علم نہین ہے حالانکہ اس کے موجودہ مالک ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ بزرگ ہین، امید ہے کہ جناب سرور اپنی لائبریری سے دنیا کو باخبر رکھنے کی کوشش کرین گے،

(۶) **پھلواری شریف**، کا کتب خانہ صوبہ کا یکتا کتب خانہ ہے، یہ سجادہ صرف تصوف یا روحانیات کا سرچشمہ ہی نہین رہا ہے بلکہ یہان علم و فضل کی گرم بازاری بھی رہی ہے، اس سجادہ پر حضرت فرد سے یگانہ شاعر اور حضرت مجیب سے جید عالم بھی گذرے ہین، موجودہ سجادہ نشین مولٰنا شاہ بدرالدین مدظلہ نہایت روشن خیال بزرگ ہین، معلوم نہین آپنے اپنے یہان کے کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست تیار کرائی ہے یا نہین، ضرورت ہے کہ وہان کی قلمی کتابون سے ملک کو روشناس کیا جائے، بزرگان خانقاہ کی توجہ سے امید ہے کہ وہان کتابین نہایت حفاظت سے رکھی جاتی ہونگی کیونکہ غالب اور راسخ کے خطوط بھی آج تک وہان محفوظ ہین،

(۷) **نواب احمد** صاحب سنگی دالان کے یہان بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، لیکن ہم لوگون کی بدقسمتی سے یہ بہت دور ایک دیہات مین پڑا ہوا ہے، جناب نواب صاحب سے ہم لوگون نے درخواست کی کہ کتابین یہان منگالی جائین، لیکن ناکامیابی ہوئی معلوم نہین کتابون کا کیا حشر ہو رہا ہوگا

(۸) میری نظر سے کتابین مولوی حفیظ صاحب رئیس صدرگلی، مولوی فصیح احمد صاحب رئیس لودی کٹرہ، جناب قاضی عبدالودود صاحب کی بھی گذری ہین، انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ بعض کتابون کے متعلق استفسار کرکے پبلک مین ان کے متعلق اپنے معلومات پیش کرونگا، ہمارے یہان بھی تھوڑی سی کتابین بچ گئی ہین، بہت سی وصلیان تو مین نے زمین مین سے نکالی ہین، بعض بہت نادر الوجود ہین،

ایک نسخہ کشاف کا ۷۲۶ھ کا لکھا ہوا ہے اسکا غذ میں حیرت انگیز پائداری ہے اور روشنائی میں غضب کی چمک یہ نسخہ نجوان میں لکھا گیا تھا، تین تین کتابیں اور علوم و فنون کی بھی ہیں، ایک سفرنامہ اعتصام الدین کا ہے یہ سفیر بنکر جارج سویم کے یہاں شاہ دہلی کی طرف سے گئے تھے اور اگر یہ کتاب شایع ہوجائے تو بہت سی تاریخی غلطیاں دور ہوجائیں، آجکل یہ نسخہ مولٰنا ابو الکلام کے پاس ہے،

(۹) اخیر میں میں یہ تذکرہ کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہاں ایک مارواڑی تاجر "جیلان" نامی عربی اور فارسی کی پرانی کتابوں کو جمع کر رہے ہیں، میں بابو صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا آپنے قلعہ کی مشہور تاریخی عمارت کو خرید لیا ہے اور دو لاکھ لگا کر پوری مرمت بھی کرڈالی ہے، ان کے پاس پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، کتابیں ابھی بیس پچیس سے زیادہ نہیں ہیں لیکن جو کتاب ہے وہ نادر ہے، ایک قرآن تین انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا نہایت باریک حروف کا قلمی ہے، ایک قرآن کل تیس صفحات پر مشتمل ہے میں اُن کے پورے ذخیرے پر مضمون لکھنے والا ہوں، کاش یہاں کے مسلمان رؤسا، اس سے سبق لیں اور کاش وہ اپنی پوری کوشش پر اتنی بھی رقم قیمت خرچ کرتے جتنی بابو صاحب ایک کتاب پر خرچ کرتے ہیں، میں نے سنا ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کا ظرف ایک نسخہ تیرہ ہزار روپیہ میں کلکتہ سے منگایا ہے، آپکے پاس تصویروں، سکوں اور تمام پرانی اشیاء کا بہترین ذخیرہ ہے،

میں نے ان اوراق میں اپنی صرف چند روز کی کوششوں کا حال لکھا ہے اگر دوسرے حضرات پٹنہ اور نواحی پٹنہ یا بہار کے کتبخانوں پر قلم اٹھائیں تو مجھ سے بہت زیادہ لکھ سکتے ہیں، کیونکہ اس خطہ میں ہر شہر اور ہر دیہات کے ہر شریف اور خاندانی آدمی کے پاس دو ایک بھی قلمی کتاب ضرور ہے، اور انکی مجموعی تعداد خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ سے سہ چند ہوجائیگی، کاش انکی فہرست ہی یکجا ہوجاتی اور وہ خدا بخش خان لائبریری میں محفوظ رہتی تاکہ اہل علم کے لیے ان کی طرف مراجعت کرنا ممکن ہوتا یہ ایک عظیم الشان علمی کام ہے، اور دار المصنفین کو ادھر توجہ کرنا ضرور ہے،

معارف: ہمارے دوست نے دار المصنفین کو جس فرض کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، کتابوں کی خریداری کے لیے وہ کم از کم ایک ہزار سالانہ خرچ کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ رقم

دارالمصنفین کی بساط کو دیکھتے ہوئے گو کسی قدر زیادہ ہو، لیکن ضرورت کے مقابلہ مین یہ بہت کم ہے، اگر اس مدمین کافی روپیہ ہمارے پاس ہو تو اس سے بہت زیادہ کیا جاسکتا ہے،

ہمارے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ عظیم آباد پٹنہ کے رقبہ کے اندر **دیسنہ** کے نوجوانون نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے پرانے اندوختہ کو محفوظ رکھین گے، چنانچہ وہ بوسیدہ اوراق کو جمع کر رہے ہین، ترتیب دے رہے ہین، اور اُنکو مرمت، اصلاح اور جلد بندی کے بعد اپنے "کتبخانۂ اصلاح" مین محفوظ کر رہے ہین، اُن کی علیحدہ فہرست بھی انھون نے ترتیب دی ہے،

علم الکلام

مولٰنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے قیمت ۱۲؍

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، مدینہ کی علمی مجلسین، صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئین گی، قیمت ۸؍

"منیجر"

مترجمات

فینلینڈ مین عربی زبان

مترجم: مولوی ابوالحسنات ندوی

دنیا کی دوسری قومونکی طرح عرب بھی اپنے عہد ماضی کی یاد تازہ کر رہے ہین، زمانہ سابق مین ان کا تمدن، انکی تہذیب، ان کے علوم و فنون جن ممالک تک پھیلے تھے اور جس طرح پھیلے تھے اوسکی تفصیل و تشریح کر رہے ہین، ذیل کا مضمون اسی قسم کی کوشش کا نتیجہ ہے اصل مضمون فینلینڈ کے ایک صاحب قلم نے لکھا ہے لبنان (شام) کے رہنے والے ارشید باکون توما دیو المعلوف نے جو فینلینڈ کی سیر و سیاحت کی غرض سے وہان گئے تھے اس کا عربی مین ترجمہ کیا، یہ ترجمہ شام کے مشہور علمی رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی مین شایع ہوا، ہم نے اس کا ترجمہ اسی عربی مضمون سے کیا ہے،

(ابوالحسنات ندوی)

سرزمین فینلینڈ بحر منجمد کے شمال سے بحر بالٹک کے جنوب تک اور مشرقی روس سے سویڈن کے مغربی حصہ تک پھیلی ہوئی ہے اس ملک کے باشندونکی تعداد تین لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، سودم انکی ملکی زبان مین فینلینڈ کا نام ہر جس کی طرف انتساب کے ساتھ وہ اپنے تئین سودمی کہتے ہین، یہان کے تمام باشندے مسیحی مذہب رکھتے ہین یہان کی زبان یورپ کی تمام زبانون مین ہنگری زبان کے سوا اور کسی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی، لیکن اس کے صرفی قواعد تمامتر ترکی زبان کے صرفی قواعد سے مشابہ ہین، حالانکہ ان دونون زبانون کے الفاظ مین قطعاً کوئی مناسبت و مشابہت نہین ہے،

لیکن ایک عرب کے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز اس ملک میں خالص عربی ناموں کا مقبول عام ہونا ہے مثلاً یہاں بکثرت مردوں کے نام سالم، عمر اور علی وغیرہ اور عورتوں کے نام عدلا، سلمی، سلیمی، لیلی اور فریدہ وغیرہ ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ۱۸۰۹ء سے پہلے یعنی جب سے یہ ملک حکومت سوئڈن کے قبضہ میں آیا، اس ملک کے ساتھ عربوں کے تجارتی تعلقات قائم تھے جسکی شہادت وہ عربی سکے دیتے ہیں جن پر خط کوفی میں تحریریں ہیں اور یہ سکے آج تک اس ملک کے پایہ تخت ہیلسنگفورس کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں، اور ان چیزوں میں سے جو اس ملک کے ساتھ عربوں کے تجارتی تعلقات کو ثابت کرتی ہیں، وہ چاندی کے چھ سو سکے ہیں جو کوہتلا " [illegible] " کے علاقہ میں پائے گئے ہیں، یہ سکے جو تھرپیلے کوئلے کی ایک کان میں چھپے ہوئے تھے بہ ترتیب دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سکے ہیں یہ سکے ابھی ۱۹۲۲ء کے موسم سرما میں پائے گئے ہیں ۱۸۰۹ء میں سوئڈن کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد روسی حکومت کا علم اس پر سایہ فگن ہوا لیکن ۱۹۱۷ء میں جب روس میں فتنہ و فساد شروع ہوا اور روسی حکومت کمزور ہوگئی تو اس کمزوری کے زمانہ میں قیصر کے پنجہ استبداد سے جو مظلوم و مغلوب ممالک آزاد ہوئے ان میں سے ایک ملک فینلینڈ بھی ہے، اس آزادی و استقلال کے بعد یہاں جمہوری حکومت قائم ہوگئی،

گذشتہ چند سال میں فینلینڈیوں نے یورپ کی اکثر قوموں پر جسمانی ریاضتوں اور ادبی کھیلوں میں اپنا تفوق ظاہر کیا ہے چنانچہ ان کھیلوں میں انکا مقابل انگریزوں اور امریکنوں کے سوا اور کوئی نہیں فینلینڈیوں نے ان کھیلوں میں تنوع بھی پیدا کیا ہے،

علوم و فنون کے ساتھ فینلینڈیوں کو بیحد شغف ہے اس لیے انکی آبادی کا ایک چھوٹا سا گاؤں بھی ایسا نہیں ہے جہاں متوسط یا ابتدائی درجہ کا مدرسہ نہ ہو سب سے اعلی درسگاہ اور علمی مرکز ان کا کالج ہے جسکی بنیاد خاص پایہ تخت میں ۱۶۴۲ء میں پڑی تھی، اسی کالج میں وہ عربی زبان و فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور روز بروز جس طرح دیگر علوم و فنون میں ترقی کر رہے ہیں عربی لٹریچر کے ساتھ بھی انکا شغف و انہماک بڑھتا جاتا ہے

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ مستحق ذکر مرحوم جارج اوجسٹ ولین ہین جنھون نے گذشتہ صدی مین عربی زبان کی تعلیم کی مستقل شاخ اس کالج مین قائم کی تھی، اس واقعہ سے پہلے فنلینڈی علما عربی زبان کی صرف اتنی تعلیم کے لیے اہتمام کرتے تھے جتنی کہ عبرانی توراۃ کے متن کے سمجھنے مین انھین مدد دیتی تھی، لیکن مرحوم جارج ولین ان مین سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے اس زبان مین پوری مہارت حاصل کی بدقسمتی سے یہان اُن کے بعد اس مین انکا کوئی صحیح جانشین پیدا نہ ہوا،

سنہ ۱۸۱۱ء مین پروفیسر جارج ولین فنلینڈ کے مغربی جزائر الینڈ مین پیدا ہوئے، اور فنلینڈ کے مذکورہ بالا کالج مین تحصیل علم کی تکمیل کی، اور وہین لاطینی زبان مین ایک کتاب لکھی جس کا نام "متقدمین عرب اور متاخرین کے لب ولہجہ مین اہم فرق" ہے، یہان سے سنہ ۱۸۴۱ء مین روس گیے اور پایہ تخت مملکت روس کے پٹرسبرگ کالج مین داخل ہوکر خاص عربی زبان کی تکمیل کرتے رہے انھون نے اس کالج کے پروفیسر عربی شیخ طنطاوی سے اچھی طرح استفادہ کیا، شیخ طنطاوی کی تحریک وتشویق سے ان مین عربی کی نشر واشاعت کی سرگرمی پیدا ہوئی یہانتک کہ خود ان ممالک تک پہنچکر تکمیل عربی کا جذبہ پیدا ہوا جہان عربی زبان ملکی زبان ہے۔ سنہ ۱۸۴۳ء مین وہ فنلینڈ سے روانہ ہوے اور اس زمانہ کے ان مشکلات سفر کی جو ریلون اور جہازون کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی تھین، انھون نے کوئی پروا نہ کی، سب سے پہلے وہ مصر آئے، یہان سے انھون نے وہابیون کے مقبوضہ علاقون (نجد، عسیر، یمامہ وغیرہ) کا سفر کیا، پھر بغداد، اصفہان، بصری اور دمشق کی سیاحت کی ان تمام اطراف مین وہ چھ برس تک رہے، انھون نے بدوی طرز زندگی انکی زبان اور لب ولہجہ اُن کے عادات واخلاق کو سیکھنے اور ان پر عمل پیرا رہنے کی پوری کوشش کی، ان اطراف ملک کی طبعی اور جغرافی حالات کا غور سے مطالعہ واستقصا کرتے رہے، پروفیسر مرحوم نے اس سفر مین اپنے ساتھ دواؤن، جڑی بوٹیون اور دوسرے آلات طبیہ کا کافی ذخیرہ ساتھ لے لیا تھا، وہ طب اور فن معالجہ سے واقف تھے اس لیے ان کو قبائل عرب مین بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی، شیوخ قبائل اُنکی بڑی عزت کرتے تھے، خود پروفیسر

مرحوم کو بھی ان سے اتنی محبت و یگانگت ہوگئی کہ انھون نے ان لوگون کا طرز معاشرت، عادات و اخلاق

یہان تک وضع لباس بھی اختیار کرلیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنا نام بھی بدلکر عبدالولی رکھا، اور مرتے دم

تک اپنے کو عبدالولی ہی لکھتے رہے،

۱۸۴۴ء اور ۱۸۴۵ء مین وہ لندن مین مقیم اور بلاد عرب کا جغرافی نقشہ کھینچنے مین شریک رہے، اس کے

بعد ۱۸۵۱ء مین اپنے ملک کے ہیلسنگفورس کالج مین عربی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے، کالج مین نوجوانان

فینلینڈ کی بڑی جماعت انکی بے نظیر عربی دانی سے فائدہ اٹھانے اور عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے پہلے تو بڑی

ہمت اور نشاط شباب کے ساتھ اٹھی لیکن افسوس ہے کہ پروفیسر ممدوح کی موت ۱۸۵۲ء کے بعد انکی تمام

سرگرمیان بالکل ٹھنڈی پڑگئین، مرحوم پروفیسر کو ہیلسنگفورس کے ایک قدیم مقبرے مین دفن کیا گیا، اور اُن

کی قبر پر ایک پتھر مین صرف ان کا نام "عبدالولی" عربی رسم خط مین کھدوایا گیا، ہیلسنگفورس کالج مین آج

تک انکی ایک تصویر موجود ہے اس مین وہ اسی عربی ملبوس مین ہین جو برابر پہنا کرتے تھے یعنی عمامہ، قبا اور پٹکا

پروفیسر عبدالولی نے اپنے ہاتھ سے ابن الفارض کا قصیدہ حائیہ جس کا مطلع "اومیض برق بالابیرق

لاحا" ہے اس کی شرح (از شیخ عبدالغنی النابلسی) کے ساتھ لکھا اور لاطینی زبان مین اس کا ترجمہ کرکے ہیلسنگفورس

کے سنگی مطبع مین چھپواکر شایع کیا تھا، پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردون کی آسانی کے لیے اپنی طرف سے

بھی اس پر حواشی و تعلیقات لکھے تھے، اس کے علاوہ انکی اور بھی عربی تحریرین ہیلسنگفورس کالج کے کتبخانہ

مین موجود ہین اگر موقع ہوا تو آئندہ ہم ان کو بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے، لیکن ان مین سب سے

زیادہ قابل ذکر انکی "روزمرہ کی یادداشتین" ہین جو وہ اپنے سفر بلاد عرب کے دوران مین لکھا کرتے تھے، اس

مین وہ تمام عجیب وغریب اور دلچسپ واقعات جمع ہین جو ان کو اثنائے سفر مین پیش آیا کیے، یہ "یادداشتین"

پانچ جلدون مین انکی موت کے بعد شایع ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ آج تک ان کا مطالعہ سرد

ملک کے باشندون کے دلون مین عرب کی گرمی محبت اور ان خوبصورت ممالک کے سفر و سیاحت کا مزید شوق و ولولہ پیدا کرتا ہے

فنلینڈ کے رہنے والے پروفیسر عبدالولی سے پہلے فنلینڈ کے ساتھ عربون کے قدیم تعلقات، یہان کے تمدن واخلاق پر عربون کے اثرات اور اپنے آباو اجداد کے آداب وتہذیب مین عربونکی تاثیرات کو بالکل بھول گئے تھے، اور اس قدر بیگانہ بنگئے تھے کہ عربون کے تمدن وتہذیب اور ان کے ملک کے حالات تک سے قطعاً ناآشنا تھے البتہ عربون کے جوضمنی تذکرے توراۃ اور انجیل مین آگئے مین اُن سے کسی حدتک واقف تھے، لیکن پروفیسر عبدالولی ہی تھے جنھون نے اپنی قوم مین عربون کے اخلاق وعادات اور انکی تہذیب وتمدن کی یاد تازہ کی، اور اب فنلینڈ کی قوم مین عربون کے تمدن واخلاق اور اُنکی زبان کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ حال مین ایک فنلینڈی انجنیر نے ایک کشتی بنائی جو دوسری کشتیون سے مقابلہ کے موقع پر سرعت رفتار مین سب سے اول آئی اس کا "الطیر" نام رکھا،

افسوس ہے کہ پروفیسر عبدالولی کے شاگردون مین کوئی ان کا صحیح جانشین نہین ہوا، بعضون نے تو ان کے بعد عربی کے ساتھ دلچسپی لینا قطعاً چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اس قدر عربی حاصل کی جس قدر کہ توراۃ عبرانی سمجھنے اور پروفیسر تلکوسیت کی ہدایت ورہنمائی مین بابل اور اشور کی اینٹون کی تحریرین پڑھنے کے لیے کافی ہوئی، ہان ملک بھر مین چند اشخاص نے اُسکی طرف توجہ کی اور عربی مین مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے جہت ونشاط اور پوری جد وجہد سے کام لیا مثلاً اوینانو جنا آفندی تلغرین جنھون نے اسکی تحصیل وتکمیل مین اپنی پوری ہمت وکوشش صرف کی، انھون نے حال مین ایک کتاب لکھی ہے جس مین وہ تمام عربی الفاظ جمع کردیے ہین جو اسپینی زبان مین پائے جاتے ہین، اس کتاب مین اندلسی عربون کے حالات، اسپین پر ان کے اثرات، ان کے تمدن وتہذیب، علوم وفنون، اخلاق وعادات اور رسم ورواج سے متعلق بہت سے مفید معلومات ہین،

یہ ہماری زبردست توقع ہے کہ اہل فنلینڈ نے علوم وفنون اور تمدن وتہذیب کی تکمیل مین یورپ کے مقابلہ مین جیسی غیر معمولی سرگرمی دکھائی ویسی ہی سرگرمی عربی زبان وفنون کی تحصیل وتکمیل اور اپنے ملک

مین اس کی توسیع و اشاعت مین بہی دکہائینگے تاکہ علوم و فنون مین سب بے نظیر ترقی کا جو درخت انہون نے لگایا ہے عنقریب اُس کا لذیذ ترین ثمر حاصل کرسکین، ہماری اس توقع کے لیے ایک فال نیک روسی مقبوضات کے تاتاریون کا ترک وطن کرکے فنلینڈ مین اقامت پذیر ہونا بہی ہے، کیونکہ ان مہاجر مسلمانون کو شعائر دین اسلامی کی حفاظت اور اپنے مذہبی فرائض کے ادا و تکمیل کے لیے اس بلیغ زبان کی تحصیل کی لازمی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق ان مین صریح جذبہ و ولولہ موجود ہے، اس لیے اُن کی یہ آمد اس ملک مین عربی زبان کی وسعت و ترقی کا بہترین ذریعہ ہوگی،

یوحنا ائتینین کرسکو فنلینڈی،

بہادر خواتین اسلام،

گذشتہ مسلمان خاتون کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۱۲؍

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین نہایت مستند حوالون سے، ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ، اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی، مذہبی، اور علمی کارنامے درج ہین، لکہائی چہپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۴۲۵ قیمت ۳؍

منیجر

تلخیص و تبصرہ

فن جراحت کی حیرت انگیز ترقی

موجودہ عہد مین فن جراحت کی ترقی نے اس کے عملی نتائج کو بالکل معجزہ کی صورت مین پیش کیا ہے،
آج سے سو برس پہلے فن جراحت صرف فصد اور معمولی پھوڑون کے چیرنے پھاڑنے تک محدود تھا، یورپ نے
دوسرے فنون کی طرح اسکو بھی ترقی دی اور گذشتہ پچیس تیس سال کے اندر اس کو بہت زیادہ نمایان و سعت
و ترقی حاصل ہوئی، لیکن جنگ عظیم کے زمانہ سے آج تک جو ترقی اس فن مین ہوئی اس نے اسکو اعجاز کی
حد تک پہنچا دیا ہے، ڈاکٹر میتشیل سمعان (مصر) ابھی جرمنی اور اسٹریا مین ایک سال تک رہ کر آئے ہین
انھون نے اسٹریا مین اس فن کے جو حیرت انگیز نتائج عمل دیکھے ان مین سے بعض کو الہلال مصر مین شائع
کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

(۱) واٹنا کے ایک شفاخانہ مین قیدخانہ سے ایک قیدی بھیجا گیا جس کے پیٹ مین شدید درد و نفخ
تھا اور سے بھی جاتی تھی، طبی معائنہ اور قیدی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بریوس پٹرول کے کبس کے اسکرو
کا قبضہ اور سرڈین (ایک قسم کی انگریزی مچھلی جو ڈبون مین بند ہوتی ہے) کا ڈبہ کھولنے کا آلہ نگل گیا ہے مریض
قیدی نے اعتراف کیا کہ اس نے قیدخانہ سے چھوٹ کر اپنی مدت قید اسپتال مین گذارنے کے لیے ایسا کیا ہے
ڈاکٹرون نے پیٹ چاک کرکے ان چیزون کا نکالدینا ضروری قرار دیا کیونکہ ان تکالیف کے علاوہ مریض کی
آنتون مین سخت سوزش بھی تھی، چنانچہ جب پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اوسکی آنت کے ایک حصہ مین
جابجا سوراخ ہوگئے ہین، ان سوراخونکے ہر چہار طرف سخت اورام ہین، اور یہی اس سوزش کا سبب ہین،

ان خرابیون کی وجہ سے ڈاکٹرون نے اوسکی آنت مین سے تقریباً چہ ہاتھ اور پندرہ سنٹیمیٹر آنت کاٹ دی اس عمل نازک کے ٹھیک تین ہفتہ بعد یہ مریض بالکل صحتیاب ہوکر شفاخانہ سے نکلا لیکن یہ قیدی جرائم کا سخت عادی تھا اس نے اس واقعہ کے تین ہی مہینہ بعد پھر جرم کیا، ماخوذ ہوکر قیدخانہ مین داخل ہوا اور پہلے مرتبہ کی طرح پھر اُسنے بریوس پٹرول کے اسکریو کے تین قبضے کھالیے اس مرتبہ پھر اس کا پیٹ چاک کرکے وہ قبضے نکالے گئے، آنت کا کچھ ٹکڑہ کاٹ کر الگ کردیا گیا اور کچھ دنون مین شفایاب ہوکر وہ آزاد ہوا لیکن ابھی ابھی تین مہینے بھی نہین گذرے تھے کہ پھر وہ کسی جرم مین ماخوذ ہوا اور حسب عادت قیدخانہ مین لوہے کے پانچ چھوٹے ٹکڑے اور ایک پندرہ سنٹیمیٹر کی کانٹی نگل گیا، ابکی مرتبہ جب وہ اسپتال مین داخل ہوا تو اوسکی عالت بظاہر ایسی نازک تھی کہ قریب قریب مردہ معلوم ہوتا تھا، بہرحال اس پر عمل جراحی کیا گیا اور اوسکی آنت کا پھر کچھ حصہ کاٹ کر وہ نگلی ہوئی چیزین نکالدی گئین اور حسب معمول تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہوگیا، مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح یہ سخت جان انسان اپنی تین تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد اب تک تین مرتبہ اور مبتلائے آلام کرچکا ہے اور ہر مرتبہ عمل جراحی اس کا کیا گیا اور اچھا ہوکر نکلا، کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق ہنوز زندہ اور صحیح وسالم ہے،

(۲) ایک تاجر نے تجارت مین سخت نقصانات اٹھائے، عالم یاس وحزن مین اس نے اپنے تئین ہلاک کرلینے کے قصد سے اپنے سینہ سے بندوق لگاکر چھوڑ لی، گولی اس کے سینہ کے بائین جانب اس زور سے لگی کہ سینہ کے ڈھچر کو توڑ دیا گوشت اور بعض ہڈی تک ریزہ ریزہ ہوگئی ایک بڑا سا سوراخ جسکا طول ۶ سنٹیمیٹر اور عرض ۵ سنٹیمیٹر تھا ہوگیا اس کی آنتین باہر نکل پڑین، پیٹ اور سینہ کے اندرونی اعضا ایک دوسرے سے مخلوط ہوگئے اور نہایت کثرت وسرعت کے ساتھ خون نکلنے لگا، زخمی تاجر اسپتال مین بھیجا گیا اور وہ بندوق لگنے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد وہان پہنچا، معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کے سینہ اور پیٹ کے بیچ کا پردہ جو دونون کے اعضا کو الگ رکھتا ہے پھٹ گیا ہے، قلب کی تھیلی بھی پھٹ گئی ہے اسکے گرد وپیش اس کثرت سے خون جمع ہوگیا ہے کہ قلب کی حرکت سست پڑگئی ہے اور بائین پھیپھڑے کے نچلے حصہ مین متعدد زخم لگے ہین،

ضروری صفائی کے بعد پہلے آنتین اپنی جگہ پر رکھدی گئین اور وہ سوراخ جو پیٹ اور سینہ کے درمیان مین تھا بند کردیا گیا، قلب کے آس پاس کا خون خوب دھو دینے کے بعد اسکی تسلی بھی دی گئی، پھیپھڑے کے زخمون مین بھی ٹانکے لگا دئے گئے اور اس کو ہوا دیگئی جس سے اس مین حرکت پیدا ہوگئی اور وہ اپنا کام کرنے لگا، اس تکمیل عمل کے بعد پھر اندر سے شدت کے ساتھ خون آنے لگا جسکی وجہ سے اسکا پیٹ دوبارہ کھولا گیا معلوم ہوا کہ طحال بھی پھٹ گیا ہے، ڈاکٹر نے طحال کو جڑ سے کاٹ کر نکالدیا اور اس کے بعد پھر پیٹ بند کردیا گیا، تیمار داری و نگرانی کے تمام موجودہ وسائل کام مین لائے گئے، یہان تک کہ مریض تاجر دو مہینے مین پوری صحت پاکر نکلا اور اب اسکا وزن علالت کے پہلے کے وزن سے سات کیلوگرام زیادہ تھا،

(۳) ایک شخص اسپتال مین آیا جسکی عمر پچیس برس کی تھی لیکن اوسکا جسم ایسا تھا کہ وہ بارہ تیرہ برس کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر ساٹھ برس کے بوڑھون کی طرح جھریان پڑی ہوئی تھین اور اس کے تمام اعضا چھوٹے چھوٹے، دبلے پتلے اور اتنے کمزور تھے کہ وہ کچھ کام کاج کر سکنے کی قوت نہ رکھتا تھا، اس کا باپ جو ساتھ آیا تھا اسکی بیماری سے سخت پریشان تھا، اس نے تمام ڈاکٹرون سے علاج کرایا تھا اور کوئی دوا ایسی نہ چھوڑی تھی جو اس کو بتائی گئی ہو، اور اس نے استعمال نہ کرائی ہو، اس نے مدتون اس کو پہاڑ پر بھی رکھا، لیکن ان مین سے کسی تدبیر سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا، اسپتال کے ڈاکٹر نے مرض یہ تشخیص کیا کہ اس کے دماغ کے سخت اور ٹھوس غدودن مین سے ایک غدہ متورم ہے اسکی تائید رونٹجن شعاعون سے بھی ہوئی، ڈاکٹر نے نشتر لگانا تجویز کیا، مریض اور اس کا باپ دونون خوشی سے راضی ہوئے، مریض کی کھوپڑی کھول کر غدہ کے ورم پر نشتر لگایا اور ورم زائل کردیا گیا، اس عمل پر پورے چھ مہینہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مریض بالکل اچھا ہوگیا اسکی صورت بارہ تیرہ برس کے لڑکے سے ایک جوان آدمی کی صورت مین تبدیل ہوگئی اور اب وہ پورا جوان نظر آنے لگا جسم کے ساتھ ساتھ اسکی عقل اس کے ادراک اور اس کے شعور مین بھی ترقی ہوئی اور وہ ہر قسم کے کام کر سکنے کے قابل ہوگیا،

فن جراحت کی موجودہ ترقی نے اس کو متعدد مزمن امراض مین بھی نہایت کامیاب ثابت کیا ہے مثلاً سل، امراض قلب اور کسی عضو کا شل ہوجانا وغیرہ، سل ریوی (پھیپھڑے کا سل) کے متعدد مریضون پر یہ عمل جراحت کامیاب ثابت ہوا کہ مریض کے اس پھیپھڑے کے جانب کے اضلاع جو مرض سے متاثر ہے الگ کر دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ایک جانب کا پھیپھڑا بالکل سمٹ گیا، اس مین کے تمام گندے اورام خود بخود مندمل ہوگئے اور اسی اندمال کے ساتھ ساتھ تمام جراثیم بھی ہلاک ہوگئے اور وہ مریض صرف ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ اس موذی مرض سے بے خوف وخطر زندہ رہا، اس طریق عمل کی کامیابی کی وجہ سے مین نے دیکھا کہ مرض سل کے مخصوص ماہر ڈاکٹر بھی اکثر حالت مین مریض کو اپریشن ہی کا مشورہ دیتے ہین اور مریض اپریشن سے بالکل صحتیاب ہوجاتا ہے، جیسے طریقہ علاج مین بعض امراض قلب کا علاج بھی اپریشن ہی سے کرتے ہین، چنانچہ ذبحہ قلبیہ (قلب کے آس پاس مین ایک قسم کی چبھن) جو نہایت تکلیف دہ اور دفعتہً پیدا ہوجانیوالا درد ہے اس کا علاج بھی اپریشن ہی کے ذریعہ سے کامیاب ثابت ہوا ہے، اتنا معلوم ہے کہ اس کا سبب قلب کی تھیلیون کا انقباض ہے اس بنیاد پر قلب کے ایک مخصوص وماہر ڈاکٹر نے عضلات قلب مین سے ایک عضلہ کو کاٹ کر علیحدہ کرنا تجویز کیا تاکہ اس مین انقباض پیدا ہی نہ ہو، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ڈاکٹر نے عمل کیا اور اب تک تین مریضون پر یہ عمل جراحت اچھی طرح کامیاب وسودمند ثابت ہوچکا ہے،

رنجن شعاعون کی مدد سے یہ امر اچھی طرح واضح ہوگیا ہے کہ بہت سے مریض جن کے اعضائے اسفل مفلوج معلوم ہوتے ہین، اس مفلوجیت کی وجہ ان کے اعصاب مین کسی خرابی کا پیدا ہوجانا نہین ہوتی بلکہ صرف ان اعصاب پر خارجی طور پر کوئی دباؤ اس کا سبب ہوتا ہے مثلاً پیٹھ کے اعصاب کے سلسلہ مین کسی ورم کا ہوجانا یا اس کی ہڈیون کے اندرونی حصہ مین کسی دمل کا پیدا ہوجانا وغیرہ، ایسے مریضون پر اپریشن ہی کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے یکبارگی وہ دباؤ زائل ہوجاتا ہے، تم اس مریض کے تعجب وحیرت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو مدتون اپنے پاؤن کو حرکت تک نہ دے سکتا تھا لیکن اس عمل کے بعد وہ نقل وحرکت کے قابل اور

دوسرونکی طرح چلنے پھرنے اور دوڑنیکے لائق ہوگیا ہو،

اس وقت سب سے زیادہ قابل توجہ اپریشن کے ذریعہ سے مثانہ، گردہ اور پروستاتا وغیرہ مسالک بول کے امراض کا علاج ہے، آج سے کچھ دنون پیشتر تک معالج گردہ کے عمل جراحت کے وقت سینکڑون قسم کے اندیشے کرتا تھا لیکن آج نہایت اطمینان اور کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے، جوانون کو چھوڑ و بوڑھون تک پر یہ عمل بھی کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایک مریض کا ذکر سننے کے لائق ہے، ایک جوان جسکی عمر اٹھائیس برس کی تھی شفاخانہ مین آیا، اس کے بائین پہلو مین درد کی زمین تکلیف تھی، پیشاب مین درد کے ساتھ مواد آتا تھا، معائنہ طبی اور پیشاب کی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کے بائین گردہ مین سل کے جراثیم و جروح موجود ہین اور مرض کا اثر بڑھکر مثانہ تک کو متاثر کر چکا ہے، ڈاکٹر نے گردہ کو کاٹ کر الگ کر دینا تجویز کیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن مثانہ اسکی ضرورت و احتیاج کی وجہ سے باوجود مرض اس امید پر باقی رہنے دیا گیا کہ مریض جوان ہے عقاقیر کے ذریعہ سے اسکو شفا ہو جائیگی، لیکن کچھ دنون علاج کے بعد معلوم ہوا کہ مثانہ پر علاج کا کوئی مفید اثر نہین پڑتا، اسکی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ پیشاب کو بالکل نہ روک سکتا تھا، اب ناچار مثانہ پر بھی عمل جراحت کیا گیا، وہ اس طرح کہ مثانہ پورا نکالکر مجری بول داہنے گردہ کی طرف داہنے پہلو مین پیٹ کے نیچے ایک بڑا سوراخ کر کے بنا دیا گیا، اس بڑے سوراخ مین کاوتشوک (غالباً ربڑ کی قسم کی کوئی چیز ہے؟) کی ایک تھیلی رکھدی گئی جس مین پیشاب گرا کرے، یہ عمل اچھی طرح کامیاب ثابت ہوا، مریض کو پوری صحت ہوگئی، اس کے قوے مضبوط ہوگیے اور وہ ہر طرح کے کام کاج کر کے دوسرونکا بار اٹھانے کے قابل ہوگیا حالانکہ اس سے پہلے وہ خود دوسرون پر بار تھا۔

علاج الجراحۃ کے ان بیشمار نتائج حسنہ مین سے جو ان ممالک مین روزمرہ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہین یہ چند واقعات اسکی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت مین غالباً کافی ہونگے، مین نے آغاز تحریر مین ان کو معجزات سے تعبیر کیا ہے، کیا اس کے سوا کسی اور لفظ سے بھی ہم اسکی تعبیر کر سکتے ہین؟ موجودہ زمانہ مین صحت کی خرابیون اور آئے دن گوناگون امراض کی پیدائش کے باوجود ہمارے مشرقی اطبا نے فن جراحت کی طرف سے جس طرح چشم پوشی کر لی ہے کیا چشم پوشی صحیح اور مناسب

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صدسالہ سالگرہ

گذشتہ جولائی کے تیسرے ہفتہ مین، اسے ۲۰ تک رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے لندن مین، اپنی عمر کی ایک صدی کی تکمیل پر شاندار طریقہ سے سالگرہ منعقد کی، کئی مہینون تک تیاریان ہوتی رہین، مختلف علمی مجالس کو دعوت دیگئی تھی جن مین قابل ذکر، برٹش اکیڈمی، (لندن) رائل اکیڈمی، (بلجیم) کانکیلج انسٹیٹیوٹ (ہالینڈ) اسکول آف اورنٹیل اسٹڈیز، فرینچ اسکول آف فارالیسٹ، اسکول آف اورنٹیل لنگوجز، اور اسکول آف اورئنٹل لیٹریچر آف رومہ ہین، شرکائے مجلس مین سفیر جاپان، وزیر افغانستان اور تقریبًا ۸۰ علمی مجالس کے نمائندے تھے،

مجلس نے عام جلسہ کے بعد سہولیت وآسانی کے لیے تمام مباحث کو چار شعبون پر تقسیم کر دیا تھا، شعبۂ اول کا نام مجلس مشرق بعید تھا اور اس مین چین، جاپان، انڈو چائنا، سیام اور ملایا کے ممالک داخل تھے، اس شعبہ کے صدر مسٹر ایل، سی، ہاپکنس تھے، اس مین پہلے دن رومہ یونیورسٹی کے پروفیسر جی، وکاکا، "تیرہوین صدی کی ایک انجیل" پر اور مسٹر برسن کا، "ملایا کی ایک قدیم ترین تحریر" پر مضمون پڑھے گئے، دوسرے دن ایم پال پیلیاٹ پروفیسر ڈبلو، ای، سوتہ ہل، ڈاکٹر سٹین کونو نے تقریرین کین اور مباحث مین حصہ لیا، تیسرے دن مسٹر ایل، سی ہاپکنس اور مسٹر ار، ایل، ہابسن، کا مشترکہ مضمون پڑھا گیا، پروفیسر الگزف، ڈاکٹر لینن گاٹل، پروفیسر ایسن، اور مسٹر جی، آر، ایس میڈ نے اپنے مضامین پڑھے اور مباحث مین حصہ لیا، اس کے آخری اجلاس مین پروفیسر کانیلیس پی برنڈلی نے اپنا فاضلانہ مضمون سنایا اور اس کے بعد ایچ، ڈی، چوسی چو سفیر چین نے اپنی تحریر سے حاضرین کو مستفید کیا، دوسرے شعبہ کا نام مجلس اقوام قدیمہ تھا، اور یہ سامی، ممیری، مصری، وغیرہ پر مشتمل تھی، اس کے صدر پروفیسر لنگڈن تھے، پہلے دن پروفیسر برسٹیڈ نے مصری طب پر ایک تحریر پڑھی، ڈاکٹر بلیک مین نے اس تحریر پر اظہار رائے کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر ہال نے ار العبید اور بحرین کی برطانوی تحقیقات کے متعلق ایک مصور لکچر دیا، دوسرے دن ایم تھرو ڈ ذین، مسٹر ڈرائور، مسٹر گڈ، پروفیسر واٹرین اور پروفیسر ہاگوبین نے

تقریرین کین، پروفیسر لنگڈن نے پروفیسر لکن بل کا مرسلہ مضمون "اولین انڈو یورپین" پڑھ کر سنایا، تیسرے دن ڈاکٹر ڈائخ ڈاکٹر گسٹر، پروفیسر کرخو، مسٹر فریڈ لینڈر، نے اپنے مضامین پڑھے جنکو بہت دلچسپی سے سناگیا، تیسرا شعبہ ہندوستان کے متعلق تھا، اور اس کے صدر مشہور پروفیسر اے، اے، مکڈونل تھے، پہلے دن سر جارج گریرسن کی غیر متوقع علالت سے کوئی کارروائی نہ ہوسکی، دوسرے دن ڈاکٹر ایف، ڈبلو ٹامس نے چار سنسکرت تمثیلات پر اپنا مضمون پڑھا، ایم سیلوئن لیوی اور ڈاکٹر سٹین کونو نے اس پر اظہار رائے کرتے ہوئے مضمون نگار کی بڑی تعریف کی، اس کے بعد پروفیسر اے، وی ولیم جیکسن نے اپنا مضمون پڑھا، بعد ازان ڈاکٹر سٹن نے قدیم ختن کا ایک عہد شاہی" کے موضوع پر ایک تحریر سنائی، تیسرے دن مسٹر این سی چیٹرجی نے "ہندوستان قدیم کے طریقہ حرب" پر ایک مضمون سنایا اور اس کے خاتمہ پر مسٹر پی، جے، تھومانے "ابتدائی ہندی مسیحیت" پر تقریر کی، جناب صدر، مسٹر اتھوون، سر جان ولیس، وغیرہ نے بحث مین حصہ لیا، چوتھے دن مسٹر جسٹن، ای، ایباٹ نے سیواجی کے متعلق پرتگالی تاریخ پر ایک مضمون پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر ولیم کرک کا مضمون، اس شعبہ کے ناظم مسٹر ڈیو ہرسٹ نے پڑھکر سنایا،

آخری شعبہ، مجلس اسلامی کے نام سے موسوم تھا، اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور ادیب پروفیسر مارگولیس اس کے صدر تھے، فاضل مستشرق، ڈاکٹر ای، جی براؤن نے حاضرین وشرکائے مجلس کا خیر مقدم کیا، بیرونی دنیا کے جن اشخاص نے اس مین حصہ لیا ان مین لائق ذکر پروفیسر مین ڈنیس، پروفیسر سگکن، پروفیسر منارزکی اور پروفیسر کرسٹن زن، اور پروفیسر ونسنک ہین، پہلے دن ڈاکٹر نکلسن نے مولنا رومی کی تصنیف "فیہ ما فیہ" پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر اے، ایچ ہارسے نے زین الانصاری کی کتاب فتوحات الٰہیہ پر جو تصوف مین ہے ایک مضمون پڑھا، ڈاکٹر براؤن نے الغوری کے ایک فارسی ترجمہ کے متعلق جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے، مختصر الفاظ مین تذکرہ کیا، پروفیسر دی، منارزکی نے "ایران مین ترکی السنہ" پر ایک عالمانہ خطبہ دیا اور کپتان کرسول نے تصاویر کے ذریعہ قلعہ قاہرہ کے اثریات پر کچھ دیا، پنجشنبہ کے دن مسٹر ای، جے ہولمیارڈ علالت کی وجہ سے غیرحاضر

کی کیمیا، کی ابتدا، پر تقریر نہ کر سکے اور مسٹر کرنکو نہایت ہی اطمینان سے "عربی لغت کی ابتداء" اور ایام جاہلیت کی شاعری" پر مضامین پڑھنے کا موقع مل گیا، انھین مضامین پر بحث شروع ہوئی، اور اس کے دوران مین معلوم ہوا کہ پروفیسر بون عنقریب دیوان جریر شایع کرنے والے ہین، جمعہ کی کارروائی پروفیسر گیولامی کے مضمون سے جو بعض مباحث درمیان علمائے اسلام و مسیحیت" کے زیر عنوان تھا شروع ہوئی، یہ مضمون ابو قرہ راہب حران کی ایک کتاب مجادلہ پر مبنی تھا، پروفیسر موصوف اس کتاب کو بہت جلد اوٹ کرنے کے بعد شایع کرنے والے ہین، آخری مضمون مسٹر ار، پی، ڈبو مسرسٹ کا تھا، اس مین انھون نے عربی و فارسی عروض کے مطالعہ کے چند نتائج پیش کیے تھے اور متنبی، سعدی اور حافظ پر زیادہ زور دیا تھا،

تنجور کا شاہی کتب خانہ

انسائیکلوپیڈیا کی ۹ وین اشاعت کی جلد ۴ صفحہ ۵۳۳ مین ہم پڑھتے ہین کہ

"ہندوستان کی قابل ذکر لائبریری تنجور کا شاہی کتبخانہ ہے، جو سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوائل مین جبکہ یہ علاقہ تلگو نامکون کے قبضہ مین تھا، قائم ہوا تھا، ان لوگون نے ان سنسکرت کتابون کو جو تلگو حروف مین ہین جمع کیا، اٹھارہوین صدی مین مرہٹون نے اس علاقہ کو فتح کیا اور اس وقت سے یہ کتبخانہ برابر ترقی کر رہا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سرفوجی بھونسلا نے اپنے قیام بنارس (۱۸۲۰ء) کے دوران مین حاصل کیا تھا، اس کے جانشین سیواجی نے بھی چند کتابین جمع کین لیکن وہ کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس وقت اس کتب خانہ مین تقریباً اٹھارہ ہزار کتابین ہین یہ کتابین دیونا گری، نندی ناگری، تلگو، کنڑا، گرنتھا، ملایالم، بنگالی پنجابی، کشمیری، اور اڑیہ زبانون مین ہین، ان مین سے آٹھ ہزار پتون پر لکھی ہوئی ہین، ڈاکٹر برنل نے ۱۲۳۷۵ کتابون کا اپنی فہرست کتب مین تذکرہ کیا ہے،

اب یہ کتب خانہ، سرسوتی محل لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حکومت نے عام استفادہ کیلئے اسے پبلک کتبخانہ بنا دیا ہے اور وہی اس کے مصارف کی کفیل ہے، اپنے وسعت مباحث، کثرت تعداد، اور تنوع السنہ

کے لحاظ سے ہندوستان میں اس کی شاید کوئی نظیر نہیں حکومت ہند نے اس ذخیرہ کی اہمیت ۱۸۶۹ء میں سمجھ لی تھی، اور اس کے زیر ہدایت مدارس حکومت نے مسٹر بکفورڈ پروفیسر سنسکرت کو تنجور کے قلمی نسخوں کی فہرست ترتیب دینے کے لیے مقرر کیا، مسٹر بکفورڈ نے بہت کم کام کیا، اور ۱۸۷۱ء میں ڈاکٹر برنل سیشن جج اس خدمت کے لیے نامزد ہوئے، ڈاکٹر موصوف نے نہایت ہی انہماک و جوش سے کام شروع کیا اور ۱۸۷۹ء تک ایک فہرست کتب شایع کرتے رہے لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۸ء تک اس کتب خانہ کی حالت نہایت ہی ابتر و خراب رہی، اس کے لاتعداد نسخے اس خزانہ سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے، اور صرف ڈاکٹر برنل کی فہرست انکی موجودگی کا ثبوت ہے، اور حال میں تو اس بیش بہا مجموعہ کو یورپ کے ہاتھوں بیچ دینے کا سامان بھی ہو چکا تھا، لیکن نہ معلوم کیوں یہ گفتگو دفعۃً ختم ہو گئی، جب سے یہ کتب خانہ ایک قومی ملکیت ہوئی ہے، اس نے سنبھالا لیا ہے، اور اسی قلیل عرصہ میں، علم دوست اصحاب نے ۱ سے قلمی نسخوں کے تین بیش بہا مجموعے پیش کیے ہیں، یہ گنگلکر، جمبو ناتھ بھٹ لند گنی، اور پتین اودھوتا کے جمع کیے ہوئے ذخائر ہیں اور انکی تعداد ۲۳۱۱ ہے، ۱۹۲۰ء سے ہر سال تقریباً ۳۰ ہزار اشخاص اوسکی زیارت کو جاتے ہیں اور ایک ہزار قلمی نسخے دیکھے جاتے ہیں، اس ذخیرہ کی مایۂ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سنسکرت زبان کے تقریباً اہم نسخے جو مختلف زبانوں میں ہیں موجود ہیں، سولہوین سترہوین اور اٹھارہوین صدی کے جنوبی ہندوستان کے مصنفین کی تصانیف بکثرت موجود ہیں، تاریخی تصانیف، تمثیلات، قصائد، جینی مذہب کے متعلق تصانیف، شاستروں کی تفاسیر، اور دیگر مذہبی کتب کے حواشی اس کتب خانہ کی زینت بڑھاتے ہیں،

اخبار علمیہ

سنہ ۱۹۲۲ء مین ۹۲۹،۹۰۹ اشخاص برطانوی عجائب خانہ دیکھنے گیے، یہ تعداد گذشتہ سال سے ۸۰۰۰۰ زائد ہے، صرف اتوار کے جانیوالون کی تعداد ۶۰۹۴۳ ہے،

---

۴ اگست سے ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک ۴۰۰۰۰ بلجیم سپاہی، لڑائی مین کام آئے اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء سے ۵ جون سنہ ۱۹۲۳ء تک ۴۵۰۰۰ زخمی سپاہیون مین سے ۷۰ فی صدی گیس کے اثر سے مرگیے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

اس وقت انگلستان مین ۹۷۸۰۰۰ موٹرین ہین، دوسال کے اندر یہ تعداد بڑھی ہے پہلے صرف ۵۰۰۰۰۰ تھی

گذشتہ سال انگلستان مین ۱۸۶۴۷۱۰۰۰ اشخاص نے ریل کا سفر کیا، ان مین سے صرف ۵ حادثہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۹۲۱ء مین ۶۸۳۶۵۰۲۰۴ مسافرین مین ۱۹ کی جانین تلف ہوئی تھین،

سویڈن کے ایک کارخانہ ارکشی کے مالک نے دعوی کیا ہے کہ وہ لکڑی کی بیکار چیلیون اور برادہ کو بجائے ایندھن جلاکر گیس پیدا کرسکتا ہے، اس طرح سے تقریباً ۵۰ فی صدی ایندھن بچ جائیگا،

بکس اور ڈبے بنانے مین اس وقت تک لکڑی یا کاغذ کے موٹے تختے استعمال کئے جاتے تھے لیکن اب روسی کارخانے نے برادہ اور راکھ سے ایک ایسا قوام تیار کیا ہے جس سے لکڑی اور کاغذی تختے بنائے جاسکتے ہین، اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کو سخت و نرم دونون رکھ سکتے ہین،

اس وقت پیرس مغربی دنیا کے فیشن کا مرکز ہے، اس سے پہلے یہ عزت اطالیہ کے ایک شہر میلن کو حاصل تھی،

انسان وحیوان ہی کو خداوند تعالیٰ نے قوت بینائی عطا فرمائی تھی اب ماہرین سائنس نے بیجان چیزون مین بھی یہ خصوصیت پیدا کر دی ہے، اس آلہ کا نام "برقی چشم" ہے، اس سلینیم سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے، ڈاکٹر البرٹ نیوبرگر کے سر اس ایجاد کا سہرا ہے،

گذشتہ چار سالون مین دو بہت بڑے برف کے پہاڑ سمندر مین بہتے ہوئے پائے گیے ہین، ان مین سے ایک ۷۰۰ فٹ بلند تھا، اس مین سے ۲۴۰ فٹ سطح آب کے اوپر تھا، دوسرا ۷۰ فٹ بلند پانی کے اوپر اور ۱۶۰۰ فٹ لمبا تھا اس کا وزن ۳۶۰۰۰۰۰ ٹن تھا، اور جہاز مجسٹک سے ۷۰ گنا بڑا تھا،

اگرچہ اس وقت تک مختلف غیرملکی آلے موسم کے حالات معلوم کرنے کے لیے بنائے جاچکے اور کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ثابت ہوچکے تھے تاہم دور کے موسم کے لیے اب ایک آلہ بنایا گیا ہے جو تفسی کے پروفیسر ٹرچی کے اس آلہ کے ذریعہ دور دراز کے طوفان کی وسعت سختی، اور تخریبی قوت نہایت آسانی سے معلوم کیجاسکتی ہے

اسپین کے بادشاہ، امرا، و علما رکے سامنے مارس ڈی سناکارا کے سٹر کے نے ایک عجیب تجربہ کی نمایش کی ہے، وہ دھات سے پتھر کو اپنی آنکھون پر باندھ لیتا ہو اور پھر جو چیز بھی اس کے سامنے رکھ دیجائے اس کو پڑھ دیتا ہے، کمال اتنا ہی نہین ہو بلکہ وہ ملفوف خط کے مضمون کو بھی بلا کھولے ہوئے پڑھ دیتا ہے، ماڈرڈ دار السلطنت اسپین کے سائنسدان اس مسئلہ کے حل کرنے کی فکر کر رہے ہین،

ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ریل مین کوئلہ کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے، اور کوئلہ کی کمی و گرانی پر اس کا بڑا اثر ہے، اب سویڈن کے ایک موجد نے جس کا نام جنگ سٹارم ہے اس کا حل نکالا ہے، اس نے انجن کے ہر عضو کو چھوٹا کر دیا ہے، اور اس طرح انجن کا پیٹ بھی کم ہو گیا ہے مگر اس سے انجن کی چال یا تیزی مین کوئی فرق نہین آتا اور کوئلہ کی ایک بڑی مقدار بچ جاتی ہے،

پولیس نے مجرمین کی شناخت کے لیے انگوٹھے کے نشان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی ہو، ماہرین کا خیال ہے کہ کبھی بھی ایک آدمی کے نشان دوسرے آدمی سے نہین مل سکتے اور اس طرح اصلی مجرم کا پتہ چل سکتا ہے، اگر حال ہی مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جس نے اس خیال کو باطل ثابت کیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ جعلی نشانات بھی بنائے جا سکتے ہین، مسٹر ایم ابرتیلان نے اب دعویٰ کیا ہے کہ انگوٹھون کے بجائے کان کی ساخت سے مجرم کا پتہ لگانا زیادہ صحیح ہے،

برسون کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی دھات کے بنانے مین کامیابی ہوئی ہے، جو المونیم کی طرح سبک اور لوہے کی طرح سخت ہے، اس کا نام ڈورالومن ہے،

پانی سے بجلی حاصل کرنے کے لیے سیڑھی نما اونچی دیوارین بنائی جاتی ہین اوران پر سے پانی کی چادرین گذرتی ہین، پانی کے گرنے اور بہنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، دنیا کی سب سے بڑی دیوارین حال ہی مین ریاست کلفورنیا مین بنکر تیار ہوئی ہین، یہ دیوارین سطح چشمہ سے ۴۰ فٹ بلند ہین،

ٹیلیفون سے گفتگو کرنے مین اب تک دو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی اور بسا اوقات مخاطب کی غیر حاضری کام مین رکاوٹ ڈالدیتی تھی، اب جرمنی کے علمی رسالہ نے ایک ایسے آلہ کے حالات شایع کیے ہین، جو مخاطب کی غیر حاضری مین متکلم کے الفاظ کو لکھ دیا کرے گا،

بحر اطلانٹک کے جہازات سب سے زیادہ صابون صرف کرتے ہین، چنانچہ تین جہازون کو سال بھر تک صاف رکھنے کے لیے ۵۰۰۰ گیلن رقیق صابون، ۰۰۰۰، ا پونڈ نرم صابون، ۰۰۰، ۶۳ پونڈ سفوف صابون اور ۵۰۰۰ ۴ پونڈ سوڈے کی ضرورت ہوتی ہے،

حال ہی مین ایک چھوٹے سے جہاز نے جو صرف ۸۰ ٹن کا تھا، دنیا کے گرد ۱۳۱۵۹ میل کا سفر طے کیا ہے، یہ جہاز ۵ ستمبر ۲۲ء کو روانہ ہوا تھا، اور ۶ آدمی اس مین سوار تھے،

مسٹر کلیفورڈ بیرس کا بیان ہے کہ دنیا مین جتنی خودکشیان ہوتی ہین ان مین سے ۷/۸ خرابی دماغ کا نتیجہ ہین، اور جب تک ہر جگہ اس مرض کے مخصوص مرکز نہ بن جائینگے یہ صورت حال قائم رہیگی،

ہوائی پیمائش کے ذریعہ کاشت کی پیداوار کے اندازہ لگانے کا جو طریقہ ایجاد کیا جارہا ہے، امریکہ نے اس مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کرلی ہے،

ادبیات

افکار ماجد

ہمارے دوست مولانا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کی نسبت یہ سبکو معلوم ہے کہ وہ ایک پرزور خطیب، اور ایک رنگ خاص کے انشاپرداز ہین، مگر یہ شاید کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ ایک دیوان شعر کے بھی مالک ہین، مولانا اردو مین اکثر اور عربی و فارسی مین گاہے گاہے بطریق سلف اظہار راز کیا کرتے ہین، ذیل کی غزل مولانا نے میرے لیے ذاتی طور پر تحفۃً بھیجی تھی، لیکن مین تھوڑی جرأت کرکے یہ تحفہ تمام ناظرین مین تقسیم کرتا ہون، "اڈیٹر"

رونا غم فرقت مین کیا رنگ دکھاتا ہے
آنسو کے ہین قطرے یا دامن پہ کلیجا ہر

ویران کدۂ دل مین اب میرے دھرا کیا ہے
کچھ داغ ہین حسرت کے کچھ خون تمنا ہر

ہلچل ہے زمانہ مین، عالم تہ و بالا ہے
ہر وقت مدد مولا وہ وقت اب آیا ہر

ہو عزم طلب صادق تو یاس نہین ہوتی
جس نے تجھے ڈھونڈا ہے اس نے تجھے پایا ہے

ہے نقش فنا تیرا ہر شعبدۂ صنعت
ہستی تری اے دنیا کچھ بھی نہین دھوکا ہر

آنے کے یہ معنی ہین جانیکے لئے آئے
جینے کا یہ مطلب ہے اک دن ہمین مرنا ہر

تم دل سے اگر پوچھو تو دل کے مزے پوچھو
درد و غم الفت کی ٹیسون مین مزا ہے

غیرونکی شکایت کیا اپنون مین نہین الفت
یہ وقت ہی ایسا ہے ایسا ہی زمانا ہر

ہنستے ہوئے اٹھے ہین وہ خواب سے اے ماجد
شاید کسی بیکس کو روتا ہوا دیکھا

"نذر سلیمان"

مولٰنا راغب بدایونی،

کسی کو شوق سے عیش جہان نہین ملتا — نشاط یاس یہی ہے کہ "ہان نہین ملتا"

کچھ اُن کے فیض سے جز امتحان نہین ملتا — خوشی کہان کہ غم جاودان نہین ملتا

یہ حال ہو کہ مجھے بھی ہو اتفاق اُن سے — کہ میرے حال سے میرا بیان نہین ملتا

نقاب اُٹھ کے اُلٹتے ہین دیکھ کر نگاہ چھپتے ہوش — زبان ملتی ہے لیکن بیان نہین ملتا

تھی تلاش تو ملتے تھے سو نشان اوسکے — ہوئی تلاش تو اپنا نشان نہین ملتا

خدا کا نام ہو کیا فتنہ عہد کافرین، — حرم کہان کہین دار الامان نہین ملتا

خزان کے رنگ سے ملتی ہوئی بہار تو ہو — مگر بہار سے رنگ خزان نہین ملتا

بلند نیزۂ قاتل پہ سر نہ ہو جب تک — جبینِ دل کو ترا آستان نہین ملتا

یہ ہر نفس نئے خطرے نئے ہین اندیشے — کہ آشیان مین مجھے آشیان نہین ملتا

فریب عجز تمنا کا نام ہے فردوس — مراد دسعی سے آرامِ جان نہین ملتا

نگاہ چاہیے حسن آشنا کہ ذوق نگاہ — جسے یہان نہین ملتا وہان نہین ملتا

یہ نور عرش "سلیمان" کی نذر ہے راغب
کہ عرش کوئی سپئے ارمغان نہین ملتا

"خطاب بہ حیات"

مولوی سید وہاج الدین احمد صاحب شمیم، اسسٹنٹ پروفیسر اورنگ آباد کالج،

ہر چیز مین جہان کی جلوہ ہے عام تیرا — تیرگیون مین دیکھا نقشِ دوام تیرا

شکل فنا مین پنہان، تیری بقا کا عنصر — ہر فرق مین نمایان، اک التیام تیرا

دنیا کا ہر تغیر، تیرے ابد پہ شاہد　　فطرت کی ہر خوشی، گویا پیام تیرا

موجوں کی کشمکش میں، دیکھا تجھے نمایاں　　کہسار کی فضا میں، پایا قیام تیرا

کانٹوں نے چبھ کے تیری تلخی بتائی ہم کو　　پھولوں نے ہنس کے بھیجا ہم کو سلام تیرا

غنچوں نے تیری سن گن باد صبا سے پائی　　بلبل نے بوئے گل سے، پایا پیام تیرا

تاروں کی انجمن میں، تو نور بنکے چمکی　　بالائے بام چمکا، ماہ تمام تیرا

موج نسیم بن کر کلیوں کو گدگدایا　　خرمن کو جب جلایا، تھا برق نام تیرا

ہر خار کی کھٹک میں، ہر شمع کی چمک میں　　ہر ذرہ کی کسک میں، پایا پیام تیرا

خمخانۂ ازل میں پیر مغان نے جس دن　　ق　　تو بجلیوں سے کھینچا اک تلخ جام تیرا

کیا کیف روح پرور تجھ میں بھرا ہوا تھا　　جس جس کو تو نے تاکا، وہ تھا غلام تیرا

مٹی پہ تجھ کو چھڑکا، وہ پھول بنکے مہکی　　ذرے نے بنکے جگنو چمکایا نام تیرا

خاکی ترے اثر سے، مسجود نوریاں تھا　　ق　　ذرے کو طور کرنا، ادنیٰ تھا کام تیرا

سارے جہان نے چکھا، خالی ہوا نہ لیکن　　گردش میں آج تک ہے پہلا وہ جام تیرا

اے آب روح پرور، ہر چند تو وہی ہے　　ق　　رندوں میں پر کہاں ہے، ذکر مدام تیرا

جو عاشق جفا تھے، ذوق طپش کو بھولے　　بیگانۂ اثر ہے سوز تمام تیرا

پھر تیری شورش غم، مردوں میں جان ڈالے　　سوتوں کو پھر جگا دے شور خرام تیرا

اے شمع بزم ہستی! پھر آرزو یہی ہے　　جلنا ہو کام میرا، تڑپانا کام تیرا

چھوڑا تسنیم تو نے انداز عاشقانہ

مقبول کس طرح ہو، طرز کلام تیرا

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

(جلد دوم)

اخبار الاندلس کے نام سے منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (لاہور) ایس پی اسکاٹ صاحب کی تصنیف ہسٹری آف دی مورش امپائر ان یورپ (یورپ مین مسلمانونکی سلطنت کی تاریخ) کا جو مسلسل ترجمہ شائع کر رہے ہین، اسکی دوسری جلد شائع ہوئی ہی پہلی جلد پر گذشتہ سال کے کسی پرچہ مین ہم تبصرہ کر چکے ہین، اس وقت لائق مترجم کے کارنامہ کی دوسری قسط پیش نظر ہے،

مسٹر اسکاٹ اس عہد کے زندہ مصنفین مین ہین اور انھون نے از راہ لطف ہندوستان کے مسلمانون کو ان کی زبان مین اُن کے دور دست بھائیون کے عروج و زوال کی جو داستان لکھی ہے، اس کے سنانے کی اجازت مترجم موصوف کو دی ہی، مسٹر اسکاٹ اپنی تصنیف کے ان اوراق مین اکثر بے تعصب اور رحمدل نظر آتے ہین، مسلمانون کے مسرت افزا واقعات جب وہ لکھتے ہین، تو وہ خود بھی ہنسنے لگتے ہین، اور جب غمناک سوانح پر پہنچتے ہین تو اونکی آنکھون سے بھی آنسو کے قطرے ڈھلکتے معلوم ہوتے ہین، البتہ یورپ کی تاریخ نویسی کے عام اصول سے اونکا طرز بھی مستثنیٰ نہین یعنی یہ کہ واقعات کے سلسلۂ بیان مین جہان جہان کڑیان ٹوٹتی ہین، یا علل و اسباب کی تلاش کی جہان ضرورت پیش آتی ہے اپنے قیاس و گمان کو وقائع کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہین،

پیش نظر جلد آٹھ بابون پر مشتمل ہے، جو پندرہوین باب سے شروع ہو کر بائیسوین باب پر ختم ہوتی ہے، یہ آٹھون باب تعلیقات و حواشی کو چھوڑ کر ۷۲ ۲ صفحون کو محیط ہین، ان ۲ ۷ ۲ صفحون مین یورپ مین اسلامی حکومتون

کی تاریخ سنہ ۷۱۱ء سے شروع ہو کر سنہ ۱۴۹۲ء پر تمام ہوتی ہے، یہ آٹھ باب اسلامی حکومتون کے حسب ذیل انقلابی دورون پر منقسم ہے،

باب ۱۵، سسلی (اٹلی) پر اغلبیون کی حکومت اور خاتمہ،

باب ۱۶، اندلس کے چھوٹے چھوٹے مختلف حکمران اور عیسائیون کا خروج،

باب ۱۷، مرابطین کا عروج، جنھون نے ان متفرق اجزا کو متحد کر کے عیسائیون کا مقابلہ کیا، اور انکو شکست دی

باب ۱۸، موحدین کا ظہور، مرابطین کا خاتمہ، عیسائیون سے معرکہ آرائی کا آغاز،

باب ۱۹، مسلمانون کا ضعف اور عیسائیون کی کامیابیان،

باب ۲۰، عیسائیون کی اندلس کی بازیافت کے لیے سعی،

باب ۲۱، غرناطہ سے آخری جنگ،

باب ۲۲، بازیافت کی تکمیل اور خاتمہ،

اندلس کی تباہی پر ندی نے جو پر درد عربی مرثیہ لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے،

ہر باب مین اشخاص اور مقامات کے جو غیر معروف نام آئے ہین، مترجم نے تحقیق کر کے ہر باب کے آخر مین ان کی تصیح کی ہے، اور ان کے حالات لکھے ہین، مگر معلوم نہین مترجم نے صفحہ ۱۰۰ مین فاس کو فیض کیون لکھا؟ یہ غلطی آجکل اخبارات مین عام ہے، اسی طرح مصنف کے بیانات مین جہان کہین مترجم کو اعتراضات یا اغلاط نظر آتے ہین، یا اسلام کے متعلق مصنف کو جہان غلط فہمیان پیش آئی ہین، مترجم نے ذیلی حاشیون مین انکی تصیح کی ہے اور ان کے جوابات دئے ہین،

ترجمہ اکثر سلیس اور با محاورہ ہے، بعض الفاظ پر گرفت کیجا سکتی ہے مثلاً "قال مغروتہ" مغروتہ غارت سے اسم مفعول بنایا گیا ہے، مگر یہ صریحاً غلط ہے، اسی طرح فارسی اضافت کی حالت مین "جنگہا" "جزیرہ نما" لکھنا صحیح نہین "جنگہائے" اور "جزیرہ نمائے" چاہئے، "ہمدردی ہمدگری" (صفحہ ۳۲۱) بھی ٹھیک نہین، علی ہذا ایک ہی فقرہ

مین ایک لفظ کا واحد وجمع استعمال کرنا بھی اعتراض کے قابل ہے: "مرابطین کا بقیۃ السیف گروہ جو اپنے موجودہ حکام سے ناخوش تھے،، (صفحہ ۳۰۰ نیز صفحہ ۲۹۰) لفظ "غیر" کی ترکیب سے صفت بنتا ہے، مصدر نہین، اس بنا پر یہ کہنا، "غرض علما کے غیر مسامحت اور وحشیانہ ظلم سے" صحیح نہین صفحہ ۲۹۹ "عدم مسامحت،، کہنا چاہئے، "مراسم اداکین (صفحہ ۳۳۴) مراسم مذکر ہے، مؤنث نہین "کندوکاوی" (صفحہ ۲۰۷) اور اس قسم کے اور قابل اعتراض لفظ بھی مل سکتے ہین، با این ہمہ مترجم کی محنت، کاوش، اور ترجمہ کی عام طور سے سلاست اور روانی، مدح وتعریف کی مستحق ہے،

اردو مین اندلس مرحوم کی تاریخ کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا ہو گیا ہے، مگر تفصیل اور تحقیق کے لحاظ سے اخبار الاندلس بہترین کتاب ہے، اور اس کو اردو مین منتقل کرکے مترجم نے ہماری زبان اور ہماری قوم دونون پر احسان کیا ہے، کتاب کی تیسری جلد بھی غالباً تیار ہو چکی ہے، اور عنقریب شایع ہو گی، یہ پورا سلسلۂ تاریخی ہر کتب خانہ مین موجود رہنا چاہئے، کہ یہ اسلام کی سب سے بڑی عبرتناک داستان ہے۔ اور اس کو جس قدر دہرایا جائے اتنا ہی اچھا ہے، خصوصاً اس کتاب کے اوراق مین یورپ مین اسلامی حکومتون کے عروج وزوال کی مسرت انگیز اور حسرتناک دونون قسم کی تصویرین ایسی خوبی سے تیار کی گئی ہین، کہ مصنف ومترجم دونون کی صنعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے،

لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت ۲۲۲، صفحے، قیمت — پتہ: نصیر کالج، ربانی روڈ، لاہور،

مطبوعات جدیدہ

آل ذو رعین. پنجاب اور صوبہ متحدہ مین ایک بڑی اور معزز برادری ہے جو ہندو مسلمان دونون طبقون مین منقسم ہے، اور جس کو عموماً رائی یا رائین کہا جاتا ہے، اس قوم کے مسلمان ذی علمون کا دعویٰ ہے کہ یہ قوم خاص عربی نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سلسلۂ نسب عمالقۂ عرب کے اُس خاندان سے ملتا ہے جو ہکسوس یا دولۃ الرعاۃ کے نام سے مصر مین مدتون حکومت کر چکا ہے، اسی مناسبت سے اس قوم کے مسلمان افراد اپنی قوم کو راعی یا راعین کہتے ہین، اور اس نام کی اونکی ایک کانفرنس ہے، ایک اخبار ہے، اور اُنکی تاریخ بھی لکھی گئی ہے حال مین آل ذو رعین کے نام سے منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی نے اس قوم کی ایک تاریخ لکھی ہے جس مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ یہ قوم یقیناً عرب سے آئی مگر اوس کا تعلق عمالقہ سے نہین، بلکہ اذواے یمن کے ایک خاص خاندان، یعنی یریم ابن حرث ذو رعین کی نسل سے ہے، حضرت مسیح سے ۱۲۰۴ سال قبل سبا اصغر یعنی حارث الرائش نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک حصے پر قبضہ کر لیا، جس کے انتظام کے لیے اپنے ایک ہم خاندان سردار معمر بن عمر بن حجر ذی رعین کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا، پھر اس کے بعد جب خاندان سبا کے اصلی مرکز مین پر حبشیون کا تسلّط ہوا، اور وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے تو اس خاندان کے کچھ لوگ اور ہندوستان مین آئے اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیون سے مل گئے، جناب منشی صاحب کا دعویٰ ہے، کہ ہندوستان کے رائین درحقیقت وہی آل رعین ہین، جو آج سے ۳۱ سو سال قبل ہندوستان مین آئے تھے، مصنف کے دعویٰ کی صداقت کے تولنے کے لیے مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے، لیکن اونکی محنت اور جانفشانی کی داد دینا ہمارا ضروری فرض ہے، زبان اور طریقۂ بیان کا المجن اصلاح کا طالب ہے:۔ قیمت فی جلد ؏، پتہ :۔
منشی محمد ابراہیم محشر کوٹھی مہاراجہ جنید، شہر انبالہ

ابطال اعجاز مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ احمدیہ کے بانی نے عربی زبان مین ایک قصیدۂ اعجازیہ لکھا تھا جس کے متعلق ان کا دعوی تھا کہ یہ قصیدہ الہامی ہے اور اس کا جواب نہین ہو سکتا، اسی بنا پر انھون نے علمائے اسلام کو دعوتِ مقابلہ بھی دی تھی مگر بناظر علما تک قصیدہ کے پہنچنے سے پہلے میعاد مقررہ یعنی بیس دن گذر چکے تھے، حال مین بہار کے ایک فاضل بزرگ مولوی حکیم سید غنیمت حسین صاحب اشرفی (مخدوم چک مونگیر) نے اس کے رد مین ابطال اعجاز مرزا کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین مرزا صاحب کے قصیدہ مین جو صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی خامیان ہین، ان کا استقصا کیا ہے، جس وقت یہ قصیدہ شایع ہوا تھا، اڈیٹر معارف کی طالب علمی کا زمانہ تھا، لیکن یہ غلطیان اس قدر صریح تھین کہ سرسری ہی مطالعہ سے وہ معلوم ہونے لگین، دوسرے حصہ مین بجنسہٖ اسی بحر و قافیہ مین، قصیدۂ اعجازیہ کا جواب دیا ہے جو ہر صاحب نظر کی نگاہ مین ادبی حیثیت سے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ سے زیادہ معجز ہے، معترض نے کہین کہین مجادلانہ شان بھی اختیار کی ہے جو صحیح نہین، مثلاً مرزا صاحب کا شعر ہے،

و اعطاھم الرحمن من تقی تو الی غنی　　　و اید ھم روح امین فالبشر وا

اس پر معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اعطاء کا صلہ من نہین آتا، مگر درحقیقت یہان من صلہ کا نہین، بلکہ تبعیض کا ہے، یعنی لڑائی کی کچھ قوت، البتہ اس شعر مین روح امین کی تنکیر اور فابشروا کا الف قطع فصیح نہین، اگر اوسکو ہمزۂ وصل پڑھا جائے تو شعر وزن سے گرجاتا ہے، بہرحال مصنف نے اس رسالہ مین قابل ستائش محنت اور قابلیت سے کام لیا ہے، دوسرے حصہ کی قیمت ۸ر پہلے حصہ کی قیمت درج نہین، پتہ:- مطبعہ رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر،

نظامیہ تقویم، یہ ایک جنتری ہے، جسے مدرسہ نظامیہ بمبئی کے طلبہ ترتیب دیتے ہین، اس وقت ۱۳۴۲ھ کی تقویم پیش نظر ہے، اس جنتری مین خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات، اور مسلمانون کی تاریخ کا اجمالی نقشہ برابر پیش کرتی ہے، صفحہ نو پر مسلمانون کی چھ زبانون اردو، فارسی، عربی، ترکی، پشتو اور بنگالی کے مرادف الفاظ اور جملے جمع کیے گئے ہین، یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو ہندوستانی طلبہ کے لیے زیادہ مفید ہوگا، مگر طباعت کے متعلق

سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہی مثلاً عربی الفاظ کثیر ریچی، کم کی جلد پر کشیر یچی اور لعم لکھا ہے، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر اعراب دینا نہایت ضروری ہے، چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر جناب محمد الدین صاحب خادم مدرسہ نظامی بمبئی نمبر ۸ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مذہب اور تلوار، آریون اور عیسائیون کی طرف سے عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا، اس کے جواب مین مولوی اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مذہب اور تلوار کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، جس مین یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ تقریباً ہر مذہب نے اپنی اشاعت کیلئے تلوار اٹھائی ہے، مسلمانون کی بہت سی قومین خود بخود اسلام لائین، مسلمانونکی تقریباً تمام مشہور جنگون کے اسباب وعلل کو بیان کرکے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانون نے عموماً دفاع، اور مظالم کی روک تھام کے لیے تلوار اٹھائی کتاب کے سرورق پر کتاب کا خلاصہ مباحث ذیل کے لفظون مین تحریر ہے،

"جس مین اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ تلوار کا استعمال مذہب مین قطعاً ناجائز ہے"

مگر نہ تو یہ واقعہ ہے، اور نہ خود مصنف کی تحریر کا یہ صحیح خلاصہ ہے، طباعت اور مضمون دونون اعتبار سے یہ کتاب اچھی ہے اور مفید ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

دختر سمرنا ملک کی مشہور ادیبہ خاتون خالدہ ادیب خانم کے مشہور ناول "قمیص من نار" (آتشین کرتا) کا اردو ترجمہ ہے جس مین فاضلہ موصوفہ نے ٹرکی اور یونان کی گذشتہ جنگ اور ترکون کے صحیح کیرکٹر کا نقشہ قصہ کے پیرایہ مین پیش کیا ہے، مترجم مولوی غلام ربانی صاحب لودھی (علیگ) نے بامحاورہ اور سلیس اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ پتہ: منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

تیغ کمال، یہ ایک ناول کا نام ہے، جس مین جناب مولوی راشد الخیری صاحب نے ترکونکی فتوحات اور اتحادیونکی دماغی پریشانی کو افسانہ بناکر پیش کیا ہے، مولوی خیری صاحب نے زنانہ ادبیات کے بجائے عام افسانہ نگاری کی راہ مین یہ پہلا قدم رکھا، قیمت عہ پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

انجمن ترقی اُردو کی کتابین

(دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے طلب کیجیے)

تاریخ تمدن، مسٹر ٹامس بکلس کی مشہور کتاب کا انگریزی ترجمہ، جس مین مصنف نے نہایت فلسفیانہ غور و فکر سے تمدن کی تاریخ مرتب کی ہے، اور اوس کے اسباب و علل کی تحقیق کی ہے، قیمت جلد اول عہ، جلد دوم عار

مقدمات الطبعیات، طبعیات (سائنس) کے ضروری ابتدائی مسائل پر محققانہ تالیف، قیمت عار

القمر، چاند کے فلکی حالات، اوس کے طلوع و غروب، گھٹنے، اور بڑھنے کے اسباب کی تشریح، قیمت ۱۰ر

اُردو کا قاعدہ، بچون کو سہل طریقہ سے اُردو پڑھانے کا قاعدہ ۲ر

کلید قاعدہ، قاعدۂ مذکور کو پڑھانے کے لیئے ہدایات، ۴ر

فلسفۂ تعلیم، ہربرٹ اسپنسر کی تصنیف، جس مین مصنف نے تعلیم کے فلسفہ کی خوبی سے تشریح کی ہے، اور اوسکے متعلق اپنے فلسفیانہ اُصول کی تفصیل کی ہے، اُردو مین اِس موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے، قیمت سے

دریائے لطافت، اُردو علم ادب، لغت، محاورہ، قواعد پر اِس زبان کی پہلی کتاب ہے، سید انشا اسکے مصنف ہین، قیمت عہ

طبقات الارض، علم طبقات الارض پر اردو مین یہی ایک کتاب موجود ہے، قیمت عا

مشاہیر یونان و روما، یونانی اور رومی مشاہیر کے حالات و سوانح پر پلوٹارک کی مشہور تصنیف کا اُردو ترجمہ، قیمت جلد اول سے جلد دوم عہ

علم المعیشت، فن معاشیات یا اقتصادیات (پولیٹکل اکانومی) پر اُردو مین سب سے مبسوط اور جامع تصنیف، ضخامت ۷۰۰ صفحے، قیمت عہ

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی ہسٹری آف یورپین مارلز کا ترجمہ، جس مین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول عہ، جلد دوم عا

تاریخ یونانِ قدیم، اُردو مین اِس موضوع پر تنہا تصنیف، عا

انتخاب کلام میر، میر صاحب کے کلام کا یہ انتخاب سب سے بہتر ہے، عا

رسالۂ نباتات، علم نباتات کے مسائل کی تشریح مع تصاویر، ۱۲ر

دیباچۂ صحت، علم حفظان صحت پر اُردو مین سب سے مبسوط تصنیف، للعہ

نکات الشعراء، میر تقی میر مرحوم دہلوی نے شعرائے اردو کا یہ تذکرہ لکھا ہے، قیمت عا

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی تشریح، علم نفسیات کی اِس شاخ پر ہماری زبان مین سب سے پہلی تصنیف، قیمت عا

وضع اصطلاحات، اردو مین اصطلاحات کیونکر وضع کیے جائین، اِس موضوع پر پروفیسر وحید الدین صاحب سلیم نے اپنے خیالات ظاہر کیے ہین، قیمت ۱۲ر

نفح الطیب، اندلس کی سب سے جامع عربی تاریخ کا ملخص ترجمہ، کتاب ضخیم ہے، قیمت سے

محاسن کلام غالب، ڈاکٹر عبد الرحمٰن بجنوری مرحوم نے غالب کی شاعری پر یہ تبصرہ لکھا تھا، قیمت عہ

تاریخ ملل قدیم، بابلی، کلدانی، وغیرہ قدیم قومون کی تاریخ، عا

بجلی کے کرشمے، بجلی کے خواص و کیفیات پر ابتدائی تصنیف، زبان سہل اور سلجھی ہوئی، قیمت عا

تذکرۃ الشعراء میر حسن، میر حسن دہلوی کا تذکرۂ شعرائے اردو، عہ

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۰۰

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

[illegible]

مطبع معارف میں چھپ کر

دفتر دار المصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا

فہرست مضمون نگاران معارف

(جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء۔ دسمبر ۱۹۲۳ء)

بہ ترتیب حروف تہجی

فہرست مضامین

جلد دوازدہم۔ جولائی ۱۹۲۳ء - دسمبر ۱۹۲۳ء

مجلد ہفدہم | ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء | عدد اول

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

سنہ ۱۹۲۴ء سے **معارف** کی زندگی کا نوان سال شروع ہوا، نو سال کی زندگی موافق آب و ہوا کے سایہ مین کچھ تعجب انگیز نہین، مگر اردو کے شہرستان کی جو آب و ہوا ہے اوس مین نو برس کی یکسان زندگی بھی کچھ کم حیرت زا نہین، **تہذیب الاخلاق** مرحوم نے کل ملا کر سات برس سے بھی کم زندگی پائی، **الندوہ** جون تون آٹھ برس چلا، اور **حسن** وغیرہ تو چند برسونکی بھی عمر نہ پا سکے، دعا کیجئے کہ علم و فن کا یہ بے عمل واعظ کچھ دن اور جیتا رہے،

سنہ ۱۹۲۳ء مین **دار المصنفین** کی طرف سے ایک دو سے زیادہ نئی کتابین نہین نکلین، اس کی وجہ نئی تصنیفات کی عدم تیاری نہین، بلکہ یہ ہو کہ ہمارا مطبع گذشتہ سال زیادہ تر ختم شدہ کتابون کے نئے طبعات (اڈیشنز) کے اعادہ مین مصروف رہا، علم الکلام، الکلام، ارض القرآن، سیرۃ عمر بن عبد العزیز وغیرہ جن کے نسخے بالکل مفقود تھے اور ملک مین اون کی پیہم طلب جاری تھی، بحمد اللہ کہ وہ دوبارہ چھپ گئین اور اب مطبع پوری تیزی سے بعض نئی کتابون کی تیاری مین مصروف ہے،

زیر طبع کتابون مین **سیرۃ نبوی** کی تیسری جلد ہے، جس کے ڈھائی سو صفحے چھپ چکے ہین، اور اسی قدر ابھی اور باقی ہین، **ابن رشد** اور اوس کے فلسفہ پر ایک نہایت محققانہ اور مبسوط تصنیف بھی زیر طبع ہے، انقلاب فرانس کے قلمی ہیرو **روسو** کا ایک رسالہ بھی چھپ رہا ہے، مولانا سید عبد الحی

مرحوم کی عربی تاریخ ہند تائپ مین جامعۂ ملیہ کے مطبع مین چھپ رہی ہی، مولنا مرحوم کی دوسری تصنیف **گُلِ رعنا** (تذکرۂ شعرائے اُردو) کی کتابت شروع ہوگئی ہی،

علی گڈھ اسلامی تعلیمی کانفرنس کا خطبۂ صدارت نہایت جامع تھا، لیکن مانع نہ تھا، اوس کی خاص خوبی یہ تھی کہ وہ علمی، تعلیمی، سیاسی، مذہبی غرض جس اسٹیج سے بھی اوس کو پڑہا جاتا وہ اوس کے لیے موزون ہوسکتا تھا، حتی کہ اگر **سرسید** مرحوم کی برسی کے دن بھی اوس کو پڑہا جاتا تو اوس کی موزونی مین فرق نہ آتا، **عبدیت ونیابت** الٰہی کا فلسفہ جو صاحبزادہ صاحب کا خاص موضوعِ سخن ہی وہ بھی اِس خطبہ مین پوری طرح موجود تھا،

خطبہ مین بہت سی باتین عمیق فکر وکاوش کا نتیجہ تھین، اور اوس کے بہت سے مشورون سے ہم کو کامل اتفاق ہی، تاہم ہم یہ یقین نہین کرسکتے کہ جدید تعلیم ہی ہمارے تمام امراض کا واحد علاج ہی، اور تمام قوم اور تمام قومی کام کرنے والون مین جو کچھ ذہنی، دماغی، جسمانی، مالی قوت واستطاعت ہی وہ تعلیم اور صرف تعلیم کی راہ مین صرف کرنا چاہیئے، صاحبزادہ صاحب کا یہ مشورہ ہی کہ قوم کا ہر فرد سب کچھ چھوڑ حافظ کے مشورہ کے مطابق یہ کہتا ہوا صرف جدید تعلیم کی اشاعت مین لگ جائے،

مصلحت دیدمن آن است کہ یاران ہمہ کار   بگذارند وخم طرۂ یارے گیرند

لیکن مشکل یہ ہی کہ تعلیم جدید کے اب ایسے باوفا عشاق سے ہندوستان کی دنیا خالی ہوگئی،

صاحبزادہ صاحبنے اِس امر پر اپنی پوری کوشش صرف کروی ہی، کہ سرسید کے علمی، تعلیمی، سیاسی مذہبی اور روحانی عقائد کو اس خطبہ مین پوری تفصیل وتشریح کے ساتھ یکجا کردیا جائے، تاکہ "مرتدین" کے

شکوک وشبہات کو دور کرکے از سرنو اون کو سرسید کے مذہب کی دعوت دیجائے، اس مذہب کے جن چند عقائد کو نمبر وار صاحبزادہ صاحب نے لکھا کیا ہو اور اون کو "غیر متزلزل یقین" کے ساتھ تسلیم کرنے کا قوم کو مشورہ دیا ہے گوچند سال پہلے اون پر لوگ بے دلیل ایمان رکھتے تھے، مگر اب کیا کیا جائے کہ قلوب ایسے بدل گئے ہین کہ ان پُرزور دلیلون سے بھی اون پر ایمان لاتے اون سے نہین بنتا، ہم کو یہ اعتراف ہو کہ صاحبزادہ موصوف سرسید کی شریعت کے بہترین مبلغ ہین، تاہم اب اون کو خود یہ "غیر متزلزل یقین" پیدا کر لینا چاہیے کہ اب وہ شریعت ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو چکی، اور جس طرح سرسید نے اپنے پہلون کی طرز وروش ومقصد تعلیم مین تبدیلی کی ضرورت سمجھی تھی، چالیس برس کے بعد اب اون کے نائبین کو بھی ان حالات مین تبدیلی کی حاجت ہو،

بااین ہمہ ہم تو مسلم یونیورسٹی پر خدا کی یہ رحمت سمجھتے ہین کہ صاحبزادہ صاحب امسال یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے، یاد ہوگا کہ اب سے دو سال پہلے معارف کے انھین صفحات مین، ہم نے صاحبزادہ صاحب کو اس منصب کا بہترین حقدار لکھا تھا، کیونکہ اس جماعت مین ان سے بہتر کوئی شخصیت نہین، ہم نے اس خبر کو بھی نہایت مسرت کے ساتھ سنا کہ صاحبزادہ صاحب نے انتظام کی باگ اپنے ہاتھ مین لینے کے ساتھ اصلاحات کا آغاز کر دیا ہو، بڑی ضرورت اس کی ہو کہ قوم اور یونیورسٹی کے درمیان بیگانگی کی جو خلیج حائل ہو گئی ہو، اوس کو پاٹا جائے، اور اوس خواب کو پورا کیا جائے جو سرسید مرحوم نے خود دیکھا تھا، اور قوم کو دکھایا تھا، شبلی مرحوم کے خواب کی تعبیر ملنے کا زمانہ تو ابھی بہت دور ہو، یعنی یہ ع

کہ این سررشتۂ تعلیم ما در دست ما باشد

صاحبزادہ صاحب نے یہ سوال نہایت بوقت کیا ہو کہ مسلمانون کی اس شدید ضرورت کے ایام مین [illegible] مشکلین پیدا ہوتی ہین [illegible] ہین کہا جاتا ہو کہ ایک طرف ہندوؤن مین بیسیون بی اے

ایم اے، ایل ایل بی، بیرسٹر اپنی سادہ اور محنت کش زندگیون کے ساتھ اپنی قوم مین اِس سرے سے اوس سرے تک لگے ہوئے ہین، دوسری طرف مسلمانون مین اِن کامون کے لئے ایک مسلمان گریجویٹ بھی نظر نہین آتا الّا ماشاء اللہ، صاحبزادہ صاحب اِس کی وجہ یہ بتاتے ہین کہ مسلمانون مین چونکہ یہ جدید افراد کم ہین، اور دوسرون مین زیادہ ہین، اِسلئے یہ صورت حال ہے، اور اِسلئے مسلمانون کو چاہیئے کہ مسلم یونیورسٹی مین طلبہ کو بھیجکر اپنے گریجوائیٹون کی تعداد بڑھائین، لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اِس اختلاف حال کی وجہ کمیّت اور تعداد کی کمی بیشی نہین، بلکہ کیفیت کی کمی بیشی ہے، اگر آج کسی اعجاز سے مسلمان گریجوائیٹون کی تعداد دونی بھی ہوجائے مگر اون کی تعلیم و تربیت کی ذہنی و نفسی کیفیت یہی رہے تو بھی صاحبزادہ صاحب کو یہی افسوسناک منظر نظر آئیگا، کامیابی کا ذریعہ **تعداد** کی قلت و کثرت نہین، بلکہ **ایمان** کا ضعف و شدت ہے، كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ

اِس دفعہ کے مسلم یونیورسٹی کورٹ مین اِسلامی تعلیمگاہون کی طرف سے ایک رکن کا انتخاب پیش تھا، کسی غلط فہم دوست نے اوس کے لیئے دار المصنفین کے ناظم اور دار العلوم ندوہ کے معتمد (یعنی خاکسار) کا نام پیش کیا، اِس پر اونھون نے بڑی کرامت یہ دکھائی کہ اپنی تائید مین ۱۴ رائین بھی حاصل کرلین، لیکن اِس کے بالمقابل علیگڈھ کے ایک نوجوان رئیس جو میرے دلی عزیز ہین، اونھون نے ۸۱ رائین پائین، جن پر اون کو مبارکباد دیتا ہون، لیکن اپنے دوستون سے پوچھتا ہون کہ کیا اونھین یہ معلوم نہ تھا کہ اِس عہدہ کے استحقاق کے لیئے وہان کس شرط کی سب سے پہلے ضرورت ہے؟ اور وہ غریب ناظم دار المصنفین اور معتمد دار العلوم ندوہ کو کہان حاصل ہے؟

یہ خبر گو حیرت کے ساتھ نہین لیکن افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ مسلم یونیورسٹی کے اردو پروفیسر صدیقی صاحب نے

"فلسفۂ ازدواج" پر ایک مضمون اپنے خاص ظریفانہ انداز مین، نومبر ۱۹۱۳ء کے علی گڑہ میگزین مین لکھا تھا جس مین موجودہ یورپین آداب ورسوم متعلقۂ نسائیات کی تنقید اور شادی، پردہ، تعدد ازدواج وغیرہ مین اسلامی اصول کی تائید کی تھی، سنا ہو کہ یہ مضمون بحق "سرکار مسلم یونیورسٹی" ضبط کیا گیا، اور لکھنے والے کو کوئی قانونی سزا دیجانے والی تھی، فرد قرار داد جرم یہ تھی، کہ اس مضمون سے "یورپین تمدن" کے خلاف ملک مین بغاوت کا اندیشہ ہے، یہ بھی روایت ہو کہ معارف کے شذرات ملزم کی طرف سے صفائی مین پیش کیے گئے، مگر گواہ نامعتبر ٹھہرا، اور آخر ملزم نے معافی مانگ لی، اور اس طرح کسی بڑی سزا سے بری کیا گیا، یہ اسپین کا مشہور "علمی استبداد" (انکویزیشن) آخر ہمارے اس "قرطبہ" اور "غرناطہ" مین کب تک جاری رہے گا،

ہندوستان کے علما رمین قاضی ثناء اللہ پانی پتی (مصنف مالابد منہ) کا جو رتبہ ہو وہ عیان ہو، قاضی صاحب کی تصنیفات مین اون کی عربی تفسیر مظہری سب سے زیادہ اہم ہو، لیکن وہ بوسیدہ اوراق کے پردہ مین لگاہون سے مخفی ہو، مولوی سید محمد یامین صاحب میرٹھی مرحوم نے اس کی طباعت کا سامان کیا، لیکن کچھ اجزا نکل کر کام رُک گیا، اب اُن کے صاحبزادے مولوی سید جمیل الدین صاحب نے سرے سے اس کام کا آغاز کرنا چاہتے ہین، اور ساتھ ہی ساتھ اوسکا اُردو ترجمہ بھی مستقل جلدون مین چھاپنا چاہتے ہین، مگر مشکل سرمایہ کی ہو،

یہ مشکل اس طرح حل کی گئی ہو کہ پانچ سو عربی اور پانچ سو اُردو نسخون کے خریدارون کی امداد حاصل کی جائے، مولوی جمیل الدین صاحب ہر دو زبانون کی پانچ پانچ سو درخواستون کے وصول ہونے پر کام شروع کر دینگے، اُمید ہے کہ اہل علم قدردانی کا ثبوت دینگے، اس سلسلہ کے متعلق ہر قسم کی مراسلت مولوی صاحب سے دار العلوم دیوبند (سہارنپور) کے پتہ سے کرنی چاہیئے، ہر ماہ کے شروع مین ایک ایک پارہ شائع ہوگا، اور ہر اشاعت کی قیمت ۸؍ مع محصول ہوگی،

ہمارے صوبہ کے پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی ششماہہ کارناموں کی ایک فہرست چھپکر شایع ہوئی ہے، اور ہمارے پاس پہنچی ہے، جنوری ۱۹۲۳ء سے جون ۱۹۲۳ء تک کل ۲۵ پمفلٹ یا رسائل شائع ہوئے، جن کی فن وار تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) روداد مجالس قانونی سرکاری،	۲	(۲) تردید ترک موالات	۲
(۳) ریفارمس یا اصلاحات	۲	(۴) ٹریٹوریل فوج	۲
(۵) تعلیم	۲	(۶) بالشویزم	۱
(۷) مشرقی ادنیٰ و ٹرکی	۱	(۸) طب	۱
(۹) حفظان صحت	۴	(۱۰) جنگلات	۲
(۱۱) زراعت	۱	(۱۲) سیاسی	۲
(۱۳) عام	۳		

ان مین ہر رسالہ انگریزی، اُردو اور ہندی تین زبانون مین شائع ہوا ہے، انگریزی زبان مین علوم و مسائل کی ان ابتدائی ضروریات کے متعلق رسائل چھپوانے کی کوئی مصلحت سمجھ مین نہ آئی، کیا صوبۂ متحدہ کے دیہاتی رقبون مین کسی ایک متنفس کی بھی مادری زبان انگریزی ہے؟ علوم و فنون کی تقسیم سے ناظرین مرعوب ہوگئے ہون گے، مگر انھین باور کرنا چاہئیے کہ یہ علوم و عنوانات کے نام تو مختلف ہین، مگر ان سب کا موضوع صرف ایک تھا، اور وہ ہر حیثیت سے موجودہ نظام حکومت کی مدح و ستایش، اگر کاش پبلک خزانہ کی یہ لاکھون کی رقم ملک مین صحیح علم کے نشر و اشاعت مین صرف کی جاتی تو حکومت کا ملک کی گردن پر کتنا بڑا احسان ہوتا، مگر یہ سچ ہو کہ اس سے پروپیگنڈے کی خدمت انجام نہ پا سکتی،

مقالات

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کیونکر ہوئی

ہمارے آریہ دوستون کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان مین جہان ایک بھی کوئی مسلمان نہ تھا، سات کروڑ مسلمانون کی تعداد کیونکر پیدا ہوگئی؟ لیکن کیا ان کو کبھی اس پر بھی تعجب آیا ہے کہ ہندوستان جہان کبھی ویدک دھرم مطلق نہ تھا، ہندوستان قدیم کی کڑورون پرانی قومین کیونکر اس دھرم مین آگئین، پھر بودھ مذہب نے اسی سرزمین مین ویدک دھرم کو کیونکر شکست دی، اور بعدازین ویدک دھرم نے بودھ مذہب کو آگ، تلوار اور زبان سے کیونکر نیست ونابود کردیا؟ یہ سب پرانی باتین ہین، ان کو جانے دیجئے، چند صدیان پہلے یہان ایک عیسائی بھی نہ تھا، مگر اب یہان نصف کڑوڑ کے قریب عیسائی آبادی پیدا ہوگئی ہے، اور روز بروز پیدا ہوتی جارہی ہے یہ کیونکر؟

عیسائی مشنریون نے تمام دنیا مین یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانون نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے، حالانکہ انھین اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت مین کیا کیا نہ کیا، اسپین، پرتگال، روس، ہولینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی عام سلطنتون نے اس کے لیے کیا کیا راہین نہ اختیار کین، اور خود ہندو راجا دھرم کی خاطر کیا کیا نہ کر گذرے، اسی طرح اگر بعض مسلمان

بادشاہون سے ایسی باتین سرزد ہوئین، تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیون ہین؟

تمام دنیا کے مذاہب مین سے صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا مین ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہین کیا جا سکتا،

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ	مذہب مین کوئی زبردستی نہین،

آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہوتی ہے،

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ	اے پیغبر کیا تو لوگون کو مجبور کریگا کہ وہ ایمان والے ہو جائین

خدا نے فرمایا، پیغمبر کا کام جبر واکراہ نہین، بلکہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے،

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ	اے پیغمبر تو ان کافرون پر حاکم بنا کر نہین بھیجا گیا،
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ	اے پیغمبر تجھ پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے،

قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کے مذہب کی تبلیغ دنیا مین کیونکر کیجائے،

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ	اپنے رب کے راستہ کی طرف تو لوگون کو دانائی
الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ	سے اور اچھی نصیحت سے بلا، اور ان سے مناظرہ کر
هِيَ اَحْسَنُ	تو اس طریقہ سے جو بہترین ہے،

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا، تو **کارلائل** کے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ کہ اگر محمد نے تیغ زن سپاہیون کے زور سے اسلام کو پھیلایا، تو پہلے ان تیغ زن سپاہیون کو کس تلوار سے مسلمان بنایا؟ اس اصول کی بنا پر تو چاہئے تھا کہ ان ملکون مین اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہان تلوار نے اس کا ساتھ نہین دیا، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانون نے اس کے اس احسان کے بدلہ مین کبھی تلوار نہین اٹھائی، کہ اس نے ایک دفعہ اسلام کے ابتدائی سخت مصیبت کے ایام مین مسلمانون کو اپنے ہان پناہ دی تھی، تاہم آج وہان نصف آبادی مسلمان ہے، افریقہ

سکے ان خطون مین جہان مسلمان سپاہیون کا گذر بھی نہین ہوا تھا، وہان حلقہ بگوشان اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیونکر نظر آتی ہے؟ چین پر مسلمانون نے فوج کشی نہین کی، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہان کہان سے آگئے؟ جزائر ملایا مسلمان سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے، مگر آج وہان چار کروڑ مسلمان کس طرح پیدا ہو گیے، سیام، اَنام اور مشرق اقصیٰ کے دوسرے ملکون اور جزیرون مین جہان کسی مسلمان سپاہی کا قدم بھی نہین پہنچا، اسلام کا قدم وہان کیونکر پہنچ گیا؟ ترک و تاتار نے تو خود مسلمانون پر تلوار چلائی تھی، ان پر تلوار کس نے چلائی اور انکو مسلمان بنایا؟

دوسرے ملکون کو جانے دو، خود ہندوستان کو لو یہان اسلامی فتوحات کا سیلاب درۂ خیبر سے ہو کر آیا، اور پنجاب سے کبھی آسام تک پہنچ گیا، مگر درحقیقت انکی قوت کا مرکز صوبۂ آگرہ، دہلی اودھ، بہار اور دکن رہا، مگر دیکھو کہ یہی وہ مقامات ہین، جہان آج بھی مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے، یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہان ۱۵ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے، برخلاف اس کے جہان اونکا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا، وہان وہ حیرت خیز کثرت رکھتے ہین، بنگال، کشمیر، اور سندھ جیسے دور دست اطراف مین انکی تعداد اپنے ہمسایون سے مافوق ہے،

دکن پر مسلمانون کا ہمیشہ قبضہ رہا، بہمنی سلطنت پوری قوت سے مسلط تھی، اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتین معاصرانہ قائم ہوئین، اور اس وقت بھی دکن کے بڑے رقبہ پر ایک اسلامی سلطنت حکمران ہے، تاہم وہان مسلمانون کی تعداد سب سے زیادہ کم ہے،

سب اہل تاریخ مانتے ہین کہ راجپوتانہ کی ریاستون کو، کلّی طور سے کوئی مسلمان بادشاہ زیر نہ کر سکا، انگریزون کے عہد تک وہان کے ہندؤن کے ہاتھون مین مسلمان بادشاہون کے مقابلہ کے لیے تلوارین تھین، مگر باایں ہمہ وہان کی کوئی ریاست آج ایسی نہین جہان تھوڑے بہت مسلمان نہ ہون، سیلون اور برما پر کبھی مسلمانون نے قبضہ نہین کیا، مگر وہان مسلمانون کی خاصی تعداد ہے،

ان گذشتہ واقعات کو بھی جانے دو، انگریزی عہد کے "پرامن زمانہ" کو سامنے لاؤ جب ہندوستان مین مسلمانون کی "بے نیام تلوار" ہمیشہ کے لیے کند ہو گئی ہے ۱۸۵۷ء کی بعد کی پہلی مردم شماری لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک کی ہردہ سالہ تعداد کو دیکھو کہ مسلمان ستر اسی برسون مین پانچ کروڑ سے سات کروڑ کے قریب کیونکر پہنچ گئے، ۱۸۹۱ء کی مردم شماری مین مسلمانون کی تعداد یہان پانچ کروڑ ستر لاکھ تھی ۱۹۱۱ء مین ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ہو گئی اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری مین ۷ کروڑ ستر لاکھ ہو گئی، تیس برس کے عرصہ مین ایک کروڑ مسلمان کس **محمود** اور **عالمگیر** کی تلوار کی فتوحات ہین، اور آج بھی ملک کے ہر گوشہ مین نئے مسلمانون کا جو اضافہ ہو رہا ہے وہ کس جابرانہ قوت کا اثر ہے؛

ہمارے آریہ دوستون کو ہندوستان مین اسلام کی اشاعت پر سخت استعجاب اور حیرت ہے، اور اس کے اسباب و وجوہ کے جاننے کے لیے سخت بیچینی ہے، اور بے خبری یا تعصب سے وہ کبھی اسکا بڑا سبب غزنوی کی تلوار کو اور کبھی **عالمگیر** کے مظالم کو قرار دیتے ہین، ذیل کے صفحات مین ہم ان کے سامنے سے حقیقت کا پردہ اٹھانا چاہتے ہین، تاکہ اُنھین معلوم ہو کہ ہندوستان مین اسلام کی ترقی انھین طبعی طریقون سے ہوئی ہے، جن سے دنیا مین ہر داعی مذہب کی ہوئی ہے، ہوتی ہے اور ہوگی،

ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کا سب سے پہلا اور قدیم سبب، عربون اور ہندوؤن کا تجارتی میل جول تھا، عرب تاجرون اور سواحل ہند کے سوداگرون مین باہم تعلق نہایت قدیم سے قائم تھا، بلکہ اس کا آغاز اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا، البتہ اسلام کے بعد عرب قوم کی تنظیم نے ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم اور مضبوط کر دیا، اب عرب تاجر پہلے کی طرح صرف رومی مال و اسباب اور عربی مصنوعات و پیداوار ہی ہندوستان نہین لانے لگے، بلکہ ساتھ ہی ساتھ اپنی سب سے بڑی دولت، اور اپنی سب سے قیمتی متاع جو عرصہ مین اس پیغمبر عربی کے وسیلہ سے ان کو ملی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ اپنے ساتھ لانے لگے، اور یہان سے اب وہ صرف مسالون، خوشبوؤن، تلوارون اور کپڑون کا سامان ہی نہین لیجانے

لگے، بلکہ نو مسلموں کی کچھ تعداد بھی اپنے ساتھ لیجانے لگے، ملیبار، سندھ، گجرات، کچھ، کوکن، سواحل بنگال اور جزائر ہند کی قومون نے اونکو فرشتۂ رحمت سمجھکر قبول کیا، عربی سفرنامون اور جغرافیہ کی کتابون مین ان مقامات کے نام اور حالات بکثرت مذکور ہین،

ملیبار مین **موپلا** اور **نوایت** انھین عرب تاجرونکی یادگار نسل ہین اور یہی ہندوستان مین اسلام کی اشاعت کے سب سے پہلے داعی اور مبلغ ہین، انھون نے جس آہستگی، سکون، اور خاموشی سے اس فرض کو انجام دیا، عیسائی مشنری اور انگریزی مورخین تک انکی اس قابلیت کے مداح اور ستایشگر ہین،

ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کا دوسرا راستہ **سندھ** ہے، سندھ کا علاقہ مدت دراز سے شاہان ایران کا باجگذار تھا، اور جاٹ اور میڈ قوم کے لوگ انکی فوج کے سپاہی تھے، اس کے بعد جب ایران کا تخت مسلمانون کے قبضہ مین آیا، تو گذشتہ سلطنت کے ترکہ کے طور پر سندھ کے تعلقات ان کو ہاتھ آئے، اور اس وقت سے لیکر محمد قاسم فاتح سندھ کے زمانہ تک والی عراق اور رایان سندھ کے درمیان صلح و شکست کے واقعات پے در پے پیش آتے رہے، محمد قاسم کے فتوحات کی وسعت جو بلوچستان اور کراچی سے لیکر ملتان تک تھی، بہت جلد ختم ہوگئی یعنی اس نے سو برس کا زمانہ بھی نہین پایا ہے، لیکن اسلام کے مذہبی فتوحات کا سیلاب بدستور جاری رہا،

ہندوستان مین اسلام کی آمد کا تیسرا مشہور راستہ درۂ خیبر کا ہے، جدھر سے وہ پیدایش سے چار سو برس کے بعد محمود غزنوی کی تیغ خارا شگاف کے سایہ مین داخل ہوا،

ہمارے آریہ دوستون کو یہ غلط فہمی ہے، کہ ہندوستان مذہبی حیثیت سے پہلے بھی ویسا ہی تھا، جیسا آج ایک زمانہ سے وہ نظر آتا ہے، کہ ویدک دھرم نام ایک برہمنی مذہب کو ہر باشندۂ ہند کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے، عرب مین اسلام کی پیدایش اور ہندوستان مین بودہ مذہب

کا زوال ساتھ شروع ہوا، تاہم اس کو مٹتے مٹتے بھی ایک زمانہ لگ گیا، عرب مسلمان جب ملیبار، سیلون، سندھ، گجرات اور کوکن وغیرہ مین آئے ہین، تو انکا مقابلہ ویدک دھرم کے ہندؤن سے نہ تھا، بلکہ بودھ مت اور جین مت کے پیرؤن سے تھا، اس وقت ترکستان سے کابل تک اور پنجاب وکشمیر سے سندھ تک بودھ مت اور گجرات وغیرہ ادھر کے ساحلی علاقون مین جین مت غالب تھا،[1] اور ملیبار اور مدراس کے اطراف مین بھی ویدک دھرم یا برہمنی مذہب کے پیرو لوگ نہ تھے، بلکہ زیادہ تر ہندوستان کے پرانے باشندے تھے جنکو درۂ خیبر سے آنے والے مغرور برہمنون نے ہندوستان سے نکال دیا تھا یا وہ خود ان سے بھاگ کر دور دست علاقون مین چلے گئے تھے،

ہندوستان کے حدود مین اسلام کا پہلا قدم جنوبی ہند مین پڑا، بیان کیا جاتا ہے کہ ملیبار کے راجہ نے شق القمر کا معجزہ اپنی آنکھون سے دیکھا، یعنی ایک رات اس کو چاند شق ہوکر دکھائی دیا، اس نے ادھر ادھر لوگون کو تحقیق حال کے لیے بھیجا، بالآخر معلوم ہوا کہ عرب دیس مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے، اور اس نے یہ معجزہ دکھایا ہے، راجہ یہ سنکر مسلمان ہوگیا، اور عرب چلا گیا، ایک روایت مین ہے کہ وہ خود آنحضرتؐ کے زمانہ مین پہنچا، دوسری روایت مین ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین پہنچا اور بالآخر یمن مین اس نے انتقال کیا اور وہین مدفون ہوا،

ملیبار اور اس کے اطراف مین جو پرانی قوم آباد ہے، اس کو نایر کہتے ہین، یہ عام ہندؤن سے بالکل مختلف ہین، اور ان مین قدیم وحشت اور بربریت کے بہت سے اثرات پائے جاتے ہین، اور ان مین کوئی صحیح اور بانظام مذہب ایسا نہ تھا جو اسلام کا مقابلہ کرسکتا، ان کو عام برہمن نہایت ذلیل سمجھتے ہین، اور ان سے چھوت کرتے ہین، تاریخ تحفۃ المجاہدین مین ہے کہ اگر کوئی اونچی ذات

---

[1] اس بیان کی تصدیق کے لیے، دیکھو الیٹ کی تاریخ ہند جلد اول صفحہ ۴۰۵ سے ۵۰۰ تک، الیٹ نے عرب سیاحون اور جغرافیہ نویسون کے بیانات کے ساتھ چینی سیاحون کے بیانات اور دوسرے دلائل یکجا کر دئے ہین،

کا ہندواں سے چھو جائے تو جب تک وہ غسل نہ کرے کھا نہین سکتا، اگر کھائے تو سرداراس کو اپنی برادری سے نکال کر انھین نیچ ذاتون کے ہاتھ بیچ دیتا تھا اور اسکی بقیہ عمر غلامی مین گذرتی تھی، یا وہ بھاگ کر دوسری جگہ چلا جاتا تھا، ایک کنوئین سے دوسرا پانی نہین پی سکتا تھا، پاس بیٹھ نہین سکتا تھا، آج بھی ان اطراف مین بالکل یہی حالت ہے، اور آپ روز سنتے ہین کہ مدراس مین برہمن اور نان برہمن کی لڑائیان برابر جاری ہین،

اسی طرح یہان کی عورتون پر یہ ظلم ہے کہ وہ بیک وقت چند شوہرون کی تابعدار ہین، اور ہرایک کی خوشدلی اُن کا فرض ہے، اس افسوسناک واقعہ کا امیر خسرو نے ایک شعر مین ذکر کیا ہے، میر جمال الدین حسین انجو نے اپنے لغت مین لفظ ملیبار کے تحت مین ان کے اس رسم کو بیان کیا ہے[1] غیر قومون مین شادی کرنے سے بھی ان کو چندان باک نہ تھا،

الغرض جب مسلمان تاجر ادھر آئے تو ان مظلوم فرقون کو اچھا خاصہ ایک امن کا سایہ ہاتھ آیا، مسلمان تاجرون نے انکو نوکر رکھا، ان سے تعلقات بڑھائے، ان کی عورتون سے شادیان کین، نیچ قوم کے لوگ اور نیز ذات سے خارج لوگون نے بھاگ بھاگ اسلام کے دامن امن مین پناہ لینی شروع کی، اور یہی لوگ جب مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانون کے برابر حقوق حاصل کر لیتے تھے، تو دوسرے ہندو بھی اونکی عزت مین کمی نہین کرتے تھے، یہ دیکھکر یہان کی ادنی قومون کو اور بھی اسلام کی طرف رغبت ہوئی،

یہی حال اس ملک کا آج بھی ہے، اگر ان اطراف مین دفعۃً پرتگیز نہ پہنچ گئے ہوتے تو یہ پورا علاقہ دائرۂ اسلام مین آگیا ہوتا، لیکن پرتگیزون نے یہان آکر اور دریا سے عربون کی تجارت کا راستہ روک کر ان کو تباہ کر دیا، اور آبادی کے مسلمانون کو عرب و مصر سے اپنے تعلقات کے توڑ دینے پر مجبور

[1] فرشتہ جلد دوم ص ۳۷۳، نولکشور

کردیا، بالآخر عیسائیون نے غلبہ پایا اور اس وقت ان مقامات مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لے لی ہے، چنانچہ تمام صوبون سے زیادہ وہان عیسائیت کو فروغ ہے، اور روز بروز وہان صلیب پرستون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اور ٹراونکور اور کوچین کے علاقون کے لوگ تو گویا پورے کے پورے عیسائی ہوگئے ہین،

ذیل مین ہم تحفۃ المجاہدین (جو علاقۂ ملیبار کی تنہا تاریخ ہے) کے چند اقتباسات پیش کرتے ہین، جن سے حقیقت حال ظاہر ہوگی،

"ہندوستان کے مغربی ساحل کے بندرگاہون مین مختلف ملکون سے تاجر بکثرت آتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ نئے شہر آباد ہوگئے ہین، اور مسلمانون کی تجارت سے ان مین آبادی بڑھ گئی ہے، اور مکانات کثرت سے بن گئے ہین، یہان کے سردار اور راجہ مسلمانون پر سختیان کرنے سے پرہیز کرتے ہین، باوجودیکہ یہ سردار اور انکی سپاہ بت پرست ہے، مگر وہ مسلمانون کے مذہب اور ان کے شعائر کا بہت کچھ پاس و لحاظ کرتے ہین: . . . .
بت پرستون اور مسلمانون کے اس اتحاد سے اس لیے اور تعجب پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانونکی تعداد کل آبادی کا دسوان حصہ بھی نہین"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد مین ان تاجرون کی مدد سے اس علاقہ کی آبادی کا کتنا حصہ اسلام کا حلقہ بگوش ہوچکا تھا،

"بحیثیت مجموعی ملیبار کے ہندو راجاؤن کا برتاؤ مسلمانون کے ساتھ عزت اور مہربانی کا ہے، کیونکہ ان کے ملک مین زیادہ شہرون کا آباد ہوجانا انھین مسلمان تاجرونکی بود و باش کا نتیجہ ہے"

اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اطراف کے ہندو راجا کیون عرب تاجرونکی اس قدر عزت کرتے تھے، اور ان کے کاروبار مین کوئی دخل نہین دیتے تھے،

"نائر قوم کے لوگ اپنے ایسے ہم قومون سے جو بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جاتے ہین،
مزاحمت نہین کرتے اور نہ انکو دھمکیان دیکر ڈراتے ہین، بلکہ وہ ان کے ساتھ ایسی ہی عزت
کا برتاؤ کرتے ہین جیسے اور مسلمانون کے ساتھ، خواہ وہ نومسلم کیسی ہی نیچ ذات سے مسلمان ہوا ہو"[1]

اس اقتباس نے اس راز کا پورا پردہ کھول دیا، کہ ان نیچ ذات کے لوگون کے اسلام
لانے کا سبب کیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور سیاحون نے ہندوستان کے جن حصون کا حال لکھا ہے وہ وہی
ہین جو عرب تاجرون کے بحری گذرگاہ تھے، وہ خلیج فارس کے بندرگاہون سے جن مین مشہور سیراف اور
بصرہ ہے، سندھ آتے تھے، اور یہان سے سمندر کے کنارہ کنارہ کوکن اور گجرات کے سواحل سے گذر کر
مدراس کے سواحل پر پہنچتے تھے، اور یہان سے لنگر اٹھا کر مشرقی بنگال اور آسام کو عبور کرکے چین کی
راہ لیتے تھے، راستہ مین مالدیپ، سیلون، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، اور دوسرے جزائر کی طرف بھی نکل جاتے تھے،
چنانچہ ان کے یہی تجارتی رہگذر انکی اشاعتِ اسلام کی کوششون کے مرکز تھے،

سواحل ہند پر سندھ سے لیکر حدود چین تک وہ متعدد ہندو راجاؤن اور سلطنتون کے نام
گناتے ہین، مگر یہ نام کچھ تو ان قدیم سلطنتون اور شہرون کے معدوم یا گمنام ہو جانے سے، کچھ عربی
مین تلفظ بدل کر، کچھ کتابون کے ناسخون اور کاتبون کے ہاتھون سے کچھ سے کچھ ہو کر بالکل غیر معروف
ہو گئے ہین، ان سلطنتون یا ملکون مین سے چند مشہور نام یہ ہین، جنکو تمام جغرافیہ دانون اور سیاحون
نے بالاتفاق نقل کیا ہے،

سلطنت **بلھرا، جُزر، طافن، کشمین، اور رھمی**، ان کے علاوہ مانذ

---

[1] تحفۃ المجاہدین کا نسخہ میرے سامنے نہین، کچھ تو فرشتہ نے ملیبار کی تاریخ مین نقل کیا ہے، مگر یہ اقتباسات
ڈاکٹر آرنلڈ کی کتاب دعوت اسلام کے صفحہ ۲۸۲، ۲۸۳ سے یہان نقل کیے گئے ہین،

اور موگا وغیرہ کے علاقے آتے ہین، ہندوستان کے مستشرق مورخین مثلاً الیٹ، ٹاڈ رینا ؤ وغیرہ نے ان نامون کی اصل نکالنے مین بڑی دیدہ ریزی کی ہے، اونکی تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ **بلہرا** کی اصل بلبھ رائے ہے جو مالوہ کے حکمران خاندان کا نام تھا، عربون نے بھی اس کو شاہی لقب ہی بتایا ہے، **جزر** تو ظاہر ہے کہ گجر یعنی گجرات ہے۔ **طافن** کی نسبت ان خصوصیات کی بنا پر جو عربون نے بیان کئے ہین، رینا ؤ کی رائے ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن ہے، لیکن طافن کا حل وہ نہین کرسکا، میری رائے ہے کہ طافن نہین یہ لفظ طاقن ہے، چنانچہ اس کا املا طاکن بھی رینا ؤ نے پایا ہے، اور طاقن اور طاکن، داکھن یا دکن یا دکھن کی خرابی ہے، کش بین کو ٹاڈ کچھ بھوج (عربی مین ج، ش سے بدل جاتی ہے) اور رینا ؤ میسور بتاتا ہے، اور رہمی راج کو مشرقی بنگال قرار دیتا ہے۔[1]

عربون نے سب سے زیادہ بلہرا یا بلبھ رائے کی سلطنت کا ذکر کیا ہے اور اس کے دارالسلطنت کا نام وہ مانکیر (مانگیر یا مہانگیر) بتاتے ہین، اور کمکم نام ایک علاقہ بھی وہ اس مین شامل کرتے ہین، کمکم غالباً کوکن ہے، سب سے پہلا عرب سیاح جسکا سفرنامہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہے، وہ عراق کے تاجر سلیمان سیرافی کا ہے، اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری (آٹھوین صدی عیسوی) کے شروع مین لکھا تھا، فرانسیسی مستشرق رینا ؤ REINAUD نے اس کو مع فرنچ ترجمہ اور حواشی کے ۱۸۴۵ء مین سلسلۃ التواریخ کے نام سے شائع کیا ہے،

اس نے اپنا سفر انھین رستون سے کیا ہے، جنکا ذکر ابھی اوپر گذرا، وہ بیان کرتا ہے کہ ہندوستان اور چین کے لوگ بلا اختلاف یہ یقین رکھتے ہین کہ دنیا مین چار بادشاہ سب سے بڑے ہین، سب سے بڑا وہ **عرب** کے بادشاہ (خلیفۂ بغداد) کو سمجھتے ہین، کہ وہ سب سے دولتمند، سب سے زیادہ باجاہ و جلال ہے اور وہ سب سے بڑے **مذہب** کا بادشاہ ہے، جس سے بڑی کوئی چیز نہین، اس کے بعد

[1] دیکھو الیٹ جلد اول کے تاریخی اور جغرافی ضمیمے، ان نامونکی تصحیح اور تحقیق ایک دلچسپ موضوع ہے لیکن اس کیلئے اور موقع ہے،

خاقان چین، بعدازین قیصر روم، پھر راجہ بلہرا، سوراخ کیے ہوئے کانون[1] والے آدمیون کا بادشاہ، راجہ بلہرا تمام ہندو راجاؤن سے زیادہ معزز ہے، اور گو ہندوستان کا ہر راجہ اپنی سلطنت مین مستقل ہے، مگر اسکی بزرگی کو سب تسلیم کرتے ہین، بلہرا کے راجاؤن کی عمرین بڑی ہوتی ہین، بلہرا کی رعایا کا یہ عقیدہ ہے کہ "ہمارے راجاؤن کی عمرین اس لیے بڑی ہوتی ہین کہ وہ عربون (مسلمانون) سے محبت رکھتے ہین..

تمام راجاؤن مین راجہ بلہرا سے زیادہ عربون (مسلمانون) سے زیادہ محبت رکھنے والا کوئی دوسرا نہین، اور اسی طرح اوسکی رعایا بھی محبت[2] رکھتی ہے"،

کیا یہ سمجھا جائے کہ کوکن مین مسلمانونکی زیادہ بود و باش اور اسلام کی اشاعت بلہرا کے راجاؤن کی اسی بے تعصبی کا نتیجہ ہے؟ گجرات کے راجہ کی نسبت اوسکا بیان ہے کہ "وہ عربون (مسلمانون) کا دشمن ہے، باایں ہمہ وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ عرب کا بادشاہ (خلیفۂ بغداد) دنیا مین سب سے بڑا بادشاہ ہے، اور ہندو راجاؤن مین اس سے زیادہ اسلام کا کوئی دشمن نہین[3]" اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ "طاقن (یادکن) کا راجہ بھی عربون (مسلمانون) سے راجہ بلہرا ہی کی طرح محبت رکھتا ہے[4]"

"چین والے داڑھی نہین رکھتے، اور وہ قدرۃً بھی اس سے محروم ہین، لیکن ہندؤنکی لمبی لمبی داڑھیان ہوتی ہین، مونچھین بھی نہین ترشواتے[5]...... چین اور ہندوستان کے لوگون کا یہ عقیدہ ہے، کہ کہ بدھ (بدھ) کے مجسمے اور بت (بت کی اصلیت بھی بدھ یعنی بودھ ہے) ان سے باتین کرتے ہین، حالانکہ باتین ان کے پجاری کرتے ہین[6]" اور ان دونون ملکون کے لوگ جانور کو قتل کرکے کھاتے ہین، اہل چین مین خود اپنا کوئی مذہب نہین ہے، ان کا مذہب ہندوستان سے آیا ہے، اور وہ بیان کرتے ہین کہ ہندوستان ہی نے یہ بدھ کے مجسمے ان کے لیے بنائے ہین، اور ہندو ہی اصل مذہب والے ہین،

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ادھر کے لوگ کانون مین بالا پہنتے تھے، [2] سفرنامۂ سلیمان تاجر، مطبوعہ پیرس ۱۸۱۱ء صفحہ ۲۶، ۲۷، [3] سفرنامہ مذکور صفحہ ۲۸، [4] ایضاً صفحہ ۲۹، [5] ایضاً صفحہ ۵۰، [6] ایضاً صفحہ ۵۵،

اور یہ دونون قومین تناسخ کی قائل ہین، صرف مذہب کی فروعی باتون مین اونکا اختلاف ہے"۔۔۔۔
اور جہان تک علم ہے ان دونون قومون کے لوگون مین کوئی مسلمان نہین ہے، اور نہ کوئی عربی بولتا ہے[1]

اس اقتباس سے یہ ثابت ہوتا ہے جیساکہ مین نے پہلے کہا ہے کہ اسلام کا مقابلہ برہمنی دھرم سے نہین، لیکن بدھ مت سے تھا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک ہندوستان کے جن علاقون سے وہ گذرا ہے وہان کوئی نومسلم ہندو اُسکو نہین ملا ہے، البتہ عرب تاجرون کی نوآبادیان اس کو ملتی جاتی ہین، جیسے دکھن اور کوکن کے علاقون مین،

عرب تاجرون اور سیاحون نے جزائرِ ہند مین سے "دیبیجات" یعنی دیپ کے جزیرون کا جن سے ان کی مراد سرندیپ، سنگلدیپ اور مالدیپ ہین، بہت ذکر کیا ہے، خصوصاً سرندیپ (سیلون) جہان ایک پہاڑ پر ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت آدم اور حوّا کے نقش قدم ہین، لوگ جو ادھر سے گذرتے تھے اُنکی زیارت کو جاتے تھے، سلیمان تاجر نے ان جزائر کے اثنائے ذکر مین کسی مسلمان آبادی کا ذکر نہین کیا ہے لیکن سلیمان کے بعد اس کے سفرنامہ کا ایک اور عرب تاجر ابوزید سیرافی نے تتمہ لکھا ہے جو تیسری صدی ہجری کے وسط مین غالبًا لکھا گیا ہے، اس مین سرندیپ کے بیان مین یہ پوری تصریح ہے کہ عرب تاجرون نے یہان آباد ہونا شروع کردیا ہے[3]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین بزرگ بن شہریار ایک ایرانی مسلمان جہازران نے سالہا سال کے بحری سفرون کے بعد خود اپنے چشم دید اور دوسرے جہازرانون سے سُنے ہوئے واقعات **عجائب الہند** کے نام سے قلمبند کیے ہین، اور مطبع بریل لیڈن نے اُس کو چھاپا ہے، اس کتاب مین جابجا مسلمانونکی نوآبادیون کے تذکرے ملتے ہین، ایک ہندو جہازران کا حال ملتا ہے، جو مسلم تھا، اور اسی جہازرانی سے اس نے بڑی دولت کمائی تھی، اُس نے حج کیا تھا[4]، اتنے

---

[1] سفرنامۂ مذکور صفحہ ۵۰، [2] ایضاً ۵۰، [3] تتمہ سفرنامہ مذکور صفحہ ۱۲۱، [4] عجائب الہند صفحہ ۱۱۹،

زمانہ مین زیلو یعنی ملیبار وکالی کٹ کے راجہ کے ملک مین مسلمانونکی اتنی بڑی تعداد ہوگئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسلمان قاضی جسکو "ہنرمند" کہتے تھے، راجہ کی طرف سے منتخب[1] کیا جاتا تھا، جاوا مین بھی ہم کو اس عہد مین مسلمان تاجر ملتے ہین، اور اس طرح کہ وہان کے راجہ کے دربار مین مسلمان درباری رسوم وآداب سے معاف کیے جاتے ہین[2]، مثلاً پور کے راجہ کے دربار مین بھی مسلمان ملتے ہین[3] بمبئی کے قریب بھی مسلمان ملتے ہین[4] انکے علاقہ مین ایک مسلمان کو ایک درخت ملا، جس کے پتون پر کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے[5]، پتون پر لکھا ہو یا نہ ہو، مگر اس سے دونون پر کلمہ طیبہ کا آغاز نقش تو ثابت ہوتا ہے، انڈمان کے جزیرہ مین حضرت سلیمان کا مقبرہ دکھائی دیتا ہے[6]،

عجائب الہند کی روایت کے مطابق تو ہندوستان کے جزیرون مین سے سب سے پہلے سرندیپ مین اسلام کا نور چمکا، عرب جغرافیہ نویسون نے اس جزیرہ کے لوگون کے جو مذہبی حالات لکھے ہین، ان سے یہ قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ یہان کے باشندے بودھ مت کے پیرو تھے، بزرگ بن شہریار لکھتا ہے، کہ ہندوستان کے پجاریون، عابدون اور زاہدون (یعنی جوگیون اور بھکشوؤن) کی کئی قسمین ہین ان مین سے ایک بیکور (بیکوڈا) ہین اور انکی اصل سرندیپ سے ہے، اور یہ مسلمانون سے بہت محبت رکھتے ہین، اور انکی طرف ان کا میلان بہت ہے، اور گرمی مین یہ ننگے رہتے ہین صرف چند انگل کی دھجی کمر مین باندھتے ہین، اور جاڑون مین چٹائی اوڑھتے ہین، دوسرے وہ ہین جو کپڑے پہنتے ہین، ان کے یہ کپڑے مختلف رنگ برنگ کے ٹکڑون کو سنگر بنائے جاتے ہین، اور اس سے انکا مقصود اپنا امتیاز اور شہرت ہے، اور بدن پر مردونکی ہڈیان جلاکر اسکی راکھ ملتے ہین، اور سر اور داڑھی کے بال منڈاتے ہین، لیکن بدن کے اور حصون کے بال ویسے ہی چھوڑ دیتے ہین، اور گلے مین کسی مردہ کی کھوپڑی لٹکائے رہتے ہین اور غیرت اور تواضع کے لیے اسی مین کھاتے اور پیتے ہین،

---

[1] عجائب الہند صفحہ ۱۴۴، [2] ایضاً صفحہ ۱۵۴، [3] ایضاً صفحہ ۱۵۰، [4] ایضاً صفحہ ۱۵۲، [5] ایضاً صفحہ ۱۶۰، [6] ایضاً صفحہ ۱۴۲،

"اہل سرندیپ کو جب آنحضرت صلعم کی بعثت کا حال (غالباً عرب تاجروں کی زبانی) معلوم ہوا تو اُنھون نے اپنا ایک ہشیار آدمی تحقیق کی غرض سے عرب روانہ کیا، جب وہ وہان پہنچا تو حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا، حضرت عمر نے اوسکو آنحضرت صلعم کا حال بتایا، اور باتین بتائین، وہ لوٹ کر آیا تو مکران (قریب بلوچستان) مین اوسکا انتقال ہوگیا، اس کے ساتھ اوسکا رفیق سفر غلام تھا، وہ صحیح سلامت سرندیپ پہنچا، اور وہان کے لوگون کو سب حال سنایا، آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر کی جو کیفیت سنی تھی وہ بتائی، اور حضرت عمر کے واقعات ان کو سنائے اور منجملہ ان کے یہ بھی کہا کہ وہ بھی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہین، مسجد مین سوتے ہین، اور نہایت خاکسارانہ زندگی بسر کرتے ہین، اب یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ جو یہ تواضع اور محبت کرتے اور یہ میلان خاطر رکھتے ہین، وہ اسی سبب سے ہے[1]"

اس تفصیل سے ظاہر ہوگا کہ بدھ مت کے پیرودن کو اسلام کے ساتھ ایک خاص مناسبت پیدا ہوگئی تھی، اور جس چیز کو وہ تلاش کرتے تھے وہ انکو اس مذہب مین ملتی تھی،

اب وہ زمانہ آگیا تھا کہ عرب تاجرون کے ساتھ درویشون کی کوششین بھی شامل ہوگئی تھین، چنانچہ اونکی کوشش سے سراندیپ کے بعد اسلام کا نور ملیبار کے علاقہ مین چمکتا نظر آتا ہے، تاریخ فرشتہ مین تحفۃ المجاہدین کے حوالہ سے یہ قصہ منقول ہے کہ ہجرت کی دو صدیان گذر چکی تھین، ہر مذہب کے تاجرون اور سوداگرون کا یہان گذر تھا، کہ عرب وعجم کے چند مسلمان فقرار کا گذر ہوا، جو سرندیپ حضرت آدم وحوا کی قدمگاہ کی زیارت کو جا رہے تھے، باد مخالف کی جھپٹ سے وہ ملیبار کے ساحل پر پہنچ گئے، شہر کدانگلور (گرانگانور) مین جا کر وہ اترے، وہان کا راجہ جسکو سامری (زیمور) کہتے ہین وہ نہایت عقلمند تھا، وہ ان بزرگون کی صحبت سے مستفید ہوا، اور ہر قسم کی گفتگو درمیان مین آئی، منجملہ ان کے مذہب کی بحث بھی آئی، ان درویشون نے اپنا مذہب اسلام بتایا، زیمور نے

---

[1] عجائب الہند، مطبوعہ لیڈن، صفحہ ۱۵۶ - ۱۵۷،

نے کہا کہ ہمارے ملک مین جو یہود و نصاریٰ اور ہنود ہین جو تمھارے مذہب کے مخالف ہین، اور دنیا کی ستیا کیے ہوئے ہین، ان سے سنا ہے کہ عرب و عجم اور ترکون کے ملکون مین یہ مذہب پوری طرح پھیلا ہوا ہے، لیکن اب تک مجکو مسلمانون کی صحبت نہین ملی ہے، اپنے پیغمبر کا کچھ احوال بیان کرو، ایک درویش نے جو علم وصلاح سے آراستہ تھا، تقریر شروع کی، اور آپ کے معجزات کو اس خوبی سے بیان کیا کہ راجہ متاثر ہوگیا، اور کلمۂ طیبہ ادا کرکے مسلمان ہوگیا، لیکن اپنے مذہب کو مخفی رکھا، اور مسلمانون کو بھی تاکید کی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرین، اور یہ درخواست کی کہ سرندیپ سے واپسی مین پھر ادھر ہی سے تشریف لیجائے، واپسی مین راجہ بھی حیلہ سے درویشون کے ساتھ چھپ کر روانہ ہوگیا، اور ملک کو اپنے وزیرون کے سپرد کرگیا، راجہ عرب پہنچکر مرگیا، اور مرتے وقت وصیت کی کہ چونکہ ہم سب کا مقصود ملیبار مین دین اسلام کی اشاعت ہے، اس لیے بہتر ہے کہ آپ لوگ تجارت اور بیوپار کے ذریعہ سے وہان آمدورفت کیجئے، اور وہان قیام کیجئے مکانات بنائے، تاکہ لوگ دین محمدی کی طرف رجوع کرین، اور اس کے بعد اس نے اپنے مہری خطوط اپنی زبان مین لکھکر حوالہ کیے کہ ملیبار جاکر وہان کے حاکمون کو دکھائے، چنانچہ یہ لوگ ملیبار واپس آئے، یہان کا حاکم خط دیکھکر مہربان ہوا، اور یہان اسلام کی اشاعت کی، پہلے کدنگلور (کرانگا نور) مین مسجد بنائی، پھر کولم مین مسجد بنی، پھر ہوبائی سورادی گندارید (؟) چالیت (کالی کٹ ؟) باگنو، منگلور اور کانجر کوٹ مین مسجدین بنائین، اور یہان مسلمانون کی عزت ہونے لگی[1]،

تیسری صدی کے آخر اور چوتھی صدی کے شروع مین مشہور مؤرخ اور سیاح **مسعودی** بغداد سے ہندوستان آیا تھا[2]، وہ ہندوستان کے جنوبی ساحلی شہرون مین کھمبایت، تھانہ، گجرات

---

[1] تاریخ فرشتہ بحوالہ التحفۃ المجاہدین جلد ۲ صفحہ ۳۷۰ نولکشور، [2] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۲۴۳، طبع پیرس،

طاقن یا دکھن، راجہ بلہرا یا بلبہ رائے کی سلطنت اور اس کے دارالسلطنت مانکیر، اور زمیور زمین لار (یا ملیبار) کے راجہ کا ذکر کرتا ہے، مسلمانون کی محبت وعداوت کی حیثیت سے وہ ہندو راجاؤن کی نسبت وہی خیالات کسی قدر اضافہ کے ساتھ بیان کرتا ہے جنکو سلیمان تاجر اپنے سفرنامہ مین اس سے ساٹھ پینسٹھ برس پیشتر ظاہر کرچکا تھا، اس عرصہ مین ان علاقون مین اسلام بہت کچھ آگے بڑھ گیا تھا،

مسعودی کی شہادت ہے کہ "سندھ اور ہند کے تمام راجاؤن مین سے راجہ بلہرا کے راج کی طرح اور کسی راج مین مسلمانون کی اتنی عزت نہین، اسلام اس راجہ کی حکومت مین معزز اور محفوظ ہے، اور ان کے ملک مین مسلمانون کی مسجدین اور جامع مسجدین بنی ہوئی ہین، جو آباد ہین، یہان کے بادشاہ چالیس چالیس اور پچاس پچاس برس حکومت کرتے ہین، یہان کے لوگون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے راجاؤن کی عمرین اسی عدل اور مسلمانون کی عزت کرنے کی وجہ سے زیادہ ہوتی ہین[1]، گجرات کا راجہ مسلمانون سے اب تک وہی نفرت رکھتا ہے، دکھن کے راج مین مسلمانون کی عزت ویسی ہی ہے اور راجہ صلح پسند ہے[2]"،

مسعودی ۳۰۴ھ مین زیمور کے ملک مین اپنا آنا بیان کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ "یہان خالص اور مخلوط النسل مسلمانون کی جنکو یہان "بیسر" کہتے ہین، دس ہزار کی آبادی ہے، یہ سیراف، عمان، بصرہ اور بغداد اور دوسرے شہرون کے وہ لوگ ہین جو یہان آباد ہوگئے ہین، اور یہین انھون نے شادی بیاہ کر لیا ہے، اور یہین سکونت اختیار کرلی ہے، اوران مین بعض نامی تاجر ہین، جیسے موسیٰ بن اسحٰق، اور آجکل یہان مسلمانون کا رئیس (ہنرمند) ابوسعید معروف بن زکریا ہے، اور بیسر وہ مسلمان کہلاتے ہین جو ہندوستان مین پیدا ہوئے ہین[3]"

اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ مسلمانون کی تعداد عہد بعہد ترقی کرتی جاتی ہے، اور انکی

---

[1] مروج الذہب مسعودی، جلد اول صفحہ ۳۸۲، [2] ایضاً صفحہ ۳۸۱، [3] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۸۵-۸۶

ترقی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انھون نے اسی ملک کے لوگون مین شادی بیاہ شروع کردیا ہے،

ابن سعید مغربی پانچوین صدی مین ملک مراکش مین بیٹھکر جغرافیہ فلکی کی ایک کتاب ترتیب دیتا ہے، اس کے بیچ بیچ مین کہین کہین جنوبی ہندوستان کے شہرون کے نام لیتا ہے، اور ان شہرون کی اسلامی آبادیون کی طرف اشارہ کرتا ہے، یہ وہ زمانہ ہے جب مسلمان گو پنجاب مین داخل ہوگئے ہین، لیکن بقیہ ہندوستان اب تک ان کے حملون سے سرتاسر محفوظ ہے، تاہم ابن سعید مغربی کہتا ہے کہ "**تھانہ** گجرات کا آخری شہر ہے اور ہندوستان کے اس ساحل پر سب کفار آباد ہین، جو بتون کو پوجتے ہین، لیکن وہ اپنے ساتھ مسلمانون کو بھی بساتے ہین[1]، کھمبائت (گجرات) کے متعلق ابن سعید لکھتا ہے کہ وہ ہندوستان کے ساحلی شہرون مین سے ہے، جہان تاجر جایا کرتے ہین، اور وہان مسلمان آباد ہین[2]، **کولم** (مدراس) کے متعلق بیان کرتا ہے کہ "کولم مسالون والے ملک کا آخری شہر ہے، سمندر کے کنارہ واقع ہے، یہان مسلمانون کا ایک محلہ ہے اور انکی ایک جامع مسجد بھی ہے[3]"

اس بیان کے کم وبیش سوا سو برس کے بعد ابن **بطوطہ** ہندوستان آتا ہے، اور محمد تغلق سلطان دہلی کی طرف سے سفیر ہوکر چین روانہ ہوتا ہے، وہ دہلی سے دولت آباد (دکن) ہوکر کرناٹک (معبر) کی راہ سے ملیبار، کولم اور کالی کٹ پہنچتا ہے، جہان سے اس زمانہ مین جہازات چین کو روانہ ہوا کرتے تھے، جہاز تباہ ہوتا ہے اور ابن بطوطہ واپس آکر جزائر مالدیپ، سرندیپ (سیلون) اور جاوہ وغیرہ کی سیر کرتا ہے اور پھر ملیبار آکر خشکی سے کنارہ کنارہ بنگال سے آسام ہوکر چین چلا جاتا ہے،

ابن بطوطہ ان تمام راستون مین جہان جہان مسلمانون کی آبادیان ملتی ہین یا مسلمان افرا

[1] تقویم البلدان ابو الفدا صفحہ ۵۹ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۰ء [2] ایضاً صفحہ ۳۵۰، [3] ایضاً صفحہ ۳۶۱،

سے ملاقاتین ہوتی ہین ان سب کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اب یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلمان تاجرون کے ساتھ ساتھ مسلمان صوفیہ اور فقرار کے دستے بھی ملتے جاتے ہین، اور چونکہ ان فقرار کی ظاہری حالت ہند وجوگیون اور بدھ بھکشوون سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہے اس لیے عوام مین ان کے ساتھ گرویدگی اور عقیدت نمایان ہے، اور اس کا اثر اسلام کی اشاعت پر جو کچھ پڑ سکتا تھا، وہ ظاہر ہے۔

اس وقت سلطان دہلی کی حکومت اگرچہ گجرات کرناٹک اور دکھن تک پہنچ چکی تھی تاہم ابھی ساحلی علاقون مین اثر بہت کم تھا، اور ان جنوبی صوبون مین ہندو امرار بدستور فرمانروا تھے کبھی کبھی جب وہ مجبور ہوتے تھے، تو سالانہ خراج ادا کر دیتے تھے، مگر عرب تاجر اور عجمی صوفیہ برابر اپنے کاروبار مین لگے تھے، ابن بطوطہ دولت آباد اور ساگر ہوکر کھمبائت پہنچتا ہے، گو یہ بندرگاہ سلطنت دہلی سے اب ملحق پاتا ہے، مگر یہان کی تمام تجارت، کاروبار، اور اثر و استیلار، تاجرون اور جہازرانون کے ہاتھ مین نظر آتا ہے، ایک نومسلم ہندو الیاس نامی ناخدا ہے، مسلمانون کی ہر طرف کثرت ہے، تاجرونکی بنائی ہوئی مسجدین اور صوفیہ کی خانقاہین آباد ہین، کہتا ہے، کہ عمارات اور مساجد کی حیثیت سے یہ بہترین شہر ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ یہان کے اکثر باشندے دوسرے ملکون کے تاجر ہین، تو وہ ہمیشہ عمدہ مکانات اور خوبصورت مسجدین بناتے رہتے ہین، اور اس مین باہم مسابقت کرتے ہین، عالی شان عمارتون مین سے شریف سامری کا محل ہے، اس کے پہلو مین عظیم الشان مسجد ہے، اور ملک التجار گازرونی کا مکان ہے اور اس کے پہلو مین بھی مسجد ہے .... شہر مین حاجی ناصر دیار بکری صوفی کی خانقاہ ہے، دوسری خواجہ اسحٰق کی ہے، جہان لنگر قائم ہے[1]"

اس شہر مین اسلام کی آبادی اور ترقی کے اس معیار کو دیکھو جو اب اس سوا سو برس مین اس کو حاصل ہوگئی، اب ہندو نومسلم بھی جہازران بن کر وہی اعزاز و دولت حاصل کر رہے ہین، خانقاہین

[1] ابن بطوطہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر،

آباد ہین، اور لنگر خانے جاری ہین، ابن بطوطہ کھمبات کے بعد کاوی اور گندھار پہنچتا ہے، جہان ایک
ہندو راجہ جالنسی حکمران ہے، تاہم مسلمان یہان آباد ہین، اور بعض راجہ کے دربار مین داخل ہین،
یہان کا ناخدا ابراہیم چھ جہاز ونکا مالک ہے، یہان ہمارا مسافر جاگر نامی جہاز پر سوار ہوتا ہے، فوقہ (پاگوگا)
نام شہر مین داخل ہوتا ہے، یہان کا راجہ دنگول ہندو ہے، تاہم یہان مسلمان ملتے ہین، ایک مسجد
ہے جو حضرت خضر کی طرف منسوب ہے، اور حیدری فقراء کی ایک جماعت مع اپنے شیخ کے یہان گوشہ
نشین ہے، یہان سے سنگاپور پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ یہان ہندو راجہ ہریب کی ماتحتی مین ایک
اسلامی ریاست سلطان جمال الدین ہنوری کی قائم ہے، مسلمانون کا آباد کردہ شہر رونق پذیر ہے،
اور عظیم الشان جامع مسجد ہے، جو بغدادی مسجدون کا مقابلہ کرہی ہے یہ ناخدا حسن کی بنوائی ہوئی
تھی، اور سلطان جمال الدین ہنوری اسی ناخدا کا بیٹا تھا،

جزیرہ کے پاس ایک چھوٹا جزیرہ اور ہے، ہمارا سیاح جب وہان قدم رکھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ایک
بتخانہ کی دیوار سے ٹیک لگائے، ایک جوگی مراقبہ مین مصروف ہے، آنکھین بند ہین، ابن بطوطہ
نذر پیش کرتا ہے، وہ قبول نہین کرتا، اور الٹا خود کئی اشرفیان اسکو دیتا ہے، اور ایک
اونٹ کے بالون کی بنی ہوئی عبا نذر کرتا ہے، اور ابن بطوطہ کے ہاتھ سے تسبیح لیکر اس کو ملتا
اور سونگھتا ہے، اور پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اشارہ کرتا ہے اور پھر قبلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے،
جہاندیدہ سیاح ان اشارون سے پالیتا ہے کہ یہ جوگی کے بھیس مین کسی مسلم صوفی کی روح ہے،
جو باشندگان جزیرہ کے خوف سے اپنے اسلام کو چھپائے ہے، چلتے وقت رازدان سیاح
جوگی کے ہاتھون کو بوسہ دیتا ہے، اس کے رفقائے سفر معترض ہوتے ہین، اس پر جوگی ابن
بطوطہ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے، اسکو چومتا ہے، اور مسکرا دیتا ہے، اور واپسی کا اشارہ کرتا ہے اور چپکے
سے چند اور اشرفیان ہدیہ دیتا ہے، باہر آکر ابن بطوطہ جوگی کے راز کو اپنے ہمراہیون کے سامنے فاش کرتا ہے،

اور کہتا ہے کہ یہ مسلمان ہے،[1]

سنگاپور سے لونکر وہ ملیبار آتا ہے، دیکھتا ہے کہ اس ملک مین چھوٹے بڑے بارہ راجہ حکومت کرتے ہین، ملک آباد ہے، ہر طرح امن وامان ہے، مسلمانون کی بڑی عزت ہے، مگر ہندو مسلمانون کے ساتھ کھاتے نہین اور نہ اپنے گھر کے اندر آنے دیتے ہین، راستہ مین دیکھتے ہین تو ہٹ جاتے ہین، مسلمان مسافرون کے لیے ہر جگہ سرائین ہین ہر جگہ مسلمانونکی آبادیان ہین،[2] سب سے پہلے جس شہر مین وہ داخل ہوا اسکا نام ابی سرور بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ ساحل پر بندرگاہ ہے اور یہان کے مسلمان چودھری کا نام شیخ جمعہ ہے، یہ دولتمند اور بڑا مخیر ہے، اپنی تمام دولت غریبون اور محتاجون پر صرف کرتا ہے، آگے بڑھکر پاکنور مین وہ داخل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ یہان مسلمانون کی ایک جماعت آباد ہے، یہان کے مسلمان چودھری کا نام حسین سلاط ہے، اور یہان قاضی اور خطیب بھی ہے اور حسین کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہان کے راجہ کا نام باسدیو ہے، اسکے پاس تیس جنگی جہاز ہین، اور انکا کپتان مسلمان ہے، اس کے بعد وہ منگرور پہنچتا ہے، یہان فارس اور یمن کے مسلمان تاجر اد سکو ملتے ہین، یہان کے راجہ کا نام رام دیو بتاتا ہے، اور کہتا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار مسلمان ہین، عام رعایا گوان کے خلاف ہے، مگر راجہ تجارت کی مصلحت سے ان سے صلح رکھتا ہے، یہان کے مسلمان قاضی کا نام بدرالدین کرناٹکی ہے، اور وہ یہان درس بھی دیتا ہے،

بعد ازین شہر ہیلی مین داخل ہوتا ہے یہان ایک عالیشان جامع مسجد ہے جسکی وجہ سے یہ شہر ہندؤن اور مسلمانون کے نزدیک متبرک ہے، جہاز والے اسکی نذر مانتے ہین، خطیب حسین اس کا متولی ہے اور حسین وزان یہان کا چودھری ہے، اس مسجد مین طالب علمون کی ایک جماعت ہے جنکو مسجد کے خزانہ سے وظیفے ملتے ہین، اور اس کے متعلق ایک مطبخ ہے جس سے مسافرونکو

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۳۱، ۳۲۰ [2] ایضاً صفحہ ۱۳۴ و ۱۳۵

اور غریب مسلمانون کو کھانا ملتا ہے، یہان مقدشو (آفریقہ) کے ایک درویش سے ملاقات ہوئی، جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہین، پھر یہان سے جرنٹین یا گرپٹن پہنچا، یہان بغداد کے ایک عالم سے ملاقات ہوئی، ان کا ایک بھائی یہان بڑا تاجر تھا، یہان کے راجہ کا نام کوئل ہی، یہان سے فارس، عمان اور یمن کو جہازات جاتے ہین، یہان سے دہٹین گیا، یہ بھی راجہ کوئل ہی کی عملداری مین ہی، راجہ کوئل کے باپ کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد ہے، اور ایک عالیشان تالاب بھی ہی جس مین مسلمان نہاتے اور وضو کرتے ہین، یہ تالاب راجہ کوئل ہی کے بزرگون مین سے کسی نے بنوایا ہی، اور وہ مسلمان تھا، اس کے اسلام کا ایک عجیب قصہ لوگون نے سنایا، اس جامع مسجد مین ایک خاص قسم کا درخت ہی کہتے ہین کہ ہر موسم خزان مین اس سے ایک پتہ ایسا گرتا ہے جس پر دست قدرت سے لا الہ الا اللہ لکھا ہوتا ہی، یہ پتہ جب گرتا ہے تو آدھا مسلمان لے لیتے ہین اور آدھا ہندو راجہ کے خزانہ مین جمع ہوتا ہے، اور سخت بیماریون مین اس سے شفا حاصل ہوتی ہے، راجہ مذکور یہ کرامت دیکھکر مسلمان ہوگیا، اور اس پر ایک جامع مسجد اور تالاب بنوادیا، اس کے بعد راجہ کی اولاد مسلمان نہ ہوئی اس نے اس درخت کو اُکھڑوا دیا، خدا کی قدرت؛ اس کے بعد یہ درخت پہلے سے بھی زیادہ شاندار طریقہ سے اُگ آیا، اور راجہ فوراً مرگیا،

یہان سے یہ پٹن پہنچا، یہ بھی بندرگاہ ہے اور سمندر کے کنارہ ایک مسجد ہی جس مین مسلمان مسافر ٹھہرتے ہین، کیونکہ یہان کوئی مسلمان نہین، یہان کے باشندے برہمن ہین، جو ہندوٗن مین عالی مرتبہ ہین، اور وہ مسلمانون سے نفرت کرتے ہین، اور اسی لیے یہان مسلمان نہین ہین، یہ ایک جامع مسجد بھی جو باقی ہی، وہ اس وجہ سے ہے کہ ایک برہمن نے اسکی چھت خراب کردی تو اس کے گھر مین آگ لگ گئی، جس مین وہ خود، اسکی اولاد اور گھر کا تمام اثاثہ جل گیا، اس وقت سے ہنود اس مسجد کو متبرک سمجھتے ہین اور اس کو ڈر سے نہین چھوتے، اس کے بعد یہان سے نکل کر فندرینا پہنچا، یہان مسلمانون کے تین محلے ہین اور ہر محلہ مین ایک مسجد ہی، اور ساحل پر جامع مسجد ہے، اور عجب بہار پر ہے، یہان کا قاضی اور خطیب عمان کا ایک آدمی ہے، اسکا بھائی بڑا فاضل ہے، اس کے بعد کالی کٹ مین داخل ہوا، یہان کا راجہ ہندو ہے اور سامری (زاموریں) نام ہے، یہ دنیا کے

بڑے بندر گاہوں میں سے ہے، چین، جاوا، سیلون، مالدیپ، یمن اور فارس کے جہازات آتے ہیں، یہاں کا حاکم
ابراہیم شاہ بندر ہے، یہ بحرین کا باشندہ ہے، قاضی کا نام فخر الدین ہے، اور یہاں کی خانقاہ کے سجادہ نشین شیخ شہاب الدین
گازرونی ہیں، جنکی فتوحات کی کوئی حد نہیں۔[۱]

کالی کٹ سے کولم جانا ہوتا ہے، یہاں مسلمان تاجروں کی بڑی جماعت ملتی ہے، علما بھی ہیں، اور مسلمانوں کا
رئیس محمد شاہ بندر ہے، ایک تاجر کی بنوائی ہوئی ایک جامع مسجد بھی ہے، اور یہاں مسلمان معزز اور محترم ہیں، یہاں کے
راجہ کا نام تیروری ہے، یہ مسلمانوں کی بڑی عزت کرتا ہے، اور ان کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے۔[۲]

سیلون (سرندیپ) اور مالدیپ کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں، اب ان پر چند صدیاں گذر چکی ہیں،
ہمارا سیاح اب مالدیپ پہنچتا ہے، دیکھتا ہے کہ ان جزیروں میں صرف مسلمان ہی مسلمان ہیں، اور وہ نہایت
نیک اور پابند مذہب اور باایمان ہیں، یہاں ایک عورت سلطانہ خدیجہ بنت صلاح الدین صالح بنگالی حکمران ہے،
یہاں کے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کا واقعہ یہ ہے کہ پہلے یہ سب کافر تھے، یہاں ہر سال سمندر سے ایک عجیب
بلا آتی تھی، اسکا تدارک یہ تھا کہ ایک کنواری لڑکی بلیدان دیجاتی تھی، ایکدفعہ یہ واقعہ پیش آیا لڑکیوں پر قرعہ پڑا،
ایک بڑھیا کی لڑکی کا نام نکلا، بڑھیا سخت بیقرار ہوئی، اتفاق سے اس بڑھیا کے یہاں بربر کا ایک مسلمان ٹھہرا
تھا وہ حافظ قرآن تھا، مسلمان نے کہا گھبراؤ نہیں میں اسکی تدبیر کرتا ہوں، اس رات کو وہ مسلمان عورت
بنکر بت خانہ میں گیا، لوگ صبح کو گئے کہ اسکی لاش اٹھا لائیں، دیکھا کہ وہ زندہ تلاوت قرآن میں مصروف ہے،
یہ کرامت دیکھکر لوگ سخت متحیر ہوئے، بادشاہ کو خبر ہوئی، وہ بھی آیا، سبنے اسلام قبول کیا، اور اس نے وہاں
رہکر سبکو اسلام کے آداب و احکام کی مالکی مذہب کے مطابق تعلیم دی، یہاں کے جامع مسجد پر اب تک یہ عبارت لکڑی
میں منقوش ہے، کہ "سلطان احمد شنورازہ، ابو البرکات بربری مغربی کے ہاتھ پر اسلام لایا"۔[۳]

یہ قصہ صحیح یا نہ ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ جزیرۂ مالدیپ آج بھی مسلمانوں سے آباد ہے، اور ایک مسلمان

---

[۱] یہ تمام اقتباسات ابن بطوطہ جلد ۲ صفحات ۱۴۳-۱۴۴ میں ہیں، [۲] ایضاً صفحہ ۱۴۳، [۳] ایضاً صفحہ ۱۵۲،

سلطان زیر حفاظت برطانیہ حکمران ہے بسنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان مسلمانون کی تعداد تیس ہزار تھی، یہان کے مسلمانون مین عربی النسل بکثرت ہین، اور بودھ مت کے نومسلمون کی بھی تعداد کثیر ہے جو ملک کے اصلی باشندے ہین، اسی کے قریب سرندیپ جسکو سیلون اور لنکا بھی کہتے ہین، واقع ہے یہان بھی اسلام نے اپنا پورا دخل پیدا کر لیا، سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری مین یہان دو لاکھ مسلمان[1] تھے، یہان اسلام ابھی اپنی پر امن رفتار ترقی سے چل رہا تھا، کہ زمانہ نے تاریخ کا ورق اُلٹ دیا، اور مسلمانون کا زوال اور مسیحی یورپ کی ترقی کا آغاز ہوا، پندرہوین صدی عیسوی مین پرتگیزون نے اور پھر ڈچون نے آکر اسلام کا بیڑا غرق کر دیا، اور اس وقت سے ان جزائر مین اور جنوبی ہند مین اسلام کی جگہ عیسائیت نے لی، اور وہ منظر آج بھی آپکے سامنے ہے،

صفحات بالا مین ہندوستان مین اسلام کے داخلہ کے تین راستون مین سے ایک راستہ کا نقشہ دکھایا گیا ہے اور صدی بصدی اسکی ترقی کی تصویر کھینچ دی گئی ہے، دیکھو کہ اس تصویر مین خون کی سرخی کہین نہین جھلکتی، بلکہ اسلام اپنی سادگی، مساوات اور روحانیت سے اپنا راستہ خود صاف کرتا گیا ہے، اور نیچ ذات اور معمولی لوگون کے دلون پر قبضہ کرتا ہوا بادشاہون اور راجاؤن کے قلوب تک پر قابض ہو گیا ہے، ان عرب تاجرون اور درویشون کے ہاتھون مین محمود اور عالمگیر کی تلوار نہ تھی، ان کے ذریعہ سے جو اشاعت اسلام ان اطراف مین ہوئی اس کے طریقے حسب ذیل تھے .

(۱) عرب تاجرون نے خود آکر اپنی نو آبادیان قائم کین یہان کی نو مسلم عورتون سے انھون نے شادیان کین،

(۲) نیچ ذات کے ہندو اور نابرہمن جو برہمنون کے دباؤ ظلم، اور ترفع اور غرور سے نالان تھے، انھون نے اسلام مین آکر عزت پائی،

(۳) تاجرون کی فیاضی اور انسانیت نوازی نے غریبون اور محتاجون کو اپنے دامن مین پناہ دی،

(۴) جو لوگ ذرا ذرا سی باتون پر اپنی ذات سے خارج کر دئے جاتے تھے، وہ اسلام کی برادری مین داخل ہوتے گئے،

(۵) بہت سے لوگ اپنے بچون کو غربت کے مارے عربون کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے، وہ انکو لیکر اسلام کی تربیت دیکر اپنی اولاد کیطرح پالکر جوان کرتے تھے،

(۶) اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب و غریب نشانیان انکی نگاہون سے گذرین جس نے انکو اسلام کے قبول پر مجبور کر دیا،

(۷) علماء اور درویشون نے اپنی روحانی کشش کے جلوے دکھائے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مین سیلون اور مالدیپ کا مضمون،

نفسیاتِ جبلّت

از

جناب مولوی مقصود ولی الرحمن صاحب ایم اے مددگار پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ

نفسیات کی صبح آفرینش سے اس وقت تک "**جبلّت**" کی ماہیت و اصلیت کے متعلق ماہرین کسی متفق علیہ نتیجہ پر نہین پہونچے، ہر زمانے مین اس لفظ کا اطلاق مختلف فعلیتون اور مختلف حرکات پر کیا گیا، خصوصًا شروع شروع مین تو جبلت ایک عجیب و غریب چیز تھی، فی زماننا بھی نفسیات مین خاصی ترقی ہو چکی ہے اور اس کی اصطلاحات و خیالات نے روزمرہ کی بول چال اور تحریر و تقریر مین دخل پالیا ہے، اس کا استعمال بہت مبہم طور پر ہو رہا ہے، اور ہر شخص بغیر اس کے مفہوم کو سمجھے اس کو استعمال کرتا ہے، ان کے نزدیک انسان کا ہر وہ فعل جبلت پر مبنی ہوتا ہے جس مین اس نے عقل سے کام نہ لیا ہو، اور اسی کلیہ کی بنا پر حیوانات کے ہر فعل و حرکت کو جبلی کہہ دیا جاتا ہے، سیاق عبارت اور محاورۂ کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبلت ایک عجیب و غریب قوۃ ہوتی ہے جو دیگر انسانی قویٰ سے بالکل مختلف ہوتی ہے، یہ قوت حیوانات کو، اور بعض صورتون مین انسانون کو بھی، صرف اس وجہ سے عطا ہوئی ہے کہ ان مین یا انسانی قویٰ بالکل معدوم ہین، یا بعض حالتون مین وہ بیکار ہو جاتے ہین، جبلت کا یہ غلط استعمال صرف عوام تک ہی محدود نہین، بلکہ زمانۂ حال کے بڑے بڑے مصنفین اور فلاسفہ کو بھی اس مین دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ اگر کوشش کیجائے تو اس قسم کی ہزارون مثالین مل سکتی ہین جہان جبلت کے مفہوم کا خون ہوا ہے۔ انگریزی ناول نویسی کے ہاتھون تو اس کی ایسی ہی مٹی خراب ہے جیسی کہ اکثر اردو افسانہ گو "جذبات" کی کرتے ہین، جس طرح اردو ناول نویسون اور فسانہ نگارون کے ہان

کھانے پینے، ہنسنے اور رونے کے جذبات ہوتے ہین، بعینہ اسی طرح انگریزی قصون ن اور کہانیون مین تمام حیوان کی جبلتین ہوتی ہین، اور اصلیت یہ ہے کہ جس کیفیت کی وہ لوگ کسی طرح بھی توضیح نہین کرسکتے اوسکو جبلت کے مرعوب کن جامہ مین ظاہر کردیتے ہین،

"جبلت" کے متعلق بہت سی غلط فہمیان ہین، اور اسی وجہ سے اس کی ماہیت کے سمجھنے مین دقت ہوتی ہے۔ ایک عام خیال ہے کہ جبلت فعلیت کا ایک خاص اور نہایت معین طریقہ ہے، اور یہ کہ یہ حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے، تعجب ہے کہ پروفیسر لائڈ مارگن بھی اس غلط فہمی مین مبتلا نظر آتے ہین، ان کی تصانیف "عادت اور جبلت" اور "نفسیات تطبیقی" جبلت پر تمام بحث اسی روشنی مین ہوئی ہے، اصل مین اس غلط فہمی کا باعث یہ ہے کہ کیڑون اور ادنی درجہ کے حیوانات مین ہم صرف جبلت کے مظاہر پر غور کرتے ہین اور اسی سے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ جبلت ایک مخصوص اور معین طریق کا نام ہے۔ اس مین شبہہ نہین کہ کیڑون وغیرہ مین ایسا ہی ہوتا ہے لیکن اگر ہم ان کو چھوڑکر ذرا اور اعلیٰ قسم کے حیوانات کی جبلت پر غور کرین تو ہمارا یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے، کیڑون کی فعلیت کی تمام صورتین نہایت سادہ، اور اس لیے معین ہوتی ہین لیکن اعلیٰ قسم کے جانورون مین یہ صورت نہین ہوتی ان کی جبلت کبھی اس طرح معین نہین ہوتی،[1] ان مین تربیت اور تجربہ سے تغیر آسکتا ہے، لہذا ظاہر ہے کہ ہمارا کلیہ غلط ہے اور اس کا اطلاق صرف کیڑون کی جبلت پر ہوتا ہے،

ایک دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ افعال جبلی بغیر کسی ہیج (محرک) کے صادر ہوسکتے ہین، لیکن اصلیت یہ ہے کہ ہمارے جبلی افعال ماحول کے اثر سے مستغنی نہین ہوتے، کم از کم اعلی درجے کے حیوانات مین کوئی جبلت اس وقت تک ترقی پذیر نہین ہوسکتی جب تک کہ ماحول مین اس کے لیے ہیج نہ ہو،

[1] پروفیسر ہاب ہاؤس:۔ "جبلت ہمیشہ کامل نہین ہوتی، بعض بعض اوقات اس کا استعمال غلط، بیکار اور مضر طریقے سے ہوتا ہے،" (نفس بحالت ارتقار) صفحہ،

اس مین کلام نہین کہ وہ فطری امرکب اور حرکی[۱] رجحانات ہوتے ہین، لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ ازخود صادر ہوتے رہتے ہین، برخلاف اس کے ان کے ارتقار و بروز کے لیے عالم خارجی مین مناسب ہیجات لازمی ہوتے ہین،

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ ان مین شعور اور عقل کی ضرورت نہین ہوتی[۲]، یہ خیال بھی درست نہین ہوسکتا ہے کہ جبلی فعلیت مین اعلیٰ درجے کے شعور کی ضرورت نہ ہو لیکن اس کی غیبت کو تسلیم نہین کیا جاسکتا شعور کا وجود ان صورتون مین ظاہر ہوتا ہے جب ہمارا کوئی جبلی فعل روک دیا جائے یا اس مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کیجائے، اسی طرح عقل بجائے اس کے کہ ہمارے جبلی افعال کی دشمن ہے اصل مین انکی حامی و مددگار ہوتی ہے؛

اسی ضمن مین اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام جبلتین پیدائش ہی کے وقت ظاہر نہین ہوتین، بلکہ آہستہ آہستہ انکا ظہور ہوتا ہے، اور صرف بالغ افراد مین اس نوع کی تمام جبلتین موجود ہوتی ہین، بلکہ ہوسکتا ہے کہ ان مین بھی وہ ترقی یافتہ نہ ہون، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے ماحول مین اس قسم کے ہیجات نہ ہون، جو اس کی ترقی مین مد ہوتے، یا عضویاتی اختلافات کی وجہ بعض جبلتین کمزور یا بالکل غائب ہوگئی ہون، چنانچہ تھارن ڈائک لکھتا ہے: "جبلت بتدریج پختہ ہوتی ہے[۳]"، اور ہاب ہاؤس کا خیال ہے کہ: "جبلت پیدائش کے وقت ناکمل ہوتی ہے، اس کی تکمیل کے لیے نشو و نما کی ضرورت ہوتی ہے[۴]"؛

جبلت کی تعریف مختلف مصنفین نے مختلف کی ہے، اس مین اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان مین سے ہرایک نے مختلف نقطۂ نظر سے اس پر بحث کی ہے، جو ماہرین نفسیات صرف "سیرت[۵]" سے بحث کرتے ہین اور اسی پر تمام نفسیات کو مبنی کرتے ہین، یا جن ماہرین نے حیاتیات کی مدد سے اس کی توضیح کی کوشش

---

[۱] معارف:- منسوب بہ طرف حرکت: [۲] لائڈ مارگن لکھتا ہے: "اگر جبلت مین عقل کی رہنمائی ہو تو وہ جبلت ہی نہین رہتی"، اور جبلت مین شعور کی حیثیت محض حاصل کی ہوتی ہے اور اس کا اس فعل پر کوئی اثر نہین پڑتا، (نفسیات تطبیقی صفحہ ۲) [۳] مبادیات نفسیات صفحہ ۳ [۴] نفس بحالت ارتقار صفحہ ۹۶، [۵] BEHAVIOUR

کی ہو، ان کے نزدیک جبلت اور فعل اضطراری مین کسی قسم کا فرق نہین، ان کا عقیدہ ہو کہ جس طرح ہمارا ہر فعل اضطراری ایک خلقی نظام اعصاب پر موقوف ہو، اسی طرح جبلت بھی اس نظام کی فعلیت کا نتیجہ ہو، اور جس طرح افعال اضطراری مین عقل و شعور کی ضرورت نہین ہوتی، اسی طرح افعال جبلی بھی ان سے مستغنی ہین، بلکہ ان مصنفین کے نزدیک عقل اور جبلت دو متضاد چیزین ہین جو کسی صورت بھی ایک جگہ جمع نہین ہوسکتین یہ لوگ فعل جبلی کو فعل اضطراری کا مجموعہ مانتے ہین، ہربرٹ اسپنسر نے جبلت کو "ایک مرکب فعل اضطراری" کہا ہے، یا زمانۂ حال کے مصنفین اس کو افعال اضطراری کا سلسلہ بتاتے ہین جس مین ایک فعل اضطراری آیندہ فعل اضطراری کا باعث ہوتا ہے، اور ان تمام افعال اضطراری کا تعلق باہمی ہماری خلقی بناوٹ پر منحصر ہوتا ہے، نہ کہ فردی اکتساب پر[1]، وارن نے بچے کے دودھ پینے کی مثال دی ہے، وہ لکھتا ہے:-

"اس مین بہت سی حرکات اضطراری ہوتی ہین، سب سے پہلے بچہ چھاتی کی طرف رخ کرتا ہے، اس حرکت کا ہیج بھوک یا دودھ کی بو ہوتی ہے، اس کے بعد وہ اسکو پکڑتا ہے، اور پھر اس کو منہ مین لے جاتا ہے اور ہونٹون سے دباتا ہے اور بعد ازان چوسنا شروع کرتا ہے، اور جب دودھ منہ مین آجاتا ہے تو نگلنا شروع کرتا ہے، اس سلسلہ مین ہر ایک حرکت اضطراری آئندہ حرکت اضطراری کا ہیج بنتی ہے[2]"

اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لین کہ جبلی افعال، اضطراری افعال کا سلسلہ ہوتے ہین، تو سوال ہوتا ہے کہ سلسلہ کیون کر قائم رہتا ہے؟ کون سے حالات اس قسم کے ہوتے ہین جو اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہین؟ اس کا جواب ماہرین نفسیات کا یہ گروہ اس طرح دیتا ہے:-

ہماری تمام حرکات و سکنات، ہمارے سب افکار و معتقدات، ہمارے تخیلات وارادات غرض ہماری ہر ذہنی اور بدنی فعلیت کسی نہ کسی ہیج کا جواب ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین ہماری زندگی

---

[1] نفسیات انسانی مصنفہ وارن صفحہ ۱۰۱ (لائبریری ایڈیشن) [2] ایضاً،

اور اس کے سوانح مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، میری آنکھ مین تنکا پڑتا ہے اور مین آنکھ بند کرلیتا ہون
اس آنکھ بند کرنے کے فعل کا ہیج وہ تنکا ہے جو میری آنکھ مین پڑا تھا، یا میری آنکھ کا بند ہونا جواب ہے تنکا پڑنے کا
اگر مین بیٹھے بیٹھے کسی خیال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوتا ہون تو میرا کھڑا ہونا میرے خیال کا جواب ہوگا، غرض اسی
طرح میرے تمام سوانح حیات مخصوص ہیجات کے جوابات ہین، اب تمام جوابات کی ایک خصوصیت یہ ہوتی
ہے کہ یہ کسی نہ کسی آلۂ حس کی تحریک کا باعث ہوتے ہین، مثلاً تنکا پڑنے سے میری آنکھ سے پانی نکل آتا ہے
یہ پانی جہان جہان بہتا ہے وہ حسیات[1] پیدا ہوتے ہین، اور یہ حسیات پھر میرے ہاتھ کی حرکت کا ہیج
بنتے ہین، اور مین ہاتھ اٹھا کر اس پانی کو پوچھ لیتا ہون، اس ہاتھ کی حرکت سے پھر حسیات حرکی پیدا
ہوتے ہین، غرض ہر ایک جواب ایک نئے ہیج کا باعث ہوتا ہے، اس نئے ہیج کو اصطلاح مین "حرکت
کے پیدا کردہ ہیجات[2]" کہتے ہین، ہم نے ابھی کہا ہے کہ حرکت کے پیدا کردہ ہیجات اور حرکات کے باعث
ہوتے ہین، اور ان حرکات سے اور ہیجات حاصل ہوتے ہین، اور یہ ہیجات پھر اور حرکات پیدا کرتے ہین
غرض اسی طرح افعال اضطراری کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے
جب تک کہ اصلی غرض پوری نہین ہو جاتی، یا مقصد حاصل نہین ہو جاتا، اس مختصر بحث سے اب ہم بچہ کے
دودھ پینے کی مثال کی توجیہ کرسکتے ہین، بچہ کو بھوک لگتی ہے یا وہ کسی اور وجہ سے مان کی چھاتی کی طرف
متوجہ ہو جاتا ہے، اس کو دیکھکر اس کو پکڑتا ہے، پکڑنے سے اس کو منہ مین لیجانے کی طرف مائل ہوتا ہے،
منہ مین لینے سے جو حسیات ہونٹون مین پیدا ہوتے ہین وہ چوسنے کا ہیج بنتے ہین، اور چوسنے کا جواب
یہ ہوتا ہے کہ دودھ منہ مین آنا شروع ہو جاتا ہے، اور پھر نگلنے کی تحریک ہوتی ہے، اور اس طرح یہ تمام
افعال اضطراری ایک سلسلہ مین منسلک ہو جاتے ہین، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ وہ
بچہ سیر نہین ہو جاتا، اور اسی سلسلہ کا نام "جبلت" ہے،

---

[1] Sensations [2] عام نفسیات، مصنفہ سمتھ اور گتھری صفحہ ۵۵،

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر جبلت افعال اضطراری کے ایک سلسلہ کا نام ہی، تو جبلی اور فعل اضطراری مین کیا فرق ہے ؟ اگر ہم کو یکے بعد دیگرے دو چھینکین آئین یا زور سے کھانسی اُٹھے تو ہمارے یہ افعال اضطراری بھی مسلسل ہوتے ہین، لہذا اگر جبلت افعال کا سلسلہ ہوتا ہے تو بھی جبلت پر مبنی ہونگے لیکن چھینک یا کھانسی کو کسی طرح بھی جبلت پر مبنی قرار نہین دیا جاسکتا، یہ افعال اضطراری ہی رہین گے، لیکن وہ کونسی خصوصیت ہے جس کی بنیاد پر ہم ان دونون مین امتیاز کرسکتے ہین؟

جبلی اور اضطراری افعال مین ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری سادہ اور بسیط ہوتا ہے، اور جبلی فعل مرکب ہوتا ہے، اسی خیال کی بنا پر اسپنسر نے جبلت کو "مرکب فعل اضطراری" کہا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو افعال اضطراری بھی ایک دوسرے کے مقابلے مین مرکب ہوتے ہین[1]، گرم لوہے کو چھوکر ہاتھ کھینچنا سادہ فعل اضطراری ہی، لیکن کھجانے مین انگلی کو بار بار کھولنا اور موندنا ایک مرکب فعل اضطراری ہے، اسی طرح نگلنا مرکب فعل اضطراری ہے، لیکن کیا ان کو جبلی کہا جاسکتا ہے؟ اسی قسم کی مثالون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسپنسر کی تعریف کو قبول نہین کرسکتے، کیونکہ اس کے مطابق جبلت اور فعل اضطراری مین امتیاز ناممکن ہے،

دوسرا فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فعل اضطراری غیر شعوری ہوتا ہے، اور اس کے برخلاف جبلی افعال شعوری ہوتے ہین، یا دوسرے الفاظ مین فعل اضطراری ایک ہیج کا غیر شعوری ردّ عمل ہوتا ہے اور فعل جبلی شعوری، اس مین شک نہین کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور مختلف حالتون کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اضطراری افعال بھی شعوری ہوسکتے ہین، اگر ان افعال مین کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو تب البتہ یہ غیر شعوری ہوتے ہین، لیکن اگر ان مین رکاوٹین پیدا کردیجائین تو اس فعل کے کرنے کی طرف ایک شدید شعوری میلان

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱،

موجود ہوتا ہے، اگر ہم گرم لوہے کو ہاتھ لگائین، اور ارادۃً ہاتھ کو اس سے الگ نہ کرین یا کوئی اور شخص ہمارا ہاتھ تھام لے تو ہمارا میلان ہر لحظہ اسی طرف ہوگا کہ ہاتھ کھینچ لین، اس حالت مین ہمارا یہ فعل شعوری ہو، لیکن صرف شعوری ہونے کی وجہ سے اس کو جبلّی نہین کہا جاسکتا،

جبلّت اور فعل اضطراری مین اگر کوئی فرق بیان ہوسکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بالعموم فعل اضطراری ایک فوری ردِّ عمل ہوتا ہے ہیج کے ظاہر ہوتے ہی یہ بھی صادر ہوجاتا ہے، اور فوراً ختم ہوجاتا ہے، اس کے مقابلہ مین جبلت مین فوری ردعمل نہین ہوتا، بلکہ یہ ایک مستقل میلان ہوتا ہے، جو ایک خاص ہیج کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایسی غرض وابستہ ہوتی ہے جو فوراً پوری نہین ہوسکتی[1]، مثلاً پرندون مین گھونسلا بنانے کی جبلت ہوتی ہے، ان کے افعال و حرکات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا ہیج مخصوص عضویاتی اور موسمی تغیرات ہوتے ہین، اور غرض بچون کی حفاظت، لیکن یہ غرض اس قسم کی نہین ہوتی جو فوراً پوری ہوجائے اس کے پورا ہونے مین دیر لگتی ہے،

اس تمام بحث کے بعد اب ہم جبلت کی ماہیت بیان کرسکتے ہین، اگر ایک ہیج ایک ردّعمل کا باعث ہو اور وہ ردعمل فوراً ختم ہوجائے تو اس فعل کو اضطراری کہا جائیگا، بشرطیکہ اس ہیج اور اس کے جواب مین فطری تعلق[2] ہو، اس کے برخلاف اگر ہیج ایک ایسے ردّعمل کی طرف میلان کا باعث ہو،

---

[1] نفسیات، مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۶۱، [2] تعلق کے فطری ہونے کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی ہو کہ یہی تعلق محض عارضی اور فرضی ہوسکتا ہو، اور اس طرح بھی ہیج فوراً ردعمل کا باعث ہوتا ہے، اور یہ ردعمل فوراً ختم ہوجاتا ہو، اسکی بہترین مثال ریل مین ملتی ہو ڈرائیور کو گارڈ مین سمجھتا ہو کہ سبز جھنڈی دیکھکر انجن چلائے، چنانچہ جھنڈی دیکھتے ہی انجن کی بھاپ کو کھولدیتا ہو، یا ہم ٹیلیفون کی گھنٹی سنتے ہی ٹیلیفون سے کان لگادیتے ہین، ان دونون صورتون مین ہیج اور جواب کا تعلق فطری نہین بلکہ فرضی اور عارضی ہو، اس کے برخلاف بچے کے پاؤن مین سوئی چبھوئے وہ اپنا پاؤن کھینچ لیگا، وجہ یہ ہو کہ یہان ہیج اور جواب مین تعلق فطری ہو، اس کو اضطراری فعل کہا جائیگا، پہلی دو مثالون کو ردّعمل سادہ کہتے ہین، حالانکہ ان مین بھی فعل اضطراری کی تمام خصوصیتیں موجود ہین، لیکن صرف تعلق کے فطری نہ ہونے کی وجہ سے انکا شمار فعل اضطراری مین نہین ہوتا،

جو فوراً صادر نہ ہو سکتا ہو یا اس کا تعلق ایک ایسی غرض سے ہو جو فوراً پوری نہ ہو سکتی ہو، اور جب یہ میلان کچھ دیر کے لیے باقی رہے اور استعدادی ردِ اعمال[1] کا باعث ہو تو اس کو جبلت کہا جائیگا[2] اس کی بہترین مثال اس مرغی کی ہے جو انڈون پر بیٹھی ہوتی ہے انڈے اسکی اس فعلیت کا مہیج ہین اور وہ نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ ان پر بیٹھی رہتی ہے اور اگر وہ انڈے موجود نہ ہون تو وہ مضطرب اور پریشان رہتی ہے، اس کے اس میلان کا خاتمہ کسی فوری فعل سے نہین ہو سکتا، بلکہ یہ میلان کچھ دنون کے لیے مستقل ہوتا ہے،

اس وقت تک ہم نے جبلت پر ان ماہرین نفسیات کے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جو صرف سیرت ظاہری یا دوسرے الفاظ مین جبلت کے مظاہر تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہین، ہم نے دیکھ لیا کہ ان کے نزدیک جبلت ایک میکانکی فعلیت ہے، ان کے علاوہ ایک گروہ وہ ہے جو جبلت کی حیاتیات کی بنا پر توضیح کرتے ہین، عجیب بات یہ ہے کہ ان دونون طبقون کے نزدیک فعل اضطراری اور فعل جبلی مین کوئی فرق نہین، اگر کوئی فرق ہے تو صرف اس قدر کہ فعل اضطراری بسیط اور سادہ ہوتا ہے اور فعل جبلی مرکب اور پیچیدہ، ورنہ بلحاظ اصلیت و خواص دونون ایک ہی ہین،

ماہرین حیاتیات کا عقیدہ ہے کہ وہ جبلت کو نفسیات کی مدد کے بغیر واضح کر سکتے ہین، ان کے نزدیک جبلت ان خلقی خصوصیات مین سے ہے جس کی بدولت اشجار و حیوانات کی مختلف انواع اپنی ذات یا نوع کو قائم رکھ سکتے ہین، مثلاً گھونسلا بنانا پرندون کی خلقت مین ہے اور یہ اس کی ذات اور اس کی نوع کے تحفظ کا ایک طریقہ ہے، اس لحاظ سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے لیے کسی تجربہ کی ضرورت نہین ہوتی، یہ اکتسابی نہین ہوتا، پرندہ جب ایک خاص عمر کو پہنچ جاتا ہے تو بغیر کسی نمونہ یا بغیر کسی استاد کی رہبری کے وہ گھونسلا بنا لیتا ہے، اسی طرح ہر جبلی فعل مین ہوتا ہے،

---

[1] کسی خاص غرض کے حاصل کرنے کیلیے جو ردِ اعمال کیے جائین وہ استعدادی، ردِ اعمال کہلاتے ہین مثلاً کمرے مین اندھیرا ہو اور مین ماچس کمپ روشن کردون تو لیمپ روشن کرنے کے یہ میرے تمام ردِ اعمال استعدادی ہونگے، [2] نفسیات مصنفہ وڈورتھ صفحہ ۱۰۹

اس لحاظ سے جبلت؛ نظام عصبی کا خلقی انضباط ہے جسکی بدولت وہ حیوان مناسب مہیجات کی موجودگی مین مخصوص جسمانی حرکات کرتا ہے جیمس لکھتا ہے:۔

"بلی چوہے کا تعاقب کرتی ہے، کتے سے بھاگتی ہے یا اس کا مقابلہ کرتی ہے، درختون یا دیوارون پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہے، نہ اس لیے کہ وہ موت و حیات، یا ذات اور انکے تحفظ کے تصورات سے آشنا ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ ایسا کرنے پر خلقتہً مجبور ہے، اس کی فطرت مین ہے کہ جب کبھی ایک بھاگتی ہوئی چیز، جس کو عرف عام مین چوہا کہا جاتا ہے، اس کے سامنے سے گذرے، تو وہ اس کا تعاقب کرے، اور یہ کہ جب ایک بھونکنے والی چیز جس کو عوام کتا کہتے ہین، دکھائی دے تو وہ بھاگ جائے، اس کے نظام عصبی مین بہت بڑی حد تک اس قسم کے رد اعمال کا ایک منضبط مجموعہ ہے[1]"

لیکن اگر ہم یہ مان لین کہ جبلت نظام عصبی کا ایک خلقی انضباط ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ وہ حیوان ان رد اعمال کے نتیجہ یا ان کی غایت سے بے خبر ہے، اس کی تمام حرکات میکانکی اور قسری ہوتی ہین، اور جب یہ صورت ہے تو اس نامعلوم غایت کو حاصل کرنے کے لیے مناسب اعمال و حرکات کا علم کیونکر ہوتا ہے؟ اس کا جواب اس طرح دیا جاتا ہے کہ جس طرح پرندکو قسام ازل کی طرف سے پر عطا ہوئے ہین تاکہ ان سے اڑنے مین مدد لے، اسی طرح اس مین انکا مناسب اور برمحل استعمال بھی ودیعت رکھا گیا ہے، ان کو اس بات کی ضرورت نہین پڑتی کہ وہ کسی سے مدد لیکر ان کے طریق استعمال کو سیکھین، یا دوسرے الفاظ مین ان کو استعمال کرنے کے لیے اس کو کسی قسم کی مشق یا تمرین یا اکتساب کی ضرورت نہین ہوتی، چنانچہ سپلینڈنگ نے اس کے متعلق اس طرح تجربہ کیا کہ چند پرندون کے بچے لیکر ان کو الگ الگ پنجرون مین بند کرکے الگ الگ مقام پر رکھا،

---

[1] ٹیکسٹ بک آف سائیکالوجی صفحہ ۳۹۱

جہان وہ کسی اور پرندے کو اڑتا ہوا نہین دیکھ سکتے تھے، اور نہ خود اپنے بازؤن کو پھڑپھڑا سکتے تھے، ایک دن جب ان کے پورے پر نکل آئے تو ان کے پنجرون کا دروازہ کھول دیا اور وہ فوراً نہایت کامیابی کے ساتھ اڑتے ہوئے غائب ہو گئے، اسی قسم کے اور تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ حرکت جبلی یا فعل جبلی خلقی ہوتا ہے نہ کہ اکتسابی،

اس کے علاوہ ماہرین حیاتیات کے اس عقیدہ سے ایک بات یہ بھی لازم آتی ہے کہ اس نوع کے تمام افراد مین جبلی حرکات ایک ہی طرح کی ہوتی ہین، ان مین کسی قسم کا اختلاف نہین ہوتا، اور اسی واسطے اگلے وقتون کے مصنفین کا بھی یہی خیال تھا، لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ جبلی حرکات مین تجربہ کی وجہ سے تغیر آجاتا ہے، اس کے علاوہ خلقی طور پر بھی ان مین اختلاف ہوتا ہے، چیونٹیون کے ایک گروہ کو اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب کی سب ایک ہی طریقہ سے اپنے انڈے بچون کی نگاہداشت کرتی ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک کا طریق کار مختلف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ڈارون کے نظریۂ مبدء نوع کے لیے لازمی ہے کیونکہ وہ جبلت مین کچھ نہ کچھ تغیر و اختلاف اور اس اختلاف کا توارث انتخاب طبعی کے لیے لازمی ہے[1]۔

مختصر یہ کہ ہم نے جبلت پر دو مختلف پہلوؤن سے بحث کی اور دونون کے نتائج بہت کچھ تسلی بخش نہ نکلے، دونون مین کسی نہ کسی قسم کا سقم پایا گیا، دونون بعض سوالات کے جوابات مہیا کرنے سے قاصر رہے، اور دونون کی رو سے فعل اضطراری اور فعل جبلی مین امتیاز ناممکن ہوا، لیکن جبلت پر صرف ان ہی دو پہلوؤن سے بحث نہین ہو سکتی، ماہرین نفسیات کا وہ طبقہ جو نفسیات کے مطالعہ باطن پر مبنی سمجھتا ہے، جبلت کو اس قدر لیس الفہم اور سادہ خیال نہین کرتا، ان کے افعال جبلی بھی ایک خاص نفسی عمل کا نتیجہ ہوتے ہین، اور ہر نفسی عمل کی طرح ان کے بھی تین اجزاء لاینفک ہوتے ہین، وقوفی، حسی، یا مرکزی اور

[1] مبدء نوع باب ہفتم،

حرکی یا ارادی، دوسرے الفاظ مین ہر جبلی فعل مین ایک چیز کا ادراک ہوتا ہے، اس کے متعلق ایک خاص کیفیت پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی ہوتی ہو، اور اس کی طرف کشش یا اس سے نفرت ہوتی ہے، ان کے خیال کے مطابق ہر فعل جبلی ایک نفسی طبعی عمل ہوتا ہو، جس مین نفسی اور طبعی دونون قسم کے تغیرات ہوتے ہین،

لیکن ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر ایک جبلی فعل مین یہ تینون خصوصیات ہوتی ہین؟ اس کا جواب پروفیسر میکڈوگل[1] نے یہ دیا ہے کہ فعل جبلی کے حصۂ وقوفی کو ہم اس بنا پر فرض کرتے ہین کہ اس مین بھی تحریک عصبی دماغ کے ان حصون سے گذرتی معلوم ہوتی ہے جن کی تحریک حسیات کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح حصۂ حسی کے وجود کو اس طرح معلوم کرتے ہین کہ وہ جانور ہمیشہ احساس (Feeling) اور جذبی تحریک آثار ظاہر کرتا ہے، اور حصۂ حرکی تو ظاہر ہے کیونکہ ہر جبلی فعل مین ایک غایت کو حاصل کرنے یا انجام تک پہنچنے کی سعی پیہم کیجاتی ہے، اس تمام تقریر کا حاصل یہ ہے کہ فعل جبلی ایک میکانکی عمل کی طرح ایک میکانکی رکاوٹ سے ختم نہین ہوجاتا، بلکہ اس مین کسی قسم کی مزاحمت سے ارادہ مین اور شدت پیدا ہو جاتی ہے، ختم یہ صرف اس صورت مین ہوتا ہے جب اسکی غایت پوری ہو جاتی ہے، یا جب کوئی مخالف اصل میلان ظاہر ہوجاتا ہے یا جب وہ جانور اپنی ہی کوشش مین ناکام رہے اور اس طرح کوشش کرتا کرتا بالکل تھک جائے، اگر ہم ایک گیند کو پھینکین تو گیند کی یہ حرکت میکانکی حرکت ہے، اس حرکت کو نہایت آسانی کے ساتھ اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے راستہ مین پتھر رکھدیا جائے، لیکن بلی کے شکار حاصل کرنے مین حرکات اس قسم کی نہین ہوتین، اگر اس وقت بلی کے راستے مین کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کردیجائے تو اس سے وہ بلی شکار کرنے کی کوشش سے باز نہ آئیگی، بلکہ اس کوشش مین اور شدت ہو جائیگی، ان تمام حرکات کا خاتمہ صرف اس صورت مین ہو سکتا ہے جب وہ شکار کو پکڑ لے، یا اس کے پکڑنے مین باوجود سخت کوشش کے ناکام رہے،

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۷،

ان تمام خصوصیات کو مدنظر رکھکر پروفیسر میکڈوگل نے جبلت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

"وہ متوارث فطری نفسی طبعی میلان ہوتا ہے جو صاحب میلان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک خاص قسم کی اشیاء کو دیکھے اور انکی طرف توجہ کرے، اور ان کو دیکھکر ایک خاص جذبی کیفیت محسوس کرے اور ایک خاص طریقے سے اس کے متعلق عمل کرے یا کم از کم وہ اس قسم کے فعل کی طرف مائل ہو[1]"

اصلیت یہ ہے کہ میکڈوگل کی تعریف ضرورت سے زیادہ پیچیدہ اور الجھی ہوئی ہے۔ اس تعریف کا صریح مطلب یہ ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ کوئی نہ کوئی جذبہ ہوتا ہے۔ لیکن آگے چلکر وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اکثر جبلتین اس قسم کی ہوتی ہین جن کے ساتھ کوئی معین جذبات نہین ہوتے یا کم از کم جذبات کے پیدا کرنے مین اُن کو بہت کم اہمیت ہے[2]، لیکن اگر میکڈوگل کی تمام بحث کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک "فطری نفسی طبعی میلان" جبلت کا جوہر ہے۔

ہم پہلے کہین کہہ آئے ہین کہ فعل اضطراری اور فعل جبلی مین اساسی فرق ہوتا ہے، بعض مصنفین اس فرق کو ظاہر کرنا یا اس کو تسلیم کرنا ہی غیر ضروری خیال کرتے ہین، ان کے نزدیک جبلی افعال اضطراری افعال کے مجموعہ ہوتے ہین، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جبلی افعال مین عقل کا دخل

---

[1] نفسیات عمرانی صفحہ ۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۴۷ واقعہ یہ ہے کہ میکڈوگل نے اپنے نظریۂ جبلت اور نظریہ جذبات کو بری طرح گڈمڈ کیا ہے، اس مین کلام نہین کہ جذبات احساسات کا مجموعہ ہوتے ہین، اور جبلی افعال کے ساتھ متعلق ہوتے ہین لیکن اس سے یہ کس طرح لازم آتا ہے کہ ہر فعل جبلی کے ساتھ ایک مخصوص اور معین جذبہ ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی جذبہ ہوتا بھی ہے، بہر کیف اس کا نظریۂ جذبات بھی ایک جدت کیساتھ جس کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، ملاحظہ ہو نفسیات عمرانی صفحہ ۴۴ و مابعد، واٹسن کا بھی بعینہ یہی خیال ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "غالباً ہر مہیج جو ایک مخصوص جبلی فعل کا باعث ہوتا ہے ایک ہی وقت مین جذبی کیفیت مین بھی تغیر پیدا کرتا ہے، بظاہر یہ آسان معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ مان لین کہ ایک جذبہ بغیر کسی ظاہری جبلی جواب کے ظاہر ہو سکتا ہے لیکن یہ مان لینا مشکل ہے کہ ایک جبلی فعل بغیر کسی قسم کی جذبی علیت کے صادر نہین ہوتا۔ (نفسیات۔ ایک سیرتی کے نقطۂ نظر سے، صفحہ ۲۳۱)"

ہوتا ہے اور اس کے جاری رکھنے کے لئے عقل کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اس سلسلہ مین لفظ "عقل" کے مفہوم مین دلچسپی، توجہ، حرکات کا تغیر بلحاظ اس کے کہ نتائج تسلی بخش ہین یا غیر تسلی بخش، اور تجربہ سے فائدہ اُٹھانے کی قابلیت یہ تمام باتین شامل ہین، اور برخلاف اس کے فعل اضطراری مین عقل کے ان اجزاء مین سے کوئی بھی موجود نہین ہوتا، فعل اضطراری ایک ہیج کا فوری جواب ہوتا ہے، لہذا اس مین دلچسپی یا توجہ یا کسی اور چیز کی گنجائش ہی نہین ہوتی، اور فعل جبلی جو ایک فعل کی طرف میلان ہوتا ہے، اس لیے اس کی کچھ بقا ہوتی ہے، یہ کچھ عرصہ تک باقی رہتا ہے،

ہماری حرکات اضطراری اس قسم کے ہیج کا جواب ہوتی ہین جو ایک واضح حس کے باعث ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ایک شدید کیفیت احساسی بھی ہوتی ہے، لیکن یہ لازمی نہین کہ اس قسم کی حس ہمیشہ پیدا ہو، آنکھ مین تنکا پڑ جائے سے ہم اپنی آنکھ بند کر لیتے ہین لیکن آنکھ بند کرنے سے کوئی واضح حس پیدا نہین ہوتی، اس کے برخلاف چھینکنے مین ایک نہایت واضح حس ہوتی ہے، ان مثالون مین قابل غور بات یہ ہے کہ جس صورت مین واضح حس ہوتی بھی ہے، وہان یہ حس اس فعل پر کسی قسم کا اثر نہین کرتی، بلکہ یہ اس ہیج کا نتیجہ ہوتی ہے، اس کے برخلاف جبلی افعال مین جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہین، یہ حسیات بہت اہم ہوتی ہین[1]، یہی اس فعل مین رہنمائی کرتی ہین، اور ان ہی کے مطابق تمام فعلیت کا انضباط ہوتا ہے، یہ حسیات بے اثر اور بے فائدہ نہین ہوتین، مثلاً بلی چوہے کا شکار کرنے بیٹھتی ہے، اس حالت مین تمام ارتسامات حسی جو اسکو وصول ہوتے ہین، اسکی فعلیت کی تشکیل کے لیے لازمی ہین، ان پر توجہ کیے بغیر یا ان سے اثر پذیر نہ ہونے کی صورت مین مطلب حاصل نہین ہو سکتا، اگر وہ ان ارتسامات کی طرف سے غافل ہو جائے یا انکے مطابق اپنی فعلیت کو منضبط نہ کرے تو وہ چوہا پکڑنے پر قادر نہین ہو سکتی،

اس کے علاوہ اگر ہم ایک حیوان کی فعلیت جبلی پر غور کرین تو معلوم ہوتا ہے کہ اس فعلیت مین

---

[1] منیوئل آف سائیکالوجی مصنفہ اسٹارٹ صفحہ ۴۲۳

شروع سے لیکر آخر تک توجہ کی ظاہری علامات وخصوصیات پائی جاتی ہین، اس مین آلۂ حس کا انضباط ہوتا ہے اور از ابتدا تا انتہا انتظار اور آیندہ ارتسامات کی تلاش ہوتی ہے، دوسرے الفاظ مین یہ تمام تغیرات اس لیے کیے جاتے ہین کہ غایت کو حاصل کرنے مین آسانی ہو، یہ ایک تیاری ہوتی ہے جو مطلب برآری کے لیے لازمی ہوتی ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین فعل اضطراری مین اس قسم کی تیاری کی ضرورت نہین ہوتی، یہ مہیج کے ظاہر ہوتے ہی صادر ہوجاتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح کہ بندوق کا گھوڑا دباتے ہی بندوق چل جاتی ہے، جب تک یہ خاص مہیج ظاہر نہین ہوتا اس وقت تک وہ حیوان بالکل منفعل رہتا ہے، پرندون کے گھونسلا بنانے کی فعلیت پر اگر غور کیا جائے تو تمام باتین واضح ہوجاتی ہین، وہ اپنے آلۂ حس کا انضباط کرتا ہے، بعض مہیجات کے اثر کو قبول کرتا ہے اور بعض کو نظر انداز کردیتا ہے، خاص خاص تنکون اور چیزون کی اس کو تلاش ہوتی ہے، اور ان کی تلاش مین وہ سرگردان پھرتا ہے، غرض اس مین توجہ کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہین، اس کے برخلاف، لوہے کو ہاتھ لگا کر کھینچنا ایک فعل اضطراری ہے اور اس مین یہ تمام باتین مفقود ہوتی ہین،

افعال جبلی کی ایک اور نمایان خصوصیت ہے جس کو پروفیسر لائڈ مارگن نے "ثبات قدم یا استقلال باختلاف مساعی"[1] کہا ہے، اگر ایک خاص طریق کار ایک خاص نتیجہ پیدا کرنے مین ناکام رہتا ہے تو اس مین اس وقت تک تبدیلیان کیجاتی ہین جس وقت تک وہ مطلوب نتیجہ پیدا نہین ہوجاتا، مثلاً مسٹر اور مسز پیکہم کا ایک مشاہدہ ڈاکٹر اسٹاوٹ نے بیان کیا[2]، وہ لکھتے ہین :-

"ایک خاص نوع کی بھڑ کی عادت ہوتی ہے کہ جب اس کا چھتہ مکمل ہوجاتا ہے تو وہ اس کے راستہ کو مٹی سے بند کردیتی ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر ایک بھڑ کو اسی مقصد کے لیے کسی موزون چیز کی تلاش ہوئی، وہ باہر نکلی اور ایک پتے کو کھینچنا چاہا، لیکن نہ کھینچ سکی

[1] حیات حیوانی اور عقل صفحہ ۱۵۵، [2] مینوئل آف سائیکولوجی صفحہ ۳۴۶، ؎ مینوئل سائیکالوجی مصنفہ اسٹاوٹ صفحہ ۱۱۷۔

اس کے بعد اس نے ایک کنکر کا انتخاب کیا، لیکن وہ بھی اس کے لیے بڑی تھی، اس کے بعد اس نے مٹی کا ایک ڈھیلا اوٹھایا لیکن یہ اُسکو پسند نہ آیا، آخر کار اُس نے ایک اور سوکھا ہوا پتہ اٹھایا اور جاکر اس سے سوراخ بند کر دیا،، (ملخصًا)

ظاہر ہے کہ جن افعال و حرکات مین یہ خصوصیات پائی جاءین اور جن کے لیے عقل و شعور کی مدد لازمی ہو، ان کو ہم صرف خلقی انتظامات پر مبنی قرار نہین دے سکتے، اور کسی طرح یہ تسلیم نہین کر سکتے کہ اس خلقی انتظام کی وجہ سے ایک خاص ہیچ خاص حرکات کا باعث ہوتا ہے، ہم نے دیکھ لیا کہ جبلی افعال مین مساعی کی تجدید اور ان کا اختلاف ہوتا ہے، حرکات و سکنات مین موقع و محل کے مطابق خاص خاص تغیرات اور انضباطات ہوتے ہین، خاص خاص چیزون کی طرف توجہ کیجاتی ہے، اگر ہم ان افعال کو خلقی نظام پر موقوف تسلیم کر لین تو ان تمام کی گنجایش باقی نہین رہتی، اس مین شک نہین کہ یہ نئے انضباطات ایک حد تک نظام عصبی کے موروثی ترکیب پر منحصر ہوتے ہین، لیکن اس کی بنا پر تمام واقعات کی توجیہ نہین کیجا سکتی، اور انہی تمام بیانات کی بنا پر ہم فعل اضطراری اور فعل جبلی کو متحد النوعیت اور مشترک الماہیت قرار نہین دیسکتے،

(باقی)

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبۂ مولوی عبد الماجد صاحب بی اے،

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی ابتک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبد الماجد صاحب نے نہایت محنت سے اسکو مرتب کیا ہے اس پر حواشی بڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہے،

قیمت ۱۲؍ "منیجر"

عظیم آباد (پٹنہ) کے غیر معروف کتبخانے

عظیم آباد (پٹنہ) بھی ہندوستان کے ان مشہور شہرون مین سے ہے، جو کبھی علم و فن کے مرکز تھے، اور علما، اور قدر دان علم امرا کی کثرت تھی، اب بھی شرفار کے ہر پرانے گھرانے مین بوسیدہ قلمی اوراق کا ایک بے ترتیب ذخیرہ ملے گا، یہ انمول ذخیرے اب ردیون کے بھاؤ بازارون مین بک جاتے ہین، پٹنہ مین قلمی کتابون کی ارزانی کا یہ حال ہے کہ نواب محمد حسن خان جو جناب سرفراز حسین خان (ممبر اسمبلی) کے اپنے خالہ زاد بھائی تھے کا پورا کتب خانہ چند سو روپۓ مین بک گیا، اور فی کتاب کی قیمت آٹھ آنون سے زیادہ نہ مل سکی، تھوڑے دن کی بات ہے کہ ایک مطلا قرآن، جو نہایت خوشخط تھا، تین روپیہ مین بھی نہ بک سکا، خدابخش خان مرحوم کے کتب خانہ مین حکومت کے سیکڑون روپئے ماہوار خرچ ہوتے ہین لیکن وہان بھی کتابونکی خریداری نہین ہوتی ہے، اور صرف اس کوشش مین وقت صرف کیا جاتا ہے کہ مفت ہاتھ آئین، مجھے خود بوستان کا ایک مکمل نسخہ ایک روپیہ مین مل گیا ہے، اور بیچارہ بیچنے والا دعا دیتا ہوا چلا گیا، کتابین بہت سے ایسے ہندو خاندانون مین بھی جمع ہین، جو گذشتہ زمانہ مین اسلامی تمدن سے آشنا تھے، یہان پہلے ہندو امرا، عربی اور فارسی مین کامل دستگاہ رکھتے تھے لیکن اب ان کے خاندان مین الف اور بے بھی کوئی نہین پہچانتا، ہمارے دیکھتے دیکھتے یہان کے ہندو خاندانون پر ہندی نے قبضہ کر لیا ہے، مسلمان امرا کے یہان بھی کتابین بہت موجود ہین، لیکن اب امرا کے لڑکے فارسی اور عربی کی طرف نظر بھی نہین اٹھا کر دیکھتے، عموماً خاندانون مین انگریزی چڑ گئی ہے، اور بہت سے خاندان مین جہالت کی وجہ سے کتابون کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی ہے، اور کبوترون، پتنگون اور دوسرے دوسرے خرافات مین زندگی بسر کیجاتی ہے،

جو خاندان علم و فضل مین نہایت ممتاز رہ چکے ہین، ان کا بھی رویہ فارسی، اردو، اور عربی کی قلمی کتابونکی طرف سے نہایت غیر تشفی بخش ہے، خود مین اپنے خاندان کا ایک پر لطف قصہ بیان کرتا ہون، ہمارے بچا مرحوم کو جو ایک بیرسٹر تھے اور جنکی قابلیت اُن کے ساتھیون مین نہایت مشہور تھی، انسائکلوپیڈیا کی خریداری مین تھوڑے سے روپیے کی ضرورت ہوئی آخر انھون نے فیصلہ کیا کہ فارسی اور عربی کی پرانی کتابون سے لائبریری کو خالی کرین، انھون نے مدرسہ کے مولویون کو بلا کر کتابین دکھائین اور دو سو روپیہ کا مطالبہ کیا، بیچارے مدرسین کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ نہ تھا، اور یہ معاملہ ہمارے خاندان کی خوش قسمتی سے طے نہ ہو سکا، اسی لائبریری مین ہمارے خاندان کا بہترین خزانہ ہے اور ہمارے آبا و اجداد کے اپنے ہاتھون کے لکھے ہوئے بہت سے قلمی نسخے ہین، یہ واقعہ اکثر جگہ ہوا ہوگا، خاندان کے بہترین خزانے لٹا دئے گئے ہین، صوبہ بہار کی آب و ہوا بھی کتابون کے لیے کچھ مفید نہین ہے اور چونکہ کتابونکی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی اور بچانے کا مصالحہ کسی کو اب معلوم نہین ہے، اس لیے کتابین آئے دن برباد ہوتی جارہی ہین، اگر فوراً کتابون کو نقل نہ کر لیا گیا تو بہت سی نایاب کتابین ہمیشہ کے لیے دنیا سے ناپید ہو جائنگی، اگر نقل مین بہت خرچ کی ضرورت ہے تو کم سے کم فہرست کی تیاری مین ہاتھ لگایا جائے، اور کتب خانون کے مالکون کو کتابون کی قیمت سے آگاہ کرنا چاہیے، میرا تو خیال ہے کہ اگر یورپ کے کتب خانون کے لیے یہ کتابین خرید لیجائین تو بہتر ہے، ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مین اپنے ملک سے باہر کتابون کو کیون بھیجدینا چاہتا ہون، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ کتابین ہندوستان مین خریدی نہین جائینگی تو بہتر ہے کہ کہین بھی محفوظ رہین، کیڑون کے پیٹ سے بہتر، امریکہ انگلستان، فرانس اور اطالیہ کے کتب خانے ضرور ہین، شاید جب ہندوستان مین اقبال کا دور دورہ ہو تو یہ کتابین یہان واپس آجائین، یہان کے امرا سے یہ بھی اُمید نہین کہ وہ اپنے اس خزانہ کو بھی کسی قومی لائبریری کو عطا کردین، ہان اگر حضور گورنر خود چٹھی لکھدین تو کتابین آپسے آپ بھیجدیجائینگی، اب تکمریٹ کے ایسا علم دوست گورنر ملنا مشکل ہے، اس لیے اس کی بھی کوئی امید نہین ہے کہ کتابین صوبہ کے

میوزیم ہال مین جمع کردیجائین، گورنر موصوف نے سنسکرت اور ہندی کی کتابون کو بہت جمع کرایا ہے اور ہندو راجگان سے بہت سے چندے اس کام کے لیے جمع کئے گیے تھے، اگر حضور موصوف اردو، فارسی اور عربی کی کتابون کے لیے اپنی توجہ کو مبذول کرتے تو بہت سی کتابین جمع کرلیجا سکتی تھین،

خدا بخش خان مرحوم نے کتابونکو حاصل کرنے مین اتنی مستعدی دکھلائی تھی کہ بعض مرتبہ لین دین کے معمولی اصولون کو بھی آپنے نظرانداز کردیا تھا، مین نے جب اپنے ایک ہندو دوست سے فہمائش کی کہ وہ اپنے یہان کے نادر نسخون کو خدا بخش خان لائبریری مین بھیجدین تو انھون نے اپنے والد کے ایک وصیت کا تذکرہ کیا جس مین انھین حکم دیا گیا تھا کہ "گنگا مائی کے سپرد کردینا لیکن وکیل صاحب کی لائبریری مین نہ بھیجنا"

یہان کے ہر خاندان مین کم سے کم ایک دو قلمی کتاب ضرور ملے گی جب ہم اور ہمارے دوست جناب قاضی عبدالودود صاحب اسی کوشش مین گھوم رہے تھے، تو اکثر خاندانون سے اس مسئلہ پر گفتگو کا موقع ملا، عموماً یہ حضرات اپنی لائبریری سے ناواقف تھے، اور ہم لوگون کے بے حد اصرار پر جب وہ لائبریری کے کمرہ مین تشریف لیجاتے تو انھین اپنے یہان کے جواہر ریزے کی خبر ہوتی تھی، ہمارا خیال ہے کہ پٹنہ مین ابھی دس ہزار قلمی کتابین موجود ہین اور ان مین اکثر ایسی نادرالوجود ہین جو بڑی لائبریریون مین بھی نہین ملین گی،

سردست عظیم آباد کے مندرجہ ذیل بڑے کتب خانے ہمین معلوم ہین،

(۱) **کنور جگدیش**، جو سکھون کی سب سے بڑی عبادتگاہ کے پاس ہرمندل کی گلی مین رہتے ہین ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، کنور موصوف کے آبا و اجداد فارسی اور عربی کے ماہرین مین گذرے ہین اور ان لوگون کے متعلق شاہی باورچی خانہ کا انتظام تھا، آپکے یہان دہلی دربار کی بہت سی کتابون کا ذخیرہ تھا، مین نے جدو ناتھ سرکار کو ان سے روشناس کردیا تھا اور پروفیسر موصوف بھی ان کتابون کی بہت تعریف کرتے تھے، جس وقت ہم لوگ وہان گیے تھے تو کتابین نوکرخانہ کی الماریون مین ڈھیر تھین اکثر قرآن سونے اور چاندی کے حروف مین لکھے ہوئے مین نے خود دیکھے ہین، حاشیہ پر اکثر کتابون کے

زعفران سے مینا کاری کیگئی تھی، ایک کتاب مین دہلی کے تمام عمال کا روزنامچہ تھا اور بیگمات کا نام بنام تذکرہ تھا، کنور موصوف نے اپنی تمام کتابون کو صادقپور کے کسی حکیم کو دیدیا ابھی تک مجھے حکیم صاحب کا پتہ نہین لگا ہے، خدا کرے وہ اچھے ہاتھون مین پہنچ گئی ہون،

(۲) **مولوی منظر الرحمن** صاحب کا کتب خانہ بھی گمنامی مین پڑا ہوا ہے، مولوی صاحب سر علی امام کے بڑے داماد ہین، اور پٹنہ کے بہت بڑے رئیس، مولوی صاحب موصوف کو اپنی زمینداری کے اشغال سے بہت کم وقت کتابون کے ملاحظہ کا ملتا ہے، پہلے ان کی کتابین اُن کے موضع پر تھین، خود مین نے اکثر ان سے درخواست کی کہ کتابین خدا بخش خان لائبریری کو دیدیجائین لیکن انھون نے صاف انکار کر دیا، پھر مین نے بانکی پور مین منگا لینے کے لیے کہا، الحمدللہ کہ یہ درخواست منظور ہوئی اور وہ اب ان کے کمرہ کو زینت بخشتی ہین بہت سی کتابین ضایع ہو چکی ہین، لیکن اب انشاءاللہ امید ہے کہ ضائع نہین ہونگی، اگر مولوی صاحب نے اجازت دی تو مین ایک فہرست اوسکی شایع کرونگا، اور مشہور کتابون کے متعلق ریویو لکھوانے کی کوشش کرونگا، دیکھئے اس مین کہانتک کامیابی ہوتی ہے،

(۳) **نواب گذری** کا بھی کتب خانہ شہرۂ آفاق تھا، اب ان کے صاحبزادون مین یہ کتابین تقسیم ہو گئی ہین، اگر اس خاندان کے کسی حضرات مثلاً جناب میان صاحب، جناب مبارک علی صاحب (ممبر کونسل) جناب عباس علی صاحب (ممبر کونسل) کوشش کرین تو بہت سے نادر نسخے دستیاب ہون کاش تھوڑی سی کاوش کر کے کتابون کی فہرست بنا لیجائے تو بھی غنیمت ہے،

(۴) **رائے جگدیش بہادر**، مہراج گھاٹ کے یہان بھی شاہی وقت کی بہت سی کتابین ملین گی، رائے صاحب رائے شتاب رائے کے خاندان کے رکن کہلاتے ہین اور مین نے خود ان کے یہان ایک تلوار دیکھی ہے جس مین لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوا تھا، یہ ان کے خاندان کا بہترین ورثہ سمجھا جاتا ہے، رائے صاحب نے ہم سے تذکرہ کیا تھا کہ جب رائے شتاب رائے کو گنگا مین ڈوبانے کے لیے انگریز چلے

تو انھون نے برجستہ اشعار کہے ہین اور یہ اشعار ان کے پاس موجود ہین،

(۵) **ڈیانوان**، جو پٹنہ سے دس میل پر واقع ہے، وہان بھی ایک نہایت قیمتی لائبریری موجود ہے لیکن اوس کے متعلق بھی دنیا کو کچھ علم نہین ہے حالانکہ اس کے موجودہ مالک ایک روشن خیال اور تعلیم یافتہ بزرگ ہین، امید ہے کہ جناب سرور اپنی لائبریری سے دنیا کو باخبر رکھنے کی کوشش کرین گے،

(۶) **پھلواری شریف**، کا کتب خانہ صوبہ کا یکتا کتب خانہ ہے، یہ سجادہ صرف تصوف یا روحانیات کا سرچشمہ ہی نہین رہا ہے بلکہ یہان علم وفضل کی گرم بازاری بھی رہی ہے، اس سجادہ پر حضرت فرد سے یگانہ شاعر اور حضرت مجیب سے جید عالم بھی گذرے ہین، موجودہ سجادہ نشین مولٰنا شاہ بدرالدین مدظلہ نہایت روشن خیال بزرگ ہین، معلوم نہین آپ نے اپنے یہان کے کتب خانے کی کوئی مکمل فہرست تیار کرائی ہے یا نہین، ضرورت ہے کہ وہان کی قلمی کتابون سے ملک کو روشناس کیا جائے، بزرگان خانقاہ کی توجہ سے امید ہے کہ وہان کتابین نہایت حفاظت سے رکھی جاتی ہونگی کیونکہ غالب اور راسخ کے خطوط بھی آج تک وہان محفوظ ہین،

(۷) **نواب احمد** صاحب سنگی دالان کے یہان بھی ایک بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے، لیکن ہم لوگون کی بدقسمتی سے یہ بہت دور ایک دیہات مین پڑا ہوا ہے، جناب نواب صاحب سے ہم لوگون نے درخواست کی کہ کتابین یہان منگائی جائین لیکن ناکامیابی ہوئی معلوم نہین کتابون کا کیا حشر ہو رہا ہوگا

(۸) میری نظر سے کتابین مولوی حفیظ صاحب رئیس صدر گلی، مولوی فصیح احمد صاحب رئیس لودی کٹرہ، جناب قاضی عبدالودود صاحب کی بھی گذری ہین، انشاء اللہ تعالی آیندہ بعض کتابون کے متعلق استفسار کرکے پبلک مین ان کے متعلق اپنے معلومات پیش کرونگا، ہمارے یہان بھی تھوڑی سی کتابین بچ گئی ہین، بہت سی وصلیان تو مین نے زمین مین سے نکالی ہین، بعض بہت نادر الوجود ہین،

ایک نسخہ کشاف کا ۷۲۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاغذ میں حیرت انگیز پائداری ہے اور روشنائی میں غضب کی چمک یہ نسخہ نجوان میں لکھا گیا تھا، تین سو تین کتابیں اور علوم و فنون کی بھی ہیں، ایک سفرنامہ اعتصام الدین کا ہے یہ سفیر بنکر جارج سوم کے یہان شاہ دہلی کی طرف سے گئے تھے اور اگر یہ کتاب شایع ہو جائے تو بہت سی تاریخی تاریکیان دور ہو جائین، آجکل یہ نسخہ مولنا ابو الکلام کے پاس ہے،

(۹) اخیر مین یہ تذکرہ کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ یہان ایک مارواڑی تاجر "جیلان" نامی عربی اور فارسی کی پرانی کتابون کو جمع کر رہے ہین، مین بابو صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا آپ نے قلعہ کی مشہور تاریخی عمارت کو خرید لیا ہے اور دو لاکھ لگا کر پوری مرمت بھی کر ڈالی ہے، ان کے پاس پرانی اشیار کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، کتابین ابھی بیس پچیس سے زیادہ نہین ہین لیکن جو کتاب ہے وہ نادر ہے، ایک قرآن تین انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا نہایت باریک حروف کا قلمی ہے، ایک قرآن کل تیس صفحات پر مشتمل ہے مین اُن کے پورے ذخیرے پر مضمون لکھنے والا ہون، کاش یہان کے مسلمان رؤسا اس سے سبق لین اور کاش وہ اپنی پوری کوشش پر اتنی ہی رقم قیمت خرچ کرتے جتنی بابو صاحب ایک کتاب پر خرچ کرتے ہین مین نے سنا ہے کہ انھون نے قرآن مجید کا صرف ایک نسخہ تیرہ ہزار روپیہ مین کلکتہ سے منگایا ہے، آپکے پاس تصویرون سکون اور تمام پرانی اشیار کا بہترین ذخیرہ ہے،

مین نے ان اوراق مین اپنی صرف چند روز کی کوششون کا حال لکھا ہے اگر دوسرے حضرات پٹنہ اور نواحی پٹنہ یا بہار کے کتبخانون پر قلم اٹھائین تو مجھ سے بہت زیادہ لکھ سکتے ہین، کیونکہ اس خطہ مین ہر شہر اور ہر دیہات کے ہر شریف اور خاندانی آدمی کے پاس دو ایک بھی قلمی کتاب ضرور ہے، اور انکی مجموعی تعداد خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ سے سہ چند ہو جائیگی، کاش انکی فہرست ہی یکجا ہو جاتی اور وہ خدا بخش خان لائبریری مین محفوظ رہتی تا کہ اہل علم کے لیے ان کی طرف مراجعت کرنا ممکن ہوتا یہ ایک عظیم الشان علمی کام ہے، اور دار المصنفین کو ادھر توجہ کرنا ضرور ہے،

معارف: ہمارے دوست نے دار المصنفین کو جس فرض کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے، کتابونکی خریداری کے لیے وہ کم از کم ایک ہزار سالانہ خرچ کرتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ رقم

دار المصنفین کی بساط کو دیکھتے ہوئے گو کسی قدر زیادہ ہو لیکن ضرورت کے مقابلہ مین یہ بہت کم ہے، اگر اس مدمین کافی روپیہ ہمارے پاس ہو تو اس سے بہت زیادہ کیا جا سکتا ہے،

ہمارے دوست یہ سنکر خوش ہونگے کہ عظیم آباد پٹنہ کے رقبہ کے اندر **دیسنہ** کے نوجوانون نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے پرانے اندوختہ کو محفوظ رکھین گے، چنانچہ وہ بوسیدہ اوراق کو جمع کر رہے ہین، ترتیب دے رہے ہین، اور اُنکو مرمت، اصلاح اور جلد بندی کے بعد اپنے "کتبخانۂ اصلاح" مین محفوظ کر رہے ہین، اُن کی علیحدہ فہرست بھی انھون نے ترتیب دی ہے،

مترجمات

فینلینڈ مین عربی زبان

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات ندوی

دنیا کی دوسری قومون کی طرح عرب بھی اپنے عہد ماضی کی یاد تازہ کر رہے ہین، زمانہ سابق مین ان کا تمدن، انکی تہذیب، ان کے علوم و فنون جن ممالک تک پھیلے تھے اور جس طرح پھیلے تھے اوسکی تفصیل و تشریح کر رہے ہین، ذیل کا مضمون اسی قسم کی کوشش کا نتیجہ ہے اصل مضمون فینلینڈ کے ایک صاحب قلم نے لکھا ہے لبنان (شام) کے رہنے والے ارشید باکون تومادیو المعلوف نے جو فینلینڈ کی سیر و سیاحت کی غرض سے وہان گئے تھے اس کا عربی مین ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ شام کے مشہور علمی رسالہ مجلۃ المجمع العلمی العربی مین شایع ہوا، ہم نے اس کا ترجمہ اسی عربی مضمون سے کیا ہے،

(ابوالحسنات ندوی)

سرزمین فینلینڈ بحر منجمد کے شمال سے بحر بالٹک کے جنوب تک اور مشرقی روس سے سوئڈن کے مغربی حصہ تک پھیلی ہوئی ہے اس ملک کے باشندونکی تعداد تین لاکھ سے کچھ زیادہ ہے، سودم انکی ملکی زبان مین فینلینڈ کا نام ہے جس کی طرف انتساب کے ساتھ وہ اپنے تئین سودمی کہتے ہین، یہان کے تمام باشندے مسیحی مذہب رکھتے ہین یہان کی زبان یورپ کی تمام زبانون مین ہنگری زبان کے سوا اور کسی کے ساتھ کوئی مناسبت نہین رکھتی، لیکن اس کے صرفی قواعد تمامتر ترکی زبان کے صرفی قواعد سے مشابہ ہین، حالانکہ ان دونون زبانون کے الفاظ مین قطعاً کوئی مناسبت و مشابہت نہین ہے،

لیکن ایک عرب کے لیے سب سے زیادہ تعجب انگیز اس ملک مین خالص عربی نامون کا مقبول عام ہونا ہے مثلاً یہان بکثرت مردون کے نام سالم، عمر اور علی وغیرہ اور عورتون کے نام عدلہ، سلمیٰ، سلیمی، لیلیٰ اور فریدہ وغیرہ ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین کہ ۱۸۰۹ء سے پہلے یعنی جب یہ ملک حکومت سوئڈن کے قبضہ مین آیا، اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات قائم تھے جسکی شہادت وہ عربی سکے دیتے ہین جن پر خط کوفی مین تحریرین ہین اور یہ سکے آج تک اس ملک کے پایہ تخت ہیلسنگفورس کے عجائب خانہ مین محفوظ ہین، اور ان چیزون مین سے جو اس ملک کے ساتھ عربون کے تجارتی تعلقات کو ثابت کرتی ہین، وہ چاندی کے چھ سو سکے ہین جو کوہتلا " Kuhmala " کے علاقہ مین پائے گیے ہین، یہ سکے جو تھر پیلے کوئلے کی ایک کان مین چھپے ہوئے تھے بہ ترتیب دوسری تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے سکے ہین یہ سکے ابھی ۱۹۲۲ء کے موسم سرما مین پائے گئے ہین،

۱۸۰۹ء مین سوئڈن کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد روسی حکومت کا علم اس پر سایہ فگن ہوا لیکن ۱۹۱۷ء مین جب روس مین فتنہ و فساد شروع ہوا اور روسی حکومت کمزور ہوگئی تو اس کمزوری کے زمانہ مین قیصر کے چنگ استبداد سے جو مظلوم و مغلوب ممالک آزاد ہوئے ان مین سے ایک ملک فینلینڈ بھی ہے، اس آزادی و استقلال کے بعد یہان جمہوری حکومت قائم ہوگئی،

گذشتہ چند سال مین فینلینڈیون نے یورپ کی اکثر قومون پر جسمانی ریاضتون اور اولمپی کھیلون مین اپنا تفوق ظاہر کیا ہے چنانچہ ان کھیلون مین انکا مقابل انگریزون اور امریکنون کے سوا اور کوئی نہین فینلینڈیون نے ان کھیلون مین تنوع بھی پیدا کیا ہے،

علوم و فنون کے ساتھ فینلینڈیون کو بیحد شغف ہے اس لیے اونکی آبادی کا ایک چھوٹا سا گاؤن بھی ایسا نہین ہے جہان متوسط یا ابتدائی درجہ کا مدرسہ نہ ہو سب سے اعلیٰ درسگاہ اور علمی مرکز ان کا کالج ہے جسکی بنیاد خاص پایہ تخت مین ۱۶۴۰ء مین پڑی تھی، اسی کالج مین وہ عربی زبان و فنون کی تعلیم حاصل کرتے ہین، اور روز بروز جس طرح دیگر علوم و فنون مین ترقی کر رہے ہین عربی لٹریچر کے ساتھ بھی انکا شغف و انہماک بڑھتا جاتا ہے

اس سلسلہ مین سب سے زیادہ مستحق ذکر مرحوم جارج اوجسٹ ولین ہین جنھون نے گذشتہ صدی مین عربی زبان کی تعلیم کی مستقل شاخ اس کالج مین قائم کی تھی، اس واقعہ سے پہلے فنلینڈ کی علما عربی زبان کی صرف اتنی تعلیم کے لیے اہتمام کرتے تھے جتنی کہ عبرانی توراۃ کے متن کے سمجھنے مین انھین مدد دیتی تھی، لیکن مرحوم جارج ولین ان مین سب سے پہلے شخص تھے جنھون نے اس زبان مین پوری مہارت حاصل کی بدقسمتی سے یہان اُن کے بعد اس مین اُنکا کوئی صحیح جانشین پیدا نہ ہوا،

۱۸۱۱ء مین پروفیسر جارج ولین فنلینڈ کے مغربی جزائر الینڈ مین پیدا ہوئے، اور فنلینڈ کے مذکورہ بالا کالج مین تحصیل علم کی تکمیل کی، اور وہین لاطینی زبان مین ایک کتاب لکھی جس کا نام "متقدمین عرب اور اور متاخرین کے لب ولہجہ مین اہم فرق" ہے، یہان سے ۱۸۴۳ء مین روس گیے اور پایۂ تخت مملکت روس کے پٹرسبرگ کالج مین داخل ہوکر خاص عربی زبان کی تکمیل کرتے رہے انھون نے اس کالج کے پروفیسر عربی شیخ طنطاوی سے اچھی طرح استفادہ کیا، شیخ طنطاوی کی تحریک وتشویق سے ان مین عربی کی نشر واشاعت کی سرگرمی پیدا ہوئی یہانتک کہ خود ان ممالک تک پہنچکر تکمیل عربی کا جذبہ پیدا ہوا جہان عربی زبان ملکی زبان ہے،

۱۸۴۳ء مین وہ فنلینڈ سے روانہ ہوئے اور اس زمانہ کے ان مشکلات سفر کی جو ریلون اور جہازون کے نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی تھین، انھون نے کوئی پروا نہ کی، سب سے پہلے وہ مصر آئے، یہان سے انھون نے وہابیون کے مقبوضہ علاقون (نجد، عسیر، یمامہ وغیرہ) کا سفر کیا، پھر بغداد، اصفہان، بصری اور دمشق کی سیاحت کی ان تمام اطراف مین وہ چھ برس تک رہے، انھون نے بدوی طرز زندگی انکی زبان اور لب ولہجہ اُن کے عادات واخلاق کو سیکھنے اور ان پر عمل پیرا رہنے کی پوری کوشش کی، ان اطراف ملک کی طبعی اور جغرافی حالات کا غور سے مطالعہ واستقصا کرتے رہے، پروفیسر مرحوم نے اس سفر مین اپنے ساتھ دواؤن اجڑی بوٹیون اور دوسرے آلات طبیہ کا کافی ذخیرہ ساتھ لے لیا تھا، وہ طب اور فن معالجہ سے واقف تھے اس لیے ان کو قبائل عرب مین بڑی ہردلعزیزی حاصل ہوگئی شیوخ قبائل اُنکی بڑی عزت کرتے تھے، خود پروفیسر

مرحوم کو بھی ان سے اتنی محبت و یگانگت ہو گئی کہ انھون نے ان لوگون کا طرز معاشرت، عادات و اخلاق بیان تک وضع لباس بھی اختیار کر لیا، اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اپنا نام بھی بدلکر عبد الولی رکھا، اور مرتے دم تک اپنے کو عبد الولی ہی لکھتے رہے،

۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء مین و لندن مین مقیم اور بلاد عرب کا جغرافی نقشہ کھینچنے مین شریک رہے، اس کے بعد ۱۸۵۰ء مین اپنے ملک کے ہیلسنگفورس کالج مین عربی زبان کے پروفیسر مقرر ہوئے، کالج مین نوجوانان فینلینڈ کی بڑی جماعت انکی بے نظیر عربی دانی سے فائدہ اٹھانے اور عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے پہلے تو بڑی ہمت اور نشاط شباب کے ساتھ اٹھی لیکن افسوس ہے کہ پروفیسر ممدوح کی موت ۱۸۵۲ء کے بعد انکی تمام سرگرمیان بالکل ٹھنڈی پڑ گئین، مرحوم پروفیسر کو ہیلسنگفورس کے ایک قدیم مقبرے مین دفن کیا گیا، اور اُن کی قبر پر ایک پتھر مین صرف ان کا نام "عبد الولی" عربی رسم خط مین کھدوا دیا گیا، ہیلسنگفورس کالج مین آج تک ان کی ایک تصویر موجود ہے اس مین وہ اسی عربی ملبوس مین ہین جو برابر پہنا کرتے تھے یعنی عمامہ، قبا اور پٹکا،

پروفیسر عبد الولی نے اپنے ہاتھ سے ابن الفارض کا قصیدہ حائیہ جس کا مطلع "اومیض برق بالابیرق لاحا" ہے اس کی شرح (از شیخ عبد الغنی النابلسی) کے ساتھ لکھا اور لاطینی زبان مین اس کا ترجمہ کر کے ہیلسنگفورس کے سنگی مطبع مین چھپوا کر شایع کیا تھا، پروفیسر مرحوم نے اپنے شاگردون کی آسانی کے لیے اپنی طرف سے بھی اس پر حواشی و تعلیقات لکھے تھے، اس کے علاوہ انکی اور بھی عربی تحریرین ہیلسنگفورس کالج کے کتبخانہ مین موجود ہین اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ ہم ان کو بھی ناظرین کی خدمت مین پیش کرینگے، لیکن ان مین سب سے زیادہ قابل ذکر انکی روزمرہ کی یادداشتین ہین جو وہ اپنے سفر بلاد عرب کے دوران مین لکھا کرتے تھے اس مین وہ تمام عجیب و غریب اور دلچسپ واقعات جمع ہین جو ان کو اثنائے سفر مین پیش آیا کیے، یہ "یادداشتین" پانچ جلدون مین انکی موت کے بعد شایع ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہ نہین کہ آج تک ان کا مطالعہ سرد ملک کے باشندون کے دلون مین عرب کی گرمی محبت اور ان خوبصورت ممالک کے سفر و سیاحت کا مزید شوق و ولولہ پیدا کرتا ہے

فینلینڈ کے رہنے والے پروفیسر عبدالولی سے پہلے فینلینڈ کے ساتھ عربون کے قدیم تعلقات، یہان کے تمدن واخلاق پر عربون کے اثرات اور اپنے ابا و اجداد کے آداب وتہذیب مین عربونکی تاثیرات کو بالکل بھول گئے تھے، اور اس قدر بیگانہ بنگئے تھے کہ عربون کے تمدن وتہذیب اور ان کے ملک کے حالات تک سے قطعاً ناآشنا تھے البتہ عربون کے جو ضمنی تذکرے توراۃ اور انجیل مین آگئے ہین اُن سے کسی حد تک واقف تھے، لیکن پروفیسر عبدالولی ہی تھے جنھون نے اپنی قوم مین عربون کے اخلاق وعادات اور انکی تہذیب وتمدن کی یاد تازہ کی، اور اب فینلینڈ کی قوم مین عربون کے تمدن واخلاق اور اُنکی زبان کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ حال مین ایک فینلینڈ کی انجنیر نے ایک کشتی بنائی جو دوسری کشتیون سے مقابلہ کے موقع پر سرعت رفتار مین سب سے اول آئی اس کا "الطیر" نام رکھا،

افسوس ہے کہ پروفیسر عبدالولی کے شاگردون مین کوئی ان کا صحیح جانشین نہین ہوا، بعضون نے تو انکے بعد عربی کے ساتھ دلچسپی لینا قطعاً چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اس قدر عربی حاصل کی جس قدر کہ توراۃ عبرانی سمجھنے اور پروفیسر تلکوئیسٹ کی ہدایت ورہنمائی مین بابل اور اشور کی اینٹون کی تحریرین پڑھنے کے لیے کافی ہوئی، ہان ملک بھر مین چند اشخاص نے اُسکی طرف توجہ کی اور عربی مین مہارت تامہ حاصل کرنے کے لیے ہمت ونشاط اور پوری جد وجہد سے کام لیا مثلاً اویفالو جنا آفندی تلنڈر مین جنھون نے اسکی تحصیل وتکمیل مین اپنی پوری ہمت وکوشش صرف کی، انھون نے حال مین ایک کتاب لکھی ہے جس مین وہ تمام عربی الفاظ جمع کردئے ہین جو اسپینی زبان مین پائے جاتے ہین، اس کتاب مین اندلسی عربون کے حالات، اسپین پر ان کے اثرات، ان کے تمدن وتہذیب، علوم وفنون، اخلاق وعادات اور رسم ورواج سے متعلق بہت سے مفید معلومات ہین،

یہ ہماری زبردست توقع ہے کہ اہل فینلینڈ نے علوم وفنون اور تمدن وتہذیب کی تکمیل مین یورپ کے مقابلہ مین جیسی غیر معمولی سرگرمی دکھائی ویسی ہی سرگرمی عربی زبان وفنون کی تحصیل وتکمیل اور اپنے ملک

مین اس کی توسیع واشاعت مین بھی دکھائینگے تاکہ علوم وفنون مین بے نظیر ترقی کا جو درخت انھون نے لگایا ہے عنقریب اُس کا لذیذ ترین ثمر حاصل کرسکین، ہماری اس توقع کے لیے ایک فال نیک روسی مقبوضات سے تاتاریون کا ترک وطن کرکے فنلینڈ مین اقامت پذیر ہونا بھی ہے، کیونکہ ان مہاجر مسلمانون کو شعائر دین اسلامی کی حفاظت اور اپنے مذہبی فرائض کے ادا و تکمیل کے لیے اس بلیغ زبان کی تحصیل کی لازمی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے مطابق ان مین صریح جذبہ و ولولہ موجود ہے، اس لیے اُن کی یہ آمد اس ملک مین عربی زبان کی وسعت و ترقی کا بہترین ذریعہ ہوگی،

یوحنا اتینین کرسکو فنلینڈی،

تلخیص و تبصرہ

فن جراحت کی حیرت انگیز ترقی

موجودہ عہد مین فن جراحت کی ترقی نے اس کے عملی نتائج کو بالکل معجزہ کی صورت مین پیش کیا ہے،

آج سے سو برس پہلے فن جراحت صرف فصد اور معمولی پھوڑون کے چیرنے پھاڑنے تک محدود تھا، یورپ نے دوسرے فنون کی طرح اسکو بھی ترقی دی اور گذشتہ پچیس تیس سال کے اندر اس کو بہت زیادہ نمایان وسعت و ترقی حاصل ہوئی لیکن جنگ عظیم کے زمانہ سے آج تک جو ترقی اس فن مین ہوئی اس نے اسکو اعجاز کی حد تک پہنچا دیا ہے، ڈاکٹر میتیل سمعان (مصر) ابھی جرمنی اور آسٹریا مین ایک سال تک رہ کر آئے ہین انھون نے آسٹریا مین اس فن کے جو حیرت انگیز نتائج عمل دیکھے ان مین سے بعض کو الھلال مصر مین شائع کیا ہے، وہ لکھتے ہین،

(۱) دائنا کے ایک شفاخانہ مین قید خانہ سے ایک قیدی بھیجا گیا جس کے پیٹ مین شدید درد و نفخ تھا اور قے بھی ہوجاتی تھی، طبی معائنہ اور قیدی کے بیان سے معلوم ہوا کہ بریوس ٹپرول کے بکس کے اسکرو کا قبضہ اور سرڈین (ایک قسم کی انگریزی مچھلی جو ڈبون مین بند ہوتی ہے) کا ڈبہ کھولنے کا آلہ نگل گیا ہے، مریض قیدی نے اعتراف کیا کہ اس نے قید خانہ سے چھوٹ کر اپنی مدت قید اسپتال مین گذارنے کے لیے ایسا کیا ہے، ڈاکٹرون نے پیٹ چاک کرکے ان چیزون کا نکالنا ضروری قرار دیا کیونکہ ان تکالیف کے علاوہ مریض کی آنتون مین سخت سوزش بھی تھی، چنانچہ جب پیٹ چاک کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اوسکی آنت کے ایک حصہ مین جابجا سوراخ ہوگیے ہین، ان سوراخون کے ہر چہار طرف سخت اورام ہین، اور یہی اس سوزش کا سبب ہین،

ان خرابیون کی وجہ سے ڈاکٹرون نے اوسکی آنت مین سے تقریباً چھ ہاتھ اور پندرہ سنٹیمٹر آنت کاٹ دی اس عمل نازک کے ٹھیک تین ہفتہ بعد یہ مریض بالکل صحتیاب ہوکر شفاخانہ سے نکلا لیکن یہ قیدی جرائم کا سخت عادی تھا اس نے اس واقعہ کے تین ہی مہینہ بعد پھر جرم کیا، ماخوذ ہوکر قیدخانہ مین داخل ہوا اور پہلے مرتبہ کی طرح پھر اُسنے بریوس پٹرول کے اسکریو کے تین قبضے کھالیے، اس مرتبہ پھر اس کا پیٹ چاک کرکے وہ قبضے نکالے گئے آنت کا کچھ ٹکڑہ کاٹ کر الگ کر دیا گیا اور کچھ دنون مین شفایاب ہوکر وہ آزاد ہوا لیکن ابکی ابھی تین مہینے بھی نہین گذرے تھے کہ پھر وہ کسی جرم مین ماخوذ ہوا اور حسب عادت قیدخانہ مین لوہے کے پانچ چھوٹے ٹکڑے اور ایک پندرہ سنٹیمٹر کی کانٹی نگل گیا، ابکی مرتبہ جب وہ اسپتال مین داخل ہوا تو اوسکی حالت بظاہر ایسی نازک تھی کہ قریب قریب مردہ معلوم ہوتا تھا، بہرحال اس پر عمل جراحی کیا گیا اور اوسکی آنت کا پھر کچھ حصہ کاٹ کر وہ نگلی ہوئی چیزین نکالدی گئین اور حسب معمول تھوڑے ہی دنون مین اچھا ہوگیا، مجھے معلوم ہوا کہ اسی طرح یہ سخت جان انسان اپنی تئین تھوڑے تھوڑے دنون کے بعد اب تک تین مرتبہ اور مبتلائے آلام کرچکا ہے اور ہر مرتبہ عمل جراحی اسپر کیا گیا اور اچھا ہوکر نکلا، کسقدر حیرت انگیز امر ہے کہ یہ عجیب وغریب مخلوق ہنوز زندہ اور صحیح و سالم ہے،

(۲) ایک تاجر نے تجارت مین سخت نقصانات اٹھائے، عالم یاس وحزن مین اس نے اپنے تئین ہلاک کر لینے کے قصد سے اپنے سینہ سے بندوق لگاکر چھوڑ لی، گولی اس کے سینہ کے بائین جانب اس زور سے لگی کہ سینہ کے ڈھچر کو توڑ دیا گوشت اور بعض ہڈی تک ریزہ ریزہ ہوگئی ایک بڑا سا سوراخ جسکا طول ۲۵ سنٹیمٹر اور عرض ۵ سنٹیمٹر تھا ہوگیا اس کی آنتین باہر نکل پڑین، پیٹ اور سینہ کے اندرونی اعضا ایک دوسرے مین مخلوط ہوگئے اور نہایت کثرت وسرعت کے ساتھ خون نکلنے لگا، زخمی تاجر اسپتال مین بھیجا گیا اور وہ بندوق لگنے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد وہان پہنچا، معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کے سینہ اور پیٹ کے بیچ کا پردہ جو دونون کے اعضا کو الگ رکھتا ہے پھٹ گیا ہے، قلب کی تھیلی بھی پھٹ گئی ہو اسکے گرد وپیش اس کثرت سے خون جمع ہوگیا ہے کہ قلب کی حرکت سست پڑگئی ہے اور بائین پھیپھڑے کے نچلے حصہ مین متعدد زخم لگے ہین،

ضروری صفائی کے بعد پہلے آنتین اپنی جگہ پر رکھدی گئین اور وہ سوراخ جو پیٹ اور سینہ کے درمیان مین تھا بند کردیا گیا، قلب کے آس پاس کا خون خوب دھو دینے کے بعد اسکی تھیلی سی دی گئی، پھیپھڑے کے زخمون مین بھی ٹانکے لگا دئے گئے اور اس کو ہوا دیگئی جس سے اس مین حرکت پیدا ہوگئی اور وہ اپنا کام کرنے لگا، اس تکمیل عمل کے بعد پھر اندر سے شدت کے ساتھ خون آنے لگا جسکی وجہ سے اسکا پیٹ دوبارہ کھولا گیا معلوم ہوا کہ طحال بھی پھٹ گیا ہے، ڈاکٹر نے طحال کو جڑ سے کاٹ کر نکالدیا اور اس کے بعد پھر پیٹ بند کردیا گیا، تیمار داری و نگرانی کے تمام موجودہ وسائل کام مین لائے گئے، یہان تک کہ مریض تا جرد و مہینے مین پوری صحت پاکر نکلا اور اب اسکا وزن علالت کے پہلے کے وزن سے سات کیلوگرام زیادہ تھا،

(۳) ایک شخص اسپتال مین آیا جسکی عمر پچیس برس کی تھی لیکن اوسکا جسم ایسا تھا کہ وہ بارہ تیرہ برس کا معلوم ہوتا تھا، چہرہ پر ساٹھ برس کے بوڑھون کی طرح جھریان پڑی ہوئی تھین اور اس کے تمام اعضا چھوٹے چھوٹے، دبلے پتلے اور اتنے کمزور تھے کہ وہ کچھ کام کاج کرسکنے کی قوت نہ رکھتا تھا، اس کا باپ جو ساتھ آیا تھا اسکی بیماری سے سخت پریشان تھا، اس نے تمام ڈاکٹرون سے علاج کرایا تھا اور کوئی دوا ایسی نہ چھوڑی تھی جو اس کو بتائی گئی ہو، اور اس نے استعمال نہ کرائی ہو، اس نے مدتون اس کو پہاڑ پر بھی رکھا، لیکن ان مین سے کسی تدبیر سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا، اسپتال کے ڈاکٹر نے مرض یہ تشخیص کیا کہ اس کے دماغ کے سخت اور ٹھوس غدود مین سے ایک غدہ متورم ہے اسکی تائید رونتجن شعاعون سے بھی ہوئی، ڈاکٹر نے نشتر لگانا تجویز کیا، مریض اور اس کا باپ دونون خوشی سے راضی ہوئے، مریض کی کھوپڑی کھول کر غدہ کے ورم پر نشتر لگایا اور ورم زائل کردیا گیا، اس عمل پر پورے چھ مہینہ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مریض بالکل اچھا ہوگیا اسکی صورت بارہ تیرہ برس کے لڑکے سے ایک جوان آدمی کی صورت مین متغیر ہوگئی اور اب وہ پورا جوان نظر آنے لگا جسم کے ساتھ ساتھ اسکی عقل، اس کے ادراک اور اس کے شعور مین بھی ترقی ہوئی اور وہ ہر قسم کے کام کرسکنے کے قابل ہوگیا،

فن جراحت کی موجودہ ترقی نے اس کو متعدد مزمن امراض میں بھی نہایت کامیاب ثابت کیا ہے مثلاً سل، امراض قلب اور کسی عضو کا شل ہو جانا وغیرہ، سل ریوی (پھیپھڑے کا سل) کے متعدد مریضوں پر یہ عمل جراحت کامیاب ثابت ہوا کہ مریض کے اس پھیپھڑے کے جانب کے اضلاع جو مرض سے متاثر ہے الگ کر دئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ایک جانب کا پھیپھڑا بالکل سمٹ گیا، اس میں کے تمام گندے اورام خود بخود مندمل ہو گئے اور اسی اندمال کے ساتھ ساتھ تمام جراثیم بھی ہلاک ہو گئے اور وہ مریض صرف ایک ہی پھیپھڑے کے ساتھ اس موذی مرض سے بے خوف و خطر زندہ رہا، اس طریق عمل کی کامیابی کی وجہ سے میں نے دیکھا کہ مرض سل کے مخصوص ماہر ڈاکٹر بھی اکثر حالت میں مریض کو اپریشن ہی کا مشورہ دیتے ہیں اور مریض اپریشن سے بالکل صحیح ہو جاتا ہے، جدید طریقہ علاج میں بعض امراض قلب کا علاج بھی اپریشن ہی سے کرتے ہیں، چنانچہ ذبحہ قلبیہ (قلب کے آس پاس میں ایک قسم کی چبھن) جو نہایت تکلیف دہ اور دفعتہً پیدا ہو جانیوالا درد ہے اس کا علاج بھی اپریشن ہی کے ذریعہ سے کامیاب ثابت ہوا ہے، اتنا معلوم ہے کہ اس کا سبب قلب کی تھیلیوں کا انقباض ہے اس بنیاد پر قلب کے ایک مخصوص ماہر ڈاکٹر نے عضلات قلب میں سے ایک عضلہ کو کاٹ کر علیحدہ کرنا تجویز کیا تاکہ اس میں انقباض پیدا ہی نہ ہو، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ڈاکٹر نے عمل کیا اور اب تک تین مریضوں پر یہ عمل جراحت اچھی طرح کامیاب و سود مند ثابت ہو چکا ہے،

رنجن شعاعوں کی مدد سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ بہت سے مریض جن کے اعضائے اسفل مفلوج معلوم ہوتے ہیں اس مفلوجیت کی وجہ ان کے اعصاب میں کسی خرابی کا پیدا ہو جانا نہیں ہوتی بلکہ صرف ان اعصاب پر خارجی طور پر کوئی دباؤ اس کا سبب ہوتا ہے مثلاً پیٹھ کے اعصاب کے سلسلہ میں کسی ورم کا ہو جانا یا اس کی ہڈیوں کے اندرونی حصہ میں کسی دمل کا پیدا ہو جانا وغیرہ، ایسے مریضوں پر اپریشن ہی کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے یکبارگی وہ دباؤ زائل ہو جاتا ہے، تم اس مریض کے تعجب و حیرت کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو مدتوں اپنے پاؤں کو حرکت تک نہ دے سکتا تھا لیکن اس عمل کے بعد وہ نقل و حرکت کے قابل اور

دوسرونکی طرح چلنے پھرنے اور دوڑنیکے لائق ہوگیا ہو،

اس وقت سب سے زیادہ قابل توجہ اپریشن کے ذریعہ سے مثانہ، گردہ اور پروستاتا وغیرہ مسالک بول کے امراض کا علاج ہے، آج سے کچھ دنون پیشتر تک معالج گردہ کے عمل جراحت کے وقت سینکڑون قسم کے اندیشے کرتا تھا، لیکن آج نہایت اطمینان اور کامیابی کے ساتھ یہ عمل کیا جاتا ہے، جوانون کو چھوڑ و بوڑھون تک پر یہ عمل نہایت کامیاب ثابت ہوتا ہے، ایک مریض کا ذکر سننے کے لائق ہے، ایک جوان جسکی عمر اٹھائیس برس کی تھی شفاخانہ مین آیا، اس کے بائین پہلو مین درد کی مزمن تکلیف تھی، پیشاب مین درد کے ساتھ مواد آتا تھا، معائنۂ طبی اور پیشاب کی جانچ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اس کے بائین گردہ مین سل کے جراثیم و جروح موجود ہین اور مرض کا اثر بڑھکر مثانہ تک کو متاثر کر چکا ہے، ڈاکٹر نے گردہ کو کاٹ کر الگ کر دینا تجویز کیا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن مثانہ اپنی ضرورت و احتیاج کی وجہ سے باوجود مرض اس امید پر باقی رہنے دیا گیا کہ مریض جوان ہے عقاقیر کے ذریعہ سے اسکو شفا ہو جائیگی، لیکن کچھ دنون علاج کے بعد معلوم ہوا کہ مثانہ پر علاج کا کوئی مفید اثر نہین پڑتا، اسکی تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ پیشاب کو بالکل نہ روک سکتا تھا، اب ناچار مثانہ پر بھی عمل جراحت کیا گیا، وہ اس طرح کہ مثانہ پورا نکالکر مجری بول داہنے گردہ کی طرف داہنے پہلو مین پیٹ کے نیچے ایک بڑا سوراخ کرکے بنا دیا گیا، اس بڑے سوراخ مین کاوتشوک (غالباً ربڑ کی قسم کی کوئی چیز ہے) کی ایک تھیلی رکھدی گئی جس مین پیشاب گرا کرے، یہ عمل اچھی طرح کامیاب ثابت ہوا، مریض کو پوری صحت ہوگئی، اس کے قوے مضبوط ہوگیے اور وہ ہر طرح کے کام کاج کرکے دوسرونکا بار اٹھانے کے قابل ہوگیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود دوسرون پر بار تھا،

علاج الجراحتہ کے ان بیشمار نتائج حسنہ مین سے جوان ممالک مین روزمرہ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہین یہ چند واقعات اسکی حیرت انگیز کامیابی کے ثبوت مین غالباً کافی ہونگے، مین نے آغاز تحریر مین ان کو معجزات سے تعبیر کیا ہے؟ کیا اس کے سوا کسی اور لفظ سے بھی ہم اسکی تعبیر کرسکتے ہین؟ موجودہ زمانہ مین صحت کی خرابیون اور آئے دن گوناگون امراض کی پیدائش کے باوجود ہمارے مشرقی اطبا نے فن جراحت کی طرف سے جس طرح چشم پوشی کرلی ہے، کیا چشم پوشی صحیح اور مناسب

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صدسالہ سالگرہ

گذشتہ جولائی کے تیسرے ہفتہ مین، اسے ہاتک رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے لندن مین، اپنے عمر کی ایک صدی کی تکمیل پرشاندار طریقہ سے سالگرہ منعقد کی، کئی مہینون تک تیاریان ہوتی رہین، مختلف علمی مجالس کو دعوت دیگئی تھی جن مین قابل ذکر برٹش اکیڈمی، (لندن) رائل اکیڈمی، (بلجیم) کانکلیج انسٹیٹیوٹ (ہالینڈ) اسکول آف اورنیٹل سٹیڈیز، فرنچ اسکول آف فار ایسٹ، اسکول آف اورنیٹل لنگوجز، اور اسکول آف اورنیٹل لیٹریچر آف رومہ ہین، شرکائے مجلس مین سفیر جاپان، وزیر افغانستان اور تقریباً ۲۸ علمی مجالس کے نمائندے تھے، مجلس نے عام جلسہ کے بعد سہولیت وآسانی کے لیے تمام مباحث کو چار شعبون پرتقسیم کردیا تھا شعبۂ اول کا نام مجلس شرق بعید تھا اور اس مین چین جاپان، انڈوچائنا، سیام اور ملایا کے ممالک داخل تھے، اس شعبہ کے صدر مسٹر ایل، سی، ہاپکنس تھے، اس مین پہلے دن رومہ یونیورسٹی کے پروفیسر جی، وکاکا "تیرھوین صدی کی ایک انجیل" پر اور مسٹر سٹرسن کا، "ملایا کی ایک قدیم ترین تحریر" پرمضمون پڑھے گئے، دوسرے دن ایم پال پیلیاٹ پروفیسر ڈبلو، ای، سوتھ ہل، ڈاکٹر سٹین کونونے تقریرین کین اور مباحث مین حصہ لیا، تیسرے دن مسٹر ایل، سی ہاپکنس اور مسٹر ار، ایل، ہابسن، کا مشترکہ مضمون پڑھا گیا، پروفیسر الگزف، ڈاکٹر لینن گاٹل، پروفیسر ایسن، اور مسٹر جی، آر، ایس میڈ نے اپنے مضامین پڑھے اور مباحث مین حصہ لیا، اس کے آخری اجلاس مین پروفیسر کارنیلیس پی بریڈلی نے اپنا فاضلانہ مضمون سنایا اور اس کے بعد ایچ ڈی، چوسی چو سفیر چین نے اپنی تحریر سے حاضرین کو مستفید کیا، دوسرے شعبہ کا نام مجلس اقوام قدیمہ تھا، اور یہ سامی، ممیری، مصری، وغیرہ پرمشتمل تھی، اس کے صدر پروفیسر لنگڈن تھے، پہلے دن پروفیسر برسٹیڈ نے مصری طب پر ایک تحریر پڑھی، ڈاکٹر بلیک مین نے اس تحریر پر اظہار رائے کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر ہال نے ار العبید اور بحرین کی برطانوی تحقیقات کے متعلق ایک مصور لکچر دیا، دوسرے دن ایم تھرو (نین) مسٹر ڈبر الور، مسٹر گڈ، پروفیسر واٹرین اور پروفیسر باگوبین نے

تقریرین کین، پروفیسر لنگڈن نے پروفیسر لکن بل کا مرسلہ مضمون "اولین انڈو یورپین" پڑھ کر سنایا، تیسرے دن ڈاکٹر ڈانخ ڈاکٹر گسٹر، پروفیسر کر خو مسٹر فرینڈ لینڈر، نے اپنے مضامین پڑھے جنکو بہت دلچسپی سے سنا گیا، تیسرا شعبہ ہندوستان کے متعلق تھا، اور اس کے صدر مشہور پروفیسر اے، اے، مکڈونل تھے، پہلے دن سر جارج گریرسن کی غیر متوقع علالت سے کوئی کارروائی نہ ہو سکی، دوسرے دن ڈاکٹر ایف، ڈبلو ٹامس نے چار سنسکرت تمثیلات پر اپنا مضمون پڑھا، ایم سیلوین لیوی، اور ڈاکٹر سٹین کونو نے اس پر اظہار رائے کرتے ہوئے مضمون نگار کی بڑی تعریف کی، اس کے بعد پروفیسر اے، وی ولیم جیکسن نے اپنا مضمون پڑھا، بعد ازان ڈاکٹر سٹن نے قدیم ختن کا ایک عہد شاہی" کے موضوع پر ایک تحریر سنائی، تیسرے دن مسٹر این سی چٹرجی نے "ہندوستان قدیم کے طریقۂ حرب" پر ایک مضمون سنایا اور اس کے خاتمہ پر مسٹر پی، جے، تھوما نے "ابتدائی ہندی مسیحیت" پر تقریر کی، جناب صدر، مسٹر اتھوون، سر جان ولیس، وغیرہ نے بحث مین حصہ لیا، چوتھے دن مسٹر جیسٹن، اے، ایبٹ نے سیواجی کے متعلق پرتگالی تاریخ پر ایک مضمون پڑھا، اس کے بعد ڈاکٹر ولیم کرک کا مضمون، اس شعبہ کے ناظم مسٹر ڈیو ہرسٹ نے پڑھکر سنایا،

آخری شعبہ، مجلس اسلامی کے نام سے موسوم تھا، اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے مشہور ادیب پروفیسر مارگولیس اس کے صدر تھے، فاضل مستشرق، ڈاکٹر ای، جی براؤن نے حاظرین و شرکائے مجلس کا خیر مقدم کیا، بیرونی دنیا کے جن اشخاص نے اس مین حصہ لیا ان مین لائق ذکر پروفیسر جین ڈنیس، پروفیسر مسگنن، پروفیسر منارزکی اور پروفیسر کرسٹن زن، اور پروفیسر ونسنک ہین، پہلے دن ڈاکٹر نکلسن نے مولنا رومی کی تصنیف "فیہ ما فیہ" پر روشنی ڈالی، اس کے بعد مسٹر اے، ایچ ہارسے نے زین الانصاری کی کتاب فتوحات الہیہ پر جو تصوف مین ہے ایک مضمون پڑھا، ڈاکٹر براؤن نے الغزنی کے ایک فارسی ترجمہ کے متعلق جس کا ابھی ابھی پتہ چلا ہے، مختصر الفاظ مین تذکرہ کیا، پروفیسر دمی، منارزکی نے "ایران مین ترکی السنہ" پر ایک عالمانہ خطبہ دیا اور کپتان کرسول نے تصاویر کے ذریعہ قلعہ قاہرہ کے اثریات پر لکچر دیا، پنجشنبہ کے دن مسٹر ای، جے ہولیارڈ علالت کی وجہ سے غیر حاضر تھے

کی کیمیا، کی ابتدا" پر تقریر نہ کر سکے اور مسٹر کرنکو نہایت ہی اطمینان سے "عربی لغت کی ابتدا" اور ایام جاہلیت کی شاعری" پر مضامین پڑھنے کا موقع مل گیا، انھین مضامین پر بحث شروع ہوئی، اور اس کے دوران مین معلوم ہوا کہ پروفیسر لون عنقریب دیوان جریر شایع کرنے والے ہین، جبعہ کی کارروائی پروفیسر گویلامی کے مضمون سے جو بعض مباحث درمیان علمائے اسلام و مسیحیت" کے زیر عنوان تھا شروع ہوئی، یہ مضمون ابوقرہ راہب حران کی ایک کتاب مجادلہ پر مبنی تھا، پروفیسر موصوف اس کتاب کو بہت جلد اڈٹ کرنے کے بعد شایع کرنے والے ہین، آخری مضمون مسٹر ار، پی، ڈبو ہرسٹ کا تھا، اس مین انھون نے عربی و فارسی عروض کے مطالعہ کے چند نتائج پیش کیے تھے اور متنبی، سعدی اور حافظ پر زیادہ زور دیا تھا،

تنجور کا شاہی کتب خانہ

انسائیکلوپیڈیا کی ۹ وین اشاعت کی جلد ۲۳ صفحہ ۴۳ مین ہم پڑھتے ہین کہ

"ہندوستان کی قابل ذکر لائبریری تنجور کا شاہی کتبخانہ ہے، جو سولھوین صدی کے اواخر یا سترھوین صدی کے اوائل مین، جبکہ یہ علاقہ تلگو ناکون کے قبضہ مین تھا، قائم ہوا تھا، ان لوگون نے ان سنسکرت کتابون کو جو تلگو حروف مین ہین جمع کیا، اٹھارہوین صدی مین مرہٹون نے اس علاقہ کو فتح کیا اور اس وقت سے یہ کتبخانہ برابر ترقی کر رہا ہے، اس کا ایک بڑا حصہ سرفوجی بھونسلا نے اپنے قیام بنارس ۱۸۲۰ء کے دوران مین حاصل کیا تھا، اس کے جانشین سیواجی نے بھی چند کتابین جمع کین لیکن وہ کوئی اہمیت نہین رکھتین، اس وقت اس کتب خانہ مین تقریباً اٹھارہ ہزار کتابین ہین یہ کتابین دیوناگری، نندی ناگری، تلگو، کنڑا، گرنتھا، ملایالم، بنگالی، پنجابی، کشمیری، اور اڑیہ زبانون مین ہین، ان مین سے آٹھ ہزار پتون پر لکھی ہوئی ہین، ڈاکٹر برنل نے ۱۲۳۷۵ کتابون کا اپنی فہرست کتب مین تذکرہ کیا ہے،

اب یہ کتب خانہ، سرد ستی محل لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، حکومت نے عام استفادہ کیلئے اسے پبلک کتبخانہ بنا دیا ہے اور وہی اس کے مصارف کی کفیل ہے، اپنے وسعت مباحث، کثرت تعداد اور تنوع السنہ

کے لحاظ سے ہندوستان مین اس کی شاید کوئی نظیر نہین حکومت ہند نے اس ذخیرہ کی اہمیت ۱۸۶۹ء مین سمجھ لی تھی، اور اس کے زیر ہدایت مدارس حکومت نے مسٹر کیفورڈ پروفیسر سنسکرت کو تجور کے قلمی نسخون کی فہرست ترتیب دینے کے لیے مقرر کیا، مسٹر کیفورڈ نے بہت کم کام کیا، اور ۱۸۷۱ء مین ڈاکٹر برنل سیشن جج اس خدمت کے لیے نامزد ہوئے، ڈاکٹر موصوف نے نہایت ہی انہماک و جوش سے کام شروع کیا اور ۱۸۸۰ء تک ایک فہرست کتب شایع کرتے رہے لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۸ء تک اس کتب خانہ کی حالت نہایت ہی ابتر و خراب رہی، اس کے لاتعداد نسخے اس خزانہ سے نکل کر دوسری جگہ چلے گئے، اور صرف ڈاکٹر برنل کی فہرست انکی موجودگی کا ثبوت ہے، اور حال مین تو اس بیش بہا مجموعہ کو یورپ کے ہاتھون بیچ دینے کا سامان بھی ہو چکا تھا، لیکن نہ معلوم کیون یہ گفتگو دفعتہً ختم ہوگئی، جب سے یہ کتب خانہ ایک قومی ملکیت ہوئی ہے، اس نے سنبھالا لیا ہے، اور اسی قلیل عرصہ مین، علم دوست اصحاب نے اسے قلمی نسخون کے تین بیش بہا مجموعے پیش کیے ہین، یہ گنگلکر، جمبوناتھ بہت لنداگئی، اور پتن اودھوتا کے جمع کیے ہوئے ذخائر ہین اور انکی تعداد ۲۲۳۱۱ ہے، ۱۹۲۰ء سے ہرسال تقریباً ۳۰ ہزار اشخاص اوسکی زیارت کو جاتے ہین اور ایک ہزار قلمی نسخے دیکھے جاتے ہین، اس ذخیرہ کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس مین سنسکرت زبان کے تقریباً اہم نسخے جو مختلف زبانون مین ہین موجود ہین، سولھوین سترھوین اور اٹھارھوین صدی کے جنوبی ہندوستان کے مصنفین کی تصانیف بکثرت موجود ہین، تاریخی تصانیف، تمثیلات، قصائد، جینی مذہب کے متعلق تصانیف، شاستروں کی تفاسیر، اور دیگر مذہبی کتب کے حواشی اس کتب خانہ کی زینت بڑھاتے ہین،

اخبار علمیہ

سنہ ۱۹۲۲ء مین، ۹،۹۲۹،۹۲۹ اشخاص برطانوی عجائب خانہ دیکھنے گیے، یہ تعداد گذشتہ سال سے ۸۰،۰۰۰ زائد ہے، صرف اتوار کے جانیوالون کی تعداد ۶۰۹۴۴۳ ہے،

———

۴ اگست سے ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء تک ۴۰،۰۰۰ بلجیم سپاہی، لڑائی مین کام آئے اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۸ء سے ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۳ء تک ۴۵،۰۰۰ زخمی سپاہیون مین سے ۱۰ فی صدی گیس کے اثر سے مرگیے،

———

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰،۰۰۰ زائد ہے،

اس وقت انگلستان مین ۹۷۸،۰۰۰ موٹرین ہین، دو سال کے اندر یہ تعداد بڑھی ہے پہلے صرف ۵۰۰،۰۰۰ تھی،

———

گذشتہ سال انگلستان مین ۱۱۸۶۴،۹۰۰۰۰ اشخاص نے ریل کا سفر کیا، ان مین سے صرف ۵ حادثہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے، سنہ ۱۹۲۱ء مین ۶۸۳۶۷۵۰۲۵۴ مسافرین مین ۱۹ کی جانین تلف ہوئی تھین،

———

سویڈن کے ایک کارخانۂ اراکشی کے مالک نے دعوی کیا ہے کہ وہ لکڑی کی بیکار چھیلیون اور برادہ کو بجائے ایندھن جلاکر گیس پیدا کرسکتا ہے، اس طرح سے تقریباً ۱۰ فی صدی ایندھن بچ جائیگا،

بکس اور ڈبے بنانے مین اس وقت تک لکڑی یا کاغذ کے موٹے تختے استعمال کئے جاتے تھے، لیکن اب روسی کارخانہ نے برادہ اور راکھ سے ایک ایسا قوام تیار کیا ہے جس سے لکڑی اور کاغذی تختے بنائے جاسکتے ہین، اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس کو سخت و نرم دونون رکھ سکتے ہین،

اس وقت پیرس، مغربی دنیا کے فیشن کا مرکز ہے، اس سے پہلے یہ عزت اطالیہ کے ایک شہر میلن کو حاصل تھی،

انسان وحیوان ہی کو خداوند تعالیٰ نے قوت بینائی عطا فرمائی تھی، اب ماہرین سائنس نے بیجان چیزون مین بھی یہ خصوصیت پیدا کر دی ہے، اس آلہ کا نام "برقی چشم" ہے، اس سلسلہ سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے، ڈاکٹر البرٹ نیوبرگر کے سر اس ایجاد کا سہرا ہے،

گذشتہ چار سالون مین دو بہت بڑے برف کے پہاڑ سمندر مین بہتے ہوئے پائے گیے ہین، ان مین سے ایک ۷۰۰ فٹ بلند تھا، اس مین سے ۲۴۰ فٹ سطح آب کے اوپر تھا، دوسرا ۱۵۶ فٹ بلند پانی کے اوپر اور ۱۶۰ فٹ لنبا تھا اس کا وزن ۳۶۰۰۰۰۰ ٹن تھا، اور جہاز ٹیٹینک سے ۱۰۰ گنا بڑا تھا،

اگرچہ اس وقت تک مختلف غیر ملکی آلے موسم کے حالات معلوم کرنے کے لیے بنائے جاچکے اور کچھ نہ کچھ کامیاب بھی ثابت ہو چکے تھے تاہم دور کے موسم کے لیے اب ایک آلہ بنایا گیا ہے، ننسی کے پروفیسر روتھے کے اس آلہ کے ذریعہ، دور دراز کے طوفان کی وسعت، سختی، اور تخریبی قوت نہایت آسانی سے معلوم کیجاسکتی ہے،

اسپین کے بادشاہ، امرا، وعلماء کے سامنے مارلس ڈی سستاکارا کے مسٹر کے نے ایک عجیب تجربہ کی نمائش کی ہے، وہ دھات کے تھر کو اپنی آنکھوں پر باندھ لیتا ہے اور پھر جو چیز بھی اس کے سامنے رکھ دیجائے اس کو پڑھ دیتا ہے، کمال اتنا ہی نہیں ہے بلکہ وہ ملفوف خط کے مضمون کو بھی بلا کھولے ہوئے پڑھ دیتا ہے، ماڈرڈ دارالسلطنت اسپین کے سائنسدان اس مسئلہ کے حل کرنے کی فکر کر رہے ہین،

ہر شخص کو اس کا علم ہے کہ ریل مین کوئلہ کا ایک بڑا حصہ صرف ہوتا ہے، اور کوئلہ کی کمی و گرانی پر اس کا بڑا اثر ہے، اب سویڈن کے ایک موجد نے جس کا نام ِنگ سٹارم ہے اس کا حل نکالا ہے، اس نے انجن کے ہر عضو کو چھوٹا کر دیا ہے، اور اس طرح انجن کا پیٹ بھی کم ہوگیا ہے مگر اس سے انجن کی چال یا تیزی مین کوئی فرق نہین آتا، اور کوئلہ کی ایک بڑی مقدار بچ جاتی ہے،

پولیس نے مجرمین کی شناخت کے لیے انگوٹھے کے نشان کو ایک خاص اہمیت دے رکھی ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ کبھی بھی ایک آدمی کے نشان دوسرے آدمی سے نہین مل سکتے اور اس طرح اصلی مجرم کا پتہ چل سکتا ہے، مگر حال ہی مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا ہے جس نے اس خیال کو باطل ثابت کیا ہے، اور معلوم ہوا ہے کہ جعلی نشانات بھی بنائے جا سکتے ہین، مسٹر ایم، برتیلان نے اب دعویٰ کیا ہے کہ انگوٹھون کے بجائے کان کی ساخت سے مجرم کا پتہ لگانا زیادہ صحیح ہے،

برسون کی مسلسل کوشش کے بعد ایک ایسی دھات کے بنانے مین کامیابی ہوئی ہے، جو المونیم کی طرح سبک اور لوہے کی طرح سخت ہے، اس کا نام ڈورالومن ہے،

پانی سے بجلی حاصل کرنے کے لیے سیڑھی نما اونچی دیواریں بنائی جاتی ہین اور ان پر سے پانی کی چادرین گذرتی ہین، پانی کے گرنے اور بہنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے، دنیا کی سب سے بڑی دیوارین حال ہی مین ریاست کالفورنیا مین بنکر تیار ہوئی ہین، یہ دیوارین سطح چشمہ سے ۸۳ فٹ بلند ہین،

ٹیلیفون سے گفتگو کرنے مین اب تک دو آدمیون کی ضرورت ہوتی تھی اور بسا اوقات مخاطب کی غیر حاضری کام مین رکاوٹ ڈالدیتی تھی، اب جرمنی کے علمی سالہ نے ایک ایسے آلہ کے حالات شایع کیے ہین، جو مخاطب کی غیر حاضری مین متکلم کے الفاظ کو لکھ دیا کرے گا،

بحر اطلانٹک کے جہازات سب سے زیادہ صابون صرف کرتے ہین، چنانچہ تین جہازون کو سال بھر تک صاف رکھنے کے لیے ۵۰۰۰ گیلن رقیق صابون ۷۰۰۰۰ پونڈ نرم صابون، ۶۳۰۰۰ پونڈ سفوف صابون اور ۴۵۰۰۰ پونڈ سوڈے کی ضرورت ہوتی ہے،

حال ہی مین ایک چھوٹے سے جہاز نے جو صرف ۱۰ ٹن کا تھا، دنیا کے گرد ۳۱۱۵۹ میل کا سفر طے کیا ہے، یہ جہاز ۹ ستمبر ۲۲ء کو روانہ ہوا تھا، اور ۶ آدمی اس مین سوار تھے،

مسٹر کلیفورڈ بیرس کا بیان ہے کہ دنیا مین جتنی خودکشیان ہوتی ہین ان مین سے ۳/۴ خرابی دماغ کا نتیجہ ہین، اور جب تک ہر جگہ اس مرض کے مخصوص مرکز نہ بن جائینگے یہ صورت حال قائم رہیگی،

ہوائی پیمایش کے ذریعہ کاشت کی پیداوار کے اندازہ لگانے کا جو طریقہ ایجاد کیا جا رہا ہے، امریکہ نے اس مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے،

ادبیات

افکار ماجد

ہمارے دوست مولنا عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کی نسبت یہ سبکو معلوم ہے کہ وہ ایک پرزور خطیب، اور ایک رنگ خاص کے انشا پرداز ہین، مگر یہ شاید کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ ایک دیوان شعر کے بھی مالک ہین، مولانا اردو مین اکثر اور عربی و فارسی مین گاہے گاہے بطریق سلف اظہار راز کیا کرتے ہین، ذیل کی غزل مولنا نے میرے لیے ذاتی طور پر تحفۃً بھیجی تھی، لیکن مین تھوڑی جراٴت کرکے یہ تحفہ تمام ناظرین مین تقسیم کرتا ہون،

"اڈیٹر"

رونا غم فرقت مین کیا رنگ دکھاتا ہے	آنسو کے ہین قطرے یا دامن پہ کلیجا ہی
ویران کدۂ دل مین اب میرے دھرا کیا ہی	کچھ داغ ہین حسرت کے کچھ خون تمنا ہی
ہلچل ہی زمانہ مین، عالم تہ و بالا ہے	ہی وقت مدد مولا وہ وقت اب آیا ہی
ہو عزم طلب صادق تو یاس نہین ہوتی	جس نے تجھے ڈھونڈا ہی اس نے تجھے پایا ہی
ہے نقش فنا تیرا ہر شعبدۂ صنعت	ہستی تری ای دنیا کچھ بھی نہین دھوکا ہی
آنے کے یہ معنی ہین جانیکے لئے آئے	جینے کا یہ مطلب ہی اک دن ہمین مرنا ہی
تم دل سے اگر پوچھو تو دل سے مرے پوچھو	درد غم الفت کی ٹیسون مین مزا ہی
غیرونکی شکایت کیا اپنون مین نہین الفت	یہ وقت ہی ایسا ہے ایسا ہی زمانا ہی
ہنستے ہوئے اٹھے ہین وہ خواب سے اے ماجد	شاید کسی بیکس کو روتا ہوا دیکھا ہی

"نذر سلیمان"

از جناب راغب بدایونی،

کسی کو شوق سے عیش جہان نہین ملتا
نشاط یاس یہی ہے کہ "ہان نہین ملتا"

کچھ اُن کے فیض سے جز امتحان نہین ملتا
خوشی کہان کہ غم جاودان نہین ملتا

یہ حال ہو کہ مجھے بھی ہو اتفاق اُن سے
کہ میرے حال سے میرا بیان نہین ملتا

نقاب اُلٹتے ہین دیکر نگاہ چھینکے ہوش
زبان ملتی ہے لیکن بیان نہین ملتا

تھی تلاش تو ملتے تھے سو نشان اوسکے
ہوئی تلاش تو اپنا نشان نہین ملتا

خدا کا نام ہو کیا فتنۂ عہد کا فرین،
حرم کہان کہین دارالامان نہین ملتا

خزان کے رنگ سے ملتی ہوئی بہار تو ہو
مگر بہار سے رنگ خزان نہین ملتا

بلند نیزۂ قاتل پہ سر نہ ہو جب تک
جبین دل کو ترا آستان نہین ملتا

یہ ہر نفس نئے خطرے نئے ہین اندیشے
کہ آشیان مین مجھے آشیان نہین ملتا

فریب عجز تمنا کا نام ہے فردوس
مراد وسعی سے آرام جان نہین ملتا

نگاہ چاہئے حسن آشنا کہ ذوق نگاہ
جسے یہان نہین ملتا وہان نہین ملتا

یہ نور عرش "سلیمان" کی نذر ہے راغب
کہ عرش کو کوئی ایسے ارمغان نہین ملتا

"خطاب بہ حیات"

مولوی سید وہاج الدین احمد صاحب شمیم اسسٹنٹ پروفیسر اورنگ آباد کالج،

ہر چیز مین جہان کی جلوہ ہے عام تیرا
نیرنگیون مین دیکھا نقش دوام تیرا

شکل فنا مین پنہان، تیری بقا کا عنصر
ہر فرق مین نمایان، اک التیام تیرا

دنیا کا ہر تغیر، ترے ابد پہ شاہد | فطرت کی ہر خموشی، گویا پیام تیرا
موجون کی کشمکش مین، دیکھا تجھے نمایان | کہسار کی فضا مین، پایا قیام تیرا
کانٹون نے چبھ کے تیری تلخی بتائی ہم کو | پھولون نے ہنس کے بھیجا ہم کو سلام تیرا
غنچون نے تیری سن گن باد صبا سے پائی | بلبل نے بوئے گل سے، پایا پیام تیرا
تارون کی انجمن مین، تو نور بنکے چمکی | بالائے بام چمکا، ماہ تمام تیرا
موج نسیم بن کر کلیون کو گدگدایا | خرمن کو جب جلایا، تھا برق نام تیرا
ہر خار کی کھٹک مین، ہر شمع کی چمک مین | ہر درد کی کسک مین، پایا پیام تیرا
خمخانۂ ازل مین پیر مغان نے جس دن | ق | تو بجلیون سے کھینچا اک تلخ جام تیرا
کیا کیف روح پرور تجھ مین بھرا ہوا تھا | جس جس کو تو نے تاکا، وہ تھا غلام تیرا
مٹی پہ تجھ کو چھڑکا، وہ پھول بنکے مہکی | ذرے نے بنکے جگنو، چمکایا نام تیرا
خاکی ترے اثر سے، مسجود نوریان تھا | ق | ذرے کو طور کرنا، ادنیٰ تھا کام تیرا
سارے جہان نے چکھا، خالی ہوا نہ لیکن | گردش مین آج تک ہے پہلا وہ جام تیرا
اے آب روح پرور، ہر چند تو وہی ہو | ق | رندون مین پر کہان ہے، ذکر مدام تیرا
جو عاشق جفا تھے، ذوق طپش کو بھولے | بیگانۂ اثر ہے سوز تمام تیرا
پھر تیری شورش قم، مردون مین جان ڈالے | سوتون کو پھر جگا دے شور خرام تیرا
اے شمع بزم ہستی! پھر آرزو یہی ہے | جلنا ہوا کام میرا، تڑپانا کام تیرا

چھوڑا تسنیم تو نے انداز عاشقانہ
مقبول کس طرح ہو، طرز کلام تیرا

باب التقریظ والانتقاد

اخبار الاندلس

(جلد دوم)

اخبار الاندلس کے نام سے منشی محمد خلیل الرحمان صاحب (لاہور) ایس پی اسکاٹ صاحب کی تصنیف ہسٹری آف دی مورش امپائران یورپ (یورپ مین مسلمانونکی سلطنت کی تاریخ) کا جو مسلسل ترجمہ شائع کر رہے ہین، اُسکی دوسری جلد شائع ہوئی ہے، پہلی جلد پر گذشتہ سال کے کسی پرچہ مین ہم تبصرہ کرچکے ہین، اس وقت لائق مترجم کے کارنامہ کی دوسری قسط پیش نظر ہے،

مسٹر اسکاٹ اس عہد کے زندہ مصنفین مین ہین اور انھون نے از راہ لطف ہندوستان کے مسلمانون کو ان کی زبان مین اُن کے دور دست بھائیون کے عروج و زوال کی جو داستان لکھی ہے، اس کے سنانے کی اجازت مترجم موصوف کو دی ہے، مسٹر اسکاٹ اپنی تصنیف کے ان اوراق مین اکثر بے تعصب اور رحمدل نظر آتے ہین، مسلمانون کے مسرت افزا واقعات جب وہ لکھتے ہین، تو وہ خود بھی ہنسنے لگتے ہین، اور جب غمناک سوانح پر پہنچتے ہین تو اونکی آنکھون سے بھی آنسو کے قطرے ڈھلکتے معلوم ہوتے ہین، البتہ یورپ کی تاریخ نویسی کے عام اصول سے اونکا طرز بھی مستثنیٰ نہین یعنی یہ کہ واقعات کے سلسلۂ بیان مین جہان جہان کڑیان ٹوٹتی ہین، یا علل واسباب کی تلاش کی جہان ضرورت پیش آتی ہے اپنے قیاس وگمان کو وقائع کا رنگ دینے کی کوشش کرتے ہین،

پیش نظر جلد آٹھ بابون پر مشتمل ہے، جو پندرھوین باب سے شروع ہوکر بائیسوین باب پر ختم ہوتی ہے، یہ آٹھون باب تعلیقات وحواشی کو چھوڑکر ۲۲۷ صفحون کو محیط ہین، ان ۲۲۷ صفحون مین یورپ مین اسلامی حکومتون

کی تاریخ سنہ ۷۱۲ء سے شروع ہوکر ۱۴۹۲ء پر تمام ہوتی ہے، یہ آٹھ باب اسلامی حکومتون کے حسب ذیل انقلابی دورون پر منقسم ہے،

باب ۱۵، سسلی (اٹلی) پر اغلبیون کی حکومت اور خاتمہ،

باب ۱۶، اندلس کے چھوٹے چھوٹے مختلف حکمران اور عیسائیون کا خروج،

باب ۱۷، مرابطین کا عروج، جنھون نے ان متفرق اجزا کو متحد کرکے عیسائیون کا مقابلہ کیا، اور انکو شکست دی،

باب ۱۸، موحدین کا ظہور، مرابطین کا خاتمہ، عیسائیون سے معرکہ آرائی کا آغاز،

باب ۱۹، مسلمانون کا ضعف اور عیسائیون کی کامیابیان،

باب ۲۰، عیسائیون کی اندلس کی بازیافت کے لیے سعی،

باب ۲۱، غرناطہ سے آخری جنگ،

باب ۲۲، بازیافت کی تکمیل اور خاتمہ،

اندلس کی تباہی پر رندی نے جو پر درد عربی مرثیہ لکھا ہے، اس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے،

ہر باب مین اشخاص اور مقامات کے جو غیر معروف نام آئے ہین، مترجم نے تحقیق کرکے ہر باب کے آخر مین ان کی تصیح کی ہے، اور ان کے حالات لکھے ہین، مگر معلوم نہین مترجم نے صفحہ ۱۰۰ مین فاس کو فیض کیون لکھا؟ یہ غلطی آجکل اخبارات مین عام ہے، اسی طرح مصنف کے بیانات مین جہان کہین مترجم کو اعتراضات یا اغلاط نظر آتے ہین، یا اسلام کے متعلق مصنف کو جہان غلط فہمیان پیش آئی ہین، مترجم نے ذیلی حاشیون مین انکی تصیح کی ہے اور ان کے جوابات دئے ہین،

ترجمہ اکثر سلیس اور بامحاورہ ہے بعض الفاظ پر گرفت کیجاسکتی ہے مثلاً مال مغروتہ، مغروتہ غارت سے اسم مفعول بنایا گیا ہے، مگر یہ صریحاً غلط ہے، اسی طرح فارسی اضافت کی حالت مین "جنگہا" "جزیرہ نما" لکھنا صحیح نہین، "جنگہائے" اور "جزیرہ نمائے" چاہئے، "ہمدردی ہمدگری" (صفحہ ۳۲۱) بھی ٹھیک نہین، علی ہذا ایک ہی فقرہ

مین ایک لفظ کا واحد و جمع استعمال کرنا بھی اعتراض کے قابل ہے "مرابطین کا بقیۃ السیف گروہ جو اپنے موجودہ حکام سے ناخوش تھے" (صفحہ ۳۰۷ نیز صفحہ ۲۹۸) لفظ "غیر" کی ترکیب سے صفت بنتا ہے، مصدر نہین، اس بنا پر یہ کہنا، "غرض علما کے غیر مسامحت اور وحشیانہ ظلم سے" صحیح نہین صفحہ ۱۹۲ "عدم مسامحت"، کہنا چاہیے "اترا سمّ ادا کین" (صفحہ ۳۴۳) مراسم مذکر ہے، مؤنث نہین "کند وکاوی" (صفحہ ۲۰۲) اوراس قسم کے اور قابل اعتراض لفظ بھی مل سکتے ہین، با این ہمہ مترجم کی محنت، کاوش، اور ترجمہ کی عام طور سے سلاست اور روانی، مدح و تعریف کی مستحق ہے،

اردو مین اندلس مرحوم کی تاریخ کا اچھا خاصہ ذخیرہ مہیا ہوگیا ہے، مگر تفصیل اور تحقیق کے لحاظ سے اخبار الاندلس بہترین کتاب ہے، اور اس کو اردو مین منتقل کرکے مترجم نے ہماری زبان اور ہماری قوم دونون پر احسان کیا ہے، کتاب کی تیسری جلد بھی غالبًا تیار ہوچکی ہے، اور عنقریب شایع ہوگی، یہ پورا سلسلۂ تاریخی ہر کتب خانہ مین موجود رہنا چاہیے، کہ یہ اسلام کی سب سے بڑی عبرتناک داستان ہے۔ اور اس کو جس قدر دہرایا جائے اتنا ہی اچھا ہے، خصوصًا اس کتاب کے اوراق مین یورپ مین اسلامی حکومتون کے عروج و زوال کی مسرت انگیز اور حسرتناک دونون قسم کی تصویرین ایسی خوبی سے تیار کی گئی ہین، کہ مصنف و مترجم دونو کی صنعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے،

لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ، ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت پتہ: - نصیر کا لج، ربانی روڈ، لاہور

مطبوعات جدیدہ

آل ذوعین، پنجاب اور صوبہ متحدہ مین ایک بڑی اور معزز برادری ہے جو ہندو مسلمان دونون طبقون مین منقسم ہے، اور جس کو عموماً رائی یا رائین کہا جاتا ہے، اس قوم کے مسلمان ذی علمون کا دعویٰ ہے کہ یہ قوم خالص عربی نسل سے تعلق رکھتی ہے، اس کا سلسلۂ نسب عمالقۂ عرب کے اُس خاندان سے ملتا ہے جو ہکسوس یا دولۃ الرعاۃ کے نام سے مصر مین مدتون حکومت کر چکا ہے، اسی مناسبت سے اس قوم کے مسلمان افراد اپنی قوم کو راعی یا راعین کہتے ہین، اور اس نام کی انکی ایک کانفرنس ہے، ایک اخبار ہے، اور اُنکی تاریخ بھی لکھی گئی ہے، حال مین آل ذوعین کے نام سے منشی محمد ابراہیم صاحب محشر انبالوی نے اس قوم کی ایک تاریخ لکھی ہے، جس مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ یہ قوم یقیناً عرب سے آئی مگر اس کا تعلق عمالقہ سے نہین، بلکہ اذوائے یمن کے ایک خاص خاندان یعنی یریم ابن حرث ذوعین کی نسل سے ہے، حضرت مسیح سے ۱۱۴۰ سال قبل سبائے صغر یعنی حارث الرائش نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک حصے پر قبضہ کر لیا، جس کے انتظام کے لیے اپنے ایک ہم خاندان سردار یعفر بن سمر بن حجر ذی اعین کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا، پھر اس کے بعد جب خاندان سبا کے اصلی مرکز مین پر حبشیون کا تسلط ہوا، اور وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے تو اس خاندان کے کچھ لوگ اور ہندوستان مین آئے اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیون سے مل گئے، جناب منشی صاحب کا دعویٰ ہے، کہ ہندوستان کے ائین درحقیقت وہی آل رعین ہین، جو آج سے ۳۱ سو سال قبل ہندوستان مین آئے تھے، مصنف کے دعویٰ کی صداقت کے تولنے کے لیے مستقل تبصرہ کی ضرورت ہے، لیکن اونکی محنت اور جانفشانی کی داد دینا ہمارا ضروری فرض ہے، زبان اور طریقۂ بیان کا بعض اصلاح کا طالب ہے:۔ قیمت فی جلد ہے، پتہ:۔

منشی محمد ابراہیم محشر کوٹھی مہاراجہ جنید، انبالہ

ابطال اعجاز مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی، فرقہ احمدیہ کے بانی نے عربی زبان مین ایک قصیدۂ اعجازیہ لکھا تھا جس کے متعلق ان کا دعوی تھا کہ یہ قصیدہ الہامی ہے، اور اس کا جواب نہین ہو سکتا، اسی بنا پر انھون نے علمائے اسلام کو دعوتِ مقابلہ بھی دی تھی مگر مناظر علما تک قصیدہ کے پہنچنے سے پہلے میعاد مقرر یعنی بیس دن گذر چکے تھے، حال مین بہار کے ایک فاضل بزرگ مولوی حکیم سید غنیمت حسین صاحب اشرفی (مخدوم چک مونگیر) نے اس کے رد مین ابطال اعجاز مرزا کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین مرزا صاحب کے قصیدہ مین جو صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی خامیان ہین، ان کا استقصا کیا ہے، جس وقت یہ قصیدہ شایع ہوا تھا، اڈیٹر معارف کی طالب علمی کا زمانہ تھا، لیکن یہ غلطیان اس قدر صریح تھین کہ سرسری ہی مطالعہ سے وہ معلوم ہونے لگین، دوسرے حصہ مین مجیب نے اسی بحر و قافیہ مین، قصیدۂ اعجازیہ کا جواب دیا ہے جو ہر صاحب نظر کی نگاہ مین ادبی حیثیت سے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ سے زیادہ معجز ہے، معترض نے کہین کہین مجادلانہ شان بھی اختیار کی ہے جو صحیح نہین، مثلاً مرزا صاحب کا شعر ہے،

و اعطاهم الرحمن من قوة الوغی ❊ و ایدهم روح امین فابشروا

اس پر معترض کا اعتراض یہ ہے کہ اعطاء کا صلہ من نہین آتا، مگر درحقیقت یہان من صلہ کا نہین، بلکہ تبعیض کا ہے، یعنی لڑائی کی کچھ قوت، البتہ اس شعر مین روح امین کی تنکیر، اور فابشروا کا الف قطع فصیح نہین، اگر اسکو ہمزۂ وصل پڑھا جائے تو شعر وزن سے گرجاتا ہے، بہرحال مصنف نے اس رسالہ مین قابل ستائش محنت اور قابلیت سے کام لیا ہے، دوسرے حصہ کی قیمت ۸ر پہلے حصہ کی قیمت درج نہین، پتہ:- مطبعہ رحمانیہ مخصوص پور، مونگیر،

نظامیہ تقویم، یہ ایک جنتری ہے، جسے مدرسہ نظامیہ بمبئی کے طلبہ ترتیب دیتے ہین، اس وقت سنہ ۱۳۴۲ھ کی تقویم پیش نظر ہے، اس جنتری مین خاص خوبی یہ ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات، اور مسلمانون کی تاریخ کا اجمالی نقشہ برابر پیش کرتی ہے، صفحہ نو پر مسلمانون کی چھ زبانون اردو، فارسی، عربی، ترکی، پشتو اور بنگالی کے مرادف الفاظ اور جملے جمع کیے گئے ہین، یہ سلسلہ برابر جاری رہا تو ہندوستانی طلبہ کے لیے زیادہ مفید ہوگا، مگر طباعت کے متعلق

سخت احتیاط اور نگرانی کی ضرورت ہے، مثلاً عربی الفاظ کثیر یحییٰ، کم کی جلد پر کثیر یحییٰ اور نعم لکھا ہے، ترکی اور پشتو کے الفاظ پر اعراب دینا نہایت ضروری ہے، چھ آنے کے ٹکٹ بھیجنے پر جناب محمد الدین صاحب خادم مدرسہ نظامیہ بمبئی نمبر ۸ کے پتہ سے مل سکتی ہے،

مذہب اور تلوار، آریون اور عیسائیون کی طرف سے عموماً اسلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مذہب تلوار کے زور سے پھیلایا گیا، اس کے جواب مین مولوی اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی نے مذہب اور تلوار کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جس مین یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے علاوہ تقریباً ہر مذہب نے اپنی اشاعت کیلئے تلوار اٹھائی ہے، مسلمانون کی بہت سی قومین خود بخود اسلام لائین، مسلمانونکی تقریباً تمام مشہور جنگون کے اسباب وعلل کو بیان کرکے یہ دکھایا ہے کہ مسلمانون نے عموماً دفاع، اور مظالم کی روک تھام کے لیے تلوار اٹھائی کتاب کے سرورق پر کتاب کا خلاصہ مباحث ذیل کے لفظون مین تحریر ہے،

"جس مین اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہو کہ تلوار کا استعمال مذہب مین قطعاً ناجائز ہے"

مگر نہ تو یہ واقعہ ہے، اور نہ خود مصنف کی تحریر کا یہ صحیح خلاصہ ہے، طباعت اور مضمون دونون اعتبار سے یہ کتاب اچھی ہے اور مفید ہے، قیمت ۸ر پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

دختر سمرنا، ترکی کی مشہور ادیبہ خاتون خالدہ ادیب خانم کے مشہور ناول "قمیص من نار" (آتشین کرتا) کا اردو ترجمہ ہے جس مین فاضلہ موصوفہ نے ترکی اور یونان کی گذشتہ جنگ اور ترکون کے صحیح کیرکٹر کا نقشہ قصہ کے پیرایہ مین پیش کیا ہے، مترجم مولوی غلام ربانی صاحب لودھی (علیگ) نے بامحاورہ اور سلیس اردو مین ترجمہ کیا ہے، قیمت عہ/ پتہ: منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

تیغ کمال، یہ ایک ناول کا نام ہے، جس مین جناب مولوی راشد الخیری صاحب نے ترکونکی فتوحات اور اتحادیونکی دماغی پریشانی کو افسانہ بنا کر پیش کیا ہے، مولوی خیری صاحب نے زنانہ ادبیات کے بجائے عام فسانہ نگاری کی راہ مین بیسود قدم رکھا، قیمت عہ/ پتہ منیجر صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ پنڈی بہاء الدین پنجاب،

رجسٹرڈ نمبر ا ۷ ۱۸

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانی رح

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ

ایضاً حصہ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ (زیر طبع)

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف در طرز حکومت،

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات،

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہاد و مسائل

سوانح مولانا روم مولنا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ،

مقالات شبلی مولانا کے ۱۳ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ

رسائل شبلی مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ

بیان خسرو، خسرو کے حالات زندگی، اور انکی شاعری پر ریویو

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز قدما کا دور

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور

ایضاً حصہ سوم۔ شعرائے متاخرین کا دور،

ایضاً حصہ چہارم۔ فارسی شاعری پر ریویو

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو

موازنہ انیس و دبیر میر انیس کی شاعری پر ریویو

سفرنامہ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات،

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی عہد بعہد کی ترقیاں اور علمائے متکلمین کے نظریات و مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس،

الکلام۔ مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم مطبوعہ معارف زیر طبع

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلما میں مولنا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین اعلیٰ مطبع کی نمونہ

مجموعہ کلام شبلی، اردو

مثنوی صبح امید،

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات قطعات کا مجموعہ، جو ابتک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستہ گل بوئے گل، برگ گل، کے ناموں سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دیئے گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپائی قیمت

مولنا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر

تفسیر سورۂ والتین " "

تفسیر سورۂ والکوثر " "

تفسیر سورۂ عبس " "

الرای الصحیح فی من هو الذبیح، عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ،

اسباق النحو حصہ اول و دوم سہل طرز پر عربی گرامر اردو،

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر،

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ

مولنا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت زبان اور

جلد دوازدہم	ماہ محرم سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۲۳ء	عدد دوم

مضامین

شذرات

پنجاب کے مشہور سابق گورنر سر میکائیل اوڈوائر نے، ہندوستانی اور خصوصًا پنجابی اخبارات کی اپنے ایک مضمون مین بہت کچھ صحیح حد تک تنقید کی ہے، اول یہ کہ ہندوستان مین عمومًا یہ شریف پیشہ وہ لوگ اختیار کرتے ہین جو بلند حوصلہ ہوتے ہین، لیکن اپنے حوصلہ کی بلندی کے مطابق علمی اور عملی استحقاق نہین پیدا کر سکتے ہین، چونکہ ایسے افراد کے لئے کامیابی کے دوسرے دروازے پیدا ہوتے ہین، اسلئے یہ **آزاد پیشہ** جس کے حصول کے لئے کوئی علمی و عملی پابندی نہین، اور نہ اوس منصب کے پانے کے لئے کسی سند اور تصدیق کی حاجت ہے، اسلئے وہ کاٹھ کے چند چرخون، اور پتھر کی چند سلون اور کاغذ کے چند دستون اور بستون کو لیکر بیٹھ جاتے ہین اور فورًا ملک وملت کی زمام اپنے ہاتھ مین لیکر رہبری اور رہنمائی کا فرض انجام دینے لگتے ہین،
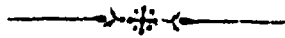
دنیا کے ہر طبقہ مین مخلص اور نیک نیت افراد کی کمی ہے، ملک کی رہنمائی کی عنان ہاتھ مین لیکر سب سے پہلی ضرورت یہ پیش آتی ہے، کہ اس کاغذی ناؤ کو مالی مشکلات کے طوفان سے بچایا جائے، جس سے خود اونکی ذاتی زندگی کا سہارا وابستہ ہے، مالی مشکلات کا خاتمہ صرف خریدارون کی کثرت سے ہو سکتا ہے، اور خریدارون کی کثرت اوسی وقت ہو سکتی ہے جب افراد کے خیالات اور جذبات مین ہیجان ہو، اسلئے اخبارات اس پر مجبور ہوتے ہین، کہ اپنے اور اپنے مالکون کی زندگی کی بقا کے لئے وہ افراد مین ہیجان اور اشتعال پیدا کرتے ہین، جذبات مین یہ ہیجان اور اشتعال پیدا کرنے والے دماغ اپنی فکر اور ہمت کی بلندی اور پستی کے مطابق مختلف بھڑکنے والے مواد اور مسالون کا انتخاب کرتے رہتے ہین، کبھی یہ ذاتی، کبھی خاندانی، کبھی ملکی

کبھی قومی، کبھی مذہبی، کبھی سیاسی اختلافات کو وہ اُبھار کر اپنے ناظرین کے جذبات کو برانگیختہ کرکے اپنی طرف مائل ہونے پر مجبور کرتے ہین، اور اسی کا نام اون کے نزدیک قومی ہمدردی مذہب کی حمایت، اور سیاسی جدو جہد ہو، اور یہ خیال یک قلم دل سے محو ہو جاتا ہو کہ اِن تحریکات کا اصل محرک اور باعث اونکے اندر کیا ہو؟

جو کچھ سر میکائیل اوڈوائر نے ہندوستانی اور پنجابی اخبارات کی نسبت لکھا ہو بعینہٖ یورپ اور انگلستان کے اخبارات پر صادق آتا ہو، وہان اخبارات پارٹیون اور جماعتون کی ملکیتین ہین، یا اون کی زبان حال ہین ہر پارٹی کا اخبار دوسری پارٹی کے خلاف جو کچھ زہر پھیلاتا ہو، جس طرح اوس کے خلاف پروپگنڈا کرتا ہے، وہ اخلاق اور تاریخ کی بدترین مثالین ہین، ٹائمز اور ڈیلی ہیرلڈ دونون روزانہ اخبارات ہین، ایک سرمایہ دارونکا حامی ہو، تو دوسرا مزدورون کا، اِن دونون مین سے جو ایک پڑھتا ہو، ناممکن ہو کہ وہ دوسرے کا دشمن نہ بنجائے اس کے علاوہ ہندوستان کی دنیا تو صرف ہند کا برِّ اعظم ہو، یہان کے اخبارات اسی ملک کی قومون کو باہم تیغ بکف رکھتے ہین، لیکن وہان کے اخبارات کی دنیا تمام کرۂ عالم ہو، وہ جس طرح ایک قوم کو دوسری قوم کے برخلاف اُبھارتے اور مشتعل کرتے ہین، اوس کے نتائج ہر روز دنیائے سیاست مین نیا ہنگامۂ فتنہ و فساد قایم کئے ہوئے ہین، اِس بنا پر یہ عیوب حقیقت مین کسی خاص ملک کے اخبارات کے نہین ہین، بلکہ جدید تمدن کے طول و عرض مین جہان بھی اخبارات ہین، یہ اون کے لوازم، اور ضروری عوارض کی طرح پیدا ہین،

ہمارے اخبارات کا اخلاقی حیثیت سے سب سے زیادہ افسوسناک پہلو، اون کے کالمون مین خلاف تہذیب اشتہارات کا وجود ہو، یہ مرض اِس درجہ ہمارے پریس مین عالمگیر ہو کہ ہمارا سنجیدہ سے سنجیدہ پرچہ بھی اس سے پاک نہین، اخبارات کے یہ آخری اشتہاری صفحے، ہمارے اخبارات کے ناصیۂ متانت کا داغ ہین اور اسی لئے شرم وحیا کا فتویٰ نہین کہ یہ عروانہ اخبارات، زنانہ محفلون مین پہنچین کہ جنس رجال کی موجسمانی

کمزوری" کے ساتھ اون کی اخلاقی کمزوری کی بھی پردہ دری ہوگی، اگر یہ صحیح ہو کہ باطن اپنے ظاہر سے اور درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہی تو یہ اشتہارات جن کے عریان مضامین پڑھکر شرافت آنکھین بند کرلیتی ہی، اس بات کا نمایان ثبوت ہین، کہ ملک کی اخلاقی روح کس درجہ کمزور اور ناتوان ہی،

خوشی کی بات ہو کہ ملک کی علمی برادری مین ایک نئے ممبر کا اضافہ ہوا ہی، یہ ہمارے عزیز دوست مولوی **معین الدین** صاحب انصاری فرنگی محلی ہین، عربی کی متوسط تعلیم کے ساتھ اونھون نے انگریزی پڑھی، اس کے بعد انگلستان جاکر کیمبرج مین داخل ہوئے، اور وہان سے بیرسٹری کی سند کے ساتھ بی اے کی ڈگری حاصل کی فلسفہ کے اعزازی امتحان مین شرکت کی، یہان سے فارغ ہوکر برلن گئے، اور وہان کی یونیورسٹی مین تحقیقات (ریسرچ) کے لیئے نام لکھایا اور کچھ کام وہان اونھون نے انجام بھی دیا، مگر وہ ہنوز نا مختتم ہی اون کا ارادہ ہو کہ وہ بقیہ کام ہندوستان مین بیٹھکر انجام دینگے، خوشی اس کی نہین ہو کہ مسلمانون مین ایک بیرسٹر یا ایک انگلستانی بی اے کا اضافہ ہوا ہی، خوشی اس کی ہو کہ موصوف کو علم کی سچی چاٹ ہے، اور اپنی مادری زبان کی سنجیدہ خدمتگذاری کا اونکو صحیح ولولہ ہی، مشرقی و مغربی علوم کے امتزاج نے اون مین بہترین اعتدال پیدا کردیا ہی، اور ہمارے اکثر تعلیم یافتون کی طرح جو اپنے مشرقی علوم اور زبانون کی ناواقفیت کے باعث بہت بولنے کے باوجود بھی گونگے رہتے ہین، وہ گونگے نہین ہین، اون کو فلسفہ کا کامل ذوق اور واقفیت ہے، اور آجکل ہیگل کے **معماے کائنات** کا سنجیدہ اور فہمیدہ ترجمہ کررہے ہین، یقین ہے کہ معمائے کائنات کا یہ ترجمہ اُردو مین بیان کے الجھاؤ اور صحیح الفاظ کی کمیابی اور موزون اصطلاحات کے عدم انتخاب سے چیستان نہ بننے پائیگا،

اخبار تہذیب نسوان لاہور کے ۲۶ اگست کے پرچہ نے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ الحمد للہ ثم الحمد للہ

کو علی گڈھ (اس سے زیادہ تر مسلم یونیورسٹی کا محدود رقبہ شاید مراد ہے) مین مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان خواتین کو حقوق ملنے شروع ہوگئے، حقوق؟ ہان حقوق! کیا پنجاب اور اودھ کی مسلمان بی بیون کو شرعی دختری وراثت کا حق مل گیا! کیا کونسلون مین اون کی شرکت جائز سمجھی گئی، کیا تعلیمی، اخلاقی، اور سیاسی جدوجہد مین اون کو دوش بدوش کھڑا کیا گیا! کیا مسجدون اور جامعون مین، جہادون اور غزوون مین اون کے لئے علیحدہ صفین قائم ہوگئین، کیا یونیورسٹی کے تعلیمگاہ اور اسٹاف مین اون کو اپنے ذہنی اور علمی جوہر کے نمایان کرنے کا حق مل گیا! کیا اون کی کسی سنجیدہ تصنیف نے ملک سے خراج تحسین وصول کرنے کا حق پا لیا! کیا اون مین سے کسی نے کوئی زنانہ یونیورسٹی، کالج یا اسکول کے قایم کرنے کی اہلیت ثابت کرنے کا حق حاصل کر لیا! کیا اون مین کوئی جدید تعلیم اور تمدن کے برکات سے عائشہ اور رابعہ، ورقا اور خنساء، زبیدہ اور رضیہ، جہان آرا یا زیب النساء بننے کی تیاری کر رہی ہے!

نہین نہین، اِن مین سے کوئی بات نہین، بلکہ بنگلون اور کوٹھیون مین اون کو "بیرون" "مالیون" اور "چپراسیون" "کوچمینون" اور "چوکیدارون" کو اپنے سامنے بلانے کا حق مل گیا! مردانہ "ڈرائنگ رومون" مین اون کو داخل ہونے کی اجازت ہوگئی! "ایوننگ واک"، "بیچ" اور دیگر مقامات سیر و تفریح مین اون کی شرکت ہونے لگی ہے! "ڈنر" کے موقع پر کھلے بند اب وہ جا سکتی ہین، معزز شوہرون کے مہذب دوستون کے سامنے آنے کا حق اون کو بالآخر مل گیا ہے، اور اپنے شوہر کے منتخب دوستون کی آمد کے موقع پر اون کو براہ راست اون کے خیر مقدم اور تواضع اور خاطرداری کا عظیم الشان حق اون کو حاصل ہوگیا! اور روپوشی کے شرمناک جرم سے بہت حد تک اون کو آزادی ہوگئی ہے! یہی وہ بڑے بڑے حقوق نسوان ہین جو اخبار مذکور کی ایک نامور مضمون نگار خاتون علی گڈھ کے اعلان کے مطابق وہان کے اعلیٰ طبقہ کے تعلیم یافتہ شوہرون کی بیویون کو ملنے شروع ہوگئے ہین، علی گڈھ مین آزادی کے اس چارٹر کے ملنے پر مضمون نگار خاتون کو اس درجہ مسرت ہے کہ وہ اس کو شاید

ناکام دنیا کی سب سے کامیاب آرزو کے لفظ سے تعبیر کر سکتی ہین، افسوس ہو کہ یورپین تمدن کے ظاہری آب ورنگ نے مسلمان خواتین کو بھی اپنا گرویدہ بنالیا ہو، وہ چھلکے کو مغز اور سراب کو چشمہ سمجھنے لگی ہین، قومیت کی اصلی روح، بیداری کی اصلی حقیقت، اور ترقی کے معنوی لوازم پر اون کی نظر نہین، جس طرح اون کے معزز شوہرون کی سب سے بڑی آرزو یہ ہو کہ وہ کس طرح "صاحب لوگ" کہلائین، اس طرح نطرۃً اونکی بیویون کی اعلیٰ ترین تمنا ہو کہ کاش وہ "میم صاحب" بن سکین، مگر تحمل، مصائب انگیزی، جد وجہد، مقابلہ و سرگرمی، عزم، استقلال، محنت، اور حوصلہ مین نہین، بلکہ راحت، سیر تماشا، تفریح، عیش پسندی، اور نمائش مین، افسوس کہ جس راستہ پر ان خواتین کا قدم ہو، وہ انجام کار، تباہی، حسرت، عبرت، رنج تکلیف اور ناکامی کی منزل تک پہنچتا ہو، مگر ان بیخبر نازک قدم رہروون کو خبر نہین،

چلا ہے اودلِ راحت طلب کیا شادمان ہوکر
زمینِ کوئے "یورپ" رنج دے گی آسمان ہوکر

منجملہ اون جدید اور نئے الفاظ اور محاورات کے جن کو یورپین تمدن نے ہندوستان مین پیدا کیا، لیکن یہان اون کے کوئی معنی نہین **حقوق نسوان** کا لفظ ہو، یورپ کی عیسائی قومون مین تو اس لفظ کے بلے اچھا معنی ہین، لیکن مسلمانون کی زبانون پر آکر یہ لفظ معنی کی ممنونیت سے بے نیاز ہوگیا ہو، اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یورپ کے مسیحی فرقون کے مذہب مین، عورتون کے حقوق، فرائض اور واجبات کی مطلق تفصیل بلکہ ذکر نہین، زن وشو کے تعلقات اور اون کی نوعیت، نفقہ، نکاح، طلاق، عدت، مہر، وراثت، ترکہ، ملکیت اور دیگر مذہبی، تعلیمی، معاشرتی، مالی اور سیاسی حقوق وفرائض کا وہان نام ونشان بھی نہین، اسلئے جو کچھ وہان ہو وہ سلطنتون اور پارلیمنٹون کے قوانین ہین، جو ہر روز بنتے اور بگڑتے رہتے ہین، اسلئے جدید تعلیم کی اشاعت اور روشنخیالی کے بعد لامحالہ وہان کی عورتون کو سلطنتون اور پارلیمنٹون سے لڑ لڑ کر وصول کرنا پڑا

اور پڑ رہا ہے، بخلاف اس کے اسلام نے ہر چیز کی قانونی اور عملی تفصیل کرکے عورتون کو اون کے ہر قسم کے حقوق اول ہی روز مرحمت، اور اپنے پیروون کی ہر دو جنسون کے حدود مقرر کر دیئے ہین،

تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مذہب نے بجائے خود گو وہ حقوق عطا کر دیئے ہین، لیکن عملاً رسم و رواج اور قدیم اصول معاشرت، اور مردون اور عورتون کی جہالت اور ناواقفی نے اون کو ہم سے سلب کر لیا ہی، اسلئے اون کے حصول کے لیئے، جد و جہد کی حاجت ہی، ہم اس کے جواب مین کہینگے کہ یہ سچ ہی، لیکن اون کے حصول کے لئے جدید یوربین تمدن کی اشاعت، خواتین فرنگ کی کورانہ تقلید، بیج، ایونگ واک، ڈنر، بال، سینما، تھیٹر، بے تعابی اونچی ایڑی کے بوٹ، ریشمی موزون، لنبی نازک چھتریون، لیونڈر، سینٹ، اور پوڈر، مردون سے آزادانہ میل جول، اور انگریزی اسکولون کے سسٹم کی تعلیم، اور ہر مسئلہ کے جواز کے لیئے قوانین فرنگ کے اخلاق و آداب کے نظائر پیش کرنے کی ضرورت نہین، اور نہ یوربین تمدن کے چوکھٹ پر سر رکھنے کی حاجت ہی، جو کچھ ہی وہ یہ ہی کہ کتاب و سنت سے اور سلف خواتین اسلام کی عملی زندگیون سے ان تاریکیون کو دور کرنے کی کوشش کیجائے، ہماری خواتین شوق سے علم حاصل کرین، لیکن اسلئے نہین کہ یورپ کی عورتون مین تعلیم پھیلی ہے، اسلئے ہماری خواتین مین بھی پھیلنا چاہیئے، بلکہ اسلئے کہ اسلام نے علم کی طلب ہر مرد و زن پر فرض کی ہی، وہ شوق سے تعلیمگاہون مین جائین، مجالس مین تقریرین کرین، غزوات اور لڑائیون مین شریک ہون، مساجد مین نمازین ادا کرین، سیاسی، تعلیمی، اخلاقی جد و جہد مین حصہ لین، مگر اسلئے نہین کہ آج لعبتان فرنگ کا یہ طرز عمل ہی، بلکہ اسلئے کہ عفیفات اسلام کے مقدس کارنامے اسکے لیئے ثبوت اور شہادت ہین،

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

مسلمانون مین ترک وہ قوم ہی، جو یورپ کے پڑوس مین آباد ہی، جدید تعلیم و تمدن سے آگاہ ہی، یورپ کی ہر چیز جو تم وہان سے نقل کرتے ہو وہ اوسکا مشاہد ہی، وہ محکوم نہین حاکم ہے، با این ہمہ ترکی کا نامور مصلح، جدید ترکی نشوونما کا

بانی، اور ترکی قوم کے لیے آیندہ شاہراہ عمل تیار کرنے والا مہندس، اور قومون کی ترقی و تنزل کے اسرار کا راز دان یعنی عزیز اسلام غازی مصطفٰے کمال پاشا جس نے یورپین تمدن کے ہر خط و خال کو اچھی طرح دیکھا بھالا ہی، اوس نے انگورہ کی مجلس ملی کے سامنے کچھ دن ہوئے کہ خلافت، تمدن جدید یورپین تمدن، اصلاحات دینی، اور علماے اسلام کے فرائض کے متعلق ایک نہایت مصلحانہ تقریر کی تھی، تقریر کے خاتمہ مین غازی موصوف نے فرمایا:-

"ہم کو چاہیئے کہ اپنے تمدن کو اپنے ملک کی حالت، اور اپنی تاریخ، اور اپنی ضرورتون اور عادتون کے مطابق بنائین، اور اس طرح زیادہ بہتر طریق سے ہم متمدن قومون مین ایک خاص امتیاز حاصل کرینگے، اگرچہ ہمارے ملک کے روشنخیالون کا یہ عقیدہ ہی کہ ملک و ملت کی بھلائی اسی مین ہی کہ متمدن قومون کی ٹھیک ٹھیک تقلید کریں لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ممکن ہو کہ ایک چیز جو ایک قوم کی خوش قسمتی اور ترقی کا ذریعہ ہو، وہ دوسری قوم کی بدبختی اور بربادی کا باعث ہو جائے،

غازی موصوف کا کہنا بالکل درست ہی، ہر قوم کے تمدن کا مزاج اوس قوم کے ملک، جائے سکونت، آب و ہوا، خصوصیات نسلی، گذشتہ رسم و رواج، احکام مذہبی، اور سینکڑون عنصرون سے ملکر صدہا سال مین تیار ہوتا ہی، اسلئے ایک قوم کو دوسری قوم کی تقلید محض تباہی اور بربادی ہی، "نیچری لوگ" ہر چیز کو "نیچر کے مطابق" ہونے کو سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہین، اسلیئے اون سے یہ عرض کرنا ہی کہ ایشیا اور یورپ کی حیوانی اور نباتاتی مخلوقات مین جب باہم فطرۃً اس درجہ بعد اور شکل و صورت کا تناقض ہی، تو ان دونون براعظمون کی انسانی مخلوقات کیون ایک دوسرے کی یکسانی اور تقلید محض کی خواہان ہین؟

مقالات

تذکرۂ مصحفی قلمی

از

مولانا عبد السلام ندوی

اساتذۂ قدیم کی ادبی خصوصیات مین ایک نمایان خصوصیت یہ ہے کہ ان مین اکثر بزرگون نے شعرا کے مستند تذکرے لکھے ہین، اور ان مین اردو شاعری کے متعلق نہایت مفید تاریخی اور علمی نکات درج کیے ہین، اگرچہ ایک مدت تک یہ تذکرے ہماری بدقسمتی سے گوشۂ گمنامی مین پڑے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک ان تذکرون کی مدد سے اردو شاعری کی کوئی مکمل تاریخ مرتب نہ ہو سکی بلکہ خود شعراء کے مستند اور دلچسپ حالات بھی فراہم نہ ہو سکے، یہان تک کہ اردو شعراء کا سب سے مفصل تذکرہ "آب حیات" بھی ان تذکرون کی اعانت کا پیاسا نظر آتا ہے، تاہم اب یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ تذکرے یکے بعد دیگرے اپنے زاویۂ جمود و خمود سے نکلتے آتے ہین، اور اپنے ساتھ اردو شاعری کی تاریخ کو بھی روشن اور نمایان کرتے جاتے ہین، چنانچہ سب سے پہلے میر کے تذکرۂ نکات الشعراء کو انجمن ترقی اردو نے ہمارے مخدوم مولانا حبیب الرحمن خان شروانی کے مفصل مقدمہ کے ساتھ شایع کیا، اس کے بعد تذکرۂ میر حسن کی باری آئی اور اس کے کنوز مخفیہ کو بھی مولانا موصوف نے اپنے جامع مقدمہ کے ذریعہ سے نمایان کیا، لیکن اب بھی اس دریا مین غواصی کرنے کی ضرورت باقی ہے، چند موتی اور بھی رہ گئے ہین اور ان کا نکالنا ضروری ہے، مثلاً قائم نے جو تذکرۂ شعراء لکھا تھا وہ ابھی تک کیڑون کے پیٹ سے باہر نہین نکلا، مصحفی کا تذکرہ اب تک الماریون کی آغوش مین ہے حالانکہ وہ نہایت آسانی کے ساتھ منظر عام پر لایا جا سکتا ہے،

اس وقت ہندوستان مین جو نادر قلمی کتابین موجود ہین ان مین جو کتابین پرائیوٹ کتبخانون مین محفوظ ہین، ان کا شایع کرنا تو کسی قدر مشکل ہے، اوّلاً تو اس قسم کے کتبخانے ایسے جاہل اور بد شوق افراد کے ہاتھ مین ہین، جو گہر اور پتھر مین امتیاز ہی نہین کرتے صرف یہ سمجھتے ہین کہ بزرگون کی ایک یادگار ان کے ہاتھ مین ہے، گھر وسیع ہے، اس کو بھی اس کے ایک گوشے مین پڑا رہنا چاہئے، ثانیاً جو لوگ نادر کتابون کی اہمیت کو سمجھتے ہین، وہ ان کو بطور ایک نادر تحفہ کے صرف اپنے ہی پاس رکھنا چاہتے ہین عام اشاعت کرکے ان کی بے قدری کرنی نہین چاہتے لیکن ان کتابون کا ایک کافی سرمایہ پبلک کتبخانون مین بھی محفوظ ہے، اور چونکہ ان کتب خانون کا مقصد ہی عام طور پر علم وفن کی توسیع واشاعت ہے، اس لیے وہ نہایت آسانی کے ساتھ، اس قسم کی کتابون کی اشاعت پر راضی ہو سکتے ہین، مثلاً ندوۃ العلماء کے کتب خانے مین بہت سی قلمی کتابین موجود ہین جن مین مولانا شبلی مرحوم کے دور کی یادگار چند لٹریری کتابین بھی ہین جو مستحق نشر واشاعت ہین. مثلاً مولانائے مرحوم نے شعرائے اردو کے تذکرون مین طبقات الشعراء حکیم قدرت اللہ قدرت، تذکرۂ میرحسن، اور تذکرہ مصحفی کے نہایت عمدہ قلمی نسخے ندوہ کے کتب خانے پر وقف کیے تھے جن مین قدرت اللہ قدرت کا تذکرہ تو ان ذی روح ہستیون کی نذر ہوا، جو مطالب ومعانی کے ساتھ کتابون کے حروف واوراق تک کو ہضم کر جاتی ہین، میرحسن کا تذکرہ محفوظ ہے، اور انجمن ترقی اردو نے اس تذکرے کی اشاعت مین غالباً اس سے کام لیا ہے، مصحفی کا تذکرہ بھی موجود ہے، اور وہ بھی تذکرہ میرحسن سے کچھ کم، اہمیت نہین رکھتا، ہم نے شعر الہند کی تدوین وتالیف کے ابتدائی زمانہ مین ان دونون تذکرون کو دیکھا تھا اور ان سے ضروری معلومات حاصل کی تھین، کتاب کے مکمل ہو جانے کے بعد تذکرۂ میرحسن کے قلمی نسخے کی ضرورت تو باقی نہین رہی، البتہ مصحفی کے تذکرے کو ہم نے بار بار پڑھا تاکہ اگر کچھ اور معلومات بھی مل جائین تو شعر الہند مین ان کو شامل کیا جائے، لیکن اس سلسلے مین خود اس تذکرے کی تقریظ وتنقید کے متعلق

بہت سی معلومات ہاتھ آئین جن کو اگر مرتب کر دیا جائے تو اس تذکرے کی طبع واشاعت کی تحریک بہت کچھ مدلل ہو سکتی ہے

مصحفی نے اس تذکرے کو میر حسن، قائم اور حکیم قدرت اللہ قدرت کے تذکرون کے بعد لکھا ہے،

چنانچہ ایک شاعر (خاکسار) کے چند اشعار تذکرہ میر حسن سے انتخاب کیے ہین، اور صاف صاف تصریح کر دی ہے کہ

چند اشعارش از تذکرہ میر حسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نوشتہ شدہ

ایک شاعر (میر سجاد) کے متعلق تذکرۂ قائم سے یہ تصریح نقل کی ہے،

دمیان محمد قائم پیش ازین در تذکرہ خویش بکثیر الکلامی ایشان اشعار نمودہ

اور حکیم قدرت اللہ قدرت کا تو تذکرہ ہی ان الفاظ سے شروع کیا ہے،

مؤلف تذکرہ ہندی گویان،

لیکن تعجب ہے کہ انھون نے میر کے تذکرہ کا کہین نام نہین لیا بلکہ انکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود میر نے اس تذکرہ کے لکھنے کی فرمایش کی تھی چنانچہ لکھتے ہین،

چون این فقیر حقیر غلام ہمدانی مصحفی تخلص از تصنیف دیوان فارسی و ہندی و تالیف تذکرہ فارسی فراغت حاصل کرد فہم تالیف تذکرہ ہندی درپیش آمد اگرچہ از علوئے ہمت خداداد سرو دماغ ان نبود کہ اوقات عزیز خود را باشتغال چنین امر لاطائل کہ دیگران بغفر بگردن خویش بستہ اند مصروف سازد اما بہ تکلیف میر دشوق شعر ہندی دامن دلش را محکم فراگرفتہ طوعاً وکرہاً قدم درین بادیہ پر خار گذاشت،

افسوس ہے کہ ہمارے تذکرہ نویسون نے قدماء کے حالات کو بہت کچھ نظر انداز کر دیا ہے چنانچہ میر صاحب نے تو شعرائے دکن کے متعلق صاف صاف لکھدیا ہے، کہ

احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد،

اور مصحفی نے بھی اس کمی کو پورا نہین کیا بلکہ اور تذکرون سے بھی زیادہ بخل وکم بینی سے کام لیا اختلا میر صاحب نے بھی کم از کم شعرائے دکن کے نام گنا دئے ہین، اور میر حسن نے تو ہر ردیف کے متعلق تین دور (متقدمین، متوسطین، متاخرین) قائم کردئے ہین اس لیے ان کے تذکرے مین قدما کا ذکر نسبتہً زیادہ جامعیت کے ساتھ آگیا ہے، لیکن مصحفی نے صرف ایک محدود دور کے شعرا کا تذکرہ لکھا ہے، چنانچہ خود لکھتے ہین،

در تقید حروف تہجی اسامی قدیم شعرا عہد فردوس آرام گاہ تا شعرائے زمانہ شاہ عالم بہادر غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین برہ واحسانہ ہمت گماشت

تاہم اس تحدید کا یہ مفید نتیجہ ضرور ہوا کہ اس تذکرہ مین زیادہ تر معاصرین شعرا کے چشمدید اور مستند حالات کا ذخیرہ مل سکتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہین،

بیشتر دران ذکر معاصرین است کہ احوال ہر یکے بچشم خود دیدہ وحسن وقبح مراتب سخن ہر کس دارسیدہ وکم کم احوال بعضے از متقدمین نیز بطریق تیمن صورت اندراج یافتہ فرق زبان ریختہ سابق وحال بر ہوشمندان پیدا است،

یہ تذکرہ تیار ہوا تو ایک مدت تک مسودہ کی صورت مین پڑا رہا اور دوبارہ نظر ثانی کی نوبت نہین آئی، لیکن جب لکھنو مین شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کی لطف وعنایات سے مصنف کو اطمینان نصیب ہوا تو اس کا مسودہ صاف ہوا اور اس نے ایک موزون کتاب کی صورت اختیار کی، چنانچہ مصحفی خود لکھتے ہین،

از تشتت حواس وپریشانی خاطر وناساعدی زمانہ کجا فرصت آن داشت کہ تصحیح احوال واشعار بروے کار آرد، اما اکنون کہ بہ نیروے مرشد زادۂ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ بہادر دام اقبالہ مورد گوناگون مہربانی آن مہر سپہر خلافت وجہانداری فرصت غنیمت شمرد

می شود، این تذکرہ را کہ از چند سال بطاق نسیان افتادہ بود صاف نمودہ درست ساختہ احوال اکثرے در و شرح وبسط مسطور است واحوال بعضے از متاخرین کہ مبنی آگاہی بر ادوات آنہا حاصل نشد بطور بیاض تحریر یافت،

قطعہ

غرض نقشے است کز ما یاد ماند کہ ہستی را نمی بینم بقائے

مگر صاحب دلے روزے برحمت کند در کار این مسکین دعائے

امید کہ بنظر قبول آن والاجناب درآمدہ مقبول دلہا گردد،

قطعہ

چون کہ از فضل خدا ساختہ شد جلد این تذکرہ مانند بہشت

سال او چون زخرد پرسیدم یکہزار و دو صد و نہ بنوشت

تاریخ

چون ز انعام خدائے کارساز شد مرتب این کتاب دلپذیر

بسکہ در معنے نظیر خود نداشت گفتہ شد تاریخ جلد بے نظیر

ندوہ کے کتب خانے مین اس کا جو نسخہ موجود ہے وہ خود مصحفی ہی کے زمانہ مین لکھا گیا ہے چنانچہ اخیر مین یہ عبارت

تذکرۂ شعرا تصنیف مصحفی شاعر مسودہ و دستخطی

درج ہے اور اس کے بعد مصحفی کے دستخط ثبت ہین، اگرچہ اس دستخط اور اس عبارت سے یہ استدلال نہین کیا جا سکتا کہ یہ نسخہ خود مصحفی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ خط مختلف ہے، یکسان نہین ہے، تاہم اس مین شبہہ نہین کہ یہ مسودہ مصحفی کے سامنے لکھا گیا ہے اور خود ان کے ہاتھ کی تحریر کا کافی حصہ اس

موجود ہے، بعض جگہ قطع وبرید کی ہے، جا بجا حواشی پر اکثر اضافے کیے ہین، بعض صفحے سادہ چھوٹے ہوئے ہین، اور غالباً یہ جگہ کسی شاعر کے تذکرہ کے لیے چھوڑی گئی ہوگی، بعض شعرا مثلاً شاہ ملول کا نام خفیف سے تغیر اور خفیف سے اضافہ کے ساتھ دو جگہ آیا ہے، ابتدا مین خط موٹا اور بعد اہے ا غالباً مصحفی کا خط ہی ہے، بعد کا خط نہایت پختہ اور منشیانہ ہے اور غالباً اس کو کاتب نے لکھا ہے، نے اگرچہ اپنا نام نہین لکھا ہے تاہم مولوی عبدالماجد صاحب بی اے نے مصحفی کی مثنوی بحرالمحبت پر جو دیباچہ لکھا ہے اس مین تحریر فرماتے ہین،

جو قلمی نسخہ پیش نظر ہے، چھوٹی تقطیع کے قدیم دبیز کاغذ پر تحریر ہے، کاتب کوئی صاحب طاہر الزمان نامی ہین، کاتب صاحب بہت ہی کم استعداد معلوم ہوتے ہین، املا، وکتابت کی بہت موٹی اور فاحش غلطیان کی ہین، مثنوی کو ہر جگہ "مسنوی" لکھا ہے، الخ

اور یہ تمام خصوصیات اس نسخہ مین بھی موجود ہین، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونون نسخون کو ایک ہی کاتب نے لکھا ہے، اس موقع پر یہ تاریخی نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ قدیم زمانے مین بعض شعر دوست لوگ اساتذہ کی خدمت مین رہتے تھے، اور ان کے دیوان کو صاف کیا کرتے تھے، چنانچہ مصحفی نے فخرالدین ماہر کے حال مین لکھا ہے

مدتے بخدمت مرزا رفیع السودا اوقات عزیز خود را بکتابت دیوانش صرف ساختہ ازین جہت اکثر اوقات خود را از مصاحبان ومشیران مرزا می شمارد،

بعض خوش عقیدہ لوگ خود اپنے لیے اساتذہ کے دواوین کی نقلین کرتے تھے، مصحفی کے معتقدین مین شاہ کمال الدین کمال اسی قسم کے بزرگ تھے، چنانچہ خود مصحفی لکھتے ہین،

بہ مقتضائے موزونی طبع شوق شعر از طفولیت دامنگیر بود ازین جہت دواوین اساتذۂ سلف وحال را زیادہ جمع نمودہ × باکلام این خاکسار ہم از تہ دل دوستی دارد چنانچہ ہرسہ

دیوان را بدست خود نقل گرفتہ و تذکرہ را کہ تیار شدہ بخود ارسے تمام بردہ،

غالباً مرزا رفیع سودا کی طرح اسی قسم کا کوئی کاتب مصحفی کو بھی ہاتھ آگیا ہوگا جس نے اس تذکرے کے بعض اجزا صاف کیے ہین، اور خود مصحفی نے بعض شعرا کے حالات اپنے ہاتھ سے لکھے ہین، اور بعض شعرا کے تذکرے مین اپنے قلم سے خود اضافے کیے ہین، بہرحال مختلف نسخون کے موازنہ و مقابلہ سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ اس مسودہ نے مبیضہ ہوکر کیا شکل اختیار کی ہے،

میرا و میر حسن کی طرح اس تذکرے مین مصحفی نے جو ادبی اور تاریخی نکتے لکھے ہین، ان سے ہم نے شعرالہند مین کام لیا ہے، اس پر اس وقت صرف اس حیثیت سے نظر ڈالنا چاہتے ہین، کہ اس سے خود مصنف تذکرہ کے حالات مین کیا اضافہ ہوسکتا ہے،

ہمارے تذکرہ نویسون مین میر نے تو مصحفی کا نام ہی نہین لیا، تذکرہ گلشن بیخار مین ان کی نسبت لکھا ہے، کہ

ابتدائش انتہائے دورہ سودا

اور اس لحاظ سے میر نے جس زمانے مین اپنا تذکرہ لکھا ہے غالباً یہ اس قابل نہ ہونگے کہ موجودہ شعرا کی صف مین جگہ پائین، لیکن میر کے علاوہ اور تمام تذکرہ نویسون، نے اون کا جو حال لکھا ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ غلام ہمدانی نام اور مصحفی تخلص تھا، میر حسن نے اپنے تذکرے مین لکھا ہے کہ

از تخلص او معلوم می شود کہ مردے صالح است

لیکن قدرت اللہ شوق نے اپنے تذکرے مین تصریح کی ہے کہ

جوان حافظ قرآن شوق تلاوت قرآن مجید و فرقان حمید در دلش زیادہ از حد بود، ہمین سبب مصحفی تخلص میکرد جوان سعادت مند مجنون و مسکین،

مصحفی اگرچہ خود امروہہ کے ایک قصبہ اکبر پور مین پیدا ہوئے تھے تاہم میر حسن نے اس کے بعد بھی غالباً ان کو اہل زبان بنانے کے لیے یہ دفع دخل بھی کر دیا ہے کہ

وطن بزرگانش از قدیم متصل دہلی،

قدرت اللہ شوق نے ان کو "متوطن شاہ درہ" لکھا ہے، بہرحال وہ عنفوان شباب مین دلی آئے اور میر حسن کے زمانے تک تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے چنانچہ میر حسن اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین،

الحال در شاہجہان آباد بہ پیشۂ تجارت بسری برد،

شاعری کا شوق اگرچہ بچپن سے تھا تاہم اونھون نے دلی مین اس حیثیت سے کوئی نمایان امتیاز حاصل نہین کیا، اونکی اصلی شہرت لکھنؤ مین آکر ہوئی اور انھی اطراف کے لوگون نے زیادہ تر اون سے کسب فن کیا، چنانچہ قدرت اللہ شوق اپنے تذکرے مین لکھتے ہین،

سخن او الحال بمرتبہ رسیدہ کہ حالا در لکھنؤ در جرگۂ شعرار داخل است،

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ گلشن بیخار مین تحریر فرماتے ہین،

در بلاد مشرق بسیار مسلم و بہ اوستادے علم بودہ و اکثر سخنور آن بلدان اکتساب فن از وکردہ اند، (۱)

مصحفی نے اس تذکرہ کے آخر مین خود بھی اپنے حالات لکھے ہین، اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے آبا و اجداد حکومت وقت کے اعلیٰ مناصب پر سرفراز تھے، اور خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے لیکن مصحفی بخت و طالع مین انکے برابر نہ تھے، یہ معلوم نہین کہ وہ خود دلی کب آئے؟ اور کیون آئے؟ تاہم وہان بارہ برس تک نہایت خودداری کے ساتھ زندگی بسر کی، (۱)

مولانا محمد حسین آزاد نے ان کے حالات آب حیات مین نہایت تفصیل سے لکھے ہین،

اور حسب عادت اوس مین زبانی روایتون کے ذریعہ سے بہت کچھ نمک مرچ لگایا ہے، چنانچہ اوسکا خلاصہ حسب ذیل ہے،

مصحفی تخلص، غلام ہمدانی نام، باپ کا نام ولی محمد امروہہ کے رہنے والے تھے، آغاز جوانی مین دلی مین آکر طالب علمی کی اور قوت شاعری بہم پہنچائی، مشاعرہ بھی کیا کرتے تھے، اوران کی خوش خلقی سے تمام معزز لوگ اوس مین شامل ہوتے تھے آصف الدولہ کے زمانے مین لکھنؤ پہونچے اور مرزا سلیمان شکوہ کی سرکار مین ملازم ہوئے۔

تصنیفات مین اردو کے ۶ دیوان، دو تذکرے شعرائے اردو کے، ایک تذکرہ فارسی کا اور ایک دیوان فارسی کا ہے، نہایت پرگو تھے، دو تین تختیان پاس دھری رہتی تھین، جب مشاعرہ قریب ہوتا تو اون پر اور مختلف کاغذون پر طرح مشاعرہ مین شعر لکھنے شروع کرتے، اور برابر لکھتے جاتے، عین مشاعرہ کے دن ارباب لکھنؤ آتے اور ۸ رسے ۲ر تک اور جہان تک کسی کا شوق مدد کرتا دہ دیتا، یہ اس مین سے ۹۔۱۱۔۱۲ شعر کی غزل نکالکر حوالہ کردیتے اوران کے نام کا مقطع کردیتے

ان مین اور سید انشا مین جو معرکہ آرائیان رہین اوسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ اول مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو شیخ مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشا پہنچے تو غزل ان کے پاس آنے لگی، چندروز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ مین تخفیف ہوئی، اور ۴۰ سے پانچ روپئے رہ گیے، پھر بھی باہم آمد و رفت جاری رہی اکثر غزلون مین دونون باکمال طبع آزمائی کرتے تھے اور کچھ کچھ مخفی طور پر چھیڑ ہوتی رہتی تھی، ایک دن شیخ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے جلسہ مین ایک غزل پڑھی جسکا مقطع یہ ہے،

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس از مرگ　　　　تھی اوسکی دہری چشم پہ تابوت مین انگلی

یارون نے اس غزل کو اولٹ پلٹ کر مصحفی کے کلام کو بہت خراب کیا اکثر اشعار نہایت فحش ہین البتہ مقطع صاف ہے،

تھا مصحفی کا ناجو چھپانے کو پس از مرگ　　　رکھے ہوئے تھا آنکھ پہ تابوت مین انگلی

یہین سے فساد کی بنیاد قائم ہوئی، انھی دنون مین ایک مشاعرہ مین غزل طرح ہوئی اوس مین مصحفی نے بھی آٹھ شعر کی غزل لکھی جس کا مطلع یہ ہے،

سرِ شک کا ہے تیرا تو کافور کی گردن　　　نے موئے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

سید انشا نے بھی اس زمین مین غزل لکھی اور ایک قطعہ بھی لکھا جس مین مصحفی کی غزل پر حسب ذیل اعتراضات کیے،

کافور کی گردن صحیح نہین،

سقنقور کی گردن صحیح نہین ،

بلور کی گردن لکھنا مناسب نہین،

مصحفی نے اسی زمین مین اس قطعہ کا جواب دیا اور سید انشا پر متعدد اعتراضات بھی کیے نوبت یہان تک پہنچی کہ مصحفی کے تلامذہ مین منتظر اور گرم نے ہر طریقہ سے مصحفی کی مدافعت کی اور ایک مثنوی لکھکر گرم طپانچہ نام رکھا، اس کے بعد شہدون کا ایک سوانگ بھرا اور ہجو کہکر اس کے اشعار پڑھتے ہوئے سید انشا کی طرف روانہ ہوئے، اور مستعد تھے کہ زد وکشت سے بھی دریغ نہ ہو، لیکن سید انشا نے خلاف توقع ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا، مٹھائیان کھلائین، ہار پہنائے وغیرہ وغیرہ لیکن پھر سید انشا نے اس کے جواب مین ایک انبوہ کثیر برات کے سامان سے ترتیب دیا اور عجیب وغریب ہجو مین تیار کرکے لوگون کو دین، کچھ ڈنڈون پر پڑھتے جاتے تھے، کچھ ہاتھیون پر بیٹھے تھے، ایک ہاتھ مین گڈا ایک مین گڑیا دونون کو لڑاتے تھے، اور زبانی ہجو پڑھتے جاتے تھے جس کا ایک شعر یہ ہے،

سوانگ نیا لایا ہے دیکھنا چرخ کہن　　　لڑتے ہوئے آتے ہین مصحفی و مصحفن

ان معرکون مین مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر امرا نے سید انشا کا ساتھ دیا اور حریف کے سوانگ کو کوتوال سے کہکر ایک دفعہ رکوا دیا جس سے مصحفی سخت شکستہ خاطر ہوگئے،

ان جھگڑون مین بعض اشعار پر مرزا سلیمان شکوہ کو شبہہ ہوا کہ ہم پر بھی شیخ مصحفی نے چوٹ کی اس کے عذر مین انھون نے ایک قصیدہ لکھا،

اب خود اس تذکرے کے ضمنی تصریحات سے مصحفی کے جو حالات معلوم ہو سکتے ہین وہ یہ ہین کہ ان کو شعر و سخن کا شوق ابتدائی زمانہ طالب العلمی ہی سے تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین

فقیر ہمراہ او ستاد خود روزے در عالم مکتب نشینی و ابتدائے شوق موزونی بصحبت ایشان (سید محمد زمان) رسیدہ

یہ معلوم نہین ہوتا کہ امروہہ سے دلی مین کب آئے؟ اور کیون آے؟ اور انکی شاعری نے یہان آکر کیا ترقیان کین؟ تاہم اونکی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان انھون نے ایک مشاعرہ قائم کیا تھا جس مین اکثر شعرا شریک ہوتے تھے، اور بعض لوگون نے ان کے ساتھ سلسلۂ تلمذ بھی قائم کیا تھا، چنانچہ ایک موقع پر اسد کے حال مین لکھتے ہین،

اکثر در مشاعرہ فقیر در شاہجہان آباد میرسید،

امین الدین خان امین کے تذکرہ مین تحریر فرماتے ہین،

در شاہجہان آباد ہمسایہ فقیر بود و شریک صحبت مشاعرہ،

مست کے حال مین لکھتے ہین،

مؤلف درآن روزہا غزلے کہ طرح کردہ بود مصرعش را در مقطع تضمن کردہ آورد و آن این است،

مشاعرے مین چل اے مست مصحفی جو کہے　　کبھو ملا تو کرو یار سے مہربان ہم سے

اکبر کے حال میں لکھتے ہیں،

درآن ایام کہ فقیر در شاہ جہان آباد طرح مشاعرہ انداختہ اول برائے اصلاح شعر رجوع

بفقیر آور دہ بعد چندے بخدمت شاہ حاتم رفتہ استفادہ کلی از ذات بابرکات ایشان برداشتہ

نالان کے حال میں لکھتے ہیں،

اول کسیکہ در شاہ جہان آباد بحلقۂ شاگردی فقیر در آمدہ این ست میر حسن صاحب

او را در تذکرہ خود شاگرد شاہ حاتم نوشتہ اند محض غلط،

دلی سے نکل کر وہ پہلے ٹانڈے میں آئے، اور شیخ قیام الدین قائم کی سفارش سے نواب محمد یار خان

کی سرکار میں ملازم ہو گئے، اگرچہ نواب صاحب موصوف کے اصلی استاد قائم تھے، تاہم خود مصحفی اور

قائم کے تعلقات اس قدر عمدہ ہو گیے تھے کہ نواب موصوف کی غزلیں بھی دیکھتے تھے، چنانچہ قائم کے تذکرے میں لکھتے ہیں،

درآن ایام باعث قصیدہ خواندن و نوکر شدن مولف در سرکار نواب موصوف این

بزرگ شدہ بود در عرصۂ قلیل بسبب سلیم مزاجی و بسبب تام شاعری رابطہ شدید بہم رسانیدہ کاغذ

مسودہ اشعار نواب را کہ برائے اصلاح پیش می آمدند از کم دماغی بدست مشورہ فقیری داد،

چنانچہ سہ ماہ ہمین طور یکجا گذرانیدہ ایم و شام و چاشت بیک سفرہ گفتہ داللہ کہ یاد آن صحبت

گذشتہ داغ ناکامی بر دل آرزومندی گذارد،

لیکن جب نواب محمد یار خان انقلاب زمانہ کے شکار ہوئے تو یہ لکھنؤ چلے آئے اور ایک

برس رہ کر پھر دوبارہ دلی واپس گیے، چنانچہ نواب محمد یار خان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

دران ایام بے تمیزی ہر یک از ندمائے و شعرائے مجلس جدا جدا راہے درپیش گرفتند فقیر

درآن حادثہ جانگزا بلکھنؤ رسیدہ بود و بعد انقضائے مدت یک سال بشاہ جہان آباد رفتہ

رخت اقامت درآن دیار مینو نشان انداخت،

اس کے بعد اونھون نے لکھنو کا دوسرا سفر کیا لیکن یہ معلوم نہین ہوتا کہ وہ کس توسل سے آئے اور کہان قیام کیا، وہ خود لالہ کانجی لال حیا کے تذکرے مین لکھتے ہین،

فقیر در ایامے کہ وارد این شہر بود چندے حسب اتفاق بر مکان ایشان اقامت داشت،

لیکن اس عبارت سے یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ یہ واقعہ سفر اول کا ہے یا سفر ثانی کا، بہر حال وہ لکھنؤ مین آکر گمنام نہین رہے، بلکہ لوگون نے مختلف طریقون سے اونکی قدردانی کی، چنانچہ اونھون نے جابجا ان قدردانیون کا حال لکھا ہے، مثلاً مرزا رضا قلی آشفتہ کے تذکرے مین لکھتے ہین،

در ایامے کہ فقیر از شاہجہان آباد بلکھنو آمدہ اول طرح مشاعرہ او انداخت،

پروانہ عرف کاکاجی کے حال مین لکھتے ہین،

در روزہائے کہ مولف از شاہجہان آباد بلکھنو رسیدہ چون غائبانہ ہمیشہ مشتاق ملاقات میماند خبر آمدن این خاکسار شنیدہ بسیار بہ دلگرمی و تپاک پیش آمدہ واز ہمان ایام عطف عنان فکر شعر فارسی بطرف ریختہ کردہ خود را شب و روز در گفتن شعر ہندی مصروف داشت،

تسلی کے تذکرے مین لکھتے ہین،

پسر گوپال رائے بخشی برادر خورد بھولا ناتھ کہ خدمت دیوانی کچہری بخشی گری فوج نواب وزیر بکلی تعلق با ایشان دارد × اکثرے از مثنویہائے و دواوین اساتذہ جمع ساختہ انتخاب زدہ نویسانندہ، چنانچہ فقیر ہم دیوان فارسی و دیوان ہندی خود و تذکرہ فارسی حسب الارشاد نوشتہ داد و دیوان اول فقیر را در ایام مکتب نشینی کہ فقیر دران روز نو وارد این شہر بود از کمال اشتیاق آدم فرستادہ طلبیدہ بدست خود در عرصہ قلیل نقل گرفتہ × دوبارہ غزل ہندی کہ گفتہ مشاطگی آن را موقوف برائے فقیر داشتہ، فقیر ہم دران جملہ مرہون حسن سلوک این بلند اقبال است،

ان قدر روانیون کے ساتھ ملازمت کے بھی بعض سلسلے قائم ہوئے، مثلاً اختر کے تذکرے مین لکھتے ہین

فقیر دران ایام رفیق میر محمد نعیم خان صاحب بود،

نواب سالار جنگ مرحوم کے صاحب زادون مین ایک صاحب ثمر سبز تخلص کرتے تھے مصحفی نے چار سال تک ان کے یہان بھی نہایت عزت کے ساتھ ملازمت کی، چنانچہ لکھتے ہین،

فقیر تا مدت چار سال بصیغہ شاعری ملازم و رفیق ایشان ماند بسیار بعزت و حرمت می داشتند،

لیکن ان کی زندگی کا اصلی دور مرزا سلیمان شکوہ کی ملازمت سے شروع ہوا جس کی کیفیت انھون نے خود نہایت تفصیل سے لکھی ہے،

در ایامے کہ حکم بہ ترتیب مجلس مشاعرہ شدہ بود اکثرے از کاردانان این فن درحضور آمدہ حاضری شدند این فقیر حقیر ہچون نسبت دیگران باوصف گوشہ نشینی کار زیادہ رسوائی داشت بگفتہ میر انشاء اللہ خان حسب الطلب حضور باوصف کم شغلی و شکستہ حالی شریک مجلس یاران شدہ بود چنانچہ از ہمان تاریخ درحلقہ ملازمان حضور درآمد، و بعد چندے از کلام فقیر محظوظ شدہ در جائزہ قصیدہ مدحیہ مشتمل بر تہنیت عید بانعام احقر را از حضیض خاک باوج افلاک رسانید،

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصحفی نے مرزا سلیمان شکوہ کے مشاعرے مین میر انشاء اللہ خان کی تحریک سے شرکت کی تھی اور اسی دن سے وہ ملازم ہوگیے تھے، لیکن درحقیقت اونکی ملازمت کا زمانہ قصیدہ عیدیہ کے پیش کرنے کے بعد سے شروع ہوا جس کی تقریب نواب بارگاہ قلی خان کے بڑے صاحبزادے قسمت نے کی تھی، چنانچہ وہ خود ان کے تذکرے مین لکھتے ہین،

درزمانے کہ ایشان مع والد بزرگوار خود بحضور مرزا جہاندار شاہ مختاری امور کلی داشتند

مقرب ملازمت این خاکسار بے مقدار بخطاب مرشدزادہ آفاق زبان سرِ بیان ایشان شدہ بود

ووعدہ بروزعید داشتند چون بسبب کثرت ازدحام صغیروکبیر موقع خواندن قصیدہ ندیدند برائے

پاس خاطر من کہ قطعہ مختصر تہنیت عید نیز در آستین داشتم آنرا گرفتہ وصف امرا وغیرہ نگاشتہ

بدست شاہزادہ دادند دمرا وبرو کردند،

مولانا محمد حسین آزاد نے مصحفی کی لائف یہین سے شروع کی ہے اور انکی زندگی کے تمام ابتدائی

واقعات چھوڑ دئے ہین، لیکن اس سلسلے مین بھی اونھون نے جو کچھ لکھا ہے اوس کو محض زبانی روایتون

کی بنا پر لکھا ہے، اس تذکرے سے اوسکی تائید نہین کیجا سکتی، وہ لکھتے ہین،

اول مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشار پہونچے تو غزل انکے

پاس آنے لگی، چند روز کے بعد شیخ صاحب کی تنخواہ مین تخفیف ہوئی اور ۴۰ سے پانچ روپئے

رہ گئے،

لیکن مصحفی کے تذکرے سے کہین اشارۃً بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ مصحفی اور انشار مین سے کوئی

شخص مرزا سلیمان شکوہ کا اوستاد تھا، ایک موقع پر مصحفی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا سلیمان

شکوہ اور سید انشا مین نہایت گہرے تعلقات تھے، لیکن اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

تعلق بھی برادرانہ تھا استادانہ نہ تھا، سید انشا ہی کی تحریک سے مصحفی مرزا سلیمان شکوہ کے بزم

مشاعرہ مین جیسا کہ انھون نے خود لکھا ہے،

بگفتہ میر انشار اللہ خان حسب الطلب حضور با وصف کم شغلی وشکستہ حالی شریک مجلس

یاران شدہ بود چنانچہ از ہمان تاریخ در حلقۂ ملازمان حضور در آمد،

اس لیے یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ،

اول مرزا سلیمان شکوہ کی غزل کو مصحفی بنایا کرتے تھے، جب سید انشا پہنچے تو غزل

ان کے پاس آنے لگی،

مولوی محمد حسین آزاد نے سید انشا کے حالات مین بزرگون کی زبان سے اس روایت کی تائید کی ہے اور مرزا سلیمان شکوہ کے اس شعر سے،

دل اب تو عشق کے دریا مین ڈالا　　　توکلت علی اللہ تعالیٰ

یہ قیاسی استدلال کیا ہے کہ سید انشا ایسی تضمینون کے بادشاہ تھے، لیکن اس تذکرے کی خاموشی کی حالت مین یہ قیاسی استدلال بالکل غیر تشفی بخش ہے،

مصحفی نے اپنی ملازمت کے ذکر مین تنخواہ کی کوئی تعداد نہین بتائی، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ انکی تنخواہ چالیس تھی تو اس کو تو کسی طرح تسلیم نہین کیا جا سکتا کہ مرزا سلیمان شکوہ نے اس کو گھٹا کر پانچ روپئے کر دئے، مصحفی کی بے غیرتی کے علاوہ اس مین خود مرزا سلیمان شکوہ کی توہین تھی،

مولوی محمد حسین آزاد نے مصحفی کے جن اشعار سے استدلال کیا ہے غالباً وہ مصنوعی اور الحاقی ہونگے سوانگ کی نسبت انھون نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتدا مصحفی کی جانب سے ہوئی، پھر سید انشا نے اس کے جواب مین دوسرا سوانگ نکالا، مصحفی نے خود اپنے تذکرہ مین اس اہم واقعہ کی نسبت کچھ نہین لکھا، لیکن شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کی معذرت مین انھون نے جو قصیدہ لکھا ہے اور جس کو مولوی محمد حسین آزاد نے بھی نقل کیا ہے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ سوانگ کے بانی تھے،

مگر یہ بات مین مانی کہ سوانگ کا بانی　　　اگر مین ہون تو مجھے دیجئے بدترین تعزیر

مین آپ فاقہ کش، اتنا مجھے کہان مقدور　　　کہ فکر اور کرون کچھ بغیر آتش و شغیر

مولوی محمد حسین آزاد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ذلیل حرکتون مین مرزا سلیمان شکوہ کی بھی شرکت تھی چنانچہ وہ لکھتے ہین،

ان معرکون مین مرزا سلیمان شکوہ بلکہ اکثر امرا نے سید انشا کا ساتھ دیا اور حریف کے سوانگ کو کوتوال سے کہکر ایک دفعہ رکوادیا جس سے مصحفی سخت شکستہ خاطر ہوگئے،

خود اس تذکرہ کی زبان تو اس معاملہ کی نسبت خاموش ہے، البتہ دوسری شہادتون سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ امرا، ورؤسا، انشار کے حامی اور طرفدار تھے، چنانچہ مصحفی کے شاگرد منتظر نے انشار کی جو ہجو لکھی ہے اس مین لکھتے ہین۔

مت خوف سلاطین سے تو مجھکو ڈرا بے   وہ تو ہی ہے جسکو کوئی ڈانٹے کوئی دا بے

دہشت کی تو میرے تئین باتین نہ سنا بے   کی ہجو اگر مین نے تو کیا قہر کیا، بے

نے دین مرا اس مین نہ دنیا گئی بھڑو سے

غزلون پر باہم جو ردوقدح ہوئی ہے اس کا ذکر بھی اس تذکرہ مین نہین ہے، تاہم منتظر کے اشعار سے اسکی تائید ہوسکتی ہے،

پڑھ منتظر اس بحر و قوافی مین غزل وہ   دکھلاوے جو ماہی سقنقور کی گردن

ہوسکتی ہے ماہی سقنقور کی گردن   لیکن نہین ثابت شب دیجور کی گردن

لنگور کا وہ قافیہ ایسا تھا کہ جیسے   باندھے دم لنگور سے لنگور کی گردن

حاسد وہ ترش گو ہو کہ کچھ اُس سے نہین دور   باندھے وہ اگر شعر مین انجور کی گردن

کس طرح سے خم دیوے کوئی منتظر اسکو   پتھر سے بنی ہووے جو بلّور کی گردن

مصحفی کی یہ شرافت اور متانت ہے کہ انھون نے ان ناگوار واقعات کا ذکر اپنے تذکرے مین نہین کیا ہے البتہ منتظر کے حالات مین جو مدحیہ فقرے لکھے ہین ان مین صرف اس قدر لکھا ہے کہ

اگرچہ بعض اشخاص معنوی ذہانت طبعش را دیدہ بسیار خواستند کہ او را بطریقے بحلقہ تبعیت خویش کنند، ہرگز التفات بگفتن ایشان نہ کرد تا آنکہ پیرگشت راسخ الاعتقاد

خویش بہ مقام والا شاعرے رسیدہ حالا برائے کلہ شکنی آنہا برابر موجود است،

مولنا آزاد نے سید انشا کے ساتھ جرأت کو بھی اونکے حریفون مین شامل کر لیا ہے، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین،

انھین عادت تھی اکثر جگہ معاصرین پر چوٹ بھی کر جاتے تھے، چنانچہ کہا ہے،

کچھ مین جرأت نہین ہون مصحفی ہو بیان ‏ ‏ میر و مرزا سے لڑانے یہ غزل جاؤن گا

اور تو تانی کوئی اوس کا نہین ‏ ‏ مصحفی کا ہے قتیل البتہ چوٹ

اکثر غزلون کے مقطع مین اپنے فخرئے، اور ملک سخن کی بادشاہی کے دعوے، اور مشاعرے کا اپنے دم قدم سے قائم ہونا، اور سب شعرا کو اپنا خوشہ چین کہدینا ایک بات تھی اور یہ دعوے کچھ بیجا بھی نہ تھا، مگر جب سید انشا، اور جرأت وہان پہنچے تو نتیجہ برا ظاہر ہوا،

مصحفی کی اس شاعرانہ فخاری سے انکار نہین، لیکن انشا کے سوا اون کے تعلقات اور تمام معاصرین کے ساتھ نہایت شگفتہ تھے، چنانچہ انھون نے اپنے تذکرے مین جابجا ان تعلقات کا ذکر کیا ہے، مثلاً جرأت کے متعلق ایک شاگرد کے تذکرے مین لکھتے ہین،

روزہائے کہ میر موی الیہ ہمراہ مرزا حاجی کہ از کربلائے معلّٰی آمدہ بود، بلکھنو آمد فقیر در آن ایام رفیق میر محمد نعیم خانصاحب بود×× در ہمان روزہا با فقیر نیز نیازمندی پیدا کردہ چیزے شکستہ دلبستہ خود را برائے اصلاح اکثرمے آورد، چون چند سال برین بگذشت و روزگار فقیر برہم خورد و وحشت مزاج بران زیادہ گردید مطلقاً بشعر و شاعری سروکار نماند بلکہ نفرت کلّی رو داد موی الیہ موافق معمولی برائے اصلاح مے آمد متصدعہ اوقات آزادگی می شد لہذا بجواب ادام وگفتم کہ مرا دماغ اصلاح نماندہ است پیش میان قلندر بخش جرأت بردید و اکنون شعر خود را بایشان مے نمائید، اوّل راضی برین نبود آخر چون دید کہ طبیعت ایشان آزردہ می شود پیش

مشارالیہ رفت وصورت حال را ظاہر کرد، جرأت گفت کہ میان من وایشان دوستی است وقول شمارا چہ اعتبار اگر رقعہ از دست ایشان نویسانیدہ بیارند مضائقہ ندارد وآخر کار چون روز دوم آمد، درخواست رقعہ از من کرد، نوشتہ دادم، از ہمان تاریخ آنچہ گفتہ دمی گوید بہ جرأت می نساید،

بقاؔ جن کی زد سے میرؔ وسوداؔ بھی نہ بچ سکے مصحفی کے رفیق وہمدم تھے، چنانچہ لکھتے ہین،

بافقیر رابطہ آشنائی بسیار مربوط است بلکہ اکثر در شاہ جہان آباد چندے یک جا بودم و شام چاشت بہ اتفاق ہمدمی کردیم،

نواؔ، بقاؔ رکے ارشد تلامذہ مین تھے، لیکن مصحفی اور بقاؔ رکے دوستانہ تعلقات کا یہ نتیجہ تھا کہ بقاؔ رکے تعلق سے نواؔ مصحفی کو چچا کہتے تھے، چنانچہ ان کے تذکرہ مین لکھتے ہین،

بسبب دوستی کہ میان بقار اللہ از قدیم الایام در پایہ برادریست بلکہ افزون ترفقیر را عموی ے گوید،

میر سوزؔ کے تذکرے مین لکھتے ہین،

بسیار مہربانی فرماید و غایب و حاضر از مزخرفات این ہیچمدان خط وافر برداشتہ بحکلف در ستائش دوستانہ می افزاید،

غرض مصحفی ایک مرنج ومرنجان شاعر تھے، انشاؔ کی شرارتون نے اگرچہ اونکو اون کے ساتھ دست وگریبان رکھا، لیکن جرأت کے ساتھ اونکی آویزش ثابت نہین ہے، اور نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کا یہ بیان صرف تغلیبی ہے کہ،

باجرأت واانشا مشاعرات ومطارحات کردہ است،

مصحفی کی تصنیفات کی فہرست تذکرہ گلشن بیخار مین حسب ذیل دی ہے،

ششش دیوان ریختہ و دو تذکرہ تمام کردہ و دیوانے در فارسی و تذکرہ ہم دارد،

مولنا محمد حسین آزاد نے یہ فہرست اسی تذکرے سے نقل کی ہے اور اس پر کچھ اپنی معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

عام تذکرے گواہی دیتے ہین کہ ان کی تصنیفات مین چھ دیوان ارد و کے تمام و کمال ہین چنانچہ ایک قصیدہ دعائیہ مین کہتے ہین،

مصحفی آج دعا مانگے ہے تجھ سے یا رب	ایک ہے ذات تری سب پہ غفور اور رحیم
یہ جو دیوان چھٹون اس کے ہین مانند سہیل	بزم شاہان مین لباس انکا رہے جلد ادیم

دو تذکرے شعرائے ارد و کے، ایک تذکرہ فارسی کا اور ایک دیوان فارسی کا لکھا، مگر راقم کے پاس جو ان کے دیوان ہین ان مین سے ایک پر دیوان ہفتم لکھا ہے اور ایک دیوان اور ہے اس مین سید انشار کے جھگڑے بھی ہین، یہ آٹھوان ہوگا کہ سب سے اخیر ہے،

اس تذکرے سے اونکی تصنیفات کی کوئی یقینی اور مکمل فہرست مرتب نہین کی جا سکتی کیونکہ اس تذکرہ کے بعد اون مین اور اضافہ ہوا ہوگا تاہم بعض باتین زاید معلوم ہو سکتی ہین، چنانچہ وہ اپنی تصنیفات کے متعلق لکھتے ہین،

دو دیوان فارسی بزبان فصیح کہ یکے درجواب مولنا نظیری نیشاپوری ہنوز ناتمام است ویکے بطور خود ناتمام ست ویکے بطور خود تمام و سہ دیوان ہندی و دو تذکرہ یعنی، فارسی و ہندی و یک دو جزو شاہ نامہ تانسب حضرت شاہ عالم بہادر ، و یک دیوان ہندی کہ در شاہ جہان آباد گفتہ مع مسودہ دیوان فارسی اول کہ زبانش بطور جلال اسیر و ناصر علی بود بدزدی رفتہ،

مولنا محمد حسین آزاد نے تذکرون کی نسبت لکھا ہے کہ

ان مین اپنے کل شاگردون کی بھی فہرست دی ہی،

اور اس سے ناسخ کے حالات مین یہ استدلال کیا ہو کہ وہ مصحفی کے شاگرد نہیں ہو سکتے،

کیونکہ اونھون نے اپنے تذکرے مین تمام شاگردون کے نام لکھدیئے ہین، اونکا نام نہین ہی،

اس تذکرے کے بعد اگر مصحفی نے شعرائے اردو کا کوئی تذکرہ لکھا ہی تو ہم کو اوس کا حال معلوم نہین لیکن اس تذکرے مین اونھون نے اپنے تلامذہ کی کوئی فہرست نہین دی ہی، شعرا کے حالات مین بے شبہ وہ اور تذکرہ نویسون کی طرح لکھتے جاتے ہین کہ فلان کے شاگرد ہین، اور اسی سلسلے مین خود اون کے تلامذہ کا نام بھی آجاتا ہی، لیکن اس کو مکمل فہرست نہین کہہ سکتے، اس تذکرے مین آتش اور آسیر کا ذکر بھی نہین آیا ہی، تو کیا مولانا محمد حسین آزاد کی طرح یہ استدلال کیا جاسکتا ہو کہ یہ لوگ بھی مصحفی کے شاگرد نہین تھے؛

مولانا آزاد نے مصحفی کی غزل فروشی کی جو زبانی روایت نقل کی ہی، وہ بہت زیادہ تحقیق طلب ہے، تمام تذکرہ نویس جن مین میرحسن مرزا علی لطف اور قدرت اون کے معاصرین مین ہین، اس سے خاموش ہین، مولانا آزاد نے غالباً آب حیات کے لکھتے وقت صرف گلشن بیخار کو پیش نظر رکھا ہی، مگر اوس مین بھی اس کا ذکر نہین مصحفی نے اس تذکرے مین اپنے اکثر جزئی حالات ضمناً لکھدیئے ہین، اور سادگی کی وجہ سے غالباً کوئی پردہ نہین رکھا ہی، ایک موقع پر ایک قدردان کی نسبت لکھا ہی،

وتذکرہ راکہ تیار شدہ بخریداری تمام بردہ،

لیکن غزل فروشی کی نسبت اس مین کوئی اشارہ بھی نہین مل سکتا، وہ اپنے اشعار مین بھی اپنی غربت و فلاکت کا تذکرہ کرتے ہین، مثلاً

ہون شیخ مصحفی کا مین حیران شاعری　　الله مفلسی مین یہ کچھ شان شاعری

تنگدستی مین یہ نہین معلوم　　خرچ اپنا کہان سے اوٹھتا ہی

لیکن ان اشعار سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ فاقہ مستی مین اپنے جگر پارون کو بھون کر کھا جاتے تھے ممکن ہی کہ اضطرار اًکسی موقع پر اونھون نے بالمعاوضہ کچھ غزلین کہدی ہون لیکن مولانا آزاد کا یہ بیان کہ وہ غزل فروشی کی دوکان لگا کر بیٹھتے تھے، جو چاہتا تھا روپے سے لیکر ہ تک غزلین خرید لے جاتا تھا، یقیناً مبالغہ انگیز ہی،

مولانا آزاد نے انشار کے جو حالات لکھے ہین، اس تذکرہ کے پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ وہ بھی ادھورے اور نامکمل ہین، مثلاً اونھون نے انشار اور شعراے دہلی کی معرکہ آرائیون کی داستان اس طرح شروع کی ہی،

غرض رشک بھی تلامیذ رحمانی کا خاصہ ہی، یا تو غریب الوطن نوجوان کو بے رفیق و بے یار سمجھکر کہن سال مشاقون نے کچھ تعریفین کین یا یہ کہ مشاعرہ مین اس بلند نظر کے حسب دلخواہ اوس کے کلام کی عزت نہ ہوئی، بہرحال سید انشا کو شبہہ ہوا کہ میری مخالفت پر سب دلی والے موافق ہوگئے، ×× خدا جانے طرفین نے زبان سے کیا کچھ کہا ہوگا، مگر غزلون کے مقطع مین فخریہ چھیکیں ہونے لگیں سامنے کی نکتہ چینی کی عینکیں لگ گئین، ان مین مرزا عظیم بیگ تھے کہ سودا کے دعوائے شاگردی اور پرانی مشق کے گھمنڈ نے اونکا دماغ بہت بلند کر دیا تھا، وہ فقط شد بد کا علم رکھتے تھے مگر اپنے تئین ہندوستان کا صائب کہتے تھے، اور خصوصاً ان لوگون مین سب سے بڑھ کر قدم مارتے تھے، چنانچہ ایک دن وہ میرماشاءاللہ خان کے پاس آئے اور غزل سنائی کہ بحر رجز مین تھی، مگر ناواقفیت سے کچھ شعر رمل مین بھی جا پڑے تھے، سید انشار بھی موجود تھے تاڑ گئے، حد سے زیادہ تعریف کی اور اصرار سے کہا کہ مرزا صاحب اسے آپ مشاعرہ مین ضرور پڑھین، مدعی کمال کہ مغز سخن سے بے خبر تھا اوس نے مشاعرہ عام مین غزل پڑھ دی سید انشار نے وہین تقطیع کی فرمایش کی، اوس غریب پر جو گذرنی سو گذری مگر سید انشا نے اسکے ساتھ سب کو لے ڈالا، اور کوئی دم نہ مار سکا بلکہ ایک مخمس بھی پڑھا،

اگرچہ مرزا عظیم بیگ نے بھی گھوجا کر اسی مخمس کی طرح مین اپنی بساط کے بموجب دل کا بخار نکالا مگر وہ مشت بعد از جنگ تھی، اب سید انشا کے طائر فخر کی بلند پروازی اور زیادہ ہوئی،

ہر غزل میں مضامین فخریہ کا جوش ہونے لگا یہان تک کہ میرا اور اون لوگون کا کلام ایسا ہے جیسے

کلام الٰہی اور مسیلمہ کذاب کا الفیل ما الفیل،

مولانا آزاد نے اِس مے کو اور بڑہایا ہی، اور بادشاہ کو بھی اِس قصہ مین شریک کر لیا ہی، لیکن کسی قدیم تذکرے مین یہ تفصیل نہین ملتی، صرف نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نے گلشن بیخار تذکرۂ عظیم بیگ مین اس قدر لکھا ہی،

در جواب اعتراض انشاء اللہ خان کہ در مشاعرہ مرزا مینڈہو خلف نواب شجاع الدولہ مرحوم بعلت انتقال از بحر ہزج بہ بحر رجز نظر افت تمام باوے معارض شدہ بود مخمسے موزون نمودہ بود،

البتہ مصحفی نے اِس قصے کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہی، اور اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ مولانا آزاد نے اِس داستان کی اصلی کڑیان نظر انداز کر دی ہین، وہ انشاء اللہ خان کے حال مین لکھتے ہین،

حسب اتفاق میر موصوف (انشاء) در مشاعرہ شاہ جہان آباد غزل عربی کہ مطلعش اینست × وغزل ہندی بردیف دنیاز پانچون "نیاز پانچون" خواندہ فروغ تمام یافت شعرائے دلی مثل میان ثناء اللہ فراق و میر قدرت اللہ قاسم وہدایت خان و میر محمد جواد دہلوی و مرزا عظیم بیگ عظیم کہ خود را صائب ریختہ میشمرد حسد در کارش بردہ در مشاعرہا در جواب ایشان غزل عربی ومخمسہ آن درست کردہ آوردند و در جواب غزل ہندی کہ "نیاز پانچون" بود "نیاز ساتون" قرار دادند، جاسوسان خبر رسانیدند کہ صورت حال اینست مشارالیہ ازین ماجرا مطلع شدہ در جواب "ساتون" غزل "آٹھون" کہ مطلعش اینست × نگاشت و در جواب مخمسہ غزل عربی برین قطعہ اکتفا کردہ،

حاسد سے میرے یہ کہو گر تو غزل عربی کہے	خورشید سے کب ہمسری کی کرمک شب تاب نے
امواج قلزم سے بھلا کب ہو سکے ہی سامنے	کچھ جوش گر گا ہے کیا برسات کے تالاب نے
صادق بلاشبہہ ہی یان وہ مثل جس طرح سے	الحاقہ پر رشک کھا کر کہا مسلم کذاب نے
الفیل و ما الفیل و ما ادراک ما الفیل کیا	سنتے ہی جس کو ہنس دیا ہر ایک شیخ و شاب نے

بجر واستماع این قطعہ مجلس برہم خورد وبہ حدے چہ چہ پہ پہ شد کہ گویا شور قیامت برخاست،

شعرائے حالات کے علاوہ اِس کتاب مین فن شعر کے متعلق اور بھی متعدد تاریخی اور ادبی نکتے ہین جن سے ہم نے شعر الہند مین کام لیا ہی، اور اس لحاظ سے اگر تذکرہ میر اور تذکرہ میرحسن کے ساتھ یہ تذکرہ بھی شائع ہوجائے تو اُردو زبان مین ایک اور مستند تذکرہ کا اضافہ ہوسکتا ہے، کیا ہم انجمن ترقی اُردو سے اِس کی اُمید کرسکتے ہین؟

تصحیح

گذشتہ جولائی کے پرچہ مین زیر ادبیات مرزا عزیز کی غزل کے دسوین اور اٹھارھوین شعر مین "مجازی" کے بجائے "حجازی" چھپ گیا ہی، ناظرین تصحیح کرلین،

سیرۃ النبی حصۂ دوم

طبع دوم

۲۰×۲۶ چھوٹی تقطیع پر سیرۃ حصۂ دوم دوبارہ چھپ کر تیار ہے، قیمت باختلاف کاغذ ے صر روپیہ

علم الکلام

مولانا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اوس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ نا پید ہوگئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عامر

"منیجر"

خلافت اسلامیہ کا دورِ جدید

اور

اُس کا آیندہ نظامِ عمل

از

جناب ڈپٹی سید مقبول احمد صاحب بی اے الٰہ آبادی سیاحِ عراق

ہمارے دوست مولوی سید مقبول احمد صاحب ان لوگون مین ہین جو انگریزی تعلیم اور سرکاری تعلقات کے باوجود مسلمانون کا درد اور موجودہ سیاستِ اسلامیہ مین ذوق رکھتے ہین اور اسی کا اثر تھا کہ انھون نے ایک خاص موقع کو مغتنم سمجھکر مملکت عراق کا سفر کیا اور اس مظلوم ملک اور مظلوم قوم کے جذبات و حالات کا بچشم خود معاینہ کیا اور واپس آکر دو گرد و پیش کے خطرات اور لومۃ لائم کا خیال کیے بغیر، جو کچھ ان کے نزدیک حق تھا اس کو برملا آشکارا کیا، ولگداز مین اپنا مختصر سیاحت نامۂ عراق چھپوایا، جس مین متعدد واقعات ایسے لکھے جنکو ایک دنیادی طمع و عزت کا خواہان لکھنا گوارا نہ کرتا،

اس سفر کے باعث اُن کو موجودہ دنیائے اسلام اور خصوصاً عربون کے خیالات و حالات کے جاننے کا کسیقدر موقع ملا، اور جس کا نتیجہ انکی تصنیف "مستقبل عرب" ہے. گو ہم کو ان کے خیالات و معلومات سے کامل موافقت نہین، تاہم ان کے افکار کو غور و مطالعہ کے لائق سمجھتے ہین، آج وہ ہماری علمی بزم مین، ایک ایسا ہدیہ لے کر آتے ہین، جسکو علم مذہب اور سیاست تینون جہتون سے تعلق ہے،

"خلافت اسلامیہ کے دورِ جدید اور اس کے آیندہ نظامِ عمل کا جو خاکہ انھون نے کھینچا ہے

وہ متعدد حیثیتون سے نہایت دلکش ہے، البتہ اس نقشہ کشی کے لیے جو زمین اُنھو تمہیدی خیالات
کی اُنھون نے تیار کی ہے، وہ بہت کچھ محتاجِ تنقید ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دوست
بلنٹ صاحب سے بہت عقیدت رکھتے ہین، اور وہی اُن کے خیالات کے ذرائعِ معلومات
ہین، حالانکہ موجودہ فتنہ کے بانی وہی ہین اور اسلام مین عرب و ترک اور قومیت و
جنسیت کی لعنت اُنھین نے پیدا کی ہے، یہ عربون کے دوست مشہور ہوئے، اور اس موجودہ
انقلاب کے سخت آرزومند تھے، بالآخر اس انقلاب کو اپنی آنکھون سے دیکھکر وہ اس دنیا سے
سدھارے، لیکن نہ تو انکی زبان سے دردمندی کا ایک کلمہ نکلا، اور نہ اپنے عرب دوست
قوم کی بربادی پران کے آنکھون سے آنسو کا ایک قطرہ بہا، اور نہ اپنے ہموطنون کو انکی
غلط کاریون پر انھون نے زجر و توبیخ کی تاہم بعض مسلمان اُن کو اپنا دوست، اور عرب اپنا
مربی جانتے ہین،

قاصد رقیب بودہ و من غافل از فریب
بیدرد، مدعائے خود اندر میانہ ساخت

معارف کے تحریری کرمفرماؤن مین جن کے مضامین معارف مین شایع ہورہے ہین،
حسن اتفاق سے ہمارے دوست مولوی سید مقبول احمد صاحب الہ آبادی کے ہمنام ہمنسب
اور ہموطن ہین، جنکا مضمون مئی کے معارف مین جامع الاخلاق شایع ہوچکا ہے، ان دونون
نامون مین ناظرین معارف کو تشابہ ہوگا، اس لیے جب ذاتی اوصاف مین یہ اشتراک باہم
تو لامحالہ عارضی اوصاف سے امتیاز کرنا ہوگا، اسی سبب سے "خلافت جدیدہ کے مصنف کے
ساتھ، ڈپٹی، بی اے، سیاح عراق کے اوصاف ضم کیے گئے ہین، ہمارے دوسرے سید
سررشتہ دار اور ایم اے ایل ایل بی ہین،

ہمارے موجودہ عصر نے عالم اسلام مین جو ہیجان اور انقلابات پیدا کیے ہین، ان مین غالبًا سب سے زیادہ قابلِ توجہ اور مؤثر وہ انقلاب ہے جو ملت ترکیہ کے جمہوری حکومت کے انعقاد کے ساتھ قدیم خلافتِ اسلامی کے تبدیلی سے ظہور مین آیا ہے، مذہبی اسلامی نقطۂ نظر سے تو یہ ایک بدعت ہے، مگر یہ صورت اُسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک ہم خلافت کو مذہبی نظر سے دیکھین، لیکن اگر ہم خلافت کے وہی معنی لین جو قرآن سے ثابت ہے تو خلافت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ وہی آسمانی بادشاہت ہے جسکی بشارت مسیح نے انجیل مین دی تھی اور دانیال نبی نے جسکی تعبیر بادشاہِ بابل کے اس خواب پر بیان کی تھی کہ جب بادشاہ نے عالم رویا مین ایک قوی ہیکل بت کو دیکھا جس کا سر سونے کا تھا، سینہ چاندی کا، پیر لوہے کا اور سب سے اسفل حصہ مخلوط مٹی کا کہ یکایک ایک غیبی ہاتھ سے ایک پتھر نمودار ہوا، اور اس نے اس بُت کے پیر پر اس پتھر کو مارا یہان تک کہ سارے بت کو چور چور کر ڈالا اور پھر وہ پتھر ایسا بڑھا کہ ساری دنیا کو گھیر لیا، سونے کے سر سے مراد بابل کی حکومت تھی، چاندی کے سینہ سے مراد سلطنتِ عجم، پائے آہن سے مراد سکندری سلطنت اور اس کے بعد مخلوط مٹی سے سلطنتِ روما، اور یہ پتھر عرب کا پتھر تھا جس نے روما کے ساتھ ان قدیم سلطنتون کے سارے نشانات کو غبار بنا کر ہوا مین اڑا دیا، اور پھر یہی پتھر ساری دنیا پر حاوی ہوگیا، انجیل اور نوشتۂ بنی اسرائیل کے بعد داؤد نے اپنی زبور مین اسی خلافتِ اسلامیہ کا دو جگہ حوالہ دیا ہے، ایک وہ جس مین داؤد کا کلام یہ ہے کہ "وہ پتھر جسکو معمارون نے رد کیا بالآخر کونے کا سرا ہوا"۔ اور اس پتھر سے داؤد کی مراد وہی دانیال والے پتھر سے تھی، اور اسی پتھر کو مسیح نے اپنی ایک تمثیل مین بیان کیا ہے جبکہ دغاباز باغبانون سے مالکِ باغ باغ کو لیکر ایسی قوم کو دیگا جس کے وہ اہل ہونگے"، اور جب لوگون نے مسیح کے اس حق گفتاری مین اعتراض کیا تو آپنے داؤد کے مشہور اوپر والے جملے کا حوالہ دیا،

بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ کی ایک روایت بالکل اسی کے مطابق اور متعلق یہ ہے کہ رسول اللہ

نے فرمایا کہ میری مثال اس سرے کے پتھر کی سی ہے، جس کے بغیر ایک مکان کی عمارت نامکمل تھی۔
دوسری بشارت حضرت داؤد کی زبور میں یہ ہے کہ "خدا کے نیک بندے زمین کے وارث ہونگے"، اور بالکل انہیں لفظوں کا حوالہ قرآن شریف میں ہے۔ دانیال، زبور اور انجیل کے بعد خلافت اسلامیہ کی پوری بشارت قرآن شریف کے سورۂ نور کی آیت استخلاف میں یوں موجود ہے، "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون"۔ "اللہ کا وعدہ ہے کہ تم لوگوں میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسا ان لوگوں کو خلافت عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں اور جس دین کو اس نے ان کے لیے پسند کیا اس کو ان کے لیے مضبوط کریگا اور انکو جو خوف ہے اس کو وہ امن میں بدلدیگا کہ ہماری عبادت کیا کریں اور کسی چیز کو ہمارا شریک نہ گردانیں، اور جو شخص اس کے بعد ناشکری کرے گا تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں"۔

پس اسلام کے لیے دنیاوی بادشاہت ایک وعدۂ حق ہے جس کی شاہد قرآن کے علاوہ انجیل زبور و دانیال بھی ہے، اور اسی اسلامی بادشاہت کا نام خلافت ہے، اور بادشاہت کا نام خلافت قرآن شریف کی اوپر والی آیت سے لیا گیا ہے، یعنی مسلمان حکمرانی میں ان اگلی قوموں کی جانشینی کرینگے جنکو اس سے پہلے حکومت دی گئی تھی، ایک دوسری جگہ قرآن شریف میں انسان کو زمین پر خدا کا خلیفہ بتایا گیا ہے، اور خدا کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو دنیا میں خدا کی طرف سے انکی دوسری مخلوق میں نظم و نسق کرے یا دوسرے معنی میں سلطنت کرے، تیسرے اسلام میں بادشاہت کو خلافت اس لیے بھی کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی سے خدا نے اسلامی سلطنت کی

شروع کر دیا تھا یعنی آپ پیغمبر بھی تھے اور امیرِ عرب بھی، اور آپ کے بعد عرب کی امارت کی جانشینی کا نام خلافت پڑ گیا، بہر حال خلافت اسلامی ایک مادی چیز ہے، نہ مذہبی اور "روحانی" اسلام نے کبھی سوائے پیغمبرون کے دوسرے انسان کو اپنے ابنائے جنس کی ارواح کا بادشاہ نہین بنا تا ہے، خلافت مین "روحانیت" کا اطلاق اسلام کے لیے عجیب و نئی چیز ہے[1] مسلمانون مین کبھی روحانی بادشاہ مسیحیون اور بودھون کی طرح نہین ہوا کرتا، خلیفۂ اسلام محض ایک دنیاوی بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے، جو گناہ کرسکتا ہے اور اس کے پاداش مین قتل اور معزول کیا جاسکتا ہے، اور کوئی شخص اُس کو محافظِ "شریعت و قوانین سے زیادہ ماننے پر مکلف نہین، وہ مذہبی شرایع کو تبدیل کرنے کا حق بھی نہین رکھتا اور نہ اسکے خلاف فیصلہ دینے کا، یعنی مختصر یہ کہ وہ مقدس و معصوم نہین ہے،

مگر مسلمانون مین مذہبی شرایع اور دنیاوی قوانین مین کوئی امتیاز نہین رکھا گیا۔ درحقیقت مسلمانون مین مذہبی شرایع کا نام دنیاوی قانون ہے، اسلامی شریعت دو بڑے جز مین تقسیم ہے معاملات اور عبادات، اور دونون کا پلہ شریعت مین برابر ہے، معاملات کے ترک کرنے سے بھی ویسی ہی فساد دین کا ہے جیسے عبادات کا اور علیٰ ہذا القیاس عبادات کے ترک کرنے سے ویسے ہی فساد دنیا کا ہے جیسے معاملات کا، پس اسلامی سلطنت ایک قسم کی "تھیو کریسی" ہے یعنی اگرچہ اس تھیو کریسی مین تمام قوانین کا سرچشمہ الہام آسمانی ہے مگر اس کا حامل و نگہبان خدا کی طرف سے مبعوث نہین کیا جاتا، تو ابتدائے اسلام مین خلیفۂ اسلام مسلمانون کے تمام قوانین (دینی و دنیوی) کا محافظ اور اس پر عمل کرانیوالا ہوتا تھا، یہ صورت خلفائے راشدین کے وقت مین بدرجہ اتم رہی۔ اس کے بعد جبارین

[1] معارف: اگر مقصود عیسائیون کی طرح روحانی یعنی معصوم مامور من اللہ۔ اور شارع ہے تو صحیح ہے کہ اسلام کا خلیفہ ایسا روحانی نہین، اور اگر مقصود اسلامی روحانیت ہے تو صحیح نہین، اسلام مین خلیفہ واجب الطاعۃ ہے، الا یہ کہ اس کے احکام خلاف شرع ہون، اسکو مذہبی اور اسوۂ کامل ہونا چاہئے وہ نماز و نکاح جمعہ و جماعت کا جہاد و غزا کا امام ہے، وہ کاتون کا محصل مسلمانون کا دینی و دنیوی پیشوا ہے

بنی امیہ و بنی عباس نے اس کو ایک صورت سے قائم رکھا، مگر زوال سلطنت عرب سے اسلام خلافت کی دنیاوی وسعت سے بہت دور نکل گیا، ایک زمانہ ایسا آیا کہ خلیفہ صرف بغداد کا بادشاہ رہگیا، اور باقی تمام اجزا مختلف سلطنتون مین بکھر گئے، اور ایک ہی وقت مین اسلام مین کئی خلیفہ کا دور ہوا، پھر اس سے بھی زیادہ یہ ہوا کہ اسلام ان قومون مین پھیلا جن پر کوئی اسلامی خلیفہ بھی نہ تھا اور یہ نئی صورتین جب مسلمانون کو پیش آئین تو انھون نے زمانہ کے لحاظ سے ان باتون پر عمل کیا جس سے مسلمانون کا عام مفاد مقصود تھا، اور خلافت مین نئی تبدیلیان کوئی بدعت نہ کہلائین، یہان تک کہ اس مرکزی خلیفہ کا نام و نشان بھی مٹ گیا، بلکہ خلافت اس قوم سے بھی جاتی رہی جس کے لیے قرآن شریف مین وعدہ[1] تھا، اور جس کے لیے حدیث تھی کہ اسلام پر حکمرانی صرف قریش کا حق ہے، مغول کا زمانہ آیا۔ اور اس دور ہرج مرج مین اسلامی ممالک پر کفر کی حکومت ہوئی، قانون بدلے گئے، شریعت کا ایک جز یعنی معاملات برطرف کیا گیا، اور اب مسلمانون کی وہ صورت پیدا ہوئی کہ وہ پانچ ارکان دین پر عامل ہونے لگے، مغول اور ترک کی اسلامی سلطنت مین پھر مسلمانون کی شریعت مکمل کی گئی۔ اور معاملات کے ساتھ عبادات ملائی گئی، یہ سلاطین عجم بہرحال جہان بھی سلطنت کرتے ہون، وہ اپنی اس حصۂ ملک کے لیے خلیفۂ اسلام تھے، ہندوستان مین مغل مسلمانان ہند کے لیے بمنزلۂ خلیفۂ اسلام تھے، مصر مین مملوک، ایران مین صفوی اور سپین بربر و عرب مین طوائف الملوک اپنے اپنے ملک کے خلیفہ تھے، اور انمین سے ہر ایک سوائے خدا کے کسی دوسرے بڑے خلیفہ کی محکومیت پر مجبور[2] نہ تھا، یہی حال سلاطین عثمانیہ کا تھا، وہ شام و مصر کی فتح سے پہلے بھی اپنے ملک کے خلیفہ تھے۔ اور جب انھون نے عرب کو مسخر کیا تو وہ عربون کے خلیفہ بھی ہوگئے، سلطان سلیم خواہ وہ تبرکات نبوی کو برائے نام عباسی خلیفہ

---

[1] معارف: قرآن مین قریش سے خلافت کا وعدہ نہین بلکہ عام مومنون سے ہے، [2] معارف: یہ صحیح نہین، دیکھیے مضامین خلافت اور ہندوستان، خلافت اور دنیائے اسلام، خلافت اسلامیہ اور تشبیہات یہ سب مضامین معارف خلیفہ مکرمین

مصر سے حاصل کرتے یا نہ کرتے وہ عرب کے خلیفہ ہو چکے تھے چونکہ عرب کی خلافت خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی جانشینی تھی، اس خیال سے اس خلافت پر فیض یاب ہونے کے ساتھ سلطان نے تبرکاتِ نبوۃ کو قبضہ مین لانا خلافت کی تکمیل جانی۔

سلطان عبد الحمید کے زمانے تک خلافتِ ترکیہ کا مرادف سلطنتِ عثمانیہ تھا، مگر اس بیدار مغز سلطان نے خلافت کو سب سے پہلے اتحادِ اسلام کا آلہ بنانا چاہا، یعنی خلافت کو وہ صورت دینی چاہی جو ایک حد تک پوپ سے مشابہت رکھے یعنی خلیفۂ عثمانی صرف حدودِ دولتِ عثمانیہ کے اسلامی قوانین کا محافظ نہ کہلائے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانون کے مذہبی معاملات کا سردار ہو، یہ ضرورت اصل مین ترکی سلطنت کے استحکام کے لیے پیش آئی، مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ سلاطین جن کے ماتحت مسلمان آباد تھے وہ کبھی ایسی صورت گوارا کرنے پر رضامند نہ تھے، جس کے باعث ترکی سیاست کو ایسی تقویت حاصل ہو سکے، مگر سلطان کے پین اسلامک پروپگنڈا کا نتیجہ اتنا ضرور ہوا کہ خصوصاً ہندوستان مین مسلمانون کی بیداری کے ساتھ ان کو ترکی سلطنت کے ساتھ ایک ایسی شیفتگی و وابستگی ہو گئی کہ جب کبھی کسی سلطنت کو کوئی فتح یا شکست مخالفین کے مقابلے مین ہوتی تو خصوصاً مسلمانانِ ہند مین ایسا جوش پیدا ہوتا گویا خود انکی فتح یا شکست تھی[2]

سلطان عبد الحمید کے زمانے مین ایک بزرگ سید جمال الدین افغانی ترکی مین وارد ہوئے جنھون نے اتحادِ اسلامی کے خیال کو اور تقویت دی؛ مگر ترکی سلطنت عبد الحمید کے زمانے مین روز بروز انکی غفلت سے کمزور ہوتی گئی اور جس کمزوری کو انھون نے اس نئے اتحادِ اسلامی سے تقویت دینا چاہا وہ راست نہ آئی، ان کی غفلت اور قدامت پرستی نے ترکی کی اندرونی حالت کو استقدر

---

[1] معارف: یہ خیال قطعاً صحیح نہین مسٹر بنٹ کی تحقیقات تمیہ سے باہر اگر کوئی چیز ہمارے دوست کو معلوم ہو تو ضرور مطلع کرین

[2] معارف: یہ خیالات صرف مسٹر بنٹ کی صدائے بازگشت ہے

اعتراف کر رکھا تھا کہ اگر روس و انگلستان و فرانس سلطان کے اس دعوے مین ہنوز یعنی عام خلافت اسلامی اور جہاد عمومی کی حقیقت کو جانتے ہوتے تو ترکی کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہتی اور وہ کبھی کو اس کا تجزیہ کر چکے تھے کہ یکایک سلطان کے آخری زمانے مین نوجوانانِ ترک نے سلطان کی استبدادی حکومت سے انحراف کیا اور ان کو معزول کرکے ایک ترقی کن اور متحد سلطنتِ ترکیہ کی بنیاد ڈالی، انھون نے سلطان کے خیالی آلہ حرب عام اتحاد اسلامی اور خلیفۂ اسلام کی واحد قوت کی پرواہ نہ کرکے اپنے ملک کے لئے ترقی و تمدن کے سامان پیدا کیے اور خلافت عمومی کو بالفعل سلطان کے ساتھ رخصت کر دیا[1]، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ برس مین ہر چہار طرف سے اُن کے دشمن اُن پر ٹوٹ پڑے اور ہر ایک دشمن کے مقابلے مین وہ بہت کچھ ملکی قربانیان کرکے واپس ہوئے، اس کے بعد یورپ کی وہ خوفناک جنگ کی آگ شروع ہوئی جس نے اپنے شعلہ مین ترکی کو بھی لپیٹ لیا، جب وہ آگ بجھی تو خاکستر ترکی سے ایک نیا ترکی اٹھا، اس ترکی مین تمام پرانی روائتین سوخت ہو چکی تھین۔ نہ اس ترکی مین عثمانی قوم کے علاوہ کوئی اور قوم شامل تھی، اور نہ اس پر ایک پرانی قسم کا خلیفہ یا سلطان حکمران تھا، اس جدید ترکی کے ثبات کے لیے مسلمانانِ ہندوستان سے ایک نئی اور عجیب حرکت ظہور مین آئی، انھون نے سلطنت ترکیہ کی حفاظت کو اپنا دین و ایمان جانا اور اس شدت کے ساتھ اس کے لیے جدوجہد کی کہ غیر قوم والے تو خیر خود مسلمانون کو شبہ ہو گیا کہ واقعی خلافت ایک جزوِ ایمان ہے یا کیا[2]۔ خلافت کی عجیب عجیب صورتین بتائی گئین، کہین رسول اللہ کی وصیت جزیرۃ العرب کو اس کی چسپان کیا گیا[3] حالانکہ ان بھولے بھالے مسلمانون کو اس کا مطلق علم نہ تھا کہ جس جزیرۃ العرب پر وہ

---

[1] معارف:۔ یہ خیال حقیقت سے دور اور بے سند ہے، [2] معارف: کیا آپ کو حدیث من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ نہین معلوم، کیا آپ کو عقاید کا یہ باب یاد نہین کہ نصب الامامۃ واجب علی الامۃ،

[3] معارف: یہ واقعات سے بخبر لہٰذا استدلال ہے جزیرۃ العرب سے غیر اسلامی اقتدار کو مٹانے کے لیے کوشش ہوئی کہ اس کو حدود ترکی مین داخل کرنے کے لیے

شور وشغب کر رہے ہین وہ جدید ترکی کے پروگرام مین شامل ہی نہین۔ اور یہ کہ خود عرب ایک مدت سے اپنی قومی حکومت کے لیے ترکی اور خصوصًا نوجوان ترکون کی ترکی کے خلاف تھے[1]۔ انھون نے اس کی پرواہ نہ کی کہ خود عرب مین اور ترکی مین خلافت کا کیا خیال ہے؟ جوشِ جنون مین اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو ڈرایا۔ دھمکایا کافر بنایا، کہین مارا، کہین توڑا، کہین علانیہ تلوارے کر کھڑے ہوئے[2]، کہین ہندوؤن کے سوراج مین کود پڑے، بہرحال اس حرکتِ اضطراری کا نتیجہ اگرکچھ نہ ہوا لیکن سلطنتِ برطانیہ اس قدر تو مرعوب ہوگئی کہ جب مصطفےٰ کمال بانیِ ترکی جدید نے تلوار میان سے نکالی اور یونانیون کو یہ یک بینی و دوگوش خاکِ عثمانی سے نکال باہر کیا تو برطانیہ ترکون کی صلح مین پھر رخنہ انداز نہ ہوئی[3]،

مگر مصطفےٰ کمال ایک نہایت مدبر ترک ہے، اس نے دیکھا کہ ترکی از لسکہ بحرانپے پیر پر کھڑے ہوئے دنیا مین قائم نہین رہ سکتی اور اس کو اقوامِ عالم مین باعزت جگہ لینے کے لیے وہ تمام صورتین اختیار کرنی چاہئین جو دوسری متمدن قومون نے اختیار کی ہین مگر کیا عجب کہ اسکی اور دوسری اسلامی سلطنتون کی تقویت کے لیے ایک ایسی صورت بھی پیدا ہو جائے جس سے مسلمان پہلے سے ناآشنا نہین ہین۔ یعنی عالمِ اسلام کو سیاستِ دنیاوی سے بے تعلق ایک نظام مین منسلک کرنا، جو آخر مین ایک ایسا حربہ ثابت ہو جو نصاریٰ اور دشمنانِ اسلام کے تمام مکائد کا سدِ باب ہوگا موجودہ عالمِ اسلام کی صورت یہ ہے کہ اس مین دنیا کے ایک خمس انسان شامل ہین بس اگر یہ ایک خمس انسان ایک مضبوط حبل اللہ مین بندہ جائین تو پھر کوئی اسلام یا اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچانے کا خیال بھی دل مین نہین لاسکتا۔ مسلمانانِ عالم کا شمار یہ ہے،

---

[1] معارف: ان کو کس نے مخالف بنایا؟ [2] معارف: جوشِ مخالفت مین دشمن پر بے بنیاد الزامات قائم کرنا انہین خلافتیون۔

[3] معارف: کیا اس واقعہ کی روزانہ اخباری واقعات سے تائید ہوتی ہے،

۱۔ اقوام ترک	**۴۲ ملیون**
۱۔ عثمانی۔	۱۰ ملیون۔۔
۲۔ اہل آذربائجان۔	۳ ملیون۔۔
۳۔ اہل قفقاس۔	۵ ملیون۔۔
۴۔ ترکمان (یعنی آبائے خوارزم)	۱ ملیون۔۔
۵۔ تاجیک (یعنی آبائے باختر) افغان ترکستان	۱ ملیون۔۔
۶۔ اوزبک سرت (یعنی آبائے ماوراء النہر)	۶ ملیون۔۔
۷۔ ترکان ختن یارقند۔	۴ ملیون۔۔
۸۔ تاتار روس و قریم۔	۱۰ ملیون۔۔

۲۔ اقوام عرب	**۴۸ ملیون**
۱۔ عراقی	۳ ملیون
۲۔ شامی۔	۵ ملیون
۳۔ حجازی۔	۱ ملیون
۴۔ یمنی۔	۲ ملیون
۵۔ حضرمی۔	۱ ملیون
۶۔ عمانی۔	۲ ملیون
۷۔ نجدی۔	۴ ملیون
۸۔ مصری۔	۱۲ ملیون
۹۔ طرابلس الغربی۔	۱ ملیون
۱۰۔ طونس	۲ ملیون
۱۱۔ الجزائری	۵ ملیون
۱۲۔ مراکشی	۸ ملیون
۱۳۔ صحرا۔	۱ ملیون

۳۔ اقوام عجم	**۲۶ ملیون**
۱۔ ایرانی۔	۱۵ ملیون۔۔
۲۔ افغانی	۱۰ ملیون۔۔
۳۔ بلوچ۔	۱ ملیون۔۔

۴۔ اقوام ہند۔	**۶۹ ملیون**
۱ کشمیری،	۳ ملیون۔۔
۲ سندھی،	۲ ملیون۔۔
۳ پنجابی،	۱۲ ملیون۔۔
۴ اہل اودھ و آگرہ،	۶ ملیون۔۔
۵ بہاری،	۴ ملیون۔۔
۶۔ بنگالی،	۲۸ ملیون
۷۔ آسامی،	۳ ملیون
۸۔ مدراسی،	۳ ملیون
۹ بقیہ ہندوستان،	۲۸ ملیون

[illegible] ملیون یا ملین دس لاکھ کے برابر ہے

۵۔ اقوام چین۔ ۵۰ ملیون

مختلف اندازہ کیا گیا ہے۔ کانسو و شنسی یعنی تمامی چین میں ان کی تعداد ۵۰ فیصدی ہے جنوبی چین میں ۳۰ فیصدی، مغربی و وسطی چین میں ۱۵ سے ۲۵ فیصدی، مشرقی چین ۰، فیصدی، ۳۰ ملیون سے ۵ ملیون تک اندازہ ہے لہذا اوسط ۵۰ ملیون لکھی گئی ہے۔

۷۔ اقوام آفریقہ، ۸۰ ملیون

۱۔ حبش،	۳ ملیون
۲۔ مشرقی سوڈان۔	۵ ملیون
۳۔ مغربی سوڈان،	۲۴ ملیون
۴۔ نائجیریا،	۳۰ ملیون
۵، زنجبار و جنوبی آفریقہ میں	۲ ملیون

۶۔ اقوام ملایا۔ ۴۰ ملیون

۱۔ سماترا۔	۳ ملیون
۲۔ جاوا۔	۳۰ ملیون
۳۔ بورنیو۔	۱ ملیون
۴۔ سلیبز و تلکس،	۵ ملیون
۵۔ فلسیامن و پاپوا۔	۱ ملیون

۸۔ اقوام فرنگ و امریکا ۸ ملیون

۱۔ اسلاو، بلقان و روس	۵ ملیون
۲۔ ارناوط	۱ ملیون
۳۔ یونانی،	۱ ملیون
۴۔ بقیہ اقوام یورپ و امریکہ	۱ ملیون
مجموعہ۔	۳۶۳ ملیون

مختلف ممالک غیر شمار کردہ مثل سیلون، سیام اسلام، جاپان، سبد کا سکر ترنئی ڈاڈ فارموسا وغیرہ، ۲ ملیون

کل۔ ۳۶۵ ملیون

پس یہ ۳۶۵ ملیون مسلمان اگر ایک مرکز سے متحد ہو جاتے تو دنیا میں وہ سب سے بڑی قوت والے ہو جاتے۔ اب قابلِ غور بات یہ تھی کہ وہ کس طرح ایک مرکز پر لائے جائیں۔ اگر وہ کسی اسلامی سلطنت کے بادشاہ کی مرکزیت میں ہوتے تو اس میں یہ خرابی آپڑتی ہے کہ وہ قومیں جن

ماتحت مسلمان آباد ہین، وہ کبھی ایسی سیاست کا خیال بھی دل مین لائینگے جبکہ غیر ملک کا بادشاہ انکی رعایا کو اپنی رعایا کہے اور ان سے خراج وصول کرے، سلطان عبدالحمید نے جب اتحادِ اسلامی کا پروپگنڈہ شروع کیا تو ان کے دماغ مین کبھی اس کے امکان کی صورت نہ گذری اور وہ سمجھے کہ سلطان ٹرکی کی حیثیت سے ان کے اس حق کو کہ وہ عالمِ اسلامی کے بادشاہ بھی تسلیم کرلیے جائین کوئی مخالف حاکم قوم ماننے کے لیے تیار نہین، یا وہ ٹرکی محض کے بادشاہ ہون، یا بادشاہت کی وہ شان قائم رکھین جس کا سیاست اور خود اپنے ملک کی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ نہین ہوسکتا کہ وہ اتحادِ اسلامی کو ٹرکی کی حفاظت کے لیے قبلہ بنائین اور خود اپنے مخالفین کی مسلمان رعایا کو اپنا اور ٹرکی کا محکوم جانین، عبدالحمید کے دماغ نے یہ ایک غلطی کی تھی اور جہان ان کی اور غلطیان تھین وہان ایک یہ بھی تھی۔ ان کے بعد نوجوان ترکون نے کبھی اس کی طرف اپنی توجہ منعطف نہ کی۔ ان کو فرصت بھی خدا نے اس کیلئے نہ دی، مگر وہ دورِ انجمن اتحاد و ترقی کا بھی گذرا اور نیا ترکی دورِ مصطفائی شروع ہوا۔ اور اس نے آخر کار وہ پرانے طریقۂ خلافت کو یکسر موقوف کیا۔ اور ایک نئی خلافت کا وجود ظہور مین آیا،

مین پہلے بھی کہہ چکا ہون کہ بجز اس کے کہ مسلمانون کو خدا نے پہلے الہامِ ربانی مین سلطنت کی بشارت دی تھی اور وہ پوری ہوئی، خلافت مسلمانون کا کوئی مذہبی مسئلہ نہین[1] ہے، وہ قابلِ ترمیم تبدیل بلکہ تنسیخ بھی ہوسکتا[2] ہے اور اس سے اسلام مین کوئی دینی خرابی پیدا نہین ہوتی، نئی خلافت کا وجود کسی عالم کے فتوے یا کسی حدیث و آیت قرآنی کے جواز کی محتاج نہ تھی، دنیا کے معاملات مسلمانون کو انکی اپنی سمجھ پر چھوڑ دیے گیے ہین اور جیسی وہ صورت دیکھین ویسا ہی عمل کرین[3]، پس نئی خلافت

---

[1] معارف: قطعاً غلط ہے، کیا مسلمانون مین سلطنت مذہب نہین۔ [2] معارف: ترمیم و تبدیل تو خیر ممکن ہے، مگر تنسیخ سے کیا مطلب کیا بغیر مسلمان بے خلافت زندگی بسر کرسکتے ہین، اگر یہ ہے تو احکام اسلام سے ناواقفیت ہے، اگر تنسیخ سے کچھ اور مقصود ہے تو ہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہین۔ [3] معارف: یہ مسئلہ اس قدر عالمگیر آزادی نہین دیتا اس آزادی کو بھی شریعت نے محدود کردیا ہے۔

کا وجود ہر صورت سے نہایت مبارک فال آیندہ ترقی اسلام کے لیے ہے، اور اس مین اسلام کی بہترین خدمت مضمر ہے، مگر یہ اس کے آئندہ نظام عمل پر موقوف ہی، مگر یہ نظام عمل کیا ہوگا،؟

اگر تم غور سے دیکھو تو اسلام کی قوم یا مذہب دنیا مین کسی کا پابند و محکوم نہین ہو سکتا جب تم نے شعائرِ اسلام کو خود چھوڑ دیا، تو تم محکوم ہو گیے، ہمارے مذہبی شرایع اس قدر دنیا داری سے وابستہ ہین کہ اگر ہم صرف اپنے مذہبی شعار پر قائم رہ کر ہر طرف سے اپنی آنکھین بند کرین تو ہم دنیا مین آزادی، ترقی اور عزت کی زندگی بسر کر سکتے ہین[1]،

اس پر چلتے ہوئے ہم اپنے ارد گرد کی سلطنت اغیار سے مستغنی ہو جاتے ہین اور ان کا وجود اور نیستی ہمارے لیے کوئی معنی نہین رکھتی اب نظام خلافت پر غور کرو۔ قسطنطنیہ مین آل عثمان سے ایک خلیفہ مقرر کیا جائیگا، جس کو ٹرکی کے اندرونی سیاست سے کوئی سروکار نہ ہوگا، وہ اسلام کا مذہبی حکمران کہلائیگا، یہان پر رومن کیتھلک کے پوپ کی سی روحانیت سے مراد نہ ہوگی۔ بلکہ خلیفۂ اسلام کی یہ مذہبی حکومت مادی ہوگی اور اس کے تمام ذرایع عمل بھی دنیاوی اسباب پر مبنی ہونگے۔ اس مذہبی حکومت کا نقشہ حسب ذیل صورت سے مرتب ہوگا،

خلیفہ

شیخ الاسلام (دنیا کے ہر اسلامی ممالک مین جہان ۱۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہون)

امیر شریعت (اسلامی ممالک کے ہر ایسے ٹکڑے پر جہان ایک لاکھ سے زاید مسلمان آباد ہون)

مفتی اعظم | قاضی القضاۃ شرع | امین اوقاف | امین زکوۃ و بیت المال | رئیس محتسبان احتساب | مفتش مدارس اسلام

پس ایک خلیفہ کے ماتحت بہت سے شیخ الاسلام ہونگے جو ہر ایک اسلامی ملک پر مثلاً چین ہندوستان، مصر، عرب، افغانستان، ملایا مین خلیفہ کی طرف سے مقرر کیے جائین گے، ہر ایک شیخ الاسلام

[1] معارف: یہ بالکل سچ ہے لیکن اس کو سچ باور کرنے کے بعد کیا آپ سکے اوپر کے فقرے جن مین عمومی دنیاوی آزادی کا اعلان ہے درست ہو سکتے ہین

ماتحت ہر ایک صوبے مین ایک امیر شریعت ہونگے، اور بعض ملکون مین جہان مسلمانون کی آبادی ملیون سے کم ہے۔ امیر شریعت براہ راست خلیفہ کے طرف سے مقرر کیے جائینگے امیر شریعت کی ایک مجلس جمیعتہ العلماء ہوگی جو انتظامی کیبنٹ کہلائیگی اور اس کے ممبر چھ ہونگے، مفتی اعظم، قاضی شرع، امین اوقاف امین زکوۃ بیت المال، رئیس احتساب اور مفتش مدارس اسلام تیم خانے وغیرہ ہر ایک انتظامی ممبر کے ساتھ ایک جماعت شوریٰ ہوگی جو عام مسلمانون سے منتخب کیجائیگی۔ اب ان انتظامی کیبنٹ کے فرائض یہ ہونگے،

اوّل۔ **مفتی اعظم**، مسلمانون کو مسائل دینی سے آگاہ کرنے والے، مفتی اعظم کے ماتحت ہر ضلع مین ایک مفتی ہوگا یعنی ہر ایسے ضلع مین جہان مسلمانون کی آبادی دس ہزار سے کم نہ ہو۔ ان کا کام مسائل دینی پر فتوے دینا۔ اور مسلمانون کو بدعات سے بچانے کا کام سپرد ہوگا، ان کے سپرد موذنون اور امامون کا تقرر بھی ہوگا،

دوم **قاضی القضاۃ شرع**۔ مرکزی قاضی القضاۃ جو امیر شریعت کے انتظامی کیبنٹ کا ایک ممبر ہوگا اس کے ماتحت ہر ضلع مین جہان مسلمانون کی آبادی دس ہزار تک ہو ایک قاضی مقرر ہوگا جو نکاح، نان ونفقہ، طلاق، مہر، وراثت، کے معاملات کو مسلمانون مین فیصلہ کیا کریگا۔ اور جسکی اپیل مرکزی قاضی القضاۃ شرع کے یہان ہوگی

سوم۔ **امینِ اوقاف**، ان کے سپرد مسلمانون کی تمام اوقاف کا انتظام اور ان مذہبی شعائر کی مالی امداد ہوگی۔ مسجد کی صفائی اور تعمیر کا کام بھی ان کے سپرد ہوگا،

چہارم۔ **امیرِ زکوۃ وبیت المال**، ظاہر ہے کہ یہ زکوۃ مسلمانون کی جمع کرینگے۔ اور اوسکو بہترین طریقہ سے خرچ کرینگے،

پنجم، **رئیسِ احتساب**، ان کا کام مسلمانون کو شراب، جوا وغیرہ گناہون سے منع کرنے، نماز

دروزہ وغیرہ کی تلقین و تاکید کرنے مسلمانون کی عام شمار و پیدائش و موت کا رجسٹر رکھنے، مسلمانون کو مزارات وقبور پر بدعتین کرنے سے روکنے کا ہوگا، ہر ضلع مین ایک محتسب ہوگا اوراس کے ماتحت ۵ یا ۲۰ ملازم ہونگے

ششم مفتش مدارس و یتیم خانے وغیرہ۔ مسلمانون کے مذہبی مدارس۔ اشاعتِ اسلام کی انجمنین اوران کے یتیم خانے وخستہ خانون کی دیکھ بھال اورانتظام کے لیے ایک مفتش امیرِ شریعت کے انتظامی کابینہ کا ممبر ہوگا جس کو بیت المال سے تنخواہ دیجائیگی،

ان تمام ارکینِ شریعت کا ہیڈکوارٹر ضلع کی جامع مسجد ہوگی۔ اوران کے ماتحتون کے لیے بھی مقامی مسجدین۔ ایسی ہی زکوٰۃ کا بیت المال بھی ہوگا۔ امیرِ شریعت اور شیخ الاسلام کو ایک مجلس مشورے کے ساتھ کام کرنا ہوگا اور وہ اپنی رپورٹ سالانہ خلیفہ کی خدمت مین پیش کرینگے۔ اور بعض اہم امور مین فیصلہ کو انکی اجازت پر موقوف رکھینگے،

شیخ الاسلام و امیرِ شریعت کا انتخاب جماعت مسلمین کریگی اور تقرر خلیفہ۔ خلیفہ اپنے ارادہ سلطانی سے شیخ الاسلام کو مطلع کرینگے اوران کے ذریعہ سے امیرِ شریعت اوران کے انتظامی کابینہ مسلمانونکو

یہ دستورالعمل میرے دماغ کی تخلیق ہے۔ مگر کیا عجب کہ خلافت جدید مین بھی پروگرام شامل ہو۔ بہرحال اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ اس مذہبی حکومت کے ساتھ مسلمان تین چوتھائی خودمختاری دنیا مین حاصل کرلینگے،

علم الکلام

تلخیص و تبصرہ

مذہب اور سائنس

"عہد قدیم کے احسانات"

ایک مشہور انگریزی رسالہ میں ایک ممتاز اہل قلم گوہر افشان ہے:-

"گذشتہ نو سالوں کے تجربات نے تمدن جدید کے رجحانات کو اس قابل بنا دیا ہے کہ اون کا ایک سرسری اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور اگر ہم عہد جدید و قدیم کے احسانات کا جو انھوں نے انسانی علوم کی ترقی میں کئے ہیں موازنہ کریں تو شاید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، اس عہد میں ہم اعلیٰ ریاضیات، خورد بینی تجزیہ حیاتیات لاسلکی تلغرافی، ہوائی آلات وغیرہ کو موجودہ زمانہ کے احسانات کی صورت میں پیش کر سکتے ہیں، ان چیزوں اور دوسری لاتعداد مفید اشیا کی بنا پر جو فن طباعت کی بدولت حاصل ہوئی ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ بنی نوع انسان نے دنیائے علم میں وہ ترقی حاصل کر لی ہے، جو اسے زمانہ قدیم سے ممتاز بناتی ہے، حتیٰ کہ آج اسکول کا ایک لڑکا بھی فطرت اور اس کے اسرار کے متعلق اگلے وقت کے عقلمند ترین شخص سے بھی زیادہ جانتا ہے، یہ ایک تشفی بخش تیقن ہے، لیکن پھر بھی یہ ہم کو قدما کے احسانات کو تسلیم کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا"

"بیشک یہ ایک تسلیم شدہ صداقت ہے، کہ تمام بڑی ایجادات و اکتشافات ——— زراعتی، انتشی، لسانی، حیاتی، یا ارضی، سب کی سب عہد قدیم ہی سے ہم تک آئی ہیں، لیکن ان کو غیر ارادی یا ارتقائی ضروریات کے نتائج بتایا جاتا ہے، رہے یونانی فلاسفہ کے افکار زریں، سو اُن کو تنگ بندی لکھکر ٹال دیا جاتا ہے، اس عہد میں ہر شخص بلاتوقف کہہ اُٹھے گا کہ ریاضیات اور میکنکیس (علم جر ثقیل) نے ہمارے زمانہ میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے، لیکن موازنہ کے وقت شاید یہ دعویٰ زیادہ وقیع ثابت نہ ہو سکے اور تاریخ بھی اس کو

ترقی کے لئے لازم بتاتی ہے، لیکن کیا مصر، فلسطین، اور دوسرے قدیم ملک کی بڑی بڑی حکومتیں جن کے مقابلہ میں ہماری ۱۹ صدیاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں، اسی قسم کے علوم پر قائم تھیں، انسان کا کمال اس پر موقوف نہیں کہ وہ طبعیات یا ریاضیات کا بہت بڑا ماہر ہے بلکہ اس کے لئے دوسری طرف متوجہ ہونا چاہئے یعنی اس چیز کا پتہ چلانا چاہئے جس نے ہم کو درجۂ حیوانیت سے موجودہ مرتبہ تک پہونچا دیا ہے "

"عہد موجودہ، عہد گذشتہ سے بہت سی چیزوں میں مختلف ہے، لیکن سب سے بڑا اختلاف اس موضوع کے متعلق ہے، جس پر کہ اون کی توجہ سب سے زیادہ مبذول رہی پس اگر عصر جدید عہد سائنس ہے تو عصر قدیم سرتاپا دورِ مذہب تھا، یہ تمام تر ایک قدیمی پیداوار ہے، اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام کے وقت سے اب تک کوئی بھی قابل ذکر چیز دریافت نہیں ہوئی، ۱۰۰۰ ق م سے ۶۱۰ء کے تقریباً دو ہزار سالوں کے عرصہ میں دنیا کو مختلف مذاہب دئے گئے ——— یہودیت، عیسائیت، فلسطین میں، ارفزم، یونان میں، بدھ اور جین ازم ہندوستان میں، پیتھرازم، ایران میں کنفوشیزم، چین میں، اور اسلام عرب میں، لیکن گذشتہ ۱۳ صدیوں سے اس فہرست میں کوئی اضافہ نہیں کیا، بلکہ اس کے خلاف موجودہ زمانہ کو اس حیثیت سے ہم عہد گذشتہ سے برسرپیکار پاتے ہیں کہ ہمارا فرض تو یہ تھا کہ ہم نے جو کچھ ورثہ پایا ہے، اس میں کچھ اضافہ نہ کریں تو کم ازکم اوس کے برقرار ہی رکھنے کی کوشش کریں، لیکن اس کے برخلاف اسکی وقعت کم کر رہے ہیں، بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہدیا کہ اب اوسکو وہ کاری ضرب لگی ہے کہ شاید جانبر بھی نہ ہو سکے، پھر بھی مذکورۂ بالا مذاہب اور انکے علاوہ دوسرے قدیم مذاہب اسی طرح قایم ہیں اور اثر و اقتدار کے لحاظ سے تو سائنس کی بڑی سی بڑی جماعت بھی اُنکے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی پس ہر شخص یہ نتیجہ نکالے گا کہ مذہب بنی نوع انسان کی ترقی کے لئے اپنے حریف سے زیادہ ضروری ہے، یہ ہم کو ایثار، قربانی، تزکیۂ نفس، اور محبت، کے پاک سبق دیکر کمال کے بلند ترین زینہ تک پہونچا دیتا ہے اور بیچارہ سائنس والی صرف افادات کا وعظ سنا رہا ہے"۔

فرانسیسی اور ادبیات ہند

گذشتہ صحبت میں ہم نے ادبیات ہند سے اہل جرمنی کا شغف بتایا تھا، آج پروفیسر سیلوین لیوی کے مضمون سے جو فرانس کے سب سے بڑے ماہر ہندیات ہیں اور ان دنوں ڈاکٹر ٹیگور کے بین الاقوامی جامعہ شانتی نکیتان میں آئے ہوئے ہیں، اہل فرانس کا ذوق بتانا چاہتے ہیں،

فرانس ہندوستان کی موجودہ حالت سے اتنی ہی دلچسپی رکھتا ہے جتنی کہ اس کی گذشتہ تاریخ سے شیزی کی شکنتلا اور برناف کی بھگوت کے اشاعت کے درمیانی وقفہ میں گارسین دی تاسی نے اپنی تاریخ ادبیات ہندی وہندوستانی، شایع کی، جولیس بلوش کی حال کی تصنیف "مرہٹی زبان کی تعمیر" ایک بے مثال کتاب ہے،

ادبیات ہند کا ایک معتدبہ حصہ یا یوں کہئے کہ مذہب بدھ کا سنسکرت سرمایہ تقریباً تمام تر چینی، اور تبتی ذرایع سے ہم تک پہونچا ہے، اصل کتابیں مذہب کے زوال کے ساتھ مفقود ہو گئیں، اب یہ ماہرین ادبیات ہند قدیم کا فرض تھا کہ وہ ان گم شدہ جواہرات کی تلاش کریں اور فخر سے کہا جا سکتا ہے کہ ان میں سے بعض گوہر ہائے مفقود ہاتھ آگئے ہیں، مثلاً فوکو نے راجہ سنہ رولیا، فیر نے اقتباسات کنجور، پی، کارڈیر نے بستن ہیگر، ہوبر نے ستر النکار اور شونر نے پانچ سو قصے شایع کئے ہیں یہاں پر یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وسط ایشیا کے کتبات کے پڑھنے میں بھی فرانس کے ماہرین نے حصہ لیا ہے، مثلاً ایرانی کتبات میں ایم، ایم گوسیٹ اور پلیٹ نے کوشن کتبات میں سیلوین لیوی اور میلٹ نے اور سندی کتبات میں ایم گوسیٹ نے،

اس کے ساتھ ہم ان تراجم کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے جو خود ایک قابل قدر کام ہے،

پروفیسر موصوف نے اس موقع پر یہ واقعہ فراموش کر دیا ہے کہ کالج دی فرانس یعنی پیرس یونیورسٹی میں سنسکرت کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، کہ وہاں کے اساتذہ کو دعوی ہے کہ اس سے بڑا سرمایہ اور کہیں کم موجود ہوگا،

نئی انسائیکلوپیڈیا

ہم کبھی پہلے اخبار علمیہ مین لکھ چکے ہین کہ کیمبرج یونیورسٹی نے گذشتہ دہ سالہ ترقی و انقلابات کو دیکھکر اپنی مشہور انسائیکلوپیڈیا کو مکمل کرنے کے لیے تین مزید جلدین شایع کی ہین آج ہم انھین تین جلدون کے مضامین اور انکی ترتیب پر کچھ لکھین گے،

ان جلدوں میں بھی پہلی جلدوں کی طرح جو مضامین لئے گئے ہیں وہ تمام تر بڑے بڑے مستند اساتذہ کے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ کسی "سیاہ" ہاتھ کو اس میں کام کرنے نہیں دیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی ایشیائی تحریکیں مروڑ کر بالکل ہی غلط اور مسخ شدہ صورتوں میں پیش کردی گئیں، جن کا مقصد بجز اپنے پروپگنڈا کے اور کچھ نہیں ہوسکتا، اسی میں ڈاکٹر مارگولیس کا مضمون اتحاد اسلامی، پروفیسر سکڈونل کا مضمون اتحاد تورانی، سرہنری کوبس کا مقالہ افغانستان وغیرہ ہیں، ہندوستان کی قومی تحریک کے متعلق، یا فلسطین، مصر، کے متعلق جو مضامین ہیں اُنکا بھی یہی حال ہے، البتہ علوم و فنون، ایجادات و اختراعات، معلومات عامہ، گذشتہ جنگ، اُس کے خوفناک اکتشافات، اور اس کے نتائج وغیرہ پر قابل قدر مضامین لکھے گئے ہیں پھر بھی عصبیت کی بو ہر جگہ موجود ہے، مذکورہ بالا مضمون نگاروں کے علاوہ مندرجہ ذیل اشخاص قابل ذکر ہیں،

(۱) پروفیسر اے۔ ای ٹیلر،	فلسفہ	(۲) سر پرسی سائکس	ایران جدید
(۳) جے، ڈبلو، ہیڈلم مورلے	تاریخ یورپ	(۴) سر جے رینل راڈ	مصر
(۵) سر ریگینالڈ ٹادر	ڈرزگ	(۶) ڈاکٹر ٹی، جے، مسرک	زیکوسلیویا
(۷) مسٹر ہیوکنٹش	جنرل آڈیٹر	(۸) سرپال وینوگرداف	روس

الغرض ان جلدوں میں انقلابات جنگ اور سیاسیات کا بڑا مواد داخل کیا گیا ہے، ان کے علاوہ معدنیات تعلیمات اور ایجادات کے متعلق بھی اکثر جدید معلومات درج ہیں، اسی کے ساتھ اس عہد کے بڑے بڑے لوگوں کے بھی تذکرے آگئے ہیں، ہندوستان میں، مہاتما گاندہی، گوکھلے، تلک، سرندرو ناتھ بنرجی وغیرہ کے ناموں کو بھی انگلستان کے اس مستند صحیفۂ علمی میں نمایاں جگہ دی گئی ہے،

اخبار علمیہ

بوہیمیا کے ایک موجد نے ۱۳ سالوں کے مسلسل تجربات کے بعد ایسا شیشہ بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے، جو ٹوٹ نہ سکے گا، حال میں اس کی بنی ہوئی چیزوں کا تجربہ کیا گیا ہے، اس کی رکابیاں اور دوسرے برتن ۸ فٹ کی بلندی سے گرائے گئے اور محفوظ رہے ایک برتن میں گوشت بھی پکایا گیا، دوسرے برتن میں ٹین پگھلایا گیا اور اسی کے بنے ہوئے ایک ہتھوڑے سے لکڑیوں میں کیلیں ٹھوکی گئیں،

علمی دنیا کا بڑا مخیر جسے لوگ نوبل کے نام سے یاد کرتے، اور سالانہ انعامات جس کی طرف منسوب ہیں، ابتداءً امیر نہ تھا، اس کی دولت دراصل ڈائنامیٹ کی دریافت کا نتیجہ ہے،

دنیا کی سب سے بڑی سارنگی (وایلین) ۱۱ فٹ، ۲ انچ بلند، ۴ فٹ، ۱ انچ چوڑی، ۱۳ انچ موٹی اور ۵۰ پونڈ وزنی ہے، اس کے تار آدمی کی انگلی جیسے موٹے اور ۷ فٹ، ۱ انچ لمبے ہیں، اس کی بجانے والی کمان ۱۳۹ انچ ہے،

ہوائے کو اگر قوس و قزح کا ملک کہیں تو زیادہ صحیح ہوگا، شاید ہی کوئی ایسے ۲۴ گھنٹے گذرتے ہوں جب کہ ایک نہ ایک رنگین کمان افق ہونولولو پر نمودار نہ ہوتی ہو،

اسپراگس (asparagus) دنیا کا قدیم ترین غذائی پودا ہے،

اگر آپ کے نقرئی ظروف میلے ہو جائیں تو اون کو آلو کے پانی میں ڈال دیجئے، کچھ دیر کے بعد وہ بالکل نئے معلوم ہونگے،

رات کو دور دراز مقامات پر اکثر ایک قسم کی روشنی نمودار ہو کر غائب ہو جایا کرتی ہے اس کے متعلق یورپ و ایشیا میں طرح طرح کے اوہام پھیلے ہوئے ہیں، لیکن سائنس نے بتادیا ہے کہ وہ دراصل مرطوب زمین کی ایک گیس ہے جو فضا میں پہونچ کر اور دوسرے اجزاء سے مل کر اس قسم کی روشنی پیدا کرتی ہے اس قسم کی روشنی سب سے زیادہ برطانوی جزائر میں دیکھی جاتی ہے چنانچہ اس کی مزید تحقیقات کے لئے شیٹ لینڈ میں ایک رصدخانہ تعمیر کیا گیا ہے،

آج تک خیال تھا کہ یہ گیس صرف زمین سے پیدا ہوتی ہے، لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ اس کی ایک بڑی مقدار سورج سے نکلتی ہے، اس روشنی کی بلندی کے ناپنے کی ناروے میں کوشش کی گئی ہے، اور ۶۰ سے ۳۰۰ میل تک پائی گئی ہے،

جوہریوں کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی دوکان کی نمائش کے لئے دیوار پر دستی گھڑیاں کثرت سے لگادیتے ہیں، اُن کا قول ہے کہ ان گھڑیوں کے علاوہ دوسری کوئی گھڑی ایسی حالت میں اتنی دیر پا ثابت نہیں ہوسکتی، معمولی گھڑیوں کے متعلق اُن کی نصیحت ہے کہ اون کو رات کے وقت سردی میں نہ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اون کو ہر وقت کچھ نہ کچھ حرارت ملتی رہنا چاہئے،

اگر کسی سفید دہات میں لوہے کا زنگ لگ جائے تو پہلے اُسے عرق لیمو سے تر کر کے نمک سے رگڑ دیجئے پھر دھوپ میں خشک ہونے کو رکھ دیجئے،

گذشتہ مئی کے علمی حادثات میں پروفیسر چارلس لینون ایف، آر، ایس اور ڈاکٹر ڈن ڈیوز کی وفات ہیں پروفیسر موصوف ۴۲ سال تک ابرڈین یونیورسٹی کے "فلسفۂ فطرت" کے استاد تھے اور ڈاکٹر صاحب نارتھ ویلس یونیورسٹی میں سامی زبان کے پروفیسر،

لندن کے کارخانۂ فلم سازی آئیڈیل فلم لیمیٹڈ نے وِن فریڈم کے فلم کو امریکہ کی کمپنی، فاکس فلم کارپوریشن کے ہاتھوں ۲۰۰۰۰ پونڈ میں فروخت کیا ہے اور شاید آج تک کسی ایک فلم کی اتنی قیمت ادا نہیں کی گئی ہے،

حال میں لندن میں ایک مقدمہ کا دار الامراء سے فیصلہ ہوا ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں جماعتوں کے تقریبا ۱۰۰۰۰ پونڈ اس میں صرف ہے،

اس وقت تک انگلستان میں جن عورتوں کو مجسٹریٹ کے اختیارات دئے گئے ہیں اون کی تعداد ۴۴۳ ہے،

مسز شارلوٹی کمرن، موجودہ عہد کی سب سے بڑی سیاح خاتون ہے، وہ حال ہی میں بحر جنوب کے ساحلی علاقوں سے لندن واپس آئی ہے، اُس کا خیال ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء سے اس وقت تک اُس نے ۱۰۰۰۰۰۰ میل سفر کیا ہے،

مندرجہ ذیل اعداد سے معلوم ہوگا کہ انگلستان کا سالانہ بجٹ سنہ ۱۴ء سے کس قدر بڑھ گیا،

سنہ ۱۴-۱۳ء ۲۰۷،۸۱۷،۳۴۳ پونڈ،

سنہ ۲۴-۲۳ء ۸،۵۵۲۵۰۰۰ پونڈ،

ذیل میں بعض خاص مد کے اعداد ہیں،

	سنہ ۱۴-۱۳ء	سنہ ۲۴-۲۳ء
قومی قرضے	۲۴½ ملین پونڈ	۳۵۰ ملین پونڈ
فوج	۲۵ ملین پونڈ	۴۵ ملین پونڈ
بحری طاقت	۵۰¾ ملین پونڈ	۶۱½ ملین پونڈ
مصارف فوج		۱۸½ ملین پونڈ
جنگی وظائف		۷۴ ملین پونڈ
وظائف پیری	۱۲¼ ملین پونڈ	۲۳ ملین پونڈ
تعلیم	۱۹ ملین پونڈ	۵۱ ملین پونڈ
مشرقی رقعی		۸⅔ ملین پونڈ

برطانیہ میں سنہ ۱۴ء میں سرکاری ملازمین کی تعداد ۲۷۸۹۰۰ تھی اور اب ۳۰۴۹۹۸ ہے،

انگلستان کے تین سالوں کی درآمد برآمد کا مندرجہ ذیل اعداد سے پتہ چلے گا،

سنہ	درآمد	برآمد
اپریل سنہ ۲۱ء	۸۹۹۵۱۴۰۶ پونڈ	۶۸۳۹۱۲۴۷ پونڈ
اپریل سنہ ۲۲ء	۸۰۶۳۳۰۶۱ پونڈ	۶۴۷۰۷۴۲۳ پونڈ
مارچ سنہ ۲۳ء	۹۰۰۲۲۲۲۶ پونڈ	۷۰۰۰۶۳۳۲ پونڈ
اپریل سنہ ۲۳ء	۸۶۴۱۷۰۱۷ پونڈ	۷۵۲۹۹۶۰۲ پونڈ

ادبیات

نغمۂ ساربان حجاز

ازڈاکٹر سرشیخ محمد اقبال

(۱) درہم و دینارِ من　　غوطہ زنی در سراب

اندک و بسیارِ من　　ہم بہ شب ماہتاب

دولت بیدارِ من　　تندروی چون شہاب

ناقۂ سیارِ من　　چشم تو نادیدہ خواب

آہوئے تاتارِ من　　تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست　　(۳) لکۂ ابرِ روان

(۲) دلکش و زیباستی　　کشتیٔ بے بادبان

شاہدِ رعناستی　　مثل خضر راہ دان

روکشِ حوراستی　　بر تو سبک ہر گران

غیرتِ لیلاستی　　لخت دل ساربان!

دخترِ صحراستی　　تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست　　(۵) سوز تو اندر خرام

(۴) در تپشِ آفتاب　　ساز تو اندر زمام

بے خورش و تشنہ کام
درپیِ تل آرمید

پا بسفر صبح و شام
صبح ز مشرق دمید

خستہ شوی از مقام
جامۂ شب بر درید

تیز ترک گام زن منزلِ ما دور نیست
بادِ بیابان وزید

(۶) شام تو اندر یمن
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

صبح تو اندر قرن
(۸) نغمۂ من دلکشائے

ریگ درشتِ وطن
زیرِ دمِ تش جانفزائے

پائے ترا یاسمن
قافلہ ہا را درائے

اے چو غزالِ ختن
فتنہ ربا فتنہ زائے

تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست
اے بحرم چہرہ سائے

(۷) مہ ز سفر پا کشید
تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

پیام حسرت

از سید حسرت موہانی

کب وہ بلاتے ہیں دوبارہ ہمیں
جب نہ رہا دید کا یارا ہمیں

ہوش میں کیا آئیں، نہیں چھوڑتا
جلوۂ جاناں کا نظارا ہمیں

کچھ بھی نہیں ہو اگر اُن کے بقول
پھیر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں

اُن کی حیا کہتی ہے "معلوم ہے
حال ترے شوق کا سارا ہمیں

حکمِ فنا کی اُنھیں حاجت نہ تھی
آنکھ سے کافی تھا اشارا ہمیں

کون ہے، کیا ہے، وہ بتِ بیوفا
کوئی بتاؤ یہ خدا را ہمیں

اُس دلِ نازک پہ نہ ہو گراں　　　　ہے غمِ فرقت بھی گوارا ہمین

کاش وہی پھر بھی جلائے ہمین　　　　جس نگہِ لطف نے مارا ہمین

وہ بھی نہ حسرت کہین دیدین جواب

ایک انھین کا ہے سہارا ہمین

غزل

از مولوی ابوالحسنات ندوی

دل کو مین نے رازِ الفت کا جو محرم کرلیا　　　　اور اس عالم مین پیدا ایک عالم کرلیا

اس تغافل آشنا تک کون پہنچائے پیام　　　　پرسشِ پنہان کو بھی جس نے بہت کم کرلیا

جس نے مجھکو دو جہان سے کردیا ہے بے نیا　　　　بیخودی مین دل نے وہ سامان فراہم کرلیا

جان دون کیون، اس سرابِ عیشِ فانی کیلئے　　　　کچھ سمجھکر دل کو مین نے تشنۂ غم کرلیا

زخمِ ناکامی پہ دل کے چرخ نے چھڑکا نمک　　　　ضبط نے میرے مگر اس کو بھی مرہم کرلیا

قدر ہر شی کی رہینِ ذوقِ طالب ہے یہان　　　　مین نے جس ساغر کو چاہا ساغرِ جم کرلیا

کھو چکے تھے بیخودی مین میرے اجزائے حواس　　　　پر نگاہِ ناز نے اُن کی فراہم کرلیا

وہ عتابِ ناز بھی ان کا مزے کی چیز ہے　　　　چھیڑکر خود مین نے ان کو آج برہم کرلیا

مین نے جب دیکھا تو دل مین قطرۂ خون تک نہین　　　　تم نے جب چاہا تو ان آنکھون کو پرنم کرلیا

حُسن رہ سکتا نہ تھا نامحرمِ رازِ وفا　　　　عشق نے خود رفتہ رفتہ اُس کو محرم کرلیا

نغمۂ عشرت کی تیزی چھپ نہین سکتی ہے لے

شور مین مانا کہ پیدا طرزِ ماتم کرلیا

اوراق پارینہ

صمدنیات

یا

کتاب خانۂ صمدن مین چند لمحے

از مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم آر اے ایس

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن　　نہ مرا گوش بہ مدحے، نہ مرا ہوش ذمے

منم و گنج خمولے، کہ نہ گنجد در وے　　جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

(۱)

پچھلے موقع ضیافت پر اس خوان علم و ادب سے جو چیز پیش کی گئی تھی، وہ گوناگون نعمتون کی ایک قاب تھی، س کو ابتدائے ایشیا کے ایک حکیم نے بادشاہ خراسان کی تندرستی کے لیے نادر دکیمیا اثر اجزا سے مرتب کیا تھا، ر جو ہندوستان پہنچکر خلیج بنگال کے کنارے، دو فرنگ نژاد امیرون کے ذوق کام و زبان کے طفیل لائے ہند کے ایک ہنرمند سے اس ملک کی لذت و لطف کے مناسب تیار کرائی گئی۔ آج کا ماحضر ک معجون مرکب ہی جو یورپ اور ہندوستان کے بہترین دل و دماغ کا نتیجہ رہا ہوگا جس کا ایک حصہ ت کارزار اور عرصہ گاہ رزم کی تیاریون اور میدان عمل کے لیے بنایا گیا تھا تو دوسرا امن و سکون کی وش ساعات خلوت اور علم و ادب کی پر تمکنت اشتغالات دونون کے لیے یکسان لذت بخش و ت آفرین تھا۔

انیسوین صدی مسیحی کے آغاز مین انگریزون کا عہد دولت ذروۂ عروج و ترقی پر تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے اربابِ حل و عقد انگلستان سے بہترین ماہرینِ سیاست و مدبرینِ سلطنت اور جنگ آزمودہ بہادرون کو کشورِ ہند کی فرمانروائی کے لیے بھیجتے تھے پھر بھی اُن کو مطلق العنان اور خود مختار نہ چھوڑتے۔ اعلیٰ سے ادنی عہدہ دار تک معینہ قوانین اور قواعد کے پابند کیے جاتے جن کی خلاف ورزی عزل منصب کے علاوہ ضبط محاصل و وظائف اور سزائے حبس و مشقت کا مستوجب ہوتی،

"دستور العمل احکام فوج مشخصہ انگریز بہادر دام حشمتہم" چھپا ہوا نہین بلکہ قلم سے لکھا ہوا نام ایک مطبوعہ انگریزی کتاب یعنی ان قواعد احکام کے مجموعہ کا ہے جو صوبہ بنگ کی پیدل فوج کے لیے وضع و نافذ کیے گئے تھے۔ کتابی صورت مین تو یہ صرف انگریزی زبان مین تھے لیکن اعلام عام اور تکمیل عمل کے لیے ان کے ترجمے وقتاً فوقتاً جدا جدا گشت کرائے گیے تھے۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ سو ڈیڑھ سو برس پیشتر دیسی فوج کا حصہ حسب ذیل اقسام کے عہدہ داران و انفار پر مشتمل ہوتا تھا، (۱) افسرانِ کمانڈ و کپتان کمپنی ہائے (۲) ایڈجوٹنٹ، ایجٹن (۳) انٹرپریٹر یا ترجمان اور کوارٹر ماسٹر (۴) ڈاکٹر (۵) سارجنٹ میجر (۶) کوارٹر ماسٹر سارجنٹ (۷) دیسی کمیشن یافتہ افسران (۸) غیر کمیشن یافتہ افسران (۹) پے حولدار (۱۰) اردلی حولدار (۱۱) اسپتال اردلی (۱۲) ڈرمرا و رفیفر لوگ۔ ایک نغاتیہ چار افسر تھے، صاحب ان کے عہدہ اور نام کا جزو لاتجزی سمجھا جاتا تھا۔ نمبر ۲ سردار کہلاتے تھے نمبر ۸ چھوٹے عہدہ دار۔ شب و روز کی منقسمہ خدمات کی انجام دہی کے لیے انہین یورپین اور دیسی افسران مین سے "ڈے والے صاحب" تجویز ہو جاتے تھے۔ چند امور ضروری بیان کر دینے کے بعد مین اپنے مقصد تحریر آؤنگا جو زبان و خدمات و استعداد ترجمان کے متعلق ہے۔

اسٹوڈینٹس گائیڈ ٹو ہندوستانی، یعنی طلبہ کے لیے راہنمائے زبانِ ہندوستانی

1- The Standing orders for the Bengal Native Infantry 1846

2- The Students guide to Hindoostanee

کی تصنیف و طباعت سے فارغ ہوکر بریوٹ کپتان ایس سی اسٹار کی متعلقہ رجمنٹ ہفتم فوج پیادہ دیسی صوبہ بنگالہ[1] نے اس دستور العمل کے ترجمہ و تہذیب کی طرف توجہ کی، اور جنرل ہیولارڈ گف[2] سپہ سالار افواج ممالک ہند کے نام پر معنون کیا۔ اس کو ایشیائی مصنفین کی تقلید کہیے یا اُن کا تصرف خواہ آئین جنودیہ کا اتباع کہ کپتان صاحب نے اس تہدیہ مین اپنے ممدوح کو معینہ القاب و الفاظ عظمت و اقتدار سب تحریر کردئے اور اپنا نام عہدہ در جمنٹ لکھنے سے پہلے جملہ مراسم نیازمندی و آداب عبودیت کیشی ادا کردیے ہین Translation of the standing orders, for the Bengal Native Infantry

یہ ترجمہ ایک کتاب کی شکل مین ہے جس کو پی ایس ڈی روزاریو و کمپنی کلکتہ[3] نے ۱۸۴۶ء مین بارہ انگشت لمبی آٹھ انگشت چوڑی تقطیع پر اچھے کاغذ پر پورے اہتمام سے چھاپا تھا۔ ورق کھولنے پر چار کالم ملتے ہین یعنی ہر صفحہ مین دو دو، پہلے کالم مین اصل انگریزی ہی دوسرے مین ترجمہ ہندوستانی زبان مگر رومن حروف مین تیسرے مین وہی ترجمہ فارسی حروف مین اور چوتھے مین وہی ترجمہ یعنی بلفظہا اسی زبان لیکن ناگری حروف مین۔ انگریزی و ناگری کے حروف اور حسن طباعت کا ستائش سے بے نیاز ہونا تو چندان تعجب خیز نہ تھا لیکن بلحاظ اس کا اردو ٹائپ بغایت خوشنما اور نظر فریب معلوم ہوتا ہی۔ حروف کسی قدر جلی مگر پاکیزہ اور سڈول بدرجہا اس سے زیادہ دلکش ہین جیسے آجکل اسٹامبولی ٹائپ کے ہوتے ہین۔ ان مین نستعلیق سے زیادہ نسخ کی شان پائی جاتی ہی، انگریزی سطرین ہر صفحہ مین چوبیس اور اردو کی اکیس ہین جن سے اردو کا ایجاز اور معنی نواز ہونا ثابت ہی کتاب کے صفحات ۴۴۰ سے زاید ہونگے۔ ۱۶ صفحہ کی فہرست مضامین شروع مین ہی۔ اخیر کے اوراق ضایع ہوگئے

1- Brevt. Capt: S. C. Starkey, 7th Regiment B.N.I.

2- General, Hugh, Lord Gough.

3- P. S. D. Rozario and Co, Tank Square

[a] آجکل سنسکرت آمیز ہندی کے قدر افزایان کی آگاہی کے لیے مین نے الفاظ کی یہ تکرار اختیار کی ہی، مقبول

فہرست سے پہلے ایک صفحہ (۲۶ سطرون) کا انگریزی دیباچہ ہے مگر خلاف رواج دیباچہ نگار نے آخر پر اپنا پورا یا مختصر نام درج نہین کیا، تمہید سے واضح ہوتا ہو کہ اس وقت تک معمول یہ تھا کہ ہدایات واحکام کے وہ حصص جنکا عساکر ملکی کے مختلف مدارج ومراتب کے اشخاص، اُن کے طریق عمل یا نظم جمعیت پر اثر پڑتا تھا، تمام رجمنٹون مین ترجمہ کرادئے جاتے اور کمپنیون کے نیچ کے معائنہ کے وقت پڑھکر سنائے جاتے تھے۔ اُن کے بعض پسندیدہ ترجمے بھی مہیّا تھے جو لامحالہ افواج دیسی کے ترجمانون کے دفتر مین رہتے تھے، ظاہر ہے کہ ان کا بآسانی ہر ایک کو دستیاب ہونا دشوار تھا بالخصوص عین وقت پر، کپتان اسٹار کی کا دعوی ہے کہ انھون نے اسی ضرورت سے اس کا ترجمہ اردو مین کیا اور رومن وفارسی وناگری حروف مین طبع کرایا ہے۔ اُن کو اپنی کامیابی کی کامل توقع اور علم دوست پڑھنے والون سے قدرشناسی کی پوری اُمید تھی، اپنے پندار مین انھون نے احکام کے مقاصد ومطالب کو احتیاط سے، اور اُسی کے ساتھ صرفی ونحوی اغلاط سے پاک، بیان کردیا ہے۔ اسی بنا پر اُن کا خیال تھا کہ یہ ترجمہ مشق کے طور پر بھی کارآمد ہو سکتا ہے اور اس کے بعض فقرات کا ترجمہ کرا لینے سے کسی نوخیز افسر کی قابلیت زباندانی، اور ہندوستانی مین مہارت وروانی کی بھی جانچ ہو سکتی ہے، مصنف نے اپنی تجویز وصوابدید سے ہندوستانی الفاظ مطبوعہ بہ حروف رومن کے املا مین[1] بھی خفیف تغیرات واصلاحات کردی ہین،

ایک عالم معترف ہے اور منت پذیر کہ انگریزون نے اپنے عہد حکومت و اقتدار مین (یعنی جب تک ناگری پرست جماعت کے مطالبات و مواخذات سے مغلوب نہین ہوئے تھے) اردو زبان پر عظیم احسانات کئے ہین اس کے ثبوت مین متعدد کتابون کے نام لیے جا سکتے ہین جو ان کے دست کرم وخوان نوال کے بدولت سو سوا سو برس پیشتر ترجمہ وتالیف ہوئی تھین۔ لیکن میرے نزدیک حیرت انگیز۔ مگر آہستہ ترقی اس زبان کے رسم الخط اور رومن حروف مین انتقالات تھے کہ یہ وہ انقلاب کی حد تک پہنچ جاتی ہو کہ

[1] Orthography of Hindustani words in the Roman charachter

اور اس کے ترتیبی مدارج و اصلاحات کے دکھانے کے لیے ایک پورے مقالہ کی ضرورت ہے،

بازآمد، انٹرپریٹر یا ترجمان[1] کے سوا دیگر عہدہ داران کو جو خدمات مفوض تھین اور جو اخلاقی و آدابی و تنظیمی سبق اُنکو سکھائے گئے اور قومی و ملکی مراسم و امتیازات کے قائم رکھنے اور تالیف قلوب کے لیے جو پابندیان عاید اور تاکیدات لازم کی گئی تھین ان کا تذکرہ بھی دلچسپی اور ضیافت طبائع سے خالی نہ ہوتا مگر مین اب جادۂ مقصود سے ہٹنا نہین چاہتا۔

"چوتھی فصل کہ جو انٹرپریٹر اور کوٹ ماسٹر صاحب سے علاقہ رکھے ہے"

مین تحقیق سے نہین کہہ سکتا کہ آیا یہ دونون عہدے ایک ہی ذات سے وابستہ رہتے تھے یا جدا جدا افسران سے، ان کے یکجا بیان کرنے سے اور اس فصل کے فقرہ چھ سے مستنبط ہوتا ہے کہ دونون فرائض ایک ہی یورپین عہدہ دار کے ذمہ تھے، بہرکیف کوارٹرماسٹر کی خدمات چھوڑ کر فصل کا وہ حصہ نقل کرونگا جو محض ترجمان کے متعلق ہے،

"۹۔ سب طرح کے کامون مین سے کہ جو انٹرپریٹر سے علاقہ ہے ایک اُن مین سے یہ بڑا ضرور ہے کہ جو آرڈر کسی بات پر جاری ہو تو صاف صاف ہندوستانی زبان مین بیان کیا کرے تاکہ سب کی سمجھ مین آوے اگر ایسے ایسے آرڈر ساتھ غفلت کے یا یہ کہ سمجھ مین نہ آوین تو ترجمہ کیا جاوے تاکہ جس کام کے واسطے کوئی آرڈر جاری ہوا ہے اگر وہ سپاہیون کی سمجھ مین اچھی طرح سے نہ آوے تو کیونکر مانا جاویگا،

۱۰۔ انٹرپریٹر صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے، اس کا ذمہ ہے کہ سب طرح کی عرضی سپاہیون کی بنانے کا جو کوئی چھوٹا یا بڑا عہدہ دار، یا سپاہی عرضی لکھوایا چاہے تو چاہئے کہ وہ اپنی کمپنی کے کمانڈنگ افسر صاحب کی معرفت عرض کرے تاکہ وہ اس شخص کے لیے چھٹی لکھکر کہ جس مین اُسکی درخواست کا حال لکھا جاوے انٹرپریٹر صاحب کے پاس بھیج دے،

1- Interpreter

۱۱۔ چاہیے کہ انٹرپریٹر صاحب سب طرح کی عرضیون پر دستخط کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ عرضی ملاحظہ کی گئی ہے اور بعد اس کے کمانڈنگ افسر صاحب کے دستخط کے واسطے بھیجدیوے،

۱۲۔ اور چاہیے کہ ان سب عرضیون کی نقل کے واسطے ایک کتاب رکھی جاوے اور جس تاریخ مین کوئی عرضی بسبیل ڈاک روانہ ہو تو وہ تاریخ بھی اس مین لکھی جاوے ؛

اس ترجمہ کو کون سنکر کمال سلیس و عام فہم کہیگا۔ یقیناً کسی خوش فکر منشی کی مدد سے اس سے بہتر ممکن تھا مگر اس لحاظ سے کہ ایک انگریز کا نتیجۂ کاوش اور سو برس پرانی کوشش ہے خوردہ گیر کی زبان و قلم رُک جاتی ہین، اتفاق سے اسی کتاب مین رکھا ہوا ایک پرچہ دیسی کاغذ پر نیزہ کے قلم اور انگریزی سیاہی سے اوسی زمانہ (۱۸۴۲ء) کا لکھا ہوا مل گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انٹرپریٹر صاحب اور رجمنٹ کے منشی کی متفقہ کوشش سے کسی نئے آئے ہوئے آرڈر کا ترجمہ ہے، یہ سادہ اور صاف ہے،

(۲)

انٹرپریٹر یا ترجمان کے معیار استعداد کے لیے جو نصاب معین تھا، اُسکی دو جلدین تھین۔ افسوس ہے کہ پہلی جلد اس کتب خانہ مین دستیاب نہین ہوئی ورنہ اس سے شان درود، ضرورت ترتیب، مبادی حد ہدایات، طریق تعلیم اور عیار قابلیت کا پتہ چلتا، دوسری جلد جو موجود ہے کافی دلچسپ اور قابل توجّہ ہے ہر کام کی ابتدا مین جو نقائص قدرتاً ہوتے ہین یہان بھی پائے جاتے ہین۔ ساتھ ہی بعض لطف انگیز انکشافات بھی ہوتے ہین تقطیع کلان ۱۶ انگشت لمبی، ۱۲۔ انگشت چوڑی، جلد نہایت نفیس، ابری دار چمڑہ کی مگر اب شکستہ ہے صفحات کی تعداد، ۴۳ سے زاید رہی ہوگی۔ ہر صفحہ مین ۱۰ سطرین ہین، افسوس ہے کہ یہ جلد بھی کامل نہین، آخر کے اوراق غائب ہین، خط جلی، پاکیزہ، نستعلیق، چھاپہ آہنی دفتی پر اندر کے جانب انگریزی مین بد خط قلم سے بڑے بڑے حروف مین لکھا ہے: "رجمنٹ نمبر ۵۶ فوج پیادہ دیسی کے انٹرپریٹر کے استعمال کے لیے موصول ہوئی، دستخط ڈی، بام فیلڈ لفٹنٹ، انٹرپریٹر رجمنٹ نمبر ۵۶۔ ن۔ ا" مقام لکھنؤ، تاریخ ۱۴

درج نہین ہے ،

کتاب کا نام اردو مین تجویز نہین کیا گیا تھا نہ کوئی اردو سرورق ہے، انگریزی لوح داہنے ہاتھ پر ہے اور اس پر حسب ذیل اندراج ہے،

"ہندی و ہندوستانی کے"

منتخبات:-

جن کے آغاز مین ہندوستانی و برج بھاکا کی صرف و نحو کے مبادی اصول درج کردئے گئے ہین

عساکر بنگالہ کی دیسی فوج کے ترجمانان کے

صرف کے لئے مرتب کیے گئے۔"

یہ کلکتہ مین ہندوستانی پریس فینیسی لین مین ۱۸۲۷ء مین چھاپی گئی تھی،

کتاب تمام و کمال اردو مین ہے لیکن فہرست مضامین انگریزی مین طرّہ یہ کہ مضمون فہرست یعنی عبارت تو انگریزی مین ہی لیکن اس کے سامنے صفحات کے ہندسے اردو مین لکھے ہین۔ ہر صفحہ کے اوپر

1 Hindee and Hindoostanee

Selections:

To

which are prefixed

The rudiments of Hindoostanee and Brij Bhaka

Grammar

Compiled for the use of the Interpreters

To

the Native Corps of the Bengal Army

In two volumes — vol. II 1827.

منتخب منہ کتاب کا نام انگریزی مین چھاپا ہے، لیکن نمبر شمار صفحہ اردو مین ہے، ہر انتخاب کے آغاز مین کتاب کا نام اور جس زبان سے لی گئی ہے پہلے انگریزی مین لکھا جاتا پھر اس سے اردو مین عنوان قائم ہوتا ہی اسی طرح جب وہ انتخاب ختم ہوتا ہے تو انگریزی مین لکھدیا جاتا ہی، کہ "فلان کتاب کا استخراج ختم ہوا، کبت اور دوہے جو کتاب مین جابجا آگئے ہین ہندی ٹائپ مین نقل کیے گئے ہین اردو مین نہین لکھے گئے. کسی فرنگی عہدہ دار نے ابتدا کے چند اوراق کو پڑھا ہے اور کہین کہین بعض لغات یا اصطلاحات کے معانی اردو ہندی یا انگریزی مین نسپل سے لکھدئے ہین،

اس جلد مین حسب ذیل مضامین ہین،

"(۱) سیر دوسرے درویش کی، جو باغ و بہار سے نقل کی گئی،

(۲) انتخاب گل بکاؤلی کا،

(۳) انتخاب آرایش محفل،

(۴) انتخاب اخلاق ہندی کا،

(۵) سکنتلا ناٹک۔ یا انگوٹھی کی کہانی جو سنسکرت سے لی گئی،

(۶) حکایات لطیف در عبارت سلیس،

(۷) منتخبات اشعار شعرائے ہند،

(۸) سرودھائے مروجہ ریختہ

(۹) مکالمہ" (یہ حصّہ گم ہے، مین نہین کہہ سکتا کہ فارسی مین کیا عنوان قائم کیا گیا تھا۔ مین نے انگریزی لفظ ڈائی لاگ سے مکالمہ لکھدیا ہے)

چار درویش کا قصّہ بہت مشہور ہے کسی تعریف و تذکرہ کا محتاج نہین اپنے زمانہ مین نہایت مقبول اور مرغوب خاص و عام[1] تھا،

[1] حاشیہ صفحہ ۱۴۷ پر]

نثر کی گل بکاؤلی کی کہانی[1]، بھی مطابع اور بازارون سے بآسانی ملجاتی ہے، اسکی زبان نو چدار صاف اور رو دان ہے اور کتابون کے مقابلہ مین ہندی کے الفاظ و محاورات اس مین زیادہ پائے جاتے ہین، بتسلسل گیارہ داستانین داخل انتخاب کی گئی ہین مگران کے چھانٹنے مین احتیاط و تامل سے کام نہین لیا گیا، سترھوین کہانی مین ایک بڑا حصہ فلسفیانہ اقوال، صوفیان کرام کے مشاہدات و ارشادات کا داخل ہی، وحدت وجود کی نازک بحث بھی موجود ہے، جنکو صاحب لوگ تو درکنار اس ملک کے عام پڑھے لکھے بھی نہین سمجھ سکتے" انیسوین داستان، تاج الملوک اور بکاؤلی کے بیاہ کی" جو کیفیات حال و قال پر مشتمل اور خلوتیان ناز و نیاز کے اعمال کی شارح و مفصل ہے اس مجموعہ مین جگہ نہ پاتی تو اچھا تھا، مجھے تسلیم ہے کہ یہ داستان ہر حیثیت سے قصہ کی جان اور زبان، محاورات و دستورات اور اسمائے اشیائے رسمی تکلفات، نیز علمی و ادبی نکات کے لحاظ سے نہایت قابل تحسین ہے، لیکن گوشہ خلوت کی ہر شمع اہل فضل و کمال کی انجمن کو منور نہین کرسکتی،

خدا معلوم، مین نے کبھی آرائش محفل کو پڑھا بھی تھا یا محض اس کے نام سے یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ نضولیات و خرافات کی کوئی کتاب ہے[2]، اس مجموعہ کے دیکھنے سے وہ گمان فاسد دور ہوا، آرائش محفل،

میر امن دہلوی جب دہلی اور پٹنہ چھوڑ کر کلکتہ آئے تو ۱۸۰۱ء مین باغ وبہار لکھی۔ اصل چار درویش امیر خسرو کی طبعزاد تھی اس سے ایک صاحب تحسین نامی باشندہ اٹاوہ نے ترجمہ کرکے نوطرز مرصع نام رکھا تھا میر امن نے نوطرز سے لیا اور دلی کی زبان مین نقل کیا ہے، از مقدمۂ تذکرۂ گلشن ہند نوشتہ مولوی عبدالحق۔ مقبول

[1] نہال چند نے ۱۸۰۳ء مین مثنوی گل بکاؤلی کو نثر اردو مین لکھا اور مذہب عشق نام رکھا تھا، بروایت معارف لاہور کے رہنے والے تھے مذہب عشق مین نام ونشان تنگ ہے اس لیے ان کے حالات نامعلوم ہین۔ مقبول

[2] سید محمد حیدر بخش حیدری نے ۱۸۰۱ء مین آرائش محفل یا مشہور قصہ حاتم کو لکھا تھا، طوطا کہانی و گل مغفرت کے بھی یہی مصنف تھے اور گلزار دانش و تاریخ نادری کے مترجم۔ از مقدمۂ تذکرہ۔ مقبول

آئین اکبری کے پرواز پر لکھی گئی اور اپنی حد تک کارآمد، مورخانہ و محققانہ تالیف ہے عبارت مسجع و مقفی، اس انتخاب مین اس کے متعلق ۱۲۶ صفحے ہین۔ (۱) صوبۂ دار الخلافہ شاہجہان آباد (۲) صوبہ مستقر الخلافہ اکبرآباد (۳) صوبۂ خوش سواد الہ آباد (۴) صوبۂ اودھ (۵) صوبہ سراپا بہار بہار کے بارہ مین جس قدر معلومات کی ضرورت ہے ان اوراق سے بخوبی حاصل ہو سکتی ہے، شہر، قلعے، مساجد و جوامع، مکانات عالیہ، عمارات رفیعہ، مقابر سلاطین، مزارات اولیا، حالات بزرگان، معادن، پیداوار اجناس، میوہ جات، وغیرہ بقدر مایحتاج سب کچھ اس مین موجود ہے، خلاصۃ التواریخ یا خلاصۃ الہند (بروایت آرائش محفل تالیف سنہ ۱۱۰۷ھ) سے زیادہ استفادہ کیا اور بے تکلف حوالے دئے ہین[1]، آرائش محفل کا راقم (سرفراز الدولہ مرزا) حسن رضا خان بہادر کا رفیق اور نواب آصف الدولہ کا حضور رس تھا، پھر صاحبان انگریز بہادر کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا تھا، فرقہ ناجیہ امامیہ کا پیرو اور اپنے معتقدات مین غالی، عقاید کی جھلک ہر ورق پر نظر آجاتی ہے لیکن بعض مقامات پر تو بہت گہرا رنگ دیدیا ہے درگاہ سید بدیع الدین شاہ مدار واقع قصبہ مکن پور کے تحت مین بہت سے ناشایان خیالات ظاہر کئے ہین، ان کے ماننے والون کو سوام (؟) بیشتر مزال اور "... بیشتر پاجی مرجاے مدار سے ... لکھا ہے۔" بانی اس کا سوائے بکھیڑے اور بگاڑ کے کوئی نہین ٹھہرتا۔ ساتھ اسکے جاہل و پاجی بھی وہ مقرر ہوگا۔..." سید سالار مسعود غازی کی درگاہ واقع بہرائچ اور حضرت شیخ مینا و پیر جلیل کے مزارات واقع لکھنؤ اور شاہ ارزان کی درگاہ واقع عظیم آباد۔ یہانتک کا مشہور معبد، غرض اس سنگباری سے کوئی محفوظ نہین رہا، بعض مشاہیر اہل سنت اور صوفیائے عظام تشیع کے سایہ مین سے لیے گئے اور اس گرد و باد کے طوفان سے نجات پا گئے ہین، آرائش محفل کی تصنیف کا زمانہ شاہ عالم کا عہد، سنہ ۴۲ جلوس اور فرمانروائے اودھ نواب سعادت علی خان، سنہ ۱۲۲۰ ہجری تھا،[2]

[1] خلاصۃ التواریخ منشی سبحان رائے کھتری کی تالیف ہے شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ مین نہایت ضخیم اور مفصل تاریخ ابتدائے عالم سے لیکر اس عہد تک کی بڑی کوشش و محنت سے لکھی مستند کتابون کی فہرست مین داخل ہے، پٹیالہ کے رہنے والے تھے سنہ ۱۱۰۷ھ مین وفات پائی، مقبول از معارف

[2] آرائش محفل میر شیر علی افسوس کی لکھی تھی۔ لڑکپن مین باپ کے ساتھ دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے میر حیدر علی حیران کے شاگرد تھے اور ابو[illegible] بعض میر سوز اور میر تقی کے ہمشیر بھی تھے۔ مسٹر کرسٹ کے حسب الطلب مسٹر اسکاٹ رزیڈنٹ کی تجویز سے ... روپیہ ماہانہ تنخواہ مقرر ہو کر کے اور پانچ سو روپیہ خرچ راہ لیکر سنہ ۱۸۰۰ء مین کلکتہ پہنچے نو برس زندہ رہے، یہ کتاب وہین تحریر کی، مرنے سے ایک سال پہلے گلستان کا ترجمہ باغ اردو کے نام سے کیا تھا، از مقدمہ تذکرہ مقبول

باب التقریظ والانتقاد

تاسی کا تذکرۂ شعرائے اُردو
نقد التنقید

از

جناب مولوی محمد محفوظ الحق صاحب ایم اے

ناظرین کو غالبًا یاد ہوگا کہ معارف کے اگست اور ستمبر نمبر مین تذکرۂ تاسی کے مقدمہ کا اقتباس مین نے شائع کرایا تھا، اوراس کے بعد قاضی عبدالودود صاحب عظیم آبادی بی اے کی ایک تحریر شایع ہوئی تھی جس مین انھون نے تاسی پر تنقید کی تھی اور لکھا تھا کہ تاسی سے مجھے بہت حسن ظن تھا لیکن اس کے مقدمہ کے اقتباسات نے اس مین کچھ نہ کچھ کمی ضرور کردی، اس کے بعد سرسری طور پر جو غلطیان نظر آئی تھین اونکی اونھون نے اصلاح کی تھی۔ معارف نے اس تحریر کو شائع کرتے ہوئے حسب ذیل نوٹ دیا تھا:۔

"قاضی صاحب نے اپنے ایک کرم نامہ مین تاسی کے مقدمۂ تذکرہ پر جو معارف مین شایع ہوچکا ہے تنقید کی ہے جس سے اُن کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے چونکہ اس سے تاسی کے بعض اغلاط کی تصحیح ہوتی ہے اس لیے معارف مین شائع کرنا مناسب ہے"

مندرجہ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ تاسی نے واقعی غلطی کی ہے، اور اُسکا تذکرہ کچھ زیادہ معتبر نہین

مضمون ہذا کو پڑھتے وقت اگر ناظرین معارف بابتہ ستمبر اور نومبر ۲۱ء پیش نظر رکھین تو بہتر ہو۔

لیکن ناظرین کو سنکر حیرت ہوگی کہ حقیقت اس کے عکس ہے، یعنی یہ کہ تاسی نے اتنی غلطیان نہین کین جتنی کہ دکھائی جاتی ہین، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ بہت سے امور مین بالکل صحیح ہے اور قاضی صاحب نے جو اعتراضات "قیاس" کی بنا پر کیے ہین وہ عموماً غلط ہین، اب مین قاضی صاحب کے اعتراضات کا جواب دیتا ہون اور جہان وہ صحیح ہین اس کے اعتراف کے بعد مین متنازع فیہ امور پر روشنی ڈالونگا،

(۱) شاہ نصیر واقعی میر کلّن نہین بلکہ میر کلّو کہلاتے تھے۔ تاسی نے بھی یہی لکھا ہے لیکن جس مترجم نے فرنچ سے انگریزی مین ترجمہ کیا اس نے کلّو کو Kallan لکھا اس لیے اردو ترجمہ مین بھی یہ غلطی رہ گئی،

(۲) "چمن بے نظیر" واقعی گلدستہ ہے، لیکن اس سے تاسی پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوتا کیونکہ اس نے خود شروع مین لکھدیا ہے کہ "مین آئندہ صفحات مین ان تمام تذکرون اور گلدستون کی فہرست پیش کرونگا جو یا تو ہمین دستیاب ہوئے یا کم ازکم ہمین اُن کا پتہ چل سکا" اس چمن بے نظیر کے علاوہ اس فہرست مین اور بہت سے گلدستے ہین، مثلاً گلدستۂ نازنینان، معیار الشعرا وغیرہ

(۹) "گلستان مسرت" فارسی نظمون کا مجموعہ ہے لیکن اس مین "ریختہ گو" شعرا کا فارسی کلام بھی ہے اس لیے تاسی نے اگر اس سے مدد لی تو تعجب کی کونسی بات ہے، اس کے علاوہ تاسی نے جن تذکرون اور گلدستونکی فہرست دی ہے وہ ضرور نہین کہ اس کے تذکرہ کا ماخذ ہون، (ملاحظہ ہو اقتباس بالا) گلستان مسرت کا تفصیلی ذکر ڈاکٹر اسپرنگر کی فہرست کتب خانۂ شاہ اودھ ۱۴۲ مین موجود ہے،

(۱۱) تذکرۂ گلستان سخن شہزادہ قادر بخش صابر کے نام شایع ہوا ہے، اردوئے معلّی بابت جون ۱۹۱۰ء مین اس کو شہزادہ مذکور کی تالیف بتایا گیا ہے۔ مؤلف تذکرہ جلوۂ خضر کا بھی یہی بیان ہے تذکرۂ مذکور اگر واقعی صہبائی کی تالیف ہو بھی یا انھون نے اس کی تالیف مین مدد بھی دی ہو، تو اس کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہین اور نہ کوئی "اندرونی شہادت" پیش کی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ ایک امر قابل غور یہ ہے کہ خود صہبائی کا ایک گلدستہ نما تذکرہ بنام انتخاب دواوین موجود ہے گلستان سخن

کے متعلق اگر قاضی صاحب کا نظریہ مان لیا جائے تو شاید کلام شیکسپیر کو بیکن اور دواوین ظفر کو ذوق کا کلام ماننا ہوگا،

(۱۲) گلستان سخن کے متعلق ڈاکٹر اسپرنگر کا بیان ہر کہ وہ گلشن بیخار کا ترجمہ ہے اور ایک حد تک یہی بیان مسٹر بلمہارڈٹ مرتب فہرست کتب اردو (قلمی) موجود برٹش میوزیم (لندن) کا ہے، یہ کتاب بظاہر ترجمہ معلوم ہوتی ہے، لیکن باطن نے کہین کہین حاشیہ بھی چڑھایا ہے، یعنی یہ کہ بعض شعرا پر سخت حملے کیے ہین، اور اس مطعون صف مین زیادہ تر وہی شعرا ہین جن کی شیفتہ نے تعریف کی ہے،

(۲۱) تعجب ہے کہ قاضی صاحب کو کسی تذکرہ مین ابوالقاسم قاسم دہلوی کا نام نہ ملا، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر تذکرون مین ان کا نام قدرت اللہ قاسم درج ہے، لیکن ان کا اصلی نام ابوالقاسم ہی تھا گو وہ قدرت اللہ قادری کے نام سے مشہور رہے، ان کا تذکرہ مجموعۂ نغز ۱۲۲۱ھ مین تالیف ہوا اور یہی اس کا تاریخی نام ہے،

(۲۹) ناسی کو چونکہ سرو آزاد کا کوئی نسخہ نہ ملا، اس لیے اس نے "قیاس" سے کام لیا جو غلط ثابت ہوا بہرحال سرو آزاد کا ایک حصہ "ہندی" شعرا کے حالات پر بھی مشتمل ہے اس لیے اگر وہ مل جاتا تو ناسی کو "ہندی" شعرا کے حالات مین مدد ملتی۔

آزاد کی اردو شاعری کے متعلق قاضی صاحب کا خیال درست ہے، معلوم ہوا کہ "ریختہ" مین وہ قائم چاندپوری کے شاگرد تھے۔ ایک غزل کے مقطع مین لکھتے ہین ؎

لب ہلا نا و بر قائم کے ہے ترک ادب عذر کر آزاد تا ہو عفو یہ تقصیر لب

مؤلف تذکرۂ جلوۂ خضر کا بیان ہے:۔

"حضرت آزاد اگرچہ عربی، فارسی کے شاعر مسلم الثبوت تھے مگر حسب رواج زمانہ بھاکا مین بھی کچھ کہ لیتے تھے چنانچہ سید علی مصطفےٰ خلف سید نور الہدےٰ کی تاریخ میلاد مین ایک قطعہ

فارسی فرمایا ہے اس کے آخر مین ایک شعر عربی اور ایک شعر بھاکا مین بھی لگایا ہے وہ یہ ہے:

کذا التاریخ فی التاذی کتبنا حیاۃ الفائض الشبحان ابنا

بھی تاریخ ہندی مون بکھانی رہے آنند سون یہ پتر گیانی "

مولفین جلوۂ خضر، سخن شعرا اور خمخانۂ جاوید نے مسی مالیدہ" والی غزل کو آزاد بلگرامی کے نام نقل کیا ہے اور غالبًا وہ ہے بھی اُن کی،

۱۹۲۱ء مین جو علمی نمایش "مسلم انسٹیٹیوٹ (کلکتہ) مین ہوئی تھی اس مین میر غلام علی آزاد کی ایک (قلمی ؟) بیاض بھی تھی جس مین اُن کے "ریختہ" اشعار درج تھے،

(۲۳) صحف ابراہیم اور گلزار ابراہیم کے متعلق قاضی صاحب نے غلطی کی ہے، یہ دونون تذکرے "ایک ہی کتاب کے دو نام" نہین بلکہ دو مختلف تالیفین ہین، نواب علی ابراہیم خان عظیم آبادی صرف خلیل نہین بلکہ حال بھی تخلص کرتے تھے، چنانچہ تذکرۂ عشقی مین اُن کے حالات اسی تخلص کے زیر تحت درج ہین، خلیل نے گلزار ابراہیم مین اپنے دو اور تذکرون کا ذکر کیا ہے، لیکن تفصیل تو درکنار اُن کا نام تک نہین بتایا، مشہور مورخ مسٹر جے، بی، الیسٹ نے اپنے خط (مورخہ ۱۹، جولائی ۱۸۵۴ء) مین جو انھون نے ڈاکٹر اسپرنگر کو بھیجا تھا، ان تذکرون پر روشنی ڈالی ہے، وہ لکھتے ہین:۔

ان کا (نواب علی ابراہیم خان خلیل) ایک تذکرہ خلاصۃ الکلام نامی ہے جس مین مثنوی گو شعرا کے حالات ہین، دوسرا تذکرہ صحف ابراہیم قصیدہ گویون اور غزل سراؤن کے حالات پر مشتمل ہے، اول الذکر کمیاب اور آخر الذکر غالبًا نایاب ہے،

......مین نے ان کے عزیزون سے دریافت کیا تو صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ اس تذکرہ (صحف ابراہیم) کے لیے انھون نے اشعار تو جمع کیے لیکن عمر نے وفا نہ کی کہ تذکرہ مرتب کرین، میرے پاس دو مرتب جلدون مین اس کا مواد موجود ہے...... میرے پاس جو نسخہ ہے وہ بڑے سائز کا ہے، اور

بہت گمنام لکھا ہے، لیکن یہ تذکرہ محض اتفاق سے مل گیا اور میرے خیال مین نوادر روزگار سے ہے۔"

مسٹر لیسٹ اپنے دوسرے خط مین جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل جلد نہم (ص ۵۹) مین شایع ہوا ہے خلاصۃ الکلام پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہین:-

" خلاصۃ الکلام مین اُن ۰، شعرا کی مثنویون کا انتخاب درج ہے جو اس صنف مین خاص طور پر مشہور ہوئے، یہ تذکرہ بڑے سائز کی دو ضخیم جلدون مین ہے اور دو ہزار پانچ صفحات پر تمام ہوا ہے، اور ہر صفحہ کے عرض مین پانچ اور طول مین اکیس سطرین ہین!"

اس سلسلہ مین خان بہادر میر علی محمد صاحب شاد (عظیم آبادی) کا گرامی نامہ مورخہ ۲ جون ۱۹۱۵ء خاص طور پر قابل توجہ ہے، تذکرہ ابراہیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

" نواب علی ابراہیم خان مرحوم کے (آخر عہد مین یہ امیر عجب با استعداد گذرا ہے) تین تذکرے ہین، ایک ضخیم تذکرہ سات جلدون مین مثنویون کا ہے، دوسرا تذکرہ گلزار ابراہیم، یہ بھی تین جلدون مین ہے، تیسرا تذکرہ گلزار ابراہیم کا خلاصہ ہے، آخر الذکر تذکرہ خدا بخش خان نے مجھ سے لے لیا خود مولف کے اس پر حواشی تھے، اول الذکر دونون تذکرے مین نے خوب دیکھے ہین اور اب وہ نواب دلدار علی خان صاحب کے پاس محفوظ ہین، چھپے نہین ...."

مندرجہ بالا خط سے معلوم ہوتا ہے کہ گلزار ابراہیم کا ایک خلاصہ بھی مرتب ہوا تھا لیکن وہ مشہور نہ ہو سکا، بہرحال وہ ملخص "صحف ابراہیم" نہین کیونکہ "صحف" شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے اور وہ ملخص یقیناً شعرائے ریختہ سے متعلق ہو، صحف ابراہیم کا ایک قلمی نسخہ مسٹر ان بلینڈ کے پاس تھا چنانچہ اس نسخہ کا تفصیلی ذکر انھون نے جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم ص ۱۲۲ پر کیا ہے ان کا بیان ہے کہ مولف نے تذکرہ ہذا کو ۱۲۰۵ھ مین مرتب کیا، اور اس کا ثبوت دیباچہ کے حسب ذیل شعر سے ملتا ہے، جو خاتمہ کی تاریخ ہے

---

[1] تذکرہ ہذا کا سنہ تالیف ۱۲۰۵ھ ہی ہے، اگرچہ تذکرہ نویسون نے لکھا ہے کہ صحف ۱۱۹۸ھ مین مرتب ہوا، اور اسی سال گلزار بھی تمام ہوا لیکن نفع بخش نمات سے ۱۲۰۵ھ نکلتا ہے اس لیے یہی صحف کا سنہ تالیف ہے، اور مولف کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحف گلزار کے بعد لکھا گیا

چو تاریخ اتمام جستم زہاتف بگفتا بگو" نفع بخش زمانہ "

تذکرہ ہذا کا ایک نسخہ کتب خانہ مولوی خدا بخش خان مین موجود ہے اور فہرست کتب خانہ ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین قدیم شعرائے فارسی مثلاً عمر خیام، حضرت احمد جام و خاقانی وغیرہ اور جدید شعرائے فارسی مثلاً صائب، حزین، آذر وغیرہ کے حالات موجود ہین، اس لئے اس امر کے متعلق مطلق شبہہ باقی نہین رہتا کہ "صحف" شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے، اور قدیم و جدید دونون عہد کے شعرائے فارسی کے حالات پر مشتمل ہے، نواب علی ابراہیم خان نے "صحف" مین اپنے "تذکرۂ ریختہ" یعنی گلزار ابراہیم" کا اکثر ذکر کیا ہے جرأت کے حالات مین (جس کو مسٹر بلینڈ نے نقل کیا ہے) لکھتے ہین:-

"جرأت دہلوی، ناش قلندر بخش، والد حافظ امان دہلویست نظم ریختہ راکہ مخلوط بزبان ہندی و فارسی است نیکو می گوید، و بموزونی طبع گاہے دو مصرعۂ فارسی بہم پیوندد، و راقم اثم احوالش در تذکرۂ ریختہ نوشتہ است"

یہ تذکرۂ ریختہ جو "گلزار ابراہیم" کے نام سے مشہور ہے، عام طور پر دستیاب ہوتا ہے، اس مین کوئی ۳۰۰ شعرائے ریختہ کے حالات ہین، میرزا علی لطف کا تذکرہ "گلشن ہند" اسی کو دیکھکر لکھا گیا ہے، اور زیادہ تر حالات اس تذکرہ سے ماخوذ ہین، لطف کا بیان ہے:-

"علی ابراہیم خان مرحوم نے ایک تذکرہ شعرائے ہند کا عبارت فارسی مین لکھا ہے اور نام اس کا گلزار ابراہیم رکھا ہے..... مسٹر گلگرسٹ کی نظر مبارک سے گذرا، ازبس کہ شاعرون کا حال اس مین مجمل لکھا تھا ایک مدت سے صاحب عالی حوصلہ کو خیال اس بات کا تھا کہ اگر بیان اس کا مفصل زبان ریختہ مین کیا جائے تو خوب ہو..... چنانچہ اس خیر خواہ خفی و جلی میرزا علی لطف کو..... نہایت محبت و اخلاص سے فرمایا کہ تو اگر تن دہی اس مقدمہ مین کرے توہم اس تذکرہ کو اپنی طرز پر لکھین"..... اس مضمون کو اس وقت اس خوبی سے ادا فرمایا کہ"

کہ مجھ سے سوائے اس بات کے اور کچھ بن نہ آیا کہ مین لاکھ جان سے حاضر ہون ۔ ۔ ۔ ۔"

ان ثبوتون کے بعد امید ہے کہ قاضی صاحب کو یقین آجائیگا کہ "صحف ابراہیم" اور "گلزار ابراہیم" ایک ہی تذکرہ کے دو نام نہین بلکہ دو مختلف تالیفین ہین ۔

(۳۴) واجد علی شاہ نے تذکرہ لکھا یا نہین اسکی تحقیق ذرا مشکل ہے، خود تاسی کا تفصیلی بیان (بحالات واجد علی شاہ اختر) حسب ذیل ہے :۔

" (اختر) اردو فارسی شعراء کے ایک تذکرہ کے بھی مؤلف ہین لوگون کا بیان ہے کہ اس مین پانچ ہزار شعراء کے حالات درج ہین ۔ افسوس ہے کہ مسٹر ہال باوجود سعی مزید میرے لیے اس کا کوئی نسخہ حاصل نہ کرسکے ، معلوم ہوا کہ یہ تذکرہ ہنگامہ مین تلف ہوگیا ،

واجد علی شاہ نے اپنی ایک کتاب بنی نام مین ، اپنی تالیفات وتصنیفات کی "فہرست" دی ہے لیکن ان کتابون کا "موضوع" نہین بتایا ہے اس لیے کوئی فیصلہ کن رائے نہین قائم کی جاسکتی ۔ اس فہرست کے خاتمہ پر وہ لکھتے ہین :۔

" یہ سب کتب ؛ فقیر کے کتب خانہ مین موجود ہین اور جو تزلزل سلطنت اور غارت بدمعاشان مین تاراج ہوئین وہ خارج از حساب ہین "

ممکن ہے کہ "یہ تذکرہ" بھی اسی طرح غارت ہوگیا ہو ۔

(۳۵) مہدی علی خان عاشق مؤلف تذکرۂ عاشق کا حال اکثر تذکرون مین موجود ہے ۔ مردان علی خان مبتلا کے پوتے تھے ۔ گھر پر برابر دس سال تک مشاعرے کرتے رہے ، چنانچہ خوب چند ذکا مؤلف عیار الشعرا اور نواب میر محمد خان سرور مؤلف عمدۂ منتخبہ بھی اس مین شریک ہوتے تھے ، ان کی تالیفات بے شمار ہین جن مین تین تو اردو اور دو فارسی دیوان ہین ، ان کے علاوہ حملۂ حیدری ، یوسف زلیخا ، لیلی مجنون ، خسرو شیرین اور مثنوی بحالات لکھنو بھی ہے ، انھون نے ایک تذکرہ بھی مرتب کیا جس مین ان شعرا کے

حالات درج کیے جو ان کے مشاعروں مین شریک ہوتے تھے، بقول اسپرنگر مؤلفین عیار الشعرا اور مجموعۂ نغز نے اس تذکرہ کا ذکر کیا ہے، یہ دونون عاشق کے معاصر تھے، مزید برآن مؤلف خمخانۂ جاوید کے حسب ذیل بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ "تذکرۂ عاشق" ان کی نظر سے گذر چکا ہے، آزاد (منشی رام سنگھ) کے حالات مین لکھتے ہین:-

"آزاد... نواب مہدی علی خان عاشق، صاحب تذکرہ کے مشاعرون مین اکثر شریک ہوتے تھے"

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عاشق نے اپنے تذکرہ مین آزاد کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہوگا کہ "وہ میرے مشاعرون مین اکثر شریک ہوتے تھے" اور اسی بیان کو مؤلف خمخانۂ جاوید نے بالواسطہ یا بلا واسطہ نقل کر دیا ہے،

(۴۰) تذکرۂ عشق اور تذکرۂ عشقی کے متعلق قاضی صاحب نے سخت غلطی کی ہے، اور دونون کو غلط ملط کر دیا ہے، اصل یہ ہے کہ اول الذکر تذکرہ رحمت اللہ عشق عظیم آبادی بن غلام حسین مجرم کا لکھا ہوا، اور ۱۲۱۰ھ کے قریب مرتب ہوا، اس مین ۳۹۴ شعرائے ریختہ کا تذکرہ موجود ہے، اس کا ایک نسخہ جو ۳۰۰ صفحات کا تھا مسٹر الیٹ کے پاس موجود تھا،

لیکن تذکرۂ عشقی، جس کا اصلی نام "نشتر عشق" ہے اس سے بالکل مختلف چیز ہے، وہ فارسی شعرا کا تذکرہ ہے اور آغا حسین قلی خان عشقی عظیم آبادی کی تالیف ہے، مؤلف گلشن بیخار نے ان کا تخلص عاشق لکھا ہے جو غالباً غلط ہے، یہ تذکرہ ۱۲۳۳ھ مین مرتب ہوا اور ۱۴۰۰ فارسی شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، اس کے قلمی نسخے کتب خانۂ خدا بخش خان (بانکی پور) اور رامپور اسٹیٹ لائبریری مین موجود ہین،

اس سلسلہ مین قاضی صاحب کو ایک اور سہو ہوا ہے جس کی تصحیح ضروری ہے، تذکرۂ عشق کو آغا حسین قلی خان کی تالیف ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہین:

"اس شبہہ کو مزید تقویت ناسخ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ غلام حسین شورش کا تذکرہ

اس سے بہت ملتا جلتا ہو، شورش عشقی کے ہمعصر تھے اور ہموطن، ممکن ہے کہ عشقی کے تذکرہ سے انھون نے مدد لی ہو،،۔

لیکن شاید قاضی صاحب کو معلوم نہین کہ شورش نے ۱۱۹۵ھ مین قضا کی اور ان کا تذکرہ ۱۱۹۳ھ کے قریب لکھا گیا، لیکن اس کے برخلاف نواب حسین قلی خان کا تذکرہ اس کے چالیس سال بعد ۱۲۳۳ھ مین تالیف ہوا، اس لیے شورش کا تذکرہ عشقی سے مدد لینا ناممکن، ہے

مزید اطلاع کے لیے غالباً یہ بتانا نامناسب نہ ہوگا کہ تذکرہ عشق، یا "طبقات الشعراء" نامی ایک تیسرا تذکرہ مولفہ شیخ غلام محی الدین عشق موجود ہے، اور اس کا ایک نسخہ شاید ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ مین بھی ہے۔

(۷،۴) تذکرہ سودا کا حوالہ مجموعۂ نغز مولفہ ابوالقاسم قاسم دہلوی مین موجود ہے چنانچہ سعدی دکھنی کے حالات مین اس تذکرہ نویس نے تذکرہ سودا کا حوالہ دیا ہے، تذکرہ سودا کی موجودگی کا مزید ثبوت خان بہادر میر علی صاحب محمد شاد (عظیم آبادی) کے گرامی نامہ (مورخہ ۲۰ جون ۱۹۱۵ء) سے، بھی ملتا ہے، دوران خط مین تحریر فرماتے ہین؛۔

"علاوہ ان کے (گلزار ابراہیم وغیرہ) مصحفی کے دونون حجیم تذکرے سنگی دالان (پٹنہ) سے منگوا کر دیکھے، ان دو مین سے ایک بنا صاحب خویش علی میر مرحوم کے پاس ہے، مصحفی کے طرز تحریر سے جی گھبراتا ہے، اس کی فارسی کایستھون کی فارسی ہے مثلاً ناسخ کے ذکر مین ہے " نون لسر پٹش من آمدہ بود" وغیرہ۔ یہی حالت میر تقی میر اور سودا کے تذکرون کی ہے، یہ حضرات نہ نثر پر قادر تھے نہ فارسی پر مگر پھر بھی فائدہ سے خالی نہین، ہی، میر تقی و سودا کے تذکرے کمیاب ہین، نواب بہادر مرحوم (غالباً نواب ولایت علی خان مرحوم مراد ہین،) بہت جگائے ہوئے تھے، غالباً اب لائبریری (یعنی بانکی پور لائبریری) مین ہونگے،،۔

[1] چونکہ یہ ایک پرائیوٹ خط ہے اس لیے شاد مدظلہ نے اپنے خیالات نہایت آزادی سے ظاہر کیے ہین، امید ہو کہ ناظرین اسکا خیال نہ کرینگے،

اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ تذکرہ سوداشاد مدظلہ کی نظر سے گذر چکا ہے،

(۱۴) تذکرۂ ناصر، سعادت خان ناصر شاگرد مذہب کی تالیف ہے، واقعی ان کا تخلص نصیر نہین بلکہ ناصر ہونا چاہئے،

(۱۵) ذوق کے متعلق ہمین بھی کسی تذکرہ کا پتہ نہین ملا، تاسی نے کسی حوالہ کی بنا پر ضرور لکھا ہوگا، ممکن ہے کہ "سوانحی" حصہ مین اس نے اپنا ماخذ بتایا ہو، بہر حال یہ امر تحقیق طلب ہے،

بحث تمام ہوئی لیکن اس جگہ ہمین اتنا ضرور اعتراف کرنا ہوگا کہ "انیسوین صدی" کے ایک "غیر ملکی" مورخ نے بیسوین صدی کے ایک "ملکی" نقاد سے زیادہ احتیاط برتی ہے اور سرو آزاد کے سوا اس کا ہر بیان زیادہ حد تک صحیح ہے۔ کلن وکلو، یا نصیر و ناصر کی غلطیان تاسی کی نہین بلکہ مترجم کی ہین اور بالکل معمولی ہین۔ تذکرہ سودا، تذکرۂ اختر یا تذکرۂ ذوق اب اگر نہین ملتے تو اس مین تاسی کا کیا قصور ہے، اس کو ان تذکرون کا حال معلوم ہوا اس لیے اس نے انکا ذکر کر دیا، تذکرۂ سودا تو شاید اب بھی ٹپنہ مین مل جائے لیکن تذکرۂ واجد علی شاہ اختر غالباً اب ناپید ہے، تذکرۂ ذوق کے متعلق البتہ کچھ نہین کہا جا سکتا، افسوس ہے کہ میرے پاس تذکرۂ تاسی کا انگریزی (قلمی) ترجمہ صرف حرف "ب" تک ہی، ورنہ مین خود دیکھ لیتا کہ آخر تاسی کے اس بیان کا ماخذ کیا ہے،

بہر حال مین تاسی کو جس قدر غور سے پڑھتا ہون اور اس کے متعلق جس قدر تحقیق کرتا ہون اُسی قدر اس کی تحقیق کی داد دینے کو جی چاہتا ہے، ممکن ہے کہ قاضی صاحب بھی اس تحریر کے بعد اپنی رائے تبدیل کرنے پر آمادہ نظر آئین،

مطبوعات جدیدہ

کتاب الرد علی ابی حنیفہ، حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابی شیبہ عبسی المتوفی ۲۳۵ھ محدثین عراق میں ایک بڑے پایہ کے بزرگ ہیں، ائمہ فن امام بخاری و امام مسلم وغیرہما کبار محدثین کے شیخ تھے، امام بخاری نے آپ سے ۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں، آپ کو اپنے معاصرین میں سب سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں،

مصنف ابن ابی شیبہ آپ کی مشہور کتاب ہے جس میں فقہی ترتیب پر احادیث نبویہ، آثار صحابہ اور فتاوی تابعین کو جمع کیا ہے، اس کتاب میں ایک خاص باب ان حدیثوں اور آثار کا ہے جو بظاہر امام ابوحنیفہ کے بعض مسائل فقہ سے معارض ہیں، مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی مستحق شکریہ ہیں کہ آپ نے اس حصۂ کتاب کو شایع کیا ہے آپکا مقصود اس کتاب کو شایع کرنے سے اس بات کا اثبات ہو کہ "امام اعظم کو فن حدیث میں کافی دخل نہ تھا"، اگر آپ کا مقصد اس سے بلند تر یعنی محض احیاے سنت ہوتا تو بہتر تھا، کاش آپ نے پوری کتاب شایع کی ہوتی تو طلبۂ حدیث پر بڑا احسان ہوتا، اس کتاب کے نسخے نایاب ہیں، ہندوستان بھر میں دو جگہ اس کتاب کا پتہ لگتا ہے ایک نسخہ حیدر آباد کے کتبخانہ میں ہے اور ایک بانکی پور کی لائبریری میں ہے:-

آخر میں مولوی صاحب نے ان حدیثوں کا اردو ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے جس کی وجہ سے کتاب اردوخواں اصحاب کے لئے بھی مفید ہوگئی ہے، قیمت ۴ر پتہ مولوی ابوالقاسم دارالنگر۔ بنارس،

الفوز العظیم کچھ دن ہوئے خواجہ حسن نظامی نے "مرشد کو سجدۂ تعظیم"، ایک رسالہ لکھا تھا جس میں سجدۂ تحیت کی اباحت پر زور دیا ہے حالانکہ یہ فعل متصوفین کرام کے نزدیک بھی اسی طرح شرک اور گناہ کبیرہ ہے جس طرح جمہور امت کے نزدیک محمد فضل حسین صاحب نے علمائے کرام سے اسکے متعلق استفتا کیا، "الفوز العظیم" انہیں فتاوی کا مجموعہ ہے، جس میں صحیح حدیثوں اور اقوال سلف سے اس فعل کا شرک ہونا ثابت کیا گیا ہے،

خواجہ صاحب کی کتاب سے جن لوگون کے قلوب میں کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہون انکی ہدایت کے لئے اس کتاب کی ضرورت تھی قیمت ۸ ر پتہ منیجر ہلالی پریس دہلی،

آموزگار پارسی شمس العلما مولانا محمد حسین صاحب آزاد مرحوم نے مبتدیوں کے لئے جدید فارسی کی تعلیم کی غرض سے اس کتاب کو تصنیف کیا تھا، اس کے تین حصے ہیں، ابتدا سے ۲۸ اسباق تک فردی محاورات اور روزمرہ کی مشق ہے، ۲۹ سے ۴۵ اسباق تک باہمی مکالمہ کی مشق کرائی ہے اس کے بعد ۸ فصلوں میں واقعات نگاری اور انشاپردازی کی مشق ہے، جناب آغا محمد طاہر صاحب نے اس کتاب کو شایع کیا ہے کاش ان تینوں حصوں کو تین عنوانات کے ماتحت تقسیم کر دیا گیا ہوتا تو بہتر تھا، ۴۴ ویں سبق کے بعد ایک عنوان ہے "گفتگوِ متفرق" اس کو ۴۵ واں سبق ہونا چاہیئے۔

تصحیح کنندہ صاحب نے ہر جگہ "دُوم" اور "سوم" کو دوُم اور سوُم رہنے دیا ہے صفحہ ۱ پر درس ۴ کے بجائے درس سیم لکھا گیا ہے یہ فروگذاشتیں بہت زیادہ اہم نہیں لیکن اصل غرض بچوں کی تعلیم ہے اس لئے یہ معمولی فروگذاشتیں بھی نہایت اہم ہو جاتی ہیں، کتاب کی خوبیوں کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیف ہے قیمت ۱۲ر پتہ اکبری منڈی لاہور،

طب قدیم و جدید کی معرکتہ الارا علمی جنگ، حکیم محمد کبیر الدین صاحب پروفیسر طبیہ کالج دہلی سے علم دوست طبقہ ناواقف نہین، فن طب مین آپنے مختلف کتابون کا ترجمہ اور مستقل تصنیفین شایع کی ہین، یہ رسالہ آپ ہی کی تصنیفات سے ہے، اس رسالہ مین طب یونانی کے طریقۂ علاج اور جدید طب کا مقابلہ کیا گیا ہے، اس کتاب پر حقیقی تنقید ایک ماہر طب کر سکتا ہے، ہم تو صرف اس قدر کہہ سکتے ہین کہ حکیم صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بظاہر اس مین حق پر ہین، یہ رسالہ جناب حکیم سید محمد دوم اشرف صاحب ناظم انجمن مشرقی اطبائے جنوبی ہند کے چند سوالات کا جواب ہے قیمت ۶ر پتہ:۔ کتب خانہ المسیح قرول باغ دہلی

اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریان اور اون کے علمی واخلاقی کارنامے، قیمت ۱۲/

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ۱۲/، دوم ۸/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، ۱۰/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیولیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، ملک رہنمایون کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، صفحہ ۲۳۲، ۱۲/

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۱۲/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۱۲/

مذہب کی باتین، بچون اور بچیون کی تعلیم کے لئے ۴/

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۴/

اثبات واجب الوجود، یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، ۱۲/

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۱۲/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضار کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸/

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۱۲/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصوّر و مجلد، ۸/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۸/

نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کئے گئے ہین، صفحے ۲۰۱، ۱۲/

الانسان، اسمین انسان کے تمام قوا نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت ۱۲/

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب، ۸/

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب، ۸/

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے اور وہان کے امرا و وزرا و علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت ہی تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین، ۱۲/

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمایش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر میکس مولر کے سفرنامہ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ۱۲/

بدیہہ گوئی، جناب ہوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے دلچسپ واقعات یکجا کئے ہین، قیمت ۱۲/

الندوہ کی جلدین موجود ہین، قیمت فی جلد [illegible] بلا جلد [illegible] کتاب ہے

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۰

مَعَارِف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف پریس اعظم گڑھ

دوازدہم

جلد سیزدہم | ماہ صفر سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء | عدد سوم

مضامین

معذرت

افسوس ہے کہ اڈیٹر صاحب سخت میریا مین مبتلا ہین، اس لیے پرچہ تعویق کے ساتھ اور مجبوراً بغیر شذرات شائع ہوتا ہے، ناظرین معاف فرمائین،

"منیجر"

مقالات

پیامِ امن کا ایک باب

اِسلام اور امن

ہمارے دوست مولوی عبد الماجد صاحب بی اے "پیام امن" کے نام سے موسیو رچرڈ ہال کی ایک تصنیف کا ترجمہ اور تلخیص کر رہے تھے جس کے چند ابواب کبھی معارف مین شایع ہو چکے، ہمارے دوست نے اِس ترجمہ اور تلخیص کے علاوہ تبصرہ کے عنوان سے چند نئے ابواب آخر مین بڑھائے ہین۔

جن مین مسیحیت اور امن اور اسلام اور امن کے دو بڑے ابواب ہین، ذیل مین ہم دوسرے باب کے کچھ ابتدائی صفحات نذر ناظرین کرتے ہین، جن سے اون کو کتاب کی نوعیت اور حسن و خوبی کا اندازہ ہوگا،[1]

مسیحیت کے جو احکام امن سے متعلق ہین، اون کی تصریح گزر چکی، لیکن اوس مذہب کی اِس باب مین کیا تعلیم ہی، جس کے پیرؤن کی تعداد، کہا جاتا ہی کہ دنیا مین اِس وقت تیس کرور ہی، جس کا نام "عقلائے یورپ نے" مذہب شمشیر رکھا ہی، جس کے متعلق دانایانِ فرنگ کا دعوی ہی کہ وہ قتل و خونریزی کا معلم ہی اور جس کے یہان جہاد ایک فریضۂ مذہبی کی حیثیت رکھتا ہی، جس امت کے پیمبر نے بارہا خود جہاد کیا ہو، جس شریعت نے مقاتلۂ کفار کو وسیلۂ جنت بتایا ہو، جس مذہب نے غزا کو اعمال حسنہ مین سب سے اونچے درجہ پر رکھا ہو، ایسے مذہب اور ایسی شریعت سے بھلا تائید امن و آشتی کی کیا توقع ہو سکتی ہی؟ اِس کے ہان تو قدم قدم پر جدال و

---

[1] کتاب چھپکر بالکل تیار ہی، قیمت ہے، دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے ملیگی،

قتال، کشت وخون کی تاکید ملیگی،

لیکن واقعہ یہ ہو کہ اگر کسی مذہب نے امن وامان کو اپنا نصب العین قرار دیا ہی، اور مستقل ودائمی حالت امن کے اسباب وبواعث کے بہم پہنچنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہی، تو وہ اسلام ہی ہی، اس مین شبہہ نہین کہ قیام امن کی تاکید اپنے اپنے پیرؤون پر دنیا کے ہر مذہب نے رکھی ہی، لیکن اسلام کی تفضیلت مخصوص یہ ہو کہ اس نے جس اہتمام کے ساتھ اس مقصد کے حصول پر زور دیا ہی، جس تفصیل ووضاحت کے ساتھ اسکے ذرایع وذرائع بیان کئے ہین، اور جس جامعیت کے ساتھ اس کے موجبات وموانع پر نظر کی ہی، اوس کی نظیر سے دنیا کا مذہبی لٹریچر خالی ہی،

اوپر کے کسی باب مین دکھایا جاچکا ہو کہ دنیا کے سارے اختلافات ومناقشات کی بنیاد انسان کے جذبۂ خودی پر ہی جس کے باعث ایک کو دوسرے سے مغایرت پیدا ہوتی ہی، اور یہی رفتہ رفتہ مخالفت ومنافرت کی شکل اختیار کرلیتی ہی، اس زہر کا سب سے بڑا تریاق عقیدۂ توحید ہی یعنی اگر انسان کو دوسرون سے کوئی اصولی اختلاف نہ نظر آئے، وہ اپنے کو تمام موجودات سے متحد سمجھنے لگے، اور بجائے کثرت وتعدد کے اسے ہر طرف وحدت ہی کی جلوہ آرائیان نظر آنے لگین، تو عداوت بلکہ مغایرت واجنبیت تک کا جذبہ اس کے دل سے محو ہوجائے، اور کائنات مین ہر سمت امن وآشتی کی منادی ہوجائے،

اسلام کا اصلی کارنامہ یہ ہو کہ اس نے اپنے نظام عقائد مین بلند ترین مرتبہ اسی عقیدۂ توحید کو دیا ہی، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اسلام کا مقصد حقیقی صرف منادی توحید ہی پائی اور تمام مسائل ضمناً وفرعاً آگئے ہین، مخالفین تک کو یہ تسلیم ہی کہ عقیدۂ توحید جس مکمل صورت مین اسلام مین ملتا ہی، اور کہین نہین ملتا اگر وہ تمام آیات قرآنی جن مین توحید کی دعوت اور شرک کی مذمت ہی یکجا کی جائین تو تمام کائنات کی اصل خدا، اور صرف خدا ہی، اور اس کے سوا اور کسی ہستی کی جانب خلق، امر یا وجود حقیقی کا انتساب کرنا شرک ہی،

جن لوگون کا عقیدۂ توحید راسخ ہی، جو لوگ اس پر اعتقاد رکھتے ہین کہ ہستی مطلق انسان کی رگ جان

سے بھی قریب تر ہو، جو اشخاص اِس پر یقین رکھتے ہین کہ موجودات کے ذرہ ذرہ کا مبداء و مرجع صرف وہی ذات واجب الوجود ہی ہے جن افراد کو اِس کا اذعان ہی، کہ ہر شئی کی ابتدا و انتہا ظاہر و باطن سب خدا ہی ہے، جن نفوس کا اِس پر ایمان ہو کہ جملہ حوادث عالم محض مشیئت باری ہی کے مختلف مظاہر و شئون ہین، اور جو لوگ اِس کے قائل ہین کہ کفر و ایمان دونون کا خالق ایک ہی ہی بھلا وہ کبھی اور کسی حالت مین بھی کسی سے عداوت منافرت کا جذبہ از راہ نفسانیت رکھ سکتے ہین، اگر کسی صنعت کی تنقیص کرنا صانع کی منقصت کی مستلزم ہے، تو مخلوقات مین سے کسی کی عیب جوئی کرنا بدرجۂ اولیٰ اِس کے خالق کی کھلی ہوئی توہین و تنقیص ہوگی،

پھر قرآن نے صرف روحانی اتحاد اصل و اشتراک پر بس نہین کی، بلکہ تصریح کے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ جسمانی و مادی حیثیت سے تمام نسل انسانی ایک ہی خاندان کی ہی، سب کے والدین ایک ہی ہین، اور آج دنیا مین جو مختلف جماعات و قبایل نظر آرہے ہین، سو یہ تقسیم صرف اسلئے ہو کہ باہمدگر امتیاز و شناخت ہو سکے

یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثی	اے انسانو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا
وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا	کیا اور تمھارے خاندان و قبائل بنائے تاکہ تم ایک دوسرے
(حجرات رکوع ۲)	سے پہچانے جاؤ،

اِس اتحاد اصل و نسل کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد مغایرت و منافرت کا شائبہ تک نہین باقی رہ سکتا ہے

شرک سے قطع نظر کر کے جو تمام تر ایک ذہنی و اعتقادی مسئلہ ہی، اعمال کی فہرست مین اسلام نے بدترین معصیت فتنہ و فساد کو قرار دیا ہی، قرآن مین اِس کے لیے شدید ترین وعیدین نازل ہوئی ہین، اور تکرار و تواتر کے ساتھ اِس سے محترز رہنے کی تاکید آئی ہی، آیات ذیل ملاحظہ ہون،

انہ ھو یبدء و یعید، والیہ ترجع الامور وانا الیہ راجعون والیہ المصیر وغیرہ

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن قل کل من عند اللہ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن

الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ	جو لوگ خدا کا عہد ایک مرتبہ باندھ چکنے کے بعد توڑتے
ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل	ہین اور خدا نے جن رشتون کے جوڑے رہنے کا حکم دیا ہی
ویفسدون فی الارض اولئک	انھین کاٹتے ہین، اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہین،
ھم الخسرون۔ (بقرہ رکوع ۳)	وہی گھاٹے مین رہین گے ،
ولا تعثوا فی الارض مفسدین (بقرہ رکوع ۷)	زمین پر فساد کرتے نہ پھرو،
واللہ لا یحب الفساد (بقرہ رکوع ۲۵)	خدا فساد کو پسند نہین کرتا،
واللہ لا یحب المفسدین (مائدہ رکوع ۹)	خدا مفسدین کو دوست نہین رکھتا،
ولا تبغ الفساد فی الارض ، (قصص رکوع ۸)	زمین مین فساد نہ پھیلاؤ،

یہ چند آیات نمونہ کے طور پر درج کی گئین، ورنہ اس مضمون کی کل آیات بیسیون کی تعداد مین موجود ہین

اِسلام نے صرف فتنہ و فساد کو معصیت کبریٰ قرار دینے پر اکتفا نہین کی، بلکہ جو چیزین محرک فساد ہو سکتی تھین، سرے سے انھین کی جڑ کاٹ دی، دنیا مین جتنے محاربات برپا ہوتے رہتے ہین، عموماً اون کے تہ مین حُبِ جاہ، حُبِ زر، حُبِ اقتدار کے جذبات کام کرتے ہوتے ہین، جرمنی اسلیئے اعلان جنگ کرتا ہی کہ انگریزون کے بحری مقبوضات اس کے مقابلے مین بہت زاید ہین، انگلستان اسلیئے مصروف پیکار ہوتا ہی کہ جرمنی کی روز افزون طاقت سے اسے اپنی قوت کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی، غرض اسی طرح اکثر جنگ کے پردہ مین مال و دولت کی طمع کام کرتی ہوتی ہی، اسلام نے اپنے پیروؤن کے سامنے جس فردوس عمل کا نقشہ پیش کیا ہی، اوس مین "شجر ممنوعہ" اسی دنیوی مال و دولت کو قرار دیا ہی کہ جب اس مادی زندگی کی محبت ہی دل سے نکل جائے گی، تو مسابقت و مفاخرت کا از خود خاتمہ ہو جائے گا، قرآن نے صدھا مختلف پیرایون اور اسلوبون سے حیات دنیوی کی مذمت و منقصت کی ہی، اور اس کی بے ثباتی پر سطر سطر مین زور دیا ہی، مثلاً

زین للناس حب الشهوات من النساء	انسان کی فطرت ایسی ہے کہ اسکو خواہشات دنیوی مثلاً
والبنین والقناطیر المقنطرة من الذهب	ازواج و اولاد اور زر و سیم کے بڑے بڑے ڈھیرون
والفضة والخیل المسومة والانعام	اور عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتون کے ساتھ
والحرث ذلك متاع الحیوة الدنیا	دلبستگی ہوتی ہے، حالانکہ یہ دنیوی زندگی کے عارضی فواید
والله عنده حسن المآب۔ (آل عمران رکوع ۲)	ہین اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اوسی اللہ کے ہان ہے،
واعلموا انما اموالکم واولادکم	تو واقف ہو کہ تمھاری اولاد اور تمھارا مال تمھارے
فتنة (انفال رکوع ۳)	لیے فتنہ ہے،
یقوم انما هذه الحیوة الدنیا متاع وان	اے قوم! یہ حیات دنیوی محض چند روزہ ہے اور مستقل جگہ
الاخرة هی دار القرار (مومن رکوع ۵)	تو وہی آخرت ہے،
انما الحیوة الدنیا لعب ولهو (محمد رکوع ۴)	یہ حیات دنیوی تو محض ایک کھیل ہے،
وما هذه الحیوة الدنیا الا لهو ولعب	یہ دنیوی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور دار
وان الدار الاخرة لهی الحیوان (عنکبوت رکوع ۷)	آخرت ہی کی زندگی اصل زندگی ہے،
اعلموا انما الحیوة الدنیا لعب ولهو وزینة	جانے رہو کہ حیات دنیوی بس یہی کھیل تماشا ظاہری طمطراق
وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال	آپس مین ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے
والاولاد (حدید رکوع ۳)	بڑھ کر مال و اولاد کا خواستگار ہونا ہے،
زین للذین کفروا الحیوة الدنیا	جو لوگ کافر ہین، ان کی نظرون مین ہم نے حیات دنیوی کو
(بقرہ - ۲۶)	زینت دے رکھی ہے،
وما الحیوة الدنیا الا متاع الغرور (آل عمران رکوع ۱۹)	دنیا کی زندگی بجز دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہیں،

ایک جگہ یہان تک کہہ دیا ہے کہ آسمانی بادشاہت صرف انھین لوگون کا حصہ ہے جو دنیوی حیثیت

مسکین اور مادی کشمکش سے الگ رہتے ہیں،

تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون	یہ آخرت کا گھر مخصوص انہیں لوگون کے لیے ہے جو دنیا میں
علوا فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ	اپنی برتری کے خواہان نہیں ہیں اور فساد نہیں کرتے اور
للمتقین۔ (قصص رکوع ۹)	انجام بخیر تو پرہیزگارون ہی کے حصہ میں ہے،

جس شریعت نے دنیا اور حیات دنیوی کا مرتبہ اسقدر پست رکھا ہے، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اسکی روادار نہیں ہوسکتی کہ اس پر ایمان رکھنے والی قوم، دولت وجاہ، سلطنت وحکومت زر و زمین کے لیے تلوار ہاتھ میں لے،

ان تصریحات کے پہلو بہ پہلو قرآن نے بالواسطہ بھی نفس انسانی میں دنیا کی بے ثباتی اور دولت وحکومت کی بے حقیقی کا نقش بٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیا، فطرت بشری دوسرون کے عبرتناک انجام سے خاص طور پر متاثر ہوتی ہے، قرآن مجید نے اس آلہ سے پوری طرح کام لیا، اور اقوام گزشتہ ومشاہیر افراد کے جتنے قصے بیان کیئے یہ نکتہ سب میں ملحوظ رکھا ہے کہ ان کے سننے اور پڑھنے سے انسان کی مادی خواہشون اور تمناؤن، حرص، وطمع، کبر وغرور کا زبردست دیو مغلوب ہو، قوم عاد وثمود و فرعون ونمرود ان سب کے واقعات میں یہی خصوصیت مشترک ہے، مثال کے طور پر ہم صرف ایک حکایت درج کرتے ہیں، جو جاہ و دولت، زینت وامارت کے نقش بر آب ہونے کی ایک بولتی ہوئی تصویر ہے، اور جسے بغور پڑھنے کے بعد ممکن نہیں کہ بڑے سے بڑے ہوس پرست کا دل بھی کچھ دیر کے لیے متاثر نہ ہوجائے

ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی	قارون موسیٰ کی قوم (بنی اسرائیل) میں ایک شخص تھا
علیہم وآتینٰہ من الکنوز ما ان	پھر وہ ان پر ظلم کرنے لگا، اور ہم نے اوس کو اسقدر
مفاتحہ لتنوأ بالعصبۃ اولی القوۃ	خزانے دے رکھے تھے کہ کئی زور آور مرد اوس کی
اذ قال لہ قومہ لا تفرح۔ ان اللہ	کنجیاں بمشکل اٹھا سکتے تھے، ایک مرتبہ اوس کی قوم

لا يحب الفرحين وابتغ فيما اتٰك
الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك
من الدنيا واحسن كما احسن الله
اليك ولا تبغ الفساد في الارض ان
الله لا يحب المفسدين. قال انما
اوتيته على علم عندي اولم يعلم
ان الله قد اهلك من قبله من
القرون من هو اشد منه قوة واكثر
جمعا. ولا يسئل عن ذنوبهم المجرمون
فخرج على قومه في زينته قال الذين يريدون
الحيوة الدنيا يليت لنا مثل ما اوتي
قارون انه لذو حظ عظيم وقال
الذين اوتوا العلم ويلكم ثواب الله
خير لمن آمن وعمل صالحا و
لا يلقها الا الصبرون
فخسفنا به وبداره الارض
فما كان له من فئة ينصرونه
من دون الله وما كان
من المنتصرين واصبح الذين

(کے بعض لوگون) نے اوس سے کہا کہ اترایا مت کر خدا
اترانے والون کو پسند نہین کرتا، اور یہ جو (ساز وسامان)
خدا نے تجھے دے رکھا ہی اس مین سے کچھ آخرت کے گھر
کی بھی فکر کرتا رہ (البتہ) دنیا سے جو تیرا حصہ ہی اوس کو
فراموش نہ کر، اور جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان
کیا ہی، تو دوسرون کے ساتھ احسان کرتا رہ اور ملک مین
فساد کا خواہان نہ ہو کہ خدا مفسدون کو پسند نہین کرتا،
اوس نے جواب دیا کہ (یہ جاہ وثروت) تو مجھکو اپنی لیاقت
سے حاصل ہوئی ہی کیا قارون نے (یہ کہتے وقت) یہ خیال
نہ کیا کہ اس سے پہلے خدا پچھلی امتون مین ایسے ایسے لوگون کو
ہلاک کر چکا ہی، جو (بہ لحاظ جاہ وحشمت) اس سے کہین زیادہ
قوت رکھتے تھے، اور بہ لحاظ سرمایہ بھی اس سے کہین بڑے
تھے اور گنہگارون سے سزا کے وقت پوچھ گچھ نہین کی جایا کرتی
اس کے بعد (ایک روز) قارون اپنی شان وشوکت کے
ساتھ اپنی قوم والون کے سامنے نکلا، تو جو لوگ حیات دنیوی
کے طلبگار تھے (حسرت سے) کہنے لگے کہ جیسا کچھ ساز وسامان
قارون کے پاس ہی اے کاش ہمارے پاس بھی ہوتا، اس مین
شک نہین کہ قارون بڑا ہی خوش قسمت ہی (البتہ) جن لوگون کو
خدا کے ہان سے علم کی دولت دی گئی تھی وہ بولے کہ تمھاری

تمنوا مکانہ بالامس یقولون	سمجھ پر افسوس جو شخص ایمان لاتا اور عمل نیک کرتا رہا اسکا
ویکأنّ اللہ یبسط الرزق	ثواب (قارون کے مال و دولت سے) کہین بڑھکر ہو مگر وہ
لمن یشاء من عبادہٖ	ثواب بجز صبر کرنے والون کے اور کسی کو نہین ملتا پھر ہم نے
ویقدر - لولا ان منّ اللہ	قارون اور اوس کی کوٹھی کو زمین مین دھنسا دیا، اوس وقت
علینا لخسف بنا ویکانہ	کوئی جماعت اوس کی مدد کو نہ اوٹھی اور نہ وہ خود اپنے تئین
لا یفلح الکافرون (قصص رکوع ۸)	بچا سکا، اور جو لوگ کل شام تک اوس کی جگہ ہونے کی
״	آرزو کرتے تھے وہ آج صبح کہنے لگے کہ ارے غضب! خدا ہی
״	اپنے بندون سے جس کی روزی چاہتا ہو فراخ کر دیتا ہے،
״	اور جس کی چاہتا ہو محدود کر دیتا ہو اور اوسکا کرم اگر ہم پر
״	نہوتا تو ہم کو بھی وہ قارون کی طرح دھنسا دیتا ارے غضب!
	بات یہ ہو کہ ناشکرونکو فلاح نصیب نہین ہوتی،

اِس قسم کے عبرت انگیز حکایات وقصص کے بیان کرنے سے قرآن کا مقصد یہی ہو کہ مسلمانون کے دل پر مال وثروت کی بے حقیقتی کا گہرا نقش ثبت ہو، اور مادی شان وشوکت کی طرف سے اون کی طبیعت از خود ہٹ جائے

ایک مسلمان کو اپنے مخالفین کے ساتھ کیونکر پیش آنا چاہیئے، عام دنیا کے ساتھ اس کا کیا سلوک رہنا چاہیئے، اور اگر اغیار اوس کے مذہب ومعتقدات پر اعتراض کرین تو اون کے مقابلہ مین اسے اپنا کیا طرز عمل رکھنا چاہیئے، قرآن نے اِن مین سے ہر سوال کا جواب تفصیل کے ساتھ دیا ہی، عفو ودرگذر، حلم وتحمل اور احسان عام کا اس نے بار بار حکم دیا ہی، صرف مسلمانون کے مقابلہ مین نہین بلکہ کل دنیا کے مقابلہ مین جس مین کفار بھی شامل ہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہو کہ

قولوا للناس حسنا (بقرہ رکوع ۱۰) — لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ

یہ نہیں کہا کہ صرف مسلمانوں سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ،

ایک مقام پر جہاں نیک کار و فلاح یافتہ بندوں کے خصائل بیان کیے ہیں، وہاں یہ ہے،

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین، (آل عمران رکوع ۱۴)

وہ وہ لوگ ہیں جو غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کے قصور سے درگزر کرتے ہیں، اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے،

یہاں بھی عفو و احسان کی ہدایت عام ہے، مومن و کافر کی کوئی تفریق نہیں، نیک کاروں کی خصلت یہ بتائی گئی ہے، کہ

یدرؤن بالحسنۃ السیئۃ، (قصص رکوع ۶)

وہ بُرائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں،

اور جب بروں سے سابقہ پڑجاتا ہے، تو کمال حلم و رواداری اون سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں،

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم، (قصص رکوع ۶)

وہ جب لغویات سنتے ہیں تو اوس سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور ان سے کہدیتے ہیں کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ،

برائی کے جواب میں نرمی کرنا چاہیے،

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ (مومنون رکوع ۶)

برائی کو نرمی کے ساتھ دور کرو،

خود سرور کائنات کو ہدایت ہے کہ،

خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین (اعراف رکوع ۲۴)

عفو کی عادت اختیار کرو اور نیکی کی تلقین کرتے رہو اور جاہلوں سے سابقہ پڑے تو کنارہ کش ہو جاؤ،

اہل کتاب سے مقابلہ کے وقت ہمیشہ ملاطفت و آشتی پیش آتے رہنا چاہیے،

ولا تجادلوا اھل الکتاب الا	اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا کرو مگر ایسی صورت سے
بالتی ھی احسن ، (عنکبوت رک ۵)	جو عمدہ و شائستہ ہو،

نیکون کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی ہے، کہ،

اذا ما غضبوا ھم یغفرون (شوریٰ رک ۴)	جب اون کو غصہ آجاتا ہو تو درگزر سے کام لیتے ہین،

یہان بھی یہ قید نہین لگائی گئی ہو کہ صرف مسلمانون ہی کے مقابلہ مین درگزر سے کام لیتے ہین،

تبلیغ دعوت کے وقت رسول اللہ صلعم کو یاد دلایا جاتا ہی،

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ	لوگون کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ تو حکمت
والموعظۃ الحسنۃ جادلھم	و نیک نصائح کے ذریعہ سے، اور اگر بحث کرو تو شایستہ
بالتی ھی احسن ، (نحل رک ۱۶)	و پسندیدہ طریقہ سے،

برگزیدہ و مقبول خدا بندون کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ

یمشون علی الارض ھونا واذا	وہ زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہین، اور جب جاہل لوگ ان سے
خاطبھم الجاھلون قالوا	جہالت کی باتین کرنے لگتے ہین تو وہ سلام کر کے الگ
سلاما ، (فرقان رک ۶)	ہو جاتے ہین،

خالق ذوالجلال نے اپنی شان یہ بتائی ہو کہ

رحمتی وسعت کل شیٔ (اعراف رک ۱۹)	میری رحمت ہر شے پر محیط ہو،

یہ نہین فرمایا کہ میری رحمت فلان فرقہ کے ساتھ مخصوص و محدود ہی، اور چونکہ وہ خود رحمت مطلق ہی اسلیے دنیا کے لیے بھی قاعدہ مقرر کیا ہو کہ

ان الحسنات یذھبن السیات (ھود رک ۱۰)	خوبیان برائیون کو دور کر دیتی ہین،

یہ الفاظ دیگر اپنے ابنائے جنس کے نقائص و عیوب کے بجائے اون کی خوبیون پر نظر رکھو اپنے حبیب و محبوب

پیغمبر اسلام کا وصف کیا بیان کیا ہو، رحمۃ العالمین یہان بھی وہی شان اطلاق وہمہ گیری ہو، سارے عالم کے لیئے رحمت، محض ایک گروہ کے لیئے رحمت نہین،

فرعون سے بڑھکر عصیان وطغیان کا مجسمہ دنیا مین اور کون گزرا ہو، جس نے انکار خدا ہی پر اکتفا نہ کی، بلکہ خود مدعی الوہیت ہوگیا، اور جیسے کچھ مظالم اپنی غریب رعایا پر کیئے اون کے رعشہ انگیز تذکرون سے قرآن لبریز ہو، اِس پر بھی جب موسیٰؑ وہارونؑ اوس کی نمایش کے لیئے بھیجے جاتے ہین تو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت ہوتی ہو کہ

قولا لہٗ قولا لینا ، (طٰہٰ۔ رکوع ۲) اوس سے گفتگو مین نرمی کرنا

غور کرو، یہ ارشاد فرعون سے متعلق ہو، پھر آج کیا دنیا کا بدترین انسان بھی فرعون سے زیادہ سختی کا مستحق ہوسکتا ہے؟

حضرت مسیحؑ کو جتنی تکلیف اون کی امت نے دی، اِس سے زیادہ اذیت کون امت کسی نبی کو پہنچا سکتی ہو، انتہا یہ ہے کہ خدا کے ساتھ اون کی پرستش شروع کر دی، با این ہمہ جب قیامت مین اِن باطل پرستون سے مواخذہ ہونے لگے گا، تو حضرت مسیحؑ عذاب کی سفارش نہ کرین گے، بلکہ عرض کرینگے، کہ

ان تعذبھم فانھم عبادك — اگر تو اِن پر عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہین

وان تغفرلھم فانك انت — (تجھے اختیار ہو) اور اگر بخش دینا چاہے تو تو ہی سب پر

العزیز الحکیم (مائدہ۔ رکوع ۱۶) — غالب اور حکمت والا ہو،

کفار ومشرکین سے گفتگو کے وقت اِس کی تاکید آئی ہو کہ اون کے مقابلہ مین درشتی سے نہ کام لیا جائے ورنہ وہ بھی بدزبانی سے کام لین گے،

ولا تسبوا الذین یدعون من — جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودون کو بلاتے ہین اونکو

دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا — بُرا نہ کہو، ورنہ وہ بھی اپنی نادانی سے ناحق خدا کو بُرا

بغیر علم ، (انعام۔ رکوع ۱۳) — کہہ اٹھین گے،

پھر یہ بھی ممکن ہے، کہ انسان جس کسی کو گمراہ، بدعقیدہ، بداعمال سمجھتا ہے، اوس کی بابت زبان سے تو کچھ نہ کہے، تاہم دل مین اوس کے متعلق سخت ترین مخالفانہ و دشمنانہ جذبات رکھے، خدائے اسلام کی حکمت کاملہ نے سرے سے اِس تخیل ہی کی جڑ کاٹ دی ہے، قرآن مین اسکی بار بار تصریح آتی ہو کہ ہدایت وضلالت کا فیصلہ کرنے والے تم نہین، ہم ہین، یہ کہنے کا حق کہ فلان شخص گمراہ ہے علّام الغیوب و دانندۂ اسرار ہی کو ہے، بندون کو نہین، ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین، (قلم-ع ۱)	تمھارا پروردگار ہی اِس کو خوب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے اور راہِ حق پر کون کون ہے،

دوسری جگہ فرمایا،

ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی، (نجم-ع ۲)	اِس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہ ضلالت پر کون ہو اور راہ حق پر کون،

ایک اور مقام پر تصریح ہی،

قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا، (بنی اسرائیل ع ۹)	کہدو کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے طور پر عمل کرتا ہے، اور اِس کا علم تمھارے پروردگار ہی کو ہے کہ راہِ راست پر کون ہی،

اِن تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہو کہ حلم و تحمل، عفو و درگذر، رافت و رحمت کی تعلیم اور شورش و فساد، تعلّی وخود بینی، منافرت و بدامنی کے جذبات کو مٹانے مین قرآن نے کسی دوسری مذہبی کتاب سے کچھ بھی کم حصہ لیا ہی،

یہان تک جو کچھ اسلام کی تعلیمات درج کی گئین وہ براہ راست قرآن مجید کے احکام تھے،

ہیں ہیے کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کا اتباع مسلمانون کی ہر جماعت و ہر فرقہ خواہ وہ برائے نام ہی مسلمان ہوا پنے اوپر فرض سمجھتی ہے، مطالب بالا کی توضیح و تائید مین اب چند احادیث بھی درج کی جاتی ہین جن سے صاف نظر آجائے گا کہ جن بد نصیبون نے رحمت عالم کو (نعوذ باللہ) خونخواری و سفاکی کا لباس پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اونھون نے دیانت اور راست گوئی کا کسقدر خون کیا ہے،

حیات امام مالک

امام مالک کے سوانح، اور مدینہ کی علمی مجلسین صحابہ اور تابعین کا علمی انہماک، حدیث کی تدوین، مدینہ کی فقہ، اسلاف کے اخلاق و سیرت اور حدیث، اور حدیث کی پہلی کتاب موطا کی خصوصیات اس کتاب مین نظر آئینگی، قیمت عمر

علم الکلام

مولنا شبلی مرحوم کی وہ مشہور تصنیف جس مین علم الکلام کی تاریخ اور اس کے عہد بعہد کی ترقیان اور تدریجی رفتار، اور ہر دور کے اکابر متکلمین کے مسائل و مجتہدات پر تبصرہ ہے، مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی تھی، اب مطبع معارف نے نہایت عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، قیمت عار

بہادر خواتین اسلام

گذشتہ مسلمان خاتونون کے شجاعانہ کارنامون کا تاریخی مرقع، قیمت ۴ر

"منیجر"

معلّم ثانی

ابو نصر الفارابی اور اُس کا فلسفہ

از مولوی ابو النصر سید احمد بھوپالی، مقیم قاہرہ (مصر)

نام و نسب محمد نام، ابو نصر کنیت اور الفارابی نسبت ہے، شہر فاراب کی طرف جو ترکستان مین کاشغر کے قریب واقع تھا، اوس کو بعد مین اُطرار کہنے لگے تھے[1]، الفارابی نسلاً ترکی الاصل تھا، اوسکا نسب نامہ یہ ہے، محمد بن محمد بن اوزلغ بن طرخان ہی، اس کے خاندان مین اوسکا مورث اعلیٰ "طرخان" ترکی قبائل کا سپہ سالار تھا[2]، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین ۲۹ سنہ ہجری مین حضرت عبد اللہ ابن عامرؓ کو نوشیروان شاہ ایران کے خاندان کے آخری بادشاہ یزدجرد کے مقابلہ کے لیے بھیجا تو یزدجرد نے طرخان سے مدد مانگی تھی، چنانچہ اس نے اُس کو مدد دی تھی، لیکن بعد مین آپس مین ناچاقی ہو جانے پر وہی یزدجرد کے قتل کا باعث ہوا[3]۔

سنہ پیدائش الفارابی کا سنہ پیدائش بھی مثل دیگر فلاسفہ و مشاہیر کے مورخین متحقق طور سے بتانے سے قاصر ہین البتہ اوسکی تاریخ وفات رجب ۳۳۹ سنہ ہجری بتاتے ہین، نیز بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے اسّی برس کی عمر پائی تھی اس لیے اس لحاظ سے اُوسکا سنہ پیدائش ۲۵۹ سنہ ہجری ہوتا ہے۔

تربیت و تعلیم الفارابی فاراب مین پیدا ہوا، اور وہین اوسکا بچپن گذرا جب کسی قدر ہوشیار ہوا تو اپنے وطن سے باہر نکلا، ادھر اُدھر سفر کرتا رہا، یہان تک کہ اس زمانہ کے علم و تمدن کے مرکز بغداد مین پہنچا یہ زمانہ خلفائے عباسیہ مین سے خلیفہ معتضد باللہ کا تھا، اس زمانہ مین بغداد مین ایک نہایت معمر نصرانی حکیم

---

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۶ مطبوعہ مصر۔ [2] طبقات الاطباء، مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۴۔ [3] فتوح البلدان مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۳ و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۸۹۔

ابو بشر متی بن یونس[1] موجود تھا، اُسے فن منطق مین ید طولی حاصل تھا، سینکڑون طلبار روزانہ اُس کے حلقۂ درس مین فن منطق کی تحصیل کے لیے شریک ہوتے تھے، اور وہ منطق مین ارسطو کی کتاب کو خود پڑھتا اور پھر اوسکی شرح کا اپنے تلامذہ کو بطریق املا درس دیتا تھا، الفارابی بھی اس کے حلقۂ درس مین شامل ہونے لگا، اور تھوڑے ہی عرصہ مین اپنی غیر معمولی ذہانت سے اس قدر ترقی کی کہ اُس کے ارشد تلامذہ مین شمار ہونے لگا، ابو بشر کو منطق اور نامفہوم مطالب کی شرح وبسط اور تفہیم وتوضیح مین خاص مہارت حاصل تھی، چنانچہ بعض علمار کی رائے ہے کہ الفارابی کو جو خاص ملکہ تفہیم وتشریح مین حاصل ہے وہ اُسے ابو بشر کے ہی حلقۂ درس مین حاصل ہوا تھا[2]،

بغداد مین کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد الفارابی حران گیا اور وہان ایک دوسرے نصرانی فیلسوف یوحنا بن جیلان[3] سے کہ جو ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا منطق کی تکمیل کی، اس کے بعد پھر بغداد واپس آیا اور وہان پہنچکر دیگر علوم وفلسفہ حاصل کرکے ان مین مہارت تامہ پیدا کی، ارسطو کی تمام تصانیف پڑھ ڈالین اور اُن پر پورا مجتہدانہ عبور حاصل کیا[4]،

اسی زمانہ مین علم النحو کے مشہور امام ابو بکر بن السراج بغداد مین موجود تھے، الفارابی ان سے علم نحو حاصل کرتا تھا اور وہ الفارابی سے علم منطق پڑھتے تھے[5]،

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے علمار وفضلائے سلف علوم کے اندر جو علو مرتبت اور فضیلت وکمال رکھتے تھے وہ در اصل نتیجہ ہوتا تھا تحصیل وطلب مین اُنکی جان توڑ کوشش، ان تھک ہمت، عزم راسخ اور ثبات واستقلال کا

---

[1] ابو بشر متی بن یوسف "دیر قنی" کے رہنے والون مین سے تھا اس نے مار ماری کے مدرسہ مین تعلیم پائی تھی نیز اس نے قویری، روبیل، بنیامین، ابی احمد بن کرنیب، اور یحیی المروزی سے بھی پڑھا تھا، یہ اپنے زمانہ مین فن منطق مین فرد تھا اُس نے ۳۲۸ھ ہجری مین وفات پائی اوس نے سریانی سے عربی مین تفسیر کی ہے، اور کتاب انا بوطیقا کے شروع مین ایک مقدمہ بھی لکھا ہے، نیز اوسکی تصانیف مین سے کتاب المقاصد الشرطیہ اور فرفوریوس کی کتاب "ایساغوجی" کی شرح بھی ہین،

[2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر، [3] ابو بشر متی بن یونس کا استاذ تھا اور مرو مین ابراہیم المروزی کا ہم سبق رہ چکا تھا،

[4] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷، مطبوعہ مصر [5] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ مصر،

تادم واپسین علم کی تحصیل وطلب مین نہ تو اونکی کوششون مین کوئی فرق آتا تھا، اور نہ اوسکی سنگلاخ گھاٹیون سے اونکی ہمت پست ہوتی تھی، نہ تو اوسکی مشکلات اُن کے عزم راسخ کو اپنی جگہ سے ہلاسکتی تھین اور نہ اُن کے ثبات واستقلال کو لوسکتی تھین، حقیقۃً علم جیسی گرانمایہ شے کے لیے ضرورت بھی اسی کی ہے، جس طرح سے دریائے علم ناپیدا کنار اور لامحدود ہے اسی طرح سے اوس کی طلب کے لیے ہمت وکوشش بھی بے پایان و لامتناہی درکار ہے،

ائمہ سلف کی اس قسم کی کوششون کے حالات سے تمام تاریخی اسفار وکتب معمور ہین، درس وتدریس کی محنت ہائے شاقہ تو ایک طرف خود ذاتی مطالعۂ کتب کے شوق وشغف کا یہ حال تھا کہ کسی کتاب کے مطالب کا ادق ومغلق ہونا اُن کے لیے اور زیادہ تحریص وتشویق اور تکرار مطالعہ کا باعث ہوتا تھا، برخلاف آجکل کے کہ یہی چیز سب سے زیادہ اجتناب واحتراز اور ترک مطالعہ کا باعث ہے مشکل سے مشکل کتاب کا وہ لوگ بکرّات ومرّات مطالعہ کرتے لیکن پھر بھی سمجھ مین نہ آنے پر اُنکی ہمتین پست نہ ہوتی تھین،

امام شافعی کے شاگرد رشید المزنی نے امام صاحب کی کتاب الرسالہ کا کم وبیش پچاس برس مطالعہ کیا مگر کبھی ایک مرتبہ مطالعہ کی ہوئی کتاب کو دوبارہ مطالعہ کرنے مین ان کے ذوق وشوق مین فرق نہین ہوا بلکہ ان کا بیان ہے کہ ہر مرتبہ کے مطالعہ سے مجھے نئے نئے فوائد حاصل ہوئے[1]،

شیخ الرئیس ابن سینا[2] جب الٰہیات کی جانب راغب ہوئے تو کتاب مابعد الطبیعۃ بالکل نہ سمجھ سکے لیکن باوجود نہ سمجھنے کے اُنھون نے اس کا چالیس مرتبہ مطالعہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب تو انھین ازبر ہوگئی، لیکن مطلب پھر بھی عقدۂ لاینحل ہی رہا، آخرکار انکی یہ محنت ضایع نہین گئی اور ایک دوسرے موقعہ پر انھین اپنے مقصد مین اسی محنت کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی،

---

[1] دیکھو ابن خلکان جلد اصفحہ ۱۱۳ مطبوعہ مصر مین تذکرہ ‘‘ الانماطی ’’

[2] ملخص از طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۳ و ۴ مطبوعہ مصر و مختصر الدول مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۲۶

الفارابی کی قدم پیمائی کا بھی اس میدان مین یہی حال تھا چنانچہ جب ارسطو کی کتاب النفس کا وہ نسخہ کہ جو الفارابی کے زیر مطالعہ تھا دیکھا گیا تو الفارابی کے قلم سے اُس پر لکھا ہوا تھا کہ "مین نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے"... نیز ارسطو کی "کتاب السماع الطبیعی" کا مطالعہ اس نے چالیس مرتبہ کیا لیکن کبھی اوسکی ہمت نے ایک مطالعہ کی ہوئی کتاب کے دوبارہ مطالعہ کے لیے بے ذوقی کا اظہار نہین کیا چنانچہ وہ کہا کرتا تھا کہ "مین نے ارسطو کی کتاب السماع الطبیعی کو چالیس مرتبہ پڑھا لیکن پھر بھی مین اُس کے مزید مطالعہ کی ضرورت کو محسوس کرتا ہون"[1]

ظہور اسلام سے قبل چونکہ دنیا کی تقریباً تمام متمدن اور علوم و فنون مین ترقی یافتہ سلطنتین دین عیسوی کو قبول کر چکی تھین، اس لیے عیسائی پادریون کے اصرار سے مجبور ہو کر ان سلطنتون نے نصرانیت کو فساد و بے دینی سے محفوظ کرنے کے لیے علم منطق کی درس و تدریس کے لیے ایک حد مقرر کر دی تھی اور وہ "اشکال وجودیہ" کے آخر تک تھی، اس سے زیادہ پڑھنے پڑھانے کی عام طور سے قانوناً ممانعت تھی، چنانچہ مسلمانون مین بھی الفارابی کے زمانہ تک اسی حد تک علم منطق کی تحصیل و تعلیم کا عام رواج تھا، لیکن الفارابی کا بیان ہے کہ اُس نے منطق کی اس حد سے زیادہ یعنی اخیر کتاب البرہان تک کہ جس کو "ما بعد الاشکال الوجودیہ" کہا جاتا تھا اور جس کی تعلیم و تحصیل کو عیسائی سلطنتون نے ممنوع قرار دیا تھا یوحنا ابن جیلان سے تحصیل کی تھی چنانچہ الفارابی کے بعد سے منطق کی تعلیم کی یہ تحدید ٹوٹ گئی اور عموماً مسلمانون مین یہ رواج ہو گیا کہ اشکال وجودیہ سے آگے جس قدر جس انسان سے ہو سکتا تھا وہ پڑھتا تھا[2]

غرضیکہ الفارابی نے طلب علم مین علوم و تمدن کے مرکز بغداد سے لیکر مسقط تک سفر کیا اور فلسفہ اور دیگر مختلف علوم و فنون مین اپنی غیر معمولی ذہانت، ہمہ گیر استعداد اور جان توڑ محنت و کوشش سے تھوڑے ہی عرصہ مین وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے تمام اعیان و اقران پر سبقت لے گیا اور معلم اول ارسطو کے بعد "معلم ثانی" کا لقب پایا،

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۱، مطبوعہ مصر۔ [2] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ مطبوعہ مصر،

الفارابی کا بغداد سے نکلنا الفارابی علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد عرصہ تک بغداد مین قیام پذیر رہا، وہین اس نے اپنی تالیف و تصنیف کا سلسلہ شروع کیا، قیام بغداد کے زمانہ مین اس کے علم و فضل کو پوری شہرت حاصل ہو چکی تھی، اس کے بعد وہ بغداد سے نکلا اور دمشق گیا لیکن دمشق مین بغیر کسی قیام کے وہ مصر چلا گیا، مصر مین اس نے اپنی زیر تصنیف کتاب السیاستہ المدنیہ کو تمام کیا، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب مذکور مین لکھا ہے کہ اس نے اسے بغداد مین لکھنا شروع کیا اور مصر مین ختم کیا، مصر مین کچھ عرصہ قیام کے بعد وہ پھر دمشق واپس آیا[1]

اس زمانہ کی ملکی حالت بدقسمتی سے الفارابی نے ایسا زمانہ پایا تھا کہ جس مین خلفائے عباسیہ کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی، گو کہ خلیفۃ المقتدر باللہ کے پہلے ہی سے سلطنت مین ضعف نمودار ہو چلا تھا، لیکن خلیفہ مذکور کے عہد مین حکومت پر پورا انحطاط و تنزل طاری ہو گیا تھا، صوبون اور ولایتون کے عمال و حکام قریب قریب خود مختار ہو گئے تھے، خلیفہ کی حکومت برائے نام رہگئی تھی، شام و مصر کے اخشیدی مالک بنے ہوئے تھے، موصل، دیار بکر اور دیار ربیعہ کی ولاتین جن کے اندر حلب و دمشق وغیرہ شہر شامل تھے، بنو حمدان کے قبضہ مین تھیں، فارس پر علی بن بویہ قریب قریب خود مختار ہو گیا تھا، خراسان سامانیون کے ہاتھ مین تھا اور اہواز پر بزیدیون کا خود مختارانہ اقتدار تھا، کرمان محمد بن الیس کے پاس تھا، اصفہان اور جبل حسن بن بویہ کے نزدیک، مغربی ممالک اور افریقہ کی ولاتین ابو عمر الغسانی کے زیر تسلط تھین، طبرستان و جرجان دیلمیون کے ہاتھ مین اور بحرین و یمامہ و ہجر ابو طاہر القرمطی کے قبضہ مین تھا،

اگرچہ ان تمام حکام و عمال نے اپنی اپنی متعلقہ ولایتون اور صوبون پر خود مختارانہ حیثیت اختیار کر لی تھی اور خلفاء کے برائے نام مطیع تھے لیکن تاہم فضل و کمال اور علوم و فنون کے جس قدر شناس اور ناشر و مبلغ خاندان کے فیوض صحبت سے وہ مستفید ہوئے تھے، ضرور تھا کہ اس کا تھوڑا بہت اثر اپنے اندر رکھتے

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۰ مطبوعہ مصر،

چنانچہ دارالسلام بغداد کی اس خستگی کے بعد علماء و فضلاء کی آماجگاہ اور علوم و فنون کا مرکز ان ہی عمال و حکام کی مختلف حکومتون کی قدر دانی و علم پروری تھی، آل بویہ کی حکومتین بیشمار علماء و فضلاء کا مرجع بنی ہوئی تھین، ویلمیون کی حکومت کی قدر علم اور عزت کمال کی شکرگذاری مین اب تک علماء و فضلاء کی تصانیف ترانہ سنج ہین، سامانیون، یزیدیون، اور کرمان کی حکومتون کی فضل پروری اور علم گستری پر تواریخ آج بھی شہادت دے رہی ہین، بنو حمدان کے خاندان کی قدر دانی اور بذل و جود نے بڑے بڑے فصیح البیان شعراء اکابر فضلاء کو قریب و بعید سے کھینچ کر اپنے آغوش تلطف مین جمع کر لیا تھا جن کے دواوین و تصانیف انکی علم پروری کی تعریف مین اس وقت تک نغمہ پیرا ہین،

الفارابی کا سیف الدولہ کے دربار مین پہنچنا جب الفارابی دمشق پہنچا تو اُس وقت وہان بنو حمدان کے خاندان سے سیف الدولہ حکمران تھا جو اپنے خاندان کی حکومت کے عہد زرین کا مالک تھا، سیف الدولہ علاوہ علم و فضل کے قدر دان ہونے کے بذات خود ایک بہت بڑا ادیب، ایک بلند خیال شاعر اور ایک فصیح البیان فاضل تھا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے بعد کسی بادشاہ کا دربار نامور شعراء، ماہر منجمین، صاحب کمال فضلاء کا ایسا آماجگاہ نہین بنا جیسا کہ سیف الدولہ کا، اس کے دربار مین علاوہ شہرۂ آفاق عربی شاعر متنبی کے السری، الرفاء، النامی، الببغاء، اور الواوا جیسے نامور شعراء بھی جمع تھے، ابو محمد عبداللہ بن محمد الفیاض الکاتب اور ابو الحسن علی بن محمد الشمشاطی نے ان تمام شعرون کی تعداد جو شعراء نے سیف الدولہ کی مدح مین کہے ہین دس ہزار تبلائی ہےلہ، بڑے بڑے فضلاء، حکماء و اطباء اس کے ابر کرم سے مستفیض ہوتے تھے، اس کے مائدۂ طعام پر کم و بیش چوبیس طبیب حاضر رہتے تھے جن مین سے کسی کے دو علمی خدمتون کے لیے دو مشاہرے مقرر تھے اور کسی کے تین علمی خدمتون کے لیے تین مشاہرے، ان ہی طبیبون مین ابو الحسین ابن کشکرایا[2] اور عیسیٰ الرقی[3] بھی تھے، عیسیٰ الرقی چار خدمتون کے لیے چار مشاہرے پاتا تھا،

---

[1] ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶ مطبوعہ مصر، [2] ابو الحسین ابن کشکرایا مشہور عالم و طبیب جو علم طب مین بہت

ایک طبابت کے لیے، دوسرا ترجمہ کے لیے، اور دو دیگر خدمات کے لیے[3]

پس ان حالات کے ساتھ نا ممکن تھا کہ الفارابی جیسا یکتائے زمانہ دمشق پہنچتا اور سیف الدولہ کی قدر شناسی اوس کا استقبال نہ کرتی، چنانچہ جب الفارابی دمشق پہنچا تو سیف الدولہ کی علم پروری و قدر دانی نے اُسے ہاتھون ہاتھ لیا، بیان کیا جاتا ہو کہ جب الفارابی پہلی مرتبہ سیف الدولہ کے دربار مین کہ جو ہر علم و فن کے فضلار کا ایک عظیم الشان مجمع ہوتا تھا داخل ہوا تو وہ جیسا کہ اوسکا ہمیشہ معمول رہا ہو ترکی لباس مین ملبوس تھا، دربار مین پہنچکر کھڑا ہو گیا، سیف الدولہ نے اس سے بیٹھنے کو کہا تو الفارابی نے جواب دیا کہ آیا مین اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھون یا تیرے استحقاق کے مطابق، اس پر سیف الدولہ نے جواب دیا کہ تو اپنے استحقاق کے مطابق بیٹھ، تب الفارابی تمام حاضرین دربار کی صفین چیرتا ہوا، مسند شاہی کی جانب بڑھا، یہانتک کہ مسند تک پہنچکر سیف الدولہ سے مزاحم ہوا اور اس کو ہٹاتے ہٹاتے بالکل مسند سے علحدہ کر دیا اور خود اس پر بیٹھ گیا، سیف الدولہ کے بہت سے خدام تھے جو اُسکی پس پشت مسند کھڑے رہتے تھے، وہ اُن سے ایک خاص زبان مین گفتگو کیا کرتا تھا جس کو سوائے اُن کے کوئی دوسرا نہین سمجھ سکتا تھا، سیف الدولہ نے الفارابی کی اس گستاخی پر اپنی اس مخصوص زبان مین ان سے کہا کہ "اس شیخ نے سوء ادبی کی ہو اس لیے مین اس سے بعض اشیار کے متعلق سوال کرتا ہون اگر وہ اُن کا جواب نہ دے سکا تب تم اُس کو احمق بنانا" اس پر الفارابی نے فوراً اُسی زبان مین سیف الدولہ سے کہا

(بقیہ حاشیہ) ماہر و مشاق تھا عرصہ تک سیف الدولہ کی خدمت مین رہا ہے، اس نے عضد الدولہ کے شفاخانہ مین بھی کہ جو بغداد مین اپنے نام سے بنایا تھا کام کیا ہے، ابو الحسین کثیر الکلام تھا، بحث مباحثہ سے بہت دلچسپی رکھتا تھا طب مین وہ علی سنان بن ثابت بن قرہ کے ارشد تلامذہ مین سے تھا اور صاحب تصنیف تھا،

[2] عیسی الرقی المعروف بالتفلیسی علم طب کا بڑا ماہر اور طبیب حاذق تھا، سیف الدولہ کی خدمت مین عرصہ تک رہا ہے، وہ سریانی سے عربی مین کتابون کا ترجمہ بھی کیا کرتا تھا،

[3] طبقات الاطبا، جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ مصر،

کہ "اے امیر! صبر کر، امور اپنے عواقب سے جانے جاتے ہین" سیف الدولہ اوسکی اس گفتگو سے نہایت متعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ "کیا آپ بھی اس زبان کو جانتے ہین" تب الفارابی نے کہا کہ "ہان مین ستر باتون سے زیادہ جانتا ہون" اس سے سیف الدولہ کے دل مین اوسکی عظمت قائم ہوگئی، اور پھر الفارابی دربار کے تمام حاضر علما کو مخاطب کر کے ہر علم و فن مین گفتگو کرنے لگا، اُس کا کلام ان سب کے کلام پر برابر فوقیت حاصل کرتا رہا، یہان تک کہ وہ سب خاموش ہوگیے اور یہ تنہا بولتا رہا اور ان سب نے اوسکی تقریر کو لکھنا شروع کردیا، اس کے بعد سیف الدولہ نے حاضرین دربار کو رخصت کیا اور اس کے ساتھ تخلیہ کر کے کہا کہ "کیا آپ کچھ کھائینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا کہ "کچھ پئینگے" الفارابی نے کہا "نہین" پھر اس نے دریافت کیا "تو پھر کچھ سنین گے" الفارابی نے جواب دیا کہ "ہان" تب سیف الدولہ نے غلامون کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان مین سے اس فن کے ماہر حاضر ہوگیے ان غلامون مین سے ہر ایک نے اپنے باجے کو بجایا ہی تھا کہ الفارابی نے فوراً اوسکی عیب جوئی کی اور اوسکی غلطی بتلائی اس پر سیف الدولہ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی اس فن کو جانتے ہین؟ اس نے کہا ہان، اور پھر ایک خریطہ نکالکر اس مین سے ایک عود نکالا اور اس کو ترکیب دے کر بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین ہنسنے لگے پھر اس نے اس کو توڑ کر دوسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے جملہ حاضرین رونے لگے، پھر اس نے اس کو توڑ کر تیسری ترکیب سے بجانا شروع کیا جس سے تمام حاضرین حتی کہ دربان تک سوگئے اور الفارابی انھین اس حالت مین چھوڑ کر چلدیا[1] اس کے بعد سے الفارابی کی بے مثل قابلیت اور خداداد ذہانت و استعداد کا سیف الدولہ کے دل مین ایسا سکہ بیٹھا کہ اس نے اوس کو آخیر عمر تک اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیا، الفارابی نے بھی بالآخر اسی برس کی عمر مین رجب ۳۳۹ ہجری مین اُسی کی علم پرور آغوش مین پیام اجل کو لبیک کہا، جب تک الفارابی سیف الدولہ کی خدمت مین رہا سیف الدولہ اس کے ساتھ جیسی کہ اوسکی ہمہ گیر استعداد و قابلیت مستحق تھی

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ مصر،

نہایت عظمت و منزلت اور عزت و احترام کے ساتھ پیش آتا رہا یہاں تک کہ جب اوس کا انتقال ہوا تو سیف الدولہ بذات خود معہ اپنے پندرہ بڑے بڑے درباریون کے اُسکی نماز جنازہ مین شریک ہوا[1]، اور وہ نواح دمشق مین بیرون باب الصغیر دفن کیا گیا[2]،

حالت معیشت و اخلاق وعادات دنیا مین زمانہ کا بھی عجیب حال رہا ہے اُس نے ہمیشہ نا اہلون کے ساتھ موافقت کی ہے اور اہل کے ساتھ مخالفت، غیر مستحقین کے ساتھ وہ ہمیشہ وفاداری سے پیش آیا ہے اور مستحقین کے ساتھ بے وفائی سے، رذالت و جہالت کا وہ ہمیشہ دوست رہا اور شرافت و کمال کا دشمن،

اگر آج زمانہ کی تاریخ سے اس قسم کے شواہد و نظائر یکجا جمع کیے جائین تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانہ مین علم و کمال کو فقر و افلاس، تہیدستی و تنگ حالی سے خاص مناسبت رہی ہے اُس کا جمال مقدس ہمیشہ جسم خاک آلودہ، بوریائے شکستہ، گلیم صد پیوند، اور فقر و فاقہ کے ساتھ جلوہ آرا ہوا ہے اور ترفہ و تمول، خوشحالی و عیش کامی اور راحت و آرام کی ہم آغوشی اُسے بہت کم نصیب ہوئی ہے،

امام المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جن کے علم و فضل کا زندہ و مسلمہ ثبوت "کتاب الصحیح" تا قیامت باقی رہنے والی ہے مدتون جنگل کی بوٹیان کھا کر بسر کی ہے[3]، اور اپنی اس عظیم الشان کتاب کو کہ جس کی مقبولیت و صحت نے اسے وحی الٰہی کے بعد کا درجہ عطا کیا، راتون کو اپنی ناداری و تہیدستی کی وجہ سے چاند کی روشنی مین لکھا ہے[4]،

امام ابو علی البلخی کو جب تنگدستی کی وجہ سے پے درپے فاقے ہونے لگے، اور بھوک نے انھین ضعیف و معذور کر دیا تو وہ نان بائی کے یہان جا کر کھانون کی خوشبو سے اپنی طبیعت بہلایا کرتے تھے[5]،

---

[1] طبقات الحکما، جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر، [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۷۷ مطبوعہ مصر، [3] مقدمہ فتح الباری مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۵، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ امام بخاری، [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

مشہور امام وقت و محدث ابوحاتم الرازی کی تنگ حالی کا یہ حال تھا کہ انھیں ایک مرتبہ فاقوں کی وجہ سے اپنے کپڑے تک بیچ ڈالنا پڑا تھا، [1]

شہرۂ آفاق امام المفسرین والمورخین علامہ ابن جریر الطبری کی ایک مرتبہ اپنی تنگدستی کی وجہ سے یہ نوبت ہوئی تھی کہ انھیں اپنے کُرتے کی دونون آستینین کاٹ کر فروخت کرنا پڑی تھین [2]،

فاضل اجل شیخ الاسلام ابوالعلا الہمدانی کو اتنی بھی مقدرت نہ تھی کہ وہ راتون کو اپنی تحریر و تصنیف کے لیے ایک چراغ تو جلا سکتے چنانچہ وہ راتون مین بغداد کی مسجد کے چراغ کے پاس جو بلندی پر نصب تھا کھڑے کھڑے لکھا کرتے تھے [3]

یہ تو ہم نے بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند واقعات تاریخ اسلام سے بیان کیے ہین کہ جسکی تعلیم کو یورپ کے مادہ پرست "ترک دنیا" یا بالفاظ دیگر دنیوی معیشت کے عدم اہتمام کا الزام دیتے ہین، آؤ اب ایک نظر ہم یورپ کی تاریخ پر بھی ڈالین کہ خود وہان کے دنیا پرست مدعیان تمدن وہمدردی کے فضلاء و علماء کا اس لحاظ سے کیا حال رہا ہے،

انگلستان کے مشہور شاعر ملٹن کو فقر و افلاس نے یہان تک مجبور کیا تھا کہ اُسے اپنی تمام عمر کی شاہ کار پیراڈائز لاسٹ (Paradise Lost) کو صرف پانچ گنی مین بیچ ڈالنا پڑا،

مشہور انگریزی کاتب و شاعر جان ڈریڈن کو اپنی تنگ حالی کی وجہ سے اپنے دس ہزار شعرون کا مجموعہ صرف ۳۰۰ گنیون مین فروخت کرنا پڑا تھا، نیز ایک دوسرے انگریزی مصنف رچارڈ سیویج نے بھوک اور فاقون سے مجبور ہو کر اپنی تمام تصنیفات صرف دس گنی مین فروخت کی تھین،

مشہور اطالوی شاعر ٹارکوٹیو ٹاسو کی کہ جسکی جوش انگیز نظم "آزادی یروشلم" نے یورپ کے ہر خاص و عام سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد، [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، [3] ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۲۰،

[4] یہ تمام واقعات امریکہ کے انگریزی رسالہ The Character مارچ جلد نمبر ۱ سے اور بعض دیگر رسائل سے ماخوذ ہین،

خراج تحسین و مقبولیت حاصل کیا تھا تہیدستی سے یہانتک نوبت پہنچی ہے کہ اُس نے ایک فرنک[1] قرض لیکر اور اس سے ایک روٹی خرید کر کامل ایک ہفتہ تک اپنی بھوک کو بہلایا ہے، نیز ایک دوسرے اطالوی شاعر ڈاس مینو سونے صرف فاقون سے جان دی ہی،

مشہور اسپینی مصنف سروینٹس کارمائیکل نے اپنی تمام عمر فقر و فاقہ مین نہایت ذلت و نکبت کیساتھ بسر کی ہی

کارڈینل ٹپٹی ولیس پر جو یورپ کے علمائے متاخرین مین علم و فضل اور تمول و خوشحالی دونون سے آراستہ تھا ایک وقت ایسا بھی آیا ہی کہ اُسے اپنا مکان و کتب خانہ کوڑیون کے مول فروخت کرنا پڑا ہے،

فرانس کے مشہور شاعر و کاتب ڈی ریار نے تنگدستی سے مجبور ہو کر اپنے اشعار کو فیصدی ایک فرنک کے حساب سے فروخت کیا ہی، ایک دوسرا فرانسیسی شاعر و مصنف کیمیونین اپنے شعرونکو مفلسی کی وجہ سے دربدر لیکر پھرا مگر کوئی بھی اوسکا خریدار نہ ہوا، آخر کار وہ فاقون سے ہلاک ہوگیا،

شہرہ آفاق انشا پرداز پادری و شاعر سیموئیل بوٹلیس نے انتہائی فقر و ذلت مین فاقون کی وجہ سے جان دی ہی،

آپنے اسلام و یورپ کی تواریخ کے لاتعداد و لاتحصی شواہد و امثال مین سے ابھی متعدد نظائر پڑھے جس سے ضرور ہے کہ آپ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ دنیا مین علم و کمال اور فقر و افلاس سے نہ صرف خاص مناسبت بلکہ موانست رہی ہے، اگرچہ آپ کو بعض نظائر اس کے خلاف بھی ملین گے لیکن بہت کم و شاذ و الشاذ کالمعدوم اس لیے حقیقتاً علم و کمال اور تنگ حالی و افلاس دونون دنیا کے وہ فرزندان توام ہین جو ایک دوسرے سے بہت کم جدا ہوئے ہین، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہی ؎

لیقصد اهل الفضل دون الوری — مصائب الدنیا و آفاتها[1]

کالطیر لا یحبس من بینها — الا التی تطرب اصواتها[2]

---

[1] ایک فرنک دس آنے کے برابر ہوتا ہی۔ [1] دنیا کے مصائب و آفات عام مخلوق کو چھوڑ کر اہل فضل پر ہی زیادہ آیا کرتے ہین،

[2] پرندونکو دیکھو کہ اُن مین سے صرف وہی پکڑے اور قید کیے جاتے ہین جنکی آوازین خوش الحانی کے ساتھ ترنم ریز ہوتی ہین،

اس لیے الفارابی جس پایہ کا فضل وکمال رکھتا تھا ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی مین اس قسم کے حالات سے دوچار نہ ہوتا چنانچہ ابن ابی اصیبعہ اُس کے حالات مین لکھتا ہے ۔

ان الفارابی کان فی اول امرہ ناطورا فی بستان بدمشق وھو علی ذالک دائم الاشتغال بالحکمۃ والنظر فیھا والتطلع الی آراء المتقدمین وشرح معانیھا وکان ضعیف الحال حتی انہ کان فی اللیل یسھر للمطالعۃ والتصنیف ویستضیٔ بالقندیل الذی للحارس وبقی کذالک مدۃ[1]	الفارابی ابتدا مین دمشق کے ایک باغ مین باغبان تھا لیکن اس حال مین بھی وہ حکمت مین غور وخوض کرنے اور متقدمین کی آرار معلوم کرنے اور ان کے معانی کی تشریح کرنے مین ہمیشہ مشغول رہا کرتا تھا تیز وہ نہایت تنگ حال تھا یہا تک کہ جب وہ رات کو مطالعہ اور تصنیف کے لیے جاگا کرتا تو پاسبان کے چراغ کی روشنی سے کام لیا کرتا تھا اور اُسکا یہ حال عرصہ تک رہا ہے ،

الفارابی نہایت زاہد ، ذکی النفس ، اور سلیم الطبع تھا ، وہ دنیا سے مجتنب رہا کرتا تھا اور دنیوی امور کی جانب بہت کم متوجہ ہوتا تھا ، دنیا سے وہ صرف اس قدر تعلق ضرور رکھتا تھا کہ جس سے وہ اپنے مایحتاج سے مستغنی ہوسکے فلاسفۂ متقدمین کی طرح زندگی بسر کرتا تھا ، قانع اس قدر تھا کہ سیف الدولہ جو کچھ اُسے دیا کرتا وہ اُس کو قبول نہین کرتا بلکہ رفع ضروریات کے لیے اس مین سے صرف چار نقرئی درہم یومیہ پر اکتفا کیا کرتا تھا ، اس نے کبھی اپنی ہیئت و منزلت کی جانب توجہ نہین کی اور نہ کسب معاش کی فکر کی ، وہ تنہائی پسند تھا لوگون مین بہت کم بیٹھتا اوٹھتا تھا ، اس لیے بقول ابن خلکان وہ دمشق مین زیادہ تر دریا کے کنارے یا کسی باغ کے گوشہ مین تصنیف وتالیف مین مشغول رہتا تھا ، فلسفہ کا بہت دلدادہ تھا ہمیشہ اُس مین مستغرق رہا کرتا تھا[2] ، غذا مین بکری کے بچہ کے دل کے آب جوش اور شراب ریحانی کا بہت شایق تھا[3] ،

یہ ایک عجیب بات ہو کہ جب ہم ائمہ سلف ، اور ارباب کمال کے سوانح وحالات کا مطالعہ کرتے ہین

---

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [2] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مصر و طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر [3] ایضاً

تو ان مین سے اکثر کے حالات مین ہم ایک نہ ایک واقعہ کو ایسا محرک حصول کمال ضرور پاتے ہین جس نے حیرت انگیز طریقہ سے اونکی طبائع عزم وہمت پر وہی کام کیا ہے جو آتش گیر مادہ کے لیے ایک دیاسلائی کیا کرتی ہے اور ایک لمحہ کے اندر اُن کے عزم وارادے، ہمت وطبیعت اور عادات واطوار مین انقلاب پیدا کرکے انھین محنت ومشقت، اور سعی وکوشش کے میدان مین ثبات واستقلال کے ساتھ مصروف پیکار کردیا ہے، جس کے بعد وہ آسمان کمال پر آفتاب بنکر چمکے ہین،

امام غزالی پر حصول کمال کی جد وجہد کے لیے ایک قزاق کے طعنہ ہی نے کام کیا تھا، فن نحو کے یادگار عالم ائمہ کسائی اور سیبویہ پر علم النحو مین درجۂ امامت حاصل کرنے کے لیے بھری مجلسون مین اونکی نحوی غلطیون پر نکتہ چینی کیجانے کی خفت ہی نے اثر کیا تھا، اشبیلیہ کے مشہور طبیب ابوبکر کو فن طب مین کمال حاصل کرنے کے لیے اُن کے کثرت کے ساتھ شطرنج کھیلنے کے وجہ سے "شطرنجی" کے ذلیل لقب ہی نے آمادہ کیا تھا،

الفارابی کے تحصیل علوم فلسفہ کا باعث ومحرک بھی ایک شخص کا ارسطو کی کتاب کے ایک جملہ کا مفہوم کہ جس کو وہ نہین جانتا تھا دریافت کرنا ہی تھا[1]،

(باقی)

[1] طبقات الاطبا جلد ۲ صفحہ ۱۳۴، مطبوعہ مصر

عربی زبان کا فلسفۂ لغت

از مولوی ابو الجلال صاحب ندوی

عربی کے متعلق اکثر مسلمانون کا خیال ہو کہ یہ آسمانی اور الہامی زبان ہی، اور جنت مین سب عربی ہی بولینگے، یہ خیال صحیح ہو یا غلط، لیکن واقعہ یہ ہو کہ صرف عربی ہی ایک زبان ہو جو انسان کی فطری زبان کہی جا سکتی ہے،

دنیا مین صدہا زبانین بولی جاتی ہین، ان زبانون کو ہم مختلف گروہون مین تقسیم کر سکتے ہین، ایک گروہ کی زبانون کا اجمالی نام "انڈو یورو پین" ہی، ان زبانون مین سب سے قدیم تر زبان سنسکرت ہی، دوسرے گروہ کی زبانون کا نام "السنہ سامیہ" فرض کیا جاتا ہی، السنہ سامیہ مین سب سے قدیم تر زبان سریانی ہی، مگر وہ سریانی نہین جو آج سے چند ہزار سال قبل بولی جاتی تھی، بلکہ وہ سریانی جسے نوح، یا سامی قبائل کے آبائے اوّلین بولتے تھے، متعارف سریانی سے زیادہ تقاضائے فطرت کے مطابق عربی زبان ہی،

عربی، وہ عربی جس مین قرآن مجید اُترا ہی، قدیم عربی نہین، قرآن تو عربی مبین مین اُترا ہی، عربی مبین قبیلۂ قریش کی زبان کا نام ہی، یہ زبان، قبائل مضر کی فصیح ترین زبانون کے چیدہ الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ ہے، چونکہ یہ زبان تمام قبائل عرب کی سمجھ مین بوضاحت آتی تھی اس کا نام مبین تھا، ہم جس عربی سے واقف ہین وہ مضر کے سات قبائل کی زبانون سے منقول ہی، یہ قبائل ہمیشہ خانہ بدوش اور غیر شہری رہے، شہریت کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ قومون کی دماغی حالت روز بروز ترقی پذیر ہوتی رہتی ہی، معلومات، احساسات، ضروریات اور اغراض مین روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، شہریت کے باعث الفاظ مین تراش خراش پیدا ہوتی ہی، لیکن بداوت کا طبعی اقتضا یہ ہی کہ اقوام کی دماغی حالت ساکن ہوتی ہی، ضروریات اور معلومات محدود ہوتی ہین، بہت زیادہ تراش خراش کی

ضرورت نہین پڑتی، نہ دوسری اقوام کی زبانون کا اثر قبول کرنے کی حاجت ہوتی ہی، اس بنا پر بدویون کی زبانین بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہین، اور جلد جلد اپنی نوعیت نہین بدلتی رہتین، اِس قاعدہ کے مطابق قبائل مضر کی زبانین اپنی اصل سے بہت زیادہ مشابہ ہونگی،

عَربی مبین" جن قبائل کی زبانون سے ماخوذ ہی، وہ باہم بہت مشابہ تھین، صرف چند محاورات اور لہجون یا صیغون کا فرق ہوتا تھا، یہ قبائل اسماعیلی تھے، ان کی زبانین، قدیم قحطانی عربی (جس کی ایک شاخ حمیری ہے) اور عبرانی کے الفاظ اور ترکیبون کا مجموعہ تھی، اِس زبان مین قدیم عربی کے الفاظ اور ترکیبون کو ہمیشہ عبری سے آئی ہوئی ترکیبون اور لفظون پر غلبہ رہا، چونکہ جیساکہ ہم آگے بتائین گے قحطانی اور عبرانی زبانین ایک ہی نسل کی بولیان تھین، یہ دونون باہم بہت مشابہ تھین، اسلیئے اسماعیلی عربون نے عربی مین جن الفاظ اور ترکیبون کا اضافہ کیا، ان مین سے اکثر عربی الفاظ کے ساتھ اس طرح مخلوط ہوگئین کہ اب قحطانی لفظ اور اسماعیلی لفظ مین تمیز کرنا دشوار ہے،

خالص قحطانی زبانون مین سے صرف حمیری زبان کا حال معلوم ہے، عرب کے علما رلغت کی روایتین ظاہر کرتی ہین کہ حمیری زبان مین اِعراب نہ تھا، فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیے لفظون کی تقدیم وتاخیر سے کام لیاجاتا تھا، مگر اسماعیلی زبانین خاصکر اہل مضر کی زبانین، اعراب اور تقدیم و تاخیر دونون حالتون کی حامل تھین، مضر نے فاعل، مفعول، ظرف وغیرہ کی حالتون کو ظاہر کرنے کے لیئے اعراب کو خاص کرلیا، اور تقدیم وتاخیر کے قواعد کو، تاکید، حصر، اور یقین وغیرہ کیفیات کے اظہار کے لیئے مخصوص کیا، اِس سے معلوم ہوا کہ قدیم عربی مین بھی اعراب نہ تھا، اعراب کا استعمال اہل عرب کو اسماعیلی نسل کے مستعرب عربون نے سکھایا،

قحطانی زبانین بھی خالص عربی نہ تھین، یہ زبانین تو اعراب بائدہ کی قدیم عربی اور قحطانیون کے ساتھ آئی ہوئی سریانی سے مرکب تھین خالص عربی تو طسم، جدیس اور عمالقہ وغیرہ تباہ شدہ قبائل کی عربی تھی،

اعراب بائدہ کی قدیم زبان جس کو ہم تغلیباً جرہمی عربی کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس سریانی سے زیادہ خالص تھی، جسے قحطانی عرب اپنے ساتھ لائے تھے، واقعہ یہ ہے کہ عربی یعنی جرہمی عربی، اور سریانی دونوں زبانیں کسی ایک زبان کی شاخ ہیں، جس کو قوم نوح بولتی تھی، قوم نوح کا وطن سرزمین اشوریہ (اسیریا یعنی عراق) کے قرب وجوار میں تسلیم کیا جاتا ہے، وطن کی نسبت سے نوح کی زبان کا نام بھی سریانی تھا، اس سریانی زبان کی دو شاخیں ہو گئیں، (۱) عربی، (۲) سوریہ میں بسنے والوں کی زبان اس دوسری زبان کا نام بھی سریانی ہے، مگر عہد نوح کی سریانی، بعد کی سریانی سے بہت الگ تھی، ابتدائے عہد کی سریانی کے ساتھ جرہمی عربی کو بعد والی سریانی کی نسبت زیادہ مشابہت ہوگی، کیونکہ سریانی قبائل میں بہت جلد جلد تمدنی ترقیاں نمودار ہوئیں، ان تمدنی ترقیوں کے باعث اون کی زبانیں روز بروز تقاضائے فطرت کی مطابقت کو چھوڑتی گئیں، عرب میں بھی کچھ نہ کچھ تمدن نمودار ہوا، مگر عربی تمدن کا اثر صرف ساحلی علاقوں پر پڑا، اہل عرب کی اصلی زبان ہمیشہ بادیہ نشینوں کے لغت کو قرار دیا گیا سریانی قبائل کو اپنی زبانوں کا یہ نقص معلوم تھا، اسلئے وہ اعراب بائدہ کی زبانوں کو اصلی سریانی کا مکمل جز یہ ہونے کے باعث آسمانی زبان تسلیم کرتے تھے،

بہرحال ہماری "عربی مبین" (۱) قدیم عربی (۲) عہد قحطان کی سریانی (۳) عہد اسماعیل کے عبری الفاظ اور ترکیبوں سے مرکب ہے، چونکہ یہ تینوں زبانیں ایک اصل کی شاخیں اور ایک ماں کی بیٹیاں ہیں، لہذا ان کے میل سے جو زبان پیدا ہوئی وہ پھر بھی قدیم سریانی سے بہت مشابہ رہی،

عربی الفاظ دو قسم کے ہیں (۱) عربی (۲) معرّب، معرّب الفاظ میں عبری الفاظ بھی داخل ہیں، مگر عہد اسماعیل کی عبری اور عہد قحطان کی سریانی زبانوں کے الفاظ، قدیم عربی کی شکل میں اس طرح رل مل گئے ہیں کہ اونکو معرب فرض کرنا غلطی ہے،

عربی زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دیگر سامی زبانوں میں جو مادے مستعمل ہیں وہ سب عربی زبان میں موجود ہیں، لیکن عربی زبان کے لفظ کی کوئی نہ کوئی شکل اپنی شکل اور صورت جیسے دیگر سامی لفظوں کی [illegible]

گر یہ ضرور نہین کہ عبری، سُریانی، اور آرامی وغیرہ زبانون مین عربی کے تمام مادے مستعمل ہون"۔ مولانا عنایت رسول چریاکوٹی رحمہ اللہ سامی نسل کی مختلف زبانون کے ماہر تھے، مندرجۂ بالا الفاظ مین ہم نے جو کچھ کہا ہو وہ انھین کے خیالات ہین،

بہرحال "عربی مبین" باوجودیکہ نہ توام الالسنہ ہو، نہ دنیا کی قدیم ترین زبان، لیکن دنیا کی زبانون مین سب سے زیادہ فطرت کے مطابق ہو، اولین السنہ کے متعلق ہم جن خصائص کو بدلائل فرض کر سکتے ہین سب کے آثار عربی زبان مین موجود ہین، زبان کے اولین خصائص کے علاوہ، عربی زبان مین جو دوسری خاصیتین ہین وہ فطری خصائص سے قریب تر ہین، عربی زبان کے الفاظ اپنے معانی پر محض فرض واصطلاح اور بخت واتفاق سے دلالت نہین کرتے، بلکہ ہر لفظ اپنے معنے کو چند خاص نوامیس قدرت کے مطابق ظاہر کرتا ہے الفاظ اور معانی مین ربط پیدا ہونے کی وجہین عربی علم الاشتقاق کے اصول پر غامض نظر ڈالنے کے بعد اسقدر واضح ہو سکتی ہین کہ ہم غیر زبانون کے الفاظ کو بھی عقلی طور پر سمجھ لینے کی قوت اور ملکہ پیدا کر سکتے ہین،

(۲)

الفاظ اپنے اندر تین قسم کے معانی رکھتے ہین (۱) نفسی کیفیات (۲) حسی امور، (۳) ذہنی اور اختراعی معلومات، تیسری قسم کے معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ ہر زبان مین عموماً اور عربی مین خصوصاً ایسے الفاظ سے معدول ہین جن کو کسی حسی شے، یا نفسی ادراک پر دلالت کرنا چاہیئے، اس کی وجہ یہ ہو کہ انسان کے قوائے ادراک اور اسباب تجربہ نے بتدریج ترقی پائی ہو، اسلئے اس کے ذہنی معلومات، حسی معلومات سے مؤخر ہین، انسان کی ضرورتین سب سے پہلے حسی چیزون سے وابستہ ہوئین، اس لئے سب سے پہلے اس نے حسی چیزون کے نام وضع کیئے، اختراعی، انتزاعی، اور معلومات کی تحلیل اور ترکیب سے انسان کے ذہن نے جن نئے مفاہیم کو اخذ کیا، وہ مختلف مناسبتون کے ماتحت نفسی کیفیتون اور حسی اشیا پر دلالت کرنے والے الفاظ سے ادا کئے جانے لگے چنانچہ خیالؔ، ظلمؔ، عامؔ (برس) اور اکثؔ وغیرہ الفاظ پر غور کرو، خیال کی اصل

خیالہ (نگرانی) ہے، چونکہ شے کی نگرانی کے لئے شے کا خیال ضروری ہے اسلئے خیالہ سے خیال بنا، خود خیالہ بھی کوئی حسی مفہوم نہین ہے، خیالہ کا اصلی ترجمہ گھوڑون کی رکھوالی ہے، جس طرح ابل سے ابالہ بنا اسی طرح خیل سے خیالہ بنا، خیل اگرچہ حسی چیز کا نام ہے مگر یہ بھی اصلی لفظ نہین ہے، اشیا کے نام عموماً صفتی نام ہوتے ہین، جن مین سے وصفیت فنا ہوجاتی ہے، خیل کی اصل "خال" ہے، خال ایک خاص قسم کی چال کا نام ہے، یہی لفظ اصل ہے کیونکہ عربی علم الاشتقاق کی رو سے حرف حلقی اور حرف مکرر (ر۔ل) کا وہ مجموعہ جس مین کوئی حرف شدید ہو "حرکت" ظاہر کرتا ہے، علم کی ابتدا علم اور علامۃ (نشان) کے ادراک سے ہوئی، دنیا کی قومین عموماً اور اہل عرب خصوصاً ایک لفظ کو بولکر اس کے سبب یا نتیجہ کو مراد لیتے ہین علم "علم" کے پیش نظر ہونے کا نتیجہ ہے، عوم (تیرنا) میع (سیال ہونا) عمایہ (گھٹا ٹوپ ابر) وغیرہ الفاظ بتاتے ہین کہ (ع حرف علت اور میم) کا مجموعہ پانی سے تعلق رکھتا ہے، عام کا اصلی مفہوم بارش رہا ہوگا، جس طرح ماہ، ماس اور month کا مفہوم دنیانے ماہ، moon اور چاند سے اخذ کیا ہے اسی طرح برس، برشس برشاکال، برشکال، گرگ باران دیدہ وغیرہ الفاظ صاف بتاتے ہین کہ سال کا مفہوم بارش نے پیدا کیا اور ادرک (معلوم کرنا) اصل مین درک (پانا) تھا،

بعض نفسی کیفیات بھی حسی امور پر دلالت کرنے والے لفظون سے ادا کی جاتی ہین یقین۔ وثوق یا عدم تشکیک ایک نفسی کیفیت کا نام ہے، اس مفہوم کو ادا کرنے والے الفاظ عموماً (قطع) کے مفہوم سے ماخوذ ہین، مثلاً (قد فعل۔ فعلتہ البتہ۔ اذ فعل (اذ۔ اذا، ظرف و شرط ہین اور یقین ظاہر کرتے ہین) فعلتہ قط فعلہ قطعا، تحتم الامر) مین قد۔ البتہ۔ اذ۔ قط۔ قطعا۔ اور تحتم پر غور کرو اور اس کے بعد قد (چیرنا) بت (پھاڑنا) آذ (کاٹنا) قط (کاٹنا) قطع۔ حتم۔ (توڑنا) وغیرہ الفاظ کے ساتھ ملاؤ تو حقیقت بے پردہ ہوجائیگی،

تمام حسی معانی بھی اصلی اور غیر منقول الفاظ مین مخفی نہین ہوتے، حسی معانی کی پانچ قسمین ہین (۱) مسموع یعنی آوازین (۲) مرئی جیسے، لمبائی، چوڑائی، موٹائی، رنگ، حرکت فصل۔ فاصلہ وغیرہ (۳) مشموم

جیسے بدبو، خوشبو، سونگھنا یا سونگھنے کی چیزین (۴) ملموس - جیسے لمس - چکنا - ملنا وغیرہ معانی جن کا تعلق ساس سے ہو (۵) مذوقی یعنے زبان سے محسوس کی جانے والی چیزین اور کیفیتین۔

اِن پانچون قسم کے معلومات کے لیئے اصلی اور حقیقی الفاظ ناممکن ہین، کیونکہ اصلی الفاظ تو وہی ہوسکتے جو آوازون کی نقل یا بعض نفسی تاثرات کا نام ہون،

پیدائش السنہ کی صورت مین اختلاف ہو، اشاعرہ کہتے ہین کہ لفظ و معنے کا ربط انسان کو ابتداءً وحی و توفیق کے ذریعہ سے معلوم ہوا، معتزلہ کہتے ہین کہ آوازین پیدا کرنا تو انسان کو فطرۃً آیا، اسی طرح ادراک معانی کے قوے ہم مین فطری طور پر موجود ہین، معانی اور اصوات مین ربط انسان نے فرض و تسلیم اور وضع و اصطلاح کے طور پر قایم کیا، عباد بن سلمان اور اوس کے مسلک مین شریک معتزلہ کے نزدیک معانی اور الفاظ مین ایک فطری مناسبت ہوتی ہی، یہی مناسبت لفظ و معنے مین ربط قایم ہونے کی علت ہو ابن جنی کی رائے ہی، کہ دنیا بھر کی زبانون کے اصلی کلمات سنی ہوئی آوازون سے منقول ہین،

معتزلہ کا خیال تو بالکل ناقابل تسلیم ہے، کیونکہ وضع و اصطلاح کے لئے ضروری ہی کہ پہلے سے تخاطب اور تفاہم کے لئے کوئی زبان ہو، جس زمانہ مین کوئی زبان نہ تھی انسان نے تواضع کے لیے کس طرح ایک دوسرے کو مخاطب کیا؟ اشاعرہ کا مقدس عقیدہ بھی خلاف قیاس ہی کیونکہ زبان کو وحی و الہام پر تقدم حاصل ہی جیساکہ "ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہٖ" مین اشارہ ہی،

دیلمی نے مسند فردوس مین روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مجھے آب و گل کی حالت مین دکھائی گئی، اور آدمؑ کی طرح اوس کو بھی تمام اسمار کی تعلیم دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے الہام طبعی کے ذریعہ انسان کو بولنا سکھایا، یعنی ہمارے جبلی خصائص اور فطری قوی مین سے بعض ایسے ہین جن کے ماتحت ہم کو فطرۃً بولنا آیا اور جن نوامیس فطرت کے ماتحت ہم اپنی زبانین سیکھتے ہین، اونھین کے ماتحت دنیا کی پہلی آبادی نے بھی بولنا شروع کیا،

ہماری زبانون مین دو قسم کے الفاظ ہین (۱) بعض الفاظ ہماری ان طبعی اور اضطراری آوازون کی نقل معلوم ہوتے ہین جو کسی اچانک نفسی احساس کے نتیجہ کے طور پر خود بخود پیدا ہو جاتی ہی، پھیپھڑے سے ایک تنفس نکلتا ہی اور فضائے صدر سے لیکر لبون تک ٹکراتا ہوا، فضائے قریب مین مل جاتا ہی، اس ٹکرانے سے بسیط یا مرکب کسی قسم کی آواز پیدا ہو جاتی ہی، (۲) بعض الفاظ وہ ہین جنمین مندرجۂ بالا خصوصیت نہین پائی جاتی ہی یہ الفاظ سنی ہوئی آوازون سے منقول معلوم ہوتے ہین، ایک بچہ کی فطرت پر غور کرو، اوسکی آوازین دو ہی قسم کی ہوتی ہین، (۱) اضطراری (۲) اختیاری، اختیاری آوازین عموماً ماں باپ، بھائی بند اعزا و اقربا سے سنے ہوئے الفاظ، یا دنیا کی کسی شے سے سنی جانے والی آوازون کی نقلین ہوتی ہین، بچون مین نقل و محاکات کی خواہش بہت ہوتی ہی، وہ بے وجہ بھی بعض چیزون کی آوازین دُہرانے لگتے ہین، اِس بنا پر ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ،

> اولین السنہ کے ابتدائی الفاظ دو قسم کے تھے (۱) اصلی یعنے، انسان کے منھ سے خود بخود پیدا ہو جانے والی آوازون کی ارادی شکلین (۲) نقلی یعنی سنی ہوئی آوازون سے منقول الفاظ،

اِس بنا پر لفظ کا اصلی مفہوم بعض نفسی تاثرات، سنی ہوئی آوازین، اور لفظ کے مشابہ اصوات کی پیدایش کے اسباب نتائج لوازم اور متعلقات ہی ہو سکتے ہین، لفظ کے جو معانی مندرجۂ بالا پانچ قسمون سے الگ ہون وہ بھی حقیقتاً، و اسطہ در واسطہ اِنھین پانچ قسم کے معانی کا سبب، نتیجہ، لازم، ملزوم یا متعلقات اور اشباہ ہوتے ہین، چونکہ ہر عقلی مفہوم پر لفظ حسی آوازون کے اسباب و نتائج اور اشباہ و لوازم ہونے کا اطلاق ضروری نہین اسلئے ہر عقلی مفہوم پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی اصلی نہین، ان مین سے اکثر مستعار اور منقول ہین،

عربی زبان کے الفاظ اور اون کے معانی کا ربط تلاش کرنے کی غرض سے لغت پر غور کرو، تو چند مہینون کے غور و فکر کے بعد تم خود بتا سکو گے، الفاظ کے حسی موارد جو زبان کے دیگر الفاظ کی بنیاد، یا ابتدائی مدار قرار

پا سکتے صرف چند ہین،

(۱) آوازین (۲) شکست و انقطاع (۳) فاصلہ (۴) حرکت (۵) احساس (۶) بو، اور ناک سے تعلق رکھنے والے مفاہیم (۷) ہوا زہی یا امتداد، (۸) زبان سے تعلق امور جیسے چکھنا، چاٹنا، مزہ وغیرہ (۹) خفت (۱۰) ثقل (۱۱) حسن و قبح یا پسندیدگی و ناپسندیدگی وغیرہ وہ امور جن کا تعلق اندرونی احساس سے ہے، ان معانی کے علاوہ جس قدر مفاہیم ممکن ہین، وہ آہستہ آہستہ اور بتدریج انھین مفاہیم سے اخذ کئے گئے، اس دعوی کے اثبات کے لئے مختصر دلیلین کافی نہین، زبان کے مکمل اور پے در پے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے،

یہ عجیب بات ہو کہ جس طرح الفاظ کے معانی کی صرف (۱۱) بنیادین فرض کی گئین اسی طرح الفاظ کے صوتی اختلافات کو مدنظر رکھتے ہوئے الفاظ کی بھی صرف ۱۲ قسمین قرار دی جا سکتی ہین،

کیونکہ عربی زبان کے الفاظ کی ۴ قسمین ہین (۱) ایک حرفی (۲) دو حرفی (۳) سہ حرفی (۴) زائد از سہ حروف چوتھی قسم کے الفاظ دو قسم کے ہین، بعض تو وہ ہین جو سہ حرفی لفظون مین چند حروف کے اضافہ، یا کسی حرف کی تضعیف سے پیدا ہوئے، جیسے قاتل، مقتول وغیرہ، بعض وہ ہین جو دو ثلاثی کے باہم ملکر ایک ہو جانے سے پیدا ہوئے ہین، اس قسم کے الفاظ کو منحوت کہتے ہین، رباعی اور خماسی الفاظ عموماً منحوت ہین، لغت عرب کے چہار حرفی اور پنج حرفی الفاظ پر غور کرو تو اون مین سے ۸۰ فیصدی کو بشرطیکہ غیر زبانون سے منقول نہون، دو ثلاثیون مین تحلیل کرنا آسان ہو، جیسے دقدق (دق دق)، عصفور (عصے و فر) قصطل (قص و قطل) بحثر (بحث و ثور) بہت زیادہ تمثیلون سے مضمون ثقیل ہو جائیگا، اس لئے ہم انھین چند مثالون پر اکتفا کرتے ہوئے بے تامل اس فیصلہ کو ظاہر کر دینا چاہتے ہین کہ تین حرف سے زیادہ والے الفاظ فرع ہین، اصل نہین،

سہ حرفی لفظون کو عربی زبان کی بنیادی اصلین قرار دیا جاتا ہو، مگر عربی زبان پر غور کرو تو اس کی صدہا مثالین ملین گی، مضاعف، اجوف، معتل، اور وہ سہ حرفی الفاظ جو لام کلمہ کو منسوخ کر دینے کے بعد

مضاعف کی آواز کے مشابہ ہوں فورا اور اسے ذرتوں کے ساتھ تقریباً یکساں معنی ظاہر کرتے ہیں، مثلاً غط (غوطہ دینا) غوط (ڈوبنا)، غطغط (ڈھانپ لینا، ڈوبا لینا) غطم (ڈوبانا) وغیرہ، یا مثلاً مس (چھونا) مسح (چھونا) مث (مٹنا) موث (پانی میں کسی چیز کو ملنا) قط۔ قطم۔ قطف۔ قطع سب کاٹنا ظاہر کرتا ہیں قعض، قصل۔ قصم۔ قصب۔ سب تقریباً ہم معنی ہیں:۔ اس قسم کی بہتیری مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی الفاظ بھی اصل میں دو حرفی آوازوں سے پیدا ہوئے ہیں:۔ یک حرفی الفاظ کے متعلق بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ وہ دو حرفی لفظوں کا مخفف ہیں،

انسان سب سے پہلے دو حرفی آوازیں پیدا کرسکتا ہے، اور سب سے پہلے انسان کو چیزوں کی طلب ظاہر کرنی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے، کہ دنیا کی قدیم زبانوں میں طلب کے صیغے یعنی امر کے الفاظ دو حرفی ہوتے ہیں، یہی دو حرفی امر دیگر ہم آواز لفظوں کی اصل تسلیم کیے جاتے ہیں، عربی میں اجوف کا امر ہمیشہ دو حرفی ہوتا ہے گو اہل صرف کے مذہب بموجب اس قسم کے امر سہ حرفی لفظ کا مخفف ہوتے ہیں مگر واقعہ یہ ہے، کہ تمام ہم آواز لفظوں کی اصل یہی دو حرفی امر ہیں:۔ دو حرفی لفظوں کے ادا کرنے میں، سادہ اور غیر ترقی یافتہ افراد انسان اور بچوں کے زبان پر الفاظ کی شکل مختلف صورتوں میں کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے،

بعض وقت وہ حروف کی حرکتوں کو طویل کر دیتے ہیں، مقصور حرکتیں، اس وقت سے وجود میں آئیں جب سے انسان میں تراش خراش پیدا ہوئی، چونکہ حرکت اصل میں اس روانی کا نام ہے، جو حامل صوت تنفس کا ایک لازمی وصف ہے اس لیے تقاضائے فطرت کے مطابق تو صرف ممدود حرکتیں ہیں، بہرحال پہلے حرف کی حرکت ممدود ہو کر اسی دو حرفی امر کو سہ حرفی اجوف اور دوسرے حرف کی حرکت کھینچکر اس کو سہ حرفی ناقص بنا دیتی ہے، اگر دوسرے حرف کے مخرج پر احتباس تنفس ذرا طویل ہو جائے تو وہی دو حرفی لفظ سہ حرفی مضاعف ہو جاتا ہے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو حرفی لفظ ادا کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی آواز غیر اختیاری طور پر کسی تیسرے حرف پر رک جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں ثلاثی سے کلام

اور اجوف و ناقص کے حرف علت کو نظرانداز کرنے کے بعد الفاظ باہم ہم آواز نظر آئیں تو بھی ان کے معانی
مین کچھ خاص نیو و معنوی کی کمی اور بیشی کے ساتھ معنوی اتحاد ہوتا ہے :-

مختصر یہ کہ الفاظ کی ابتدائی اصل دو حرفی آوازین ہین، جو کسی چیز سے سنائی دینی والی آوازون یا انسان
کی بعض غیر اضطراری آوازون کی پے بہ پے نقل سے معرض وجود مین آئی تھین، ان آوازون کو ہم چند قسمون
مین تقسیم کر سکتے ہین (۱) ہم مخرج حرفون کا مجموعہ (۲) باہم متشابہ حروف سے بنا ہوا لفظ۔ (۳) دو متباین
جنس کے حروف سے بنا ہوا لفظ، چونکہ حروف کی پانچ قسمین ہین، حلقی[۱] حنکی[۲] (تالو کے حروف) انفی[۳] (ناک کے)
سنی[۴] (دندانی) شفوی[۵] (لب کے حروف) اس لیے تیسری قسم کے الفاظ کی دس قسمین ہوئین اس طور پر، الفاظ
کی ابتدائی اصلین ۱۲ ہوئین :-

خلاصہ یہ کہ ہماری زبانون کی ابتدا صرف ۱ قسم کے معانی اور ۱۲ قسم کے الفاظ سے ہوئی ہے، اور انھین
۱۲ قسم کے الفاظ سے صدہا زبانین پیدا ہوئین،

(۳)

دنیا کی اولین زبان سے مختلف زبانین انھین قوانین فطرت، اور نوامیس الہیہ کے ماتحت پیدا ہوئین جنکی
وجہ سے اب بھی ہماری زبانون کے الفاظ اپنے معانی اور شکلون کو تبدیل کرتے رہتے ہین،

دنیا بھر کی زبانون کے بسیط حروف کو اپنے دماغ مین حاضر کرو تو تم سب کو پانچ جنسون مین تقسیم کر سکتے
ہو:- ان پانچ جنسون مین سے ہر جنس کے تمام حروف اصلی نہین، اکثر حروف تو ایسے ہونگے جنکو صرف
لہجون کے اختلاف نے ایک دوسرے سے الگ کر دیا ورنہ حقیقت اونکی ایک ہے، اصلی حروف وہ ہین
جو دنیا بھر کی زبانون مین ادا کیے جا سکتے ہون، اس قسم کے حروف صرف ۱۸ ہین،

ہمزہ، ب، م، ک، ج، ر، ل، ن، س، ش، د، ی، الف، دیا (ذ)، ت، (یا ٹ)

ان ۱۸ حرفون کے علاوہ جتنے حروف ہین وہ فرعی ہین، اصل نہین :- ان ۱۸ حرفون کو ہم مندرجہ

تو ۱۹۶ الفاظ پیدا ہون گے، دیلمی نے مسند فردوس مین عطیہ بن بشر سے مرفوع روایت کی ہے خدا نے حضرت آدم کو ہزار اسمائی تعلیم دی تھی، یہ روایت مذہبی حیثیت سے غالبًا واجب التسلیم نہین مگر قرین قیاس حقیقت کو ظاہر کرتی ہے، اس مین تو کسی عقلمند کو شبہہ نہین ہو سکتا کہ دنیا کی اولین زبان کے الفاظ محدود تھے ہزار کی تعیین کے لیے کوئی عقلی دلیل نہین لیکن اگر ابتدائی زمانہ مین واقعی طور پر انسان انھین چودہ حرفون کو ادا کر سکتا تھا تو اولین زبان کے الفاظ کی تعداد ہزار سے زیادہ بھی نہین ہو سکتی، اس لیے چودہ حرفون سے صرف ۱۹۶ ثنائی بن سکتے ہین، فرض کرو، بالکل ابتدائی عہد مین، ناقص، اجوف اور مضاعف ایک دوسرے سے مختلف حالت مین پیدا ہو گیے تو ثنائی کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۷۸۴، فرض کیجا سکتی :-

باوجود اس کے کہ ایک طرف ہماری روائتین ہم کو اس امر کے باور کرنے پر مجبور کرتی ہین کہ آدم کی زبان چند سے زیادہ الفاظ کا مجموعہ نہ تھی، پھر بھی بعض مفسرون نے لکھا ہے کہ آدم کو ہر زبان مین اسمار کی تعلیم دی گئی ان کے بیٹے تمام زبانین بولتے تھے جب وہ دور دراز ممالک مین متفرق ہو گیے تو ہر ایک نے ایک زبان کو خاص کر لیا،

اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین انسان کی زبان کوئی مستقل نوعیت نہ رکھتی تھی نہ تو الفاظ کے اوزان، صیغے اور تشکلین کوئی خاص آواز کی مالک بنی تھین اور نہ الفاظ اور معانی کے ربط مین کوئی استقلال پیدا ہوا تھا:-

یعنی ایک لفظ کو ادا کر کے ایک شخص، لفظ کی سی آواز کے کسی سبب کو مراد لیتا ہوگا تو وہی شخص دوسرے وقت اسی لفظ سے دوسرے سبب کو مراد لیتا ہوگا، ایک شخص لفظ سنکر اپنے دماغ مین آواز کی وجہ پیدائش کو حاضر کرتا، تو دوسرا ان حالات مین سے کسی ایک حالت کو مراد لیتا جو آواز کے سنائی دینے کی حالت مین محسوس ہوئی تھین، ایک مدت تک لفظ اور معنی کا ربط غیر مستقل نوعیت رکھتا ہوگا، آہستہ آہستہ، جب قومین دنیا مین پھیلنے لگین تو ان کے الفاظ اور معانی مین ربط ٹھوس ہونے لگا،

اسی طرح الفاظ کی آوازین بھی ابتدائی عہد مین کچھ مستقل نہ ہونگی، ایک ہی شخص کبھی حرف کو حرکت دیتا ہوگا تو کبھی ساکن ادا کرتا ہوگا، کبھی حرف کو بسرعت ادا کرتا ہوگا تو کبھی کسی حرف پر اوسکی آواز محتبس ہوجاتی ہوگی کبھی لفظ کے کسی حرف کو گرا دیتا ہوگا تو کبھی کسی حرف کا اضافہ کر دیتا ہوگا کبھی ایک حرف کو ایک لہجہ سے ادا کیا ہوگا تو کبھی دوسرے لہجہ سے کبھی بعض حرفون کو مشابہ حرفون کے ساتھ بدل دیتا ہوگا آج ایک حرف کو مقدم استعمال کیا ہے تو کل موخر، غرض ابتدائی عہد مین، انسان کو اپنی زبان پر کامل قابو نہ ہوگا، اس کی زبان اکثر لٹ پٹاتی ہوگی اور غیر شاعرانہ طور پر ایک ہی لفظ کو انسان صدہا لہجون مین ادا کرتا ہوگا، اور کبھی اس کے الفاظ مستقل طور پر کسی خاص مفہوم کو ظاہر کرتے ہونگے، لیکن جب دنیا مین بنی نوع مختلف قومون کی شکل مین پھیل گیے تو آہستہ آہستہ ہر قوم نے مستقل لہجے، مستقل صیغے، اور مستقل شکلون کے الفاظ استعمال کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ لفظ اور معنے مین مستقل ربط پیدا ہونے لگا، دنیا کی موجودہ زبانون کی اصلین، وہی مستقل زبانین ہین جو بالکل ابتدائی عہد مین، آدم کی غیر مستقل زبان سے پیدا ہوئین،

ابتدا مین دنیا کی تمام زبانین باہم مشابہ ہونگی، ان مین فرق یہ ہوگا ایک قوم مین کسی معنی کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جاتا ہوگا، تو دوسری قوم مین اس لفظ کا الٹا:- ایک زبان کا لفظ جن حرفون کے ساتھ ادا کیا جاتا تھا دوسری زبان مین وہی لفظ اس کے مشابہ دوسرے حروف کا مجموعہ ہوتا ہوگا، ایک زبان مین لفظ اپنی جیسی آواز کی کسی علت اور سبب یا نتیجہ کو ظاہر کرتا تو دوسری زبان مین دوسری علت دوسرے سبب یا کسی دوسرے امر لازم کو ظاہر کرتا ہوگا، کوئی لفظ جو ایک قوم کی زبان پر چڑھکر اثباتی مفہوم دیتا ہوگا تو دوسری قوم کی زبان پر چڑھکر سلبی مفہوم یا پہلے مفہوم کی ضد پر دلالت کرتا ہوگا،- مثلاً غور کرو، ہندوستان مین دیوتا کا وجود نہایت مقدس ہے، ایران مین "دیو" نہایت خطرناک چیز ہے، عرب "ابر" کو غیم بولتے ہین، تو فارس والے، میغ، ہندوستانی زبان مین میگھا اوتار بارش کا دیوتا ہے، عربی کا اب فارسی مین آب ہے، ہندوستانی زبان مین اپ، چنانچہ اپ پاترم آبخورہ کو کہتے ہین انگریزی [illegible] آب

(۴) ہین کہ پانی کی ایک خاص کیفیت (جریان) کو ظاہر کرتا ہے۔ عربی الفاظ، قار، غور، غرس وغیرہ کے معانی کے ساتھ، فارسی گور، ہندی، گوڑنا، گاڑنا، گاڑا، اسی طرح اخدود، خدّ، کھودنا، کھندنا، کندن، قطع کاٹنا، cut، نہی، نہنہ، Nay، No. Nay، نے، نا، نہین، نہ، وغیرہ الفاظ صاف طور پر مندرجہ بالا حقیقت کا اظہار کرتے ہین،

گو اس قسم کی مثالین بہت کم ملین گی لیکن عربی زبان کے علم الاشتقاق پر غائر نظر ڈالنے والے کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل حقایق کو تسلیم کرے،

(۱) مضاعف، اجوف، ناقص، اور صحیح (مثال بھی ایک قسم کا صحیح ہے) دو حرفی امر سے بنے ہین، (۲) تقریباً ہم صوت الفاظ کسی زمانہ مین باہم مرادف تھے، مگر جس تدریج کے ساتھ انسانی معلومات مین اضافہ ہوتا رہا ہر لفظ نیا (مگر اصلی مفہوم سے قریب تر) معنی اختیار کرتا رہا تا آنکہ اب دنیا مین کوئی دو لفظ ایسے نہین جو ایک زبان مین مرادف ہون، عربی زبان مین اب بھی متشابہ الصوت الفاظ کثرت کے ساتھ باہم مشابہ ہوتے ہین۔ متشابہ الاصوات الفاظ کے مابہ المشابہۃ مفہوم مشترک کو لفظ کے ساتھ خاص مناسبت ہوتی ہے، مثلاً قتل (مار ڈالنا) قطل (درخت کاٹنا) قضم (دانت سے کھانا) تقدیر اندازہ کرنا، جدا جدا کرنا وغیرہ الفاظ کا مفہوم مشترک ایک جز کا ٹوٹ کر دو ہونا یا دو چیزون کے درمیان فصل پیدا ہونا ہوتا ہے شکست کی حالت مین چیزون سے جو آواز پیدا ہوتی ہے لسے لفظ کی اصلی شکل سے کس قدر مشابہت ہے (۳) حروف کی ترتیب بدلنے پر بھی الفاظ کے معانی تقریباً یکسان رہتے ہین مثلاً ولک (ملنا)، لدک (چپکنا) تکلید (تلے اوپر جمع کرنا) تلکد، چپکنا دکل (مٹی سانا) یہ الفاظ درحقیقت ایک مفہوم یعنی دو جسم کا ایک دوسرے سے امتساس ظاہر کرتے ہین

عربی زبان اور دوسری زبانون مین ایک فرق یہ ہے کہ اس زبان کے الفاظ اپنے معانی کو جن وجوہ اور اسباب کے ماتحت ظاہر کرتے ہین متشابہ الاصوات الفاظ کے مطالعہ سے تشریح معلوم ہو سکتے ہین۔ فارسی کا لکد (زدن) عربی تلکد سے ملا کر دیکھو تو اوسکی وجہ دلالت سمجھ مین آسکتی ہے، مگر محض فارسی زبان کا مطالعہ ہم کو اوسکی علت نہین بتا سکتا

ماتر - مادر Mater نام، پتر پیدر، روسی پتر ... یہ الفاظ انڈو یورپین زبانون کے ہین، تاہم متشابہ ہین اور سب کا مفہوم (س، دت،)
ایک ہے، (تر، در، ثر) انڈو یورو پین زبانون مین قرابتون کے نام کا عام لاحقہ ہین انکو نکال دو تو صرف مآ، اور پا بچا ہے یہ الفاظ عربی لفظ اُمّ، اور آب کا الٹا نظر آتے ہین:- اب الفاظ کی وجہ دلالت معلوم ہوگئی، اس لیے کہ عربی زبان کے مطالعہ سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہو کہ چونکہ "حلقی اور شفوی" آوازون پر انسان کو سب سے پہلے قدرت حاصل ہوتی ہو اس لیے ہماری فطری زبان کے قدیم ترین الفاظ وہی ہین جو حلقی اور شفوی" حروف سے مرکب ہون، چونکہ پہلا نفسی ادراک جس کے اظہار کی خواہش انسان کو ابتدا ہی مین ہونے لگتی ہو "محبت" ہو، اور چونکہ پہلا احساس جو بچون کو ہو سکتا ہو ہوا اور پانی کی حرکت ہو، اور سب سے پہلے جس چیز کے ساتھ بچون کی خواہش وابستہ ہو سکتی ہو پانی اور دودھ ہے، اس لیے حلقی شفوی الفاظ کا خاصہ ہو کہ پانی، دودھ، ہوا، اور ان چیزون کے لوازم یا محبت اور لوازم محبت پر دلالت کرین چنانچہ جو الفاظ میم یا ب اور کسی حرف حلقی سے ملکر مضاعف، اجوف، یا ناقص کی صورت مین ہون، ان کے اصلی مفاہیم تین ہین، پانی، ہوا، ماتا چنانچہ، ہوا، ہبا، ہب، ہبہاب، وغیرہ الفاظ ہوا سے تعلق رکھتے ہین، آباب (پانی) حباب بلبلہ، ہیام (پیاس) عوم (تیرنا) میع (بہتے رہنا) ماء (پانی) وغیرہ الفاظ پانی کو ظاہر کرتے ہین؛ حُب، حمیم، عم (چچا) اُم (ماں) امتہ (اصلی مفہوم کھلائی) حوبہ (ماتا، قرابت) حمٌ (رشتہ دار کثرت استعمال نے عورتون کے سسرالی رشتہ دار کے لیے خاص کردیا) اَبٌ باپ وغیرہ الفاظ کی وجہ دلالت حوبہ یعنی ماتا اور محبت کا اظہار ہے،

دنیا بھر کی زبانون مین عربی ہی یک زبان ہے جو اب تک تقاضائے فطرت کے مطابق ہے، عربی زبان کے الفاظ کا غائر مطالعہ کیا جاوے تو انسان کی ادبی اور دماغی ترقیون کی تدریجی رفتار کا غالبًا بالکل صحیح نقشہ پیش کیا جا سکتا ہے۔

علم تاریخ کی ایک اہم شاخ

فن تراجم وطبقات

(مولانا عبد السلام ندوی

آج یورپ نے فن سوانح نگاری کو جس قدر ترقی دی ہے اُس کے لحاظ سے گرچہ وہ اوسکی ایجاد کا دعوی کرسکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس فن کے موجد مسلمان ہین، اور یورپ نے خود مسلمانون ہی سے بیوگرافی لکھنے کا طریقہ سیکھا ہے، چنانچہ علامہ فرید وجدی کنز العلوم واللغۃ مین کہتے ہین،

ومما هوجدیربالتنبیه ان المسلمین	جوبات خاص طور پر تنبیہ کی مستحق ہے وہ یہ ہے
اول الامم تالیفاً للتراجم وعنهم	کہ مسلمانون کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے تراجم
اخذ الاوربیون هذا النوع	مین کتابین لکھین اور اس قسم کی تصنیف کا طریقہ
من التصنیف[1]	یورپ نے اونھی سے سیکھا،

مسلمانون مین تاریخ عام یعنی سیاسی اور ملکی تاریخون کے لکھنے کا رواج قدرتی طور پر اسلامی فتوحات کے بعد ہوا اور سب سے پہلے تیسری صدی مین مورخ یعقوبی نے تاریخ یعقوبی اور اس کے بعد ابن جریر طبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ نے تاریخ طبری لکھی، پھر اس کا عام رواج ہوگیا اور نہایت کثرت سے ملکی تاریخین لکھی گئین، لیکن تراجم وطبقات کی ابتدا اس سے بہت پہلے ہوگئی اور اسلامی تصنیفات کے نہایت ابتدائی زمانے مین حدیث وتفسیر کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکی

[1] کنز العلوم واللغۃ صفحہ ۲۰۴،

پر متعدد کتابین لکھی گئین چنانچہ سب سے پہلے عروہ ابن الزبیر المتوفی ۹۳ھ نے سوانح اقدس کو کتاب کی صورت مین مدون کیا، اس کے بعد وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ اور محمد بن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ نے اونکی تقلید کی اور اس طرح تاریخ عام کے وجود مین آنے سے پہلے فن تراجم وطبقات کا عمدہ نمونہ مسلمانون کے سامنے آگیا، اور آگے چل کر انھون نے اسکو اس قدر ترقی دی کہ وہ اونکا خاص فن بنگیا، اگرچہ آج یورپ مین جو بہترین سوانح عمریان لکھی جاتی ہین اور خود ہندوستان مین جو سوانح عمریان یورپین انداز مین لکھی گئی ہین اونکے مقابلہ مین اسلامی تاریخ کی یہ خاص شاخ بظاہر زیادہ بارآور نہین معلوم ہوتی، کیونکہ اکثر لوگون کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ لکھے گیے ہین، متعدد اشخاص کے نام کے ساتھ صرف اونکی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، اکثر غیر مشہور لوگون کے حالات ان کتابون مین درج ہین، علما دفقہا سے گذر کر شہسوارون اور گویون تک کے حالات مین کتابین لکھی گئی ہین، لیکن با این ہمہ اس فن کو یورپ کے موجودہ طرز سوانح نگاری پر متعدد حیثیتون سے ترجیح حاصل ہے، مثلاً

(۱) علمی اور تمدنی ترقی کے زمانے مین انسانون کے مختلف طبقات قائم ہوجاتے ہین مثلاً، علما، فقہا، شعرا، حکما، اطبا، اور متکلمین وغیرہ کی الگ الگ جماعت قائم ہوجاتی ہے اور اگرچہ ان مین مشہور اور غیر مشہور ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہین، تاہم اپنے اپنے دور مین ان مین ہر شخص کے کچھ نہ کچھ کارنامے ہوتے ہین، ہر شخص کچھ نہ کچھ اثر رکھتا ہے، ہر شخص کے مختلف تعلقات ہوتے ہین، کوئی کسی خاص شخص کا مقلد ہوتا ہے کوئی نئی ایجاد کرتا ہے، کوئی قوم کے سامنے نیا نظریہ پیش کرتا ہے، غرض ہر طبقہ ہر جماعت، اور ہر فرقہ کی الگ الگ خصوصیات ہوتی ہین اور ان سب کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد اوس دور کی علمی تمدنی اور اخلاقی تاریخ کے ایک ایک خال وخط نمایان ہوجاتے ہین، یورپ نے اگرچہ آج فن سوانح نگاری کو بہت کچھ ترقی دی ہے، تاہم یہ سوانح عمریان اکثر صرف مشہور اشخاص سے تعلق رکھتی ہین، ملک مین جو مختلف جماعتین قائم ہین، مجموعی طور پر ان کے حالات مین کتابین لکھنا اس زمانہ کے

فن سوانح نگاری کے دائرے سے خارج ہے، اس لیے اگر اس زمانے مین کسی خاص طبقہ، یا کسی خاص
جماعت کے کارنامون کی مجموعی تاریخ مرتب کرنا چاہین تو یہ سوانح عمریان تقریباً بیکار ثابت ہونگی لیکن
مسلمانون نے جماعت کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین اور ان کے ایک ایک فرد کے حالات
جہان تک مل سکے ہین لکھے ہین، مثلاً

علم اخبار الانبیار، مسلمانون نے اس مین متعدد کتابین لکھی ہین جن مین ایک ابن
جوزی کی کتاب قصص الانبیار ہے،

علم تاریخ الخلفار یہ بھی فن تاریخ کی ایک مستقل شاخ ہے، اور اس فن مین جو کتابین
" لکھی گئی ہین ان مین بعض نے تو صرف خلفائے راشدین کے حالات
" لکھے ہین، اور بعض نے خلفائے اموبیہ اور خلفائے عباسیہ کو بھی
" شامل کر لیا ہے،

علم طبقات القرار صحابہ کے زمانہ سے لیکر تبع تابعین کے زمانے تک جس قدر قرار اور
" ان کے شیوخ در واۃ گذرے ہین، ان سب کے حالات اس شاخ
" کی کتابون مین لکھے گیے ہین،

علم طبقات المفسرین اس مین مفسرین کے طبقات کا حال لکھا گیا ہے۔

علم طبقات المحدثین اس شاخ کو صرف محدثین کے حالات سے تعلق ہے،

علم سیر الصحابۃ والتابعین اس کو صرف صحابہ اور تابعین کے حالات سے تعلق ہے،

علم طبقات الشافعیہ اس شاخ مین بہ کثرت کتابین لکھی گئی ہین جن مین علمائے شافعیہ
" کے حالات جمع کیے گئے ہین،

علم طبقات الحنفیہ، اس مین صرف علمائے حنفیہ کے حالات مندرج ہین، اور اس

شاخ مین متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، مختصر قاسم بن قطلوبغا، وغیرہ،

علم طبقات المالکیہ، مالکی علمار کے حالات مین،

علم طبقات الحنابلہ، حنبلی علما کے حالات مین،

علم طبقات النحاۃ، نحویون کے حالات مین، اس مین متعدد لوگون نے ضخیم کتابین لکھی ہین، مثلاً یاقوت حموی، مجدالدین شیرازی، صلاح الدین الصفدی اور جلال الدین سیوطی وغیرہ،

علم طبقات الحکمار، حکمار کے حالات مین، اس موضوع پر متعدد کتابین لکھی گئی ہین، مثلاً صوان الحکمۃ لابن صاعد الاندلسی، طبقات الحکما شہر زوری، اخبار الحکما قطفی،

علم طبقات الاطبار، اطبار کے حالات مین ابن ابی اصیبعہ کی کتاب عیون الانبا فی طبقات الاطبار نہایت مشہور کتاب ہے،

علم طبقات الشعرا، اس مین شعرار کے حالات درج ہین، مثلاً کتاب الشعر والشعرار لابن قتیبہ، وغیرہ

علم طبقات المتکلمین، متکلمین کے حالات ہین،

خاص خاص جماعتون کے علاوہ مسلمانون نے بالکل جدید طرز پر مختلف قومون کے الگ الگ طبقات قائم کیے ہین، اور انکی علمی اور اخلاقی خصوصیتون کو الگ الگ نمایان کیا ہے، مثلاً ابن صاعد الاندلسی نے علوم وفنون کی تاریخ مین طبقات الامم کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس مین ہر قوم کے علمی کارنامے بیان کیے ہین، خود علوم وفنون کے بھی الگ الگ طبقات قائم کیے گئے ہین،

(اور) ان پر طبقات العلوم کے نام سے ملک الگ کتابین لکھی گئی ہین،

(۲) تاریخ کے لفظ سے عام طور پر تاریخ عام مراد ہوتی ہے، یہی وجہ ہو کہ مسلمانون نے فن تراجم وطبقات کو تاریخ سے الگ ایک مستقل شاخ قرار دیا ہے، لیکن صاحب الظنون نے اوسکو بھی فن تاریخ ہی مین داخل کرلیا ہے اور لکھا ہے کہ موضوع تاریخ کے لحاظ سے اس کے الگ کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے، بہر حال یورپ نے فن تاریخ سے تاریخ عام ہی مراد لیا ہے، اور مسلمانونکی عام تاریخون مین چونکہ زیادہ تر جنگ و جدل کے واقعات ہوتے ہین، اس لیے یورپ نے مسلمانون کی تاریخون کو "قصائی کی دوکان" کا خطاب دیا ہے، لیکن اگر تاریخ کے ساتھ فن طبقات وتراجم کو بھی شامل کرلیا جائے تو یورپ کا یہ اعتراض بالکل اٹھ جاتا ہے، کیونکہ فن طبقات مین صرف اشخاص کے حالات ہی نہین لکھے جاتے بلکہ اسی کے ساتھ ان کے علمی تمدنی اور مذہبی کارنامے بھی ضمنی طور پر مذکور ہوتے ہین، اس لیے ان تراجم کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخون کے متعلق اس کثرت سے مفید معلومات حاصل ہوتی ہین کہ اگر ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف عنوانات کے تحت مین جمع کردیا جائے تو ان کے ذریعہ سے مسلمانون کی علمی، تمدنی اور مذہبی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، مثلاً عام اسلامی تاریخون سے یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ مسلمانون نے غیر قومون کی علمی کتابون کے کس قدر ترجمے کیے؟ کس قدر شفاخانے بنوائے؟ اور اسلامی فرقون پر کن کن قومون کے عقائد وخیالات کا اثر پڑا؟ لیکن طبقات وتراجم سے یہ مشکل بہت نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوجاتی ہے، چنانچہ ان کتابون مین جابجا ان معلومات کا ضمنی تذکرہ جس طرح کیا گیا ہے، ان کے متعلق ہم چند مثالین اس موقع پر درج کرتے ہین،

(۱) ابوسلیمان منطقی سجستانی کا بیان ہے کہ بنوشجم کتابون کی نقل کرنے والی ایک جماعت کو جن مین حنین ابن اسحاق، حبیش بن الحسن، اور ثابت بن قرہ شامل ہین، وظائف دیتے تھے اور ان کے لیے بغرض نقل، ترجمہ، اور ملازمت خدمت پانچسو دینار ماہوار مقرر کیا تھا،

اس کے بعد ملک روم سے جن لوگون نے کتابین ڈھونڈ کے نکالین وہ محمد، احمد اور حسن بنو موسیٰ بن الشاکر المنجم تھے، اور ان کے واقعات ان کے تراجم مین آئینگے، ان لوگون نے اس معاملہ مین بڑی بڑی فیاضیان کین اور فلسفہ، ہندسہ، موسیقی، ارثمیطیک اور طب وغیرہ کی نہایت نادر نادر کتابین جمع کین،[1]

اسکندر افرودیسی اپنے زمانے کا فلسفی تھا، اور ارسطو کی بہت سی کتابونکی شرحین لکھی تھین، اور رومی سلطنت کے زمانے مین، اور مسلمانون کی قوم مین لوگ ان شرحون کا بڑا شوق رکھتے تھے، اور ہمارے زمانے مین بھی جو لوگ ان کا ذوق رکھتے ہین وہ ان کے مشتاق رہتے ہین، یحیی بن عدی فیلسوف کا بیان ہے کہ اسکندر نے سماع طبیعی اور برہان کی جو شرح کی تھی مین نے ان دونون شرحون کو ابراہیم بن عبد اللہ ابن قدالنصرانی کے ترکہ مین دیکھا تھا اور یہ دونون شرحین میرے سامنے ایک سو بیس دینار پر بغرض فروخت پیش کیگئی تھین، مین اشرفیون کا سامان کرنے گیا لیکن پلٹا تو دیکھا کہ لوگون نے اور کتابون کے سلسلے مین ان کو تین ہزار دینار پر ایک خراسانی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا، یحیی ابن عدی کا یہ بھی بیان ہے کہ مین نے ابراہیم بن عبد اللہ ابن قدسے فص سوفسطیقا، فص الخطابہ اور فص الشعراء کو بھی جنکو اسحاق نے نقل کیا تھا، مانگا لیکن اس نے ان کو فروخت نہین کیا اور لوگون نے اس کے وفات کے وقت ان کو جلا دیا، تحصیل علوم اور تحفظ علوم کے متعلق لوگون کی اس ہمت کو دیکھو، اگر ہمارے زمانے مین یہ کتابین لائی جائین اور مدعیان علم کے سامنے پیش کیجائین تو یہ لوگ ان کے عشر عشیر بھی قیمت نہ دے سکین گے[2]

ثابت بن سنان راضی کا مخصوص طبیب اور بغداد کے شفاخانے کا مہتمم تھا،[3]

---

[1] اخبار الحکماء قفطی تذکرہ ارسطو [2] ایضاً تذکرہ اسکندر افرودیسی [3] اخبار الحکماء تذکرہ ثابت بن سنان،

عضد الدولہ جب بغداد مین آیا تو جبرائیل بن عبید اللہ بن بختیشوع بھی منجملہ خواص کے اوس کے ساتھ تھا، عضد الدولہ نے شفاخانے کی تجدید کی تو جبرائیل کو دو وظیفے ملنے لگے ایک وظیفہ خواص جسکی تعداد ۳۰۰ درہم شجاعیہ تھی، اور تین سو درہم شجاعیہ شفاخانے کے تعلق سے[۱]،

عضد الدولہ نے بغداد مین جو شفاخانہ قائم کیا تھا اس مین نظیف النفس کو منجملہ اون ۲۴ طبیبون کے جو مریضون کے علاج کے لیے مقرر تھے مقرر کیا تھا[۲]،

ابیذقلیس داؤد علیہ السلام کے زمانے مین تھا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے شام مین لقمان حکیم سے حکمت سیکھی پھر وہان سے پلٹ کر یونان مین آیا تو خلقت عالم کے متعلق بعض باتین ایسی کہین جو بظاہر معاد کے مخالف تھین، فرقۂ باطنیہ مین بعض لوگ اوسکی رائے کے قائل ہین اور اس کے مذہب کے مقلد، چنانچہ اہل قرطبہ مین محمد بن عبد اللہ الجبلی الباطنی اس کے مذہب کی طرف خاص طور پر منسوب ہے، وہ اس کے فلسفہ کا شیدائی تھا اور ہمیشہ اس کا درس دیا کرتا تھا[۳]،

مذہب صفات مین ابو الہذیل بصری نے بھی اسی کا مذہب اختیار کیا ہے[۴] مسعود بن ابی محمد بظاہر معتزلی المذہب تھا لیکن درحقیقت حکماء کے عقائد کا معتقد تھا[۵]،

ہم نے یہ چند مثالین بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب اخبار الحکماء سے نقل کر دی ہین، ورنہ یہ کتاب اس قسم کی مختلف معلومات سے لبریز ہے، اور طبقات و تراجم کی کتابون مین اس قسم کی ضمنی معلومات کا کافی ذخیرہ موجود ہے، اس لیے اگر کوئی شخص، اسلامی علوم و فنون، اسلامی تمدن، اور اسلامی اخلاق و معاشرت کی تاریخ لکھنا چاہے تو صرف ان کتابون کی مدد سے نہایت صحت و جامعیت کے ساتھ لکھ سکتا ہے، ان کتابون مین اگرچہ تمام طبقات اسلامیہ کے علمی و تمدنی اور اخلاقی کارنامے خود بخود

[۱] اخبار الحکماء تذکرہ جبرائیل [۲] کتاب مذکور تذکرہ نظیف النفس [۳] ایضاً تذکرہ ابیذقلیس، [۴] ایضاً [۵] ایضاً تذکرہ مسعود بن ابی محمد،

متفرق طور پر پا جاتے ہین، تاہم بعض تذکرہ نویسون نے خصوصیت کے ساتھ اس کا لحاظ رکھا ہے، اس لیے اونکی کتاب اس قسم کے علمی اور تاریخی نکات کا بہترین مجموعہ بنگئی ہے، مثلاً علامہ تاج الدین سبکی کی طبقات الشافعیہ کا مقصد تراجم کے علاوہ اسی قسم کی معلومات کا جمع کرنا ہے، چنانچہ وہ خود طبقات الوسطی مین لکھتے ہین[1]

ہم نے اس فن مین ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جو اپنے مقاصد پر نہایت جامعیت کے ساتھ حاوی ہے، کیونکہ ہم نہایت مناسب طریقہ پر کسی آدمی کا تذکرہ لکھتے ہین، مثلاً اگر ایک شخص ایسا ہے کہ اس پر فقہ غالب ہی، اور روایت حدیث اُس سے کم ہے تو ہم نہایت کوشش سے اوسکی حدیثین نکالتے ہین، بسا اوقات بعض لوگون کے حالات مین ہم کسی عظیم الشان واقعہ کا ذکر کرتے ہین تو اوسکی شرح و تفصیل بھی کر دیتے ہین، ان باتون کے ساتھ یہ کتاب، حکایات، اشعار، اور لطائف و نوادر سے خالی نہین ہے، اس کتاب سے ہمارا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص کے حال مین ہم ایسے عجیب و غریب مضمون کا جسکی طرف وہ گیا ہے، یا کسی ایسی وجہ ضعیف کا جو اوسکی طرف منسوب کیگئی ہے، یا کسی ایسے عجیب مسئلہ کا جس کو اوس نے اپنی کسی کتاب مین بیان کیا ہی یا اُس کے متعلق بیان کیا گیا ہے، ذکر کرین اور یہ معلوم ہے کہ یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ جب تک ایک زمانہ نہ صرف کر لیا جائے، اور سخت تحقیقات نہ کیجائے وہ حاصل نہین ہو سکتا، بعض اوقات اکثر لوگون کے درمیان مناظرے پیش آگئے ہین، اس لیے جس طور پر وہ واقع ہوئے ہین ہم نے اسی طریقہ پر انکی تفصیل کی ہے، اور اُس کے پیش آجانے کا سبب بتایا ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک حدیث فقہ اور ادب کی کتاب بن جاسکے،

اس کے بعد اونھون نے اُن تمام کتابون کے نام گنائے ہین جو ان کے زمانے تک علمائے

---

[1] کشف الظنون جلد ۲ صفحہ ۹۹،

کے حالات مین لکھی گئی تھین، اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونھون نے اس کتاب کو کس وسعت، کس جامعیت اور کس تحقیق کے ساتھ لکھا ہے،

(۴) فن طبقات پر جو کتابین لکھی گئی ہین ان کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زمانے نے مسلمانون کی علمی تاریخ اور علمی حالات مین کسقدر انقلاب پیدا کردیا ہے، مثلاً اس زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے ہین جو نحو کی چند کتابون کا عالم ہو، بلکہ صرف کافیہ اور اوس کے شروح وحواشی کی مہارت تامہ بھی ایک شخص کو فن نحو کا ایک جید عالم بنا سکتی ہے، لیکن قدیم زمانے مین نحوی اوس شخص کو کہتے تھے جو لغت، ادب، امثال اور اشعار عرب کا سب سے بڑا حافظ ہوتا تھا، چنانچہ اس موقع پر ہم بعض نحاۃ کے حالات نقل کرتے ہین جن سے اندازہ ہوگا کہ امتداد زمانہ نے ہماری علمی حالت کس قدر بدل دی ہے،

محمد بن علی بن یوسف قرآن مجید مین عالی الاسناد اور اپنے زمانے مین لغت کا عالم تھا، وہ کہتا تھا کہ مین لغت کو دو طریقے سے جانتا ہون، ایک یہ کہ اس کے معنی اور شاہد دونون کو جانتا ہون اور دوسرے یہ کہ اوس کو کیونکر بولتا ہون،

محمد بن علی بن ہانی عربیت کا بہت بڑا امام، اور لوگون کے اقوال کا حافظ تھا، اور دلائل اوس کے پاس موجود رہتے تھے، اور علم ادب کا سرچشمہ تھا،

محمد بن سلیمان مین مختلف فضائل جمع تھے، اور ہر فن مین کافی مہارت رکھتا تھا، نحو، لغت اخبار الامم اور اشعار کے ساتھ اقلیدس اور ہندسہ کے حل کرنے مین بھی کافی دستگاہ رکھتا تھا،

طاہر بن احمد فنون عربیت اور فصاحت زبان مین نہایت مشہور تھا عراق مین موتی کی تجارت کرنے آیا اور وہان کے علماء سے علم حاصل کرکے مصر گیا اور دفتر مراسلات مین ملازمت کرلی، اوس کا کام صرف یہ تھا کہ دفتر سے جو خطوط جاری ہوتے تھے اون مین، ہجے، نحو یا لغت کی جو غلطیان ہوتی تھین اونکی اصلاح کرتا تھا[1]،

[1] بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے ملکی دفتر کس قدر باقاعدہ ہوتے تھے صرف نحو ہی کی خصوصیت نہین بلکہ ہر زمانے مین علمائے اسلام کے جو حالات لکھے گئے ہین اگر اون کو بالترتیب پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ درجہ بدرجہ اسلامی علوم و فنون کی تاریخ مین کسقدر تنزل پیدا ہو گیا ہے، قدیم زمانہ کے علمار کے لیے تصنیف و تالیف ایک نہایت ضروری چیز تھی، اور تقریبًا ہر عالم کے حال مین اونکی کسی نہ کسی کتاب کا نام ضرور آتا ہے، اکثر لوگ تو صرف ایک دو کتابون پر قناعت نہین کرتے تھے بلکہ کتابونکا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم کر دیتے تھے، اگر آج یہ تمام کتابین ہمارے ہاتھ آجائین تو اُن سے موجودہ سرمایہ علیہ کو قطرہ و دریا کی نسبت ہو گی، لیکن آج یہ کتابین اور آج ایسے علمار کہان ہین؟

(۴) فن تراجم و طبقات کے ذریعہ ایک اور طریقہ سے بھی مسلمانون کی علمی تاریخ کے مدارج ایجادات و اختراعات، اور تغیرات و انقلابات کا حال معلوم ہو سکتا ہے، مثلاً جس طرح مختلف قومون، مختلف ملکون، اور مختلف زمانون کے اخلاق و عادات مختلف ہوتے ہین، اسی طرح اونکی دماغی حالتین بھی مختلف ہوتی ہین، اس لیے ایک علم جب کسی ملک، کسی قوم، یا کسی خاص دور سے منتقل ہو کر کسی دوسرے ملک یا دوسری قوم یا دوسرے زمانے مین جاتا ہے تو اوس مین خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ تغیر و انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، اور فن طبقات و تراجم کے ذریعہ سے ان انقلابات و تغیرات پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے، کیونکہ مسلمانون نے مختلف ملکون، مختلف قومون اور مختلف زمانون کے لوگون کے حالات مین الگ الگ کتابین لکھی ہین، چنانچہ ہم اس موقع پر ان مین چند کتابون کے نام درج کرتے ہین،

طبقات الخواص	اس مین صرف مشائخ یمن کا حال درج ہے،
یتیمۃ الدہر فی محاسن شعرار العصر	اس مین صرف ہمعصر شعرار کا حال ہے،
دمیۃ القصر و عصرۃ اہل العصر	"
زینۃ الدہر فی لطائف شعرار العصر	"

...الانموذج لابن رشیق	شعرا قیروان کے حالات میں ہے،
طبقات الشعراء الشان ابن دحیۃ الاندلسی	شعرا اندلس کے حالات میں ہے،
اخبار قضاۃ مصر والذیالہ	قضاۃ مصر کے حال میں
اخبار قضاۃ بغداد	قضاۃ بغداد کے حال میں
اخبار قضاۃ البصرہ	قضاۃ بصرہ کے حال میں
اخبار قضاۃ قرطبہ	قضاۃ قرطبہ کے حال میں

اوران کتابون کے ذریعہ سے مختلف قومون، مختلف ملکون اور مختلف زمانون کے بہت سے علمی کارنامے معلوم ہوسکتے ہین،

(۵) اسلام مین امراء وسلاطین کے گروہ کو یورپین مصنفین نے خاص طور پر بدنام کیا ہے، اور اونکی عیاشی وسیہ کاری اور غفلت شعاری کی داستان کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، ہماری عام ملکی تاریخون کا یہ انداز ہے کہ مسند نشینی، عمال کے رد وبدل، اور جنگ وجدال کے واقعات کو تو نہایت پھیلا کر لکھتے ہین لیکن امراء وسلاطین کے تدبر، انتظام، سیاست، اخلاق وعادات اور عام ملکی بہبودی کے واقعات کا کوئی خاص باب نہین باندھتے بلکہ آخر مین نہایت اجمال کے ساتھ ان تمام چیزون کا بھی ذکر کر دیتے ہین بعض درباریون نے بے شبہہ خاص خاص بادشاہون کے جو حالات لکھے ہین اون مین اونکی تمام اخلاقی ملکی اور علمی خصوصیات کے لیے الگ الگ عنوان قائم کیے ہین، لیکن اولاً تو اس قسم کی تاریخین صرف چند بادشاہون کی لکھی گئی ہین، دوسرے ان مین خوشامد وتملق کا سوء ظن باقی رہتا ہے، اس لیے ملکی تاریخون سے یورپین مورخین کا یہ اعتراض نہین اوٹھ سکتا، لیکن طبقات وتراجم کی کتابون سے یہ کمی بہت کچھ پوری ہوجاتی ہے، اسلام مین بہت سے امراء وسلاطین، امیر اور بادشاہ ہونے کے ساتھ فقیہ، متکلم، حکیم، شاعر اور عالم ہوئے ہین، اس لیے اس حیثیت سے طبقات کی کتابون مین اون کا ذکر آیا ہے

اور ان کے علمی کارنامے نمایان کیے گیے ہین، ان بادشاہون نے علما، فقہا، حکما، اور شعرا کے ساتھ مجلسین کی ہین، اون کے ساتھ علمی مباحثے کیے ہین، ان پر نکتہ چینیان کی ہین، ان کے وظائف مقرر کیے ہین بہ کثرت شفاخانے، رصد خانے اور مدرسے قائم کئے ہین اور بہ کثرت اطبا، حکما، اور علما کو اونکی نگرانی اور انتظام کے لیے مقرر کیا ہے، اکثر کتابون کے لکھنے کی فرمایشین کی ہین اکثر کتابون کو خود علما نے اون کے نام پر معنون کیا ہے، اور اس قسم کے واقعات ہماری ملکی تاریخون مین نہین مل سکتے بلکہ طبقات و تراجم کی کتابون مین انہی اطبا، حکما، علما اور شعرا کے حالات مین ضمنی طور پر مل جاتے ہین، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امرا و سلاطین صرف عیاشی اور سیہ کاری مین مشغول نہین رہتے تھے، بلکہ انہون نے سینکڑون علمی، تمدنی اور اخلاقی کام کیے ہین، اور ایشیا کا گوشہ گوشہ ان کے ان احسانات کی یادگارون سے لبریز ہے،

(۶) ہر قوم مین مورخین کی ایک جماعت ہوتی ہے، اور خود اسلام مین بھی مورخین کی ایک جماعت موجود تھی، لیکن فن طبقات و تراجم کا یہ خاص احسان ہے کہ اس نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو ایک حد تک مورخ بنا دیا، مثلاً فقہا نے فقہا کے حالات لکھے، حکما نے حکما کے حالات قلمبند کیے، شعرا نے شاعرون کے حالات مین کتابین لکھین، صوفیہ نے صوفیون کے حالات کو لکھا، غرض اس فن نے مسلمانون کی ہر علمی جماعت کو مورخ بنا دیا، یہی وجہ ہے کہ اخیر دور مین جب مسلمانون کی تمام علمی طاقتون مین زوال آگیا، صرف یہی ایک فن زندہ رہگیا، اور مولوی غلام علی آزاد وغیرہ نے علما و شعرا کے حالات مین متعدد تذکرے لکھے، اور آج بھی یہ ذوق مسلمانون مین قائم ہے،

(۷) غرض فن طبقات و تراجم علم تاریخ کی ایک ایسی شاخ ہے، جس کے ذریعہ سے مسلمانونکی علمی، تمدنی، اور اخلاقی تاریخ کے تمام ابواب کے قائم کرنے مین کافی مدد مل سکتی ہے اور ہماری ملکی تاریخون مین جو کمی ہے وہ ان کے ذریعہ سے پوری ہو سکتی ہے، البتہ موجودہ مذاق کے مطابق اس فن پر صرف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس مین حالات اس قدر اختصار کے ساتھ مذکور ہوتے ہین کہ ان سے بالکل تشفی نہین ہوتی

اور ان کے ذریعہ سے کسی شخص کی مستقل سوانح عمری نہین لکھی جاسکتی لیکن اوّلاً تو علمار و حکمار کے حالات ہی نہایت مختصر ہوتے ہین، پیدا ہوئے تعلیم پائی، تعلیم دی، کتابین لکھین، کسی مدرسہ یا دربار مین ملازم ہوئے، وفات پائی، اور فلان مقام پر مدفون ہوئے، یہی ان لوگون کے حالات ہین اور یہ تمام حالات فن طبقات کی کتابون مین مل جاتے ہین، ثانیاً یہ کہ اس زمانے مین حالات سے زیادہ لوگون کے کارنامون پر ریویو کیا جاتا ہے اور یہی حصہ اس زمانے کی بہترین سوانح عمریون کا خاص حصہ خیال کیا جاتا ہے لیکن قدیم زمانے مین تنقید تاریخ نے اس قدر ترقی نہین کی تھی تاہم انہی کتابون سے یہ کمی مختلف حیثیتون سے پوری کیجا سکتی ہے مثلاً ایک شخص کے متعدد شیوخ، اساتذہ، معاصرین اور ہمدرس ہوتے ہین، وہ مختلف لوگون سے تعلقات رکھتا ہے، اسی طبقہ مین سے ایک جماعت اوسکی مخالف ہوتی ہے اور اس پر نکتہ چینی کرتی ہے اور چونکہ ان تمام لوگون کے حالات طبقات کی کتابون مین ملتے ہین، اس لیے اگر اُس کے ساتھ ان لوگون کے حالات کا بھی مطالعہ کیا جائے تو بہت سی باتین ایسی مل جاتی ہین جن سے موجودہ طرز پر اوسکی سوانح عمری کے مرتب کرنے مین مدد ملتی ہے، بہرحال باوجود اس کمی کے اس شاخ کو تاریخ سے الگ کرکے نظر انداز نہین کیا جاسکتا بلکہ اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دنیا مین صرف مذہب، علم اور اخلاق کی اشاعت کے لیے آیا تھا تو مسلمانون کی حقیقی تاریخ کا لقب اسی شاخ کو دیا جاسکتا ہے،

مترجمات

معرکۂ علم و مذہب

نوشتہ:

مترجمہ: مولوی خواجہ عبدالواجد صاحب ندوی پروفیسر مشن کالج کانپور

ڈریپر کی مشہور کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس" کے نام سے ہماری زبان مین منتقل ہو چکی ہے، استاذ مرحوم نے اسلامی حیثیت سے **الندوہ** مین اُس پر ریویو لکھا تھا لیکن ضرورت تھی کہ اس کے نظریات پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی پر نظر ڈالی جاتی، ابھی حال مین مسٹر تھامسن ؔ ون نے انگریزی کے مشہور مذہبی و فلسفیانہ رسالہ "کونسٹ" (ماہ اپریل ۱۹۲۳ء) مین اسی حیثیت سے اس پر ایک مفصل تبصرہ لکھا ہے،

شاید ہندوستان کا حلقۂ علم و نظر ہمارے دوست مولوی خواجہ عبدالواجد صاحب ندوی (سابق سب اڈیٹر الہلال و البلاغ کلکتہ) کا نام انکی غیر متوقع لیکن مستقل خاموشی کی بنا پر ذہن سے بھلا چکا ہو، حالانکہ اون کے مضامین و منشآت انکی دیرپا یادگے اب بھی ضامن ہین، عربیت کے کمال کے ساتھ اونکی انگریزی دانی اور فلسفۂ جدیدہ کے ساتھ ان کی خاص مناسبت طبع ہماری زبان کے نشو و نما مین بہت کچھ مفید اضافہ کی توقع دلاتی تھی، مگر چند سال سے ان کے مطالعہ اور استفادۂ علم کا ذوق ان کے انتشار اور افادۂ علم کے ذوق پر غالب آگیا ہے،

چند مہینے ہوئے کہ وہ یکجہری مین دار المصنفین کے اپنے قدیم احباب سے ملنے چلے آئے، لیکن اس احاطہ کی آب و ہوا کے خواص سے ان کو واقفیت نہ تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی دو دن کے بعد قلم دوات سے پرانے ٹوٹے ہوئے عہد محبت کی تجدید پر وہ مجبور ہو گئے، اور معرکۂ مذہب و سائنس پر تبصرہ

مذکور کو اونھون نے اردو کا لباس پہنایا، ترجمہ کی خوبی اور اصطلاحات کی موزونیت، انکی استعداد و قابلیت کی خود نقیب ہی، اس لیے مدیر کے قلم کو کچھ زیادہ اونکے تعارف کی حاجت نہین،

ڈریپر نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین علم و مذہب کی معرکہ آرائی کو علم و جہل یا روشن خیالی و توہم پرستی کی معرکہ آرائی کی حیثیت سے پیش کیا ہی چنانچہ اس نے تقریبًا دو ہزار سال کی تاریخ پر تبصرہ کر کے پیشوایان مذہب کے متعصبانہ عہد حکومت اور علم کے فیاضانہ دور فرمانروائی کا ایک موثر پیرایہ مین مقابلہ کیا ہے، اس مقابلہ کی رو سے ایک نادانی، جرم اور سنگدلی کا دور ہے، دوسرا دانشمندی، آزادی اور خوشحالی کا زمانہ ہے، اور علم کا عصائے سحر کار نوع انسانی کو پیشوایان مذہب کی غلامی سے آزاد کر کے جدید خیالات کی صاف و روشن فضا مین لایا ہے، یہ بحث بظاہر ایسی معقول معلوم ہوتی ہے کہ جس زمانہ مین یہ کتاب شایع ہوئی تھی اُس وقت یقینًا اس نے بہت سے لوگون کو اپنا ہم آہنگ بنا لیا ہوگا،

لیکن جس موضوع پر ڈریپر نے قلم اٹھایا تھا اُس کے متعلق اس زمانہ مین معلومات کا بہتر ذخیرہ موجود نہ تھا، عہد ملکہ وکٹوریہ کے درمیانی زمانہ مین انسان اور انسانی تمدن کی قدامت کے متعلق جو رائے عام طور پر قائم کی گئی تھی وہ اب تقریبًا جاہلانہ معلوم ہوتی ہی، ایک طرف تو اہل کلیسا کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا کی عمر چھ ہزار سال ہی اور تقریبًا تمام انسانی تہذیب کا آغاز سترہ سو برس بعد حضرت نوح اور اونکی اولاد کے زمانہ سے ہوا ہے دوسری طرف اگرچہ ارباب علم کا یہ خیال تھا کہ بندر کے درجہ سے ترقی کرنے کے بعد انسان کو ابتدائی وحشت کی منزل طے کرنے مین زیادہ وقت نہین لگا، لیکن تمدن کے زمانۂ آغاز کے متعلق ان کا بھی وہی خیال تھا جو اہل کلیسا کا تھا، اس لیے ڈریپر نے اس مسئلہ کے متعلق جو رائے قائم کی وہ قدرتًا اپنے زمانہ کی عام رائے کے مطابق قائم کی چنانچہ اس نے یہ فرض کیا کہ

(۱) مجلس جستجوے حق لندن کے جلسہ منعقدہ ۱ اکتوبر ۱۹۲۲ مین مس ... صاحبہ نے علم و مذہب کی معرکہ آرائی کے متعلق ایک مضمون پڑھا تھا جس کا ترجمہ ... کے ساتھ ... ذیل مین ...

جہان جہان علم آیا ہے اس سے علم [illegible] رسائی ہے،

(۱) پچاس ہزار برس پہلے انسان کی حالت بندر کی سی تھی، اس درجہ سے ترقی کے بعد پینتیس ہزار برس تک وحشت کی حالت رہی، وحشت کا دور ختم ہوا تو بربریت (نیم وحشت م۔) کا دور جو تقریباً دس ہزار برس تک قائم رہا، اس کے بعد نسبتاً ترقی یافتہ نسلون نے تمدن کے میدان مین قدم رکھا، رفتہ رفتہ توہم پرستی کے جنگل، خیال آرائی کے صحرا مین، اور بالآخر علم کے سبزہ زار تک پہنچین لیکن قدیم زمانہ مین، عام فہم کے بعض فوری، شدید مگر عارضی مظاہر کو چھوڑ کے سولھوین صدی عیسوی تک انسان کی قدیم غلط اندیشیان قائم رہین یہان تک گلیلیو اور نیوٹن کی بدولت علم کا آفتاب طلوع ہوا اور اسکی روشنی مین انسان نے اول مرتبہ ایک ذی عقل ہستی کی حیثیت سے اپنے مرتبہ کا دعویٰ کیا،

مگر یہ خیال مابعد کے اکتشافات اور مکمل تر معلومات کی بنا پر غلط ہے کیونکہ یہ اب پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ اول تو انسان کے آباؤ اجداد بندر نہین، اس کے علاوہ موجودہ مغربی وضع کے انسان کی عمر بھی کم از کم پانچ لاکھ سال ہے، لیکن صرف اتنا ہی، فن تحریر کے متعلق گو ایک زمانہ تک فرض کیا جاتا رہا کہ اس کا ہومر کی دنیا کو علم نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اہل تارتیسیس، قبل اہل بابل، اہل مصر، پولی نی شیائی نسل کے وحشیون کے اسلاف بلکہ شاید قدیم دور حجری کے انسان بھی اس فن سے واقف تھے، علی ہذا وادیٔ دجلہ و فرات، وادیٔ نیل و نیز دیگر مقامات مین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے یہ امر بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ڈریپر اور اس کے ہمعصر جس زمانہ کو تمدن کا زمانۂ آغاز سمجھتے ہین اس سے بہت قبل سب سے شاندار تمدن پیدا ہوئے، اوج ترقی تک پہنچے اور اس کے بعد ایسے مٹے کہ طاق نسیان کے نقش و نگار ہو گیے، غرض عہد ملکہ وکٹوریہ کے ارباب فکر تو یہ سمجھتے تھے کہ گوریلا نام بندر سے لے کے مغربی وضع کے انسانون تک نوع انسانی نے بخط مستقیم ترقی کی ہے لیکن ہمین یہ نظر آتا ہے کہ اس راستہ مین پیچ و خم کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو دو میانی نشیب و فراز سے گذرتا ہوا انیسوین صدی عیسوی مین اپنے ارتقاء کی بلند ترین منزل

تک پہنچتا ہے،

علم و مذہب کی معرکہ آرائی مین ایک پہلو ایسا ہے جسے اگرچہ ڈریپر نے قلم انداز کر دیا ہے، لیکن یہ علم الاقوام کے نقطۂ نظر سے خاصا اہم ہے ہم یہ تسلیم کیے لیتے ہین کہ تمام علوم زمانۂ حال کی ایجاد ہین لیکن انکے مقابلہ مین مذہب یقیناً زمانۂ قدیم کی ایجاد ہے، بیشک کیمیا، علم الحیات، اعلیٰ ریاضیات وغیرہ حال ہی مین پیدا ہوئے ہین مگر ہندوستان، چین، عراق، مصر، وغیرہ قدیم ممالک مین مذہب کا سراغ آغاز تاریخ سے بہت پہلے ملتا ہے، نسبتاً جدید مذاہب مین بھی یہودیت کی عمر ۳۵۰۰، بدھ مت کی ۲۵۰۰، عیسائیت کی ۲۰۰۰ اور دنیا کے جدید ترین مذہب اسلام کی ۱۳۰۰ سال ہے، ہجرت کے بعد سے ایک مذہب، بلکہ ایک مذہبی نظریہ یا انکشاف بھی ایسا پیدا نہ ہوسکا جو اس نام کا بجا طور پر مستحق ہوتا، اس میدان مین جدید دنیا کا صرف یہ کارنامہ ہے کہ اس نے یا تو قدیم مذاہب کی مضحکہ انگیز نقالی کی، یا ان کے بجائے ایسی چیزین پیش کین جن پر کسی نے سنجیدگی سے توجہ نہ کی، قدیم دنیا کو اگرچہ خود دوگارڈیون یا نفوذکن شعاعون کی خبر نہ تھی لیکن اس نے جو تمدن پیدا کیا وہ ادنی درجہ کا نہین، اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ معنی مین علم انسانی ترقی کے لیے ناگزیر نہین، نیز یہ کہ آج جسے "علم صحیح" کہتے ہین اس کے یکسر عدم اور ایک اعلیٰ تمدن کے وجود کا اجتماع ممکن ہے، اس بنا پر ہمارا یہ شک بیجا نہین کہ علم (خود ستایانہ م) دعوون کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیگئی ہے، تیس ہزار برس تک دخانی کل، غیر دستی کرگہ اور لاسلکی تار کے بغیر دنیا کا کام چلتا رہا، اسی زمانہ مین علمی دنیا کے تین سب سے بڑے کارنامے یعنی اظہار خیال کا ذریعہ، زبان، ایجاد، کاشتکاری کا طریقہ دریافت اور آگ کا استعمال شروع ہوا، اس کے علاوہ شاعری، ادب، فلسفہ، عمارت سازی اور سنگ تراشی مین ایسی ترقی ہوئی کہ آج اس سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش لاحاصل ہے، یہ تمام ایجادین استقرائی علوم کی مدد کے بغیر ہوئین مگر اس کے مقابلہ مین کیا ایک مثال بھی ایسی پیش کیجاسکتی ہے جس مین انسانی جمعیت عرصہ تک مذہب کی دستگیری کے بغیر قائم رہ سکی ہو؟، اس پہلو پر ڈریپر کی

نظر اس لیے نہ جا سکی کہ وہ مذہب کو توہم پرستی کے مرادف سمجھتا تھا، اور علم الاقوام اس وقت تک عہد طفلی میں تھا
چنانچہ اس زمانہ کے اور اہل نظر بھی مذہب کو انسانی اور اس تقریب سے علم و تمدن کی بنیاد تسلیم کرنے کیلئے
تیار نہ تھے، بیشک اکابر علما، یعنی ہیگل یا شیلنگ کے سے جلیل القدر فلاسفہ، کو اس باب میں شک نہ تھا
لیکن عہد ملکہ وکٹوریہ کے اہل قلم کو یقین تھا کہ قدویت (ایڈم) سے وحشت تک صرف ایک قدم کا فاصلہ
ہے اس لیے قدرتاً یہ لوگ مذہب کو بہت ہی حال کی ایجاد سمجھتے تھے بلکہ ان لوگوں کے (بے سر و پا) قصوں
کو باور کرتے تھے جو صرف مافوق الفطرت عقائد سے بے بہرہ نہ تھے بلکہ اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے سے
بھی عاجز تھے، لیکن اب پھر وہی قدیم رائے صحیح تسلیم کی جاتی ہے (جس کے باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کیا
جا چکا تھا:) جن اقوام کے حالات ہمیں کچھ بھی معلوم ہیں مثلاً اقوام مذکور وید، اہل مصر، اہل بابل، اہل پیرو، ان
کے بالکل ابتدائی زمانہ میں بھی مذہب کا شدید جذبہ جلوہ گر نظر آتا ہے، رابرٹ اسمتھ نے بالکل ابتدائی زمانہ
میں سامی جماعت کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اسے پڑھکر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مرقع میں جو جماعت
نظر آرہی ہے اسکی بنیاد مذہب پر ہے، یہی منظر آج بھی وحشی اقوام میں نظر آتا ہے، اس مسئلہ میں قدیم ملک
کی موجودہ سب سے بڑی یادگار سر ج۔ گ۔ فریزر صاحب ہیں لیکن جناب موصوف تک یہ امر تسلیم کرتے ہیں
کہ معاشرتی نظامات کی سب سے زیادہ ترقی اسٹریلیا کے انہی حصوں میں ہوئی جہاں مذہب کے جراثیم موجود تھے،
وادی نی اینڈرتال (واقع پرشیام) کے باشندوں کی حالت موجودہ وحشیوں سے بدرجہا زیادہ پست
تھی لیکن ان کے پس ماندہ آثار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح
باقی رہتی ہے، ان تمام حالات کی بنا پر ہم بے تکلف یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب بھی اسی زمانہ سے موجود ہے،
جب سے انسانیت موجود ہے،

مذہب کے متعلق ایک زمانہ تک یہ خیال تھا کہ اس کا سرچشمہ خوف ہے لیکن اب یہ امر تسلیم
کر لیا گیا ہے کہ قدیم مذاہب کا محرک صرف خوف ہی نہیں بلکہ محبت بھی ہے، وحشیوں کے دیرینہ عقائد

بہری واقفیت حاصل کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی راسخ الاعتقاد عیسائیون کی طرح تقدیر و تنزل
کے قائل ہین چنانچہ ان کا یہ خیال ہے کہ خدا ہمیشہ سے اپنے بندون پر مہربان ہے، لیکن بندون نے ایسی
بد اعمالیان کین کہ آخر جلاوطن کیے گیے، اسی جلاوطنی کے زمانہ مین ان پر خبیث ارواح کا تسلط ہوا جن کے راضی
رکھنے کی کوشش کرنا عین مقتضائے دانشمندی ہے، ٹیلر کے زمانہ مین عام طور پر لوگون کو یقین تھا کہ مذہب
و اخلاق کے سرچشمے مختلف اور یہ دونون اتفاقاً (نعوذ باللہ) بانیان مذاہب کی چالاکی سے موجودہ مذہب
کی شکل مین متحد نظر آتے ہین لیکن اب اس غلط فہمی کا پردہ بھی چاک ہوگیا ہے، اور یہ امر عام طور پر تسلیم
کیا جاتا ہے کہ مذہب و اخلاق کا تعلق غیر منفک ہے بلکہ درحقیقت اخلاقی قانون مین جواز و عدم جواز کی بنیاد
بھی مذہب ہے،

مذکورہ بالا حالات کی بنا پر تو ہر کوئی ایسی سطحی النظری کا مجرم قرار دینا چاہئے جو اس کے زمانہ مین
علمی مضامین پر خامہ فرسا مصنفین کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے اس کے دل مین یہ شک بھی نہ پیدا ہوا
بلکہ نہ ہو سکا کہ مین جس چیز کی اس بے دردی سے دھجیان اڑا رہا ہون وہ کہین اس شے کا سنگ بنیاد
تو نہین جس کی مین اس جوش سے قدردانی کرنا چاہتا ہون کیونکہ اگر انسانی جمعیت کا مذہب کے بغیر بقار
ممکن نہین تو علم کا بقا اور بھی ناممکن ہوگا مختصر یہ کہ انسان ہوائی جہاز، لاسلکی تار اور اعلیٰ ریاضیات سے دست
بردار ہو سکتا ہے لیکن مذہبی عقائد اور اخلاقی دستور العمل کا سررشتہ ہاتھ سے نہین چھوڑ سکتا ورنہ دفعتاً اسکی
حالت کتون سے بدتر ہو جائے۔

علم و مذہب دونون انسان کی توجہ اپنی اپنی طرف منعطف کرنا چاہتے ہین، ان دو حریفون کی
بعض مابہ الافتراق خصوصیات پر اگر ہم ایک نظر ڈال لین تو ان کی معرکہ آرائی اچھی طرح ہماری سمجھ
مین آسکتی ہے، بعض خصوصیات تو بالکل ظاہر مثلاً مذہب ایک اخلاقی اور علم ایک غیر اخلاقی نظام ہے
مذہب کے نقطۂ نظر سے ضمیر اور حقوق العباد سب سے اہم ہین، لیکن علم کو، اگرچہ خود اس کا دارو مدار صداقت

شعار ہی کے اخلاقی فرض پر ہے، اخلاق کی سرمو پروا نہین بلکہ بعض اس کے ایسے علمبردار جو فلسفہ وعلوم طبعی کے جامع ہین اور بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین، ان کے نزدیک اخلاق قدر وقیمت کا لحاظ حق محض کے حصول مین سنگ راہ ثابت ہوتا ہے، علم کا معیار کم اور مذہب کا معیار کیف ہے، علم ہر شے کی موبمو پیمائش کرنا چاہتا ہے لیکن مذہب کو اوسکی ذرا بھی پروا نہین، وہ یہ معلوم کرنا نہین چاہتا کہ الف ب سے بڑا ہے یا چھوٹا بلکہ یہ دریافت کرنا چاہتا ہے کہ الف ب سے بہتر ہے یا بدتر، علم مشاہدہ واستقرار سے کام لیتا ہے لیکن مذہب ان اصول کو انسان کی زندگی پر منطبق کرتا ہے جو اس کے خیال مین قلب انسانی مین ودیعت ہین، علم کو کائنات مین صرف ایک ارادہ وفہم سے معری قانون نظر آتا ہے لیکن مذہب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس طلسم آرائی سے خالق کائنات کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے، علم انسان کی مجبوری کا قائل ہے مذہب اختیار کا، مذہب کے نزدیک انسان کا ارادہ سب سے بڑی چیز ہے، علم کے نزدیک دنیا کی ہر شے کسی نہ کسی گذشتہ سبب کا نتیجہ ہوتی ہے، علم کا تعلق حواس سے ہے مذہب کا باطنی اذعان سے، اسی لیے بسا اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محسوسات سے انکار کر رہا ہے، یہ آخری فرق ایسا اہم ہے کہ اس پر کسی قدر تفصیل سے غور کرنا چاہیے،

علم کا دار مدار چونکہ تمامتر حواس کی شہادت پر ہے اس لیے اسے دوسرون کی سند سے نفرت ہے علم جن لوگون کو ماہر لقب دیتا ہے ان کی رائے کی بنیاد ایسی چیزون پر ہوتی ہے جو ہر تحقیق خواہ کو دستیاب ہو سکتی ہے ورنہ ان کی رائے کی ذرہ بھر وقعت نہ ہو لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، وہ محسوسات خارجی کی تصدیق کا محتاج نہین، اس کے عقائد کی بنیاد ایسے اشخاص کے اقوال پر ہوتی ہے جن کے متعلق مختلف اسباب کی بنا پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ان کی رسائی اس منزل تک ہو چکی ہے جہان معمولی تشنہ لب تحقیق کا پہنچنا ناممکن ہے، اس کے پاس بانیان مذہب کے علاوہ کوئی بیرونی دلیل نہین ہوتی، اس لیے علم کے واسطے سند لازمی ہے لیکن علم کے ساتھ اس کا جمع ہونا ناممکن ہے، اس موقع پر ایک عام غلط فہمی کا رفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو مذاہب الہامی کہلاتے ہین صرف انہی کی نہین بلکہ تمام مذاہب کی

بنیاد سند پر ہے اس لیے اگر ہم بعض بخیال نظرہین کی طرح یہ فرض کرنا چاہتے ہین کہ مختلف مذاہب مین سے
بعض یا سب عوام کے خیالات کا قدرتی ثمرہ ہین تو اس کے یہ معنی ہین کہ ہم مذہب کی حقیقت غلط سمجھ رہے ہین،
خال خال صورتون کے علاوہ جو شخص مذہبی عقائد کا قائل ہوتا ہے، وہ اونکی تعلیم کسی نہ کسی زندہ یا مردہ انسان سے
حاصل کرتا ہے اور اپنے معلم کی سند پر وثوق رکھتا ہے، جن مذاہب کے تاریخی حالات معلوم ہین، ان کے متعلق
بلا استثنار یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونکی بنیاد کسی شخص واحد کی سند پر ہے اس لیے ہم قیاس وتمثیل سے کام لین
تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جن مذاہب کے حالات معلوم نہین اونکی بھی کسی نہ کسی شخص کی سند پر بنیاد ہوگی۔ مسرج،

ک، فریزر صاحب لکھتے ہین

"جن عظیم الشان مذہبی تحریکون نے انسانیت کی تہ تک مین جنبش پیدا کردی، ان کا آخری سرچشمہ
عوام کا نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل نہین بلکہ غیر معمولی دماغون کی دانستہ اور غور وخوض کے بعد کوشش
ہے" ان الفاظ مین عین حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے، البتہ نادانستہ اتحاد عمل اور دانستہ کوشش کا مقابلہ مغالطہ
سے خالی نہین، دنیا کی کونسی بڑی یا چھوٹی مذہبی تحریک عوام کے نادانستہ اور کورانہ اتحاد عمل سے پیدا ہوئی ہے؟
تاریخ یا تجربہ اوسکی ایک مثال بھی پیش نہین کرسکتا۔ مذہبی پیشوا یا اخلاقی مصلح کا وجود ہر زمانہ مین ضروری ہے
جس طرح کسی نظم یا تصویر کا وجود شاعر یا مصور کے وجود پر دلالت کرتا ہے اسی طرح مذہب خواہ وہ
کیسا ہی معمولی ہو اس کا وجود بانی مذہب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، بیشک بعض بانیان مذاہب کے نام
امتداد زمانہ سے نسیًا منسیًا ہوگئے ہین لیکن جو شخص اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہے کہ ان مذاہب
کا کوئی بانی نہین وہ غالبًا ہم کو یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہے کہ اشوری آثار مین پتھر کی چٹانون پر جو ابھری
ہوئی تصویرین نظر آتی ہین یہ از خود بن گئی ہین کیونکہ ہمین ان سنگ تراشون کے نام معلوم نہین
جنھون نے یہ تصویرین بنائی ہین، اخلاقی فرضیت کا خیال اگرچہ انسانی فطرت مین موجود ہے لیکن اخلاقی
نصائح کو قبول عام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی مستند شخص سے سند قبول حاصل کر لیتی ہین اور

وحشت وتمدن دونون زمانون مین اونکی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے،

مذکورۂ بالا بیان سے ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ علم غیر اخلاقی اور جبریت پسند ہے، وہ ایک فہم و نظر سے سری قانون کا قائل ہے، اُس کا دارمدار حواس کی شہادت پر ہے، وہ ہر شے کو کمیت کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اس کا طریقۂ استدلال استقرا ہے، اسے سند سے نفرت ہے، اس کے مقابلہ مین مذہب اخلاقی اور قدریت پسند ہے، آفرینشِ عالم کا ایک مقصد سمجھتا ہے، اپنا دارمدار شخصی اذعان پر رکھتا ہے حواس کی شہادت سے کام نہین لیتا، اپنے استدلال مین قیاس سے کام لیتا ہے (یعنی جزئیات کو کلیات سے مستنبط کرنا چاہتا ہے م) سند اوسکی جان ہے، مختصر یہ کہ مذہب شخصی اور علم غیر شخصی ہے اور قدرتاً یہی ہونا چاہئے کیونکہ ایک جسم سے بحث کرتا ہے، اور دوسرا روح سے لیکن اگر روح اور جسم کے بجائے اس سے عام تر الفاظ یعنی ذات اور ماحول استعمال کیے جائین تو یہ نکتہ واضح ہو جائے کہ مذہب وعلم کی معرکہ آرائی دراصل مدرکات خارجی اور مدرکات ذہنی کی باہمی نزاع یا بقول فلاسفۂ ہند عالم کی انا اور غیر انا مین تقسیم کی ایک شکل ہے یہی بنیادی اختلاف ان تمام مابہ الاختلاف امور کا سرچشمہ ہے جن پر گذشتہ صفحات مین تبصرہ کیا گیا ہے اور اسی کے تحت مین وہ امور بھی داخل ہین جنکا اب ہم ذکر کرنا چاہتے ہین،

اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ علم اور مذہب کا فرق فی البدیہہ بیان کرو تو وہ غالباً یہی کہیگا کہ ان مین سے ایک مقدس اور دوسرا غیر مقدس ہے، لیکن اوسکا یہ جواب بالکل صحیح ہے، تقدس واقعی مذہب کی خصوصیت ہے، دنیا مین کوئی شے نہین جو مذہبی ہو اور مقدس نہ ہو، تقدس کا دائرہ مذہب تک محدود نہین بلکہ یہ وصف ان چیزون مثلاً سامانِ آرائش، لباس، ظروف، مین بھی پایا جاتا ہے جو مذہبی اعمال مین کام آتی ہین، لیکن علم تقدس کے نام سے ناآشنا ہے، اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر شے کو تحلیل کرکے اس کے اصلی اجزا معلوم کیے جائین اور کیمیائی تغیر کیمیاوی ترکیب دریافت کرکے قوت و مادہ کی عام اصطلاحات مین بیان کیا جائے، اس لیے علمی تحقیقات مین تقدس کا لفظ بے معنی ہے کیونکہ اوسکا

نصب العین اسرار فطرت کی مکمل اور علانیہ تشریح ہے بلکہ یہ جذبہ اس حد تک قوی ہے کہ زندگی بھی ان اسباب تحلیل کی سرگرم جستجو تجسس کی گستاخ دستیوں سے محفوظ نہین، مذہب وعلم کے اس فرق سے ہم بخوبی واقف ہین، لیکن اسکی وجہ سے یہ نکتہ ایک حد تک ہم سے نظر انداز ہو جاتا ہے کہ تقدس کی طرح اخفا بھی مذہب کا ایک مابہ الامتیاز وصف ہے، اخفا اور تقدس مین بہت ہی قریب کا رشتہ ہے چنانچہ (انگریزی مین) ان کے تلفظ کی طرح ان کے معانی مین بھی گہرا تعلق ہے، مذہب کے علاوہ اور کوئی شے ایسی نہین جس کی فطرت مین اخفا کی شان موجود ہو، مذہب ایک ایسا گہرا راز ہے کہ اس پر بحث ممکن نہین لیکن یہ انسان کے سویدائے قلب کے اتنا قریب ہے کہ اوسکا بے نقاب ہوکے نظر کے سامنے آنا ممکن ہے اوسکی طرف زبان مبہم اشارے کر سکتی ہے لیکن صاف لب پر نہین لا سکتی، مذہب اس لیے راز ہے کہ یہ مقدس ہے، اگر اوسکا ایک وصف تشریف لیجائے تو دوسرا بھی رخصت ہو جائے، روح انسانی کا اندرونی حصہ ہی اس کائنات کا حقیقی راز ہے، انسان خواہ تنزل کی پست سے پست منزل تک پہنچ گیا ہو اوسکی روح ہی دنیا کی وہ مقدس ترین درگاہ ہے جس مین اگر کوئی قدم رکھ سکتا ہے تو وہ خود ہی رکھ سکتا ہے، اگر کسی آلہ کے ذریعہ سے دل کی حالت معلوم کرنا ممکن ہو تو علوم طبیعی کے حامل اور اپنے خیالات کی بنیاد مدرکات خارجی پر رکھنے والے علمار اپنے قلب کو اس آلہ کا سرمشق بنانے کے لیے تیار نہ ہون... لیکن بایں ہمہ علم کو اخفا سے نفرت ہے، تقدس اس کے نزدیک بے معنی اور اخفا اس کے نزدیک نفرت انگیز ہے، وہ اپنا تعلق صرف انھی چیزون سے رکھنا چاہتا ہے جو منظر عام پر لائی جا سکتی ہین، لیکن مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، اس مین غور و فکر سے زیادہ احساس کی ضرورت ہے، اخفا اس کے لیے لازمی ہے، اس کا یہ حکم ہے کہ جب تمھین نماز پڑھنا ہو تو اپنے کمرہ مین چلے جاؤ دروازے بند کر لو اور اپنے اس خدا سے دعا مانگو جو پوشیدہ ہے، یہ وہ ضرورت ہے جسے طفل مکتب بھی محسوس کرتا ہے اسی لیے وہ مدرسہ کی خوابگاہ مین سب کے سامنے نماز پڑھتے ہوے جھجکتا ہے۔

(باقی)

تلخیص و تبصرہ

"اسلامی کپڑے"

اسلامی حکمرانون نے صنعت و حرفت کی طرف خاص توجہ کی تھی، ہم اب تک جانتے تھے کہ ہندوستان ہی کو اپنے کپڑون پر ناز تھا، لیکن برطانوی عجائب خانہ مین بعض ایسے کپڑے کے ٹکڑے موجود ہین، جو اعلیٰ عرب صناعی کا بہترین نمونہ ہین، آج ہم ان مین سے بعض صنعتون کو تاریخ کی روشنی مین پیش کرتے ہین،

پارچہ ۱۲۲ یہ ایک ریشمی کپڑا ہے، جو سیاہ، ارغوانی اور بنفشی رنگ کے تاگون سے بنایا گیا ہے، اس مین تین دھاریان ہین، بیچلی دھاری مین ایک تصویر بنائی گئی ہے جس مین ایک شیر ایک ہرن کو درخت کے قریب پکڑے ہے، باقی دو دھاریون مین عربی عبارتین ہین، یہ تصویرین اور عبارتین پوری لمبائی مین دہرائی گئی ہین، یہ ٹکڑا شاید کسی عمامہ، یا ردا کا ہے، ۱۹۲۱ء مین لفٹنٹ کرنل آر، جی، گیرانڈرسن نے عجائب خانہ کو پیش کیا تھا، عبارت کے الفاظ یہ ہین،

"عز لمولٰنا السلطان الملك الناصر"

مصری سلاطین مین سے جنھون نے الناصر کا لقب اختیار کیا صلاح الدین یوسف (۱۱۷۱-۹۳ء) اور مملوکی ملوک محمد بن قلاؤن (۱۲۹۳-۱۳۴۱ء) احمد (۱۳۴۲ء) حسن (۱۳۴۷-۶۱ء) فرج (۱۳۹۹-۱۴۱۲ء) اور محمد بن قلاؤن بائع (۱۴۹۶ء) تھے، چونکہ یہ کپڑا مصر مین ملا ہے، اس لیے اگر ہم اس کو ان مین سے کسی ایک کے عہد کی طرف منسوب کرین تو شاید غلط ہوگا، مسٹر کنڈوک کا خیال ہے کہ اس کپڑے کی وضع، سلطان محمد بن قلاؤن کے عہد کے کپڑون سے بہت متشابہ ہے، مملوک سلاطین مین

یہ مشہور تھا اور دوسری چیزون پر بھی اس کا نام ملتا ہے، اس کے علاوہ دو ٹکڑے اس قسم کے اور ہین،
ان مین سے ایک برطانوی عجائب خانہ مین اور ہین، جن پر "الناصر" بنا ہوا ہے، یہ ٹکڑے بھی مصرہی مین
اسیوط کے قریب ملے تھے اور ان پر اس کا پورا نام لکھا ہے، دوسرا ٹکڑہ سینٹ میری چرچ، ڈنزگ
مین ہے، اس مین بھی "الناصر" ایک چڑیا کے بازو پر بنا ہوا ہے،

اسلامی کپڑون مین عبارت کے بعد عموماً تاریخ نہین بنی جاتی، لیکن پیرس مین ایک کپڑا ایسا ہے
جس مین تاریخ بھی موجود ہے اس کی عبارت یہ ہے،

۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲ ثمن واربعین واربعمایۃ"

عبارت نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کپڑا ۴۴۸ھ کا بنا ہوا ہے، یہ سنہ ۱۰۵۶ء کے مطابق ہے،
یہ سال فاطمی خلیفہ المستنصر کے ایام حکومت مین سے ہے،

(جرنل ایشیاٹک سوسائٹی)

فتوح مصر مصنفہ ابن عبد الحکم

اخبار علمیہ کے سلسلہ مین اس کتاب کی طباعت واشاعت کا ذکر آچکا ہے، آج ہم اس کا
مفصل ریویو جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین شایع ہوا ہے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین،

کتاب ۳۶۹ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ ۶۵ صفحہ کا مقدمہ ہے، چارلس
سی ٹوری نے اس کو اڈٹ اور ایل یونیورسٹی پریس نے شایع کیا ہے،

"ابن عبد الحکم ایک مصری عرب تھا، اس کی تصنیف جو نوین صدی عیسوی مین لکھی گئی
تھی اور اب مکمل طور سے شایع ہوئی ہے، عرب تاریخ کے ان قدیم اجزا مین ہے، جو ہم تک پہنچے
ہین، کتاب کا موضوع اس کے نام سے وسیع تر ہے، حتی کہ اس مین ان اصحاب کرامؓ کا تذکرہ

بھی ہے جو مصر مین داخل ہوئے تھے، کتاب تقریباً تمامتر احادیث وروایات پر مشتمل ہے، تاریخ فتوحات عرب کے لحاظ سے عموماً اور فتح مصر کے لحاظ سے خصوصاً یہ کتاب بہت وقیع ہے کہ اس مین وہ تمام روایات جو عربون کے تسخیر ملک سے متعلق ہین، ملتی ہین، مقامی تاریخ کی حیثیت سے بھی جو تفصیل اس مین ہے وہ کسی دوسری کتاب مین نہین، اس کی قدامت اگرچہ اس کے صحت کی دلیل ہے، تاہم بعض روایات افسانہ، بعض ضعیف اور بعض غلط ہین، کتاب کی ترتیب وطرز بیان بھی کچھ ایسا اچھا نہین ہے اور آدمی گھبرا جاتا ہے، چاہئے تھا کہ جو کچھ حالات ملے تھے وہ اس سے بہتر طریقہ سے لکھے جاتے، اس کمی کی وجہ سے تاریخ کا اصل مقصد ایک حد تک فوت ہو جاتا ہے، پھر باین ہمہ یہ ایک اہم منبع تاریخ ہے،

پروفیسر ٹوری نے اس کا بہت اچھا اڈیشن شایع کیا ہے، اصل کتاب مختلف قلمی نسخون سے جن مین سے ایک خاص طور سے بہتر ہے، ترتیب دی گئی ہے، اس اہم کام مین جو مشکلات پیش آئی ہین ان کو نہایت ہی قابلیت سے حل کیا گیا ہے، پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر احتیاط و دقت نظری سے کام لیا گیا ہے، غلطیان شاذ ہی ہین، اس مین ایک مقدمہ اور تشریح طلب الفاظ کے ضمیمہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے،

عالم ملکوت

دی ریویو آف ریلیجنز کا ایک فاضل نامہ نگار لکھتا ہے کہ فرشتون کے وجود، اونکی تخلیق اور اونکی عبادت کا علم ایک مشکل فن ہے، دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب نے اس کی طرف توجہ کی ہے، زردشتی برہمن، یہود، عیسائی اور مسلمان سب کے سب اس کے متعلق ایک خاص عقیدہ رکھتے ہین، اسلام نے اس موضوع کو زردشتی مذہب سے بہتر بیان کیا ہے کہ دوسرے مذاہب مین یہی سب سے زیادہ اس جانب مائل ہے، ہندؤن نے اس کو دیوتا پرستی کی صورت دے رکھی ہے، زردشتی بعض مواقع پر غلطی کر گئے ہین، اور عیسائیون مین اختلاف ہے، ایک فرقہ کا خیال ہے کہ اونکی عبادت بھی کرنی چاہئے اور دوسرا

اس کا مخالف ہے،

"ان کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بھی انسان کی طرح خداوند تعالیٰ کی مخلوق ہین، لیکن بعض آدمیون کا خیال ہے کہ اگرچہ اللہ پاک نے فرشتونکو مختلف فرائض کے انجام دینے کے لیے مقرر کیا ہے، تاہم وہ خدا ہی سے ملے ہوئے اور اس سے الگ نہین ہین، اسی عقیدہ نے اون کو فرشتون کی پرستش پر آمادہ کردیا ہے، مثلاً ہندؤن کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج، اور ستارون کے مختلف فرشتے ہین، جو اونکی حرکات پر نظر رکھتے ہین، پس اونھون نے ان چیزون کی اور ان کے ساتھ ان کے فرشتون کی عبادت شروع کردی، لیکن اسلام مین ایسا نہین ہے، وہ سکھاتا ہے کہ فرشتے خدا کی مخلوق ہین، قرآن کہتا ہے کہ "کیا ہم نے فرشتون کو عورت بنایا ہے حالانکہ وہ اس کے شاہد تھے" اس طرح خدا اور فرشتون کے ایک ہونے سے انکار کیا گیا ہے،

فرشتون کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اون مین جنس نہین ہے، نہ تو وہ مذکر ہین اور نہ مؤنث کیونکہ وہ نور سے پیدا کیے گیے ہین، ایک جگہ ہم قرآن مین پڑھتے ہین، "اور تم فرشتون کو مؤنث کہتے ہو؟" قرآن شریف ہم کو بتاتا ہے کہ فرشتون کے بھی مدارج ہوتے ہین، (۱) یہ وہ فرشتے ہین جو صفات الٰہی کو دنیا مین ظاہر کرتے ہین اور اس لیے اول درجے پر ہین، (۲) ان فرشتون کے مددگار، اور قربت خداوندی سے سرفراز ہین (۳) یہ وہ فرشتے ہین جو ہر ذرہ کی خصوصیت کے اظہار کے ذمہ دار ہوتے ہین وہ لاتعداد ہین کیونکہ دنیا کی مخلوق بھی بے شمار ہے، قرآن کہتا ہے "کوئی نہین، بلکہ صرف خداوند تعالیٰ اپنی مخلوقات کی تعداد جانتا ہے"

انسان کے برخلاف، فرشتے فطرتاً نیک معلوم ہوتے ہین اور ان مین برائی کی کوئی قوت نہین ہوتی، لیکن وہ مطیع و فرمانبردار ہوتے ہین اور اپنے خالق و مالک کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہین، قرآن کہتا ہے "کہ وہ اپنے مالک کی نافرمانی نہین کرتے، بلکہ ان کو جس بات کا حکم دیا جاتا ہے، اُسے بجا لاتے ہین"

علوم مشرقیہ کی تاریخ

جرمنی مین

دمشق کے عربی رسالہ "مجمع العلمی العربی" نے موجودہ یورپین مستشرقین کے پاس خطوط لکھے تھے کہ وہ اپنے اپنے ملک مین عربی زبان وادبیات کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجین اس سلسلہ مین جرمن پروفیسر بردکلمان نے جرمنی مین علوم عربیہ کی تعلیم واشاعت کی تاریخ لکھکر بھیجی ہے جو رسالہ مذکور نے رجب سنہ ۱۳۴۱ھ کے پرچہ مین شایع کیا ہے پروفیسر موصوف لکھتے ہین:

جرمنی مین عربی تعلیم کی حقیقی ابتدا اونیسوین صدی سے ہوئی، اگرچہ اس صدی سے پہلے بھی جرمن مدارس مین عربی کی تعلیم ہوتی تھی، لیکن موجودہ طرز پر تعلیم نہین دیجاتی تھی بلکہ عبرانی کتابون کی تفسیر اوسکا اصلی مقصد تھا، اگرچہ اٹھارہوین صدی مین بعض مدرسین نے جن مین یوحنا یعقوب ریسکہ المتوفی سنہ ۱۷۷۴ء اور اولاف غوستاف مدرس مدرسہ، دستوفیہ زیادہ مشہور ہین، علوم عربیہ کی ابتدا عمدہ طریقہ پر کی تھی، تاہم اس زمانہ مین جرمنی نے مشرقی معاملات کے متعلق کوئی نمایان شہرت حاصل نہین کی، البتہ آسٹرین لوگ سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تجارتی اور سیاسی تعلقات رکھتے تھے اور اس تقریب سے وائنا مین ترکی تعلیم نے ترقی حاصل کی اور علامہ وان ہامر المتوفی سنہ ۱۸۵۶ء نے اس کی تجدید کی، وہ علوم عربیہ کا بھی ذوق رکھتا تھا، اور اُنکی تاریخ مین ایک عظیم الشان کتاب بھی شایع کی، لیکن چونکہ وہ عربیت کا ماہر نہ تھا اس لیے وہ اس کتاب کو اُس کے اصلی درجہ تک نہ پہنچا سکا،

اونیسوین صدی کی ابتدا مین علامہ سلفستری ساسی جو یورپ مین عربی تعلیم بالخصوص صرف ونحو کا مجدد خیال کیا جاتا ہے پیرس کے مدرسہ مشرقیہ مین عربی علوم کی تعلیم دیتا تھا اس لیے بعض جرمن طلبا نے بھی جن مین مانیرغ میرخت فلیشر (سنہ ۱۸۰۱ء–سنہ ۱۸۸۸ء) اور مانیرغ ایغلد (سنہ ۱۷۸۸ء–سنہ ۱۸۶۱ء) بھی شامل

مین پیرس کا رخ کیا اور یہی دونون جرمن عربی جدید کے بانی قرار پائے، ان مین اول الذکر لیبزگ مین لغات مشرقیہ کا مدرس ہوگیا اور آخر الذکر نے گوٹنگن مین یہی خدمت انجام دی، اور دونون نے متعدد عربی کتابین لکھین اور بعض عربی کتابون کو ایڈٹ کیا اس کے بعد جمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کی بنیاد ڈالی گئی اور اس نے اپنا مشہور رسالہ جاری کیا اور عربی کی بہت سی نامعلوم کتابین شایع کین،

مشرقی زبانون کے طلبہ نے گوٹنجن اور لیبزگ کا رخ کیا اور الفلد کے تلامذہ مین نولدیکی نے سب سے زیادہ شہرت حاصل کی اور اس نے تاریخ قرآن پر ایک کتاب لکھی، بعض شعرائے جاہلیت کے دواوین کی تصحیح کی، تاریخ طبری کا جو ٹکڑا دولت ساسانیہ سے تعلق رکھتا ہے اوس کا ترجمہ کیا اور سامی بالخصوص سریانی زبان مین متعدد کتابین تالیف کین،

نولدیکی کے تلامذہ مین دو شخص یعنی اڈورڈ سخاو، اور بروکلمن زیادہ مشہور ہوئے، اور ان مین سخاو نے برلن مین مدرسہ شرقیہ کو قائم کیا اور بروکلمن نے آداب عربیہ کی تاریخ لکھی اور ابن قتیبہ کی عیون الاخبار کو شایع کیا، وہ برلن کے مدرسہ مین سخاو کا جانشین بھی ہوا اور ان کے علاوہ جرمنی مین اور بھی بہت سے مستشرق پیدا ہوگئے،

الفلد کے مشہور تلامذہ مین ولہاسن (۱۸۴۴ء - ۱۹۱۸) بھی ہے، جو گوٹنجن کے مدرسہ مین اس کا جانشین ہوا اور متعدد کتابین لکھین، الفلد کے تلامذہ اور ان تلامذہ کے تلامذہ کا مطمح نظر عرب کی تاریخ، عرب کے مذہب اور عربی آداب کی تنقید تھی، لیکن فلیشر اور اوس کے تلامذہ نے نحو عربی اور تنقید لغت کو خاص طور پر پیش نظر رکھا تھا، فلیشر کے مشہور تلامذہ مین علامہ توربکہ (۱۸۳۷ء - ۱۸۹۰) ہے جس نے حریری کی کتاب درۃ الغواص کو شایع کیا ان کے علاوہ اوغوست مولر (۱۸۲۸-۱۸۹۵) مورخ دول اسلامیہ اور بہت سے مشہور مستشرق ہین،

جرمنی مین الفلد اور فلیشر کے علاوہ دی ساسی کے اور بھی بہت سے تلامذہ ہین، جن مین غوستاف فلوغل (۱۸۰۲ء - ۱۸۷۰ء) اور ولیم آمورڈ (۱۸۳۴-۱۹۰۲) بھی شامل ہین، ان مین فلوغل نے حاجی

خلیفہ کی کتاب کشف الظنون اور فہرست ابن الندیم شائع کی ہے، اور تاریخ آداب عربیہ مین بکثرت رسائل لکھے ہین، ولیلم آورڈ نے شعرائے ستہ کے دواوین، اصمعیات عجاج اور رؤبہ وغیرہ کے دواوین کی تصحیح کی ہے، اور اس عظیم الشان جلدون مین کتب خانۂ برلن کی عربی کتابون کی فہرست لکھی ہے اس طرح تمام جرمن مدارس مین عربی علوم عام طور پر پھیل گیے، اور عظیم الشان ترقی حاصل کی، چنانچہ ۱۲ سال سے مجلۃ الجمعیۃ الشرقیۃ الالمانیہ کے علاوہ خاص طور پر تاریخ اسلام کے متعلق ایک رسالہ نکل رہا ہے، اور اس کے بانی کارل مانیرخ بیکر ہین جو اس وقت برلن کی وزارت تعلیم کے سکرٹری ہین،

اخبار علمیہ

انگلستان مین دنیا کی سب سے بڑی تحت البحر کشتی بن رہی ہے، اس مین ایک ۱۲ انچ کی توپ رہیگی یہ کشتی نہایت آسانی سے بم اندازی کرکے پانی کے نیچے ہو رہیگی، اپنی رفتار اور قوت کے لحاظ سے وہ دنیا کے ہر بڑے جہاز سے زیادہ بہتر و طاقتور ہوگی،

جرمنی نے اتحادیون کو ۲۲ء کے اختتام تک جو رقم بطور تاوان جنگ ادا کی ہے، اس کے اعداد مجلسِ تاوان نے شایع کیے ہین،

اس وقت تک کل ادا کردہ رقم کی تعداد ۲۵۹۲۰۰۰۰۰ پونڈ ہے، اس مین سے ۹۲۹۰۰۰۰۰ پونڈ نقد ہین اور ۱۶۶۳۰۰۰۰۰ پونڈ بصورت اشیاء،

اس مین سے ۱۹۶۱۰۰۰۰ پونڈ کی رقم، اتحادیون نے کوئلہ کے لیے جو پیشگی دی تھی اس مین اور ۱۲۲۴۰۰۰۰۰ پونڈ اتحادی افواج کے خرچ قیام کے مدین وضع کر لی، باقی رقم مین ۵۶۹۰۰۰۰ پونڈ برطانیہ ۱۴۵۰۰۰۰۰، فرانس اور ۲۶۲۷۰۰۰۰۰، پونڈ بلجیم کے ہاتھ آئے۔

کپتان، سی، ایچ، تھامسن نے حال ہی مین میمی، فلوریڈا کے جنوب مین ایک عظیم الجثہ اور عجیب الخلقت مچھلی شکار کی ہے، اس قسم کی کوئی مچھلی اب تک دیکھی نہین گئی تھی، ذیل کے اعداد سے آپ اس مچھلی کا کچھ تصور کر سکینگے،

لمبائی ۴۵ فٹ،

وزن ۱۵ ٹن یا ۳۳۶۰۰ پونڈ،

دور ۸ فٹ ۳ انچ

گولائی ۲۳ فٹ ۱۹ انچ،

منہ ۲۸ انچ چوڑا اور ۲۴ انچ گہرا، زبان ۱۴۰ انچ لانبی اور ہزارون دانت،

کھال ۳ انچ موٹی،

جس وقت اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس مین ۴۰۰ پونڈ کی ایک اور ۱۵۰۰ پونڈ کی ایک مچھلی نکلی، اس کے علاوہ ۵۰۰ پونڈ مونگے بھی تھے،

مغربی آسٹریلیا مین ایک بڑا موتی ملا ہے، جو ۱۰۲ گرین ہے، اس کی قیمت ۱۲۰۰۰ پونڈ ہے، اس وقت سب سے بڑے موتی کا وزن ۱۰۱ گرین تھا اور اس کی قیمت ۱۰۰۰۰ پونڈ تھی،

صرف حلقۂ لندن کے مدارس نے اسپتالون کے لیے ۵۷۰۰ پونڈ چندہ دیا ہے،

انگلستان کی مجلس اوقاف ۱۵۰۰۰ اوقاف کا انتظام کرتی ہے ان اوقاف کی مالیت تقریبا ۱۷۸۶۰۰۰۰ پونڈ ہے،

فرانس کے ایک ماہر نے ہوائی جہاز کو قابو مین رکھنے کا جو پرزہ ایجاد کیا تھا، اس کے صلہ مین اسے مختلف کمپنیون سے ۱۸۷۷۵ پونڈ اور حکومت سے ۲۴۵۰۰ پونڈ ملے ہین،

فرانس زراعت مین جس سرعت سے ترقی کر رہا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ ۱۹۱۱ء کی بہ نسبت ۲۵۰۰۰۰ مویشی بڑھ گئے ہین، اس وقت ۱۲۰۰۰۰۰ سور، ۹۰۰۰۰۰ بھیڑ اور ۴۰۰۰۰۰ گھوڑے زیادہ ہین،

مسز سٹرنر کے تین بچے ایک ساتھ پیدا ہوئے ہین، ان مین سے دو لڑکیان اور ایک لڑکا، اسی خاتون کو ۲ سال قبل دو توام لڑکے پیدا ہو چکے ہین،

لندن مین ایک ہوٹل تیار ہو رہا ہے جو سال بھر مین ۱۰۰۰۰۰۰ آدمیون کو کھانا کھلائیگا، اس مین بیک وقت ۴۵۰۰ آدمی اپنی بھوک و پیاس دور کر سکینگے، ان مہمانون کی خدمت کے لیے ۹۰۰ خادم ہر وقت حاضر رہینگی،

سنہ ۱۹۲۲ء مین عورتون نے اپنی ایجادات کو محفوظ کرانے کے لیے ۴۰۶ درخواستین دین، گذشتہ سال اونکی تعداد صرف ۲۹ تھی،

سنہ ۲۲ء مین انگلستان و ویلز مین شراب کے ۹ ۴۲۸ ۲۲۳۴ پیپے خرچ ہوئے،

گذشتہ جون مین، لندن مین مطبوعہ کتابون کی ایک نمائش ہوئی تھی، اس مین سینکڑون قسمون کی طباعت کے نمونے رکھے گئے تھے،

انگلستان کے ۳۱، مختصر فسانہ نویسون نے "میرا بہترین فسانہ" کے نام سے ایک مجموعہ شایع کیا ہے

اس مین ہر قصہ نویس نے اپنا بہترین قصہ پیش کیا ہی،

برلن سے ڈاکٹر کاہن وینر نے ایک کتاب ۵۷۶ صفحات اور ۲۰۰ تصاویر کی شایع کی ہے، اس مین مصر قدیم، بابل، ایران، اسلام، چین اور جاپان کے حالات ہین،

کیمبرج یونیورسٹی سے ایک تاریخی رسالہ عنقریب شایع ہوگا، اس کا مقصد، یونیورسٹی کی تاریخی کوششون کو پبلک کے سامنے پیش کرنا ہے، اس کے اڈیٹر تاریخ جدید کے پروفیسر مسٹر ایچ، ڈبلو، وی ٹمپرلی ہونگے، رسالہ ابھی سالانہ ہوگا، اس کی قیمت ۷ شلنگ ہو گی،

اسی یونیورسٹی نے اپنی برطانیہ کی خارجی تاریخ کے سلسلہ کی دوسری کڑی جو ۱۸۱۵ء سے ۱۸۶۶ء کے حالات پر مشتمل ہو، شایع کی ہے، سر اے، ڈبلو، وارڈ نے اسے اڈٹ کیا ہے،

جون کے آخری ہفتہ مین شاہی تعلیمی کانفرنس لندن مین منعقد ہوئی تھی، اس مین ابتدائی تعلیم کے تمام نئے طریقون کی نمایش کی گئی تھی اور نوآبادیات کے تقریباً ۵۰۰۰ ماہرین تعلیم اس مین شریک تھے،

گذشتہ مئی مین مدراس کے اخبارات نے ۱۳ سالہ لڑکے ماسٹر باروئے کی تصویر و حالات شایع کئے تھے، یہ لڑکا علم موسیقی مین غیر معمولی کمال رکھتا ہے، اور بیس سے زیادہ سازون کو استادانہ بجا سکتا ہے، اب اسٹیٹس مین نے سلی کے ایک ۱۱ سالہ سالہ لڑکے کا حال لکھا ہے، جو اس وقت اس فن مین استاد تسلیم کیا جاتا ہے اور ماہرین اس کی فوق الفطرت ذہانت سے حیران ہین،

ادبیات

کلام شاد

حضرت شاد عظیم آبادی

موجِ پیمانۂ تقدیر ہے گیسو تیرا
طاقِ میخانۂ توحید ہے ابرو تیرا

مہک اٹھا چمنِ دہر کا پتہ پتہ
راز چھپنے نہیں دیتی تری خوشبو تیرا

صفِ آخر میں ہوں میں ولا سفاک قاتل
خوف یہ ہے کہ تھکا جاتا ہے بازو تیرا

رک گئے کیوں درِ جنت پہ بہشتی سارے
کھل گیا ہو نہ مہکتا ہوا گیسو تیرا

سجدۂ خم کی طرف سب کو جھکا دیتا ہے
اس میں بھی طاق ہے ساقی خمِ ابرو تیرا

منہ نکالے تو بھلا ماہِ شبِ چار دہم
ماند کر دیگا چمکتا ہوا جگنو تیرا

جب نگہ ہوتی ہے گستاخ تری عاشق کی
منہ ترا دیکھ کے رہ جاتا ہے ابرو تیرا

نہ اگر دستِ حنائی کا اشارہ پائے
شانہ سلجھائے تو الجھا ہوا گیسو تیرا

ٹھوکریاں کھائیگا ساقی کی سنبھل جا اے مست
خون رلائیگا چھلکتا ہوا چلو تیرا

دل الجھتا ہے کہ کیونکر نکل آؤں منہ سے
ذکر سن لیتا ہے کانوں سے جو ہر سو تیرا

کیسی وحشت نہ رہا ایک کے بھی ہوش بجا
چوکڑی بھول کے منہ تکتے ہیں آہو تیرا

سرِ حباب تن پہ نہیں مجھکو سبکبار ہے
ٹل گیا بوجھ سلامت رہے بازو تیرا

سامنے خم ہے سمجھ بوجھ کے پینا اے مست
کوئی گرتے ہوئے پکڑیگا نہ بازو تیرا

کون ہوگا ترا غمخوار بتا بعد مرے
کون پونچھیگا ڈھلکتا ہوا آنسو تیرا

مانگنے کی نہ منگانے کی ضرورت اے مست شکر کر جام خداداد ہے چلو تیرا

مین تو کیا چیز ہون مینو کی جھکی ہر گردن یار اعجاز سے بھی بڑھ گیا جادو تیرا

شاد کیا کیجئے دیکھا نہین جاتا مجھسے

چہرہ اترا ہوا بہتا ہوا آنسو تیرا

پیام حسرت

وہ چپ ہو گیے مجھ سے کیا کہتے کہتے کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے

شب غم کس آرام سے سو گئے ہم فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تم کو مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبر ان کو اب تک نہین مر مٹے ہم دل زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بدگمان سب سے واعظ برا سنتے سنتے، برا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

حیات ثابت

جناب سید یامین صاحب ہاشمی بی اے

رو کے ایک تارے نے یہ مجھ سے کہا وقت سحر ہے بیاض صبح روشن مجھ کو تمہید سفر

اپنی ہستی کے لیے مین رات کا ممنون ہون زندگی میری فنائے صبح پر ہے منحصر

وائے قسمت میری کوئی مستقل ہستی نہین زندگی ممنون شب اور موت ممنون سحر

وہ بھی کیا مرنا جو لطف غیر کا شرمندہ ہو

زندگی وہ کیا جو مرگ غیر پر ہو منحصر

مطبوعات جدیدہ

انتصار الاتراک جزء اول، یہ گذشتہ جنگ اتراک و یونان کی ایک تاریخ ہے جس کو عربی زبان میں مصر کے ایک عیسائی فاضل جناب "حنا مناطر" نے روزانہ اخبارات کے مضامین سے ترتیب دیکر شایع کیا ہے، اس میں جنگ اناطولیہ کے حالات اور ترکان احرار کے کارناموں کو نہایت صحت کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، موقع موقع سے تصویریں بھی دی گئی ہیں یہ حصہ صرف فتح قسطنطنیہ تک کے حالات اور دنیائے اسلام کی عام مسرت و ابتہاج کا نقشہ پیش کرتا ہے، باقی حالات کے لئے دوسرے جز کا انتظار کرنا چاہئے جن لوگوں کو اس جنگ کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کا شوق ہو اس کتاب کو ضرور منگائیں، لکھائی، چھپائی اور تصویریں عمدہ نہیں، خلافت کمیٹی بمبئی سے اسکی قیمت اور ملنے کا پتہ معلوم ہو سکے گا،

انتخاب صحاح ستہ یہ حدیث کی چھٹوں مستند کتابوں کی ۵۷۹ منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جس سے ہر مذہب و ملت کے پیرو یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں، مولوی نیاز علی پنشنر اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس پنجاب نے اس کو ترتیب دیا ہے عربی متن کے ساتھ ان احادیث کا اردو ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے، ۹۰ صفحہ کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے، جس میں آنحضرت صلعم کے مختصر حالات، اور حدیث اور ائمہ حدیث پر مختصر تبصرے کئے گئے ہیں، بعض مواقع پر ترجمہ اور تفسیر میں غلطیاں بھی ہیں، صحیح مسلم اور بخاری میں (ریا و سمعہ) یعنی ریاکاری اور شہرت طلبی کی مذمت میں ایک حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

من یسمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ ،	جو اپنے کارناموں کا آپ اعلان کرتا رہتا ہے، خدا اسکو بدنام کردیتا ہے اور جو اپنی خوبیاں دکھایا کرتا ہے خدا اسکے عیوب کو کھول دیتا ہے،

نسیع سے مراد اپنے نیک کاموں کا ذکر کرنا اور "ریا" سے مراد لوگوں کو دکھانے کے لئے اور شہرت طلبی کی غرض سے نیک کام کرنا، مگر بعض شارحین کے نزدیک ریا سے مراد اپنی خوبیاں آپ ظاہر کرنا، اور تسمیع سے مراد اپنے معائب کا ذکر کرنا ہے لیکن جناب مولوی صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہی،

"جو شخص (کسی کے چھپے عیب لوگوں کو) سنائے یا دکھائے اللہ تعالیٰ اس کے چھپے عیب لوگوں کو سنائے اور دکھائے گا"

اس قسم کی معمولی لغزشوں کے علاوہ کتاب ہر طرح سے مفید ہے اور اُردو خواں شائقین حدیث کے مطالعہ کے لائق ہے، قیمت عہ، پتہ شیخ غلام علی تاجر کتب کشمیری بازار لاہور،

تعلیم القرآن، قرآن، آسان قاعدہ (مصنفہ خواجہ حسن نظامی صاحب) کا دوسرا حصہ ہے جس میں لڑکے لڑکیوں کی تعلیم قرآن کی غرض سے چند ابواب کے ماتحت قرآن مجید کی آیتیں ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں، اصل مقصود تو بچوں کو عربی الفاظ کا زبان پر رواں کرنا ہے تاکہ وہ قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکیں، لیکن مزید فائدہ کی غرض سے وہ آیتیں لی گئی ہیں جن میں، عقائد، عبادات، اور اخلاق کا بیان ہے، ہر آیت کے بعد اس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے، قیمت ۸ر لکھائی چھپائی عمدہ پتہ کارخانہ حلقۃ المشایخ دہلی،

چندن، ہندوستان کے افسانہ نویسوں میں منشی پریم چند کے بعد پنجاب میں جناب سدرشن کا نام لیا جاتا ہے یہ کتاب انہیں کے لکھے ہوئے چند افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں مختصر قصوں میں ہندوستانیوں کے بلند اخلاق دلچسپ انداز اور روزمرہ کے واقعات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے، یہ افسانہ بجائے خود سبق آموز، موثر، اور دل کش ہے، بیچ بیچ میں زبان کی خامیاں گراں گذرتی ہیں عبارت سادہ اور سلیس ہے، واقعات کا عام انتخاب بھی ستایش کے قابل ہے، تقطیع چھوٹی مجلد خوشنما،

آفتاب دمشق، مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی کا اس نام سے ایک نیا ناول شائع ہوا ہے جسمیں خلافت راشدہ کے زمانہ کے مجاہدانہ کارناموں کو عشق و محبت کی داستان میں پیش کیا گیا ہے، یونس اور سلمونیہ اس ناول کے ہیرو ہیں، یونس یقیناً کوئی صحابی یا تابعی ہے، مگر وہ جس طریقہ سے اظہار عشق کرتا ہے اس میں تقدس کی بو تک نہیں آتی، یونس سلمونیہ سے پہلی مرتبہ ایک خفیہ مکان میں ملتا ہے، یہ صورت واقعہ اس عہد کے مقدس اخلاق کی غلط تصویر ہے، پہلی ہی ملاقات میں یونس اظہار عشق کرنے لگتا ہے فریضۂ تبلیغ سے بالکل غافل ہے، خلیفہ کا پیغام جس اچانک طریقہ سے اہل شام کی محفل عید کو درہم برہم کر دیتا ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا اصول تھا، "اسلام یا جنگ"، رومنس جس طریقہ سے اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر خالد سے ملتا ہے اس سے اسلام کی حقانیت ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ رومنس کی قومی غداری کا ثبوت ملتا ہے، دشمن نے ہر موقع پر صحابہ کو وحشی، غیر مہذب اور ناخدا ترس کہا کسی موقع پر کسی دشمن نے فضائلِ صحابہ کا اعتراف نہیں کیا نہ سارے قصہ میں ایسے واقعات ہیں جو ان کے اس الزام کو دفع کرتے ہوں، مولوی صاحب کو ٹریجڈی کے ساتھ عشق ہے، مگر اس کے لئے صرف خودکشی کا ایک طریقہ ہر جگہ موزوں نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ افسانہ نویسی کے بھی مختلف شعبے ہیں، مولوی صاحب موصوف، ہندوستان کی زنانہ معاشرت، بول، چال، رسوم ورواج اور اُن کے متعلق مصلحانہ خیالات کو ان کے مذاق کے مطابق خوب ادا کر سکتے ہیں، اس لئے اس کامیاب شعبہ فن کو چھوڑ کر کسی نئے انداز میں کامیابی مشق و مہارت چاہتی ہے، کتاب اچھی چھپی ہے، قیمت ۱۲؍، پتہ عبد الرشید اینڈ برادرس لوہاری دروازہ لاہور

جوئے شیر، خان بہادر حاجی حکیم عبد الرحیم صاحب نے اس کتاب میں دودھ کے استعمال کی مختلف طبی صورتیں یکجا کرائی ہیں، اون کا خیال ہے کہ دودھ چند ترکیبوں کے بدلنے سے مختلف امراض کا علاج ہے، قیمت ۴؍ پتہ عبد الرزاق تاجر کتب قادریہ بک ڈپو موچی بازار، عسکر جگلور،

مذہب پر تفصیلی مباحث ہیں، صفحات ۲۲۵

لغات جدیدہ یعنی عربی کے جدید الفاظ کی ڈکشنری ، ۱۲ر

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر، طبع سوم مع تصحیح و ترمیم ، ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم ، ۳ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقۂ اہل السنۃ والجماعۃ کے اصولی عقائد کی تحقیق ، (زیر طبع) ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا مالک پر تبصرہ ۱۲ر

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون و کتبوں سے ان کا ثبوت ، ۱۰ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں، مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں ، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں ، ۵ر

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ، ۴ر

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحے ۳ر

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل، صفحات ۵۰۰ قیمت عہ

انقلاب الامم ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم ، قیمت عاَر

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع ، قیمت عہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عاَ غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد ۶ر

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی ، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ، عاَر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول سے ر، جلد دوم عاَ،

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و عاَر

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عاَر

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیات کی سوانح عمریان اور ان کے علمی و اخلاقی کارنامے، قیمت ۸/

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۲/

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات در بارہ جمع قرآن کا جواب قسم اول، ۲/ دوم ۲/

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، ۱۰/

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، ملک رہنماؤن کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۲۳، ۱۲/

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۸/

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۳/

مذہب کی باتین بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۲/

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۴/

اثبات واجب الوجود یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر ۸/

تاریخ ابو البشر، کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۸/

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸/

رموز فطرت، طبیعیات، طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۸/

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد، ۱/

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۴/

نعت پیمبر، عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۸/

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی و عمدگی کیساتھ سلیس زبان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحے ۲۰۱، ۱/

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے، صفحہ ۲۱۳، قیمت ۸/

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب، ۱/

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب ۱/

متفرق کتابین

یاد ایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلماء کی کتاب جس مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے ہین اور وہان کے امرا و وزرا اور علما اور مشائخ کے حالات اور علوم و فنون کی ترقی نہایت دلچسپ تحقیق و تفصیل سے لکھے ہین، ۱۲/

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور فرنچ سیاح کی کتاب قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے

بدیہہ گوئی، جناب جوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی، فارسی اور اردو کے شعرا اور ادیبون کی بدیہہ گوئی کے عجیب واقعات یکجا کیے ہین، قیمت ۱۲/

رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

مجلد دوازدہم | ماہ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

اکتوبر کا پرچہ تین ہفتہ کی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے، ناظرین معارف کے بیتابانہ خطوط اور اون کے انتظار کی برہمی شکایت نہین، بلکہ شکریہ کی مستحق ہی، کہ وہ ان چند اوراق کے مجموعہ کو اس درجہ محبوب و عزیز رکھتے ہین کہ اوس کے قدوم کی چند روزہ تاخیر بھی اون کو مکدر اور ملول کر دیتی ہی، یہ اتفاقی تاخیر، میری علالت اور ایک ضروری سفر کے باعث پیش آئی، آیندہ پرچہ بھی تیار ہی اور کوشش ہی کہ وہ وقت پر شائع ہو،

کہا جاتا ہی کہ ہندوستانِ قدیم کے خمیر مین گو ریاضیت، فلسفیت اور ادبیت کے تین عناصر ابتدا سے پائے جاتے ہین، مگر تاریخیت کے چوتھے عنصر کی اوس مین ہمیشہ کمی رہی، یہی سبب ہی کہ ہندوستان کے پرانے علمی ذخیرہ مین تاریخ کا سرمایہ بمنزلۂ صفر ہے، لیکن یہ دیکھکر خوشی ہوتی ہی کہ ہندوستان کے پرانے فرزند، کچھ تو مسلمانون کی آمد کے بعد سے اور کچھ موجودہ تعلیم کے اثر سے اس کمی کو جلدی جلدی پوری کر دینا چاہتے ہین، مگر آپ جانتے ہین کہ جو غذا اچھی طرح چبائی نہین جاتی اور جلد جلد کھائی جاتی ہی وہ عموماً بدہضمی پیدا کرتی ہی، موجودہ جدید ہندو تعلیم یافتہ مؤرخین، یا علم تاریخ کے شائقین نے تاریخ نگاری کا جو نمونہ اپنے سامنے رکھا ہی، وہ ہندوستان کا پرانا نمونہ **مہابھارت** اور **رامائن** ہی، جس مین افسانہ کو تاریخ کا لقب دیا جاتا ہے، یا یورپ کی جدید تخئیلی تاریخ کا طرز ہی، جس مین تاریخ افسانہ بن جاتی ہی،

ہمارے پاس ملک کے گوشون سے اکثر احباب، انگریزی اخبارات و رسائل کے ایسے مضامین کے ٹکڑے کاٹ کر اس غرض سے بھیجا کرتے ہین کہ معارف مین اون کی تصحیح کی جائے اور اون کے جوابات لکھے جائین

اِس سلسلہ مین قابل ذکر ہندو اہل قلم جدوناتھ سرکار ہین، جنھون نے اپنی علمی زندگی کا نصب العین عموماً سلاطین تیموری کی تاریخ، اور خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کے واقعات کو قرار دیا ہے، ان کی مستقل تصنیفات کے علاوہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ انھین مباحث پر اونکے محبوب رسالہ ماڈرن ریویو کلکتہ مین اونکے مضامین نکلتے رہتے ہین بنگالی اور مرہٹی افسانہ نویسون نے تیموری بیگمات کے حسن و عشق کے افسانون کو اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ ناواقف ہندو اصحاب اون کو تاریخی واقعات یقین کرنے لگتے ہین،

سلاطین تیموری مین، سب سے زیادہ بدنام "مسلمان بادشاہ" **عالمگیر** ہے، اوس کو دوست و دشمن مشرقی و مغربی تمام مصنفین زہد پیشہ اور متقی جانتے ہین، مگر سرکار نے بڑی محنت سے فرامین عالمگیری نام کسی "کہنہ مجموعہ" کا پتہ لگایا ہے، اور جس کو مع انگریزی ترجمہ کے چھاپا بھی ہے، اور اوس کی سند پر اوسکے ایک خوش جمال کنیز پر فریفتہ ہوکر غش کھا کر گر جانے کی ایک داستان مشتہر کی ہے،

ایک مرہٹی افسانہ نویس نے ایک قصہ گھڑا ہے کہ روشن آرا (بنت عالمگیر) سیواجی پر دل و جان سے عاشق تھی، اور اوسی "محبوبہ حرم" کی کوششون کا نتیجہ تھا کہ سیواجی دلی کی نظربندی سے بھاگ کر نکل سکا، اور اپنے ساتھ اپنی شیدا کو بھی دلی کے محل سے نکالکر مہاراشٹر کے پہاڑی قلعہ مین لے آیا، بمبئی مین آجکل ایک ناٹک کھیلا جا رہا ہے، جس مین مہرالنسا نامی اکبر کی ایک فرضی لڑکی ایک راجپوت پر عاشق ہوتی ہے،

چند روز ہوئے کہ ہمارے پاس ایک دوست نے "امرتا بازار پتریکا" مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۳ء کا ایک ٹکڑا کاٹکر بھیجا ہے، جس مین "پرنسلی انڈیا" مصنفہ ہیم چندر رائے ایم اے (بنگال) کے حوالہ سے "حرم سرائے مغل اعظم" کے زیر عنوان ایک کالم کا مضمون شائع ہوا ہے، جس مین نہایت بیباکی سے روشن آرا، اور سیواجی کے فرضی قصہ کا

حوالہ دیکر اورنگ زیب کی ایک زخمی بیوی گلنار بیگم کا قصہ لکھا گیا ہے، راجہ جسونت سنگھ عالمگیر کا ایک ناپسند افسر تھا، جس کو اوس نے آخر مین کابل کی حکومت تفویض کی تھی، راجہ کے مرنے پر عالمگیر نے اوس کے دونون بیٹون کو اپنی تربیت مین لینے کا ارادہ کیا تھا، مگر رانی اپنے بیٹون کو لیکر راجپوتون کی مدد سے چل کھڑی ہوئی تھی، اس مصنف نے واقعہ کو گلنار اور رانی کی باہمی عداوتون پر محمول قرار دیا ہے، اور یہ دکھایا ہے، کہ رانی اور اوس کے بیٹون کے ساتھ عالمگیر کا یہ طرز عمل گلنار کی فرمائشون کی تعمیل تھی، اور عالمگیر سا بادشاہ جس کو ہر مورخ مستقل مزاج اور خود رائے کہتا ہی، وہ ہیم چندر رائے کی تحقیق مین زن مرید تھا،

"شتر مرغ" آپ جانتے ہین کہ ایک عظیم الجثہ پرندہ ہی، اوس کی نسبت فارسی مین ایک قصہ ہی، کہ جب ایک ایرانی شکاری نے اوس کو پرندہ سمجھکر شکار کرنا چاہا تو اوس نے کہا کہ "مین تو شتر (اونٹ) ہون، اور جب اوسکو اونٹ سمجھکر اوس نے اپنا سامان اور اسباب لادنا چاہا، تو اوس نے معذرت کی کہ "مین تو مرغ ہون، اسباب لادنا میرا کام نہین" بعینہٖ اسی طرح یورپ نے "تاریخی افسانہ" کے نام سے ایک "علمی شتر مرغ" خلق کیا ہی، ناظرین کے سامنے اوس کو پیش کیا جاتا ہی تو یقین دلایا جاتا ہی، یا یہ یقین پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہی کہ یہ سرتاپا تاریخی ہے اور جب آپ اوس پر تاریخی حیثیت سے اعتراضات کرینگے کہ اس کے یہ مندرجہ واقعات اصلیت سے خالی ہین تو جواب ملیگا کہ یہ افسانہ ہی، اس مین تاریخ سے تطبیق کی تلاش کیون ہی؟ یورپین افسانہ نویسون نے اسی طریقہ تحریر کی ذریعہ سے ترکون کی اخلاقی اور خانگی زندگی کی یورپ مین بدترین تشہیر کی ہی، اور اب اوسی قسم کا پروپگنڈا مسلمان سلاطین کے خلاف یورپین افسانہ نویسون کے بہترین مقلد بنگالی، مرہٹی اور گجراتی افسانہ نویس پھیلا رہے ہین، کیا وہ بتا سکتے ہین کہ وہ اس طریقہ سے ملک یا علم کس کی خدمت انجام دے رہے ہین؟

ایک دفعہ ایک انگریزی خاتون سے زیرسایہ برطانیہ ہندوستان کی تعلیمی ترقی پر گفتگو ہو رہی تھی مین نے

کہا کہ لکھنا پڑھنا، دنیا کے دوسرے پیشون اور حرفتون کی طرح ایک پیشہ اور حرفت ہو، اس مین شک نہین کہ ہندوستان کے لوگ اب اِس پیشہ اور حرفت کو پہلے سے زیادہ جانتے ہین، مگر حقیقت اصلی اخلاقی تعلیم، جو تربیت سے عبارت ہی، ہندوستان اوس سے روز بروز عاری ہوتا جاتا ہی، اب فرقۂ ہنود مین اون کے اسلاف کی سی شجاعت سپاہیانہ بہادری، عزم، استقلال، علوئے ہمت، خودداری، سچائی، سادگی، نیکی، اور بداخلاقانہ نقائص سے پاکی کہان ہی؟ اب اگر لکھنے پڑھنے والے پہلے سے زیادہ ہین، تو ہندوستان تو ہندوستان، یورپ بھی مذہبی تعلیم چھوڑ کر، اور مدنی تعلیم اختیار کر کے پہلے سے بہت زیادہ بدتر اور زودتر ہوگیا ہی، قدیم طرز تمدن مین، اگر عیش پرست صرف سلاطین اور امرا ہوتے تھے، تو اب جدید تمدن کے بدولت یہ سعادت عوام اور قلیون تک پہنچ گئی ہی،

احاطۂ بمبئی ہندوستان کے اون خوش قسمت صوبون مین سے ہو نئی تعلیم کے برکات سے سب سے زیادہ بہرہ مند ہی، لیکن تعلیم کے اِس بہتات کے ساتھ، تربیت کی اِس کمی کو ملاحظہ کیجئے، کہ ۱۹۲۲ء مین وہان ایک لاکھ پچھتر ہزار دیوانی مقدمے دائر ہوئے، فوجداری کے جرائم کی تعداد ایک لاکھ انہتر ہزار رہی، مجرمون کی تعداد دو لاکھ ساڑھے بائیس ہزار تھی، جن مین سے صرف ایک لاکھ انتالیس ہزار مجرمون کے نام سے سزایاب ہوئے، کیا تعلیم کی افراط تربیت کے نقص کی کچھ بھی تلافی کر سکی؟

اُردو کے لطیف انشاپرداز ایم مہدی حسن مرحوم (افادی الاقتصادی) کی یاد اب تک اون کے قدردانون کے دلون مین باقی ہوگی، مرحوم کی زندگی کی خالص خصوصیت لطافت پسندی تھی، جس سے اون کی زندگی کا کوئی شعبہ خالی نہ تھا، رہنا سہنا، پہننا اوڑھنا، پڑھنا، لکھنا، سفر اور قیام، خیال اور تصور، تحریر اور تقریر ہر شے مین اون کی یہ خصوصیت نمایان تھی، مولانا شبلی مرحوم کے لٹریچر کے وہ شیدا تھے، وہ ڈھونڈھ کر

عمدہ سے عمدہ لفافے اور کاغذ مولانا کے پاس بھیجتے تھے کہ وہ اون پر اون کو خط لکھیں، جب وہ ان مصنفین سے کتابین منگواتے تھے تو فرمایش ہوتی تھی کہ کتاب کی ایک ایک فرد دیکھ لی جائے کہ وہ داغدار نہو، پیکٹ بھدا نہ بندھے، وہ تھے لطیف اور جنس لطیف کے سچے ناقد، عاشق اور قدردان تھے، اون کی تحریر کا طرز بھی اسی انداز کا تھا، وہ ایک نہایت ہی لطیف طریقۂ انشا کے اُردو مین موجد تھے، جو پستی و ابتذال سے پاک، اور شگفتگی اور رنگینی سے معمور ہوتا تھا، اون کے نِج کے خطوط بھی اسی عطر مین ڈوبے ہوتے تھے، اور اپنے مراسلت رکھنے والون سے بھی اسی اہتمام اور توجہ کے طالب رہتے تھے، اون کے مضامین سنہ ۱۸۹۰ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک متعدد رسائل مین طبع ہوتے رہے،

اللہ تعالیٰ نے اون کو ایک رفیقۂ زندگی (بیوی) بھی اونھین کے خیال کے مطابق عطا کیا تھا، اور یہ سب سے بڑی دولت ہے جو ایک شوہر کو میسر آسکتی ہے، مرحوم نے اونکی تعلیم و تربیت اپنے ہی اُصول پر کی تھی کہ وہ بالکل اونکا عکس اور آئینہ بن گئین، انتہا یہ ہے کہ طریقۂ تحریر اور خط مین بھی اپنے شوہر مرحوم کی پوری تقلید اونھون نے کی، اب جب کبھی اونکا خط آتا ہے، دل کانپ جاتا ہے کہ الٰہی! مہدی مرحوم کی تحریر!

مہدی بیگم نے اپنے شوہر کی زندگی مین اونکی بہترین خدمت کی ہوگی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اونکے مرنے کے بعد جو خدمت اونھون نے اپنے شوہر کی انجام دی، وہ گذشتہ سے بدرجہا بہتر اور گران تر ہے، اونھون نے اپنے شوہر کے متفرق مضامین اور تحریرون کو اخبارات اور رسائل کے پُرانے فائلون سے نکالکر یکجا جمع کیا، اور اونکا ایک مجموعہ نہایت صفائی، عمدگی، اور حسن سلیقہ کے ساتھ بہترین کاغذ پر چھپوا کر شایع کیا ہے، اور اوس کا نام **افادات مہدی** رکھا ہے، مہدی مرحوم کی جسمانی اولادین متعدد ہین، مگر اون کی یہ روحانی اولاد ہمیشہ یادگار رہیگی،

مقالات

ارضِ مقدس کی داستان

بہار خلافت کانفرنس کے خطبۂ صدارت

کا

ایک حصّہ

از

سید سلیمان ندوی

دنیا کی گذشتہ مہیب جنگ جس مین حیوان صفت انسانون نے درندون اور بھیڑیون کی طرح ایک دوسرے کو چیرا اور پھاڑا، اور اس کا نام اپنی اصطلاح مین "نوعِ انسان کی عظیم الشان ترقی اور تکمیل" رکھا، اوس کو ختم ہوئے چند سال گذر چکے، بڑی بڑی کانفرنسون اور معاہدون نے اختتام جنگ کا بار بار اعلان کیا، ملکون ملکون صلح کے جشن منائے گئے، کامیابیون کی یادگارین بنائی جا رہی ہین، فتوحات کے منارے کھڑے کئے جا رہے ہین، اور انسانیت کو اوس کی بقا، اور تحفظ اور جنگ کے شرِ عظیم سے نجات پانے کی خوشی مین مبارکبادین دی جا رہی ہین، اور امن و سلامتی کے گیت اور ترانون سے فاتح قومون کے شہر اور دیہات گونج رہے ہین، مگر حقیقت بین نظر سے پوچھو کہ کیا اوس کو امن و سلامتی کے اندرونی مناظر بھی کہین نظر آتے ہین؟ دلون کے گوشون مین، سکون و طمانیت کی کوئی لہر ہے؟ قومون کے جذبات اور تحریکات مین امن پسندی کی کوئی جھلک ہے؟ سمندر کی ظاہری سطح کسیقدر ساکن ہو مگر سمندر کی سطح مین لہرون کی تڑپ، موجون کی جنبش، طوفان کی برہمی، سب کچھ موجود ہے، تاجہا تک

مسلمانون کا تعلق ہو اوس وقت تک سکون و اطمینان کی دولت دنیا کو میسر نہین آسکتی، جب تک جزیرۃ العرب کا مسئلہ اون کے منشاء کے موافق طے نہ ہولے، جزیرۃ العرب دنیا کی دوسری قومون کے نزدیک ایک خشک، بنجر، بے آب و گیاہ صحرا، ریگستان اور کوہستان ہو، لیکن اسلام کے نزدیک یہی اوس کی سب سے بڑی دولت، یہی اوس کی سب سے بڑی متاع، یہی اوس کا سب سے بڑا خزانہ ہو، جس پر وہ اپنی ہر دولت نثار، اپنی ہر متاع قربان، اور اپنا ہر خزانہ نچھاور کرنے کو طیار ہو، جزیرۃ العرب کیا ہو؟ پیغمبرون کا مولد، انبیاء کا مسکن، رسولون کا موطن، اسلام کی زندگی کا سرچشمہ، قرآن کا مہبط، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و مدفن، صحابۂ کرام کی کوششون کا جولانگاہ، ائمہ اور بزرگون کا خوابگاہ! وہ **حجاز** ہی کی سرزمین تھی جہان آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس دنیا کی زمین پر قدم رکھا، اور کعبۃ اللہ عرش الٰہی کا اِس عالم مادّی مین سایہ اور تمثال بنا، اور اسلیئے وہ دنیا کے آخری پیغام سننے والون کا قبلہ اور مرکز بنا، **عراق** وہ سرزمین ہے جہان سے نوحؑ کا طوفان اُٹھا، یہ وہ مقام ہو جہان "مسلمِ اول" ابراہیم خلیل اللہ نے وجود پاکر آذر کا بتخانہ اور نمرود کا دار الغرور توڑا، اور اس طرح یہ اسلام کا پہلا گھر ہو، جہان مسلمانون کا پہلا گھرانا آباد ہوا، یہی وہ سرزمین ہو جہان یونسؑ نے گنہگارون کو اپنی دردناک آواز سے پکار کر اون کے دلون کو متاثر اور آنکھون کو اشک بار کیا،

شام زمین کا وہ گوشہ ہو جہان ربانی رحمت کے چشمہ بار بار اُبلتے رہتے اور ہدایت الٰہی کی بجلیان دم بدم کوندتی رہین، ابراہیم خلیل اللہ کا دار الہجرۃ، اون کے مقدس سیاحت کی منزل، اور اون کے جسد اطہر کا خوابگاہ، اور اون کے نسل اسحٰق کے ہزارون پیغمبرون کا مولد و مدفن ہو، یہین وہ بیت القدس ہو جو داؤد و سلیمانؑ کی تعمیر، انبیاء کا مدرج، معراج محمدی کی پہلی منزل، مسلمانون کا سابقہ قبلہ، اور اسلام کا تیسرا حرم ہو، آگے بڑھکر بحر میّت کا کنارہ لوطؑ کا خیمہ گاہ ہو، بحر احمر کے کنارہ مدین کی زمین شعیبؑ کا وطن اور حضرت موسیٰؑ کی ہجرت گاہ ہو، اِسی کے قریب حضرت ایوبؑ کا خیمہ تھا، اس کے بعد تبوک کے قریب

ثمود کا مسکن، اور حضرت صالح کی وحی کا مہبط تھا، یمن ملکۂ عاد کی یادگار، اور حضرت ہود کی نبوت کا مقام تھا، حجاز کو کیا کہوں کہ اوس کا ذرہ ذرہ اسلام کے آسمان کا ستارہ، اور اوس کی گلی گلی جبریل امین کی منزل، اور چالیس کروڑ قلوب کا مرکز و مرجع ہے، جس طرف دن مین پانچ بار لاکھوں پیشانیان گرتی اور اوٹھتی ہین، یہی وہ وادیٔ غیر ذی ذرع ہے، جہان ایک مقدس باپ نے اپنے ایک مقدس بیٹے کو خدا کے نام پر بھینٹ چڑھایا، جہان ایک مقدس شوہر نے اپنی عفیف بیوی اور اکلوتے بچے کو صحرائے بے نام و نشان مین چھوڑ کر خدا کے حکم کی بجا آوری کی، یہی وہ مقام اقدس ہے جہان ایک بزرگ باپ نے معمار اور ایک فرمانبردار بیٹے نے مزدور بنکر خدا کا پہلا گھر بنایا اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ اسی کی شان، اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ اسی کی خبر ہے، یہین ایک پتھر کی چٹان پر کھڑے ہوکر ابراہیم و اسمٰعیل نے ملکر نسل انسانی کی بھلائی کے لیئے نبی اُمّی کے ظہور کی دعا مانگی تھی ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم آیاتك ویعلمھم الکتاب و الحکمة ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم ۰ (بقرہ) وہ نبی امی جب ظاہر ہوا، تو شہر مکہ اوس کا مولد، اور مدینہ اوس کا مدفن ہوا، یہی وہ شہر ہے جہان ہدایت کا آخری سرچشمہ اُبلا، یہین وہ بلد امین ہے جس کی خدائے عزیز نے قسم کھائی، یہین وہ حرم ہے جس کو خدا نے امن کا گھر اور مخلوق کا مرجع بنایا وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا غرض اس سرزمین کا کون سا گوشہ ہے جو ہماری عقیدت گاہ نہین، جہان شہدائے اسلام کے خون کے قطرے نہین گرے، جہان اسلام کے اولیاء اور اماموں کا مدفن نہین، جہان اسلام کی سیزدہ صدسالہ عزت و وقار کا خزانہ دفن نہین، یہی وہ حدود ہین جہان اسلام کی پہلی تاریخ بنی، جہان اسلام کی تہذیب و تمدن کی مشعلین روشن ہوئین، **حجاز** خلافت راشدہ کا گہوارہ، **شام** خلافت بنی امیہ کا گھر، اور **عراق** خلافت عباسیہ کا عہد ہے، یہی وہ آبادیان ہین جہان علوم اسلامیہ کی ترتیب و تدوین ہوئی، **بصرہ** حسن بصری رض کا مرقد اور علم کلام کا مولد، **کوفہ** علی مرتضی اسد اللہ الغالب کی شہادتگاہ، اور آماجگاہ، یہین

فرات کے کنارے خانوادۂ نبوت کا مظلوم کاروان لٹا تھا، حسینؑ کا مشہد، علی اصغرؑ و اکبرؑ کا مقتل عباسؑ کی شہادتگاہ ہی، یعنی بہترؔ مقدس نفوس کے خون کا فوارہ یہین بہا تھا، الحاصل اسلام کی تاریخ کا خلاصہ اور مسلمانون کی دولت کا گنج گرانمایہ اسی جزیرۂ عرب کے کھنڈرون، صحرائون، ریگستانون اور دریا نون مین مدفون ہی،

چپہ چپہ پہ ہے یہان گوہرِ یکتا نہ خاک　　دفن ہوگا نہ کہین ایسا خزانہ ہرگز

اس تفصیل کے بعد دنیا کے ہر منصف مزاج سے اپیل ہی کہ فیصلہ کرے کہ اس ارض اقدس کی امانت دنیا کی کس قوم کے سپرد ہونی چاہیئے؟ یہود آگے بڑھین گے لیکن اون سے کہدیا جائیگا کہ بابل اور شہر یروشلم کے سوا تم کو جزیرۂ عرب کے اِس وسیع حدود مین سے اور کس کا دعوی ہے؟ اور پھر تم عیسیٰؑ روح اللہ کے انکار سے یروشلم کی امانت کے مستحق نہ رہے، عیسائی آگے بڑھینگے اون سے کہا جائیگا کہ تم نے مسیح کی بشارت کی قدر نہ جانی اور آخری پیغام کی تکذیب کی اسلیئے یہ امانت اون فرزندان ابراہیمؑ کا حصہ ہی جو نسل ابراہیمؑ کے ہر پیغمبر کو برابر کی عقیدت اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہین، اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ جن کا اعلان ہی، کہ وہی یہود و نصاری کے دو پلڑون کے درمیان عدل و انصاف کا توازن قایم رکھ سکتے ہین، توراۃ کی زبان مین جزیرۃ العرب کا نام ارض مقدس ہی خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ تو دائین بائین آگے پیچھے دیکھ یہ ساری زمین مین تجھکو اور تیری نسل کو ابدالآباد کے لیئے دیتا ہون، فرمایا کہ تیری نسل کو بڑھائونگا اور اوس کو برکت دونگا، اور وہ اِس ساری زمین کی مالک ہوگی، اگر تو ریگ کے ذرون کو اور آسمان کے تارون کو گن سکتا ہی تو اپنی نسل کو گن سکیگا، حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا نے برکت دی اور برومند کیا جیسا کہ اوس کا وعدہ تھا، اور جیسا کہ خدا نے کہا تھا، اون کی نسل سے بارہ سردار پیدا ہوئے جنھون نے ارض اقدس یعنی ارض عرب کے بڑے حصہ کا احاطہ کر لیا، اور نسلاً بعد نسلٍ یہ امانت اون کی اولاد مین نسل ابراہیمؑ کے آخرین پیغمبر کے ظہور تک چلی آئی، اور اِس سرزمین کے جو متفرق حصے ایران،

روم اور یہود کے قبضہ مین تھے، وہ ایک ایک کرکے لوائے محمدی کے نیچے جمع ہو گئے، حضور کا شب معراج مین بیت المقدس تک معجزانہ سفر اور مسجد سلیمانی مین تمام انبیا کی امامت فرما کر دوگانہ ادا کرنا اوسی تکمیل بشارت کی طرف اشارہ ہے،

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ	پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو ایک رات مین مکہ کی مسجد
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ	(کعبہ) سے شام کی مسجد (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے
بَارَکْنَا حَوْلَہٗ ،	چارون طرف ہم نے برکت دی ہے،

اوسی برکت کی طرف اشارہ ہے، جو خدا نے ابراہیمؑ کی زبان سے عطا کی تھی، ہر مسلمان جو خلیل اللہ کے کعبہ کی طرف منہ پھیر کر خدائے عزیز کا نام لیتا ہے وہ اپنی دعاؤن کا آخری فقرہ یون ادا کرتا ہے،

اللّٰھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما	اے خدا! تو اپنی برکت محمد اور آل محمد پر اوسی طرح نازل کر
بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم ،	جس طرح تو نے اپنی برکت ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کی تھی،

محمد اور آل محمد کی برکت کی تمثیل ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کی برکت کے ساتھ اسی رمز کو ظاہر کرتا ہے، کہ جو کچھ ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ کو عطا ہوا تھا وہ سب کچھ محمد اور آل محمد کی وراثت مین منتقل ہو گیا، ابراہیمی کعبہ کی جب دیوارین اُٹھ رہی تھین تو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو حکم ہوا تھا کہ میرا یہ گھر ہر قسم کی آلودگیون اور نجاستون سے پاک و صاف رہے، یہ صرف عبادت گذارون، گوشہ گیرون، اور میرے پرستارون کے لیے ہمیشہ خاص رہے،

وَطَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ	اور تم دونون میرے گھر کو طواف کرنیوالون، اعتکاف مین
وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ،	بیٹھنے والون اور رکوع اور سجدہ کرنیوالون کے لئے پاک کرو

اسلام نے جس طرح اپنے مذہب اور شریعت کے ایک ایک جز کو اپنے روشن بیان سے منور کر دیا ہے اوسی طرح ارض اقدس کی تقدیس و تطہیر کے ضروری مقصد کو بھی اجمال و ابہام کی تاریکی مین گم نہین کر دیا، اس ارض قدس کی تحدید اور تعیین مین کوئی اجمال اور ابہام باقی نہین چھوڑا، اور اوس کے متعلقہ احکام کی تفصیل مین کوئی کمی باقی نہین رکھی تھی اوس وقت جب نسل ابراہیمی کے آخری پیغمبر کے عہد مین خلیل بت شکن کا کعبہ تین سو ساٹھ

بتون کی نجاستون سے پاک ہوا، حکم الٰہی نازل ہوا،

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا،

شرک کے پرستار نجاستون مین آلودہ مین لیئےوہ اِس پاک مسجد کے آس پاس بھی امسال کے بعد نہ آئین،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت ابوہریرہ اور متعدد صحابہ کو بھیجا کہ موسم حج مین جاکر اعلان کردین کہ آج سے کوئی دین ابراہیمی اور ملت حنیفی کا غیر مومن اس مسجد ابراہیم کے پاس پھٹکنے کا کوئی حق نہین رکھتا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اِسکا جو فرض ادا کیا، اوس مین مجاہدات اور غزوات کا بڑا حصہ ہے، لیکن یہ تمام مجاہدات اور غزوات صرف اِسلئے تھین کہ ارض اقدس کو کفر و شرک اور تثلیث و تکثیر کی نجاستون اور آلودگیون سے پاک وصاف کیا جائے، قریش سے لڑائیان کعبۂ خلیل کی تقدیس کے لحاظ تھین، بحرین، عمان، اور یمن مجوسیون سے صلح و آشتی سے حاصل کیا گیا، مدینہ سے خیبر اور حدود شام تک علاقہ یہودیون کے تصرف سے نکالا گیا، شام کا صوبہ مسیحی رومیون سے بزور شمشیر چھینا گیا، عراق کی سرزمین یزدان و اہرمن پرست کسریٰ کے تسلط سے پاک کی گئی اور اِس طرح عہد نبوی مین خاص ملک عرب اور خلافت فاروقی مین پورا جزیرۂ عرب اسلامی اقتدار مین آگیا،

غرض اسلام کو جیسے جیسے اقتدار حاصل ہوتا جاتا تھا، ارض اقدس نامسلمانون سے پاک ہوتا جاتا تھا، مدینہ کے آس پاس بنو قینقاع، بنو حارثہ، بنو نضیر وغیرہ جو یہودی قبائل آباد تھے، اون کو مناسب اسباب کے پیدا ہونے پر وہان سے ہٹاکر شام کی طرف جگہ دی گئی، صحیح مسلم مین حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے،

ان یھود بنی النضیر و قریظۃ حاربوا رسول اللہ صلعم فاجلٰی رسول اللہ صلعم بنی النضیر واقر قریظۃ، ومن علیھم حتی حاربت قریظۃ بعد ذالک فقتل رجالھم وقسم نساءھم

بنو نضیر اور قریظہ کے یہود آنحضرت صلعم سے لڑے، تو آپ نے بنو نضیر کو جلا وطن کردیا، اور قریظہ کو برقرار رکھا اور اون پر احسان کیا، یہان تک کہ اونھون نے اس کے بعد جنگ کی تو آپ نے اونھین کے پسند کردہ حکم کے

وادلاد هم ومامن انهم بين المسلمين	فيصلہ اور توراۃ کے حکم کے مطابق) اون کے مردون کو قتل کیا
الا ان بعضهم لحقوا برسول الله صلعم	اور اون کی عورتون اور بچون اور جائداد ون کو مسلمانون
فآمنهم واسلموا واجلی رسول الله	مین بانٹ دیا، لیکن اونمین مین سے کچھ لوگ رسول اللہ صلعم
صلعم يهود المدينة كلهم بني قينقاع	سے مل گئے، تو آپ نے اونکو امان دی، وہ مسلمان ہوئے،
وهم قوم عبد الله بن سلام ويهود	اور آپ نے مدینہ کے تمام یہودیون کو بنی قینقاع کو جو
بني حارثة وكل يهودي كان بالمدينة	عبداللہ بن سلام کی قوم کے تھے اور بنی حارثہ کے یہود کو
	اور ہر یہودی کو جو مدینہ مین تھا نکالدیا،

لیکن چونکہ اسلام قومیت اور جنسیت کی لعنت سے پاک ہی وہ صرف دین کے رشتہ کو اصلی برادری جانتا ہے اسلئے ان یہودیون کو جلاوطن کرتے وقت اسلام کی تبلیغ ضروری سمجھی، کہ اگر وہ اس برادری مین داخل ہوجائین اور ملت ابراہیمی کے خالص پیرو بن جائین، تو اس ارض اقدس کی سکونت اور وطن کے وہ بھی ویسے ہی مستحق قرار پائین جس طرح دوسرے مسلمان، چنانچہ آنحضرت صلعم صحابہ کی مختصر جماعت کے ساتھ یہود کے قبیلون مین تشریف لیے گئے اور جیسا کہ صحیح مسلم مین (کتاب الجہاد) حضرت ابوہریرہ کی زبانی بتفصیل مذکور ہی، آپ نے وہان جا کر سب سے پہلے اسلام کو پیش کیا، اون کو پکار کر جمع کیا پھر فرمایا "اے جماعت یہود! اسلام لاؤ۔ سلامتی پاؤ گے" اونھون نے جواب دیا اے ابوالقاسم! آپ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے، آپ نے فرمایا "ہان مین بھی یہی چاہتا ہون، تیسری بار آپ نے فرمایا تو جان لو کہ یہ زمین اللہ اور اوس کے رسول کی ملکیت ہی، اور مین چاہتا ہون کہ مین اس زمین سے تم کو نکالدون، تو جس کو اپنی جائداد کی کچھ قیمت مل سکے وہ اوسکو فروخت کرے، ورنہ جان لو کہ یہ زمین اللہ اور اوس کے رسول کی ملکیت ہی، قرآن مجید کی آیت ذیل اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہی،

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ	اوسی خدا نے اون کو جو اہل کتاب مین سے کفر مین مبتلا مین

اھل الکتاب من دیارھم لاول الحشر ماظننتم ان یخرجوا وظنوا انھم مانعتھم حصونھم من اللہ فاتھم اللہ من حیث لم یحتسبوا وقذف فی قلوبھم الرعب یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یا اولی الابصار ۝ ولولا ان کتب اللہ علیھم الجلاء لعذبھم فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب النار ۝ ذلک بانھم شاقوا اللہ ورسولہ ومن یشاق اللہ فان اللہ شدید العقاب ۝

(حشر)

اون کے گھرون سے نکالا پہلے حشر کے لیے، تمہارا گمان نہ تھا کہ وہ نکلین گے اور وہ گمان تھا کہ اونکے قلعے خدا کے مقابلہ مین اون کی حفاظت کرینگے، تو خدا نے اون پر ادھر سے حملہ کیا جدھر اونکو خیال بھی نہ تھا، اور اون کے دلون مین اسلام کا رعب ڈالدیا، وہ اپنے گھرون کو خود اپنے ہاتھون سے اور مسلمانون کے ہاتھون سے اُجاڑ رہے ہین، تو اے بصیرت والو اس سے عبرت پکڑو، اور اگر خدا اون پر یہ جلا وطنی نہ لکھدیتا تو اون کو دنیا مین (کسی اور قسم کا) عذاب دیتا، اور اون کے لئے آخرت مین دوزخ کی سزا ہی یہ اسلئے کہ اونھون نے خدا اور اوس کے رسول سے دشمنی کی اور جو خدا سے دشمنی کرتا ہی، اوس کو جان لینا چاہیئے کہ خدا بڑی سزا دینے والا ہی،

اِس کے بعد ۷ھ مین خیبر کا واقعہ پیش آیا، یہان یہودیون کی بڑی ریاست تھی، متعدد قلعے اون کے ہاتھ مین تھے، لیکن وہ سب ایک ایک کرکے فتح ہوگئے، لیکن ایک مناسب موقع تک کے لیئے اونکو بعض شرائط پر خیبر مین رہنے دیا گیا، ۹ھ مین یمن ہاتھ آیا اور وہان کے عیسائیون سے جزیہ پر صلح ہوگئی، اور اون کو بھی ایک وقت مناسب تک کے لیئے آباد رہنے دیا گیا، لیکن آنحضرت صلعم کو رہ رہکر یہ خیال آتا تھا کہ ارض اقدس غیر مسلم وجود سے یکسر خالی ہو ربیع الاول ۱۱ھ مین آپ نے وفات پائی، لیکن عین اوس وقت جب اس عالم عنصری سے آپکی روح مبارک کا انقطاع ہو رہا تھا، اور آپ رفیق اعلیٰ سے سرگرم نیاز اور اوس کے دیدار کے لیئے بیتاب تھے، اور کبھی مرض کی شدت سے بیچین ہوکر آخری کروٹین لے رہے تھے،

آپ کو جو چیز مضطرب کر رہی تھی، وہ اِس جزیرۂ مقدس کی تقدیس و تطہیر کا خیال تھا، کہ ابراہیم و اسمٰعیل کی سرزمین اب تک پرستاران توحید کے لیے مخصوص نہین ہو چکی ہی چنانچہ حیات ظاہری کی آخری سانسون مین اپنے جانشینون کو یہ وصیت فرمائی، جیساکہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابون مین حضرت ابن عباس سے مروی ہی،

واوصی عند موتہ بثلاث اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب، — آنحضرت صلعم نے مرتے وقت تین وصیتین کین، جن مین سے ایک یہ تھی کہ جزیرۂ عرب سے مشرکون کو نکال دینا،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین اِس وصیت نبوی پر عمل فرمایا، اور مناسب معاوضہ دیکر تمام نصاری اور یہودیون کو جزیرۂ عرب سے نکالکر، شام مین بسادیا، خیبر کے یہودیون نے آنحضرت صلعم کے عمل سے حجت پیش کرنی چاہی، اوس کے جواب مین آپ نے فرمایا، کہ مجھے حضور کے الفاظ اچھی طرح یاد ہین، آپ نے تم لوگون کو یہان بسنے کی اجازت دیتے وقت فرمادیا تھا کہ یہ اجازت اوسی وقت تک کے لیے ہی جب تک ہم چاہین، مصلحت یہ تھی کہ اوس وقت تک شام فتح نہین ہوا تھا اور وہ رومیون کے ہاتھ مین تھا جو اسلام کے دشمن تھے، اگر ان یہودیون کو اوس وقت شام جلاوطن کر دیا جاتا تو وہ گھر کے بھیدی بنکر سخت خطرناک ثابت ہوتے، لیکن جب حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام فتح ہوگیا تو وہ خطرہ جاتا رہا، اور اوس وقت آنحضرت صلعم کی وصیت کے مطابق اون کو جلاوطن کیا گیا،

اِسلام کا یہ حکم بڑی مصلحتون پر مبنی ہی، چنانچہ آنحضرت صلعم کی اِسی آخری وصیت کے اون الفاظ سے جو دوسری روایتون مین مذکور ہین، یہ مصالح واضح اور روشن ہین، صحیح مسلم، مسند احمد، سنن ابی داود اور جامع ترمذی مین حضرت عمرؓ سے روایت ہی،

انہ سمع النبی صلعم یقول لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب حتی — کہ اونھون نے آنحضرت صلعم کو کہتے سُنا کہ مین یہود اور نصاری کو جزیرۂ عرب سے نکالدونگا، یہان تک کہ

[illegible] مسلماً ، سوائے مسلمان کے اوس مین کسی کو نہ چھوڑونگا ،

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ مقصودِ نبوی یہ تھا کہ ارضِ اقدس حلقہ بگوشانِ دینِ خلیل کے سوا کسی اور کا وطن نہوگا ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کے تمام دیگر مذہبون اور قومون مین سے یہود اور نصاریٰ کی تخصیص صرف اِسلیئے ہی کہ اوس عہد مین صرف وہی وہان آباد تھے ، ورنہ جیسا کہ حدیث مذکور کے آخری الفاظ واضح کر دیا ہی کہ مسلم کے سوا وہان کسی اور کا توطن نہ ہوگا ، اِس تخصیص مین تعمیم پیدا کر دی ہی ، وصیت کے دوسرے الفاظ جو دوسری روایتون مین مذکور ہین وہ بھی اِس عمومیت کو پوری طرح ظاہر کرنے کے علاوہ شارع کے پیشِ نظر اوس حکم کی جو مصلحتین تھین اون کو بھی آشکارا کر دیا ہی ، مسند امام احمد مین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا ،

اخر ما عهد رسول الله صلعم لا يترك بجزيرة العرب دينان ،	آنحضرت صلعم نے جو آخری وصیت فرمائی وہ یہ تھی کہ جزیرۂ عرب مین دو دین باقی نہ رکھے جائین ، (بلکہ ایک ہی دین حق باقی رہیگا)

یعنی اِس ارضِ قدس مین صرف ایک ہی دین باقی رکھا جائے ، اور وہ اوس کا دین جس کو اور جس کی نسل کو یہ غیر آباد زمین ، ارض و سما کے خالق کی طرف سے وراثت مین ملی ، اور جس نے دنیا مین سب سے پہلے انا اول المسلمین کا نعرہ بلند کیا ، اور جس نے اپنے پیروکارون کو سب سے پہلے مُسلم کا خطاب عطا کیا ، هو سماكم المسلمين ، وہ لوگ جو اِسلام کے ظہور کے وقت اوس مسلم اول کے فرزند ہونے کے جھوٹے دعویدار تھے ، وہ اوسی بت پرستی مین مبتلا تھے جس کے توڑنے کے لیئے اوس بُت شکن اول کو دنیا مین وجود بخشا گیا تھا ، اِسی لئے موت کے بستر پر بھی دعائے ابراہیمی کے مظہرِ اَتم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامنگیر تھی ، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین ، کہ لمحاتِ بازپسین مین بار بار یہ الفاظ ادا ہوتے تھے ،

قاتل الله اليهود و النصارى اتخذوا	خدا یہود اور نصاریٰ کو مارے کہ اونھون نے اپنے پیغمبرون کی

لا یبقی دینان — قبروں کو عبادتگاہ بنایا، سرزمین عرب میں دو دین باقی

بارض العرب (موطا) — نہ رہیں،

ابوداؤد میں حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ ہیں،

لا تبقی قبلتان فی بلد واحد — ایک ملک میں دو قبلے نہوں،

صاحب شریعت نے اِس ارض اقدس کے حدود خود متعین فرمادیئے ہیں، کہ وہ صرف حجاز نہیں صرف عرب خاص نہیں، بلکہ پورا جزیرہ ہی، جزیرہ اوس قطعۂ زمین کو کہتے ہیں جو چاروں طرف پانی سے گھرا ہو، ظاہر ہے کہ ارض عرب کی سرزمین کا بیشتر حصہ سمندروں اور دریاؤں سے گھرا ہوا ہی، اوس کے ایک طرف بحر عرب اور بحر ہند ہی، دوسری طرف خلیج فارس یا دریائے عمان ہی، تیسری طرف بحر قلزم یا بحر احمر ہے، اور اوسی کی سیدھ میں اب نہر سویز ہی، جو بحر متوسط یا بحر روم سے مل گئی ہی، اور شام کی طرف کے سواحل اسی بحر متوسط سے ہمکنار ہیں، اور عراق کی طرف فرات کا دریا اوس کی حدبندی کرتا ہی،

ممکن ہو کہ یہ کہا جائے کہ آجکل کے سیاسی اثرات و مطالبات نے جزیرۂ عرب کے حدود کو اسقدر وسیع کر دیا ہو، اِسلئے اِس موقع پر قدمائے اِسلام کی تصریحات کا اِس باب میں پیش کرنا ضرور ہی، چنانچہ اہل لغت، اہل سیرت، اہل حدیث، اہل فقہ اور اہل جغرافیہ، ہر فن کے ماہرین کی تحقیقات حسب ذیل ہیں،

اہل لغت

قال الخلیل سمیت جزیرۃ العرب لان بحر فارس و بحر الحبشۃ والفرات والدجلۃ احاطت بھا،

خلیل نے کہا کہ ملک عرب کا جزیرۂ عرب اسلئے نام پڑا کہ بحر فارس اور بحر حبشہ (بحر احمر) اور فرات اور دجلہ اسکو گھیرے ہیں،

قال الاصمعی لاحاطۃ البحار بھا یعنی بحر الھند والقلزم و بحر فارس و بحر الحبشۃ ودجلۃ،

اصمعی نے کہا کہ جزیرہ اسلئے کہ دریا اوس کا احاطہ کئے ہیں، یعنی بحر ہند، بحر قلزم، بحر فارس، بحر حبشہ اور دجلہ۔

قاموس کے مصنف فیروز آبادی نے کہا کہ جزیرۃ العرب وہ

قال الفیروز آبادی صاحب القاموس جزیرۃ العرب ما احاط بہ بحر الھند والشام ثم دجلۃ والفرات او ما بین جدۃ الی اطراف الشام طولا ومن جدۃ الی ریف العراق عرضا۔

ملک ہے جس کو بحر ہند اور بحر شام (بحر متوسط) پھر دجلہ اور فرات گھیرے ہیں یا جو جدہ سے شام کے کنارون تک طول میں اور جدہ سے عراق کے سبزہ زار تک عرض میں ہے،

قال ابن الکلبی جزیرۃ العرب من اقصی عدن الی ریف العراق فی الطول واما فی العرض فمن جدۃ وما والاھا من ساحل البحر الی اطراف الشام وتبوک من الحجاز

ابن کلبی کا قول ہے کہ جزیرۃ العرب عدن کی انتہا سے عراق کے سبزہ زار تک طول میں ہے، اور عرض میں جدہ اور اوس کے آس پاس سے دریا کے کنارہ شام کے کنارہ تک اور حجاز کے تبوک تک ہے،

اہل الحدیث

قال سعید یعنی ابن عبد العزیز جزیرۃ العرب ما بین وادی القری الی اقصی الیمن الی تخوم العراق (ابو داؤد)

حضرت سعید ابن عبد العزیز نے فرمایا کہ جزیرۃ العرب وہ ہے جو وادی القری کے درمیان سے یمن کے انتہا سے گذر کر عراق کے حدود تک ہے،

سألت المغیرۃ بن عبد الرحمن عن جزیرۃ العرب فقال مکۃ والمدینۃ والیمامۃ والیمن (بخاری)

مغیرہ بن عبد الرحمن سے پوچھا کہ جزیرۃ العرب کیا ہے، تو جواب دیا کہ وہ مکہ، مدینہ (یعنی حجاز) اور یمامہ اور یمن ہے،

ارض العرب کلھا ارض العشر وھی ما بین العذیب الی اقصی حجر بالیمن وبمھرۃ الی حد الشام

(ہدایہ باب العشر)

ارض عرب تمام تر وہ زمین ہے جس میں عشر لیا جائیگا، اور وہ عذیب سے حجر تک جو یمن میں ہے اور مہرہ شام کے کنارہ تک ہے،

اہل جغرافیہ

اسلامی جغرافیہ کی کتابون میں سب سے مفصل اور مبسوط جغرافیہ یاقوت حموی کی معجم البلدان اور علامہ سیوطی کی مراصد الاطلاع علی الامکنۃ والبقاع ہے، ان دونون کتابون میں لفظ جزیرۃ العرب کے

تحت مین پوری توضیح کے ساتھ اوس کے حدود اور اطراف بتائے گئے ہین، یاقوت نے بہترین قول اِس بارہ مین یہ قرار دیا ہے،

ملک عرب کو جزیرہ اسلئے کہا گیا کہ اوس کو دریا اور سمندر ہر طرف سے گھیرے ہین، تو وہ سمندر کے جزیرون کے مثل ہوگیا، تفصیل یہ ہے کہ فرات ارض روم کے ملک (یعنی ایشیائے کوچک) کی طرف سے آیا ہے، اور قنسرین کے قریب سے نکلا ہے، پھر ما بین النہرین کے کنارون اور سواد عراق کی طرف سے اُتر کر بصرہ کے پاس آکر دریا (خلیج فارس) مین گرا ہے، اور عبادان تک پھیل گیا ہے، یہان سے سمندر مغرب رُخ ہوتا ہوا ملک عرب کو گھیرتے ہوئے جھکتا ہوا چلا ہے، تو سفوان، اور کاظمہ سے قطیف، ہجر، سواحل بحرین قطیف عمان اور شحر تک چلا گیا ہے، یہان سے ایک شاخ حضرموت، ابین، اور عدن تک گئی ہے، اور وہان سے پچھم رُخ وہلک تک اور یہی شاخ پھیل کر یمن کے نشیبون مین داخل ہوکر فرسان، حکم، اشعرین اور عک کے مقامات تک گئی ہے، پھر مکہ معظمہ کے ساحل جدہ، اور مدینہ منورہ کے ساحل جار، اور طور کے ساحل اور خلیج ایلہ (عقبہ) اور مصر کے قلزم تک پہنچی ہے،۔۔۔۔ پھر دریا مصر کے ساحل سے ہوکر عسقلان اور اوس کے سواحل اور اردن کے ساحل صور اور بیروت اور دمشق کے ساحلی شہرون سے ہوکر فلسطین پہنچتا ہے، پھر حمص کے کنارون سے ہوکر اوسی طرف سے نکلا ہے جدھر سے فرات قنسرین کے اطراف اور ما بین النہرین اور سواد عراق ہوکر آیا ہے،

اِسی قسم کی تفصیل مراصد الاطلاع مین بھی ہے جس کے دوبارہ دُہرانے کی کوئی ضرورت نہین،

قاضی تنوخی

از پروفیسر جمیل الرحمن ایم اے، جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

تاریخ اسلام مین چوتھی اور پانچوین صدی ہجری کا زمانہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے یہی وہ زمانہ ہے جبکہ خلافت عباسیہ کی عظیم الشان حکومت اپنی زندگی کے دن پورے کررہی تھی یعنی عباس کے آغاز خلافت سے ہی عربون کا زور گھٹ گیا تھا، اور ایرانی بڑھنے لگے تھے، مگر درمیانی زمانے کے ایک اور انقلاب سے چند روز کے لیے ان کا زور بھی ٹوٹ گیا تھا، اور ترک غلامون اکی فوج نے اُن کی جگہ لے لی تھی، چوتھی صدی ہجری مین اونکا بھی خاتمہ ہوگیا اور بعض اسباب کی بنا پر ایرانی پھر تمام خلافت پر حاوی ہوگئے، خاندان بنو بویہ پورے عروج پر تھا، اور ہر طرف ایرانی قومی سلطنتین قائم ہورہی تھین، خلیفہ کا وقار صرف اس قدر رہ گیا تھا کہ مختلف بادشاہ برائے نام اُسے حاکم اعلی تسلیم کرتے تھے ورنہ حقیقت مین وہ بالکل خود مختار تھے، خلیفہ کا حکم صرف بغداد اور اس کے علاقہ ہی مین نافذ تھا، بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اس کی حکومت صرف بغداد کی چار دیواری تک محدود رہ گئی تھی، خلافت کی سیاسی حالت تو یہ تھی، معاشرتی حالات مین اور بھی زیادہ تلاطم برپا تھا خالص عربی تہذیب نے ایرانی ہندی یونانی تہذیبون سے مل کر ایک نئی اور دلکش صورت اختیار کر لی تھی، اور یہی ملی جلی تہذیب ہے جسے عام طور پر اسلامی تہذیب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مگر یہ نئی تہذیب چوتھی اور پانچوین صدی ہجری مین پوری طرح پختہ ہوگئی تھی اور اس مین زوال و انحطاط کے اسباب پیدا ہو چلے تھے، علم و فضل کی وہ حالت اب باقی نہ رہی، جو خلافت عباسیہ کے آغاز مین پائی جاتی ہے، مگر پھر بھی لوگ اس سے بالکل ناآشنا نہ تھے، بلکہ اب بھی بہت سے علماء اپنے علم سے دنیا کو مالامال کررہے تھے، بہرنوع اس زمانے کو خواہ ہم کسی نظر سے دیکھین ہم کو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کا نہایت ہی دلچسپ اور دلکش زمانہ ہے مگر یہ عہد جس قدر دلچسپ ہے اتنا ہی تاریک بھی ہے، بلاذری، یعقوبی، طبری، مسعودی ابن قتیبہ وغیرہ بڑے بڑے مورخ اپنا کام کر چکے تھے، اور ان کے بعد کے نئے مورخ ان کے درجے کو نہ پہنچ سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دو صدیاں بالکل تشنہ رہ گئیں، اور ان کے واقعات و معاشرت پر ایک پردہ پڑ گیا، مورخوں کی کمی نہیں، لیکن ہمعصر اور مستند مورخ یقیناً کم ہیں، صرف دو مورخ ایسے ہیں جو اس عہد کی تاریخ کے لیے ہمعصر کہے جا سکتے ہیں، اور ان ہی کی کتابوں سے اس زمانے کی تاریخ کا استفادہ کیا جا سکتا ہے، ان میں ایک ابن مسکویہ (متوفی سنہ ۴۲۱ھ) ہے اور دوسرا قاضی ابو علی المحسن بن علی تنوخی۔

قبیلۂ تنوخ[1] کے اس خاندان کی تاریخ کچھ ایسی دلچسپ ہے کہ شاید تاریخ اسلام بھی ایسی نظیر پیش نہ کر سکیگی، اس خاندان کی تین پشتوں نے یکے بعد دیگرے اسلام میں شہرت حاصل کی اور سرکاری عہدوں پر ممتاز رہکر ملک و ملت کی خدمت انجام دی، اگرچہ ان میں سے سب سے زیادہ شہرت قاضی ابو علی المحسن کو نصیب ہوئی مگر ان کے باپ اور بیٹے ان سے کچھ کم ممتاز نہ تھے، اور ان لوگوں نے بھی اپنی زندگی میں ایسا نام پا لیا تھا کہ اس زمانے کے مشاہیر و رؤسا ان سے ملنا اور ان کا ہمنشین رہنا اپنا فخر سمجھتے تھے،

قاضی تنوخی کے باپ ابو القاسم[2] علی بن محمد بن ابی الفہم داؤد بن ابراہیم تنوخی ذی الحجہ سنہ ۲۷۸ھ میں انطاکیہ میں پیدا ہوئے، اور عین عالم جوانی میں سنہ ۳۰۶ھ میں بغداد آ گئے، یہیں پر انھوں نے تعلیم پائی، حنفی فقہ حاصل کی اور حدیث سنی، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ابو القاسم متعدد مقامات کے

---

[1] تنوخ ان چند قبائل کا مجموعی نام ہے جو قدیم زمانے میں بحرین کے علاقے میں آکر آباد ہو گئے تھے، اور آپس میں ایک دوسرے کے حلیف ہو گئے تھے، یہ ان تین قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا جس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا باقی ماندہ دو عیسائی قبائل بنی تغلب اور بنی تیم (ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد اول ص ۴۰۹)، [2] مکمل شجرۂ نسب کے لئے ملاحظہ ہو یتیمۃ الدہر (مطبوعہ ...) جلد ...

کے قاضی سب سے پہلے معتضد باللہ (۲۹۵-۳۲۰ھ) کے عہد خلافت میں ان کو قاضی مقرر کیا گیا،
اس کے بعد وہ اہواز کے صوبے، کورۂ واسط، کوفہ، جند حمص اور شام کے دیگر سرحدی مقامات
کے علاوہ ارجان اور کورۂ سابور کے مجموعی یا انفرادی طور پر قاضی رہے، چند روز کے لیے حمص اور
اینج میں ان کو خلیفہ مطیع للہ (۳۳۴-۳۶۳ھ) نے قاضی مقرر کیا تھا، وزیر ابن مقلہ نے ان کو اہواز
کے دیوان مظالم کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور ابو عبداللہ بریدی نے ان کو واسط میں اپنا قائم مقام بنایا تھا
مگر ان کا کام محض قضا ہی تک محدود نہ تھا، انھوں نے البتانی منجم صاحب زیج سے علم ہیئت
پڑھا تھا، اور اس میں ان کو پوری مہارت حاصل تھی، انھوں نے عروض و قافیہ اور فقہ پر کتابیں
تصنیف کیں، اس کے علاوہ انھیں منطق، ہندسہ، نحو اور کلام میں پورا دسترس حاصل تھا، ان کے
حافظے کا یہ حال تھا کہ خود ان کے بیٹے کا بیان ہے کہ انھیں صرف قبیلہ طے کے (۷۰۰) قصائد اور
قطعات یاد تھے، دوسرے محدثین، مخضرمین اور جاہلین کے قصائد وغیرہ ان کے علاوہ تھے، اُنکی
ایک بیاض جسکا حجم (۲۳۰) صفحہ کا تھا ایسے قصائد کے محض عنوانات درج تھے جو ان کو حفظ یاد تھے
اگر ان تمام باتوں سے قطع نظر کر لیجائے، اور صرف یہی یاد رکھا جائے کہ انھیں (۲۰۰۰) حدیثیں یاد
تھیں تو یہ بھی یقیناً حافظہ کا اعجاز ہی ہوگا[1]،

چند سال اہواز کے قاضی رہنے کے بعد جب ان کو اس عہدے سے الگ کیا گیا تو وہ
سیف الدولہ حمدانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کی مدح میں قصائد کہے، اسی کی سفارش
پر انھیں پرانے عہدے پر پھر مامور کیا گیا، اور ان کی تنخواہ میں اضافہ ہوا،

ان کے علمی تبحر اور معلومات کا تو یہ حال تھا، اپنی زندگی ہی میں وہ اتنی شہرت حاصل
کر چکے تھے کہ وزیر محمد المہلبی اور دیگر رؤسا عراق ان سے برابری کا سلوک کرتے اور ان کو بہترین

---

[1] معجم الادباء، جلد ۵، صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ یورپ،

ندیم وجلیس سمجھتے تھے، انھون نے ربیع الاول ۳۴۲ھ مین بصرہ کے مقام پر وفات پائی، اور مربد مین دفن ہوئے، وزیر محمد المہلبی نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی، اور ان کا تمام قرض جس کی مقدار (۵۰۰۰) دینار تھی ادا کیا،

قاضی ابو القاسم کے بیٹے قاضی ابو علی المحسن بن علی بن محمد نے ادیب اور مورخ کی حیثیت سے وہ شہرت حاصل کی کہ لوگ ان کے باپ کو بھول گئے، قاضی ابو علی ۳۲۹ھ[1] مین بصرہ مین پیدا ہوئے اور ابو عباس الاثرم، ابو بکر الصولی اور حسین ابن محمد ابن یحیی ابن عثمان کی شاگردی مین علم حاصل کیا، بصرہ سے بغداد گئے، اسی کو اپنا وطن بنا لیا، ۳۴۹ھ مین سب سے پہلے القصر، بابل اور اس نواح کے شہرون کے قاضی مقرر ہوئے، اور پھر باپ کی طرح متعدد مقامات کے قاضی رہے، وہ حنفی فقہ کے عالم تھے، اور خود بقول ان کے ۳۶۳ھ مین واسط کے قاضی مقرر ہوئے تھے، مگر اس سے قبل وہ دار الخلافت مین قاضی القضاۃ ابو العباس ابن ابی شوارب کے شاگرد رہ چکے تھے، اور ان کے احکام لکھا کرتے تھے، اس کے علاوہ تکریت، دقوقا، خانیجا اور قصر ابن ہبیرہ، جامعین، سورار، بابل، انبار اور خطرنیہ مین ابو العباس ابن ابی شوارب کی طرف سے قاضی مقرر ہوتے رہے، عمر کے آخری حصہ مین وہ عضد الدولہ بویہ کے ندیم ہوگئے تھے اور ایک مدت تک اس کے مقرب بنے رہے، اسی زمانہ مین عضد الدولہ اور قرامطہ کے درمیان ہمدان کے مقام پر صلح کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، اور قاضی تنوخی اس کے ساتھ تھے، قرامطہ کا ایلچی ابو بکر ابن شاہویہ ان کا دوست تھا، ایک دن وہ اپنے ایک اور دوست کے ساتھ اس سے ملنے گئے، حاسدون نے عضد الدولہ سے شکایت کی، اس پر وہ ان سے ناراض ہوگیا، اور آخر یہان تک نوبت پہنچی کہ اس نے قاضی تنوخی کو حکم دیا کہ وہ اپنے مکان سے

---

[1] معجم الادبار (مطبوعہ یورپ) جلد ۶، صفحہ ۲۵۱، مگر بقول ابن خلکان ان کی پیدائش کی تاریخ ۲۶ ربیع الاول ۳۲۷ھ ہے (ابن خلکان، انگریزی ترجمہ، جلد دوم صفحہ ۵۶۷)،

تمکین، اس حکم کے مطابق وہ عضد الدولہ کی موت (۳۷۲ھ) تک برابر خانہ نشین رہے،

۲۵ محرم ۳۸۴ھ کو پیر کے دن قاضی تنوخی نے بغداد مین انتقال کیا،

اُن کی حقیقی شہرت محض قاضی ہونے مین مضمر نہین بلکہ ان کی شہرت کا اصلی باعث وہ تصنیف

ہین جو انھون نے اپنے پیچھے چھوڑین، باپ کی طرح وہ بھی مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے اور

انکی زندگی ہی مین ان کا شمار مشاہیر علماء مین ہونے لگا تھا، مگر جس چیز نے ان کو سب سے زیادہ مشہور

کیا وہ علم ادب تھا، شاعری کے علاوہ انھون نے اس زمانے کی معاشرت کو ہمارے لیے اس طرح

زندہ رکھ لیا کہ جو حکایات انھون نے اپنے بزرگون سے سنی تھین یا جو تاریخی اور معاشرتی واقعات

ان کے سامنے پیش آئے تھے اُن کو مختلف تصانیف مین محفوظ کر لیا، یہی مختصر مگر دلچسپ واقعات و

حکایات ہین جن سے چوتھی اور پانچوین صدی ہجری کی سیاسی تاریخ اخذ کر سکتے ہین، بلکہ اگر کوشش

کیجائے تو اس عہد کی معاشرتی تاریخ بھی منضبط ہو سکتی ہے، ان کی تصانیف حسب ذیل ہین:

(۱) دیوان جس کی نسبت یاقوت نے ابو نصر سہل ابن مرزبان کی زبانی بیان کیا ہے کہ

اس نے بغداد مین اس کو دیکھا تھا، اور یہ دیوان قاضی ابو القاسم کے دیوان سے بھی بڑا ہے، اسکا

ذکر ثعلبی نے بھی کیا ہے، مگر یہ بھی لکھا ہے کہ اسی زمانے مین یہ دیوان بالکل نایاب تھا اور اب

وہ[۲] بالکل مفقود ہے،

(۲) نشوار المحاضرہ[۳]:- بقول یاقوت اس کتاب مین مصنف نے یہ التزام کیا تھا کہ اس مین

---

[۱] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو معجم الادبار جلد ۶ صفحہ ۲۶۱-۲۶۷، [۲] معجم الادبار جلد ۶ صفحہ ۲۹۲، یتیمۃ الدہر (مطبوعہ بولاق) جلد ۲ صفحہ ۱۱۵، [۳] معجم الادبار جلد ۶ صفحہ ۲۵۱، ابن خلکان اور حاجی خلیفہ نے اس کا نام نشوان المحاضرہ لکھا ہے، (ابن خلکان انگریزی ترجمہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۶ اور کشف الظنون مطبوعہ یورپ جلد ۶ صفحہ ۳۵۴،

کوئی ایسی بات بیان نہ کیجائے جو دوسری کتابون مین مل سکے، انہی کے قول کے مطابق اس کتاب کی گیارہ جلدین تھین، اور ہر جلد کے شروع مین دیباچہ تھا، غرس النعمہ کے بیان کے مطابق ابو علی محسن نے ۳۶۰ھ مین اس کی تصنیف شروع کی تھی، اور بیس برس مین اس سے فارغ ہوئے تے، غرس النعمہ نے ۴۴۸ھ مین کتاب الربیع کے نام سے اسکا ذیل لکھنا شروع کیا تھا، اگر کتاب کے متعلق یاقوت کا قول صحیح مان لیا جائے تو بآسانی سمجھ مین آسکتا ہے کہ قاضی ابو علی تنوخی جیسے بارسوخ تجربہ کار اور سرکاری معاملات سے باخبر شخص کے ساتھ کتنا کچھ ایسا مصالحہ نہ ہوگا جس سے تاریخ لکھنے مین استفادہ کیا جا سکے، اس لحاظ سے اس کتاب کو بلا تامل ابن مسکویہ کی کتاب تجارب الامم کے پہلو بہ پہلو رکھا جاسکتا ہے، یاقوت نے کتاب کی گیارہ جلدین بتائی ہین، مگر اُس کی صرف ایک جلد محفوظ رہ گئی ہے، اور اُسے حال ہی مین (۱۹۲۱ء) اکسفرڈ کے پروفیسر مارگولیتھ نے مع انگریزی ترجمہ کے شایع کیا ہے،

(۳) الفرج بعد الشدۃ :- قاضی ابو علی کی تمام تصانیف مین یہ کتاب سب سے زیادہ مقبول ہوئی، النشوار المحاضرہ کی طرح یہ کتاب بھی متفرق حکایات کا مجموعہ ہے اور ہر حکایت کا موضوع یہ ہے کہ کوئی شخص سخت مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے اور پھر بالکل مایوسی کی حالت مین اس مصیبت سے نجات پاتا ہے، یہ موضوع بذات خود اس قدر مقبول تھا کہ قاضی تنوخی سے قبل بھی چند مصنفون نے اس پر طبع آزمائیان کی تھین، چنانچہ حاجی خلیفہ کے قول کے مطابق ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبداللہ ابن عبید القرشی، اور ابی الحسین عمر بن محمد بن یوسف فقیہ مالکی نے اس نام کی کتابین لکھی تھین، موخر الذکر پہلے مصنف ہین جنھون نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا، مگر ان سب مین قاضی تنوخی ہی کی کتاب نے فروغ حاصل کیا، کتاب مین کل (۱۴) باب ہین اس کی تصنیف سے

لہ معجم الادباء، ٢ہ کشف الظنون، مطبوعہ یورپ جلد ۴، صفحہ ۱۰-۱۱۔

مصنف کا مقصد یہ تھا کہ لوگون کے لیے ایک طرف تو تفریح کا سامان مہیا کر دیا جائے اور دوسری طرف اس کے ساتھ ساتھ اُن کو اخلاق حسنہ اور صبر و شکر کی تعلیم دیجائے[1]، تاریخی لحاظ سے یہ کتاب اس قدر مستند اور معتبر ہے کہ مختلف مورخ تنوخی ہی اسناد پر ان حکایات کو نقل کرتے ہین، مثلاً ہلال الصابی نے کتاب الوزراء مین اس سے مدد لی ہے، اس کتاب کا بہت سا حصہ تو نشوار المحاضرہ سے ماخوذ ہی مگر کم از کم ایک حکایت الفرج بعد الشدۃ سے بھی نقل کیگئی[2] ہے اور اسی حکایت کو ابن مسکویہ نے تجارب الامم مین تنوخی کے اسناد کے حوالے سے بیان کیا[3] ہے، اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ لطف اللہ ابن حسن التوقانی مقتول (سنہ ۹۰۰ھ) نے ترکی مین، اور حسین ابن سعد ابن حسین الدہستانی نے وزیر عزالدین طاہر ابن زنگی فرمیودی[5] کی فرمایش سے اس کا ترجمہ فارسی مین کیا، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ زمانۂ مابعد کے متعدد مصنفون نے اس سے نہ صرف استفادہ کیا ہی بلکہ اس کی حکایات کو نئے رنگ مین لکھکر فروغ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً محمد شریف ابن شمس الدین محمد کاشفی نے اپنی خزان و بہار مین، مجد الدین محمد الحسینی مسجدی (متوفی سنہ ۸۶۰ھ) نے زینت المجالس مین، اور عوفی نے جوامع الحکایات مین اس کتاب سے فائدہ اٹھایا ہے، اور اس کی حکایات نقل کی ہین،

الفرج کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ اس کا مصنف مدائنی[6] ہے، چنانچہ فارسی مترجم اُسے

---

[1] فہرست کتبخانۂ خدیویہ - جلد ۵ صفحہ ۱۶۱، [2] کتاب الوزراء (مصحح آمدروز - مطبوعہ یورپ) صفحہ ۱۰۰-۱۰۲۔ [3] تجارب الامم (مصحح ایل۔کٹانی، مطبوعہ یورپ سنہ ۱۹۱۳ء) جلد ۵ - صفحہ ۱۷۰، [4] کشف الظنون، مطبوعہ یورپ جلد ۴ صفحہ ۱۰-۱۱، [5] فرمیوذ سبزوار کے علاقہ کا ایک شہر ہی یہان سلطان ابو سعید کا وزیر خواجہ علاء الدین محمد پیدا ہوا تھا، الفرج کا فارسی ترجمہ دو مرتبہ بمبئی مین طبع ہو چکا ہی، [6] ابو الحسن علی ابن محمد ابن عبد اللہ ابن ابی سیف مدائنی سنہ ۱۳۵ھ مین بصرہ مین پیدا ہوا مگر تمام عمر بصرہ اور بغداد مین بسر کی، اور سنہ ۲۱۵ھ یا بقول ابن کوفی اور یاقوت (معجم الادباء جلد ۵ صفحہ ۳۱۰) سنہ ۲۲۵ھ مین مرا،

مدائنی ہی کی تصنیف بتاتا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہستانی نے قاضی تنوخی کے ایک راوی کو غلطی سے کتاب کا مصنف سمجھ لیا تھا، اور اسی وجہ سے اُسے اس سے منسوب کر دیا،[1] اس کے علاوہ الفہرست اور معجم الادبار کے مصنف مدائنی کی کسی اس نام کی تصنیف کا ذکر نہین کرتے،

(۴) کتاب المستجاد فی فعلات الاجواد:- اس کے قلمی نسخے یورپ کے بعض کتب خانون مین موجود ہین، مگر اب تک یہ کتاب شایع نہین ہوئی،

(۵) کتاب المذاکرہ والمحاضرہ، یہ کتاب بھی اب تک شایع نہین ہوئی،

ان تصانیف سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قاضی ابو علی محسن تنوخی کس درجے کے آدمی تھے اور انکی کتابون سے اس عہد کی معاشرتی اور سیاسی حالات کہان تک اخذ کئے جا سکتے ہین،

ان کے بیٹے ابو القاسم علی ابن محسن نے بھی اپنے باپ دادا کی طرح علوم و فنون مین شہرت حاصل کی، وہ نصف شعبان سنہ ۳۶۵ھ مین پیدا ہوے اور محرم سنہ ۴۴۷ھ مین وفات پائی، وہ ابو الحسن علی ابن احمد ابن کیسان نحوی، اور ابو العلار المعری کے شاگرد، اور ابو زکریا تبریزی کے دوست تھے[2] مذہبی عقائد کے لحاظ سے وہ معتزلی تھے، مدائن اور اس کے اعمال، درزیجان، بروان، قرمیسین اور کرمان شاہ وغیرہ کے قاضی رہے، ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ وہ ادیب اور عالم و فاضل آدمی تھے،[3]

سنہ ۴۲۰ھ مین ان کے ایک بیٹا ابو الحسن محمد ابن علی پیدا، مگر یہ کچھ زیادہ شہرت حاصل نہ کرسکا، اور سنہ ۴۹۴ھ مین مرگیا،[4] اسی شخص پر تنوخیون کے اس عجیب و غریب خاندان کا خاتمہ ہوگیا،

---

[1] الفہرست، مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۰، معجم الادبار جلد ۵ صفحہ ۳۱۲-۳۱۸، [2] ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۵۶۵، کشف الظنون (مطبوعہ یورپ) جلد ۵ صفحہ ۵۱۹، بقول ابن خلکان (جلد ۲ صفحہ ۵۶۶) سنہ ۳۶۵ھ مین پیدا ہوئے، [3] ابن خلکان (انگریزی ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۵۶۶، [4] معجم الادبار جلد ۵ صفحہ ۳۰۱ آخر، [5] ایضاً جلد ۵ صفحہ ۳۰۲،

سیلون کے تباہ شدہ شہر

از ڈاکٹر محمد عبدالغفور - بسمل بریلوی

سیلون کے شمالی اور مرکزی صوبہ مین زمانۂ قدیم کے تباہ شدہ شہرون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہے، اِن کھنڈرون کے حالات گزشتہ صدی کے آغاز تک دنیا کو معلوم نہ ہوئے تھے، لیکن زمانۂ حال مین سنہالی پچاریون کی تاریخ مہاونسا Mahawansa سے تقریباً ۵۰۰ ق م کے حالات معلوم ہوئے ہین،

دارالسلطنت انورادھ پورہ (Anuradhpura) کی بربادی کے آثار کئی مربع میل مین پھیلے ہوئے ہین، اِس شہر کو بادشاہ پنڈکا بھیا (Panduka bhaya) نے ۴۳۷ ق م اپنا پایۂ تخت بنایا تھا، بادشاہ اگا بودھی ہفتم (Agga - bodhi) نے اور بہت سے شہر آباد کئے تھے اور اِس نے اپنے دارالسلطنت کے لیئے شہر پالونیرو (Pollanaruwa) کو ۱۱۸۱ء مین منتخب کیا تھا،

یہ تمام برباد شدہ شہر گھنے جنگل مین دنیا کی نگاہون سے مستور رہتے، لفٹنٹ فیگن (Fagan) پہلے شخص ہین جنھون نے اکتوبر ۱۸۲۰ء کے سیلون گزٹ مین اِن تباہ شدہ شہرون کے حالات پر ایک مضمون لکھا ہے،

"مہاونسا" مین لکھا ہوا ہے کہ پہلا بادشاہ وجے (Wijaya) شمالی ہندوستان کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا، وہ سیلون مین ۵۴۳ ق م ایک جماعت کثیر کے ساتھ داخل ہوا،

اور اوس نے اُمرائے ملک سے دوستانہ مراسم پیدا کئے، ایک نواب کی لڑکی سے شادی کی، اور شادی مین تمام اُمراے ملک کو مدعو کر کے فریب کارانہ طریقہ سے قتل کرا دیا، بعد ازان ' وجے ' اور اوس کے ساتھیون نے تمام ملک پر قبضہ کر لیا، اور وہ سیلون کا بادشاہ بن بیٹھا،

' پنڈواسا ' (Panduwaasa) جو کہ وجے کا برادرزادہ تھا اور سلطنت گجرات مین پیدا ہوا تھا ایک بہت بڑی جماعت کی ہمراہی مین سیلون آیا، " وجے " کے بعد بادشاہ بنا اور شمالی ہندوستان کی سنہالی قوم کا سیلون مین اقتدار قائم کیا،

' پنڈواسا ' کے عہد حکومت مین اوس کے چچا انوراد ھا Annuradha نے ایک بہت بڑا تالاب دھانون کے کھیتون کی آبپاشی کے لیئے تیار کرایا تھا جس کا پشتیبان ۱۱ میل لانبا ۷۰ فٹ اونچا اور دہانہ پر ۴۰ فٹ چوڑا تھا، اوس کا رقبہ ۴۳۲۰ ایکڑ تھا اور اوس مین ۱۳۲ ملین مربع فٹ پانی آتا تھا، ایک اور تالاب اوس نے تعمیر کرایا، جس کا پشتیبان اب بھی ۱ ۳/۴ میل لمبا ۲۲ فٹ اونچا اور دہانہ پر ۴۰ فٹ چوڑا ہے، اِس کا رقبہ ۱۰۵۰ ایکڑ ہے۔ اوس مین ۱۱۳ ملین مربع فٹ پانی آتا ہو، سیلون کے شمالی صوبجات مین اور بہت سے چھوٹے چھوٹے تالاب بنوائے گئے تھے ملک کی ضروریات اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ وہ چھوٹے تالاب بھی بڑے تالابون کے برابر بنوا دیئے گئے تھے،

انورادھا کے پوتے، ' پنڈ کا بھیا ' نے ۴۳۷ ق م عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور سب سے بڑا شہر محکمۂ آبپاشی کے قریب اپنے دادا کے نام سے آباد کیا، اِس شہر کی وسعت کا اندازہ صرف اِس سے ہو سکتا ہو کہ شہر کی صفائی کے پانچسو خاکروب ملازم تھے، دوسو آدمی رات کو پہرہ دیتے تھے، ڈیڑھ سو نعش بردار تھے اور ڈیڑھ سو قبرستان کی نگہداشت کے لئے مقرر تھے، اِس کے بعد تشا ([illegible]) ۳۰۷ ق م تخت پر بیٹھا، اِس کے عہد حکومت مین ' مہیندا ' ہندوستان کے بادشاہ ' اسوکا ' (Asoka) کا لڑکا بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیئے سیلون آیا، تشا اور اوس کی تمام

رعایا نے مذہب بُدھ کو قبول کر لیا،

"مہاونسا" مین لکھا ہو کہ صدیون تک قوم تامل Tamils سیلون پر حملے کرتی رہی،

شہر انورادھ پور، کی عمارتون مین سب سے زیادہ حیرت انگیز مذہبی خانقاہین ہین، یہ اہرام مصر سے مشابہت رکھتی ہین، بجز ایک چھوٹے سے راستہ کے جو کسی مخفی کمرہ کو جاتا ہے باقی تمام عمارتین ٹھوس ہین، چھوٹی چھوٹی خانقاہین بھی بے شمار ہین، لیکن تین خانقاہین زیادہ بڑی ہین، پہلی خانقاہ کو بادشاہ دتوگمنو (Dattu Gamnu) نے بنوایا تھا اور اوس کے بھائی نے ۱۳۱ ق م کے بعد اُسے مکمل کرایا، اِس خانقاہ کی اونچائی ۲۷۰ فٹ ہے اور اوس کے بنیاد کے دائرہ کی گولائی ۲۰۰۰ فٹ ہو، یہ تمام عمارت اینٹون کی بنی ہوئی ہے، اور ابھی تک یہ اینٹین بدستور حالت مین ہین، کچھ حصہ زمین مین دھس گیا ہو، اِس لیئے اِس کی اونچائی اِس وقت ۱۰۰ فٹ رہ گئی ہے، اِس عمارت پر گھاس اُگی ہوئی ہے، اِس چارون طرف پتھر کی چٹانون پر بُدھ اور شاہانِ سیلون کے بُت ایستادہ ہین، اور اِس عمارت کے چارون گوشون پر چار قربان گاہین بنی ہوئی ہین،

اِس سے بڑی اور دوسری عمارت ۸۸ ق م مین بنائی گئی تھی، شہر کی خانقاہ کے بھنت دو حصون پر منقسم ہو گئے تھے، اور ایک فرقہ نے اِس خانقاہ کو تعمیر کرایا تھا۔ اِس عمارت کا برج گول تھا اور اِس کی اونچائی ۴۰۵ فٹ تھی،

تیسری خانقاہ ۲۷۵ء مین مہاسینا (Mahasena) کے دورِ حکومت مین تعمیر ہوئی تھی، یہ اب بھی اپنی تباہ شدہ حالت مین ۲۴۹ فٹ اونچی ہو، مسٹر ایمرسن ٹینینٹ Emerson Tennant) نے ایک مضمون اِن عمارتون کے متعلق لکھا تھا، اوس مین اونھون نے بتلایا ہو کہ اِس عمارت کی اینٹون سے لندن سے اڈنبرا تک ایک فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی

دیوار بنائی جاسکتی ہے،

اس قدیم شہر کی سب سے زیادہ مشہور عمارت ایک محل ہو، اسے دتوگمنو نے ۲ سنہ ق م مین تعمیر کرایا تھا، یہ نو منزلہ مکان پتھر کے ستونون پر بنایا گیا تھا، اور ہر ایک منزل مین سنو مہنتون کے رہنے کی گنجایش رکھی گئی تھی، اس کی چھت پر پیتل کے کھپرون کی کھپریل پڑی ہوئی تھی، جو کہ سونے کی طرح چمکتی تھی، اندر قالین بچھے ہوئے تھے اور دیوارون کی کھونٹیون پر جواہرات جڑے ہوئے تھے،

۴۰۰ فٹ اونچی چٹان شہر انورادھ پورہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے، اوس چٹان کی چوٹی تک ایک پیچیدہ راستہ بنایا گیا تھا، یہ راستہ اینٹون کے مصنوعی شیر کے اگلے پنجون سے اوس کے جسم سے ہوتا ہوا چٹان تک جاتا تھا، اس چٹان کو کاٹ کر ایک عالیشان محل بنایا گیا تھا، اوسی چٹان کے ایک حصہ سے تخت تراشا گیا تھا، جس پر درباری خواتین کی تصاویر بنی ہوئی تھین، بادشاہ کسیاپا اول (Kasyapa 1st) نے ۴۷۷ء سے ۴۹۵ء تک حکومت کی، یہ بادشاہ اپنے باپ کو قتل کرکے انتقام سے بچنے کے لیے یہان چلا آیا تھا،

شہر پالونیروا، شہر انورادھپورہ سے سیدھا پچاس میل کے فاصلہ پر ہے، سنہ ۶ء کے آخر مین یہ دار السلطنت بنایا گیا تھا، پرک راما با اول (Parakrama Bahu) نے یہان ۱۱۵۳ء سے ۱۱۸۶ء تک حکومت کی، اس کے زمانہ مین یہ شہر نہایت ترقی پر تھا، اس کے بعد اس شہر کا زوال شروع ہوگیا، پرک راما باہو سوم کے زمانہ مین ۱۲۸۸ء مین یہ شہر تباہ و برباد ہوگیا، شاہی قلعہ ابھی تک قایم ہو، اس کی دیوارین دس فٹ چوڑی ہین،

پتھر کی تختی پر سنہالی زبان مین قدیم زمانہ کی تاریخ کندہ ہو، اس پتھر کا وزن ۲۵ ٹن ہے، اور بادشاہ نساکا ملا (Nissanka Malla) کے حکم سے ۱۱۹۰ء مین ایک مقام مہنتیل (Mahintale) سے لایا گیا تھا۔ اس سے شاہان قدیم کے کارہاے نمایان کا

حال معلوم ہوتا ہی، اور اب بھی یہ کتبے آسانی سے پڑھے جاتے ہین،

ایک چٹان سے تراشی ہوئی خانقاہ مین بدھ کا بت بنا ہوا ہی، اس بت کا طول ۴۴ فٹ ہی، یہ ایک پہلو پر بیٹھا ہوا ہی، اس بت کے سرہانے بدھ کا چیلا انند (Ananda) متحمل کھڑا ہوا ہے،

ایک شیر کا بت عجائب خانۂ کولمبو کو پہنچایا گیا ہے، یہ اس قدر وزنی ہے کہ ایک گاڑی بار کرتے وقت ریزہ ریزہ ہو گئی تھی، اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ اس پر بہت سے بادشاہون کی تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی تھی،

پرک راما اعظم کا مجسمہ فنِ بت تراشی کا ایک نہایت ہی قابل قدر نمونہ ہی، چہرہ سے پیری کے آثار نمایان ہین، اپنے دونون ہاتھون مین کھجور کے پتے کو پکڑے ہوئے نہایت ہی غور کے ساتھ اوسکی تحریر کو پڑھ رہا ہے،

پیجر فور بز (...) ۱۸۲۸ء مین گھنے جنگل مین سے ہو کر دھانون کے کھیتون مین سے ہوتے ہوئے شہر پالونیرو تک پہونچے تھے، اون کا بیان ہی کہ اُن عمارتون مین سے ہمارے شور و غل کو سُنکر بہت سے ریچھ نکل کر بھاگے،

ان شہرون کی تباہی کی کوئی تاریخ مقرر کرنا تو ایک امر محال ہی، کیونکہ یہ شہر صرف کسی ایک حادثہ سے تو تباہ ہوئے نہین، لیکن اتنا ضرور قیاس کیا جا سکتا ہی کہ اس قدر زرخیز خطہ کو رفتہ رفتہ زوال ہوا ہوگا،

سولھوین صدی کے شروع مین پرتگالی سیلون مین آئے تھے، تو اوس زمانہ مین سیلون کے باشندے فن تعمیر مین اعلیٰ قابلیت نہ رکھتے تھے، اور شمال مین یہ زرخیز حصے تباہ پڑے ہوئے تھے،

یہان کے قدیم مؤرخین کا بیان ہی کہ ان لوگون کو فتح و کامرانی کی لامحدود مسرت نے ناکارہ بنا دیا تھا، اور ان کی جسمانی اور دماغی قوتین روز بروز زائل ہونے لگی تھین، اس لئے ان کے حریفون نے

انہین تباہ و برباد کر دیا،

مذہب پرست لوگون کا خیال ہو چونکہ یہ لوگ عیش پرست ہوگئے تھے، اسلیئے خدا کے قہر نے انہین نیست ونابود کردیا، سائنس دانون کا دعویٰ ہو کہ یہ تمام تباہی انقلاب فطرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہو، ڈاکٹرون کی رائے ہو کہ ملیریا (تپ رعشہ دار) اس قوم کی تباہی کا باعث ہوا، چنانچہ ڈاکٹر نکولس Nicholls نے جو کہ سیلون کے محکمۂ علم الجراثیم کے ڈائرکٹر ہین۔ اس خیال کی تائید مین ایک زبردست اور مدلل مضمون حوالۂ قلم کیا ہو، وہ لکھتے ہین،

دریائے ڈینوب اب کبھی منجمد نہین ہوتا، لیکن رومیون کے زمانہ مین ان کی افواج نے اکثر موقعون پر دریائے ڈینوب کو منجمد حالت مین عبور کیا ہو، افریقہ مین بہت سے ایسے مقامات ہین جو کہ پہلے زرخیز تھے لیکن اب وہ ریگستان ہین، یہ باتین سب ممکن ہین، لیکن سیلون مین اس قسم کی کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہو، کیونکہ آب وہوا اور بارش اب بھی وہان ویسے ہی ہین جیسے کہ پہلے تھین، موہون کے گھاٹ اور تالابون کی سیڑھیون مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی ہو"

مسٹر جانسن (Jones) اپنے ایک مضمون "قدیم یونان" مین تحریر فرماتے ہین کہ،

"جب یونان کی ترقی کا ستارہ عروج پر تھا تو ملیریا (Malaria) کا نام ونشان بھی نہ تھا، جیسا کہ اب یونان کی ادنیٰ اور دیہاتی زندگی مین پایا جاتا ہو، یونان کے عہد ترقی کی کتابون مین اس بیماری کا کوئی ذکر نہین ہو، لیکن جب یونانی قعر ذلت مین گر گئے تو اوس دور تنزل کی کتابون مین تفصیل کے ساتھ اس بیماری کا ذکر پایا جاتا ہو"

ہیضہ اور طاعون خطرناک بیماریان ہین، لیکن چند برسون کے بعد ان کے اثرات ذہن سے محو ہو جاتے ہین اور آبادی پر کوئی مستقل اثر باقی نہین رہتا، ملیریا کی حالت اس سے مختلف ہے، جس خطہ مین یہ بخار پھیلا ہوا ہو وہان کے بچے ہمیشہ خراب صحت کی حالت مین ہون گے اور جوان ہو کر بھی

[illegible] ہینگے، یہ خرابی مستقل ہی، اور اِس کا اثر آیندہ نسلون پر پڑتا ہی،

سیلون مین ملیریا پھیلانے والے مچھر ہندوستان سے آئے، اور جب یہ بیماری مزدور اور ادنیٰ طبقہ کو کمزور کرنے لگی تو شمالی سیلون کے باشندے اپنے خورونوش کا انتظام نہ کرسکنے کے بعد اوس حصۂ ملک مین چلے گئے جہان یہ بخار بہت کم تھا، اِس کی مثال جزیرۂ مارشیس کی طرح ہی، وہان یہ بخار ۱۸۶۶ء مین پہلی مرتبہ پھیلا تھا، اور دیہاتی زندگی سخت خطرہ کی حالت مین تھی،

جن لوگون کا یہ خیال ہی کہ اِن لوگون کی تباہی کا باعث عیش پرستی تھی، یہ صحیح نہین، کیونکہ عیش پرستی سے صرف چند افراد تباہ ہوسکتے ہین، لیکن امراض کہنہ سے ہزارون شخص تباہ ہوجاتے ہین، ملیریا جس طرح ایک شخص کو تباہ کرنے والی ہی، اسی طرح قومون کو بھی تباہ کرنے والی بیماری ہی،

حکمران طبقہ کے لوگ عیش پرستی مین مبتلا ہوسکتے ہین، شہرون کے متوسط طبقہ کے آدمی بھی اسی زمرہ مین شامل کئے جاسکتے ہین، لیکن دنیا کی تاریخ مین کوئی ایسی مثال نہین ملتی کہ ادنیٰ طبقہ اور خاص طور پر دیہاتی لوگون کو عیش پرستی کا موقع ملا ہو،

سیلون کے قدیم شہرون کی ترقی کھیتون مین کام کرنے والے آدمیون پر موقوف بھی۔ اِن لوگون نے وعانون کے کھیتون مین پانی دینے کے لیئے تالاب بنائے تھے، غالباً اول تباہی اِنہی ادنیٰ طبقہ کے مزدورون مین شروع ہوئی ہوگی، اور یہ بات قابل تسلیم ہی کہ اِن لوگون کی طاقت کو تباہ کرنے والا کوئی مرض کہنہ ہی ہوسکتا ہی،

سیلون کی تاریخ مین اِس تباہی کا سبب یہ بتایا جاتا ہی کہ سنہالی قوم کو تامل قوم نے تباہ وبرباد کردیا، اور تامل قوم خود اون جگہون پر آباد ہوگئی، اور کچھ عرصہ کے بعد اون مقامات کو چھوڑکر جزیرۂ سیلون کے شمال کے کم زرخیز حصون مین چلی گئی، اِس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہی کہ اِس تباہی کا سبب سنہالی قوم کی شکست نہ تھی بلکہ اِس تباہی کا راز اوس خطۂ ملک کی خرابئ آب وہوا مین مضمر تھا،

مصر کے عہد عتیق کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے نیل کی وادی مین مختلف قومین آباد تھین اور مدتون تک دنیا کی تہذیب وشائستگی کا مرکز رہین، لیکن رومیون کے زمانہ مین یہ ملک نوآبادی کے لیے موزون اور درست نہ رہا تھا، اور اون کی افواج بیماری کی وجہ سے نحیف وناتوان ہوگئی تھین، گزشتہ جنگ عظیم مین برطانیہ کی افواج یونان اور فلسطین کے اکثر مقامات پر ان بیماریون سے محفوظ نہ رہ سکین،

آجکل مصر کے ادنیٰ طبقہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین ہے جو کہ تین بیماریون ملیریا۔ انکلستومی[1] بلہارزی[2]، مین سے کسی ایک مین مبتلا نہ ہو،

یہ بتلا دینا دلچسپی سے خالی نہین کہ عہد قدیم مین ملیریا، قومون کے زوال کا ایک خاص سبب رہا ہے، نہر پنامہ کا بنانا اوس وقت تک ناممکن ہوگیا تھا جب تک ملیریا کے مچھرون کو تباہ نہ کردیا گیا،

(ملخص)

[1] انکلستومی Ankylostamiasis یہ بیماری ۱۹۱۰ء مین انگلستان مین تحقیقات کی گئی تھی، صوبہ متحدہ آگرہ واودھ مین ۳۰ فیصدی لوگ اس بیماری مین مبتلا ہین، مصر مین یہ بیماری زیادہ پھیلی ہوئی ہے، ہندوستانی فوجون مین بھی یہ بیماری کثرت سے پائی جاتی ہے فلسطین۔ مشرقی افریقہ۔ اور عراق عرب مین اس بیماری نے نہایت خطرناک نتائج پیدا کیے ہین، باریک کیڑے انسان کی چھوٹی آنت مین چپٹے ہوئے پائے جاتے ہین اور ہر وقت خون چوستے رہتے ہین، زرد چہرہ۔ طبیعت گری ہوئی، اختلاج قلب کی شکایت، ہاضمہ کی خرابی، نسیان کی ترقی اس بیماری کی خاص علامتین ہین،

[2] اس بیماری نے مصر اور دریائے فرات کنارے پر رہنے والون کو زیادہ ستایا ہے، Belharziasis

اتفاقاتِ حسنہ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی
کی
ایک قلمی تحریر

از

جناب مولنا حبیب الرحمن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ

گزشتہ محرم الحرام کی ساتوین تاریخ کو مین نے اول مرتبہ حضرت شیخ **عبدالحق** محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے مزار پر انوار پر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا، ۶ صفر المظفر کو صبح کے وقت تفاول شرعی کے طور پر دیوان حافظ دیکھا تو یہ شعر سر صفحہ نکلا ؎

ستارۂ بدرخشید و ماہِ مجلس شد　　دلِ رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

اوسی روز دوپہر سے پہلے حضرت شیخ کی اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ کا قلمی نسخہ[1] دیدہ افروز ہوا جو آب خوردہ اور بوسیدہ ہی مگر خوشخط اور اہتمام سے لکھا ہوا،

آگے پڑھنے سے پہلے "ستارۂ بدرخشید" اور "ماہِ مجلس" کا مقابلہ "اشعۃ اللمعات" اور "مشکوٰۃ" سے کرلو، نورٌ علیٰ نور، سر صفحہ کے پائین مین یہ عبارت تحریر ہی" ترجمہ مشکوٰۃ الشریف تصنیف حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کہ در خاتمۂ کتاب دستخط حضرت شیخ درج ست بہ ہدیۂ یکہزار و دوصد روپیہ گرفتہ نواب صاحب قبلہ مدظلہ اللہ تعالیٰ

[1] چند سال پہلے مشکوٰۃ المصابیح کا نسخہ ملا ہی جس پر شیخ نور الحق فرزند شیخ محدث کے ہاتھ کی عبارت تحریر ہی،

یہ خط کہنگی کی شان لئے ہوئے ہی، مُہرین مٹ گئی ہین اسلئے "نواب صاحب قبلہ" کون تھے معلوم نہین ہوتا، آخری آخری صفحہ کے آخر مین جو بیاض تھی اوس مین حضرت شیخ کے قلم کی عبارت جلوہ افروز ہی، خط صاف اور پختہ ہی جملہ بارہ سطرین ہین،

میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان مین حضرت شیخ کی وفات ۱۰۵۲ھ مین لکھی ہی تاریخ وفات علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے برآمد ہوتی ہی، علماء اور انبیاء کی ہمزون کے دو عدد محسوب ہین، سنہ ولادت ۹۵۸ھ ہی، حضرت شیخ نے ۹۴ برس کی عمر پائی، عبارت زیر بحث کی تحریر کے وقت سِن شریف ۹۱ برس کا تھا مگر خط مین ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا ذرہ برابر اثر نہین ہی،

کاتب کتاب نے اپنا نام **محمد علی دہلوی** لکھا ہی، سنہ کتابت ہندسون مین لکھا تھا جو محکوک ہو چکے تاہم "۴" ہندسہ درمیان مین نگاہ انداز دیکھ سکتی ہی، اس طرح ۱۰۴۰ھ تک سنہ کتابت ہو سکتا ہی، ممکن ہی کہ ۱۰۴۹ھ مین ختم ہوئی ہو جو حضرت شیخ کی عبارت کا سال تحریر ہے، حاشیۂ کتاب پر حضرت شیخ کے خط سے ملتی جلتی تحریر مین اصلاحی الفاظ لکھے ہوئے ہین، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نسخۂ ہذا حضرت کے مطالعہ مین رہا ہے، کیا عجب ہی کہ خانقاہ قادریہ کے کتابخانہ کے لئے لکھا گیا ہو،

چلتے چلتے قیمت کتاب پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، بارہ سو روپیہ قیمت ہی، جامعہ عثمانیہ نے جو تاریخ ہند شائع کی ہی اوس مین اعداد شمار سے ثابت کیا ہی کہ آج کا روپیہ عہد مغلیہ کے روپیہ سے قیمت مین دس گنا کم ہی لہذا محفوظ طور پر آجکل کے حساب سے دس ہزار روپیہ قیمت کہی جا سکتی ہے، مصرع

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جوان تھا

اب کہ شیرازۂ جمعیت بکھر چکا ہی، یورپ اور امریکہ کے مقابلہ پر مسلمانون سے (معارف کے شذرات مین) قدردانی کا سوال جرح، نمک بر جراحت کا کام دے جاتا ہی،

حضرت شیخ کی عبارت یہ ہی،

تمام شد تسوید این کتاب عشیۂ یوم الاربعا بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین و بود ابتدا تالیف بیزدہم ذی الحجہ سنہ یکہزار و نوزدہ و بہ تحقیق در آمد در میان مشاغل دیگر از تالیفات دیگر کہ مجموع سہ سال و کسری باشد۔ و تمام شد در خانقاہ قادریہ در دہلی کہ این بندہ خدمت می کند او را و جاروب امی کشد می افروز و چراغ آنرا و بود ابتدا و ختم در یک مکان گویا در ...... [۱] ...... تمام شد مقصود بیان، توفیق الٰہی ست سبحانہ و اعطائے وے استقامت مراد تخصیص وے تعالیٰ بندۂ مسکین را بسلامت و عافیت و الحمد للہ، اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا حررت ہذہ الاسطر علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی البخاری منو، یوم الجمعہ سنہ الف و تسع و اربعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

آخر میں سوال یہ ہے کہ حاضری درگاہ، مژدۂ لسان الغیب، اور اس نعمت کے حاصل ہوتے میں کوئی بشارت ارتباط ہے؟ مصرع،

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند

---

[۱] قیاساً، [۲] حرف پڑے نہیں گئے۔

مترجمات

معرکۂ علم و مذہب

(۲)

نوشتہ

مترجمہ: مولوی خواجہ عبد الواجد صاحب ندوی پروفیسر کرسچن کالج کانپور

ہم خود اپنے سب سے زیادہ معتمد علیہ دوست سے بھی مذہب پر بحث کرنا پسند نہین کرتے کیون؟ اس لیے کہ مبادا فریقین مین سے کسی کی دل آزاری ہو؟ نہین بلکہ اس لیے کہ یہ سرزمین بہت ہی مقدس ہے اور اس مین انتہائی احتیاط کے ساتھ قدم رکھنا بھی تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے، غرض علم کا مطمح نظر اعلان اور مذہب کا نصب العین اخفا ہے، اسی لیے دورِ علم مین لوگون کا ملجا محاضرہ گاہین اور دورِ مذہب مین تقدس مین انکا مادی تقدس و اخفا کے مرکز پر اسرار عبادت گاہین ہوتی ہین، یہ اسی دیرینہ اور مذہب کی فطرت مین جاگزین اخفا کا نتیجہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ گذشتہ کو اس قدر کم سمجھتے ہین، قدیم معلمین (مذاہب م،) نے اپنی تعلیات کو عوام سے کیون مخفی رکھا؟ چند منتخب متبعین کو ان کا حامل کیون بنایا؟ جن تعلیمات کو مخفی رکھا وہ کیا ہین؟ ان سوالات کا کوئی جواب نہین دیا جاسکتا، لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ افلاطون اور فیثا غورث حضرت عیسیٰ اور مقدس پولس کیا یہ لوگ اخفا محض اخفا کی غرض سے کر سکتے تھے؟ کیا یہ فوقیت کے ایک مصنوعی احساس کے لیے اپنی خیالی تعلیمات کو محفوظ رکھ سکتے تھے؟ اس سے قطع نظر مذہب کی تین اصلی خصوصیات یعنی اسرار، سحر اور نام نہاد خرافات کی ارباب علم و فضل کیا تشریح کرسکتے ہین؟ کچھ نہین، ہم کو کچھ خبر نہین کہ اگلے زمانہ کی

[پُراسر]ار عبادت گاہون مین کیا ہوتا تھا اس لیے جب ان کے حالات پڑھتے ہین تو ہم کو ہنسی آتی ہے، جن چیزون کو ہم خرافات کہتے ہین ان کے حقیقی معنون کا ہم کو ذرا بھی علم نہین اسی لیے اپنی نادانی سے انھین خود فروشی اور وحشیانہ ہرزہ سرائی پر محمول کرکے ایک زہر خند کے ساتھ ٹھکرا دیتے ہین، علم کی نادانیون کی فہرست مین اخلاق کا نام بھی شامل کیا جاسکتا ہے علم اگرچہ قدیم اخلاقی دستور العمل کو صحیح تسلیم کرتا ہے لیکن ان کی کوئی تشریح نہین کرسکتا اگر جو شئے علم کے لیے چیستان ہے وہی مذہب کا جزو لاینفک ہے، سحر نام نہاد خرافات کا بھی مذہب سے اتنا ہی گہرا تعلق ہے، البتہ نئی دنیا اس دفتر بے پایان کا ایک حرف بھی نہین سمجھ سکتی اس لیے اس کے حق مین یہ ویسے سربستہ راز ہین جیسے وہ مشہور مذہبی رسوم جن کے نام اب تک عیسوی مذہب کی مقدس کتاب مین موجود ہین، مگر اس کا ذمہ دار مذہب نہین کیونکہ اس کا تعلق "زمانہ" سے ہے اور اگر ہم "زمانہ" کے بدلہ حرف "ماحول" کے مطالعہ مین اپنی تمام عمر بسر کردین تو ہم اسے کیسے سمجھ سکتے ہین،

گنجایش نہین ورنہ مین سحر اور پراسرار عبادت گاہون کے متعلق بھی کچھ کہتا، لیکن نام نہاد خرافات کی تفریق سے مین علم و مذہب کے ایک بہت ہی نمایان فرق کے متعلق چند کلمے کہنا چاہتا ہون، علم ہر شئے کی حالت بلا کم و کاست ایسے الفاظ مین بیان کرنا چاہتا ہے، جس مین ابہام یا شک کی گنجایش نہ ہو، اس کا موضوع ایسی چیزین جنکی تحقیقات پیمایش، وزن، یا مقدار کے ذریعہ سے کیجا سکتی ہے اسی لیے وہ حتی الامکان اپنے معلومات ایسے پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے، جس سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، مثلاً وہ مخصوص علامات استعمال کرتا ہے جو فی نفسہ بے معنی ہوتی ہین، فطرت کی کسی شے سے تعلق نہین رکھتین اور دانستہ تمام ذاتی یا ضمنی مدلولات سے معرّی ہوتی ہین، مگر مذہب کی حالت اس کے برعکس ہے، اس کے خیالات کی تعین یا تحدید ممکن نہین، اس لیے وہ صرف اشارہ کرنا چاہتا ہے علم کی طرح مذہب کی بھی مقررہ علامات ہین لیکن ان کی حالت علمی علامات سے یک قلم مختلف ہے، مذہبی علامات کا ماخذ دنیا اور دنیا کی چیزین، آفتاب، سمندر، چٹان، جنگل، جانور ہین حتی کہ روح کے لیے بھی کوئی خاص نام نہین، چنانچہ جن الفاظ سے اسے تعبیر کرتے ہین ان کے اصلی معنی سانس یا ہوا ہین

علمی علامات کے برعکس مذہبی علامات کا رنگ شوخ اور مدلولات ضمنی خاص طور پر تخصی ہوتے ہیں بلکہ وہ آئندہ چل کر
ہی از خود خرافات و مجازات کا قالب اختیار کر لیتے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں تشبیہات برمحل ہوتی
ہیں بلکہ عالم ناسوت میں یہی شبہ بہ شبہ کا نمونہ ہوتا ہے، علم جب اپنی تحقیقات کے نتائج میں ضروری تصرف
کے بعد ایک عام معیار قائم کر لیتا ہے تو اس کا مقصد پورا ہو جاتا ہے لیکن مذہب کا مقصد کبھی پورا نہیں ہوتا وہ
وہ برابر مجازات کے پردہ میں اپنی جستجو کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، علم کا دائرہ بحث، بقول سر ولیم جیمس، ظاہری
اور نمائشی چیزیں ہیں لیکن مذہب کا دائرہ بحث حقائق زندگی ہیں کیونکہ مذہب کی تمام مباحث کا دار مدار شعور
ہے جس کی بدولت ہمیں عالم محسوسات کا علم ہوتا ہے، یہی شعور ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم ہے اگر یہ نہ ہو
تو ہمارے لیے دنیا کا عدم و وجود یکساں ہے، انسانی معلومات کے متعلق قدیم و جدید دنیا کی عددات میں جو فرق
ہے اس کی تشریح شاید علم و مذہب کے مذکورۂ بالا اختلاف میں موجود ہے، جس عہد میں حقائق زندگی پر غور
کیا جائے اس کے نتائج فکر یقیناً اس عہد سے زیادہ بیش بہا ہونگے جس میں صرف ظاہری باتوں پر توجہ کیا گیا ہو
اس سلسلہ میں ایک اور نکتہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے، مذہب میں اگرچہ اخفا سے کام لیا جاتا ہے لیکن مجبوراً
لیا جاتا ہے، ہماری زبان کا ماخذ عالم محسوسات کے مظاہر ہیں، ہمارے الفاظ ایسی چیزوں کو بیان کرتے ہیں
جو حواس خمسۂ ظاہری سے حاصل ہوتے ہیں اس سے جب ان کا مابعد الطبیعی مفاہیم کے لیے استعمال کیا جاتا
ہے تو لامحالہ اس میں استعارہ کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، جو حالت الفاظ کی ہے وہی بعینہٖ جملوں کی ہے جب
کوئی مابعد الطبیعی حقیقت ایسے الفاظ میں بیان کی جاتی ہے جو طبیعی دنیا سے مستعار لیے گئے ہیں تو ایسا بیان
بعض اوقات طبیعی اور مابعد الطبیعی دونوں حیثیتوں سے صحیح ہوتا ہے، مگر یہ جامعیت چنداں کارآمد
نہیں، ایسے مواقع پر مقصود بالذات مجازی معنی ہوتے ہیں حقیقی معنوں میں اگر کوئی بات ہوتی ہے تو وہ
صرف یہ کہ یہ مجازی معنوں کے لیے رموز کا کام دیتے ہیں جو مذہب کے لیے ناگزیر ہے، مذہبی تعبیرات میں
رموز کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جن دو زبانوں (عبرانی و یونانی م) میں عیسوی متن

کی مقدس کتاب نازل ہوئی تھی ان مین سے ایک کے خزانہ الفاظ مین عقیدہ (یا مذہب و کریڈیم) کے لیے کوئی لفظ ہی نہین اور دوسری مین اسے سمبولن کہتے ہین، (جس کے لفظی معنی رمز ہین م) اس موقع پر یہ امر سب سے پہلے قابل لحاظ ہو کہ اگر مذہب اپنے عقائد کے متعلق صاف گوئی سے کام لینا چاہے جب اپنے ارادہ مین کامیاب نہین ہو سکتا کیونکہ الفاظ کا قدم درمیان مین آتے ہی استعارات سے مدد لینا پڑیگی اغرض اخفا مذہب کے انداز بیان کی فطرت ہے اسی سے حضرت علیٰؑ اپنے متبعین کو بار بار متنبہ فرماتے ہین کہ ان کے کلام کے معنی ہر کس و ناکس نہین سمجھ سکتا اسے صرف۔ اسی شخص کو سننا چاہیئے جو گوش (حق نیوش م) رکھتا ہو" کیونکہ ہر مقدس شے مخفی اور پاک چیز پوشیدہ ہوتی ہے،

علم و مذہب کے اسی اختلاف انداز بیان کا یہ نتیجہ ہے کہ ڈریپر کو یہ دونون برسرپیکار نظر آتے ہین، کتاب مقدس کے نازل ہونے کے بعد خود بین جہالت کا ایسا سیلاب آیا کہ تمام عالم پر چھا گیا، نادان ارباب عقل کے منصب پر قابض ہو گیے، اعلان اخفا کے قدم بقدم چلنا شروع کیا، اہل علم اور ارباب تقوی دونون نے یہ تسلیم کر لیا کہ مذہبی تعبیرات مین الفاظ کے حقیقی معنی مراد ہین بلکہ اس مین یہان تک غلو کیا کہ تاویل کے احتمال سے چین بجبین ہونے لگے لیکن اگر ان بزرگون کے مسلک پر عمل کیا جائے تو مذہب کو علم سے بے لڑے شکست ہو جائے، واقعہ یہ ہے کہ مذہبی تعبیرات مین الفاظ کے معنی مراد نہین بلکہ ہم کو چاہیئے کہ انکو مجازی نقطہ نظر سے دیکھین گرایلی کے نزدیک "کسی لفظ کی مجازی تشریح تشریح ہی نہین" اسقف موصوف کو مجازی تشریح سے اس شد ومد کے ساتھ انکار سہی لیکن مقدس رسول ان کے ہمخیال نہین حضرت عیسیٰؑ نے یہ پیشینگوئی کی تھی کہ بیت المقدس تین دن مین پھر بن کے تیار ہو جائیگا، یہودی اس کے یہ معنی سمجھتے تھے کہ اس سے یہ اینٹ چونے کی عمارت مراد ہے اور اس نافہمی پر مقدس یوحنا یہودیون کو سرزنش کرتے تھے علیٰ ہذا قصہ ہاجرہ مین اور لوگ تو ظاہری معنی مراد لینا چاہتے تھے مگر مقدس پولس ان کی موسوی خرافات ناواقفیت پر اظہار افسوس کرتے تھے اور خود اس قصہ کو مجاز پر محمول کرتے تھے، ہمارے موجودہ مذہبی پیشوا اگرچہ گلیلی

اور یہودیا کے باشندون سے زیادہ فہمیدہ ہین لیکن حقیقی معنی مراد لے کے ان تمام دنہاد خرافات کی تضحیک کرتے ہین جنھین حضرت عیسیٰ اور ان کے حواری مقدس سمجھتے تھے، طرہ یہ کہ اس کے باوجود اپنے قائم رہنے پر ماتم کرتے ہین، مگر جیسا کہ ان بزرگون کو بھی اقرار ہے اگر مرئی اشیا یا اعمال مثلاً حضرت کے مقدمہ کی سماعت اور آپ کا سولی پر چڑھایا جانا جسمانی ہین اور مذہب کا تعلق روحانیات سے ہے تو اس صورت مین "اعلیٰ تنقید" یا "تاریخی طریقہ" کو مذہبی کتابون سے کیا سروکار ہو سکتا ہے،

مذکورۂ بالا اسباب کی بنا پر اخلاق کے علاوہ مذہبی تعلیمات کا بقیہ حصہ نام ونہاد خرافات مین نظر آتا ہے اور یہی ہونا چاہئے، افلاطون اور بلوطارق سے بالتصریح منقول ہے کہ خرافات کا مقصد جسمانی تجربات نہین بلکہ روحانی تجربات کا اظہار ہے تاریخ کی طرح نام ونہاد خرافات بھی صحیح ہوتے ہین البتہ انکی صحت کی نوعیت مختلف ہوتی ہی، ان کا تعلق ایسے واقعات سے نہین ہوتا ہے زمانہ گذشتہ مین کبھی پیش آئے تھے بلکہ ایسے واقعات سے ہوتا ہی جو اب بھی پیش آتے رہتے ہین، سلیسٹ نام ایک جدید اشراقی کا قول ہی، "کہ یہ چیزین اگرچہ کبھی پیش نہین آئین لیکن ہمیشہ پیش آتی رہتی ہین" اس قسم کے حقایق یقیناً تاریخی حقایق سے زیادہ اہم ہین کیونکہ انسان کے نقطۂ نظر سے اصلی شے واقعات نہین بلکہ ان واقعات کے متعلق اس کا خیال یا احساس ہے واقعات کی اہمیت صرف اس حیثیت سے ہے کہ ان کا انسان کے شعور پر اثر پڑتا ہے، مثلاً فرض کیجئے کسی شخص کے پاس ایک حبہ نہ رہے یا اسے بے قیاس دولت ملجائے لعنت کا طوق اُس کی گردن مین ڈال دیا جائے، یا نیک نامی کا طرہ اس کے زیب دستار کیا جائے، اس کے تمام اعزہ مرجائین یا جو مرچکے ہین وہ بھی زندہ ہوجائین لیکن اسے ان انقلابات کی خبر نہ ہو یا خبر ہو مگر پروانہ ہو تو ایسی حالت مین ان انقلابات کا کیا حاصل ہوگا؟ غرض اصلی شے "ماحول" نہین بلکہ "انا" ہے، وہ واقعات نہین جو بیرونی دنیا مین آتے ہین بلکہ وہ کیفیات ہین جو دل پر گزرتی ہین، ان مین سے ایک کو تاریخ اور دوسرے کو خرافات بیان کرتے ہین لیکن دونون مین، وہی فرق ہی جو مردہ لاش اور زندہ جسم مین ہے

تاریخی طریقہ کو اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو ایک ایسا عجیب و غریب نکتہ منکشف ہو جو اگرچہ مسلمہ خیالات کے خلاف لیکن واقعات کے مطابق ہے، تاریخ کا قابل اعتبار ہونا عالم آشکار ہے حتی کہ بعض لوگ اسے "جھوٹ کا وسیع جنگل" کہتے ہین، خواہ کوئی واقعہ ہو اس کا دارمدار روایت پر ہے لیکن ارباب روایت کے بیان مین خواہ مخواہ ہمدردی یا تعصب کی آمیزش ہو جاتی ہے، اس لیے ان کے بیان کوئی واقعہ ہو بہو نظر نہین آسکتا، ادھر تو گزشتہ واقعات کے متعلق ہمارا اور ان کی قدر و قیمت کے متعلق ہمارا اندازہ دوسرون کی بنیاد پر ہوتا ہے اور ادھر خود ہماری قوت فیصلہ تمام بیرونی اثرات، مذہب، قومیت تعلیم، تربیت وغیرہ سے متاثر ہوتی ہے اس لیے اصل حقیقت کا سراغ نہین ملتا، معرکہ واٹرلو یا معرکہ جٹلینڈ اگرچہ حال مین پیش آئے ہین لیکن ان کے متعلق روایات مختلف راویون کے بیانات باہم متناقض اور شرکائے جنگ کے پیش کردہ سلسلۂ واقعات مین دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی موجود ہے اسے ہم انداز کر سکتے ہین کہ جن واقعات کو پیش آئے ہزارہا سال گزر چکے ہین انکی کیا حالت ہوگی، اس موقع پر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس زمانہ مین یہ واقعات پیش آئے تھے اس وقت لوگون پر جذبات کا اثر غالب تھا اس کے علاوہ ان واقعات کے متعلق ہمارے ساتھ معلومات کا صرف ایک ذریعہ یعنی روایات ہین، لیکن نہ ان روایات مین صحیح و غلط کی تحقیق کی گئی ہے اور نہ ان کے راویون کی اہلیت و صداقت کے متعلق کوئی قابل اعتبار ثبوت موجود ہے لیکن صرف اتنا ہی، کسی سادہ تاریخی واقعہ کو لیجیے مثلاً زید نے عمر کو قتل کر ڈالا، اس واقعہ سے ہم کو کیا سروکار ہے؟ یہ ہمارے لیے کس حیثیت سے دلچسپ ہے؟ لمحہ بھر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی اصلی اہمیت مقصد قتل مین مضمر ہے، زید نے عمر کی کیون جان لی! کس فائدے کے لیے؟ انتقام کی غرض سے؟ یا محض اتفاقاً یہ حادثہ پیش آیا؟ جنبتک ان سوالات کا جواب نہ دیا جائے اس وقت تک اس واقعہ کا علم و عدم علم یکسان ہی، ایسے موقع پر قرائن سے جواب مستنبط کیا جاتا ہی لیکن قرائن خواہ کتنے ہی واضح ہون تاہم استنباط جواب کو قیاس سے زاید

قیاس آرائی، کہا جاسکتا ہو، کیونکہ قتل کا مقصد ایک ایسا راز ہے جس کا علم صرف قاتل یا اس کے خالق کو ہوسکتا ہے غرض تاریخ تین وجوہ سے ناقابل یقین ہے، واقعات کا علم روایات سے ہوتا ہے جو مشتبہ ہوتی ہین ان کے روایات کے متعلق ہمارا فیصلہ ہمیشہ قابل اعتبار نہین ہوسکتا، واقعات کی جان یعنی مقصد کے متعلق قیاس سے کام لینا پڑتا ہے،

"تاریخی طریقہ" کا استعمال مذہبی قصص کے مطالعہ مین نہ کرنا چاہئے جسمانی واقعات کے خزف ریزے روحانی حقایق کے جواہر پارون کا نعم البدل نہین ہوسکتے اس اصول پر جو قصے باقی بھی رہینگے وہ درحقیقت شتہ ہونگے، فرض کیجئے ہمین یہ معلوم ہوگیا کہ انجیل مین جس نیک سامری کا ذکر ہے وہ ابندیگو نام ایک بقال تھا جس مسافر کی اس نے مدد کی تھی وہ یونان کا ایک سوداگر تھا، جہان یہ سوداگر ٹھہرا تھا وہ اموآس کے باہر ایک سرائے تھی، لیکن فائدہ؟ کیا اس سے زیادہ اس قصہ کی مٹی خراب کیجاسکتی ہے انہی عامیانہ نتائج سے بچنے کے لیے مذہبی قصون مین ایسے زمانہ یا قوم کی حالت بیان کیجاتی ہے جسے گزرے عرصہ دراز ہوچکا ہو، تاریخ اگر اپنے سامعین کے دل مین اذعان پیدا کرنا چاہتی ہے تو اسے پہلے ہم نہاد خرافات کا لباس اختیار کرنا چاہیے، اس کا ہمارے عمیق ترین جذبات پر اسی وقت اثر ہوسکتا ہے جب اس کے چہرۂ ابہام کا نقاب اور اس کے دوش پر قدامت کی غذا موجود ہو" انسان اپنے خدمتگار کی نظر مین مقدس نہین ہوتا" انس سے نفرت پیدا ہوتی ہے" "پیغمبر کی اپنے گھر مین وقعت نہین ہوتی" ہماری زبان کی یہ تمام امثال سب سے زیادہ مذہبی قصص پر صادق آتی ہین، مذہبی قصص اہل ایمان کے دل مین اسی وقت صحیح یا مقدس ہوسکتے ہین جب کہ وہ مخفی راز ہین، جسمانی واقعات گو صحیح ہون مگر ان مین تقدس یا اخفا کی شان پیدا نہین ہوسکتی، مذہبی تعلیم کا دارومدار رمز و کنایہ پر ہوتا ہے، بالفاظ دیگر ظاہر کے پردہ مین باطن اور صورت کے پردہ مین حقیقت مخفی ہوتی ہے، اس لیے کسی قصہ کو اس نقطۂ نظر سے تسلیم کرنا کہ اس مین ایک تاریخی واقعہ بیان کیا گیا ہے صرف غلط ہی نہین بلکہ سخت مضر ہے، اسکے

کے یہ معنی ہین کہ ہم ایک روحانی سرگزشت کو اس کے درجہ سے گرا کے دنیاوی واقعات کی سطح لانا چاہتے
ہین، مذہبی تعلیم اسی وقت واقعی صحیح ہوسکتی ہے جب وہ ماضی، حال، مستقبل، ہر زمانہ مین صحیح ہو، اگر دوسرون
کے واقعات کے پیرایہ مین خود اپنی قسمت کا فیصلہ موجود نہ ہو تو انسان کو ایسے واقعات سے حقیقی سروکار
نہین ہوسکتا، اسے اس تماشاگاہ عالم مین تماشہ بین نہین بلکہ تماشہ گر ہونا چاہیے شیفل نے کیا خوب کہا ہے

"حضرت عیسٰی اگر بیت اللحم مین سوبار پیدا ہون لیکن تمھارے دل مین نہ پیدا ہون تو تمھاری روح
ویسی ہی بے یار و مددگار رہیگی، کیلوری کی صلیب تمھاری روح کو نجات نہین دلاسکتی یہ کام تمھارا
دل ہی خوب کرسکتا ہے"۔

علم و مذہب کی معرکہ آرائی تاریخ تمدن کا ایک اتفاقی واقعہ نہین، یہ اس مخالفت کا ایک مظہر
ہے "جو انا" اور "ماحول" یا روح اور جسم مین ہے، اس کا سلسلہ آغاز آفرینش سے قائم ہے اور انسانی اعمال کے
ہر میدان مین، ہر وقت اور ہر ملک مین نظر آتا ہے، ایک نام دنہاد خرافات یا بالفاظ دیگر ایک ابدی
صداقت ہے، اس کا ایک مشہور منظر فرانس اور بلجیم کے میدانون مین نظر آچکا ہے، انہی میدانون مین
تجربہ کے اس نظریہ ارتقار کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہا جاچکا ہے جسکی ملکہ وکٹوریا کے عہد مین اس قدر داد
دیگئی تھی جدید معلومات نے جب کبھی قدیم حقیقت سنجی کے مقابلہ مین صف آرا ہونے کی جرأت کی ہے،
زک اٹھائی ہے، ایسے مواقع پر جدید ظاہر بینیون کے بدلے قدیم باطن بینیون کی رہنمائی بہتر ثابت ہوئی
ہے، لیکن یہ باطن بینی کیسے حاصل ہوتی ہے؟ استقرا، یا مشاہدہ سے؟ نہین، اس کیلیے وہی قدیم
اور نسبتاً زیادہ فلسفیانہ قاعدہ صحیح ہے، انبیائے سلف کا قول ہے کہ "اپنے آپ کو پہچانو کیونکہ انسان
ہی تمام چیزون کا پیمانہ ہے" ایسٹائن کے نو دریافت اصول کی بدولت مادیین بھی اس امر کے
قائل ہوگیے کہ انا اور ماحول یا ذات اور ماسوائے ذات یہ دونون ایک ہی تصویر کے دو رخ ہین،
لیکن اگر ہم ایک ہی رخ کے نقش و نگار دیکھنے مین محو رہین تو دوسرے رخ کا ذرا بھی اندازہ نہین

کرسکتے، پوبلی نی نس وغیرہ صوفیا کا یہ قول ہو کہ "دانش" ہی کا نام "ہستی" ہے، لیکن اسکا دائرہ اتنا وسیع ہونا چاہئے کہ ذات ماسوائے ذات یا ذات بحث اور مظاہر سے فرق کا پردہ اٹھ جائے اور دونوں کو انسان اسی طرح سمجھنے لگے جس طرح اپنے افعال کے مقاصد کو سمجھتا ہو ایک قدیم کلدانی کاہن کا قول ہے کہ "جو اپنے آپ کو جانتا ہے وہ ہر شے کو جانتا ہے" واقعی حقایق طبیعی ہون یا مابعد الطبیعی، مادی ہون یا روحانی، علمی ہون یا مذہبی ان سب کے جاننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے لیکن اس طریقہ پر عمل کے لیے جو اصول قدما بیان کرتے ہین وہ یقیناً نفوذ کن شعاعون کے تجربات اور اخبار روشنی کے اندازہ سے کہین زیادہ صبر آزما اور محنت طلب ہین لیکن اگر اس راستہ پر چلنا ہے تو اپنا ہاتھ ان لوگون کے ہاتھ مین نہ دینا چاہیے جو قابل تقسیم مادہ کی پرستش اور ہلاکت آفرین علوم کی تکمیل کرتے ہین بلکہ ایسے لوگون کا دامن پکڑنا چاہیے جو انسانی جمعیت کے بانی اور بقار حیات کے لیے مفید فنون کے معلم ہین،

دار المصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابیات

از

مولوی سعید انصاری

جس مین مستند حوالون سے ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ، اور عام صحابیات کے سوانح اور ان کے اخلاقی، مذہبی اور علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۲۲۵ قیمت عہ/ ر

"منیجر"

تلخیص و تبصرہ

عربی حروف کو رومن حروف مین بدلنے کی تجویز

اہل یورپ اپنی آسانی کی غرض سے ہمیشہ اور ہرجگہ یہ تجویز پیش کیا کرتے ہین کہ دنیا کی ہرقوم اور ہر زبان اون کا رومن خط (لیٹن) قبول کرے، عربی، فارسی، ترکی اور اردو ہر زبان کے لیے انکی فیاضانہ درخواست یہی ہے، ابھی حال مین شام مین یہ تحریک اوٹھی ہے، جو آجکل فرانس کے پنجہ مین گرفتار ہے، اس تجویز کی تائید و تشریح مین ایک فرنیچ اخبار لاسیر نے حسب ذیل مضمون لکھا ہے،

اذربائجان کے ایک سیاسی مدبر محمد شاہ تاتاہٹنسکی نے ایک نیا طریقہ تحریر و کتابت ایجاد کیا ہے، جس سے اسلامی زبانون کے درس و تدریس مین نہایت آسانی پیدا ہو گئی ہے، اگرچہ اس طریقہ پر جس وقت آذربائجان کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر نار یمانوف نے اس جدید طریقہ کی تائید نہایت پر زور طریقہ پر کی، اور یہ اعلان کیا کہ خود انگورا کی حکومت نے ترکی حروف کی جگہ لیٹن حروف کے استعمال کرنے کا رزلیوشن پاس کیا ہے،

چونکہ عربی حروف کے ذریعہ سے دوسری اسلامی زبانون کے تمام حروف کا تلفظ ادا نہین ہو سکتا اس لیے خود اسلامی قومون نے عربی حروف کے بدلنے کی بہت کچھ کوششین کین ہین، اور مجبوراً بہت سے حروف ایجاد کئے ہین جو اگرچہ صورۃً عربی حروف سے مشابہ ہین لیکن ان کا تلفظ ان سے مختلف ہے،

مسلمانون مین مرزا فتح اخوند اور مرزا ملکوم خان (ارمنی ایرانی) نے حروف عربی کے بدلنے کی کوشش کی ہے، اور ان مین آخر الذکر شخص نے گلستان کو اپنے ایجاد کردہ مین شایع کیا ہے، جنگ کے ابتدائی زمانہ مین مرزا ملکوم خان کے طرز پر انور پاشا نے بھی بہت سے حروف

ایجاد کیے، اور دفتر وزارت جنگ مین اُن کا استعمال جبری اور لازمی قرار دیا، جب البانیا ٹرکی حکومت سے الگ ہو گئی تو اس نے عربی حروف کو لیٹین حروف سے بدل دیا، اور اناطولیہ کے ارتھوڈکس ترک بھی ترکی زبان کو یونانی حروف مین لکھتے ہین،

اسی طرح کوہ قاف کے چرکسون کی زبان، ۴ حروف سے مرکب ہے، جو تلفظ اور کتابت دونون مین روسی زبان سے مشابہ ہے، انھون نے اوسمین مین قصیدہ چرکسیہ لکھا ہے جسکا عنوان سوسکرکین ہے، کوہ قاف کے شیعی مسلمانون نے اپنے مجتہد سے قرآن مجید کو لیٹین حروف مین لکھنے کی اجازت طلب کی تو انھون نے یہ جواب دیا کہ اس سے اسلام کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے، اور یہ طریقہ مخالف شریعت نہین ہے، روسی حکومت نے تاتار کرغیز، اور بشکیر قومون کو اس پر نہایت جدوجہد کے ساتھ آمادہ کیا کہ وہ اپنے حروف کو روسی حروف کی شکل مین بدل دین، اور ان تغیر شدہ حروف مین جسکا نام ان لوگون نے" اکاڈمی کے حروف" رکھا ہے، اس نے قازان مین بہت سی کتابین اور بہت سے اخبارات بھی شایع کیے،

لیکن جدید طریقہ کے بانی محمد شاہ تاتانے اسپرنتوز بان کے، ۲ حروف کو لیکر آذر بائجانی، عثمانی، فارسی اور عربی زبانون پر منطبق کرنا چاہا، لیکن ان کو معلوم ہوا کہ لیٹین حروف کے ذریعہ سے تمام اسلامی زبانون کی آوازون کا تلفظ نہین ہو سکتا، اس بنا پر انھون نے ۱۰ حروف کا اور اضافہ کیا جن کے ذریعہ سے ان تمام آوازون کا تلفظ ہو سکتا ہے، اس لیے ان کے پڑھنے کا طریقہ اب نہایت آسان ہو گیا، حالانکہ اس سے پہلے یہ مقصد پورے ایک سال کی محنت مین حاصل ہوتا تھا،

یہ ایک تجویز تھی جس کو دمشق کے اخبار الف یار نے ایک مضمون کی صورت مین جسکا خلاصہ اوپر گذر چکا ارکان مجمع العلمی العربی دمشق کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن مجمع نے ایک عام مباحثہ کے بعد اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اپنے ایک ممبر پروفیسر الیاس بک قدسی سے اس موضوع پر ایک مضمون

لکھوایا جس مین مختلف دلائل سے اس تجویز کی تردید کی گئی ہے، چنانچہ ان دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

(۱) یہ غیر ضروری تبدیلی ہماری زبان کی روح سے بالکل میل نہین کھاتی، ہماری زبان سامی ہے، پھر اس کے حروف کو آرین زبانون یعنی ارمنی، یونانی، سلافی، انگلو سیکسن اور لیٹن حروف کی صورت مین کیون بدلا جاتا ہے؟ اگر چہ یہ تجویز پیش کیجاتی کہ عربی الفاظ سریانی اور عبرانی زبانون مین لکھے جائین تو اُسکی ایک معقول وجہ موجود تھی کیونکہ یہ دونون زبانین بھی سامی الاصل ہین، اور اس حیثیت سے اس کی شاخون مین اتحاد و اشتراک ہوسکتا ہے، لیکن اس صورت مین یہ تجویز پیش کرنی چاہئے کہ خود سریانی اور عبرانی الفاظ عربی حروف مین لکھے جائین، کیونکہ عربی زبان ان کے بعد پیدا ہوئی ہے، اور اس نے ان دونون زبانون کی اصلاح کی ہے،

(۲) اگر اس تجویز کی تحلیل کیجائے تو اس کے دو مقصد ہوسکتے ہین، ایک تو یہ کہ اس کے ذریعہ سے عجمی لوگون کو عربی الفاظ کے تلفظ مین آسانیان حاصل ہونگی اور وہ ان الفاظ کو اپنی زبان کے حروف مین لکھ سکین گے، اور وہ اس صورت مین نہایت آزادی کے ساتھ اختراعات کرسکین گے اور اپنی اصطلاحات قائم کرینگے، مجھے اس قسم کی بہت سی مختلف اصطلاحین معلوم ہین، بلکہ ہر قوم کی اصطلاح الگ الگ ہے، مثلاً فرانسیسی طریقہ انگریزی طریقہ سے بالکل مختلف ہے، چنانچہ پیرس کے ایک پروفیسر السنہ مشرقیہ موسیو بارتیلی نے مجھ کو ایک خط لکھا جس مین میری کتاب "النوادر والفکاہات من احادیث الحیوانات" کے چند اشعار درج کیے، اور یہ سوال کیا کہ ان کے الفاظ کا تلفظ شامی لہجہ مین کیا جائے یا اس کا کوئی اور طریقہ ہے؟ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ اس نے بہت سے الفاظ کے تلفظ مین غلطی کی ہے، لیکن بااین ہمہ مین ان مین اکثر کو سمجھ گیا، کیونکہ انھون نے ایک عجیب وغریب اصطلاحی طریقہ ایجاد کیا ہے، کہ وہ عین کو فرنچ حروف کے درمیان مین داخل کرتے ہین، اور ح کو حرف H کی شکل مین اور شین کو بجائے ch کے ڈبل یس ss کی شکل مین لکھتے ہین، کیونکہ ch سے

اگرچہ فرانسیسیون کے نزدیک شین کا تلفظ ادا ہو جاتا ہے، لیکن انگریزون کے نزدیک ان دونون حروف سے کبھی تو شین کا اور کبھی کاف کا تلفظ کیا جاتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستشرقین یورپ نے اگرچہ فصیح عربی زبان کو اچھی طرح جان لیا ہے، لیکن مختلف ملکون مین جو عام الفاظ بولے جاتے ہین ان سے وہ ناواقف ہین، اس کمی کے پورا کرنے کے لیے وہ لغات کی طرف رجوع کرتے لیکن ان مین بھی ان کو اس کا پتہ نہین چلتا، اس بنا پر اصطلاحات کے ذریعہ سے یہ کمی کیونکر پوری ہوسکتی ہے؟ کیونکہ عام عربی زبان مختلف عربی ممالک مین بالکل مختلف طور پر بولی جاتی ہے، دمشق کی زبان لبنان کی زبان سے مختلف ہی، حلب کا لہجہ حمص کے لہجہ سے الگ ہے، یہودیون کے محلے کا لہجہ عیسائیون کے محلے کے لہجے سے جدا ہے، غرض اسکی کوئی محدود تعداد نہین ہے اور ان کی تحدید یا تو خود وہ لوگ کرسکتے ہین جو اس زبان کو بولتے ہین، یا فونوغراف کے ذریعہ سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے، خود ہم کو اسکی ضرورت نہین ہے کہ فصیح عربی زبان کو لیٹن حروف مین لکھین، عربی حروف ہر شہر اور ہر زمانے مین اس ضرورت کو پورا کرسکتے ہین، عامی زبان کے لہجے بھی کتنے ہی مختلف ہون لیکن وہ فصیح الفاظ کے تلفظ اور کتابت پر کوئی اثر نہین ڈال سکتے کیونکہ فصیح زبان کے لکھنے کا طریقہ یہ کہ حروف صحیحہ اور حروف علت خود متن الفاظ مین لکھے جاتے ہین، اور اعرابی اور صرفی حرکات ان کے گرد لگائی جاتی ہین، اس لیے اگر اُن کا تلفظ اور اُنکی کتابت صحیح طریقہ پر کیجائے تو لفظ فصیح ہوگا، لیکن حرکات لگا دینے کے بعد عام لوگ غلط یا صحیح جس طریقہ پر بھی اسکا تلفظ کرین اوس کا اثر اس فصیح لفظ پر نہ ہوگا، لیکن اگر لیٹن طریقہ کتابت کے مطابق ہم حرکات کو بھی الفاظ کا جزو قرار دے لین اور عام لوگ اسی طریقہ کتابت کے موافق اپنے لہجے مین اُن کا تلفظ کرنے لگین تو چند ہی دنون مین ہماری فصیح زبان بدل کر ایک عجیب بے ڈھنگی زبان ہوجائیگی اس کا دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ مستشرقین بلکہ خود اہل عرب کی آسانی کیلئے

صحیح اور عامی زبان کے تمام الفاظ کو قید تحریر مین لایا جائے لیکن اس مین دشواری یہ ہے کہ لیٹن زبان جس مین عربی زبان کے لکھنے کی تجویز پیش کیجا رہی ہے، اس کے الفاظ کے تلفظ مین خود استحکام اور ہمواری نہین پائی جاتی، کیونکہ جن قومون کی زبانین لٹین زبان سے مشتق ہین، وہ خود حروف کا تلفظ مختلف طریقہ پر کرتی ہین، مثلاً اگر C (سی) کے بعد کوئی حرف صوتی خفیف آجاتا ہے، تو فرنچ لوگ اس کا تلفظ سین سے کرتے ہین، لیکن جب اس کے بعد کوئی حرف صوتی ثقیل آجاتا ہے تو ان کے نزدیک اس کا تلفظ کاف سے کیا جاتا ہے، لیکن اٹالین لوگون کا طریقۂ تلفظ اس سے بالکل مختلف ہے، I (آئی) - E (ای) - U (یو) کی بھی یہی حالت ہے، کیونکہ انگریز لوگ ان کا تلفظ کبھی ہ یعنی الف کے ساتھ اور کبھی ی کے ساتھ کرتے ہین، لفظ [illegible] کا تلفظ فرنچ مین اکسن، انگریزی مین اکیشن، ایٹالین مین اسیونہ اور دوسری زبانون مین اسیو اور اکسیو کے ساتھ کیا جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ لیٹن زبان کی شاخون مین ہم کس شاخ کو ترجیح دین؟ اور کیا خود لیٹن زبان کے حروف کے تلفظ مین تغیر و انقلاب نہین پایا جاتا؟ ایک حرف U (یو) کو لو کہ وہ کبھی خفیف ہو جاتا ہے اور کبھی ثقیل اور کبھی اوسکا تلفظ ف کے ساتھ کیا جاتا ہے،

(۳) پروفیسر سید انیس سلوم کا قول ہے کہ اگر ہم عربی طرز کتابت و تحریر کو بدل دین تو اس کے بعد ہمارا یہ فرض ہوگا کہ ابتدا سے آج تک عربی زبان مین جو کتابین لکھی گئی ہین سب کو آگ لگا دین کیونکہ موجودہ نسل مین اگرچہ ایسے لوگ موجود ہین جو عربی زبان کو موجودہ حروف اور موجودہ طرز تحریر مین پڑھ سکتے ہین، لیکن اس تبدیلی کے بعد جب ایسی نسل پیدا ہو جائیگی جو عربی زبان کو لیٹن حروف مین پڑھنا سیکھے گی تو عربی کی مطبوعہ اور قدیم قلمی کتابین بالکل بیکار ہو جائینگی، اور ان کا مطالعہ صرف وہی لوگ کر سکین گے جو قدیم مردہ زبانون مثلاً لیٹن، یونانی وغیرہ کے سیکھنے مین اپنی عمرین فنا کر دینگے،

(۴) اگر عربی زبان کے الفاظ لیٹن حروف مین لکھے جائین تو لا محالہ حرکات کو جزو کلمہ قرار دینا پڑیگا، اور اس وقت اس زبان کا نظام تمامتر درہم برہم ہو جائیگا، کیونکہ مختلف ملکون مین الفاظ کا تلفظ مختلف حرکات کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لیے ہر شخص اپنے تلفظ کے مطابق اونکو لکھیگا اور اس صورت مین A کبھی E کبھی I اور کبھی O ہو جائیگا، اور قوم مین اس قدر مختلف زبانین پیدا ہو جائینگی جس قدر برج بابل کی تعمیر کے وقت پیدا ہو گئی تھی، مثلاً اس طرز تحریر کے روسے شط اکاذ دعکم کا تلفظ مشات الادہم اور اللہ آباد کا اللاہا آباد کرنا پڑیگا، اور بعض اخبارون مین انگریزی طریقہ کتابت کی پیروی مین یہ الفاظ اسی طریقہ پر لکھے گئے ہین،

(۵) عربی زبان سے پہلے عبرانی اور سریانی زبانون کے حروف خط میخی کی طرح الگ الگ لکھے جاتے تھے لیکن عربی نے اون کی اصلاح کردی اور حروف کو باہم ملاکر ایک مختصر طریقہ املاؤ کتابت پیدا کردیا، اس لیئے انسان کی نگاہ آسانی کے ساتھ حروف و الفاظ پر پڑجاتی ہے، اور عربی اخبارات اور عربی کتابون کی سطرین دور لکھی جاتی ہین، جسکی وجہ سے آنکھ پر کوئی مضر اثر نہین پڑتا، لیکن یورپین زبانون کی سطرین قریب قریب ہوتی ہین، اور ان کے حروف بالکل کھڑی کھڑی ہوتے ہین، اور ایک کو دوسرے سے مشابہت ہوتی ہے، جس کا آنکھون پر سخت مضر اثر پڑتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان حروف کے پڑھنے والے زیادہ تر کوتہ نظر ہوتے ہین، اور ان کو عینک کی سخت ضرورت ہوتی ہے،

(۶) سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی زبان کا طریقہ تلفظ اور طرز املا اس کے معانی کے ساتھ اس زبان کے بولنے والون کی قومیت کو بھی محفوظ رکھتا ہے، تو کیا ہم چند مستشرقین کے خوش کرنے کے لیے اپنے اس سرمایہ محفوظ کو چھوڑ دینگے؟ کیا یورپین لوگ بھی اس پر راضی ہونگے کہ ان کی زبان کا طرز بدل دیا جائے؟

آلۂ حساب نما

برلن سے فارسی، عربی و ترکی کا ایک نیا رسالہ "صنائع المان و شرق" نکلنا شروع ہوا ہے، رسالہ کے پہلے نمبر مین آلۂ حساب نما (اڈیٹر) پر ایک مضمون ہے جس مین اس مفید آلہ کی تشریح کی گئی ہے، اس آلہ کی مدد سے دکاندار اور اہل تجارت بڑی بڑی جمعین اور تفریقین سکنڈون مین کر لیتے ہین، ذیل کی سطرون مین اس آلہ کی کیفیت اور طریق عمل کا حال معلوم ہوگا،

آلۂ حساب نما (آڈیٹر) کے دو حصے ہوتے ہین، جو ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہوتے ہین، ایک پر "زائد" کا نشان بنا ہوتا ہے اور دوسرے پر "ناقص"، "زائد" والے حصہ سے جمع اور ضرب مین کام لیا جاتا ہے اور "ناقص" والا حصہ تقسیم و تفریق کے کام مین آتا ہے،

طریقۂ استعمال: اعداد کے مقابل جو سوراخ بنے ہین ان مین پنسل کی نوک رکھکر عمودی شکل مین اس کو دباؤ تو رقم کی پٹریان، اوپر یا نیچے کی طرف حرکت کرین گی، سوراخ اگر "لوحۂ رقم" یعنی اعداد کی پٹری کے سفید حصے مین ہو، تو پٹری نیچے کی جانب نقطۂ (ا) کی طرف حرکت کریگی، سرخ حصے مین ہو تو پٹری اوپر کی جانب چڑھیگی اور نقطۂ (ب) تک پہنچ جائیگی، آلہ کے اوپری حصہ مین جو "نوافذ نتائج" (چھوٹے چھوٹے سوراخ جہان پر حاصل عمل کی رقم ظاہر ہوتی ہے) بنے ہوئے ہین، ان مین تمھارے اس عمل سے نتیجۂ مطلوبہ خود بخود پیدا ہو جائے گا،

کیفیت عمل: رقمین جس ترتیب سے پڑھی اور بولی جاتی ہین اسی ترتیب سے اپنے اپنے مواقع پر رکھی جائینگی، پہلے درجۂ ہزار کے اعداد، اس کے بعد سیکڑے، پھر دہائیان اس کے بعد اکائیان ہونگی، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے اکائیان پھر دہائیان، پھر سیکڑے، پھر ہزار کے درجہ کے اعداد ہون، بلکہ ایسا کرنے مین بھی کچھ نقصان

ہنین کہ وضع اور ترتیب کا لحاظ ہی نہ ہو، پہلے سیکڑے ہون پھر دہائیان، پھر درجہ ہزار کے اعداد، اور آخر مین اکائیان اسلئے اگر جن اعداد کا بالکل صحیح ،حساب مطلوب ہے ان کی وضع اور ترتیب کا خیال ضروری ہے،

آلہ کے اجزا کو دو مختلف رنگون مین رنگا گیا ہے، تاکہ رقمون کی جگہین دیکھنے مین آسانی ہو، فرض کرو کہ ۶، ۵، ۷، ۸ کی رقم لکھنی ہے تو سبسے پہلے آلہ کے دوسرے رنگین حصّہ مین ۸-۷-۵ (داہین طرف ۸ پھر، پھر ۵) کو لکھین گے پھر اسی طرح پہلے حصّہ مین ۶-، رکھین گے،

کسی قسم کا حسابی عمل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ (نوافذ نتائج) کو رقمون سے خالی کرکے صفر کی حالت مین کر دیا جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ آلہ کے اوپری حصّہ مین جو ڈنڈی ہے اس کو وہان تک کھینچ لیا جائے جہان تک وہ حرکت کر سکتی ہے اس کے بعد اپنی جگہ پر پہنچا دیجائے،

عمل جمع | جوڑ کا عمل آلہ کے اس رخ پر ہوگا جس پر (زائد) کا نشان بنا ہے، یہان پر ہم ایک واضح مثال دیتے ہین، فرض کرو ہم کو ۱۳۶۵۰ مین ۹۸۲۷، ۲۳۴ جوڑنا ہے تو ہم اعداد کو حسب ذیل شکل مین رکھینگے ۱-۳-۶-۵، یعنی ان رقمون کو، اُنکی حسابی جگہون کو ملحوظ رکھتے ہوئے، سیکڑون کی جگہ پر سیکڑے، دہائی کے مقام پر دہائی، اکائی کے موقع پر اکائی اور کسور کی جگہ پر کسور کو، نقطہ (ا) کی طرف والے سوراخون مین اُتارینگے لیکن صفر رکھنے کی ضرورت ہنین کیونکہ وہ تو اصل مین موجود ہے،

پھر ۴، ۳، ۲ کو اسی طریقہ سے نقطہ (ا) کی طرف اتار کر رکھا جائیگا لیکن ۹-۸ کی رقمین سرخ خانہ مین ہونے کی وجہ سے اوپر نقطہ (ب) کی طرف چڑھائی جائینگی پھر ۲، ۷ کی رقمین سفید خانہ مین ہونے کے باعث نیچے نقطہ (ا) کی طرف اتاری جائینگی، اس عمل سے "نوافذ نتائج" مین حاصل جمع کی رقم ۲۳۱۲۴۷۷ خود بخود ظاہر ہو جائیگی،

عمل تفریق | فرض کرو، ۶۱۲۸۳ سے ۸۰۰۲۵ نکالنا ہے، تو سب سے پہلے "نوافذ نتیجہ" کو رقوم سے خالی کرکے صفر کی حالت مین کر دینگے، پھر رقم ۶۱۲۸۳ کو نشان (زاید) والے رُخ پر رکھکر آلہ کو اس رخ سے

سے گھمائین گے جس پر "ناقص" کا نشان بنا ہے، پھر اعداد ۰۰۷ کو اوپر چڑھائین گے (کیونکہ یہ رقمین سرخ حصہ مین ہونگی) اور ۲ و ۵ کو نیچے کھینچین گے (کیونکہ یہ رقمین سفید خانہ مین ہونگی) اس عمل سے نوافذ نتیجہ مین خود بخود حاصل تفریق ۵۵۴۲۷۵ کی رقم ظاہر ہو جائیگی، اسی طریقہ سے نبک کا حساب بھی ہوتا ہے اور اس کے نتیجے نہایت سرعت کے ساتھ حاصل ہوتے ہین،

سرخ اشارہ کی پٹری

اس پٹری کے ظاہر ہونے سے، عمل کا اجرا نہین رک جاتا، مگر بعض اوقات اثنائے عمل مین یہ اشارہ کی پٹری ظاہر ہو جاتی ہے، اس کا ہٹا دینا ضروری ہے، اس کے ہٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ "صفر" کی پٹری کو نقطہ (ب) تک کھینچ لیا جائے تو اس وقت صحیح رقم ظاہر ہو جائیگی،

یہ سرخ اشارہ، عمل کو باستمرار جاری رکھنے سے خود بخود ہٹ جاتا ہے، آدمی کو جب آلہ استعمال کی مہارت ہو جاتی ہے تو اسے اس سرخ علامت کے ہٹانے کی ضرورت نہین پڑتی وہ اپنا عمل جاری رکھتا ہے اور یہ علامت خود بخود ہٹ جاتی ہے مگر بعض وقت اسکی وجہ سے عدد مطلوب کی حرکت رک جاتی ہے، تو اس وقت اس علامت کو ہٹانا ضروری ہو جاتا ہے،

اس آلہ کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ استعمال کی غلطی کو خود درست کر دیتا ہے، کیونکہ رقمین اسی طرف حرکت کر سکتی ہین جس طرف ان کو حرکت کرنا چاہئے، اگر کوئی شخص غلطی سے غیر سمت کی طرف ان کو حرکت دے، وہ حرکت نہ کرینگی، اور ان کے رک جانے سے عمل کی غلطی کا پتہ لگ جاتا ہے اور عمل کرنے والا رقم کو انکی صحیح سمت کی طرف حرکت دینے لگتا ہے، بغیر اس کے کہ سوراخ سے پنسل کی نوک کو ہٹائے،

ترک خواتین اور تمدن جدید

آج ہندوستان کی عورتون مین فرنگی مآبی کا جو شوق پیدا ہو گیا ہے، اس سے زیادہ یہ

دبا ترکی عورتون مین پھیل گئی ہے، اس لیے ایک ترکی رسالہ اینجی نے اس کو قدیم مشرقی وضع اور اسلامی شعار کے مخالف سمجھکر اس پر تنقید کی ہے، افغانستان مین بھی یہ وبا پھیل رہی ہے، اس لحاظ سے اخبار الامان افغانستان (جلد چہارم، شمارہ ۹) نے بھی افغانی عورتون کے انتباہ کے لیے اس مضمون کو فارسی زبان مین نقل کیا ہے، اور ہم بھی ہندوستانی عورتون کی عبرت وبصیرت کے لیے اوسکا خلاصہ درج کرتے ہین، قیصر روم نے، روم مین داخل ہونے سے پہلے جبکہ وہ اٹالین پہاڑون سے گذر رہا تھا، ایک چھوٹے سے گانوٗن کو دور سے دیکھکر اپنے ہمراہیون سے کہا کہ قبل اس کے کہ مین روم مین دوسرا شخص شمار کیا جاؤن، میری خواہش یہ ہے کہ مین اس گانوٗن کا پہلا شخص بنون،

ہماری خواتین کو بھی قیصر کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے،

آج سے پہلے پچاس سال تک قسطنطنیہ کی عورتین، مشرقی دنیا کی عورتون کے حقیقی درجہ پر فائز المرام تھین، اور شکل وصورت، تربیت، اخلاق، اور چال ڈھال کے لحاظ سے، شام، مصر، تونس، کوہ قاف، ایران بلکہ ہندوستان کی عورتین بھی خواتین قسطنطنیہ کو عام نسوانی اسلام کا تاج افتخار سمجھتی تھین، اور اس وقت خواتین قسطنطنیہ ایشائی عورتون مین وہی درجہ رکھتی تھین جو آج یورپین عورتون مین فرنچ لیڈیون کو حاصل ہے بلکہ اونکی قدر ومنزلت فرنچ لیڈیون سے بھی زیادہ تھی،

لیکن جب انھون نے یورپین وضع اختیار کی اپنے درجہ سے بالکل گر پڑین اور اگر اُنکی یہ وضع ایک مدت تک قائم رہی تو ان کا درجہ اس سے بھی فروتر ہو جائیگا، اور چند دنون کے بعد مشرقی دنیا مین رومی، ارمنی اور بلغاری عورتون کے برابر بلکہ ان سے بھی پست تر ہو جائینگی، لیکن کیا پیرس، وائنا، اور امریکہ کی لیڈیان رومی اور ارمنی متمدن عورتون کے برابر دوش بدوش کھڑا ہونا پسند کرینگی؟

اگرچہ آج بھی ترکی خواتین کی قدر و منزلت بہت کچھ قائم ہے، کیونکہ ابھی تک انھون نے اپنی قدیم وضع کو بالکل نہین چھوڑا ہے لیکن اگر چند روز یہی حالت قائم رہی تو وہ اپنے قدیم درجہ کو چھوڑ کر بالکل ایک یورپین لیڈی بنجائینگی،

پیرلوتی نے اپنے افسانۂ معتور مین استامبول کی خواتین کی نسبت رموز و کنایات مین بہت پرمعنی باتین لکھی تھین، لیکن ہم نہ صرف یہ کہ اُس کے ان رموز و کنایات سمجھ سکے، بلکہ اوسکی کتاب کے عنوان و نام "دختران ناشاد" کا مفہوم بھی ذہن نشین نہ کرسکے، حالانکہ لفظ "دختران ناشاد" سے اس کا مقصود یہ تھا کہ ترکی خواتین جو فرنگی طور و طریق اختیار کرکے حرم اسلام کے سحر و افسون سے محروم ہورہی ہین، ان کے نتائج بد سے ہم کو آگاہ کردے، اور اس لیے فرنچ لفظ کا ترجمہ "دختران ناشاد" کے بجائے ہم کو یہ کرنا چاہیے کہ وہ لڑکیان جو اپنے سحر و افسون کو ہاتھ سے دے رہی ہین،

اس طرح پیرلوتی نے درحقیقت ہم کو ہمارے عالم نسوان کے متعلق بڑے خطرہ سے تنبیہ کیا تھا لیکن ہماری بدبختی کی انتہا یہ تھی کہ ادھر فرنچ اہل قلم ہم کو یورپین تمدن کے خطرات سے آگاہ کر رہا تھا اور ادھر ترک اہل قلم ترکی خواتین کی فرنگیت کے حسن و خوبی کے ترانے گا رہے تھے، ترک فسانہ نویسون مین رحمی بے اور شعرا مین ضیا بے اپنی خیالی تصویرون مین انکو عروس فرنگی بنتا دیکھکر خوش ہو رہے تھے،

عبد المجید خان اور عبد العزیز خان کے زمانہ مین ترکی عورتون نے اپنی وضع مین کسی قدر تغیر پیدا کرلیا تھا اور قدیم عورتون سے بہت کچھ مختلف ہوگئی تھین، اس وقت مصری عورتین بھی انکو

لہ معارف:- یہ ایک فرانسیسی اہل قلم تھا جو ترکی قوم پر عاشق تھا، ترکون کی حمایت مین اس نے متعدد کتابین لکھی ہین، ترکون نے اس کے اس احسان کے اعتراف مین قسطنطنیہ کی ایک سڑک کا نام "شارع پیرلوتی" رکھا تھا، مگر انگریزون نے اپنے قبضہ کے زمانہ مین اسکا نام بدلدیا (یہ واقعہ خود پیرلوتی کی زبانی پیرس مین معلوم ہوا تھا، ابھی چند مہینے ہوئے کہ اس نے انتقال کیا،)

دنیائے اسلام کا ایک جدید نمونہ سمجھکر پسند کرتی تھین، اور اس زمانہ مین معزز مین یورپ نے بھی اپنی سیاحت قسطنطنیہ کے جو حالات لکھے ہین ان مین عورتون کے متعلق تعظیمی خیالات ظاہر کئے ہین، اگر آج تک ترقی کی یہی صورت قائم رہتی تو آج ترکی عورتین اپنی مطلوبہ آزادی بھی حاصل کر لیتین اور اونکو یورپین لیڈی بننے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی، لیکن یورپین اور رومن مدارس اور مخصوص تربیت گاہون نے اُن کو ترقی کے اس طبعی راستے سے ہٹا کر بالکل بیراہہ رو کر دیا، اس وقت ممتاز خاندانون کے عورتون کی وضع جو بالکل یورپین قالب مین ڈھل گئی ہین ہمارے سامنے ہے، اور اگر تمام ترکی عورتون نے یہی وضع اختیار کر لی تو پچاس سال مین ترکی قوم کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے بالکل مٹ جائیگا، کیونکہ آئندہ نسل ترکی زبان کو فراموش کر کے دین، مذہب، قومیت، غرض تمام قومی اور مذہبی خصوصیات سے معرا ہو جائیگی، بہرحال ہم اس تنقید کو صرف ایک سلبی صورت مین طول نہین دینا چاہتے، تاہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہین کہ ہمارے درمیان ایک محدود تعداد کے سوا تمام ترکی مرد اور عورت عورتون کی اس روش کو ناپسند کرتے ہین اور اونکی متفقہ خواہش یہ ہے کہ اس ملک کے عورتون کی ترقی قومی بنیاد پر ہونی چاہئے، لیکن اسکی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

میرا خیال ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہوتا ہے وہ تمامتر ہوا و ہوس کی جلوہ آرائی ہے، اس لیے جن عورتون نے یورپین وضع اختیار کی ہے وہ بھی اس ہوا و ہوس کا نتیجہ ہے، لیکن آج جبکہ اس فرنگی مآبی کا تجربہ ہو چکا ہے، اگر قسطنطنیہ کی ذکی الحس عورتون کے دل مین یہ خواہش پیدا ہو جائے کہ یورپین لیڈیون کے صف پائین مین بیٹھنے کے بجائے اونکو دنیائے اسلام کی عورتون کا پہلا درجہ حاصل کرنا چاہئے، تو اونکی وضع مین انقلاب شروع ہو جائیگا، اور بالآخر حرم مین ترکی عورتونکو جو درجہ حاصل تھا وہ آج اس آزادی کے زمانہ مین بھی ان کو حاصل ہو جائیگا اور اس شوق کے پیدا ہونے کے بعد وہ اپنی وضع کو بدل کر قدیم مشرقی اور اسلامی زیب و زینت کو دوبارہ واپس کرینگی،

مین نے اپنے دوستون کے سامنے جب اس خیال کو ظاہر کیا تو انھون نے کہا کہ، چونکہ یورپین وضع کا نمونہ پہلے سے موجود تھا اس لیے اس کا اثر بہت جلد ظاہر ہو گیا، لیکن اس وقت قدیم شرقی وضع بالکل مٹ چکی ہے، اس لیے ترکی خواتین کو بالکل معجزانہ طور پر اس وضع کو دوبارہ زندہ کرنا پڑیگا، لیکن ہم کو اس سے مایوس نہین ہونا چاہیے، اگر ناول نویس، افسانہ نگار، مصور فنون لطیفہ کے دوسرے ماہرین اس معاملہ مین عورتون کی اعانت کرین تو وہ اس جدید طلق وضع کو پیدا کر سکتے ہین،
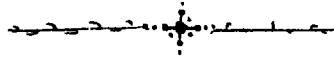
سر جیمس ولسن نے ٹائمس کے تجارتی ضمیمہ مین دنیا کے گیہون کی پیداوار کے اعداد شایع کیے ہین، ان کا خیال ہے کہ اس سال گیہون سستا ہوگا، کناڈ مین گذشتہ سال ۳۸۰۰۰۰۰ کوارٹر گیہون ہوا تھا، اس سال ۴۹۰۰۰۰۰ کوارٹر ہے، ارجنٹائن مین ۲۱-۱۹۲۰ء مین ۲۳۰۰۰۰۰ کوارٹر، اور اس سال ۲۷۰۰۰۰۰ کوارٹر تمام ممالک کا وہ گیہون جو باہر بھیجا جائیگا، اس سال ۱۱۷۰۰۰۰۰ کوارٹر ہے لیکن اصل ضرورت ۹۲۰۰۰۰۰ کوارٹر کی ہے، پس باہر بھیجنے کے بعد بھی ۲۵۰۰۰۰۰ کوارٹر فاضل بچ رہیگا،

گذشتہ تجارتی سال ۲۳-۱۹۲۲ کے اعداد مظہر ہین کہ ہندوستان کی درآمد ۲۳۳ کروڑ کی کمی واقع ہوئی ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین برآمد مین ۴۰۳ کرور کا اضافہ ہوا ہے،

گذشتہ سال ۴۱۲۲۰۰۰۰ روپیہ کا سونا ۲۰۵۶۰۰۰۰ روپے کی چاندی آئی اور ۱۳ لاکھ کا سونا ۲۵۴۰۰۰۰ کی چاندی گئی، درآمد مین برطانیہ کا ۶۰۰۲ اور برآمد مین ۲۱٬۱۸ حصہ ہے،

انگلستان کے ایک مقام ہرد۔ اون، ودی، ہل مین ۲۸ جون سے ۵ جولائی تک ایک تاریخی تماشا کھیلا گیا، اس تماشا مین اس علاقہ کی ساتوین صدی سے سترھوین صدی تک تاریخ پیش کیگئی تھی اور ۲۶۰۰ آدمیون نے اس مین حصہ لیا تھا،

جاپان مین درختون کی قطار سے ایک محرابی شکل پیدا ہوگئی ہے، یہ محرابی صورت ۵۰ میل

نکوسے نمدانک یکسان قائم ہے،

کنری جزائر مین ایک عجیب قسم کا درخت پایا جاتا ہے، یہ درخت روزانہ شام کے وقت پانی برساتا ہے، اس کو درخت باران کہتے ہین،

حال کا ایک تجربہ بتاتا ہے، کہ ہم اب تک بال کے بہ عجلت وکثرت پیدا کرنے پر قادر نہین ہوئے ہین، حلق، دوا، یا پیٹرولیم وغیرہ سے کوئی مفید نتیجہ پیدا نہین ہوتا،

السکا مین وہیل مچھلی کا اتنا بڑا سر ملا ہے کہ اسے لیجانے کے لیے آرے سے اٹھ ٹکڑے کرنے پڑے،

اب تک پہاڑ، پتھر، مکان یا قلعہ کے اڑانے کے لیئے ڈائنامیٹ سے کام لیا جاتا تھا، لیکن ایک ماہر کیمیا نے فی صدی (۱) ہوتیم نائٹریٹ اور ۱۲ برادۂ چوب سے ایک نئی چیز بنائی ہے جو خصائص کے لحاظ سے اول الذکر سے بدرجہا بہتر اور خرچ مین اس کا ۱/۵ ہے،

ایک انگریز سائنس دان پروفیسر والر نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے تمام جذبات انسانی۔ رنج ومسرت، تکلیف وراحت خوف واطمینان معلوم کیے جاسکتے ہین، اس آلہ کا نام گلوونومیٹر (Galvanometer) ہے، اور کلائی یا بازو پر لگایا جاتا ہے،

مگر فرانسیسی ڈاکٹر مین گاٹ کا خیال ہے کہ انسانی جذبات، سانس کی آمد ورفت اور ان کی تیزی وسستی سے معلوم ہوسکتے ہین، دوسرے اشخاص بھی اکسریز کے ذریعہ اس مطالعہ

کرسکتے ہین،

گذشتہ ستمبر کے کسوف کے وقت آفتاب کی جو تصویرین لی گئی تھین ان سے انسٹین کے نظریہ کی تصدیق ہوتی ہے،

لندن مین ایک انکشافی مہم ترتیب دیجارہی ہے جو پینفک کے تمام رازہائے سربستہ منکشف کریگی، مشہور ماہرین فن جنوبی سمندرون تک جائینگے، اور وہان کے تاریک مقامات پر ایک عالمانہ روشنی ڈالین گے، اس موہم مین اسٹریلیا کے منکشف کپتان کک کا پرپوتا بھی ہے

اکسفورڈ یونیورسٹی نے، پریسی ڈنسی کالج کے استاد تاریخ ڈاکٹر یو، گلوشال کی تاریخ "ہندوستان کے سیاسی نظریون کی تاریخ" شائع کی ہے، یہ تاریخ تقریبا ۲۵۰۰ سالون (ابتدا عالم تاریخ سے سترھوین صدی عیسوی تک) کے حالات پر محیط ہے، آخر مین مصنف نے ہندو سیاست کا مغربی سیاست سے موازنہ کیا ہے،

---

۸ مئی ۲۳ء کی مجلس رائل ایشیاٹک کے جلسہ مین بیان کیا گیا کہ سوسائٹی کی ایک صدی کے تکمیل کی یادگار مین، جیمس فرلانگ فنڈ سے ایک رقم حاصل کرکے کرنل ہڈسن کی کتاب "ہند کا ابتدائی تمدن" شایع کیجائے،

مجلس مراجم مشرق "اساطیر موسیٰ اور تاریخ البنہ شایع کرنے والی ہے، اوال الذکر

کو ڈاکٹر گسٹرنے اور دوسرے کو مسٹر ولڈ نبذل نے اڈٹ کیا ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ پرائز پبلکیشن فنڈ وسو بندھو شائع کر رہا ہے، یہ مذہب بدھ کے سروستو یدن اسکول پر ہے اور دھرم کے نقطہ پر بھی کافی بحث ہے، اس کا مرتب مشہور روسی مستشرق شربر ٹسکی ہے،

رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے نائب صدر سر ہنری ہاورتھ، "مغلون کی تاریخ" کو جواب معدوم ہے، مبسوط طریقہ پر شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہین،

انگلستان اپنی طبعی صورت بدل رہا ہے، اور ایک اخبار کی رائے ہے کہ چند ہی سالون کے بعد ہم کو اپنے طبعی نقشے بدلنے پڑینگے،

برطانوی صناعون نے کپڑون کو عام طور سے بننے کے بجائے اب نئے آلات کے ذریعہ سوئیون سے تیار کرنا شروع کیا ہے اور ماہرین کا خیال ہے کہ اس طرح بنے ہوئے کپڑے کم قیمت بھی ہونگے،

گذشتہ نومبر کے خوفناک زلزلہ کے بعد جس مین شہر کو کمبو تقریباً اپنے ۸۰۰ باشندون کے بالکل تباہ ہوگیا تھا، جزیرہ شرقی (ایسٹر آئی لینڈ) کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا، لیکن اب خبر آئی ہے کہ وہ جزیرہ غائب ہوگیا، یہ جزیرہ چلی سے ۲۵۰۰ تھا، اس کا طول ۱۲ میل، اور عرض زائد از زائد ۴ میل تھا،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

غدرِ دہلی کا نوحہ

یادگار مفتی صدرالدین خان آزردہ

غدر کے زمانہ مین دلی کی تباہی و بربادی پر جو مرثیے لکھے گئے، ان مین سالک کا مرثیہ معارف مین شایع ہو چکا ہے، لیکن اس ہوائے عام کا اثر تمام ذی حس انسانون پر یکسان پڑا، اور اکثر شعرا نے دلی کا نوحہ لکھا، جن مین اس وقت ہم کو مولوی صدرالدین خان آزردہ کا مرثیہ ہاتھ آگیا ہے، جس کو ہم معارف مین شایع کرتے ہین،

مولوی صدرالدین خان آزردہ شاہجہان آباد کے مفتی اور وہان کے کبار علما مین تھے اس لیے ہم کو انکی ذات سے یہ توقع تھی کہ انھون نے دلی کے علم دلی کے تمدن اور دلی کی بہترین معاشرت کی تباہی و بربادی کا ماتم کیا ہوگا لیکن جب کسی قوم پر تنزل وادبار کے دن آتے ہین، تو اوسکی توجہ تمامتر زیب و زینت، عیش و عشرت، اور رقص و سرور کی طرف مائل ہو جاتی ہے اور ان چیزونکا زوال اس کے لیے ماتم و نوحہ کا ایک بڑا سبب بنجاتا ہے،

افسوس ہے کہ مولوی صدرالدین خان آزردہ بھی باوجود ثقاہت و متانت کے اس مرض متعدی سے محفوظ نہ رہ سکے، اور انھون نے بھی علم و فضل و تمدن و معاشرت کو چھوڑ کر، زیور، لباس، مطرب، اور ساقی وغیرہ کے فقدان کا مرثیہ لکھا ہے،

غالبًا اس زمانے مین تغزل کا یہ بدترین اثر ہے جو اس مرثیہ پر پڑا ہے، ورنہ ان کے علاوہ

دلی مین رونے اور رولانے کے اور بھی بہ کثرت سامان موجود تھے،

آفت اس شہر مین قلعہ کی بدولت آئی | وان کے اعمال سے دلی کی بھی شامت آئی
روز موعود سے پہلے ہی قیامت آئی | کالے میرٹھ سے یہ کیا آئے کہ آفت آئی

گوش زد تھا جو فسانون سے وہ آنکھون دیکھا
جو سنا کرتے تھے کانون سے وہ آنکھون دیکھا

جن کو دنیا مین کسی سے بھی سروکار نہ تھا | اہل و نااہل سے خلط انھین زنہار نہ تھا
انکی خلوت سے کوئی واقف اسرار نہ تھا | آدمی کیا ہے فرشتے کا بھی وان بار نہ تھا

وہ گلی کوچے مین پھرتے ہین پریشان در در
خاک بھی ملتی نہین اُن کو کہ ڈالین سر پہ

زیور الماس کا سب جن سے نہ پہنا جاتا | بھاری جھومر بھی کبھی سر پہ نہ رکھا جاتا
گاچ کا جن سے ڈوپٹہ نہ سنبھالا جاتا | لاکھ حکمت سے اُڑھاتے تو نہ اوڑھا جاتا

سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرف پھرتے ہین
دو قدم چلتے ہین مشکل سے تو پھر گرتے ہین

طبع جو گہنے سے پھولون کے اذیت پاتی | مہندی ہاتھون مین لگا سوتے تو کیا گھبراتی
صبح سے شام تلک نیند نہ اُن کو آتی | ایک سلوٹ بھی بچھونے مین اگر پڑ جاتی

ان کو تکیے کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا
سنگ پہلو سے اٹھایا تو سرھانے رکھا

جن کو بے دوش پرستار نہ چلتے دیکھا | صبح سے شام تلک عطر ہی ملتے دیکھا
کبھو بیدار نہ سورج کے نکلتے دیکھا | پاؤ دن آئے بھی کروٹ کو بدلتے دیکھا

وہ ہین اور دشت ہی اور گریہ ہی اور نالے ہین

قدم اٹھتا نہین پاؤن مین پڑے چھالے ہین

عیش و عشرت کے سوا جنکو نہ تھا کچھ بھی یاد — لٹ گئے کچھ نہ رہا ہو گئے بالکل برباد

ٹکڑے ہوتا ہی جگر سن کے یہ انکی فریاد — پھر بھی دیکھین گے الہی کبھو دہلی آباد

کب تلک داغ دل ایک ایک کو دکھلائین ہم

کاش ہو جائے زمین شق تو سما جائین ہم

دیکھ سکتے نہ تھے جس بات پہ وہ اڑتے تھے — صلح سے زیادہ مزہ تھا جو کبھو لڑتے تھے

پاؤن رکھتے تھے کہین اور کہین پڑتے تھے — آنچلون سے تری مقیش پڑے جھڑتے تھے

ان کو رونے کے سوا شغل نہ کچھ رہتا ہے

ایک دریا ہی کہ آنکھون سے پڑا بہتا ہے

عطر صندل مین جو دامن کو بسایا کرتے — کنٹھے موتی کے گریبان مین لگایا کرتے

بیٹھ خلوت مین جو زلفون کو بنایا کرتے — یہ سنگار آئینہ کو بھی نہ دکھایا کرتے

اب نہین کچھ بھی انھین زلف پریشان کی خبر

نہ گریبان کی خبر اور نہ دامان کی خبر

روز بن ٹھن کے نکلنا وہ جوانون کا کہان — بیٹھنا ناز و ادا سے وہ دکانون کا کہان

شور ہر کوچہ سے ٹپون کے وہ تانون کا کہان — لطف ساقی کا مزہ اور وہ گانون کا کہان

اب وہ مغنی نہ رہا اور وہ ساقی نہ رہا،

دھوتی بند دکن کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا

شکل ایسی کہ خدا اس کو نہ پھر دکھلا دے — انکی پوشاک کو جو دیکھین تو پھریرے اٹھے

نظر آجائین اگر وہ سر راہے گاہے — خون اپنا کرے یا اُن کا یہی جی چاہے

جن کے ہاتھون سے نہ لین بیر بھی دو کوڑی کے

چاندنی چوک مین پھرتے ہین وہ اہے گیلے

روز وحشت مجھے صحرا کی طرف لاتی ہے — سر ہے اور جوش جنون سنگ ہے اور چھاتی ہے

ٹکڑے ہوتا ہے جگر جی مین یہ بن آتی ہو — مصطفٰی خان کی ملاقات جو یاد آتی ہو

کیونکہ آزردہ نکل جائے نہ سودائی ہو

قتل اس طرح سے بے جرم جو صہبائی ہو

رسائل خلافت

مصنفہ

مولانا سید سلیمان ندوی

خلافت اور ہندوستان، تواریخ سفرنامون آثار و کتبات، شاہی فرامین اور سکون کی مدد سے اسلامی ہندوستان کے تعلقات مختلف خلافتہائے اسلامیہ کے ساتھ دکھائے ہین، قیمت ۸؍

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس مین تاریخی اور اثری حوالون، اور مورخین یورپ کے بیانات سے یہ ثابت کیا ہو کہ خلافت عثمانیہ ہمیشہ دنیائے اسلام کی نمائندہ رہی ہے، اور دنیائے اسلام نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کیا ہے، اور خلافت کی حیثیت سے دولت عثمانیہ نے بلاد اسلامیہ کی کیا کیا خدمتین انجام دی ہین، قابل دید رسالہ ہے، قیمت ۵؍

خلافت اور دنیائے اسلام، مولانا کے سفر یورپ کے نتائج ہین، اسمین دکھایا ہو کہ اس وقت سیاسی حیثیت سے اسلامی ممالک کس حالت مین ہین اور خلافت کے مسئلہ مین اپنی اپنی جگہ پر وہ کیا جد و جہد کر رہے ہین، اور انمین سیاسی انقلابات کیا کیا تنگ پیدا ہوئی ہین قیمت ۱۶؍

ادبیات

سازِ عمل

از جناب شبیر حسین صاحب جوش ملیح آبادی

اے نظامِ ہر دو عالم، اے مدارِ کائنات
اے کہ تیرے حکم پر موقوف کارِ کائنات

اے کہ تیری ہر نظر صورت طرازِ زندگی
اے کہ ہر ایما ترا مضرابِ سازِ زندگی!

کیا پھنسانا چاہتا ہی مجھ کو تدبیروں میں تو!
کیا جکڑنا چاہتا ہی مجھ کو زنجیروں میں تو؟

کاوشِ ہستی پہ کیا مامور کرتا ہے مجھے؟
کام کرنے کے لیئے مجبور کرتا ہی مجھے؟

مین بھی دون کیا ظلم سے ہر مہربانی کا جواب؟
مین بھی بجاؤن سوالِ زندگانی کا جواب؟

فکر مین کچھ بھی کرون کیا آج کل کے واسطے؟
حکم ہی مین بھی اٹھون ذوقِ عمل کے واسطے؟

زور کیا، جس طرح بھی چاہے ستا سکتا ہی تو
لیکن اتنی بات کیا مجھ کو بتا سکتا ہی تو؟

جھومتی گردون پہ تیرے حکم سے آتی ہی کیا
نشے مین ڈوبی ہوئی برسات کی کالی گھٹا؟

عکس ہی تیرا ہی کیا یہ حسن کے رخسار مین؟
سرخ ڈورے تو نے ہی ڈالے ہین چشمِ یار مین؟

تو ہی کیا در پردہ لرزش دے رہا ہی حسن کو
تو ہی اس شدت سے جنبش دے رہا ہی حسن کو؟

کیا یہ تو نے ہی بھری ہی ضو دُرِ خوش آب مین
کیا یہ تیرا ہی تبسم ہے شبِ مہتاب مین؟

اور کیا یہ تو ہی ہی جو نازسے وقتِ سحر
مسکراتا ہی دھندلکے کا دریچہ کھول کر؟

یہ اگر سچ ہے تو پھر تو کیوں ستاتا ہے مجھے؟

کس لیے بیکار دیوانہ بناتا ہے مجھے؟

تابشِ توحید بھی ہے جلوۂ اصنام بھی! / وعظِ ہشیاری بھی ہے اور بادۂ گلفام بھی

حکمِ استقلال ہے ترکیبِ سیمابی کے ساتھ / سازِ بیداری ہے سامانِ گرانخوابی لیے؟

دل ڈبوئے دیتی ہے موجِ نگاہِ برق پاش / بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش؛

ہوش اس طوفان میں شاعر کو آسکتا نہیں / جوشِ دل کا اس قدر سختی اٹھا سکتا نہیں

خواہشِ بادہ نہیں آنسو ہی پینے دے مجھے / زندگی کے راز سے واقف ہوں جینے دے مجھے

ڈالنا ہی بار ہے مجھ پر تو اچھا ڈال دے

پہلے ان جلووں پہ لیکن بڑھ کے پردہ ڈال دے

میرے کانوں تک جو پہنچاتا ہے پیغامِ حیات / بند کردے بند سازِ نغمہائے کائنات

حسن کو بیباکیاں کرنے نہ دے اس طور سے / اور اگر یہ ہو نہیں سکتا، تو ہاں سن غور سے:

بجلیاں جس نخل پر گرتی ہوں پھل سکتا نہیں

تیری اس دنیا کا مجھ سے کام چل سکتا نہیں

میں پروں کو تولتا ہوں، آشیانے کو سنبھال

یہ ہے دنیا، اور اپنے کارخانے کو سنبھال

(جواب)

اے پرستارِ حقیقت، شاعرِ شیریں مقال / اے کہ برقِ طور کا پرتو تری شمعِ خیال

کشورِ ہستی میں مشقِ فتنہ انگیزی نہ کر / اے شکایت کرنے والے! اس قدر تیزی نہ کر

سنگِ استقلال کو ترکیبِ سیمابی نہ کہہ / سازِ بیداری کو سامانِ گرانخوابی نہ کہہ

غیر فانی کو سمجھ، اشکالِ فانی دیکھ کر — کوہ بنجا کوہ، دریا کی روانی دیکھ کر

یہ گھٹائیں جھومنے والی، یہ حسنِ دلنواز — زندگی کی کشمکش کے ان میں پوشیدہ ہیں راز

غم کی لے کا زیر و بم ہے سانس کی آواز میں — آتشیں نغمے چھپے ہیں زندگی کے ساز میں

زندگی تیری ہے جد و جہد بے پایانِ جنگ — عرصۂ ہستی حقیقت میں ہے اک میدانِ جنگ

یہ مناظرِ قدرتی، دنیا کے اس طوفان میں
ساز گویا بج رہے ہیں جنگ کے میدان میں!!!

ہم نے جو ساماں کیے تیرے جگانے کے لیے — تو نے یہ سمجھا کہ ہیں غفلت بڑھانے کے لیے

ہوش میں لانے کی شے، بیخود بناتی ہے تجھے — جس سے نیند اُڑ جائے، اس سے نیند آتی ہے تجھے!

بادباں کو دیکھ، کشتی ہے تری طوفان میں — نیند تجھکو آ رہی ہے جنگ کے میدان میں

تجھ پہ طبلِ جنگ کا اُلٹا ہوا نادان اثر — پھینک دی تلوار کیوں تو نے کمر سے کھول کر!

زندگی کے جام سے سرشار رکھنے کے لیے — گرم ہے فطرت تجھے بیدار رکھنے کے لیے

یہ ستارے جن کی ضو سے مست ہے تیرا وجود — کانپ کر کہتے ہیں ننگِ آدمیت ہے جمود"

صبح حوریں جھانکتی ہیں چرخِ نیلی فام سے — تا نہ دل اُکتائے تیرا کثرتِ آلام سے

چاندنی راتیں ہیں دل کو گدگدانے کے لیے — ترشیٔ کلفت میں شیرینی ملانے کے لیے

سُرخ ڈورے اس لیے رکھتی ہیں چشمِ سرمگیں — تا نہ گھبرا جائے تو محنت کی تلخی سے کہیں

حسن سے ہم نے کہا ہے مسکرانے کے لیے — کام میں تجھ کو با آسانی لگانے کے لیے

دوڑتی ہے حسن سے روحِ عمل انسان میں — ساز بجتے ہیں اسی سے جنگ کے میدان میں

سامنے جلوے اگر ہوں، آنکھ آ سکتی نہیں — ساز کی لے پر جو محنت ہو، تھکا سکتی نہیں

تجھکو جد و جہد کی ترغیب دینے کیلیے — حسن ہے جذبات کو ترتیب دینے کے لیے

حسن کیون بیباک ہو اتنا سمجھ او بدگمان	تا نہ محویت مین کچھ محسوس ہو تجھ کو تکان
ہرج ہو گر دفعۃً مل جائے ہر بار حیات	ہم اگر خاموش کر دین نغمہائے کائنات
ساز سے رنگین ہی اُس شیخ کا قلب و دماغ	پردے ساکت ہون، تو بجھ جائین تماشے کے چراغ
اِک سکون ہی، ارتعاش زندگی کے واسطے	حسن مرہم ہی خراشِ زندگی کے واسطے
صرف مرہم ہی نہین ہو دل جلون کے واسطے	بلکہ اِک صورت ہی تازہ ولولون کے واسطے
ڈوبنے پاتا نہین اِنسان خیال یاس مین	حسن سے وہ پھول کھلتا ہی دلِ احساس مین
تال دینے کے لیے موجود ہین شمس و قمر	رقص کر اپنے فرائض کی گتون پر رقص کر!

جب یقین ہو یہ کہ تو مل جائے گا کل خاک مین

آج تو، ہلچل مچا دے گنبدِ افلاک مین!!!

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبّت

مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین مل جائے تو غنیمت ہے، شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنّف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اِس کو مرتب کیا ہے، اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہے، مثنوی مین اُستاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے، معارف پریس مین چھپی ہو، قیمت ۱۲؍

"منیجر"

اوراقِ پارینہ

صمدنیات

یا

کتاب خانۂ صمدن مین چند مخطے

از

مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم آر اے ایس

(۲)

"انتخاب اخلاق ہندی کا" بگرہ، یا لڑائی کے عنوان سے ہی، اس کا فقرۂ افتتاحی اوسکی تفصیل پر دال ہی "تب راجہ کے بیٹون نے کہا کہ مہاراج! ہم نے کتھا سنی، اب تیسری نقل بگرہ یعنی جنگ کی بیان کیجئے کہ اس کے سننے سے ہم مستفیض ہووین، پنڈت نے کہا یون سنا ہی کہ کسی وقت خشکی اور تری کے جانورون مین لڑائی ہوئی تھی، آبی جانورون کا بادشاہ قاز اور خشکی کے پرندون کا ہُدہُد تھا باوجود کہ قاز کا لشکر زیادہ تھا! پر ہُدہُد نے اپنی دانائی اور تدبیر سے اوس پر فتح پائی، "راجزادون نے پوچھا کہ مہاراج! وہ کیونکر ہو اسے مفصل بیان کیجیے"

بحر و بر کے پرندو کے اِس موعظت آموز افسانہ نے ۶۰ صفحے لیے ہین، ضمناً بعض دلچسپ و نتیجہ خیز حکایات بھی آگئی ہین[1]،

---

[1] میر بہادر علی حسینی نے اِس کتاب (اخلاق ہندی) کو ۱۸۰۲ء مین لکھا تھا، اِس کا ماخذ فارسی مفرح القلوب ہی جو خود سنسکرت سے لی گئی ہی "تنہا مقبول"،

سکنتلا، ایک انگوٹھی کا پردرد قصہ سنسکرت سے ماخوذ ہی، یہ بھی ایک مشہور افسانہ ہی مستقل کتابی حیثیت سے بازارون مین بھی بکتا ہی، تھیٹرون کے اسٹیج پر مختلف وضع ولباس مین اسکی جلوہ گری وکرشمہ سازی روز کی بات ہی، کتاب کی زبان سلیس، روان اور اثر ڈالنے والی ہی، ہندی کی لغات وتلمیحات کا استعمال مفرط بتاتا ہی کہ اوس کو کسی ہندو انشاپرداز نے اپنی زبان مین لیا، اگر افسانہ نگار ہندو نہ تھا تو اوسکے قلم نے اِس تصویر مین اصلی سنسکرت کا رنگ و روغن برقرار رکھنا پسند کیا ہی، قصہ پورا نقل کردیا گیا ہی، قطع وبرید سے ناکمل افسانہ بے لطف وبدمزہ ہوجاتا، لکھنے والے کے آخری کلمے یہ ہین،

اب یہ کہانی یہان تمام ہوئی، اے جوان بلفظ ومعنی سے بخوبی تمام ہوئی، ازبسکہ زبان ریختہ مین لکھی سال ہجری کے موافق ریختہ تاریخ ہوئی،

سکنتلا کا جو احوال اِس مین ہی مذکور سکنتلا کے اسی نام سے کیا مشہور

لفظ ریختہ سے سال ہجری ۱۲۰۵ نکلتا ہی، قارئین کرام ان دو اعلی جملون پر اصل قصہ کی زبان کا قیاس نہ فرمادین، مجھے یاد ہی کہ جب تک سر رشتہ تعلیم یوپی کی عنان ادارت راجہ شیو پرشاد سی ایس آئی کے دست قدرت مین تھی تو یہ قصہ سکنتلا بھی داخل نصاب امتحان مڈل تھا ۱۸۸۵ء تک؟

اِس کے بعد جو تین قسم کے مضامین آتے ہین اون کے عنوان غالبًا انگریزی مین قائم کرکے قالب اُردو مین ڈھالے گئے ہین، چنانچہ **حکایات لطیف درعبارت سلیس** [illegible]

Stories in an easy style کا ترجمہ ہی، اس مین ترپن (۵۳) حکایات ہر قسم کی داخل ہین، ہر ایک کے اوپر نمبر شمار بھی ڈال دیا ہی، یہ حکایات عجیب اور سبق آموز ہین عموماً کسی مشہور اور فائدہ بخش ضرب المثل کی بنیاد پر تیار کی گئی ہین، مطول بھی ہین مختصر بھی، متین بھی، ظریفانہ بھی، اکثر اب تک زبان زد عوام اور پرانے طرز کے

لہ اس کے لکھنے والے کاظم علی جوان ساکن دہلی تھے، دہلی سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے ۱۸۰۰ء مین کلکتہ آئے، فورٹ ولیم کالج مین ملازم ہوئے ۱۸۰۱ء مین یہ قصہ اُردو مین لکھا، سکنتلا کی کہانی ۱۷۱۶ء مین نواز کبیشر نے برج بھاکا مین لکھی تھی، مقبول از مقدمہ تذکرہ۔ :

لائٹ لٹریچر کی جان ہین، اعادہ کی ضرورت نہین، البتہ فضول لفاظی اور شوخ بیانی کی دو مثالین سن لیجئے،

"۵۰- حکایت۔ سُنا ہو کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو کسی بزرگ کے پاس لے گیا اور عرض کرنے لگا کہ پیر مرشد!

اِس ناشدنی کو حضور خاص مین رکھئے اور ایسی تعلیم کیجئے کہ جس سے یہ اشرافون کی خو پکڑے، مرد آدمی بنے، یہ بات

سنکر بزرگ نے کہا کہ بابا! اچھا چھوڑ جاؤ، اگر خدا کرے گا تو بہر صورت آدمی ہو رہے گا، غرض اوس نے اس

لڑکے کو وہان چھوڑا اور اپنے گھر کا رستہ پکڑا، بعد دو چار دن کے حضرت نے ارشاد کیا کہ میان لڑکے!

دنیا بے بنیاد ہے اور عرصہ زندگی کا تنگ، جس سے بہتر یہی ہے کہ بدی سے ہاتھ اُٹھاؤ نیکی پر دل لگاؤ، اگر نیکی

کروگے تو اشراف کہلاؤ گے، بھلون مین شمار کئے جاؤ گے، یہ بات سنتے ہی وہ دریدہ دہن بولا کہ حضرت سلامت

آپ کے کہنے پر یہ شعر سوجھتا ہے، بیت

شیخ کی صحبت مین گر چلے کوئی کھینچے ہزار

آدمی ہوتا نہین پر شیخ چلی ہو تو ہو

۴۹- حکایت، شیخ فرید ایک روز ہاتھ منھ پر پھیرتے تھے، ایک ظریف نے آکر پوچھا شیخ کیا کرتے ہو؟ کہا

ہاتھ منھ پر ملتا ہون، بولا ہاتھ کو عربی مین ید کہتے ہین، اور ید اور بد کی صورت خطی ایک ہی، بد نجاست کو کہتے

ہین، پس نجاست منھ پر ملتے ہو، شیخ نے پوچھا تیرا نام کیا ہی؟ بولا میرا نام حاجی، شیخ نے کہا حاجی اور جاجی

کی ایک شکل ہی، جاجی گوشۂ کمان کو کہتے ہین، کمان اور گمان کی شکل ایک طرح ہی، گمان شک کو کہتے ہین

شک اور سگ کی ایک صورت ہی، پھر سگ کے کہنے کا کیا اعتبار؟"

منتخبات اشعار از شعرائے ہند، کا انگریزی عنوان Poetical extracts

from Hindoostani authors ہے، اِس مین مجموعًا ستر غزلین مختلف شعرا کی، مختلف

بحور اور اوزان کی ہین، ایک سے زیادہ کسی صاحب کی نہین، پہلی غزل کو چھوڑ کر باقی غزلین شعرا کے

تخلص کے حرف اول کی ترتیب سے درج کی گئی ہین، غزلون کے ردیف و قافیہ کی یا حروف اخیر کی پابندی

نہین کی گئی، شاید اِس وقت یہی سلسلہ پسند کیا جاتا ہو یا ممکن ہی کہ کسی تذکرہ سے غزلین اوسی کے سلسلہ پر (شعرا) سے اُٹھائی گئی ہون، تقدم کا شرف علی گدا م کی غزل کو بخشا گیا ہی، جو تاج و تخت پانے سے پہلے شاہزادہ عالی گوہر تھا، پھر شاہ عالم ہوا اور دنیائے سخن پر آفتاب بنکر چمکا، دوسرا نمبر وزیر کا ہوتا ہی، یہ قدرتاً نواب آصف الدولہ کا حق تھا اِن کے حصہ مین آیا، ان کے بعد بہت سے مشہور اور بہت سے غیر معروف شعرا کا کلام ہی تخیل اور زبان کے لحاظ سے انتخاب بُرا نہین کہا جا سکتا، اگرچہ اِس سے بہتر بھی ممکن تھا، دو ایک غزلین ایسی بھی شامل کر لی گئی ہین جن مین کچھ ندرت تھی یعنی ایک مصرع فارسی مین دوسرا اردو مین، چند غزلین فقیرانہ صداؤن کے لئے زیادہ موزون تھین یا کاسۂ گدائی کا ہار ہو تین، انتخاب کنندہ نے اپنے مجہول الاحوال دوستون کو بقائے دوام کی خلعت پہنا کر بندۂ احسان بنانا چاہا ہے، غالب حصہ فورٹ ولیم کالج کے نومشق یا کہن سال اساتذہ کی شاعری نے پایا ہے، تین چار غزلون کو کسی صاحب نے "اسٹدی" فرمایا اور مطالعہ کے وقت معانی و مطالب کو جا بجا انگریزی مین لکھ لیا ہے،

سرودہائے مروجہ ریختہ کا تعجب خیز عنوان

سے اوڑا یا گیا ہی، اِس کے تحت مین اکثر غزلین لی گئی ہین، ترتیب مین کوئی سلسلہ ملحوظ نہین رکھا گیا نہ تو شعرا کے نام و تخلص کا، نہ شعرون کے اخیر حرف کا، مین نہین کہہ سکتا کہ اوس وقت کے اہل علم طبقہ مین، سرود کا مفہوم کیا تھا نہ مین اِس فن سے آگاہ ہون، چار چھ کو چھوڑ کر اوزان و بحور کے اعتبار سے مجھ ایسے عامی کے نزدیک اکثر غزلون مین راگ و رنگ کے دخل و تبض کی گنجایش بھی نہین پائی جاتی، اِن اکثر چیزون مین تمام تر (قدیم تقسیم کے موافق) غزلین ہین، سودا کی پندرہ، رضا کی نو، آصف کی پانچ، ولی کی چار، اور اورون کی دو دو، اور ایک ایک، شاہ عالم بادشاہ کی ایک غزل شہ عالم تخلص سے ہی، دوسری آفتاب سے دو ہولیان ہین اور دو تضمینین، گل بکاؤلی مین شادی والی نظم پڑھنے کے بعد ضمیر اور جوان کی گفتار ہائے رنگین پر شوخی و بیباکی کا الزام کون رکھ سکتا ہی، اِن ہولیون مین اِس بڑے تیوہار کے متعلق بہت سے

معلومات اپروہ نشینوں کے مراسم و عادات اور حسن فروش طائفہ کی زیب و تزئین کے اہتمام و تکلفات باہمی چہلون اور رنگ پاشیوں کا اچھا خاصہ نقشہ کھینچ دیا ہی، اون کی جادو بیانی آج بھی اپنا کام کرتی اور سو ڈیڑھ سو برس پہلے کی بزم آرائی و جشن مسرت کی تصویر پیش کر دیتی ہی،

من حیث المجموع یہ مجموعۂ انتخابات بہترین علمی و ادبی میراث ہی، انیسوین صدی عیسوی کے آغاز مین اردو کی بے بضاعتی، علوم و فنون کے سرمایہ و ذخائر کی کمی، کتابون کی ناپیدائی سے پوچھئے کہ یہ نو جواہر پارے کہان کہان سے تلاش کرکے لائے ہو اور کن چابکدست دستکارون سے عروس علم و کمال کے لیئے یہ نولکھا ہار تیار کرایا ہی؟

اولیائے مطبع کمال تشکر کے مستحق ہین جنھون نے ایسی صحت و احتیاط کے ساتھ اسکو طبع کرایا، دانایان فرنگ کے تتبع مین بعض جدت پسند حضرات اب چند اوقاف و علامات کا استعمال کرنے لگے ہین، مگر ہزار صد مدحت و تحسین وہ بزرگان متقدم ہین جنھون نے ۱۸۰۲ء مین رسم خط اردو اور آہنی چھاپہ مین گوناگون کمالات ذہنی اور اختراعات علمی و ادبی دکھا کر حسب ذیل نشانات و رموز شائع و ذائع کئے،

پورے فقرہ کے ختم پر	ا	واو مجہول پر	٥	واوِ مفتوح ماقبل کے لیے	۰
مخاطبہ کے وقت،	!	یائے مجہول کے لیے جب کلمہ کے اندر آجاوے	ے	ڈال کے لیے،	ڈ
سوال کے ساتھ،	؟	ضمہ کے لیے حرف کے متعلق	٥	ڑے کے لیے	ڑ
سلسلۂ کلام جاری رکھنے کیلئے	ـ	فتحہ کے لیے	〃 〃 ے	ٹے کے لیے	ت
جزم کے لیے،	^	کسرہ کے لیے	〃 〃 T		

ان کے سوا کے یائے معروف و مجہول کی تفریق رائج کی، مد، تشدید و تنوین کو قلمبند کیا، زوائد اور تراجم کو بین القوسین () تحریر کیا، امتیاز کے لیئے نام اور ذیلی سرخیان عربی حروف کے کسیقدر باریک ٹائپ مین درج کین، جان گلکرسٹ اور اس کے فرنگ نژاد رفقائے کار کے سوا، یہ طرۂ افتخار و مباہات کس پر زیب دیتا ہی!

خدا رحمت کند، این عاشقان پاک طینت را!

مطبوعات جدیدہ

تاریخ الامت حصہ سوم، جامعہ ملیہ، اسلامیہ علی گڈھ کے شعبہ تصنیف نے اپنی مختصر سی عمر مین علم و ادب کی جس قدر خدمتین انجام دی ہین وہ ملک کے لیے مایۂ افتخار اور ہزار شکریہ کی مستحق ہین، اسی شعبہ کی طرف سے مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراج پوری امت اسلامیہ کی مکمل تاریخ لکھ رہے ہین، جس کے دو حصے؛ عہد نبوت، اور خلافت راشدہ کے حالات) شایع ہوچکے ہین، اب اس کا تیسرا حصہ پریس سے آگیا ہی، جس مین خلفائے بنی امیہ کے عہد کے حالات ہین، یہ کتاب ۲۶۶ صفحات پرختم ہوتی ہے ۲۱ صفحات تک تو عام حالات ہین جن کو متداول کتب تاریخ سے احتیاط اور تحقیق کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، مصنف کی اصل محنت کا پتہ ۲۲۵ سے ۲۶۶ تک صفحات سے چلتا ہی، جن مین انھون نے بنی امیہ کے اسباب زوال اور اوس عہد کے تمدن کا نقشہ کھینچا ہی، چھپائی اور کتابت کے لحاظ سے بھی کتاب قابل قدر ہے، قیمت عہ پتہ مکتبہ جامعہ ملیہ علی گڑھ۔

بصائر القرآن، علیا حضرت فرمانروائے بھوپال نے اپنی ریاست کے دفتر تاریخ کو قصص انبیا ترتیب دینے کا حکم دیا تھا، جس کی تعمیل مین دفتر مذکور کے مددگار مہتمم جناب مولوی محمد مہدی صاحب نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہی، اس مین انبیا کرام کے ان تمام واقعات اور صرف اون واقعات کو ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہی، جو قرآن مجید مین مذکور ہین، ہر قصہ کے آخر مین ان نتائج اور اسباق کو بھی ظاہر کردیا گیا ہی جو ان قصص کا اصل اور مقصود ہین، اس بنا پر یہ مجموعہ ان خرافات کی آمیزش سے پاک ہے جو انبیا علیہم السلام کے قصص مین راویون نے داخل کردیئے ہین، آجکل مسلمانون کو بچون کی تعلیم کے لیے اس قسم کی کتابون کی ضرورت ہی، قیمت عہ پتہ ظل السلطانہ بک ایجنسی بھوپال،

رباعیات حکیم عمر خیام، مشرقی شعرا مین یورپ کی قدردانی کی بدولت خیام اور اوس کی رباعیات کو جو درجہ حاصل ہو گیا ہے وہ مخفی نہین، یورپ کی متعدد زبانون مین رباعیات کے ترجمے ہوگئے ہین، عربی مین بھی اوس کا ترجمہ چند سال ہوئے کہ شایع ہوا ہی، ہندوستان مین فارسی زبان گو بہت کچھ سمجھی جاتی ہی، اور اسلئے رباعیات کے ترجمے کی ضرورت یہان کے لوگون کو محسوس نہین ہوئی، تاہم اُردو زبان کی ترقی کے لئے اِس کے ترجمے کی ضرورت تھی، نیز خالص اُردو دان طبقہ کو اسکے خیالات تک پہنچنا ممکن نہ تھا، ایسی حالت مین جناب مولوی حافظ جلال الدین صاحب جعفری زینبی کی یہ کوشش مستحق تعریف ہی کہ اونھون نے رباعیات خیام کو اُردو ترجمہ اور شرح کے ساتھ شایع کیا، ترجمہ عمومًا صحیح ہی، مگر کتابت قابل تعریف نہین، بعض مواقع پر کتابت کی غلطیون نے شارح کے مفہوم کو مختل کر دیا ہی، مطبع انوار احمدی الہ آباد مین چھپی ہی، قیمت عارؔ پتہ منیجر انوار احمدی پریس الہ آباد،

نقش بدیع، جدید حالات علوم، سیاسیات، اختراعات و ایجادات، اور یورپین تمدن کے لوازم نے عربی کی طرح فارسی کو بھی بیحد متاثر کیا ہی، چنانچہ قدیم وضع کے فارسی خوانون کے لیئے آج ایران کی کسی جدید فارسی کتاب یا اخبار اور رسائل کا سمجھنا تقریبًا ناممکن ہے، سخت ضرورت تھی کہ اِن جدید فارسی لغات و محاورات کو یکجا کر کے اون کی تشریح کی جائے، جناب مولوی وجاہت حسین صاحب عندلیب شادانی نے اپنے چند احباب کی اعانت سے اِس ضرورت کو رفع کیا یعنی فارسی کا ایک جدید لغت نقش بدیع کے نام سے شایع کیا جس مین تقریبًا ۶۰۰ فارسی کے جدید الفاظ و محاورات کو جمع کیا ہی جن کو اہل ایران تو بولتے ہین مگر متداول کتب لغت مین موجود نہین قیمت عہ دکان شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور،

منتخبات اُردو، یہ ایک مختصر سی درسی کتاب ہی، جسے گجرات قومی یونیورسٹی کے لیئے پروفیسر اے ٹی گڈوانی وائس چانسلر کی فرمائش سے مولوی سید ابوظفر ندوی پروفیسر السنہ مشرقیہ گجرات

قومی یونیورسٹی (وِدیاپیٹھ) نے ترتیب دیا ہے، کتاب مین ایسے مضامین کا انتخاب کیا ہے، جو بچپن سے طلبہ کے دلون مین حریت اور وطن خواہی کی روح پیدا کر سکتے ہین، قومی مدارس اور مکاتب کے لیے یہ مجموعہ مفید ہے، اس کے زیادہ تر اسباق حالات حاضرہ تاریخ اسلام اور قومی ہندوستان کے متعلق ہین اور قومیت کے صحیح جذبات کی تلقین و تربیت کرتے ہین، قیمت ۸ر ہو گی، پتہ گجرات قومی یونیورسٹی (وِدیاپیٹھ)

مصباح الاسلام، یہ جناب مولوی حکیم محمد ذکی صاحب کال فتحپوری کی تصنیف ہے جس مین مرحوم نے اسلام کی تعلیمات پر منکرین مذہب اور دیگر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہین اون کا رد کیا ہے، مرحوم کے حقیقی بھائی منشی سراج احمد صاحب ضیا نائب انسپکٹر پولیس ضلع ایٹہ نے مطبع سرشتہ طور ایٹہ سے شایع کیا، آج کل جبکہ اسلام پر بعض مخالفین کا زغہ ہے، یہ کتاب بالکل بروقت شائع ہوئی ہے، طرز تحریر قدیم رنگ کی ہے، قیمت ۸ر پتہ شیخ ریاض احمد صاحب چشتی قصبہ فتح پور سیکری ضلع آگرہ،

ہندو مذہب کی معلومات، ہندو مسلمانون مین جو اکثر تصادم ہو جایا کرتا ہے اس کی وجہ ایک دوسرے کے مذہب سے عدم واقفیت ہے، شکر ہے کہ اس نکتہ کو بہت سے ہندو اور مسلمانون نے سمجھا، ہندوون مین سے کسی اہل قلم نے اسلام پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، مسلمانون کو شاید ہندو مذہب پر غور کرنے کی کم فرصت ملی لیکن جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اس ضرورت کو بہت دنون سے محسوس کرتے ہین، چنانچہ اون کی کتاب کرشن بیتی مقبول عام ہو چکی ہے، حال مین اسی احساس کو ملحوظ رکھتے ہوئے خواجہ صاحب نے ایک مختصر سا رسالہ ہندو مذہب کی معلومات شایع کیا ہے، جس کے آخر مین نواب امین جنگ بہادر کا عالمانہ مضمون "فلسفۂ ملل ہنود" بھی شامل ہے، کیا دوسرے مسلمان اہل قلم بھی اس قسم کی خدمتون کے لیے تیار رہین؟ اس اہم ضرورت کے لیے کتاب اس قدر مختصر ہے کہ ناظرین کو خواجہ صاحب سے تفصیل کی درخواست کرنی پڑیگی، قیمت ۸ر پتہ کارکن حلقۂ مشائخ بکڈپو، دہلی،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ ۔ للعہ

لغات جدیدہ چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، ۔ عہ

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا امام مالک پر تبصرہ عہ

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے انکا ثبوت، ۸ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جدوجہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، عہ

بہادر خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ر

مولٰنا عبدالسلام ندوی

اسوہ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۵۰۰ صفحے للعہ

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی، اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۴۲۵ قیمت للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ طبع دوم، قیمت عا

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت عہ

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد عا غیر مجلد عہ

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد عا

مولوی عبدالماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی، ۱۲ر

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، عا

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ۃ، جلد دوم عا

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ عہ و ۃہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلہ کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزا جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے قیمت عا

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

اور عام صحابیاتؓ کی سوانح عمریاں اور اون کے علمی و اخلاقی کارنامے، قیمت ۸؍

پروفیسر سید نواب علی ایم اے

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک محققانہ تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ ۱۲؍

تاریخ صحف سماوی، توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارۂ جمع قرآن کا جواب قسم اول ۶؍ دوم ۲؍

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی، اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ، ۱۰؍

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس مین انسانی جماعت کے اخلاق، بیکس رہنماؤن کی خصوصیات، اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۲۲، ۱۲؍

مفتی انوار الحق صاحب ناظم تعلیمات بھوپال

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح ۸؍

تذکرۃ الحبیب، یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان ۳؍

مذہب کی باتین بچون اور بچیون کی تعلیم کے لیے ۱۲؍

رسالہ قوت خیال، درستی اخلاق کے باب مین ایک مشہور انگریزی رسالہ کا ترجمہ، ۱۲؍

اثبات واجب الوجود یعنی ذات و صفات واجب الوجود پر عقلی پہلو سے ایک نظر، ۸؍

تاریخ ابو البشر کیفیت آغاز نوع انسانی حسب تحقیقات جدیدہ ۶؍

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین، ۸؍

رموز فطرت، طبیعات طبقات ارض ہیئت اور جغرافیۂ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین، ۴؍

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال

بیگمات بھوپال، مصور و مجلد، ۶؍

گیارہ قصے، اخلاقی، معاشرتی، مذہبی، ۸؍

نعت پیمبر عربی فارسی و اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، ۲؍

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی عمدگی کیساتھ سلیس بامحاورہ سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہین، صفحہ ۲۰۰، ۱؍

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی اور خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۲۱۳، قیمت ۱۲؍

تسہیل البلاغت، اردو زبان مین فن فصاحت و بلاغت اور بدیع پر دلکش اور سہل و آسان کتاب، ۶؍

حکمت عملی، فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب، ۶؍

متفرق کتابین

یادایام، مولانا عبد الحی صاحب مرحوم ناظم ندوۃ العلما نے اس کتاب مین گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو لکھے اور وہان کے امراء وزراء علما اور مشائخ کے حالات و علوم و فنون کی ترقی نہایت تحقیق سے مفصل لکھے ہین، ۱۲؍

سیاحت قسطنطنیہ، مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش سے خواجہ سید رشید الدین صاحب نے مشہور پروفیسر منیکیس وامبری کے سفرنامۂ قسطنطنیہ کا اردو مین ترجمہ کیا ہے، ۸؍

بدیہہ گوئی، جناب جوش بلگرامی نے اس کتاب مین عربی فارسی اور اردو کے شعراء اور امیرون کی بدیہہ گوئی کے عجیب لطائف یکجا کیے ہین۔ قیمت ۸؍

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۸۷

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچ روپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر
دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

مجلد یازدہم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ مطابق نومبر ۱۹۲۳ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات

آج کے سلسلۂ مقالات مین "سرزمین حجاز کی تعلیمی رو داد" کے عنوان سے ایک "طالب العلم" کے قلم کا ایک مضمون آپ کو ملے گا، میری مدت سے خواہش تھی کہ دنیا کے جدید انقلابات کے بعد اسلامی ممالک مین تعلیمی جد و جہد کے جو موجودہ مناظر ہین اون سے ہندوستان کی اسلامی آبادی کو آشنا کر دون تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس طوفان کے پیچھے کوئی ایسی بنیاد بھی ہی جس پر اون مسلمان بستیون کی خیر و برکت کی مستحکم عمارتین قایم ہو سکین، نیز اس سے یہ غرض بھی تھی کہ چونکہ تمام دنیاے اسلام ایک ہی قسم کی بیماری مین مبتلا ہی، اسلئے اوس کے لیئے ایک ہی قسم کی دوا، اور طریقۂ علاج کی حاجت ہی اور وہ تعلیم ہی، دیکھنا یہ تھا کہ ہندوستان کے علاوہ دیگر اسلامی ملکون کے روحانی طبیبون نے اس نسخۂ شفا کو کس کس طرح ترتیب دیا، اور کن کن اجزا سے اون کو مرکب کیا ہی، ایک تیسری غایت اس کی یہ تھی کہ تمام دنیاے اسلام مین ایک علمی اور تعلیمی اتحاد کا شیرازہ بندھ سکے، اور اس طرح ممکن ہی کہ ہمارا تعلیمی قبلہ مغربی مرکز سے کسی مشرقی مرکز کی طرف منتقل ہو سکے،

چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر، مین نے تونس، مراکش، مصر، حجاز اور انگورہ مین اپنے احباب کو خطوط لکھے کہ وہ اس مقصد کے حصول مین میری مدد فرمائین، اور اپنے اپنے ملکون کے تعلیمی حالات، اسلامی مدارس، اور نصاب تعلیم سے مطلع فرمائین، انگورہ اور مراکش سے اب تک کوئی جواب نہین آیا، تونس سے جواب آیا کہ وہان کی مجلس حزب دستوری نے اپنے تین ممبرون کو اس موضوع پر ایک رسالہ ترتیب دینے کے لیئے نامزد کیا ہی، مصر سے خط آیا ہی کہ عنقریب اس مسئلہ پر ایک سلسلۂ مضامین [illegible]

اِس باب مین سب سے زیادہ پیش دستی، سرزمین حجاز نے دکھائی، جہان سے اسلام کے علم عرفان کا سرچشمہ سب سے پہلے اُبلا تھا، اسلامی مدارس کا سب سے پہلا گوشہ یہی ہی، معلمین اسلام کا سب سے پہلا گروہ یہین پیدا ہوا تھا، مسلمان طلبہ کا سب سے پہلا جھرمٹ، یہین سے نکلا تھا، علوم اسلامیہ کا سب سے پہلا سبق یہین دیا گیا تھا، اسلئے حق ہی کہ سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے،

یہ دیکھکر خوشی بھی ہوتی ہی اور رنج بھی، کہ حجاز کی تعلیمی کوششون مین بڑا حصہ ہندوستان کے باشندون کا ہی، حالانکہ اسلام کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہندوستان کی تعلیمی کوششین حجاز کے نور سے منور ہوتین، اب جب ہم دنیائے اسلام کا نقشہ اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہتے ہین تو ہمارا فرض ہی کہ اس سرزمین کو وہی علمی و تعلیمی مرتبہ، عطا کرین جو پوری دو صدیون تک ابتدائً اوس کو حاصل تھا،

حجاز مین مکہ معظمہ کے علاوہ مدینہ منورہ، طائف اور جدہ مشہور شہر ہین، اگر اس تعلیمی روداد کے مرقع مین صرف مکہ معظمہ کے مدارس کے نقشے آپکو نظر آئینگے؛ "طالب العلم" راوی کا بیان ہی کہ مدینہ منورہ مین اس وقت کوئی بڑی آبادی ہی نہین، جہان مدارس کا نام و نشان ہو! آہ یہ اوس سرزمین اقدس کا حال ہی جہان کبھی ہر گوشہ سے قال اللہ اور قال الرسول کے ترانے بلند تھے، اور حدیث و تفسیر کے سینکڑون امام جگہ جگہ درس کی مسندین بچھائے علوم و معارف کے خزانے لٹاتے تھے، اور جہان کبھی اسپین سے لیکر سیستان تک کے ہزارون طلبا کا ازدحام لگا رہتا تھا، طائف جہان حبر اُمت حضرت ابن عباس کی درسگاہ تھی، علم کا کوئی قابل ذکر گھر نہین، جدہ مین بمبئی کے ایک عرب تاجر محمد علی کا مدرسۃ الفلاح ہے، جو جنگ سے پہلے اب تک جاری ہی اور جدید طریق پر اچھا چل رہا ہی،

ٹانڈیر سے مولوی ابوالرشید محمد عبد اللہ صاحب وکیل لکھتے ہین، کہ

ہندوستان کے مختلف حصون مین علم دوست اور نیز بعض عام اشخاص کے پاس قدیم کتابون کا اب بھی اِس قدر علمی ذخیرہ موجود ہو کہ اگر وہ سب یکجا کی جائین تو علمی مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے معلومات کا ایک وسیع میدان مہیا ہوجائے، چنانچہ ٹانڈیر مین میرے ایک مرحوم دوست کے پاس ہندوستان کے مشہور شاعر فیضی کی مثنوی نل دمن کا ایک قلمی نسخہ جو اُسکے زمانہ مین نقل کی گئی تھی موجود ہی،

وکیل صاحب موصوف اوسی خط مین ایک اور نادر کتاب کا تذکرہ کرتے ہین،

انجمن اصلاح تمدن، ٹانڈیر کے کتبخانہ مین جو ایک مختصر کتبخانہ ہو عربی زبان مین علم ہندسہ کی ایک قلمی کتاب ہو جو نہایت قدیم ہو افسوس ہو کہ کتاب مین کتابت کا سنہ درج نہین ہو، اور نہ مصنف کا نام ہے لیکن تمہید مین مصنف نے لکھا ہو کہ جب مین محبطی کی تحریر سے فارغ ہوا تو ارادہ کیا کہ اصول ہندسہ وحساب جو کہ اقلیدس صوری کے نام سے منسوب ہو ایک کتاب لکھون، چنانچہ متوکلاً علی اللہ مین نے یہ کتاب لکھی ہے جو پچیس مقالات پر مع الحاقات کے مشتمل ہو اور اس مین نسخہ المحاج[1] سے ۴۰۸ اشکال اور نسخہ ثابت سے ۱۰ اشکال زائد ہین، کتاب کی تقطیع معارف سے کسی قدر چھوٹی ہی، کتاب کی ضخامت ۱۳۱ صفحہ کی ہی خط دو قسم کا ہی، ایک خط نسخ پختہ اور دوسرا شکستہ، کتاب مین جابجا کیڑون نے باریک سوراخ ڈالدیے ہین، گو مضمون کتاب مین کمین خرابی پیدا نہین ہوئی، البتہ اشکال کے بعض حصے خراب ہوگئے ہین مین نے سُنا ہی کہ کسی قدردانِ علم بزرگ نے اس کتاب کو آٹھ روپیہ مین خریدا تھا"

تحریر مجسطی کے ذکر سے، اڈیٹر معارف کو خیال ہوتا ہو کہ محقق طوسی کی تصنیف تحریر اقلیدس ہوگی، اس کے نسخے جا بجا کتبخانون مین موجود ہین، کسی کتاب کو آٹھ سو روپیہ دیکر خریدنا، مسلمانون کے گذشتہ شوق علمی کی ایک نظیر ہی جس کی تلاش اِس عہد مین بیکار رہی، ع یہ قصہ ہی جب کا کہ آتش جوان تھا،

[1] اصل کتاب مین المحاج لکھا ہی، صرف ایک نقطہ ہی،

مقالات

ارضِ حرم

اور اُس کے احکام و مصالح

قرآن مجید کی نظر مین

جزیرۂ عرب کے متعلق اسلام کے جو احکام ہین، ان کا ماخذ قرآن مجید کی وہ چند آئتین ہین جو سورۂ توبہ مین واقع ہین، چونکہ خلافت فاروقی کے بعد جب سارا عرب اور عراق و شام اسلامی عَلَم کے نیچے آچکا تھا، اور غیر مسلم قوتین اس سرزمین اقدس سے معدوم ہو چکی تھین، اسلام پر کبھی کوئی وقت ایسا نہین آیا، جب جزیرۂ عرب اور ارضِ حرام کے تقدس اور حرمت کے خلاف اس پر کسی غیر مسلم سلطنت کے استیلا کا خطرہ بھی کسی مسلمان کے دل مین گذرا ہو، اس لیے ان آیات پاک کی تفسیر کبھی اس نقطۂ نگاہ سے نہین ہوئی، جو اب ہر مسلمان کے پیش نظر ہے، اور اب معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلعم نے، اور آپ کے بعد حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے عرب، عراق اور شام کے غیر مسلم تصرف سے باہر لانے کے لیے جو کوششین کین، اور مسلمانون نے جو قربانیان کین وہ درحقیقت انھین آیات پاک کی عملی تفسیر تھی، لیکن چونکہ مفسرین کے عہد مین یہ منظر کبھی خواب وخیال مین بھی نظر سے نہین گذرا تھا کہ سرزمینِ حرم کی کبھی وہی حالت عود کرآئیگی، جو ظہور اسلام سے پہلے تھی، جب عرب کا شیرازہ منتشر تھا، ملک کا کوئی متحدہ نظام نہ تھا، قطعہ قطعہ پر قبائل اور شیوخ کی فرمانروائیان تھین، کفر و شرک کا استیلا، تھا یمن سے لیکر عراق و شام تک مجوسیون اور رومی عیسائیون کی طاقت بالا حکمران تھی، اور ٹھیک آج کی طرح اس عہد مین بھی یمن، حضرموت، بحرین اور عمان پر ایران کے مجوسی مسلط تھے، عراق مین

امیر فیصل کی جگہ آل منذر کا خاندان مجوسیون کی حکمبرداری مین، اور حدود شام مین امیر عبد اللہ کے بجائے آل غسان رومیون کے زیر حمایت تھے، اور شام کے بقیہ حصون پر رومی عیسائیون کی براہ راست حکومت تھی عین اس وقت جب جزیرۂ عرب کا یہ نقشہ تھا، سورۂ توبہ کی یہ آیتین اُترین،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝	اے ایمان والو! وہ جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہین، وہ نجس ہین تو وہ اس سال کے بعد اس حرمت والی مسجد کے قریب آنے پائین، اور اگر تم ان کی آمد و رفت کے رُک جانے کے باعث فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو تو ایسا خیال نہ کرو، خدا نے اگر چاہا تو وہ تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا، بیشک خدا اپنے (اپنے حکم کی مصلحتون کو) جاننے والا اور حکمت والا ہے، تم ان مین سے لڑو جنکو کتاب الہی دیجا چکی تھی، ان سے جو خدا پر اور قیامت پر یقین نہین رکھتے اور نہ اس کو حرام کرتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے حرام کیا، اور نہ وہ سچے مذہب کی پیروی کرتے ہین اور یہ لڑائی ان سے اس وقت تک جاری رکھو، جب تک وہ مطیع ہو کر جزیہ (خراج اطاعت) نہ ادا کرین،

ان آیتون مین تین باتین بیان کیگئی ہین،

(۱) اہل شرک مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائین،

(۲) اگر تم کو فقر و فاقہ کا خوف ہو تو خدا تم کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا،

(۳) ان اہل کتاب سے جو دین حق کے پیرو نہین، اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ جزیہ یعنی اطاعت قبول کرین

ان آیتون کی ترتیب باہمی ربط اور سیاق و سباق سے یہ بالکل عیان ہی کہ یہ تینون باتین باہم ایک دوسرے سے متعلق اور مربوط ہین، اور اسی تعلق اور ربط کا مقتضا یہ ہے کہ ہم قرآن پاک کے ان الفاظ کا وہ منشا سمجھین جس سے اس تعلق و ربط کی کڑیان زیادہ وابستہ ہو کر نظر آئین، فقہا نے پہلی آیت سے یہ حکم قرآنی اخذ کیا ہے کہ مشرک مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہون، اس اتفاق تام کے بعد یہ اختلاف رونما ہو گیا ہے کہ کس قسم کا داخلہ ممنوع ہی، امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ غلبہ اور استیلا پا کر کوئی مشرک مسجد حرام کے اندر حاکمانہ داخل نہیں ہو سکتا امام شافعی اور جمہور فقہائے اسلام کا مذہب یہ ہے کہ مشرک کا ہر قسم کا داخلہ مسجد حرام مین ناجائز ہے، خواہ وہ حاکمانہ ہو یا محکومانہ، امام ابوحنیفہ کی طرف اس آیت کی تشریح مین یہ ایک اور امر کی بھی نسبت کی گئی ہے کہ وہ اس آیت کا منشا صرف اسی قدر خیال کرتے ہین کہ آئندہ سے مشرک خانۂ کعبہ کا حج نہ کرنے پائین،

الغرض فقہائے اس آیت کا منشا یہ متعین کیا ہے کہ اس مین مشرکین کو مسجد حرام کے اندر داخل ہونے سے روکا گیا ہی، یا اس مین مراسم حج ادا کرنے سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر اس آیت کا صرف اسی قدر مدعا ہوتا تو بجائے اس طریقۂ ادا کے، کہ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (تو اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہونے پائین) یا صاف اور سیدھے طریقہ سے یہی کیون نہ کہدیا گیا کہ فلا یدخلوا المسجد الحرام (کہ مسجد حرام کے اندر داخل نہ ہونے پائین) یا فلا یحجوا المسجد الحرام (مسجد حرام کا آئندہ حج نہ کرنے پاوین) اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مسجد حرام کے اس قرب و نزدیکی سے مشرکین کو روکنے اور باز رکھنے کا مدعا اس سے کہین زیادہ وسیع ہی جو بعض فقہائے قرار دیا ہے، بالکل کھلی ہوئی بات ہی کہ اللہ تعالیٰ نے داخل ہونے یا حج کرنے کا لفظ استعمال نہین کیا ہی، بلکہ ان سب سے زیادہ وسیع، عام، اور ہمہ گیر لفظ، "قرب و نزدیکی" کا استعمال فرمایا ہے، مسجد حرام کے قرب و نزدیکی سے جب وہ روک دئے گئے تو اس کے اندر اونکا داخلہ، یا اوسکا حج خود بخود مسدود ہو جائیگا اور اس پر غلبہ

اور تسلط اور تولیت اور قیام وسکونت تو بدرجۂ اولیٰ منع ہوگی، الغرض قرآن پاک کے الفاظ اس باب مین خاص نہین بلکہ عام ہین، اور ہر وہ ہر قسم کے قرب ونزدیکی کے منع کو حاوی ہین،

اگر قرآن پاک کے ان الفاظ کا مقصد خاص ہوتا یعنی صرف عدم دخول، یا عدم استیلا، یا عدم حج تک محدود ہو تو اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے دو باتین ذکر فرمائی ہین، ایک یہ کہ کفار کے اس انسداد اور روک دینے سے اگر تمھین اپنے افلاس اور غربت کا ڈر ہے تو خدا تم کو غنی کردیگا" اور دوسری یہ کہ اہل کتاب جو دین حق کے پیرو نہین جب تک جزیہ نہ دین لڑائی جاری رکھو" ان دونون باتون کا محض مشرکین کے مسجد مین داخل ہونے یا حج کرنے کی ممانعت سے کیا ربط وتعلق ہوگا؟ کیا مشرک اگر خانۂ کعبہ مین داخل نہ ہونے پائین گے اور ان کو حج کی اجازت نہ ہوگی تو مسلمان غریب ہو جائین گے! اور اہل کتاب سے مقاتلہ جاری ہو جائیگا؛

ایک اور بات اس موقع پر غور کے قابل ہے، یہ آیتین سورۂ برأت کے ساتھ فتح مکہ کے بعد ۹ھ ہجری مین اتری ہین، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس سورہ کے مضامین سے ظاہر ہے، اس وقت یمن سے عراق اور شام کے حدود تک اسلام کی طاقتور حکومت قائم ہوچکی تھی، مشرکین عام طور سے مسلمان ہوچکے تھے اور جو باقی تھے ان سے اسلام کے سوا کوئی اور شے مطلوب نہ تھی ایسی حالت مین ان کو صرف حرم کے اندر داخلہ سے یا حج سے روکنے کے کوئی معنی نہین، اسی طرح ملک مین عیسائیون یا یہودیون کی جہان کہین بھی آبادی تھی وہ فاتح مسلمانون کی محکومی بدل اختیار کرچکی تھی، ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ مشرکین کو اگر وہ ہون تو صرف حرم کعبہ کے داخلہ سے یا حج سے ممانعت نہین کی گئی ہے، بلکہ مسجد حرام کے قرب سے ان کو باز رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، مقصود یہ ہے کہ غیر مسلم بیت الحرام کے قرب وجوار مین مقام نہ کرین، کیونکہ ان کو بیت خلیل کی ہمسائگی اور ہم جواری کا شرف حاصل کرنے کا کوئی استحقاق نہین ہے، جیسا کہ اسی سورہ مین بتصریح مذکور ہے،

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ اَنْ يَّعْمُرُوا مَسٰجِدَ اللّٰهِ — مشرکون کو کوئی حق نہین کہ وہ اللہ کی مسجدون کو آباد کرین

شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ	درآنحالیکہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہین
حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ	یہ وہ ہین جنکے کام برباد ہوگئے، اور وہ ہمیشہ دوزخ مین
خٰلِدُوْنَ ه اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ	رہین گے، اللہ کی مسجدون کو وہی آباد کرتا ہے، جو اللہ پر
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ	اور قیامت پر ایمان لایا، اور نماز کھڑی کی، اور زکوٰۃ دی،
الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ	اور سوا خدا اور کسی سے نہ ڈرا،

یہ یاد رہے کہ خدا نے عام مساجد کی تولیت کا حق اہل ایمان کو عطا فرمایا ہے، اسلام مین مقدس مسجدین صرف تین ہین جو تین انبیاء کی یادگارین ہین، مسجد حرام جو حضرت ابراہیم کی یادگار ہے، بیت المقدس جو حضرت سلیمان کی تعمیر ہے اور مدینہ کی مسجد نبوی جو پیغمبر اسلام کی نشانی ہے، ان تینون مسجدون کی تولیت اور آبادی صرف اُن کا حق ہے، جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہین، نماز قائم اور زکوٰۃ ادا کرتے ہین اور آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر خدا کے سوا اور کسی کے خوف سے ان کے دل مرعوب نہین،

اس سورہ کے نزول کے وقت مکہ فتح اور تمام عرب مسخر اور بت پرست مشرکین کا استیصال ہوچکا تھا، اب جو کچھ باقی رہ گئے تھے وہ اہل کتاب مشرکین تھے، جو موسیٰ اور عیسیٰ کا نام لیکر بھی خدا کے احکام کی توہین کرتے تھے اور بندون کو خدا کا ہمسر قرار دیتے تھے، اس لیے آیت پاک

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ	خدا کے شریک ٹھرانے والے نجس ہین، تو وہ اس
الْحَرَامَ،	حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہون،

کی تعمیم مین ہر قسم کے مشرک، شریک اور داخل ہین، لیکن صورت واقعہ کے لحاظ سے مسجد حرام کے قریب بسنے والے یہود و نصاریٰ خصوصیت کے ساتھ داخل ہین،

اس تفصیل کے بعد اس آیت کا ربط و تعلق مابعد کی آیتون سے بالکل واضح اور روشن ہوجاتا ہے، عرب کی تجارت تمامتر یہودیون کے ہاتھ مین تھی اور ان کے مہاجنی کاروبار کا جال تمام ملک مین پھیلا تھا، ملک

مین غلہ اور سامان شام کے نبطی اور یہودی لاتے تھے، اور یہی یہان کے بیوپاری تھے، یہودیون کی تجارتی کوٹھیان جو قلعون کا مقابلہ کرتی تھین ہر جگہ قائم تھین، اور جزیرۂ عرب کے صوبۂ شام مین رومی عیسائیون کی اور صوبۂ عراق مین مجوسی ایرانیون کی فرمانروائی تھی، جنکو اسلام نے مشابہ اہل کتاب قرار دیا ہے

آیت مین "قرب" کا لفظ خدا نے استعمال فرمایا ہے، یعنی حکم ہر قسم کے مشرک مسجد حرام کے قرب مین نہ رہین "قرب" اور "بعد" کے الفاظ اضافی ہین، یعنی ایک ہی حیثیت سے قریب بھی کہی جا سکتی ہے اور دوسری حیثیت سے اس کو بعید بھی کہہ سکتے ہین، اس بنا پر جب خدا نے یہ حکم دیا کہ مشرک مسجد حرام کے قریب نہ رہین، تو ضرور ہے کہ اس قرب و بعد کی تعیین کر دیجائے، اسی لئے شارع نے اس قرب کی تعیین "جزیرة العرب" کے نقطے سے کر دی، اور فرمادیا کہ جزیرۃ العرب مین اہل شرک کو سکونت کی اجازت نہ دیجائے اس بنا پر احادیث صحیحہ اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب (جزیرۂ عرب سے اہل شرک کو نکال دو) اور لا تبقی فیہا دینان (اس جزیرہ مین دو دین نہ ہون) اور لا یبقی فیہا قبلتان (اس مین عبادت کے دو مرکز نہ ہون) حقیقت مین آیت بالا کی شرح اور تفسیر ہی اور حکم مذکور کا اجراء اور تنفیذ ہے،

اب اوپر کی لکھی ہوئی سورۂ توبہ کی تینون آیتون کو ملا کر دیکھئے، اور ایک بار بغور ان پر نظر ڈالیے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ	اے ایمان والو! جو شرک مین مبتلا ہین، وہ نجس اور گندہ ہین،
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا	تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہون، اگر تم کو (انکی
وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ	آمد و رفت کے رک جانے سے) فقر و فاقہ کا خوف ہو تو خدا تم کو اپنے
مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ	فضل سے ان شاء اللہ غنی کر دیگا، بیشک خدا (اپنے حکم کی مصلحت
حَكِيمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ	کا) جاننے والا اور حکمت والا ہے، تم ان مین سے جنکو کتاب الٰہی دیجا چکی
وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ	تھی ان سے لڑو جو خدا اور قیامت پر یقین نہین رکھتے،
وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ	اور ان کو حرام کہتے ہین جسکو خدا اور اس کے رسول نے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ

حرام کیا، اور نہ وہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں، اور یہ لڑائی ان سے اس وقت تک رکھو جب تک وہ محکوم ہوکر جزیہ نہ دیں

ظاہر ہوگیا کہ ہر قسم کے مشرکین سے اور خصوصاً اہل کتاب مشرکین سے مسجد حرام کا قرب و جوار پاک ہونا چاہئے، اور جزیرۂ عرب میں انکی آمد ورفت اور سکونت مسدود ہونی چاہئے، مسجد حرام کے قرب وجوار میں اہل شرک میں سے جو لوگ آمد ورفت رکھتے تھے اور سکونت کرتے تھے، وہ دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو مصالحانہ تجارتی کاروبار کے ذریعہ سے آتے جاتے تھے، دوسرے وہ تھے جو جزیرۂ عرب کے حدود میں فوجی اور شاہانہ قوت واقتدار رکھتے تھے، اسلام نے ان دونوں کے لیے اپنے مقدس شہروں کے دروازے بند کردئے، ابھی گذر چکا ہے کہ اس ملک کا تمام کاروبار لین دین، تجارت اور بیوپار یہودیوں اور نبطیوں کے ہاتھ میں تھا، اس لیے لامحالہ مسلمانوں کو اپنی مالی اور اقتصادی قوت کے زوال، اور اشیاء کی آمد ورفت کے انسداد، اور باہر سے غلہ کی آمد بند ہوجانے کا خطرہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس مصالحانہ تجارتی ذرائع کے بند ہوجانے سے جو خطرہ لاحق ہوا، اس کو اس تسلی سے جس میں آئندہ کی عظیم الشان پیشینگوئی چھپی تھی، رفع کردیا کہ اگر تم کو اس آمد ورفت کے بند ہوجانے سے فقر وفاقہ کا خیال ہے تو خدا اپنی دولت سے مالا مال کردے گا یعنی تم کو سرزمین کی وسیع حکومت، اور تجارت سپرد کردے گا،

تیسری آیت میں جس مقاتلہ کا ذکر ہے وہ اس سرزمین اقدس کی غیر مسلم قوتوں کے مقابلہ میں ہے جو عراق وشام کے صوبوں میں جو جزیرۂ عرب کے آخری حدود تھے، فوجی اور شاہانہ اختیارات رکھتی تھیں اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کا حکم تھا جب تک وہ جزیہ دے کر اسلام کی اطاعت قبول کریں

اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے شرک کا ثبوت دیا ہے کہ ان میں سے ایک نے عزیر کو اور دوسرے نے عیسیٰ کو خدا کا شریک وشبیہ ٹھرالیا ہے، اور ان کے اس ارادۂ فاسدہ کا اظہار ہے کہ انکی دلی خواہش یہ ہے کہ وہ اسلام کی قوت کو کسی طرح شکست کرسکیں، چنانچہ فرمایا:۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ	اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہی، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح
النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ، ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ	خدا کا بیٹا ہی یہ ان کے منھ کی باتین ہین (جنکو سچائی سے
بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	تعلق نہین) یہ ان کافرون کے قول کی نقل ہی جو اس کے
مِنْ قَبْلُ ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ہ اِتَّخَذُوْا	پہلے تھے، خدا اُن کو غارت کرے کدھر بھٹکائے جا رہی ہین،
اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	انھون نے خدا کو چھوڑ کر اپنے اپنے دین کے عالمون کو اور
وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ، وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا	مسیح کو خدا بنا لیا ہی، حالانکہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ صرف
اِلٰهًا وَّاحِدًا ، لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، سُبْحٰنَهٗ	ایک خدا کو پوجین، کوئی خدا نہین مگر وہی، وہ اس سے پاک ہی
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ، يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا	جسکو وہ خدا کا شریک بناتے ہین، یہ چاہتے ہین کہ خدا کے نور
نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ	(اسلام) کو منھ سے (پھونک مار کر) بجھا دین، اور خدا کو منظور
نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ، هُوَ الَّذِيْ	ہے کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کے رہی، اگرچہ ان کافرونکو
اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ	دل سے یہ بات ناپسند ہو، وہی خدا ہی جس نے اپنے رسول
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ	(محمد) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا ہی کہ تاکہ اس دین کو
الْمُشْرِكُوْنَ ہ	تمام دینون پر غلبہ عطا کرے گو مشرکون کو بُرا کیون نہ لگے،

آیات بالا مین اللہ تعالی نے یہود و نصاری کے شرک اور نور اسلام کے بجھانے کے لیے اونکی جن کوششون کا حوالہ دیا تھا، وہ بعینہ آج تک قائم ہین، اہل کتاب کی اس مذہبی بداعتقادی کو جس کی بنا پر مساجد الٰہی کی تولیت کا استحقاق اُن سے چھین جاتا ہی، ان کی مالی اور تجارتی بے ایمانیون کو خدا نے ظاہر کیا ہے، اور اس کے بعد حرمت کے چار مہینون کا ذکر ہے جن مین سرزمین عرب مین لڑنا جائز ہے، اور اس کے بعد رومیونکی لڑائی یعنی غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، جس سے شام کی لڑائیون کا آغاز ہوتا ہے، اور چند سال کے بعد بیت المقدس کی کنجی مسلمانون کے ہاتھون مین تھی، اور تیسری مسجد کی تولیت کا فخر بھی ان کو عطا ہوتا ہے،

سلسلۂ واقعات کی یہ کڑیاں ہمارے دعوی کی تائید اور شہادت ہین، کہ اس حکم کے نزول کے بعد عرب کے مشرکین پر فوج کشی نہین ہوئی، کیونکہ اب اونکا کوئی جتھا باقی نہین رہا تھا، بلکہ اول شام کے عیسائی، رومیون سے مقابلہ کیا گیا، جو سرزمین حرم کے پاس ہونے کے باعث نور اسلام کے بجھانے مین سب سے پیش پیش تھے، چنانچہ قرآن مجید نے بھی اس کے بعد اسی جنگ کا تذکرہ کیا ہی، اور منافقین اور بعض سچے مسلمان اس جنگ مین شریک نہین ہوئے، ان کو سخت لعنت ملامت کی ہے، اور آخر مین ارشاد فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ ۔ اے ایمان والو! جو کفار تمھارے قریب ہین اُنسے جنگ کرو،

غزوۂ تبوک کے قرینہ سے یہ صاف ظاہر ہی کہ اس قریب، متصل اور ہم سرحد کفار سے مقصود عراق وشام کی غیر مسلم حکومتین ہین، جو بقیہ ارض عرب پر کسی استحقاق کے بغیر قابض تھین، چنانچہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کی تعمیل کے لیے غزوات کا رُخ ادھر ہی موڑ دیا، اور غزوۂ تبوک کے بعد، مرض الموت مین غزوۂ موتہ کیلئے فوج کی آراستگی کا حکم دیا، اور چونکہ یہ مہم تمام نہین ہوئی تھی اس لیے وفات کے وقت اپنے جانشینون کو وصیت فرمائی کہ جزیرۂ عرب نامسلمون سے پاک کیا جائے، بنابرین حضرت صدیق اکبر نے بھی اس محاذ جنگ کو قائم رکھا، بلکہ اس کو عراق تک وسعت دیدی، اور حضرت فاروق اعظم نے اس مہم کو انجام تک پہنچایا، یہان تک کہ جزیرۂ عرب اپنے پورے حدود مین آزاد ہو گیا، اور وہ صرف دین حق کا مسکن، اور حضرت ابراہیم کی بشارت کا مستحق ہو گیا، اور اس وقت یمن اور خیبر وغیرہ کے نصاریٰ اور یہود کو خالص عرب کے صوبون سے ہٹا کر عراق وشام مین آباد کیا گیا،

اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو گیا، کہ کامل جزیرۂ عرب اور اس کے مختلف حصّون کے کیا احکام ہین؟ کامل جزیرۂ عرب کے لیے یہ حکم ہی کہ وہ غیر مسلم کے استیلاء، تسلط اور فرمانروائی سے آزاد ہو، کہ اس سے زیادہ سرزمین حرم کے اصلی قرب، اتصال کی تولیت اور داخلہ کی جس سے اہل شرک کو روکا گیا ہے، اور

اور کیا صورت ہو سکتی ہی؟ اور اسی لیے آنحضرت صلعم کا فتح مکہ تک غزوات کا سلسلہ قائم رہا کہ یہ سرزمین بت پرست اہل شرک کے قرب، تولیت اور استیلار سے آزاد ہو اور آپ کے بعد آپکے خلفا ر عراق اور شام کے اہل شرک سے نبرد آزما ہوئے تاکہ ان مقامات مقدسہ کو اہل کتاب یا مشابہ اہل کتاب مشرکین کے قرب تولیت اور استیلا سے پاک و صاف کیا جائے،

(۲) آیت پاک مین اس قرب کی ممانعت مین مسجد حرام کا لفظ خاص طور سے مذکور ہے، اور اسی کی بقائے حرمت کی خاطر اس کے آس پاس کی زمینون کے دروازے بھی اہل شرک پر بند کیے گئے ہین، اس لیے اس مسجد حرام کے اندر کسی غیر مسلم کا داخلہ قطعاً ممنوع اور ناجائز ہوگا، ورنہ صریح نص کی مخالفت لازم آئیگی،

(۳) آیت مذکورہ کی تشریح مین جو صحیح حدیثین اخرجوا المشرکین کی آئی ہین ان مین جزیرۃ العرب کا لفظ صریح طور سے واقع ہی، اور اسی کے مطابق حضرت عمر نے یمن اور خیبر سے غیر مسلمون کو خارج کرکے اُن کو عراق و شام مین جگہ دی جو اُن کا اصلی وطن تھا، اس لیے یہ ثابت ہوا کہ خالص عرب یعنی حجاز، یمن حضرموت، عمان، بحرین، نجد، یمامہ وغیرہ عربی صوبون مین غیر مسلم کی مستقل سکونت نہین ہو سکتی، البتہ اُن کا عارضی قیام ہو سکتا ہے، چنانچہ اسی اصول کے مطابق اس آیت کے نزول کے بعد بھی، آنحضرت صلعم اور دیگر خلفار، کے دربارون مین جنکا مرکز مدینہ منورہ تھا، ہمیشہ غیر مسلم سفرائے سلطنت اور امرار آیا کرتے تھے، لیکن حضرت عمر نے ان کے وہان قیام کی مدت مقرر کردی، یعنی تین دن، جو مہمانداری کی جائز مدت ہے، چنانچہ عبدالرزاق مین یہ حدیث بسند موجود ہے،

(۴) جزیرۃ العرب کی لفظی وسعت مین اگرچہ عراق و شام کے صوبے داخل ہین تاہم خالص عرب کے حدود سے وہ یقیناً باہر ہین، اور قرآن پاک نے ان اہل کتاب کو جو وہان سکونت پذیر تھے، اسلام کی حکومت اور استیلار کے تسلیم کرلینے کے بعد ان کو وہان سے نکالنے کا حکم نہین دیا، اور آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین نے ان صوبون کے حدود مین اور ان صوبون کے اندر اہل کتاب مشرکین کو جگہ دی اور وہان آباد کیا،

اس لیے جزیرہ کے ان صوبون مین ان کو اسلام کے زیر سایہ اقامت اور سکونت کی اجازت ہی اللہ تعالی نے ان احکام کو بیان فرماتے وقت اپنی صفات ان الفاظ مین ظاہر فرمائی ہین،

اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ — بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہی،

یعنی ان احکام کے جاری کرنے مین جو مصلحتین اور فائدے ہین اُن کو وہ خوب جانتا ہی اور اسکی حکمت اور دانائی ہی اسکی مقتضی ہی کہ وہ ان احکام کو نافذ کرے، چنانچہ اللہ تعالی نے اس حکم کے بیان مین "خانۂ کعبہ" کو "بیت" نہین کہا، جیسا کہ دوسرے موقع پر کہا ہے، "کعبہ" نہین کہا جیسا کہ ایک اور مقام پر مذکور ہی غرض اُسکے متعدد اسمار اور صفات مین سے اس خاص موقع پر "مسجد حرام" یعنی "حرمت والی مسجد" کے نام سے اسکو تعبیر فرمایا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ اوسکی "حرمت" ہی اس حکم کی بنا اور مصلحت ہے، اسی طرح نامسلمون کو جن سے اس حرمت والی مسجد اور اُس کے اطراف کو پاک وصاف کرنا مطلوب ہے، لفظ "مشرکین" سے ادا فرمایا ہے، جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہی کہ اُن کے شرک کی آلودگی ہی ان کے منع قرب، اور عدم دخول کی علت اور باعث ہی، اسی لیے آنحضرت صلعم اس حکم الہی کی تشریح مین یہ الفاظ فرمائے کہ

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب — مشرکون کو جزیرۂ عرب سے نکال دو،

یا یہ فرمایا،

لا تبقی دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین (ایک حق اور ایک باطل) باقی نہ رہین

اور یا یہ ارشاد ہوا،

لا یبقی قبلتان — دو قبلے (یعنی عبادتون کے دو مرکز) باقی نہ رہین،

یہ تمام مختلف الفاظ اور عبارات ایک ہی حقیقت کی تعبیر، اور ایک ہی کنہ کی ترجمانی ہے،

(۱) اسلام نے اپنے کسی حکم مین اس مصلحت کو نظر انداز نہین کیا ہے کہ وہ ایک اجتماعی دین ہے، اس کی عمارت کی پانچ بنیادین، توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اس کی اسی وحدت اور اجتماع کے پہلو کو

نمایان کرتی ہین، توحید یہی ہو کہ صرف ایک قادر ہستی کا اعتراف کیا جائے، نمازون کی جماعت اور اوقات معین بھی اسی لیے مشروع ہین، کہ مسلمان سینکڑون اور ہزارون کی کثرت کے باوجود ایک ہوکر منظر عام پر آئین، اور ایک ہی معین وقت مین تمام روے زمین کے اہل ایمان خدا کے سامنے جھکے نظر آئین، روزہ کے اوقات اور ایام کی تعیین، اور ماہ رمضان کی تخصیص بھی اسی لیے ہے کہ زمین کے جس گوشہ مین بھی مسلمان ہون وہ سب ایک ہی وقت، ایک حالت اور کیفیت مین جلوہ گر ہون، زکوٰۃ کی ایک خاص مقدار معین کی گئی، اور اس کی مشروع صورت یہ رکھی گئی کہ وہ ایک ہی جگہ (بیت المال مین) جمع ہوکر مقررہ مصارف مین خرچ ہو، حج کے خاص مہینہ، خاص طریقے، خاص لباس، خاص مقام کی تعیین اسی لیے ہے کہ اس سطح ارضی کے تمام کلمہ گو، ایک ہی رنگ روپ، ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی طرق انداز سے ایک مرکز ربانی کے گرد جمع ہوکر وحدت اسلامی کے مجسم پیکر بن جائین، احادیث صحیحہ مین مسلمانون کی وحدت اور اجتماع کے جو احکام ہین، وہ بھی اسی حقیقت کو واضح کرتے ہین،

ید اللّٰہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار (ترمذی)	خدا کا ساتھ مسلمانون کی اجتماعی ہیئت (جماعت) پر ہے جو اس سے علحدہ ہوا، دوزخ مین علحدہ ہوا،
المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ( )	ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے دیوار کی طرح ہے جسکی اینٹ دوسری اینٹ سے ملکر اسکو مضبوط کرتی ہے،

اسی وحدت اور اجتماع کی دیوار ہے جو نمازون کی جماعتون مین، اور جہادون کی صفون مین، سیسہ کی پگھلائی دیوارون کے مانند مستحکم، متحد اور مجتمع ہوکر خدا کی نگاہون مین محبوب اور عزیز ہوتی ہے،

انّ اللّٰہ یحبُّ الّذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا کانّھم بنیانٌ مرصوص (صف)	بیشک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اوسکی راہ مین صف باندھ کر اس طرح لڑتے ہین کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہین،

اسلام کے اسی وحدت اور اجتماع کا اقتضا تھا کہ ان لاکھوں اور کروروں دلوں اور چہروں کے لیے جو زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوں، سطح ارضی کا کوئی گوشہ مخصوص کر دیا جائے، جدھر سب کے رُخ وہ جہاں بھی ہوں دن میں پانچ دفعہ پھر جائیں، تاکہ دنیا میں ہر روز یہ اعلان ہوتا رہے کہ خلق الٰہی کی اتنی تعداد جسمانی وطن، مقام اور مسکن کے اختلاف کے باوجود، اپنا ایک ہی روحانی وطن، مقام اور مسکن سے تعلق رکھتی ہے، اسی لئے حکم ہوا،

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ (بقرہ) — تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر، اور اے مسلمانو! جہاں بھی تم ہو اسی کی طرف اپنا چہرہ پھیرو،

اسی مرکزی جہت کا نام قبلہ ہے، یہ مرکزی جہت اور قبلہ وہ بیت الٰہی قرار پایا جو دنیا میں خدا کا پہلا گھر تھا،

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَ أَمْنًا (بقرہ) — یاد کرو کہ ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کا مرجع اور امن بنایا،

نہ صرف اسی قدر بلکہ سطح ارض پر بسنے والے تمام مسلمانوں کی شیرازہ بندی، اور انکی اجتماعی وحدت اور ان کے مصالح کے قیام کا اس کو ذریعہ اور نشان بنایا،

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ (مائدہ) — خدا نے کعبہ یعنی اس مقدس گھر کو لوگوں کے لیے ٹھہراؤ بنایا،

اب ضرورت تھی کہ مومنین کا یہ مرکز، یہ مرجع، یہ نقطۂ اجتماع، یہ نشان وحدت، بیگانہ خیالات، اجنبی رسوم و آداب، اور غیروں کے اختلاط اور امتزاج اور میل جول کے گرد و غبار سے پاک ہو تاکہ ہدایت کا جو چشمہ یہاں سے بہکر نکلے وہ ہر قسم کی آلائیشوں سے مبرا، اور ہر قسم کی گندگیوں سے منزہ اور ہر طرح کی نجاستوں سے صاف ہو، اسی لیے حکم ہوا کہ "مبتلایان شرک نجس اور ناپاک ہیں، تو وہ اس حرمت والی مسجد کے قریب نہ ہوں"

کسی خاص گوشۂ ارضی کو بیگانہ خیالات و عقائد، اور آداب و رسوم کے شر و فساد اور تاریکی و گمراہی سے محفوظ رکھنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں ہے کہ اس گوشہ کو، خاص خیالات و عقائد اور آداب رسوم کی جماعت کے لیے مخصوص کر دیا جائے، اور دوسری جماعتوں کو وہاں کے قرب و اتصال، آمد و رفت اور قیام و سکونت، سے روک دیا جائے کہ بیگانہ خیالات و عقاید اور اجنبی آداب و رسوم کی سرایت اور نفوذ صرف اجنبی قوموں

اور بیگانہ اشخاص کے میل جول امتزاج اور صحبت ہی کا نتیجہ ہوتا ہی، اس لیے دنیا کے دائمی مذہب کے لئے جس کے بعد کوئی نیا مذہب اوسکو دیانہ جائیگا یہ ضرور تھا کہ اس کے قیام و بقا اور تحفظ کے لیے ایک ایسا خطۂ قدس مخصوص کر دیا جائے جہان وہ تنہا حکمران اور آباد ہو، تاکہ اگر کبھی وہ دنیا مین بے وطن ہو جائے، تو اس سرزمین مین اوسکا وطن رہے، یا اگر کبھی اوسکی مشعلین زمین کے دوسرے خطون مین بجھ جائین، تو روشنی کا ایک منارہ کم از کم ایک گوشۂ خاکی مین قائم رہی جہان سے اوسکی بجھی ہوئی مشعلون کو دوبارہ روشنی مل سکے، یا اگر کبھی اس کی ہدایت کی بیرونی نہرین خشک یا مکدر ہو جائین تو اوسکا ایک سرچشمہ باقی ہو، جہان سے دوبارہ اوسکو زندگی اور حیات مل سکے یہی تفسیر ہے آنحضرت صلعم کی اس حدیث کی

لا تبقی فیھا قبلتان — جزیرۂ عرب مین عبادت کے دو مرکز باقی نہ ہون،

لا یترک فیھا دینان — جزیرۂ عرب مین دو دین چھوڑے نہ جائین،

لامحالہ اگر کسی قوم کو یا افراد کو مستقل قیام کی اجازت دیجائیگی تو لامحالہ وہ وہان اپنی عبادتگاہین تعمیر کریگی اپنے خیالات کی تبلیغ کریگی اپنے تمدن اور آداب اخلاق کی اشاعت کریگی، اور یہی شئی مسجد حرام کی عظمت، تقدس، اور حرمت کو بے بنیاد کریگی، اسلام سے پہلے عراق مین مجوسی اور شام مین عیسائی حکومت تھی، اسکا اثر یہ تھا کہ وسط عرب مین مزدکی اور عیسائی مذہب نشو و نما پارہے تھے، قومون کے استیلا اور تسلط کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوتا ہی، دنیا کی تاریخ مین اسکے کسقدر بیشمار نظائر ہین، خصوصاً یورپ کی اس برتری اور ترقی کے عہد مین مشرق کے کسقدر ممالک ہین جن کے تسلط اور استیلا کا آغاز اسی قرب و اتصال سے ہوا ہی، پہلے بحری آمد و رفت ہوئی، پھر عارضی سیاحتین ہوئین پھر تجارتی تعلقات ہوئے مستقل کوٹھیان تعمیر ہوئین، آئندہ یہی کوٹھیان سیاسی سازشگاہون کی صورت مین بدل گئین، اور آخر وہ فوجی اور جنگی قلعون کی حیثیت مین منتقل ہو گئین، مراکش سے لیکر مصر تک خلیج بنگال سے لیکر بحر سند تک اور خلیج عجم سے لیکر بحر حبشہ اور بحر عرب تک کیا یہی نقشہ حال نہین نظر آتا؟ تو اسلام نے اگر ان مفاسد کے سد باب کیلئے تسلط اور استیلا کے ذرائع و وسائل یعنی قرب و اتصال کو ممنوع قرار دیا تو دنیا کے تاریخی تجربہ کے لحاظ سے غلط نہین کیا، فاعتبروا یا اولی الابصار،

آن کس است اہل بشارت کہ اشارت داند

سرزمین حجاز کی تعلیمی روداد

مکۂ مکرمہ! یہ سرزمین وحی آلہی کا مہبط اور علوم اسلامیہ کا منبع ہی، علم دین یعنی قرآن و سنت کے اصلی سرچشمے یہین ظاہر ہوئے تھے، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین کے زمانہ مین مکہ اور مدینہ ہی وہ شہر تھے جہان تشنگان علم کی سیرابی ہوتی تھی، اس کے بعد بھی جب دیگر اسلامی ممالک مین سلطنت و ثروت کی خیر و برکت سے علم کا زور شور سے چرچا ہو گیا تھا، یہان بھی ہمیشہ علماء و فضلاء کا مجمع رہا ہی، حج یا ہجرت کی نیت سے تمام عالم اسلام سے یہان علماء آتے تھے اور ان کے حلقات درس سے طالبان علم؛ قرآن، حدیث، فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ حاصل کرکے اپنے اپنے وطن واپس جاتے تھے، ہندوستان مین فن حدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ سے یہین سے گیا ہی، سیر و تراجم کی کتابین علمائے حرمین کے حالات سے مالامال ہین، علامہ فاسی کی کتاب "العقد الثمین فی علماء البلد الامین" جو آٹھ ضخیم جلدون مین ہی اس مین صرف مکہ ہی کے فضلاء کا ذکر ہی،

الغرض یہ شہر جس طرح قبلۂ عبادت ہی، اوسی طرح مرکز علم و ہدایت بھی رہا ہی، مگر افسوس کہ اب اوس کی حالت بدل گئی ہی، اور یہان علم کا نام بھی نہین رہا ہی، نہ علماء ہین، نہ طلبہ، نہ وسائل تعلیم ہین، اور نہ ذرائع ترغیب، جو برائے نام عالم رہ گئے ہین اون کے لئے بھی بسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہین ہی، جس کی وجہ سے وہ درس تدریس چھوڑ کر فکر معاش مین مصروف ہو گئے ہین، خدانخواستہ چند سال یہی حالت اور رہی تو ضروری مسائل کا سکھانیوالا بھی

یہان نہین رہیگا، فیا ویلاہ و یا مصیبتاہ، چونکہ جہالت ایک خطرناک مرض ہی اور ہر مرض کے علاج کی یہی صورت ہی کہ طبیب و تیمار دارون سے کیفیت بے کم و کاست بیان کردی جائے، اِس لئے یہان کی موجودہ علمی و تعلیمی حالت مختصر طور پر بیان کی جاتی ہی، خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانون کو توفیق دے کہ یہان اشاعتِ علم کی باقاعدہ و منتظم کوشش کرین، آمین، ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب،

دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرح یہان بھی دو طرح کی تعلیم جاری ہی، قدیم و جدید، اِسلیے ہر ایک کا علحدہ علحدہ حال درج ہی،

تعلیم قدیم

تعلیم قدیم سے میری مراد صرف علوم عربیّہ کی تعلیم اور وہ بھی پُرانے طریقہ کی تعلیم ہی، اِس کے بڑے مرکز مکۂ مکرمہ مین دو ہین، (۱) حرم شریف، (۲) مدرسۂ صولتیہ،

حرم المکی الشریف، جس طرح تمام ممالک مین مساجد و معابد مین دینی تعلیم ہوا کرتی ہی، اوسی طرح یہان بھی مسجد حرم مین ہمیشہ سے علوم اِسلامیہ کی تعلیم ہوتی رہی ہی حرم شریف کی موجودہ عمارت جب سلاطین عثمانیہ نے بنائی ہی، تو اُس کے اطراف مین بہت سے عالیشان کمرے بھی بنائے تھے کہ اوس مین علما و طلبا رہا کرین اور درس و تدریس مین مشغول رہین، اِسی لیئے انکا نام (مدرسہ) رکھا گیا تھا جو ابتک اِسی نام سے مشہور ہین مگر اب اُن سے یہ کام نہین لیا جاتا ہی، بلکہ عرصہ سے وہ لوگون کی ملکیّت مین ہوگئے ہین اور اون کو کرایہ کیا جاتا ہے، نہ کوئی طالب علم رہتا ہے نہ عالم، نام باقی رہ گیا ہی، غرض معدوم ہوگئی، اب جو حلقات درس ہوتے ہین وہ مسجد کے اندر ہی ہوتے ہین، اور اِس سے جو دقت طلبہ کو ہوتی ہی وہ ظاہر ہی، اِس کے علاوہ آفاقی علما و طلبا کو جب رہنے ہی کی جگہ نہین ملتی تو وہ اطمینان و فراغ بال کہان میسر آسکتا ہی جو تحصیل علم کے لیئے ضروری ہی،

طریقۂ تعلیم حرم، یہان کی تعلیم بالبرکۃ یعنی تیمناً و تبرکاً ہی، نہ انتظام ہی نہ نصاب، طریقہ یہ ہی کہ ایک عالم کوئی کتاب شروع کرتا ہی، جس شخص کا جی چاہے وہ اِس مین شریک ہوجاتا ہی نہ اوس کا امتحان لیا جاتا ہی نہ یہ خیال کیا جاتا ہی کہ یہ اس کتاب کو سمجھ سکیگا یا نہین، جس دن اُستاد تشریف لے آئے سبق ہوگیا جس دن نہ آئے ناغہ رہی، طلبا مین سے بھی

کسی دن کوئی غائب ہوتا ہے کسی دن حاضر کوئی باز پرس نہین ہے، روزانہ اُستاد حرم مین آکر کتاب ہاتھ مین لیکر عبارت پڑھتا ہے، بدیہی و ضروری باتین سمجھا دیتا ہے، یا زیادہ تحقیق و تطویل منظور ہوئی تو ادس کتاب کے شروح و حواشی سُنا دیتا ہے اپنی تحقیق و تدقیق کو بالکل دخل نہین دیتا، طلبہ چُپ خاموش سُنتے رہتے ہین، پوچھنے کی مناقشہ کرنے کی نہ عادت ہے نہ اجازت، بہت ہوا تو کسی لفظ کے معنی یا اعراب پوچھ لئے، اعتراض و تنقید کرنا یا متقدمین کے خلاف کچھ منھ سے نکالنا تو گناہ کبیرہ ہے، درس ہو چکا تو اُٹھکر شیخ کے ہاتھ چومے، کتابین بغل مین دبا کر گھر چلدیئے، اب دوسرے روز کتاب کی شکل دیکھینگے، یاد کرنا، تکرار کرنا، مطالعہ کرنا یہ سب درد سر ہے کون مول لے، دوسرے دن آکر کتاب کھولکر بیٹھ گئے، اوستاد نے آگے کی عبارت پڑھنی شروع کر دی، پڑھے ہوئے سعہ سے اوس کو کچھ غرض نہین کہ کسی نے سمجھا یا یاد کیا ہے یا نہین؟ اسی طرح یہ کتاب ختم ہو جاتی ہے تو دوسری شروع کر دی جاتی ہے و علیٰ ہذا، طالب علم کو ہر وقت اختیار ہے کہ ایک کتاب کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب مین شریک ہو جائے، اسی طرح الی ماشاء اللہ عمر عزیز کا بڑا حصّہ صرف کرنے کے بعد چند کتابین ختم ہو جاتی ہین، اگر کچھ آگیا تو خیر ورنہ جیسے تھے ویسے ہی رہگئے، اور کم نصیبی کا عذر رہا،

طریقۂ امتحان حرم، یہان نہ سالانہ امتحان ہے نہ چند سالہ، عمر مین دو امتحان ہین وہ بھی اون کے لئے جو حرم شریف کے مدرسین مین داخل ہونا چاہتے ہون، حرم کے اوقاف مین سے چند مدرسون کے لئے سالانہ وظائف (جن کی مقدار نہایت قلیل ہے اور ایک ماہ کے خرچ کے لئے بھی کافی نہین ہوتے) مقرر ہین، جب کوئی اون مین سے کم ہو جاتا ہے تو اوس کے بدلے دوسرا عالم مقرر کر دیا جاتا ہے، لیکن اوسکے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ (امتحان عالمیت) مین پاس ہو جائے، جو عالم اِن ارباب وظائف مین نہین ہوتے اور آیندہ حصول معاش کے خیال سے درس مین مشغول اور کسی جگہ کے خالی ہونے کے منتظر ہوتے ہین اون کو "ملازمین" کہا جاتا ہے، اون کے لئے "امتحان ملازمیت" رکھا گیا ہے جب کوئی وظیفہ مُنحل (خالی) ہوتا ہے تو انھین ملازمین مین سے، جو امتحان عالمیت مین کامیاب ہو جاتا ہے اوس کو وہ وظیفہ تدریس

لیجاتا ہے، امتحان کا طریقہ یہ ہے کہ تین چار عالموں کی ایک ہیئت مقرر کردیجاتی ہے، طالب علم کو بلا کر کتاب دیجاتی ہے کہ فلان عبارت کا مطلب اور اوس کے شروح و حواشی کی تقریروں کا خلاصہ سمجھادو، وہ کتاب لیکر تقریر کرتا ہے اور علما سنتے رہتے ہیں، برائے نام مناقشہ بھی کرلیتے ہیں، اس کے بعد اوس کو نمبر دیئے جاتے ہیں، اسی طرح باقی علوم میں امتحان لے لیا جاتا ہے، اور پاس کردیا جاتا ہے،

علوم امتحان، | امتحان ملازمیت، چھ چیزون مین یہ امتحان لیا جاتا ہے، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، فقہ،

امتحان عالمیت، بارہ چیزون کا امتحان ہوتا ہے، صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، فقہ، منطق، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، توحید،

نصاب حرم، | تعلیم حرم کے لئے کوئی خاص نصاب نہیں ہے، اساتذہ و طلبہ کتب قدیمہ متداولہ مین سے جو مناسب سمجھیں پڑھیں یا پڑھائیں، لیکن تالیفات جدیدہ وعصریہ کو نہیں پڑھایا جاتا ہے، وہی کتاب قابل تعلیم ہے جس پر شروح و حواشی کا انبار ہو، کتب متداولہ حسب ذیل ہیں مگر یہ نہ خیال کیا جائے کہ یہ سب پڑھنی پڑتی ہیں، بلکہ ہر فن مین ان میں سے دو تین کتابیں پڑھ لی جاتی ہیں اور اگر کسی نے سب پڑھ لیں تو وہ تو (عالم کامل) ہو جاتا ہے،

علم صرف، امثلہ، بناء، مقصود، عزی، مراح،

علم نحو، اجرومیہ وشروحہا، تتمۃ الاجرومیہ، قطر الندی لابن ہشام، الفیہ ابن مالک مع شرح ابن عقیل،

بلاغت، نظم الجوہر المکنون مع الشرح، مختصر المعانی،

منطق، منظومۃ السلم للاخضری، ایساغوجی مع شرح شیخ الاسلام زکریا الانصاری، تہذیب و شرح تہذیب، ونادرًا،

فقہ حنفی، نور الایضاح، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، مختصر القدوری، کنز الدقائق مع شروحہا، الدرر والغرر،

فقہ شافعی، ابن قاسم شرح ابی شجاع، مقدمۃ بافضل مع شرحہ، البہجۃ بشرحہا،

فقہ مالکی، الرسالہ، مختصر خلیل مع شرح الدردیر،

اُصول فقہ، الورقات للامام الحرمین، مرقاۃ لمنلاخسرو، نور الانوار، تحریر ابن الہمام (نادراً)

حدیث، مختصر البخاری لابی جمرۃ، صحیحین (نادراً وتبرکاً) بہت کم پڑھتے ہین وہ بھی بطور تلاوت،

اُصول حدیث، بیقونیہ، نخبۃ الفکر، (نادراً)

تفسیر، جلالین، بیضاوی (نادراً) مدارک التنزیل (نادراً)

توحید، الجوہرۃ، السنوسیہ، بدء الامالی،

مدت تعلیم، حرم کی تعلیم کے لیے کوئی مدت مقرر نہین ہی، بیس بیس برس ہوجاتے ہین اور کتابین پوری نہین ہوتین، اہالی کو تو زیادہ ایسا شوق بھی نہین ہی، فقط نحو، فقہ کے چند ابتدائی رسالے پڑھ لینا کافی سمجھتے ہین، ملک جاوا کے اکثر مہاجرین و مجاورین البتہ شوقین ہوتے ہین اور محنتی بھی، اور اپنے ملک سے یہان خاص علم ہی کے لئے آتے ہین اور کئی برس رہکر واپس جاتے ہین، اگر اون کی باقاعدہ تعلیم ہو تو بہت ہی مفید ثابت ہو، مگر افسوس ہی کہ اون کی اکثر عمر ضائع ہوجاتی ہی، اور تھوڑی سی تجوید، معمولی نحو و فقہ حاصل کرکے چلے جاتے ہین، البتہ جو ان مین سے یہین رہکر مدت العمر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے ہین وہ فارغ التحصیل ہوجاتے ہین، اور ابتدائی عربی کتابین طلبہ کو اپنی زبان مین سمجھا دیتے ہین، چند کتابون کا ترجمہ بھی جاوی زبان مین ان لوگون نے کردیا ہی، اور عربی مین بھی بعض مفید کتابین تالیف کی ہین، اون مین شیخ محمد محفوظ ترمسی اور شیخ محمد نووی اور شیخ احمد خطیب مشہور عالم ہوئے ہین،

نتیجہ، حرم شریف کی تعلیم کی موجودہ حالت قابل اطمینان بلکہ قابل ذکر نہین ہی، مدرسین کو جب تنخواہ ہی نہ ملے تو وہ کیا کام کرینگے، طلبا ربھی اکثر غربا اور آفاقی ہوتے ہین اون کے لیئے بھی مکان، خورد و نوش کا کوئی انتظام نہین ہی، نہ اون کی کسی طرح خبرگیری و معاونت کیجاتی ہی، نہ کوئی نصاب ہی نہ انتظام، چھٹیان اور تعطیلین بہت ہوتی ہین، سال بھر مین بمشکل ۱۶۰ سبق ہوتے ہین، جس کا نتیجہ یہ ہی کہ برسون مین بھی کوئی عالم نہین ہوتا،

طلبا و مدرسین حرم، ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہی، کیونکہ جب جس کو توفیق ہوئی اوس نے پڑھانا شروع

کردیا، جہان کچھ کام آگیا یا عذر ہوگیا تدریس موقوف یا متأخر کردی، اشہر حج مین ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم مین چونکہ اکثر لوگ، کاروبار مین مشغول ہوجاتے ہین، اس لئے طلبار کی تعداد بہت کم ہوجاتی ہو، صفر سے شوال تک کچھ چرچا رہتا ہو، اکثر پندرہ مدرس اور ڈیڑھ سو طالب علم تدریس وتحصیل مین مشغول نظر آتے ہین،

المدرسۃ الصولتیہ، مدرسۂ صولتیہ مسلمانان ہند کی قابل فخر یادگار ہو، اس کے بانی مولانا رحمۃ اللہ صاحب مرحوم کیرانوی مہاجر (مؤلف کتاب اظہار الحق) ہین، چونکہ مدرسہ کی بنار وتعمیر کلکتہ کی ایک معزز ومخیر خاتون (صولت النسا بیگم) کے پیسہ سے ہوئی تھی اسلئے اسکا نام "صولتیہ" رکھا گیا، ۱۲۹۱ھ مین اس کی بنیاد ڈالی گئی اور اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی، اس مدرسہ سے اوس کے بانی مرحوم کے مقاصد یہ تھے،

(۱) تعلیم قرآن کریم با تجوید وحفظ قرآن، (۲) اہل مکہ ومہاجرین کی دینی تعلیم وتربیت کے وسائل مہیا کرنا، (۳) ہندوستان وغیرہ ممالک اسلامیہ سے جو آفاقی طلبہ بغرض تعلیم یہان آتے ہین اور عربی نہ جاننے کی وجہ سے علمار حرم سے استفادہ نہین کرسکتے اون کی تعلیم اور اون کے لئے خورد ونوش وقیام وغیرہ ضروریات کا بندوبست کرنا، (۴) طلبہ کی دینی تربیت وتہذیب اخلاق، تاکہ یہان کے سند یافتہ تمام جہان مین سلف صالحین کا نمونہ ہون، (۵) علوم نقلیہ وعقلیہ کی اشاعت،

طریقۂ تعلیم، مولانائے مرحوم ہندوستان کے قابل قدر علمار مین سے تھے، اور درس نظامی کے فیض یافتہ، اسلئے یہان بھی وہی طریقۂ تعلیم اور وہی نصاب جاری کرنا چاہا، مگر مین اوس وقت تک معقولات سے کوئی نام آشنا بھی نہ تھا، علی العموم تجوید، نحو، فقہ، یہ تین چیزین پڑہائی جاتی تھین، تفسیر، حدیث، اصول وغیرہ تبرکاً پڑھ لیتے تھے، مولانا نے معقول کی کتابین خود پڑہانا شروع کین، تجوید وقرأت سبعہ وعلوم عربیہ کے لئے مدرس مقرر کئے، مگر قلت آمدنی کی وجہ سے مدرسین کی کافی تعداد نہ مقرر کرسکے، اس وجہ سے بڑی کتابین خود ہی پڑھانی پڑتی تھین، اہل مکہ کو تو اس قدر شوق علم بھی نہ تھا جو درس نظامی پورا پڑھتے، آفاقی طلبہ شوقین ومحنتی ہوتے ہین مگر اکثر دو چار برس کے مہمان ہوتے ہین اور شہد کی مکھی کی طرح مختلف ممالک کے مدارس کا

دورہ کرتے رہتے ہین، اس وجہ سے چند ہی طلبہ ایسے نکلتے ہین جنھون نے درس نظامی کی اکثر کتابین مولانا سے پڑھ لی تھین، اون مین قابل ذکر وقدر دو شخص تھے، شیخ اسعد دہان، شیخ عبد الرحمن دہان یہ دونون حقیقی بھائی اور مولانا کے ارشد تلامذہ تھے، مولانا کے بعد بھی مدرسہ مین تعلیم دیتے رہے شیخ عبد الرحمن نے تو آخر وقت تک نبھایا، اور مدرسہ کی خدمت ہی مین عمر صرف کردی، دوسرے بھائی شیخ اسعد تدریس حرم اور سرکاری وظائف مین مشغول ہوگئے، اور جب اون کی وفات ہوئی ہے تو یہ مکہ مکرمہ کے قاضی تھے،

مولانا رحمۃ اللہ صاحب کا ۱۳۰۸ھ مین انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے بھتیجے مولوی بدر الاسلام صاحب کے سپرد ہوئی اور جب وہ بھی کنارہ کش ہوکر قسطنطنیہ چلے گئے تو اون کے بھتیجے مولوی محمد سعید صاحب نے اِس کام کو اپنے ذمہ لیا اور اب تک مدرسہ کا نظم ونسق وغیرہ یہی سنبھالے ہوئے ہین اور جس خلوص وایثار سے کام کر رہے ہین وہ بے نظیر ہی، جزاہ اللہ خیرا، مولانا کے بعد چونکہ ایسے مہتمم ہوئے جو خود تعلیم نہ دیسکتے تھے اِسلئے تعلیم کا دارومدار مدرسین پر رہ گیا، اور حرم شریف جیسی بے قاعدہ تعلیم ہوگئی، مدرسین وطلبا کسی قانون کے پابند نہین ہین، جوجی چاہا پڑھایا، طالبِ علم کو بھی اختیار ہی جو چاہے پڑھے اور جس سے چاہے پڑھے، یہ بات بہت مضر ثابت ہوئی، طالب علمون کا عزیز وقت ضائع ہوجاتا ہی اور دوچار معمولی کتابین پڑھکر وہ چلدیتے ہین، اِسی وجہ سے اِس مدرسہ سے جو مقاصد تھے وہ حاصل نہ ہوسکے، اور جب تک باقاعدہ نظام تعلیم نہ مقرر کیا جائیگا، مہتمم صاحب کی محنت اور مسلمانون کا سرمایہ اِسی طرح ضائع ہوتا رہیگا،

نصاب مدرسہ مدرسہ کا نصاب درس نظامی قرار دیا گیا تھا، اور اب تک یہی بتایا جاتا ہی، مگر عملاً تو کوئی نصاب نہین ہی، مدرسہ کی عربی رُوئیداد مین جن علوم کی تدریس بیان کی گئی ہی وہ یہ ہین،

(۱) قرآن کریم با تجوید وحفظ (۲) تفسیر (۳) حدیث (۴) عقائد (۵) فقہ حنفی (۶) فقہ شافعی (۷) اصول حدیث (۸) اصول فقہ (۹) فرائض (۱۰) اخلاق (۱۱) تاریخ اسلام (۱۲) معانی وبیان وبدیع (۱۳) ادب (۱۴) منطق

(۱۵) حکمۃ قدیمہ (۱۶) ہیئت قدیمہ (۱۷) میقات (۱۸) جبر و مقابلہ (۱۹) الحساب (۲۰) مساحت (۲۱) ہندسہ (۲۲) عروض و قوافی (۲۳) صرف (۲۴) نحو (۲۵) خط و املار،

مگر حقیقت یہ ہو کہ یہ خیالی فہرست ہی، ان مین اکثر علوم و فنون ایسے ہین جو شاید ہی کبھی پڑہائے گئے ہون، جب کوئی مدرس اون علوم کا واقف کار آجاتا ہو اور کوئی شوقین طالب علم بھی اوس کو مل گیا تو ایک آدھ کتاب پڑھ لیتا ہو، ورنہ دائمی علوم یہ ہین، قرآن کریم بالتجوید وحفظ، فقہ، اصول فقہ، معانی و بیان و بدیع منطق، حساب، صرف، نحو، خط و املار، تفسیر، حدیث، اور ان کی بھی اکثر ابتدائی کتابین زیر تدریس رہتی ہین، بڑی کتابین تو نادراً پڑھی جاتی ہین، البتہ حدیث مین صحیحین یا سنن مین سے کسی ایک کتاب کا اکثر درس رہا ہی، مگر تبرکاً وسرداً خالیاً عن الفہم والتحقیق،

کتب تعلیم کتب درسیہ وہی ہندوستان کے مدارس عربیہ کی کتابین ہین، البتہ چند ابتدائی کتابین مکۂ مکرمہ و مصر کے درس عربی کی بھی اضافہ کرلی گئی ہین، مثلاً، امثلہ، بنا، مقصود، عزّی (صرف) اجرومیہ و شرحہا، شرح الایضاح (نحو)، سلّم الاخضری، المطلع (منطق)، مرقاۃ الاصول، مراقی الفلاح، ملتقی الابحر، الدرر الغرر (فقہ)

مدت تعلیم مدت تعلیم دس سال ہین، مگر اول تو اس مدت تک کوئی پڑھتا ہی نہین کہ جب کچھ فائدہ محسوس ہو تو کیون تضیع اوقات کی، اور اگر پڑھے بھی تو درس نظامی ختم نہین ہوتا، کیونکہ قلت مدرسین، قلت درس عدم نظام یہ سب چیزین ہارج ہین، چنانچہ جن طلبار کو یہان سے سند فراغت عطا کردی گئی ہو اون کی یہ کیفیت ہو کہ چند ابتدائی کتابین پڑہانے کے بعد، ہدایہ، بیضاوی، صحیحین پڑھاکر فارغ التحصیل کردیا گیا ہی، ورنہ ایسا کوئی طالب علم مدرسہ پیش نہین کرسکتا جس نے پورا درس نظامی ختم کیا ہو، یا اوس کو عالم کا لقب ملسکتا ہو،

مدرسین، اس مدرسہ کے مدرسین دو قسم کے لوگ رہے ہین، ایک تو وہ جنھون نے مکہ کی ہجرت و مجاورت اختیار کرلی تھی، یہ تو ہمیشہ مدرسہ ہی کی ملازمت مین رہے، اور اپنی عمر نشر علم وتحصیل اجر مین صرف کی، اور باوجود قلت معاش، اس کار خیر کو نہ چھوڑا، حالانکہ اور جگہون سے اون کی طلبی بھی ہوئی اور بڑی بڑی تنخواہین بھی پیش

کی گئین مگر یہ ثابت قدم رہے، جزاہم اللہ خیراً وکثر امثالہم،

ان مدرسین مین سب سے زیادہ قابل قدر و مستحق ذکر، شیخ عبد الرحمن وہان مرحوم قاری عبداللہ صاحب مرحوم، قاری عبد اللطیف صاحب، قاری محمد ابراہیم صاحب ہین، شیخ عبد الرحمن وہان اسلف صالحین کا نمونہ تھے، علم، زہد، قناعت، تقویٰ، حُسن خلق مین بے نظیر تھے، تمام عمر نشر علوم دین مین مصروف رہے، اونکی وجہ سے شہر کے بہت سے معززین نے اپنے بچون کو مدرسہ مین داخل کر دیا تھا، قاری عبداللہ صاحب مرحوم ہندوستانی مہاجرین مین سے تھے، تجوید و قرآت سبعہ کی تحصیل مکہ ہی مین، قرا، مصر سے کی تھی، تمام عمر تعلیم قرآن مجید و کتب تجوید و قرآت مین مشغول رہے، مکہ مکرمہ مین ان سے زیادہ کوئی علم تجوید و قرآت سبعہ کا ماہر نہ تھا، قاری صاحب کا فیض عام تھا، اکثر ممالک اسلامیہ مین اون کے تلامذہ ملین گے، ہندوستان مین بھی اکثر مدارس اسلامیہ مین ان کے شاگرد قرآن کریم و تجوید کے مدرس ہین، ان کے بھائی قاری عبد الرحمن صاحب ابتک الہ آباد مین اسی مقدس کام مین مشغول ہین، کاشکے وہ مکہ آکر اپنے بڑے بھائی کے جانشین ہوجاتے، قاری صاحب مرحوم کی اولاد تو اور کامون مین مشغول ہے یعنی وظائف حکومت مین، قاری عبد اللطیف صاحب اور قاری ابراہیم صاحب ابتک موجود ہین اور خلوص اور ایثار و محنت سے کام کر رہے ہین، جزاہم اللہ خیراً، مدرسین کی دوسری قسم وہ ہے جو ہندوستان سے حج کے لئے آتے تھے اور اوس کے بعد چند سال کے لیئے یہان کی اقامت اختیار کر لیتے تھے اور اس عرصہ مین مدرسہ کی تدریس بھی قبول کر لیتے تھے کہ ہم خرما و ہم ثواب، ان مین مشہور اور قابل حضرات یہ ہین، (۱) مولوی احمد حسن صاحب مرحوم کانپوری، (۲) مولوی محمد نور محمد صاحب (۳) مولوی عبد اللطیف صاحب (۴) مولوی اصغر صاحب (۵) مولوی مشتاق احمد صاحب کانپوری، (۶) مولوی اکبر صاحب،

یہ حضرات بھی بہت ہی خلوص نیت سے کام کرتے تھے، اور جب تک مکہ مین رہتے پڑھاتے رہتے، پھر اپنے اپنے وطن چلے جاتے، مدرسہ کے مدرسین خواہ وہ دائمی ہون یا عارضی، کی تنخواہین ہمیشہ سے اتنی قلیل رہی ہین جس کی وجہ سے اون کو سخت تکلیف کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، یہ تنخواہین یونان کی گرانی و

اخراجات کے ہرگز مناسب نہین ہین، یہ صرف خداتعالیٰ کی تسخیر ہو کہ مدرسہ کو ایسے عالم ملتے رہے جنھون نے دنیاوی راحت وآرام کا خیال ترک کر کے حسبۃً للہ کام کیا، مگر حقیقت یہ ہو کہ انسان مین کتنا ہی ایثار وجفا کشی کا مادہ ہو، اس زمانہ مین اگر اوس کو اپنی ضروریات کی طرف سے فارغ البالی نہ ہو تو ضرور اوس کے کامون مین خلل پڑجاتا ہو، اسی وجہ سے یہ مدرسین بھی زیادہ کام نہ کرسکے تاہم جو کچھ کر گئے وہ قابل قدر وشکر یہ ہو،

تعداد مدرسین، مدرسین کی تعداد ہمیشہ ناکافی رہی ہو، جس کی وجہ قلت سرمایہ اور خرچ بیجا ہو، یعنی تعمیر وغیرہ مین تو کافی خرچ کیا جارہا ہو اور مدرسین جو روح المدرسہ ہین اون کی تعداد، تنخواہین نہایت کم رکھی گئی ہین، اکثر یہ طریقہ رہا ہو کہ قرآن کریم وتجوید وقرأت کی تعلیم کے لیئے پانچ قاری، ابتدائی کتابون کے لیئے پانچ استاد، اور بڑی کتابون کے لیئے ایک یا دو مدرس ہوتے ہین،

تعداد طلبہ، طلبہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہو، سب سے زیادہ تعداد ۱۳۳۰ھ اور ۱۳۳۱ھ مین تھی یعنی جبکہ (۵۲۷) طالب علم زیر تدریس تھے، جن کی تقسیم بحسب اقوام حسب ذیل ہو،

ترک ۱۳، عرب ۲۱۹، شامی ۳، بغدادی ۸، ہندوستانی ۴۷، افغانی ۴، یمنی ۶، جاوی ۸، ۱۱ بخاری ۲۲، ان مین سے ۱۱۹ درجۂ علوم مین تھے اور باقی درجۂ قرآن وتجوید مین، اس کے بعد جنگ عمومی کا زمانہ آیا اور اکثر طلبا اپنے اپنے وطن چلے گئے یا فکر معاش مین مصروف ہوگئے، ۱۳۳۹ھ مین ۲۵۰ طلبا موجود تھے، اب ۱۳۴۱ھ مین ۳۵۰ طلبہ زیر تعلیم ہین، جن مین سے اکثر درجۂ تجوید اور کتب ابتدائی مین مشغول ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے تو دو چار ہی ہین،

کارکنان مدرسہ، مدرسہ کی کارکن یہ ہین، (۱) مہتمم صاحب (۲) خزانچی، (۳) محرر دفتر، (۴) مراقب مدرسہ (۵) بوّاب یعنی دربان،

آمدنی واخراجات مدرسہ، اس مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار ہندوستانی اہل خیر کے صدقات وعطیات پر ہو، دولت عِلیہ عثمانیہ نے چند ہزار روپیہ سالانہ صیغۂ اوقاف سے اوس کے لیئے مقرر کیئے تھے اور آیندہ اضافہ کی بھی امید تھی

مگر افسوس ہی کہ مدرسہ کے بانی مرحوم نے اِس کو قبول نہ کیا، اِس کی وجہ عدم دوراندیشی یا حکومت کی مداخلت کا اندیشہ بتایا جاتا ہی جو غیر صحیح ہی، وہ لوگ ایسے نہ تھے جن سے کسی قسم کا ڈر ہو، اگر یہ عطیہ منظور کر لیا جاتا تو مدرسہ کو اچھی کامیابی ہو جاتی، خیر گذشتہ را صلوات، ۱۳۳۰ھ تک مدرسہ کی سالانہ آمدنی دس ہزار روپیہ کے اندر تھی، ۱۳۳۱ھ میں پندرہ ہزار چھ سو روپیہ تک پہونچ گئی، ۱۳۳۸ھ میں ۱۲۲۰۰ روپیہ اور ۱۳۳۹ھ میں بائیس ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی، یہ امداد زیادہ تر غریب طبقہ کے چھوٹے چھوٹے غیر دوامی چندوں سے ہوتی ہی، ہندوستان کے رؤسار میں سے صرف ریاست حیدرآباد سے دو سو ماہانہ (ایک سو مدرسہ کے لئے اور ایک سو مہتمم کے لئے) اور ریاست بھوپال سے ایک سو ماہانہ مقرر ہیں،

خرچ کا زیادہ تر حصہ مدرسہ کی نئی عمارت پر صرف ہو رہا ہی، مدرسین و ملازمین کو تو چھ سو روپیہ ماہانہ ملتے ہیں بڑی سے بڑی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہی، مگر جس نرخ سے کہ ان غریبوں کو تنخواہ دیجاتی ہی اوس حساب سے بہ بھی رہجاتے ہیں، یعنی ساٹھ کے پینتالیس ہی ملتے ہیں، وجہ یہ ہی کہ مکہ میں ہندوستانی روپیہ کا نرخ ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہی، ایام حج میں تیرہ چودہ قروش تک پہنچ جاتا ہی، اور اکثر دس گیارہ قروش کو رہتا ہے، کارکنانِ مدرسہ نے سہولت حساب کی غرض سے اپنی تنخواہوں کا نرخ آٹھ قروش مقرر کر رکھا تھا، اِس طرح جس کی تنخواہ ساٹھ روپیہ ہی اوس کو ۴۸۰ قروش دیئے جاتے تھے، حالانکہ بازار کے نرخ سے کم ازکم ۶۶۰ ملنے چاہیئے تھے، اب چند ماہ سے دس قروش کا نرخ کر دیا ہی، یعنی جبکہ بازار میں چودہ قروش ملنے لگے ہیں، حالانکہ مدرسہ کو جو آمدنی ہوتی ہی وہ روپیہ کے حساب سے ہی اور اون کو اوسی نرخ سے رقم پہونچتی ہی جو بازار کا نرخ ہوتا ہی، پھر یا تو دینے میں بھی بازار کا نرخ رکھنا چاہئے ورنہ تنخواہیں مکہ کے سکہ کے حساب سے مقرر کرنی چاہئیں تاکہ لوگوں کو شبہہ و اعتراض نہ ہو،

عمارت مدرسہ، (۱) مسجد، یہ مولانا رحمۃ اللہ مرحوم کی بناکردہ ہی، موذن امام مدرسہ کی طرف سے مقرر ہیں ظہر و عصر کی نماز طلبہ اِس میں پڑھتے ہیں،

(۲) دار التدریس، یہ بھی مولانا کے مرحوم کے زمانہ کی عمارت ہی، طلبا کی کثرت کی وجہ سے یہ ناکافی ثابت ہوا ہی، اس لئے اِس کے متصل ہی دوسری نئی عمارت طیار ہو رہی ہی، اکثر کام ہو چکا ہی، لکڑی اور استرکاری کا کام باقی ہی، اُمید ہی ایک دو سال مین مکمل ہو جائیگی، یہ عمارت بہت عمدہ اور شاندار بنائی گئی ہی، اور مہتمم صاحب کا بہترین کارنمایان ہی خدا کرے جلد اس سے فارغ ہو جاوین تاکہ تعلیم کی طرف بھی توجہ کر سکین،

(۳) رباط مدرسہ جسکو دار الاقامہ کہہ سکتے ہین، یہ پٹنہ کے ایک مخیر رئیس کی یادگار ہی، اِس مین آفاقی طلبہ رہتے ہین، زیادہ سے زیادہ چالیس طلبا کی گنجایش ہی، ۱۹۱۳ء مین پچیس طالب علم اس مین مقیم تھے، اور مدرسہ کی طرف سے اون کو وظیفۂ خوراک کے نام سے بہت ہی قلیل ناکافی امداد ملتی تھی، اب تو خالی پڑی ہی، دو چار طالب علم رہگئے ہین، دنیا مین اگر امن وامان ہو گیا تو پھر طلبہ آنے شروع ہون گے اسلئے یہ تجویز پیش کی گئی ہی کہ نیا دار الاقامہ بنایا جائے، جس مین سو طالب علم اور چار مدرس قیام کر سکین، تجویز بیشک مفید ہی مگر خدا کے لئے اِس کو ابھی ملتوی رکھا جائے، اور تعلیم کی طرف توجہ کی جائے، ورنہ دس بارہ سال اور مدرسہ کی یہی ناگفتہ بہ حالت رہیگی، کاشکے مسلمان ہمت و توجہ کرین اور یکمشت چندہ کر دین تاکہ یہ سب عمارتین مکمل ہو جائین اور تعلیم مین بھی حرج نہ ہو،

کتب خانۂ مدرسہ، مدرسہ کے متعلق ایک کتب خانہ بھی ہی، جس مین عربی، فارسی، اُردو کی کتابین ہین، موجودہ عمارت کی تنگی کی وجہ سے اِس کا انتظام ٹھیک نہین ہی، انشاء اللہ نئی عمارت مین اسکی حالت درست ہو جائیگی، ضرورت ہی کہ اس کتب خانہ کو علمی ذخائر سے مالا مال کر دیا جائے، ہندوستان کے علم دوست اصحاب توجہ فرمائین تو یہ کوئی بڑی بات نہین ہی،

مدرسہ کی موجودہ حالت، جنگ یورپ کا اثر تمام عالم پر پڑا ہی، اور حجاز کی جو حالت ہوئی ہی وہ تو سب کو معلوم ہی، ان واقعات نے مدرسہ کو بالکل مردہ کر دیا ہی، خدا نے چاہا تو اب از سر نو زندگی شروع ہوگی، فی الحال اِس مین ڈیڑھ سو لڑکے قرآن خوان اور دو سو کتب خوان ہین جو اکثر ابتدائی تعلیم پا رہے ہین، بڑی کتابین پڑھنے والے

چند طالب علم ہین وہ بھی بے نظام و بے نصاب، تاہم این غنیمت است، مدرسین بارہ ہین، پانچ قرآن کریم وتجوید کے لیئے، پانچ کتب ابتدائیہ کے لیئے، دو بڑی کتابون کے لیئے، آجکل زیر درس بڑی کتابین یہ ہین مشکوٰۃ ترمذی، بخاری، بیضاوی، ہدایہ، توضیح تلویح قطبی،

خلاصۂ مباحث، اِس سب سمع خراشی کا خلاصہ یہ ہی کہ مدرسہ کی تاسیس کو پچاس سال ہوگئے ہین مگر اِس سے جو فائدہ ہونا چاہیئے تھا وہ حاصل نہین ہوا ہی اور بانی مرحوم کے جو مقاصد تھے اوس مین سے صرف مقصد اول یعنی "تعلیم تجوید" مین کامیابی ہوئی ہی، باقی اور مقاصد ناتمام ہین اِس کے اہم اسباب چار ہین (۱) قوم کی بے اعتنائی اور سرد مہری اور ناکافی امداد، (۲) قوم کی طرف سے کسی قسم کی نگرانی اور بازپرس کا نہ ہونا (۳) مدرسہ کی بے نظام و بے نصاب تعلیم، (۴) واقعات وحوادثات عالم، مہتمم صاحب کی قابلیت، ہمت، محنت قابل قدر ہی، مگر جو کام پوری جماعت کا ہو وہ ایک شخص نہین کرسکتا، لہذا اگر کوئی قابل ملامت ہی تو عموماً مسلمانان ہندوستان، اور خصوصاً حجاز کے ہندوستانی مہاجرین ہین، اب بھی وقت نہین گیا ہی، بہی خواہان قوم و مذہب، توجہ، کوشش مبذول فرمائین اور بالتدریج اصلاحات کے ذریعہ سے اِس مدرسہ کو "جامعۂ اسلامیہ" کے درجہ تک پہونچا دین، فی الحال اِن امور کی ضرورت ہی، (۱) اصلاح نصاب و نظام تدریس (۲) لائق مدرسین کا اضافہ، (۳) مدرسین و ملازمین کی تنخواہین زمانۂ موجودہ کے اخراجات کے مناسب کردینا، (۴) ہر مدرس کو ایک علم یا ایک جماعت کے لیئے مخصوص کردینا، (۵) طلبہ کے لیئے ضروری پابندیان (۶) جدید دار التدریس کی تکمیل و افتتاح، (۷) موجودہ دار الاقامہ ہی کے لائق آفاقی طلبہ کی معیشت کا کافی انتظام مگر اوس کے ساتھ ہی ایسی تدابیر اختیار کی جائین کہ کوئی ایسا طالب علم جس کے خرچ کا مدرسہ متکفل ہو، تحصیل ختم کرنے سے پہلے علحدہ نہ ہوسکے، (۸) کتب خانہ کی تنظیم و ترقی، جب یہ سب اصلاحات ہوجائین تو پھر مزید اصلاحات و ترقی کی کوشش کی جائے، ہندوستان کے رؤسا اور رہبران قوم اگر توجہ کرین اور مرکز اسلام مین علم کی اشاعت کیلئے اپنی خدمات کا کچھ حصہ صرف کرین تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد یہ مدرسہ ہندوستانیوں کیلئے قابل فخر بلکہ بین ...

تعلیم جدید

نئی تعلیم سے ہمارا مقصد باقاعدہ و منتظم تعلیم ہی، اِس کی ابتدا دولت عثمانیہ کے سرکاری مدارس سے ہوئی تھی، مکہ مین دو مدرسے قایم تھے، اِن مین قرآن شریف، تجوید، فقہ، عقائد، تاریخ اسلام، تاریخ عثمانی، تاریخ عام، جغرافیہ، حساب، ہندسہ، مبادی تمدن، مبادی حفظ صحت، عربی، فارسی، ترکی زبانین، خوشنویسی، نقشہ کشی کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی، مدت تعلیم چھ سال تھی، اس کے بعد بڑی تعلیم کے لیئے مدینہ منورہ مین (مدرسۂ اعدادیہ) تھا، اوس کی تعلیم انٹرنس کے مرادف تھی، بعض طلبا، استنبول چلے جاتے تھے، اور وہان کے مدارس عالیہ مین داخل کرلیئے جاتے تھے، جو طلبہ ملازمت کرنی چاہتے تھے اون کو سرکاری کامون مین لے لیا جاتا تھا، ۱۳۳۴ھ کے انقلاب مین یہ دونون مدرسے برباد ہوگئے،

اِن مدارس کے بعد مدرسۂ فلاح، فخریہ، دار الفائزین، مدارس ہاشمیہ مین تعلیم جدید کا انتظام کیا گیا ہی،

مدرسۂ الفلاح، اِس نام سے اول جدہ مین ۱۳۲۳ھ مین ایک مدرسہ کھولا گیا تھا جو ابتک قایم ہی، اور اچھا کام کر رہا ہی، اوس کے بعد ۱۳۳۰ھ مین مکہ مکرمہ مین بھی ایک مدرسہ قایم ہوا، اور اب مدینہ و طائف مین بھی ایک ایک مدرسہ کھولنے کا ارادہ سُنا گیا ہی، اِن مدارس کے مؤسس، جدہ کے مشہور و معزز تاجر حاجی محمد علی زینل رضا ہین، صاحب موصوف علم دوست شیدائے قوم و مذہب شخص ہین، اِن مدارس کی تاسیس اور ترقی مین جس قدر اونھون نے کوشش کی ہی اور جس قدر خرچ کیا ہی اوس کی وجہ سے وہ تمام مسلمانون کی محبت و شکریہ و دعائے خیر کے مستحق ہین، جزاہ اللہ خیرا، خرچ کا زیادہ تر حصہ بمبئی، کلکتہ، رنگون کے تاجرون کے چندہ سے ہوا ہی، مگر اون کا ذاتی حصہ بھی کم نہین ہی،

تعلیم مدرسۂ فلاح، اِس مدرسہ کا نصاب، انتظام، مکان وغیرہ غرض ہر چیز ابتک نہایت عمدہ و مناسب حال ہی، اِس مین تعلیم کے چار درجہ مقرر کئے گئے ہین، (۱) تحضیری، (۲) ابتدائی (۳) ثانوی (۴) عالی، تحضیری کی مدتِ تعلیم ایک سال ہی، اور ابتدائی کی تین سال ہی، ثانوی کی بھی تین سال، اور عالی

کی بھی تین سال ہی، کل دس سال مدت تعلیم مقرر کی گئی ہی،

نصاب مدرسۂ فلاح | قسم تحضیری، مدت تعلیم یک سال ہی اس مین بچہ کو یہ تعلیم دیجاتی ہی، تہجی، عربی الفاظ پڑھنے لکھنے کی مشق، ہندسہ، ارقام نویسی، اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی مشق، قرآن شریف کے آخری دو پارے حفظ کرائے جاتے ہین،

قسم ابتدائی، اسکی مدت تین سال ہی، اس کا نصاب یہ ہی،

(۱) قرآن کریم ناظرہ با تجوید، قد سمع اللہ کا سپارہ حفظ،

(۲) تجوید، کتاب مفتاح التجوید،

(۳) توحید، رسالۂ توحید مؤلفۂ مؤسس مدرسہ، رسالۂ توحید مؤلفۂ صدر مدرس مدرسہ،

(۴) فقہ، جامعہ "حنفی" سفینۃ النجا (شافعی) عشماویہ (مالکی)

(۵) حدیث، (الترغیب و الترہیب) مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ عبادات،

(۶) سیرت نبوی، خلاصۃ السیرۃ۔ مؤلفۂ مدرسہ،

(۷) صرف و نحو، الأمثلۃ الجدیدہ، الدروس النحویہ (جزء ۱ و ۲)

(۸) املاء و انشاء۔ کلمات مفردہ و مرکبہ، رسائل اہلیہ، حفظ نظم و نثر عربی،

(۹) حسن خط۔ نسخ،

(۱۰) حساب - اعمال اربعہ مع کسور اصطلاحی،

(۱۱) تاریخ، مختصر تاریخ الانبیاء،

(۱۲) مسلک الدفاتر یعنی بہی کھاتہ،

قسم ثانوی، اس کی بھی مدت تعلیم تین سال ہی اور نصاب حسب ذیل ہی،

(۱) قرآن کریم، قرآن کریم کی تلاوت ذکر اربا تجوید،

(۲) حدیث۔ "الترغیب والترہیب" مؤلفۂ مدرسہ کا حصۂ معاملات،

(۳) فقہ۔ استقالی وقدوری "حنفی"، ابوشجاع و شرح ابن قاسم "شافعی" الرسالہ" مالکی"

(۴) سیرت نبوی۔ نور الیقین " مؤلفۂ مصر"

(۵) الفرائض۔ شرح المارونی علی الرجبتہ،

(۶) تفسیر۔ "عم وتبارک" دو پاروں کی تفسیر مع رسالۂ اصول تفسیر مؤلفۂ زمزمی،

(۷) توحید۔ حاشیۂ الباجوری علی الجوہرۃ،

(۸) الصرف والنحو۔ بنار، الدروس النحویہ (ثالث ورابع) متن الفیہ ابن مالک،

(۹) بلاغت۔ قسم البلاغۃ من قواعد اللغۃ العربیہ نظم الجوہر المکنون۔

(۱۰) املا و انشار۔ قواعد املار، خطب، وکلام عرب نثر و نظم، رسائل اہلیہ وتجاریہ،

(۱۱) خط۔ خط رقعہ وثلث و نسخ۔

(۱۲) حساب۔ کسورات وتناسب وغیرہ الی آخر کتاب الدرر البہیتہ تالیف مصر،

(۱۳) ہندسہ۔ کتاب المبادی والغایات،

(۱۴) جغرافیہ۔ جزیرۃ العرب، تلعات نمس،

(۱۵) تاریخ۔ تاریخ العرب قبل الاسلام وتاریخ الانبیاء، والخلفار الراشدین وبنی امیہ وبنی عباسیہ

(۱۶) مسک الدفاتر، بہی کھاتہ کے اصول،

قسم عالی، اس کے بھی تین سال مقرر کیے گئے ہیں، مگر فی الحال پہلا ہی سال ہے، اس وجہ سے سب کتابیں ابھی مقرر نہیں ہو سکیں، البتہ علوم مقررہ یہ ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ، فرائض، توحید صرف ونحو، بلاغت، انشار، عروض وقافیہ، منطق، حساب اعلیٰ، ہندسہ، جغرافیہ، جبرو مقابلہ، رسم، مسک الدفاتر، علم اشیار، حکمت طبعیہ، آداب مناظرہ،

کتب تعلیم | کتب تعلیم بعض تو قدیم ہین اور بعض اِس زمانہ کی تالیفات مصر اور بعض کتابین خود مدرسہ کے اساتذہ نے تالیف کی ہین، جو بچون کے لئے مفید ثابت ہوئی ہین، فہرست بالا سے یہ بات واضح ہو جائیگی،

طریقۂ تدریس | مدارس عصریہ کے اُصول پر ہی یعنی اُستاد تقریر کرتا ہی، طلبہ کو جو دریافت کرنا ہوتا ہے پوچھتے ہین، عملی دروس کی مشق کرائی جاتی ہی، دوسرے دن خلاصۂ درس سُن لیا جاتا ہی اور ضروری امتحان لے لیا جاتا ہی روزانہ چھ سبق ہوتے ہین، ہر سبق کے بعد تھوڑی دیر کی چھٹی ہوجاتی ہی،

مدرسین | مدرسین کی تعداد کافی ہی، اور تنخواہ بھی معقول ہی، ۱۳۳۰ھ مین ۱۶ اُستاد تھے مگر اب قسم عالی کا افتتاح ہوا ہی، اسلئے چند مدرس اور بڑھا دیئے گئے ہین،

تعداد طلباء | ۱۳۳۰ھ مین ۶۰۰ طلبہ تھے، اوس کے بعد تخفیف کردی گئی تھی تو تین سو رہ گئے تھے مگر اب تخفیف شدہ جماعتین پھر بحال کردی گئیں، لہذا اُمید ہی کہ پھر تعداد بڑھ جائیگی،

آمد و خرچ | مدرسۂ فلاح کی آمدنی کے لئے پہلے ہندوستان مین چندہ کیا جاتا تھا مگر خاص اور محدود طبقہ مین، اب عرصہ سے اِس کے مؤسس نے ایک معقول رقم مدرسہ کے نام سے تجارت مین لگادی ہے، جس کی آمدنی سے مکہ و جدہ کے مدرسون کے اخراجات ادا ہوتے ہین، مکہ کے مدرسہ کا خرچ ۱۳۳۰ھ مین ۱۹۰۹ ترکی پونڈ اور ۱۳۳۱ھ مین بوجہ تخفیف ۱۳۶۹ ترکی پونڈ ہوا ہی، (ایک ترکی پونڈ ۱۴ روپیہ کا ہوا کرتا تھا)،

مدرسۂ فخریہ | یہ بھی ہندوستانیون کا مدرسہ ہی، اِس کے بانی قاری عبد الحق مرحوم مہاجر تھے، قاری صاحب مرحوم بہت اچھے قاری اور قرأت سبعہ کے ماہر تھے، اور عربی کے خوشنویس بھی تھے، اِس لئے اِس مدرسہ مین طلبہ کو تجوید، قرأت سبعہ، خوشخطی کی تعلیم خاص اہتمام سے دیجاتی تھی، لیکن اور علوم کی طرف چندان توجہ نہ تھی، حکومتِ مصر کی طرف سے قاری صاحب کو پندرہ پونڈ ماہانہ ملتے تھے، اِسی مین سے وہ اپنا خرچ کرتے تھے اور جو بچتا تھا، وہ مدرسہ پر خرچ کردیتے، اِس کے بعد بعض اسباب ناگفتہ بہ کی وجہ سے وہ وظیفہ بند ہوگیا تو قاری صاحب کو ہندوستان کی طرف دستِ سوال پھیلانا پڑا، اور اونھون نے اِسی غرض سے

ہندوستان کا سفر اختیار کیا جو بیکار نہ گیا، ریاست بھوپال سے ایک سو روپیہ اور حیدر آباد سے دو سو روپیہ ماہانہ مقرر ہوگئے، اور مدرسہ کا نام فرمان روائے دکن کے نام کی مناسبت سے "مدرسۂ عثمانیہ" رکھا گیا اور اب تک حیدر آباد والے اسی نام سے موسوم کرتے ہین، مگر مکہ مین "فخریہ" ہی کے نام سے معروف و مشہور ہی، کیونکہ وہ نام زمانۂ حال کے غیر مناسب ہی، و لا مشاحۃ فی الاصطلاح، ۱۳۳۰ھ مین قاری عنایت کا انتقال ہوگیا، اون کے بعد مدرسہ کی ادارت اون کے جانشین و تربیت یافتہ "قاری اسحاق" صاحب کے سپرد ہوئی، یہ ایک منتظم اور لائق شخص ہین، مصر جاکر عربی مدارس کی حالت دیکھ چکے ہین، اور باقاعدہ تعلیم کے فوائد سے آشنا ہین اسلئے ان کی ذات ادارت مدرسہ کے لئے باعث ترقی ہوئی، انھون نے پہلا کام یہ کیا کہ مدرسہ کو شخصی حیثیت سے نکالکر قومی بنا دیا، باقاعدہ دفتر آمد و خرچ بنایا، اپنے لئے ایک معمولی رقم ماہانہ مقرر کرلی یعنی مہتمی و صدر مدرسی کی تنخواہ، مدرسین مقرر کئے، نصاب مدرسی جاری کیا، تلامذہ کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا اون کی کوشش و ہمت کا یہ نتیجہ ہوا کہ یہ مدرسہ اس وقت مکہ کے ابتدائی مدارس مین سب سے بہتر شمار کیا جاتا ہی اور ہر شخص اپنے بچون کو اس مین بھیجنا چاہتا ہی، مگر افسوس کہ آمدنی بہت کم ہی، اس وجہ سے مدرسین کا اضافہ نہین ہو سکتا، اور بہت سے طلبا واپس ہو جاتے ہین، حجاز مین تین سو ماہانہ کے خرچ سے اس سے بہتر کسی مدرسہ کی حالت نہین ہو سکتی، کاشکے ہندوستان کے اہل خیر و ہمت اس کی طرف بھی توجہ کرین اور لازمی امداد کے ذریعہ سے اس کو بھی ترقی کا موقع دین،

تعلیم، اس مدرسہ مین ایک درجہ تو حفاظ کا ہی جس مین مخصوص طلبہ کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہی، دوسرا درجہ علوم کا ہی اس مین دو قسمین ہین (۱) تحضیری (۲) ابتدائی یا راقی، تحضیری کی مدت ایک سال اور راقی کی چار سال ہی نصاب بہت اچھا ہی، اور کتابین سہل اور مفید انتخاب کیگئی ہین، طریقۂ تعلیم بھی اچھا ہے اگر اسی طرح تعلیم ہوتی رہی تو انشاء اللہ نتیجہ بہت اچھا نکلے گا ابھی تو تین ہی سال ہوئے ہین،

تعداد طلبہ، فی الحال اس مدرسہ مین تین سو طلبہ ہین، اضافہ کی گنجایش نہین ہی، ورنہ اب تک اس سے

دوگنی تعداد ہوجاتی،

مدرسین، فی الحال نو مدرس ہین، اور اکثر قابل و محنتی، مگر تنخواہین بہت ہی کم اور ناکافی ہین، اندیشہ ہی کہ تنگ آکر اچھے معلم خدانخواستہ کنارہ کش نہ ہوجائین، لیکن موجودہ آمدنی مین تو تنخواہ کا اضافہ نہین ہوسکتا،

مکان مدرسہ، مدرسہ کا اپنا ذاتی مکان نہین ہی، اس وجہ سے تقریبًا سو روپیہ ماہانہ کرایہ کا مکان لینا پڑتا ہی، حرم کے قریب اس سے کم کرایہ کا مکان نہین مل سکتا، ہندوستان کے رؤسا رعظام مین سے کوئی ہمت کرکے مدرسہ کے لئے مکان خریددے، یا بنوادے تو اس سے بہتر اور کوئی کام نہین ہی، صدقۂ جاریہ اور وہ بھی حرم محترم مین،

مدرسۂ دار الفائزین، یہ بھی ہندوستان کی ایک مالدار قوم (میمن) کی یادگار ہی اور اس کا انتظام بھی اس قوم کے مہاجرین کے ہاتھ مین ہی مگر حالت اچھی نہین ہی، صرف قرآن کریم اور بعض ابتدائی کتابین پڑہائی جاتی تھین اور وہ بھی بے قاعدہ، مگر اگلے سال سے نصاب مدرسی جدید، جاری کردیا گیا ہی، اور پہلی جماعت قایم ہوگئی ہی، فی الحال اس مین پانچ معلم اور ایکسو متعلم ہین،

سرکاری مدارس، موجودہ حکومت نے چھ مدرسے مکہ مین کھولے ہین جس مین سے ایک مدرسۂ زراعت ہی، اور ایک حربیہ اور ایک راقیہ اور تین تحضیری،

مدرسۂ زراعت، یہ ۱۳۴۳ھ مین قایم ہوا تھا، شام سے تین پروفیسر بلائے گئے تھے، پچاس پچاس پونڈ ہر ایک کی تنخواہ (علاوہ خوراک) مقرر کی گئی، ایک عمدہ باغ اون کو عملی تعلیم کے لئے دیا گیا، تیس طلبہ داخل کئے گئے، اور مدت تعلیم تین سال رکھی گئی، اور یہ علوم تجویز ہوئے، حساب، ہندسہ، طبیعات، کیمیا، حیوانات، نباتات، معلومات زراعیہ، سات ماہ تک یہ لوگ تعلیم دیتے رہے، اس کے بعد یہ واپس چلے گئے، ان کے بعد مصر کے دوسرے معلمین کم تنخواہون کے بلائے گئے، جو بالکل ہی بیکار ثابت ہوئے، ایک سال کے بعد یہ بھی چل بسے، اور مدرسہ بند ہوگیا، فی الحال یہ مدرسہ غیر موجود ہی، البتہ نام اور مکان باقی ہی،

مدرسہ حربیہ، اس مین فوجی افسرون کو تعلیم دیجاتی ہی، اور جو امتحان مین کامیاب ہوتا ہی اوس کو افسر بنادیا جاتا ہی،

تحفیظی مدارس، ان مدارس مین قرآن کریم، عربی لکھنے پڑھنے کی ابتدائی تعلیم ہوتی ہی، مدت تعلیم دو سال ہی، نصاب و طریقہ تعلیم مفید ہی،

مدرسہ راقیہ، اس کی مدت تعلیم چار سال ہی، نصاب تقریبًا مدرسۃ الفلاح کے قسم ابتدائی اور ثانوی کے پہلے سال کے نصاب کے مشابہ ہی، بعض کتابون کا اختلاف ہی، ابتدائے تاسیس مین اس کا انتظام، طریقہ تعلیم بہت ہی عمدہ تھا، شام کے مشہور و مقتدر افاضل واد با اس مین فرخیہ تعلیم دیتے تھے، اگر مدرسہ اوسی حالت پر رہتا تو ابتک اعلیٰ کالج ہوگیا ہوتا، مگر وہ لوگ کنارہ کش ہوکر چلے گئے، اور معمولی لیاقت کے معلمین رہگئے، اب اس مین پچاسی طلبہ اور چند اُستاد ہین، قسم عالی کا بھی افتتاح ہوا تھا، اور ایک سال بہترین تعلیم ہوئی، اس کے بعد اوسکی تخفیف کردی گئی،

خاتمہ، یہ ہی مکہ مکرمہ کی موجودہ تعلیمی حالت جو یقینًا مسلمانان عالم کے لیئے قابل افسوس ہی، جہان سے چشمۂ علوم جاری ہوا ہو وہان اب قحط علم ہو؟ کیا ایسی حالت مین تمام مسلمانون پر عمومًا اور ہندوستان کے مسلمانون پر خصوصًا (کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ وہان مذہبی احساس، ملی جوش زیادہ ہی، اور موجودہ مدارس کا اکثر حصہ گو وہ کیسے ہی حالت مین ہون ہندوستان ہی کے چندہ سے قایم ہی) یہ فرض نہین ہی کہ یہان کے موجودہ مدارس کی ترقی اور نئے مدارس قایم کرنے کی کوشش کرین، اور علوم اسلامیہ کی اعلیٰ تعلیم کا یہان بندوبست کرین؟ یقینًا ضرور فرض ہی، اور اگر اب بھی غفلت و تساہل سے کام لیا گیا تو دنیا مین بھی اس کی سزا بھگتنی پڑیگی اور آخرت کی مسئولیت تو بہت بڑی ہی، اُمید ہو کہ ہندوستان کی اسلامی ریاستین، مذہبی و تعلیمی انجمنین اس طرف توجہ کرینگی وما علینا الا البلاغ، السعی منا والاتمام علی اللہ تعالیٰ،

کاتب

"طالب العلم"

جہانگیر اور نورجہان

از جناب سبطین احمد صاحب بی اے علیگ (بدایون)

نورجہان بیگم کی شخصیت تیموریون کی تاریخ مین ایک دلچسپ فسانۂ شخصیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ مرزا غیاث ایک پارسی نژاد امیر تھا، جو وطن کو خیرباد کہہ کر بیکسی و بے زری کی حالت مین عازم ہندوستان ہوا، راہ مین نورجہان کی ولادت واقع ہوئی، لیکن شکستہ پائی اور ناتوانی سے مجبور ہوکر اس گنج شائگان کو اسی ویرانہ مین چھوڑ دینا پڑا، کسی تاجر کی خدا ترسی نے دستگیری کی اور بالآخر یہ مظلوم جان پھر آغوش مادر تک پہنچگئی، غیاث اکبر کے دربار مین باریاب ہوا اور اپنی کاردانی کے سبب رسوخ پاگیا، حتی کہ دیوانی محلات کا عہدہ اس کو عطا ہوا، نورجہان مان باپ کے زیرسایہ پرورش پاتی رہی جن کی دلفریبیان خودنمائی کرنے لگین، زندہ دل سلیم شکار ہوگیا، لیکن اکبر نے اس مناکحت سے اختلاف کیا اور شیرافگن کے ساتھ اس کی شادی کرکے سلیم کی آرزؤن کو حسرتون سے بدل دیا، سلیم نے بااختیار ہوکر شیرافگن خان کو قتل کرادیا، مگر غیور نورجہان چار سال تک اس کے پیام محبت کو رد کرتی رہی، انجام کار غم فراموش ہوگیا، اور مرزا غیاث کی بیٹی حرم سلطانی مین داخل ہوگئی، سلیم کا یہ افسانۂ عشق ایک مدت سے مشتبہ سمجھا جاتا ہے، لیڈر کی ایک اشاعت مین بھی اس موضوع پر ایک مقالہ شایع ہوا تھا، اب پروفیسر بنی پرشاد (الہ آباد یونیورسٹی) نے اپنی تازہ تصنیف حیات جہانگیر مین ایک مدلل بحث کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ جہانگیر شیرافگن کے قتل کا بانی نہ تھا اور نورجہان کے ساتھ اس کے عشق کی حکایت بے بنیاد ہے، پروفیسر موصوف کا استدلال حسب ذیل ہے،

"ہمعصر مورخین اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی نہین کرتے، خود جہانگیر، کامگار، معتمد خان، عبدالحمید حتی کہ یورپی سیاح جو ہر رطب و یابس کو بخوشی قبول کر لیتے تھے، مطلقاً خاموش ہین، اس لئے عہد

شاہجہانی کے مورخین جو اس روایت کے اولین ناقل ہین، ان لوگون کے مقابلہ مین قابل اعتماد نہین ہوسکتے، پھر یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر نے جہانگیر و مہرالنسار کے ازدواج کی اجازت کیون نہ دی، درآنحالیکہ معمولی حسب و نسب کی اکثر عورتین حرم سرائے خسروی مین داخل کرلی جاتی تھین، دوسرے یہ بات قابل استعجاب ہر کہ مہرالنسار کے ساتھ نکاح ہوجانے کے بعد اکبر نے شیرافگن خان کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون تعینات کیا، اکبر جیسا دانا دو رقیبون کو یکجا کیون جمع کردیتا، پھر یہ سمجھ مین نہین آسکتا کہ سلیم اُس رقیب کو اعزاز و مناصب کیون عطا کرتا، یہ بھی سہی تو نورجہان سی غیور عورت اپنے شوہر کے قاتل سے شادی کرلینے پر کیون رضامند ہوجاتی، اس لیے شاہنشاہ کو قتل کے الزام سے بری سمجھنا چاہئے، پروفیسر صاحب کے نزدیک اس اتہام کی ابتدار سترھوین صدی کے نصف آخر مین ہوئی، وہ فرماتے ہین کہ شیرافگن خان ایک بار ایام شاہزادگی مین جہانگیر کا ساتھ چھوڑ چکا تھا، اور بنگالہ اس وقت سازشون کا آماجگاہ بنا ہوا تھا، ایسی حالت مین کیا تعجب ہے کہ جہانگیر نے تنبیہ شیرافگن کو پاس بلالینا یا بہ الفاظ دیگر نظربند رکھنا مناسب سمجھا ان دلائل کے مقابلہ مین فاضل پروفیسر خافی خان اور شاہجہانی مورخین کو قابل استناد نہین سمجھتے،

ہندوستان ریویو کی تازہ ترین اشاعت مین مسٹر بنی پرشاد کی تصنیف پر ایک دلچسپ تبصرہ شایع ہوا ہے، معزز تبصرہ نگار پروفیسر صاحب کے استدلال سے مطمئن نہین ہوتا، وہ کہتا ہے "ہنوز یہ امر کہ سلیم شیرافگن کے قتل مین شریک تھا یا نہ تھا، تاریخ مغلیہ کا ایک غیرفیصل مقدمہ ہے، یہ بات کہ ہمعصر مورخین اشارۃً بھی اس واقعہ کا ذکر نہین کرتے اس کے نزدیک بھی قابل وقعت ہے اور بہ آسانی رد نہین کیجاسکتی، وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ جہانگیر کے جرم کا تحریری ثبوت نہین ملتا لیکن بایں ہمہ اُسکا ذہن شکوک سے خالی نہین ہوتا، فاضل ناقد کا یہ فیصلہ بھی حیرت انگیز ہے کہ بار ثبوت اُن اصحاب کے ذمہ ہے جو شاہنشاہ کو بری الذمہ قرار دیتے ہین" غالباً عدم ثبوت سے بہتر صفائی کوئی مجرم پیش نہین کرسکتا، صورت واقعہ تو یہ ہے کہ اب مخالفین ہی کا یہ فرض ہے کہ سلیم کے جرم کا ثبوت فراہم کرین،

لیکن اس کے حامیین پروفیسر صاحب کے استدلال کے بعد اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے،

مقالہ نگار موصوف لکھتا ہے کہ" سارے بحث کا مدار شیرافگن خان کی غداری پر ہے لیکن اُس کے غدارانہ طرز عمل کا کیا ثبوت تھا، اس کے باب مین کوئی تحقیقات نہین کیگئی اور نہ اُس کو جواب دہی کا موقع دیا گیا، برخلاف اس کے اُس کی گرفتاری مین غیر متوقعہ بلکہ ذلت بخش عجلت سے کام لیا گیا، پھر اس غداری کا تذکرہ نورجہان کے باپ اور بھائی سے بھی کبھی نہین کیا گیا جو دربار مین موجود تھے، اور جن سے شاہنشاہ کو ہمہ وقت مصاحبت و مجالست رہتی تھی، ایسی صورت مین کہ شیرافگن کے قصور کی اثباتی شہادت موجود نہین، سازش کا الزام جابر سلاطین کا قدیمی بہانہ معلوم ہوتا ہے، جو شرمناک بداعمالیون کی پردہ پوشی کے لیے اختراع کریا جاتا تھا" اس استدلال پر ذرا تفصیل کے ساتھ نظر ڈالنی چاہئے، یہ ضرور ہے کہ شیرافگن کی غداری تحریری شہادت کی محتاج ہے، لیکن قیاس اُس کے قصور کی تصدیق کرتا ہے، خسرو جہانگیر کا فرزند اکبر دادا کی زندگی ہی سے سلیم کا حریف مقابل سمجھا جاتا تھا، امرا کا وہ گروہ جو اکبر کی رواداری و وسعت نگاہ کا مؤید تھا خسرو کا طرفدار تھا، کیونکہ خسرو اپنے اعمال و معتقدات مین اکبر کے نقش قدم پر چلتا تھا، راجہ مان سنگھ کہ خسرو کا خالو بھی تھا، اس گروہ مین امتیازی درجہ رکھتا تھا، چنانچہ اس کی خواہش تھی کہ خسرو وارث تاج و تخت ہوتا، جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد مان سنگھ کی گذشتہ روش سے مصلحتاً چشم پوشی کی اور اُس کو حکومت بنگالہ پر برقرار رکھا، ابھی اوّل سال جلوس ختم بھی نہ ہوا تھا کہ خسرو نے علانیہ علم بغاوت بلند کیا، قدرتاً اس کے حامیین کے دلون مین پھر گدگدی سی پیدا ہوئی ہوگی، اور مان سنگھ نے بنگالہ مین خفیہ سازشون کا سلسلہ پھر شروع کیا ہوگا، بنگالہ دارالخلافت سے دور ہونے کا ہمیشہ فائدہ اٹھاتا تھا، چنانچہ عہد افغانان مین تو اس کی تاریخ بغاوت و سرکشی کی ایک مسلسل داستان تھی یقیناً اس وقت بھی پروفیسر بینی پرشاد کے بقول یہ صوبہ خفیہ ریشہ دوانیون کا مرکز بن گیا، اور ایسی حالت مین کیا بعید ہے کہ شیرافگن خان جسکی وفاداری پہلے بھی متزلزل ہو چکی تھی ان سازشون مین شریک ہوگیا ہو، سلسلۂ واقعات سے اس کی مزید تائید ہوجاتی ہے،

چنانچہ خسرو کے گرفتار ہوتے ہی مان سنگھ بنگالہ کی حکومت سے ہٹا دیا گیا، اور قطب الدین خان کو اُسکی جگہ مامور کیا گیا اس کے کچھ عرصہ بعد شیر افگن خان کی شکایت موصول ہوئی " کہ امثال این عنتہ جویان را درین ولایت گذاشتن لائق نیست" چنانچہ " بہ قطب الدین خان حکم رفت کہ اورا بدرگاہ بفرستد واگر خیال باطل کند بہ سزا رساند"[1] معلوم ہوتا ہے کہ شاہان مغلیہ دربار مین بلا کر سزا وجزا کے فیصلے کیا کرتے تھے، زمیندار جیت پور بغاوت کرتا ہے اس کی نسبت جو حکم صادر ہوتا ہے بعینہٖ یہی ہے۔ " روح اللہ با فوجے بہ عقب او (زمیندار جیت پور) فرستادہ شد کہ اورا بدست آوردہ بہ درگاہ آردیا آوارہ وادی ادبار سازد"

یہ صحیح ہے کہ اصولاً جہانگیر کا بیان بے وقعت ہے مگر ایسی صورت مین کہ قرائن تائید کرتے ہون اور مخالف شہادت مل نہ سکے ملزم کا بیان ہی چار و ناچار صحیح ماننا چاہئے، اور اگر ان قرائن کے باوجود شیر افگن خان کے جرم کی صریح شہادت موجود نہ ہونا ملزم کو شبہہ کا فائدہ پہنچا سکتا ہے تو یہی حجت جہانگیر کی عذر دار ہو سکتی ہے،

شیر افگن کے جرم کی تحقیقات نہین کیگئی، لیکن اُس عہد مین کہ سلطان سے جواب طلب کرنیوالا کوئی نہ تھا تحقیقات اس قدر ضروری نہ تھی، خود سلطان کا ضمیر بہترین مفتی ہوتا تھا، اور بالفرض مغلیہ دور مین بھی ہیبیز کورپس ایکٹ Habeas Corpus Act (ہے بی اس کارپس ایکٹ) نافذ تھا بھی تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سزا کے ارادہ سے پہلے تفتیش جرم کہان فرض ہوتی ہے، تحقیق جرم نہ کرنے کا الزام تو جب عائد ہو سکتا تھا کہ پیشگاہ خسروی سے فرمان قتل صادر ہوتا، اس وقت جہانگیر کو ایک غیر محقق قتل کا مرتکب کہا جا سکتا تھا، مگر اُس کا بیان تو یہ ہے کہ مقصود صرف دربار مین طلب کرنا تھا، اور یہ کوئی ایسی سزا نہ تھی کہ پہلے جواز و عدم جواز پر غور کر لیا جاتا؛ دربار مین آکر شیر افگن کو جواب دہی کا موقعہ بھی مل سکتا تھا چنانچہ یہ الزام بھی جہانگیر کی فرد جرم مین شامل نہین ہو سکتا،

[1] تزک جہانگیر،

مضمون نگار موصوف کا قیاس ہے کہ قطب الدین خان کی ایک شرمناک تجویز نے بہادر سپاہی کا غصہ مشتعل کر دیا اور وہ آمادۂ پیکار ہو گیا، اس کے متعلق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ قیاس انسان کا فطری حق ہے اور کسی کو اس سے تعرض نہین کرنا چاہئے، اس کا تیسرا اعتراض ضرور قابل غور ہے، وہ لکھتا ہے کہ نورجہان کے دہلی پہنچنے کے بعد "غالبًا اس کا قیام حرم شاہی مین تھا یا کم سے کم حرم مین اُسکا سلسلہ آمد و رفت جاری رہا ہوگا، مگر تعجب ہے کہ جہانگیر اس بے نظیر حسن والی عورت کو جس کی شہرت سارے ہندوستان پر محیط تھی، چار سال بعد مینا بازار مین اتفاقیہ دیکھتا ہے، فاضل مضمون نویس اس کو باور نہین کر سکتا کہ جہانگیر نے نورجہان کو چار سال بعد دیکھا ہو، وہ سمجھتا ہے کہ مہرالنسار چار سال تک سوگ مین رہی اور جہانگیر کے پیام محبت کو انکاری جواب دیتی رہی، لیکن آخرکار امتداد زمانہ سے غم فراموش ہو گیا اور وہ شادی پر رضامند ہو گئی، دہلی پہنچنے کے چار سال بعد جہانگیر کا نورجہان کو دیکھنا حیرت انگیز کہا جا سکتا ہے، مگر اس وقت کہ علاقۂ عاشقی کا وجود تسلیم کر لیا جائے اگر یہ واقعہ تھا کہ جہانگیر مہرالنسار کا طلبگار نہ تھا تو کیا تعجب ہے کہ ان صدہا کنیزون مین ایک نورجہان بھی شامل ہو جو محل سلطانی مین مدتون خدمت گذاری کرتی تھین اور کبھی حضور شاہ تک رسائی کی نوبت نہ آتی تھی، علاوہ ازین معلوم نہین کہ یہ اتفاقیہ دیکھنا پہلی بار دیکھنے کا مترادف کیونکر ہو سکتا ہے، اغلب ہے کہ وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا لیکن ۱۶۱۱ء کے مینا بازار کا وہ نظارہ جس نے حسن کو سلطنت کے معاوضہ مین خرید لیا یادگار نظارہ تھا، اور اس لیے وہی مذکور ہوا، یہ ضرور نہین کہ جذبات عشق صرف دیکھنے ہی سے مشتعل ہو جائین، حافظ شیرازی کی سند اس معاملہ مین دلیل قاطع سمجھنی چاہئے وہ فرماتے ہین،

لطیفہ ایست نہانی کہ عشق ازو خیزد | کہ نام آن نہ لب لعل و خط زنگاریست

مولانا جامی نے بالکل صاف کر دیا ہے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد | بسا کین دولت از گفتار خیزد

بابا فغانی کا یہ شعر غالبًا اسی موقع کے لیے ہے،

خوبی ہمین کرشمۂ و ناز و خرام نیست بسیار شیوہاست بتان راکہ نام نیست

یہ بھی ضرور نہین کہ علاقۂ تعشق کی ابتدا، پہلے ہی دیدار سے ہوجائے،

غرض اس سلسلہ مین مرزا ہادی کے الفاظ جس نے توزک جہانگیری کا دیباچہ تالیف کیا ہے قابل لحاظ ہین، وہ کہتا ہے،

"بالجملہ از نیرنگیہائے آسمانی روزے درجشن نوروز جہان افروز" "منظر دور بین آنحضرت مقبول آمدہ در سلک پرستاران حرم سرائے خلافت انتظام یافت"

منظر مقبول آمدن، سے پہلی مرتبہ دیکھنا اخذ نہین کیا جاسکتا اور نہ یہ قیاس کہ نور جہان پہلے بھی نظر سے گذر چکی ہوگی، کبوترون والی وہ حکایت جس کو آزاد نے بھی نقل کیا ہے اگر صحیح تسلیم کر لی جائے تو وہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ جہانگیر کے عشق کو وجود مین لانیوالی مہرالنسار کی خوش فعلی تھی نہ کہ خوش روئی، پس ان امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اتفاقیہ نہ دیکھنا یا پہلی بار نہ دیکھنا نفس معاملہ سے غیر متعلق اور غیر مؤثر ہے، اور بالفرض نور جہان کے دہلی پہنچتے ہی یہ سلسلہ شروع ہوگیا تو بھی شیر افگن کا قتل اس کا ضمنی واقعہ کیونکر قرار پاسکتا ہے،

پروفیسر بینی پرشاد کا یہ خیال کہ اس افسانہ کی تخلیق عہد شاہجہانی مین ہوئی شاید صحیح نہو اقرینہ یہ ہے کہ اس کا آغاز خود جہانگیر کی زندگی مین ہوچکا تھا، نورجہان حرم سلطانی مین داخل ہوتے ہی شہنشاہ پر حاوی اور امور سلطنت مین دخیل ہونے لگی اُدھر جہانگیر نے بھی وہ دلداریان کین کہ وہم و گمان سے باہر تھین، حتّٰی کہ جہانبانی اور سیاست کا سارا نظم و نسق نورجہان کو سپرد کردیا اور خود ایک سیر شراب و نیم سیر گوشت پر قانع ہوگیا، قدرتًا یہ تعلقات خاص و عام کی زبانون پر رہنے لگے اور ناواقف طبقہ مین شیر افگن کا قتل نہایت آسانی کے ساتھ اسی سلسلہ کی ایک کڑی باور کرلیا گیا، ہندوستان یونکہ

ناقد کا یہ اعتراض کہ شاہجہانی مورخین نے اس کو کیون نقل کیا اسی طرح لاجواب ہے جس طرح یہ سوال کہ ہمعصر وقائع نگارون نے نقل کیون نہ کیا، بہتر فرصت و دماغ رکھنے والے بزرگ اس مسئلہ کو شاید آیندہ حل کرسکین لیکن باوجود اس کے کہ شہادت ناقص ہے اور باوجود اس کے کہ قرائن سراسر خلاف ہین، ناروا ہوگا، اگر ہم فرض کرلین کہ جہانگیر نے شیرافگن کی زندگی اور اپنی نیک نامی کو عشق کی اندھی دیوی پر قربان کردیا،

ہندوستان ریویو کے صاحب مضمون نے پروفیسر بینی پرشاد کے دو اعتراضات پر مطلق توجہ ہی نہ کی، اوّلاً یہ کہ اکبر نے اس عقد کی مخالفت کیون کی؟ اور ثانیاً یہ کہ باوجود علم رقابت کے اس نے شیرافگن کو سلیم ہی کی خدمت مین کیون مامور کیا، ہر وہ مدعی جو سلیم کو ماخوذ کرنا چاہتا ہے مجبور ہے کہ ان شبہات کی غلط یا صحیح کچھ نہ کچھ تاویل کرے، مگر اس کا فرض ہین ختم نہ ہوجائیگا، ان کے سوا چند اور شکوک بھی پیدا ہوتے ہین، مثلاً یہ کہ دہلی پہنچنے کے بعد نورجہان کیونکر جہانگیر کے پیام محبت کو چار سال تک رد کرتی رہی، وہ زیرک اور دانشمند تھی اور سمجھتی ہوگی کہ ایک مطلق العنان حاکم کی امیدون کو مایوس کرنا کس قدر خطرناک تھا، ایک تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ جہانگیر نورجہان کا طالب تھا اور محبوب کو عاشق سے مضرت کا اندیشہ نہین ہوسکتا، مگر یہ تاویل نورجہان کی دانائی کی تضحیک ہے، تلون سلطان کی سرشت ہوتا ہے اور اس نے تو زندگی ہی سلاطین کے مطالعہ مین گذاری تھی، گاہے بہ سلامے برنجند وگاہے بہ دشنامے خلعت دہند کی مثالین اپنی آنکھون سے اس نے دیکھی ہونگی پھر کس طرح فرض کرسکتے ہین کہ وہ اطمینان کے ساتھ چار سال تک ایسے خطرناک عاشق کے صبر کا امتحان کرتی رہی، اگر یہ سچ تھا کہ وہ شوہر کے غم مین دوسری شادی کا خیال نہین کرسکتی تھی تو کیون اس نے خود کو ہلاک نہ کرلیا، یا کیون جہانگیر کے دست آز سے محفوظ ہوجانے کی کوشش نہ کی، اس جیسی صاحب تدبیر عورت کو کیا دشوار تھا کہ خفیہ طور پر نقل مقام کردیتی، شاید یہ سمجھتی ہو

کہ ہر جگہ پیام محبت اس کو سنائے جائینگے اور آخرکار کسی خاوند کی پناہ لینی پڑیگی، مگر شاہنشاہ وقت سے بہتر خاوند کون ہو سکتا تھا جب وہ دل مین سوچتی ہوگی کہ مفر ناممکن ہے اور بیوہ رہنا مشکل تو کیون اُس نے جہانگیر کی درخواست کو اوّل ہی دن قبول نہ کرلیا، یہ تمام قیاسات جہانگیر کی بریت ثابت کرتے ہین، لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نورجہان اور جہانگیر کا تعشق کبھی شروع ہوا ہو مگر شیرافگن کے قتل کے بعد شروع ہوا اور شیرافگن خان کا قتل کسی وجہ سے ہوا ہو مگر جہانگیر کے عشق کی وجہ سے نہ ہوا، پس ان دونون اقعات مین کسی طرح باہم علت و معلول کا تعلق نہ سمجھنا چاہیئے اگر ایام شاہزادگی مین عاشق ہونا ثابت ہوجائے تو قتل کا الزام بھی شاہنشاہ کو دیا جا سکتا ہے، یا شیرافگن کو بے سبب قتل کرانا مسلم ہوجائے تو عشق پر استدلال ہو سکتا ہے، لیکن ایک کو دوسرے سے جدا کرکے دیکھا جائے تو نہ الزام عشق بجائے خود ثابت ہے نہ جرم قتل، دونون کو مخلوط کردینا اور ایک کو دوسرے کے اثبات مین پیش کرنا ہرگز روا نہین، یون تو یہ مسئلہ مصادرہ علی المطلوب کی ایک بھول بھلیان بنجائیگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی کہ کتب خانۂ سکندریہ کی بربادی کا الزام فاروق اعظم کو دیا جائے اس لیے کہ وہ کتابون کا وجود اشاعت اسلام کے لیے خطرناک سمجھتے تھے، لیکن جب اس آخری فرض کا ثبوت طلب کیا جائے تو پھر اسکندریہ کا واقعہ بہ طور دلیل پیش کردیا جائے،

فی الجملہ صرف جہانگیر کی اپنی روایت قابل اعتماد ہے، کیونکہ دوسری روایت قرائن کے خلاف ہے موجودہ دور عقلیت مین درایت بہمہ وجوہ روایات پر قابل ترجیح ہے، چنانچہ قرائن بالا کے مقابلہ مین خافی خان اور دوسرے شاہجہانی مورخین مع اپنی تمام صداقت وثقاہت کے ناقابل التفات ہین، جہانگیر کے بیان کے مطابق شیرافگن خان کو طلبی درگاہ کا حکم سمجھانے کے لیے قطب الدین خان اس کے پاس گیا اور گرفتار کرنا چاہا ...... لیکن علی قلی (شیرافگن) نے موقعہ پاکر قطب الدین کو زخمی کردیا، یہ دیکھکر ایک نکوار نے علی قلی کو مجروح کردیا، وہ بے بس ہوگیا

بعدہ قطب الدین کے ہمراہی جمع ہوگئے اور اس کو پارہ پارہ کردیا، اس بیان سے تمامی شبہات کی تسلی اور ہر سوال کا جواب کافی ہوجاتا ہے، ایک فلسفی کا قول ہے کہ وجود الٰہی کا اس لیے قائل ہوجانا چاہیئے کہ اس سے یہ عقیدۂ موجودات عالم حل ہوجاتا ہے، یہ صحیح ہو کہ بیان بالا خود ملزم کا بیان ہے لیکن حق گوئی اور ملزمی متضاد چیزین تو نہین کہ کبھی جمع نہ ہوسکین، برخلاف اس کے جہانگیر اپنے دادا بابر کی طرح راست گفتار آدمی معلوم ہوتا ہے وہ شراب نوشی اور افیون خوری کے قصے، سادھوؤن کا استیصال کرنا، بتون کو توڑنا غرض ہر کمزوری اور گناہ کا اقبال کرتا ہے، یہان تک کہ ابوالفضل کو قتل کرانا بھی بے جھجک تسلیم کرلیتا ہے، پھر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ شیر افگن کے معاملہ مین اپنی قدیم عادت ترک کرکے سازش کا حیلہ کیون ڈھونڈھتا ہے، بالفرض وہ بانی قتل تھا اور اس جرم کو مخفی ہی رکھنا چاہتا تھا تو شیر افگن کی غداری کا بالتفصیل ذکر کرتا، اور کم از کم اپنی خود نوشتہ تاریخ مین جھوٹے یا سچے واقعات لکھکر شیر افگن کو غدار و مستحق عقوبت اور خود کو بری الذمہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا، مگر وہ شیر افگن کی ایک مختصر سوانح عمری تو تحریر کرتا ہے اور غداری کے الزام کی نہ تصریح کرتا ہے نہ ثبوت دیتا ہے، لہذا نہ وہ اس وقت نورجہان کا عاشق تھا، نہ شیر افگن کے قتل کا بانی اور نہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ قتل کبھی اس کی طرف منسوب کیا جائیگا،

شیخ مصحفی کی مثنوی بحر المحبت

مرتبۂ مولوی عبدالماجد صاحب بی اے۔

قدیم اساتذۂ اردو کے غیر مطبوعہ کلام کا ایک صفحہ بھی کہین ملجائے تو غنیمت ہو شیخ مصحفی کی یہ مثنوی اب تک نہین چھپی تھی، ملک کے مشہور مصنف مولوی عبدالماجد صاحب نے نہایت محنت سے اس کو مرتب کیا ہے اس پر حواشی چڑھائے ہین، مقدمہ لکھا ہو، مثنوی مین استاد مصحفی نے ایک دلچسپ افسانہ لکھا ہے معارف پریس مین چھپی ہے، قیمت ۱۲ ار

"منیجر"

مبادی فلسفۂ اخلاق

از

جناب آزاد

(بسلسلۂ مئی ۱۹۲۳ء)

صحبت کا اثر | والدین کے بعد جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے وہ لوگ ہین جن مین یہ اٹھا بیٹھا کرتا ہے، یہی وہ جگہ ہے جہان انسان کے اچھے یا برے خیالات کو دوسرون کے اتحاد سے تقویت پہنچتی ہے اور ایسے گہرے یہ دل مین نقش ہوتے ہین کہ پھر مدت العمر یہی رنگ قائم رہتا ہے،

ہوتا یہ ہے کہ جب چار ہم خیال ایک جگہ جمع ہوتے ہین توکسی خاص خیال مین پہلے متحد ہوتے ہین اور پھر اس پر عمل کرتے ہین، پس اگر سوسائٹی کے افراد اعلیٰ تعلیم سے مزین ہوئے تو پھر ایسی صحبتون کا وجود ملک کے لیے باعث رحمت و برکت ہوتا ہے، ارتقار تہذیب اور تمدن کے تجاویز بہت سے پاس ہوتے ہین اور گویا سارے ملک پر یہ صحبتین حکمران ہوتی ہین لیکن جب ان صحبتون مین بجائے تحقیق و تدقیق اور علمی رواداری کے تعصب اور تنگ دلی رواج پا جاتی ہے اور تعلیم کی کمی سے اپنے اسلاف کا بیجا فخر سمجھا جاتا ہے تو علم و عمل مین یک آہنگی باقی نہین رہتی اور یہی صحبتین قوم کی پستی کا سبب بنجاتی ہین،

اخلاق کی ترتیب اس طرح نہین ہوسکتی کہ قدیم مسلمات کو بے سوچے سمجھے دماغ مین بھر لیا اور موقع بے موقع ان پر عامل رہے، اور ذرا ذرا سے اختلاف سے تعصب اور تعصب کے ساتھ تشدد برتنے لگے، یہ درست ہے کہ اصول اخلاق مین تغیر نہین ہوتا لیکن یہ کب جائز ہوسکتا ہے کہ رفتار زمانہ اور بڑھتے ہوئے علم اور تجربہ کے ساتھ فروعات مین رواداری نہ برتی جائے گو صحبت سیرۃ کی تکمیل کرتی ہے لیکن اگر وہ عام رواداری کے خلاف تعصب اور کوتاہ خیالی سے کام لے تو پھر یہ اخلاق

نہین پیدا ہو سکتے کیونکہ جذبات کو متاثر کرکے کبھی انسان مین سچے اخلاق نہین پیدا کیے جا سکتے، اس کے لیے تو دلی خواہش اور قوت فکری کے عمل کی ضرورت ہے،

ہندوستانی صحبتون پر شہاب الدین غوری کے فتوحات کے زمانے سے غور کرو، جب سے کہ مسلمان ہندؤن کے دوش بدوش رہنے سہنے لگے ہین متحد ہو کر اپنے ملک اور قوم کو کس قدر فائدہ پہنچایا اور کس قدر ذہنی، اخلاقی اور مادّی ترقی کی؟!

ابتدائی دور کی صحبتون سے اب تک ہمین سوائے مذہبی جھگڑون کے اور کیا دکھائی دیتا ہے جس طرف دیکھو بازار منافرت گرم ہے، ہندو مسلمانون سے اور مسلمان ہندؤن سے ذرا ذرا سی بات پر الجھے پڑتے ہین، پنڈت ہین کہ پرانی پوتھیون کو ہاتھ مین لے کر ہندؤن کو سبق دے رہے ہین کہ مسلمان ملچھ قوم ہین ان سے واسطہ نہ رکھو اور مولوی قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مسلمان کو یہ سمجھانے مین سرگرم ہین کہ خدا اور رسول نے بت پرستون کو کافر کہا ہے پس مسلمانون کو ان سے کسی قسم کے تعلقات نہ رکھنے چاہئین، اور چونکہ ان باتون سے جذبات کو مخاطب کیا گیا تھا اس لیئے ہر شخص متاثر نظر آتا ہے اور اس قدر قوی اثر ہم پاتے ہین کہ ہر مشابہ فعل اسی حکم مین داخل کر لیا جاتا ہے، اور ذرا ذرا سی بات پر ہمارے مذہب کے مقدس "مولوی" بے تکلّف کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کر دیتے ہین جس سے بجائے اس کے کہ قومی اخلاق مین ترقی ہو اور تنزل دیکھا جا رہا ہے، کیونکہ اس طرح کے تشدّد کا نتیجہ سوائے ریاکاری کے اور کیا ہو سکتا ہے، اور آج بھی جبکہ دنیا کی قومین معراج ترقی پر ہین اور اپنے عقلی اور اخلاقی فتوحات سے تمام دنیا کے تمدن اور اخلاق پر قبضہ کرتی جاتی ہین ہندوستانی صحبتون کو دیکھو تو کوتاہ خیالی اور تعصب کی بہترین مظہر ہونگی جن مین ایک بداخلاقی کو دوسری بداخلاقی سے حل کرنے کسی پر کفر کا اور کسی پر لامذہبی کا فتویٰ دینے مین سرگرم ہین اور "نیکی" اور "نیک کرداری" مین ایسی گتھیان ڈالدی ہین کہ کھولے سے نہین کھلتین

ان تمام مظاہر کی تہ مین صحبت کا ہاتھ ہے جس کی متحد خیالی کے آگے قوت فکری حلال کردیجاتی ہے، اور ایسے انوکھے خیالات کی تنظیم کیجاتی ہے جس کو ایک متمدن اور شایستہ قوم کا فرد مجموعۂ خرافات سے زیادہ وقعت نہین دیتا اور بے تکلف اس کی پھبتیان اڑاتا ہے،

کسی قوم کے روشن خیال ہونے کے یہ معنی ہین کہ اس کے جذبات بالکل عقل کے تابع رہین، اور اس کا کوئی فعل بغیر عقل کی مشاورت کے نہ ہو، اس کے لیے وسیع معلومات اور تجربات کی ضرورت ہے جس سے طبیعت مین رواداری و انصاف اور عقل کی قدر پیدا ہوتی ہے اور ٹھنڈے دل و دماغ سے ہر ایک معاملہ مین غور و خوض ہوسکتا ہے، روشن خیالی کی ضد کوتاہ خیالی اور تعصب ہے، جس سے جذبات انسانی کی سرحدات بہت بڑھ جاتی ہین اور عقل غریب ایک کونہ مین سکڑی پڑی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ مغلوب الجذبات آدمی صائب الرائے نہین ہوتا، کسی قوم سے کوتاہ خیالی اور تعصب کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم بچپن ہی سے دیجانی مناسب ہے جس سے اُمید ہوسکتی ہے کہ ملک کے تعلیم یافتہ دماغ آیندہ ترقی کے ضامن بن سکین گے،

(۵)

مذہب کا اثر

خاندانی اثر کے بعد جو اثر انسان پر گہرا پڑتا ہے وہ مذہبی اثر ہے جس مین وہ اپنے بچپن سے ہوش آنے تک پلتا پستا ہے، یہ اثر جذبات انسانی کے ساتھ عجیب سلوک کرتا ہے اور اس درجہ طبع انسانی مین راسخ ہوجاتا ہے کہ بعض دفعہ انسان اپنی تمام خوشیان بلکہ جان و مال تک اس اثر کے لیے قربان کردیتا ہے،

پہلے ثابت ہوچکا ہے کہ جذبات انسانی مختلف ہوتے ہین اور اسی اختلاف کے تحت رجحانات بھی ترتیب پاتے ہین تو اب آسانی سے یہ نتیجہ نکل سکے گا کہ انہی جذبات کے تحت خیالات مذہبی بھی اثر پذیر ہوتے ہین اور اسی مناسبت سے طبیعت مین رسوخ حاصل کرتے ہین، اور کچھ اس درجہ یہ خیالات

فطرت مین دار خود حاصل کر لیتے ہین کہ ان کی تحلیل نہین ہوسکتی، مذہب کا اثر اکثر کثیر معلومات کے افراد پر اس قدر قوی نہین ہوتا جتنا عوام پر ہوتا ہے یہی وجہ ہے جو ہم اکثر ذی علم حضرات کو آسانی سے تبدیل مذہب کرتے دیکھتے ہین، اور جہلا کو توہم پرست، حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی جو صورت ظاہر کیجاتی ہے اسکو تسلیم کرنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ انسان تشکیک سے پاک ہو اور کسی چھوٹے سے چھوٹے فروع کے ماننے مین بھی قیل وقال نہ کرے یا بہ الفاظ دیگر حاسۂ قوتی سے مطلق کام نہ لے، اور چونکہ عوام مین یہ قوت بہت کم ہوتی ہے یا سرے سے ہوتی ہی نہین اس لیے ان پر مذہب کا جماؤ بھی آسانی سے ہوتا ہے، اور مذہب چونکہ تمام تر اخلاق ہی کا تلعہ ہے اس لیے اس کا ہر رکن کسی نہ کسی نیکی کا سبق دیتا ہے اور چونکہ نیکی کا معیار ہر جگہ کا جدا ہے اسی لیے ہم ہر ملک اور قوم کا مذہب جدا پاتے ہین اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص جس قوم مین پیدا ہوگا اسی قوم کا مذہب بھی اختیار کریگا، ایک عیسائی بچہ کو بپتسمہ کے وقت، ہندو لڑکے کو مقدس گیتا کے اشلوک پڑھاتے وقت اور مسلمان بچہ کو کلمۂ توحید کے زبانی یاد کرانے مین اس کی ضرورت نہین کہ علل واسباب سے بھی بحث کیجائے بلکہ اس کیلئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کا خاندان اس کی قوم اور اس کا ملک ایسے رنگ مین دکھائی دیتا ہے، یہ رنگ اس پر ایسا گہرا چڑھتا ہے اور اپنے مانے ہوئے پرمیشور اور خدا کی قدرت پر اس کو اس درجہ اعتماد ہوجاتا ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بات کو بھی وہ اس کی طرف منسوب کرتے مین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا اور اشاعت حق مین اس درجہ سرگرم ہوتا ہے کہ اس کے نہ ماننے والون پر بے تکلف سب طرح کی سختیان جائز رکھتا ہے، اور بعض وقت وہ اپنی جان تک کی پروا نہین کرتا،

محرکات مذہب اس خیال کے طبائع انسانی مین اس قدر رسوخ حاصل کرنے کی کئی وجوہات ہین؛ اول تو انسان جس فرقہ یا قبیلہ مین پیدا ہوتا ہے جس قسم کے تمدن مین آنکھین کھولتا ہے جس قسم کے رسم ورواج اپنی قوم مین رائج پاتا ہے اسی قوم کا مذہب اختیار کرنا بھی اس کیلئے ناگزیر ہوتا ہے کیونکہ

(۱) ہر فرقہ اور قوم کا مذہب اسی فرقہ یا قوم کے رسم و رواج اور طرز تمدن و معاشرت سے ترتیب پاتا ہے

(۲) دوسرے اسی قوم کے نیک اور بہادر افراد کی سوانح عمریاں اور کارنامہ جنکو وہ بچپن میں قصہ کہانی کی طرح سنا کرتا ہے، اس کے جذبات پر زبردست اثر کرتی ہین اور آئندہ یہی خیالات اس کے لیے دلیل راہ بنجاتے ہین،

(۳) تیسرے اقوام عالم مین اپنا درجہ معلوم کرکے اس کے جذبات مسرت و انانیت مین ہیجان پیدا ہوتا ہے، جس کے اثر سے خودداری متانت اور انصاف کا وجود ہوتا ہے،

(۴) چوتھے، دوسرے اور تیسرے قسم کے خیالات کی بنا پر اُس مین ایک اور جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کو اصطلاح مین تعصب کہتے ہین اس جذبہ کا وجود کسی قوم مین ایک طرح اُس کے بقائے مذہب کا بہترین ضامن ہے، لیکن جب اس مین شدت کیجاتی ہے تو یہ جذبہ عقب کی سازش سے انصاف، متانت اور رواداری کا خون کردیتا ہے اور قوم مین کوتاہ خیالی پھیل جاتی ہے جو اس کے حق مین نہایت مہلک اور خطرناک ثابت ہوتی ہے،

غرض یہی چار کسی مذہب کے اصلی محرک ہین اور جس مذہب مین یہ چارون محرکات بدرجہ اعلیٰ ہونگے اسی مناسبت سے وہ مذہب بھی قوی ہوگا، مگر خالی خولی کسی مذہب کا قوی ہونا اس بات کی دلیل نہین ہے کہ اس کے پیرو تنازع للبقاء مین کامیاب رہینگے بلکہ حوادثاتِ زمانہ پر قوت فکری سے عبور پانا بھی اس کے لیے ضروری ہے علوم و دنیادی کی تحصیل کثیر معلومات اور تجربات کی بنا پر ہوتی ہے اور کثیر معلومات اور تجربات دوسرے اقوام سے تبادلۂ خیالات سے حاصل ہوتے ہین، اور مالی حیثیت کے لیے اس قوم کی صنعت و حرفت ذمہ دار ہوتی ہے،

مذہب کا تمدن پر اثر ان علوم کو مذہب کا جزو بنا کر تحصیل نہین کرنی چاہیے اس لیے کہ جب سیاست اور مذہب کے ڈانڈے ملجاتے ہین اور علم سیاست مذہب ہی کا ایک جزو سمجھا جانے لگتا ہے تو

تو آزاد خیالی کو ترقی نہین ہوتی اور نہ کسی مفید علمی تحریک کو فروغ ہوتا ہے بلکہ ان کی جڑین تک مذہب کی آڑ مین نہایت بیدردی سے اُکھیڑ کے پھینک دی جاتی ہین،

دوسرے ایک اخلاق ہی ایسا علم ہے جو برسون سے قائم اور غیر متغیر چلا آتا ہے اور دیگر علوم ہمیشہ تغیر پذیر رہے ہین، اور دنیا شاہد ہے کہ ان علوم کا تغیر و تبدل ترقی کا ایک نیا دور ثابت ہوا ہے، پس یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک تغیر پذیر اصول کو غیر متغیر اور ساکن اصول کے ساتھ مقید کر دیا جائے اور یہ بھی ظاہر ہے جب اس کو جائز رکھا تو دنیا مین بجائے ترقی کے تنزل ہی ہوا، اس کی بہترین شہادت ہم کو تاریخ روما مین ملتی ہے جب کہ پیروان مسیح نے سیاست کو جزو مذہب قرار دیا، ان لوگون نے مذہب کی آڑ مین غیر مذہب والون پر ایسے ایسے ظلم کیے اور علمی کارنامون کو ایسی بیدردی سے اپنے متعصب پیرون کے نیچے روندا اور عقلا کو ایسی بے رحمانہ سزائین دین کہ محض ان زیادتیون کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین،

البتہ اس معاملہ مین مسلمان قابل ستائش ہین کہ انھون نے اپنے زمانۂ عروج مین علمی تحقیقات کو گزند نہین پہنچایا بلکہ ایسی ترقی دی کہ صحیح معنون مین قدیم علوم کے مدون وہی لوگ ہین اور یورپ کے حقیقی استاد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہی، اور بجا طور پر مسلمان یہ فخر کر سکتے ہین کہ انھون نے یورپ کی جہالت کی تاریکی اور ضلالت کو علوم قدیمہ کی منور اور شریف صورت سے بدل دیا[ع]، لیکن افسوس

ع جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مسمیٰ "اپالوجی فار دی محمدٌ اینڈ قران" مین کہتا ہے" ہر ایک طرح کی شہادت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن شخصون نے فلسفہ اور علوم و فنون کو سب سے پہلے زندہ کیا جو قدیمی اور زمانۂ حال کے علم و ادب کے درمیان مین بطور ایک سلسلہ کے بیان کیے گیے ہین بلاشبہہ وہ ایشیا کے مسلمان اور اندلس کے مور تھے جو خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے عہد مین وہان رہتے تھے، علم جو ایشیا سے یورپ مین آیا تھا اور سکا وہان دوبارہ رواج مذہب اسلام کی دانشمندی سے ہوا یہ بات مشہور و معروف ہے کہ اہل عرب مین چھ سو برس کے قریب سے علوم

مسلمانون کی یہ حالت بہت دنون تک قائم نہین رہی، بلکہ جس قدر سرگرمی سے اس طرف متوجہ ہوئے تھے اسی قدر تیزی سے اسے بھلا بھی بیٹھے مذہبی ولولون کا کم ہونا تھا کہ حکومتون کا خاتمہ ہوگیا، ادھر حکومتین گئین اودھر علوم بھی چھین کر یورپ کے ہاتھ آرہے اور بجائے اس کے کہ اپنی تہی دستی پر تاسف کرتے الٹے اپنے خالی ہاتھون سے قوم کی آبروہی کے درپے ہوگئے اور ناسمجھی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قومون کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) وفنون جاری تھے اور یورپ مین وحشیانہ پن پھیلا ہوا تھا، اور علم ادب تقریباً نیست ونابود ہوگیا تھا، علاوہ اس کے یہ بات بھی تسلیم کرنی چاہئے کہ تمام علوم، الطبعیات، ہیئت، فلسفہ، ریاضی جو دوسری صدی مین یورپ مین جاری تھے ابتداءً عرب کے علمار سے حاصل ہوئے تھے، اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے موجد خیال کیے جاتے ہین"

یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے "اہل یورپ کو یہ بات بھی یاد دلانی چاہئے کہ وہ حضرت محمد (صلعم) کے پیروؤن کے جو قدیم اور زمانۂ حال کے علم ادب کے درمیان بطور سلسلہ کے ذریعہ ہین، اس لحاظ سے بھی ممنون ہین کہ مغربی تاریکی کی مدتِ دراز مین انھی کی کوششون سے یونانی حکمار کی بہت سی کتابون کی اشاعت ہوئی"،

چیمبرانسائیکلو پیڈیا مین مذہبِ اسلام پر ایک محققانہ آرٹیکل مین قابل مضمون نگار لکھتا ہے "ہم اس بات پر غور نہین کرسکتے کہ اسلام نے تمام انسانون کی بھلائی کے لیے کیا کیا، لیکن اگر نہایت ٹھیک کہا جاوے تو یورپ مین علوم وفنون کی ترقی مین اسی کا حصہ تھا، مسلمان علی العموم نوین صدی سے تیرہوین صدی تک وحشی یورپ کے لیے روشن ضمیر معلم کہے جاسکتے ہین، خاندان عباسیہ کے خلفار کے نہایت عمدہ زمانہ سے یونانی خیالات اور یونانی تہذیب کا از سر نو سرسبز ہونا شمار کیا جاسکتا ہے، قدیم علم ادب ہمیشہ کے واسطے بغیر کسی علاج کے مفقود ہوجاتا اگر مسلمانون کے مدرسون مین اس کو پناہ نہ ملتی، فلسفہ قدرتی چیزونکی تواریخ، جغرافیہ، علم تاریخ، صرف ونحو، علم کلام اور فن شاعری کی بہت سی کتابین پیدا ہوگئین جن مین سے اکثر اس وقت تک جاری رہینگی اور تعلیم بھی دیجائیگی جب تک نسلین تعلیم ہونے کے واسطے پیدا ہوتی رہینگی"

مشہور فرنچ فلاسفر موسیولی بان، تمدن عرب مین علامہ سید علی بلگرامی کی زبان مین کہتا ہے "اور نامور محققین

اختلاط سے یہ نتائج پیدا ہوئے ہیں بس کفر وارتداد کے لشکر چھوٹ گئے، مناظرہ اور مباحثہ کا بازار گرم ہو گیا،
تعصب اور کوتاہ خیالی نے جذبات پر اپنا قبضہ کرلیا، جہان کسی نے کسی غیر قوم کی کتاب کو لگایا کہ مردود ہو گیا
غیر قوم کی زبان بولی کہ انھین مین سے سمجھا گیا حد ہو گئی ان علوم وفنون کو بھی جنکو ان کے آبا و اجداد نے
مدون کیا تھا اس لئے چھوڑ بیٹھے کہ کافرون نے تحقیقات جدیدہ سے اُنکی کایا پلٹ دی تھی اور یون مسلمان
رفتار تمدن مین ہار گئے، اور وہی لوگ جن پر مسلمان اپنے شباب ترقی مین آوازہ کستے تھے آج ان
پر ہنستے ہین اور تاریخ مین جو سب سے زیادہ متعصب اور علوم قدیمہ کے دشمن دکھائی دیتے تھے آج انھین
علوم کا سرتاج اور مالک دیکھتے ہین، تعصب اور کوتاہ خیالی کی یہ کیسی صریح شہادت ہے ؟

اس مین شک نہین بقاء تمدن کے لیئے مذہب ایک نہایت کامیاب اور چلتا ہوا اوزار ہے لیکن
اس کا زبردست اثر اسی وقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ مذہب اپنی ہی سرحد مین رہے جہان اس نے
اپنی سرحد سے قدم آگے بڑھائے اس سے بڑھ کر رفتار تمدن مین روک پیدا کرنے والا اور کوئی نہین ہو سکتا،
اہل ہنود جن کو اپنی قدیم تہذیب اور شائستگی پر بڑا ناز ہے اور جنکا یہ دعوٰی ہے کہ وہ اس وقت
مہذب اور متمدن تھے جب کہ یورپ عالم وحشت مین تھا غور کیا جائے تو اُن کا یہ دعوٰی ہرگز سچا نہین ہے
کیونکہ علم وعمل مذہب وحکومت کے دباؤ سے ایک خاص فرقہ مین بند تھا اور یہ فرقہ بہ کمال خود غرضی
اس بات کی اجازت نہین دیتا تھا کہ وہ علوم جو ان کے لیئے مایۂ ناز ہین وقت عام ہو جائین اور وہ
بزرگی جو وہ حاصل کیے ہوئے ہین جاتی رہے، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی دنائت اور خود غرضی تمدن
کے حق مین سخت مضر ہے، پس شائستگی اور تہذیب پر اگر ناز ہو سکتا ہے تو اسی فرقہ کو جس کی رعونت

بقیہ حاشیہ) کی تحقیقات اس امر کا بطرز قطعی فیصلہ کر دیتی ہو کہ وہ مسلمان ہی تھے جنکی بدولت دنیا نے اپنا قدم اس عمیق غار
سے باہر نکالا مسلمانون نے بھی علوم کا وہ چراغ جلایا جسکو پیشوایان نصرانیت گل کر چکے تھے مسلمانون ہی کے تعیش
سے آج علوم جدیدہ کے تارے اپنے پورے اوج پر چمک رہے ہین (ص ۲۳-۵۲)

کے آگے عوام کا سر جھکانا ناگزیر تھا، جو اپنے آقاؤن کے خوش کرنے اور سب سے زیادہ اپنے پیٹ بھرنے کو سب کچھ کرتے تھے، اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ دل سے کرتے تھے، ان غریبون کے پاس تو ترقی کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا، اس حنم مین تو وہ یہ اُمید ہی نہ کر سکتے تھے کہ کبھی وہ اس خاص فرقہ کے دوش بدوش بیٹھ سکین گے، پھر ان کی امنگون مین کیا ترقی ہو سکتی تھی یہی وجہ ہے جو انھون نے سب سے پہلا موقع ہاتھ سے نہ چھوڑا تمدن کا جوا اپنے سر سے اتار پھینکا، اس عدم مساوات سے بھی انسانی سیرت پر بڑا اثر پڑتا ہے اور عوام ان مورخین کو جو ارتقائے تہذیب کے مدعی ہوتے ہین شکست کر دیتے ہین نیک خیالی کی جڑین کٹ جاتی ہین اور ملک بھر مین بداخلاقی رائج ہو جاتی ہے جسکا ازالہ قریب قریب ناممکن ہے،

(باقی)

مذاکرات علمیہ

سوئیزرلینڈ مین عربونکی فتوحات

(۲)

نوشتۂ: امیر شکیب ارسلان لبنانی،

مترجمہ: مولوی ابوالحسنات صاحب ندوی

آثار عرب موجودہ زمانہ تک سوئیزرلینڈ مین عربون کے بہت سے آثار پائے جاتے ہین جنمین سے ایک برج سالازین ہے (قرون وسطی مین اہل فرنگ مسلمانون کو سارازین کہتے تھے اس لفظ کی اصل کیا ہے اور اس کا اشتقاق کس سے ہے؟ اس مین بہت سے اختلافات ہین ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ مین لکھا ہے کہ جب وہ قسطنطنیہ پہنچا تو وہان کے رومی بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ تم سراکنو اہو[1]؟ ان لوگون کی زبان مین اس لفظ کے معنی مسلمان کے ہین،) یہ برج لوزان کے علاقہ مین مونترو کے قریب شہر فیغائے مین واقع ہے، اور ان بیشمار چیزون مین سے جو ان عربون کی طرف منسوب کیجاتی ہے وہ غار اور پہاڑ کے کھوہ بھی ہین جو کوستس کے اطراف مین واقع ہین۔

جن مورخین سے مورسخ کلرنے روائتین نقل کی ہین ان مین سے بعضون نے لکھا ہے کہ یہ بات تو قطعی طور پر محقق ہے کہ عرب بلا د جورہ اور بحیرۂ جنیوا تک پہنچ گئے تھے لیکن ہمارے مورخین مین سے کسی نے بھی ان کے داخلۂ روراسیہ کا ذکر نہین کیا اور ہماری تاریخی کتابین اس بارہ مین بالکل خاموش ہین لیکن متواتر روایات اور اسلاف سے اخلاف کے بسند متصل بیانات یقیناً ان کتابون کے قائم مقام ہین اور وہ ہمین ثابت کرتے ہیں

[1] امیر ممدوح کی یاد نے خطا کی ہیاد شاہ روم کے ابن بطوطہ کو سراکنو کہنے کا سفرنامہ مین کہین تذکرہ نہین ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ابن بطوطہ جب شاہ روم کی لڑکی بیلون خاتون کیساتھ جو ترکی سلطان امیر محمد ازبک خان کی ایک حرم تھی قسطنطنیہ پہنچا ہے تو قصر شاہی کے دربان اس قافلہ مین چند مسلمانون کو دیکھکر سراکنو سراکنو کہکر چلانے لگے، ہان البتہ ایک موقع پر شاہ روم کہ سلطنت وشہر کے بابت بہت شبہ ہوا کنو کے لفظ سے اسکی طرف اشارہ کیا تھا سمجھو کہ اس کے معنی رومی زبان مین ابن بطوطہ نے مسلمان لکھے ہین، "ابوالحسنات"

کے ساتھ حقیقت حال سے مطلع کر رہے ہین بلکہ ان کے علاوہ خود ان ممالک کے بہت سے نام یہان ان غازیون کی آمد کی خبر دے رہے ہین:

اس قدیم رستہ کے قریب جو "طریق رومانی" کے نام سے مشہور ہے اور دلیمون سے آجوا کو پہنچاتا ہے، پہاڑ کے شمالی غربی حصہ مین دفلیہ سے آدہ گھنٹہ کی راہ پر دو پہاڑیون کے درمیان ایک تنگ کھوہ ہے جسکا نام کہف السارازین ہے، دفلیہ کے شیوخ اپنے آبار و اجداد سے یہ روایت کرتے آتے ہین کہ یہان عربونکی ایک چھوٹی جماعت رہا کرتی تھی اور یہ عرب اپنے اونٹون کو پانی پلانے کے لیے کورتل کے قریب نہر سورن مین لیجایا کرتے تھے (اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب جہان جاتے تھے اونٹ بھی ساتھ ساتھ رہتا تھا یہانتک کہ قلب یورپ مین بھی) کورتل اسی قدیم رومانی رستہ کا نام ہے یہان کہف سارازین کی چٹانون مین سے ایک چٹان پر عربی رسم الخط مین نہایت جلی اور خوشنما طریقہ سے ۲۲ کا ہندسہ کھدا ہوا ہے اس ہندسہ کی تحریر کا سبب کسی کو نہین معلوم کیونکہ نہ تو اُس کا تاریخی کتابون مین ذکر ہے اور نہ اسکے متعلق کوئی زبانی روایت ہی بیان کیجاتی ہے، البتہ جو بات مشہور و معروف ہے وہ یہ کہ یہان پر عرب ایک مدت تک برابر اقامت پذیر رہے، اسی طرح روسمیزون کے قریب جبل شبوت کے مقابل ایک راستہ ہے جسکا نام طریق السارازین ہے،

وادی ساس اور بلاد بیامون کے پہاڑی حصہ مین دو تنگ راستے پائے جاتے ہین، جن مین سے ایک فورکنتال سے انترونہ کی راہ کو چیرتا ہوا نکل گیا ہے اور دوسرا جبل مورو سے ہوکر گذرا ہے (مور یعنی مغربی مسلمان) اور یہ دونون تنگ رستے ۱۷۹۵ء تک راہ قدیم کے نام سے شہرت رکھتے تھے، فردینا ندکلر دوسرے مورخین سے نقل کرکے لکھتا ہے کہ یہ بات فراموش کرنے کے قابل نہین ہے کہ شاہ ہوغ کونٹ ہیرو فانس نے ان عربون کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس مین منجملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب وادی سان برنارڈ کی گھاٹی کے علاوہ ان اطراف کے پہاڑون کے تمام درون اور وادیونکی تمام گھاٹیون کو بند کردین، اسی وجہ سے تم یہان پر (یعنی وادی سان برنارڈ کی گھاٹی) ایک جگہ پاتے ہو

جس کا نام المِاجل ہے اور یہ بغیر کسی شک وشبہہ کے ڈاک کی ایک چوکی ہے، اور وادی ساس مین ایک مقام پاتے ہو جسکا نام الالاین ہے (یہ اصل مین "العین" یعنی نہر ہے) جہان سرراہ پانی ہے، جس طرح کہ وادی کے شرقی حصّہ مین ایک چشمہ ہے جس کو عین الالپ (یعنی البو کی نہر) کہتے ہین،

وادی ساس کے مغربی حصّہ مین ایک جگہ ہے جسکا نام میتابل ہے اور وہ پروفیسر ہتسینغ کے قیاس کے مطابق "مشبل" کا محرف ہے (مشبل یعنی وہ شیرنی جس کے ساتھ اس کے بچے ہون) اس قیاس کی تائید مین وہ یہ بیان کرتے ہین کہ یہان پرگذرگاہ ہیمیلون کے مغربی جانب مین ایک پہاڑی ہے جسکا نام جبل الاسد ہے، لیکن میرا خیال ہو کہ لفظ دراصل "مشابل" ہے جیسا کہ یہ لوگ تلفظ بھی کرتے ہین اور یہ جمع ہے مشبل اسم مکان کی، جیسے تم کہتے ہو ماسدہ، یا مشبول کی جمع مشابیل ہے جیسے کہتے ہین مکانٌ مشبولٌ یعنی وہ مکان جہان شیر کے بچے بہت ہون،

ان ممالک کے جن اطراف وبلاد تک عرب پہنچے ہین وہان بہت سی چیزین پائی جاتی ہین جنکے نام کا جزمورو ہے اور یہ معلوم ہے کہ فرنگی قومین مغربی مسلمانون کو مور کہتی ہین کیونکہ رومی زبان مین مغرب اقصیٰ کو موروتانیہ کہتے تھے، چنانچہ فراکسینہ کے اطراف مین ایک پہاڑ کا نام ہے جبل مورو اور اسی پرآثار عرب مین سے ایک قصر بھی اب تک باقی رہ گیا ہے، بیامون کے علاقہ ماکوعنافہ کے اطراف مین ایک گذرگاہِ عام ہے جس کا نام مورو باس ہے، اسی طرح ایک وادی مین جسکا نام وادی انزا ہے (شاید یہ دراصل وادی العنزہ ہو) ایک مقام ہے جسکا نام سیادلمورو ہے یہ برلیسبتون سے شمالی جانب مین واقع ہے اور جبل سنٹ برنار ذمین دیرمشہور کے مغربی جانب ایک بلند چوٹی ہے جسکا نام مونتمورد ہے،

اور وہ چیزین جن کے نام کے ساتھ سارازین کا لفظ بولا جاتا ہے بیشمار ہین، موسیو اودرو کلارنے تاریخ فرانس مین ولایت فرانش کونتہ کے ذکر مین لکھا ہے کہ "وہ نام جو سارازین کی طرف منسوب ہین اس حصّہ ملک مین بہت ہین چنانچہ پانچ کھوہ مین جن مین سے ہر ایک کہف السارازین کہلاتا ہے، دو پل ہین

جن مین سے ہر ایک پُل کا نام جسر السارازین ہے، تین محل ہین جو قصر السارازین کہلاتے ہین، دو رماستے ہین جو اُن کی طرف منسوب ہین اور ایک پچکی کی دیوارین ہین جو سارازین کی طرف منسوب ہین، ایک چھوٹی سی وادی ہے جو وادی سارازین کہلاتی ہے دو پتھر کی چٹانین ہین جو صخر السارازین کے نام سے مشہور ہین، آثار سارازین مین سب سے عجیب تر اس علاقہ مین وہ دروازہ ہے جو پست اور بلند ہو جاتا ہے اور ایک گاؤن ہے جس کا نام ہی سارازن پڑگیا ہے، اسی گاؤن مین ایک لمبی دیوار ہے جو حایط السارازین کہلاتی ہے اور نیز ایک لشکر گاہ ہے جہان سارازین کا لشکر رہتا تھا، انہی نامون کی طرح بہت سی چیزون کے نام اقطاع برلیس اور لیونہ مین ملین گے، اور لیون سے جنوبی فرانس کے حدود تک وہ دروازے بکثرت ملتے ہین جو بآسانی بلند اور پست ہو جاتے ہین۔ یہ دروازے خاص طور پر قلعون ہی کے سامنے پائے جاتے ہین اور یہ تمام کے تمام سارازین کی طرف منسوب ہین،

سوئٹزرلینڈ مین عرب کی تاریخ سے متعلق یہ سطرین مین نے جن مورخین سے نقل کی ہین وہ سب کے سب متفق اللفظ ہو کر یہ لکھتے ہین کہ عربون کو عمارت بنانے، برجون کو بلند کرنے اور ان کو ہر طرح مضبوط و مستحکم کرنے مین قدرت بالغہ حاصل تھی اور انھون نے نہایت عجیب و غریب و مدہش آثار چھوڑے ہین، اٹلی اور مغربی سوئٹزرلینڈ مین اب تک بہت سی دیوارین عربون کی بنائی ہوئی دیکھنے مین آتی ہین اور یہ دیوارین پتھر کی بڑی بڑی چٹانون سے بنی ہوئی ہین ہر وہ عمارت جو عرب چھوڑ گئے ہین اس کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم ہندسہ مین کمال اور فن عمارت سازی مین عجیب مہارت رکھتے تھے، ان آثار کو دیکھکر ہر غور کرنے والا شخص تعجب مین رہجاتا ہے اور انہی آثار کی وجہ سے وہ ان ممالک کے باشندون مین اپنی شاندار یاد چھوڑ گئے،

سوئٹزرلینڈ مین بکثرت قدیم عربی سکے بھی پائے جاتے ہین اور ان مین سے اکثر اسلامی سکے ہین جو آفریقہ مین ڈھالے گئے، ان مین سے بعض ۱۶۹ھ، بعض ۱۸۲ھ کے ہین سب سے زیادہ سکے خلیفہ ہارون الرشید

کے عہد خلافت کے ہین، ان سکون مین کی ایک قسم وہ ہے جو قیصروان مین ڈھالی گئی ہے، گمان کیا جاتا ہے کہ ان سکون مین کا اکثر حصہ نورماندی جماعت کی وساطت سے سوئٹزرلینڈ پہنچا، مین نے سوئٹزرلینڈ کے شہر مودون مین چند سکے دیکھے، جن مین کے بعض ۸۰۰ھ کے اور آفریقہ کے ڈھلے ہوئے تھے، انہی مین کے بعض خلیفہ معتضد کے زمانہ مین اسمٰعیل ابن احمد کے ڈھالے ہوئے تھے، اور بعض خاص پائگاہ خلافت بغداد کے ۳۶۴ھ کے ڈھلے ہوئے تھے، ان مین سے بعض کے ایک جانب یہ لکھا ہوا تھا،

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، رکن الدولہ ابو علی بویہ

اور دوسری طرف یہ لکھا تھا،

باسم اللہ، قد ضرب ھذا الدراھم فی مدینۃ السلام عام ثلاث ثمانیۃ واربع وستین،

اور بعض سکون پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

محمد رسول اللہ، الطائع للہ الملک العادل عضد الدولہ ابو شجاع

قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ سکے یا تو حروب صلیبیہ کے واسطہ سے یہان آئے یا تجارت کے ذریعہ سے،

اور ان چیزون مین سے جو سوئٹزرلینڈ مین آثار عرب کی حیثیت سے پائی جاتی ہین ایک ریشمی کپڑا ہے جس پر نقش و نگار بنا ہوا ہے، یہ کپڑا شور کے قریب ایک دیر مین رکھا ہوا ہے جس کو پادری بپتسمہ دیتے وقت استعمال کرتے ہین، اس کپڑے پر عربی مین نقش و نگار کے طور پر کچھ عبارتین لکھی ہوئی ہین، اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ یہ کپڑا ایک کنیسی کپڑا ہونے سے پہلے یقیناً کوئی شاہی خلعت یا کوئی حلہ امارت تھا،

موسیو سلنستر ودساسی نے اپنی کتاب المنتخب من تالیف العرب کے صفحہ ۳۰۵ مین ان عربی منسوجات فاخرہ سے متعلق ایک دقیق اور دلچسپ بحث لکھی ہے اس مین کی چند سطرین مین ترجمہ کرتا ہون،

ہم اس نوع کی بہت سی منسوجات سے اچھی طرح واقف ہین جن کا نام مورخ ابن خلدون نے

"طراز" رکھاہے، انہی مین سے وہ چادر بھی ہے جس کو جرمنی کے قیاصرہ اپنی تاجپوشی کے وقت اوڑھا کرتے تھے اس چادر پر بہت سی عربی تحریرین ہین جو سونے کے دھاگون سے بنی ہوئی ہین، موسیو تیشین نے ان کو پڑھا اور ان کا ترجمہ کیاہے جس سے ظاہر ہوتاہے کہ وہ ۵۲۸ھ مطابق ۱۱۳۳ء مین بادشاہ روجر کے حدود مملکت کے اندر شہر بلرم مین بُنی گئی اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ شاہ روجر ہی کے زمانہ مین بنی گئی کیونکہ اس مین دین اسلامی کے آثار مین سے کوئی اثر نہین ہے،

منجملہ انہی منسوجات کے وہ ریشمی ٹکڑہ بھی ہے جس پر سونے کے تارون سے نقش ونگار بنے ہوئے ہین یہ ٹکڑہ پیرس مین کنیسۂ نوترام الکبری کے خزانۂ ذخائر مین اب تک محفوظ رکھا ہے یہ ٹکڑہ اپنی صنعت کے لحاظ سے نہایت جمیل و بدیع ہے اس پر خلیفہ الحاکم بامراللہ المتوفی ۴۱۱ھ کا نام لکھا ہواہے، اسی طرح کا ایک اور ٹکڑہ ہے جو خوبی صنعت و نفاست مین بالکل مذکورۂ بالا ٹکڑہ سے مشابہ ہے مین نے اس ٹکڑہ کو دیر سنٹ جرمان کے ایک مقبرہ مین دیکھا ہے، اس ٹکڑہ پر دو عربی جملے بخرات ومرات لکھے ہوئے ہین،

اطالوی زبان مین آثار بلرم پر ایک مستقل کتاب لکھی گئی ہے جو ۱۷۸۴ء مین شہر نابل مین چھپی تھی اس مین وہ عربی تحریرین منقول ہین جو ایک قمیص کی آستینون پر پائی گئی ہین یہ قمیص شاہنشاہ فریدرک دوم المتوفی ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء کے مقبرہ مین پائی گئی،

اسی طرح موسیو دومور دنے ایک سجادہ کا تذکرہ کیاہے جس پر عربی تحریرین ہین اور وہ مصر مین خلیفہ المستعلی باللہ کے عہد خلافت مین بنا گیا ہے اور یہ ۱۰۹۴ء سے ۱۱۰۱ء تک کا زمانہ ہے یہ سجادہ آثار رفائیکان کے خزانہ مین اب تک محفوظ ہے (یعنی موسیو دساکی کے زمانہ تک ۱۸۰۵ء سے ۱۸۳۳ء)

ہم نے ان بیانات کا اکثر حصہ موسیو رنیو فرانسیسی کی کتاب سے لیاہے، جو مشہور ترین فرانسیسی

مستشرق ہے، یہ شاہی مجلس آثار وآداب کا ایک رکن اور پیرس کے شاہی کتبخانہ کے حصہ کتب مشرقی کا مہتمم تھا اور اس کی یہ کتاب جس کا پورا نام "جنوبی فرانس پیامون (شمالی اٹلی) اور سوئٹزرلینڈ مین عربون کے حملے" ہے ۱۸۳۶ء مین پیرس مین چھپی تھی، مین نے ۱۹۲۰ء مین اس کا ایک نسخہ بوریا کے پایہ تخت شہر منیخ کے کتب خانہ مین دیکھا،

لیکن وہ جرمن مورخ جس کی روایات پر مورخ فرونیاند کلر نے پورا اعتماد کیا ہے یعنی مورخ لیود براند، یہ مشہور ترین مورخ ۹۲۲ء مین لومباردیہ کے ایک شریف گھرانے مین پیدا ہوا اور بوریا مین بادشاہ ہوغ کے قصر شاہی مین اس کا نشو ونما ہوا، اور جب شاہ ہوغ خارج البلد ہوا تو یہ اس کے جانشین برانجر کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔ یہ برانجر کی طرف سے شاہ قسطنطنیہ کے یہان سفیر کی حیثیت سے گیا، اس نے ۹۷۰ء مین اس دنیا سے انتقال کیا، اسی مورخ کے ایام زندگی مین ان ممالک پر عربون کے حملے ہو رہے تھے لاطینی زبان مین اس کی چند تصنیفات ہین جن کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) معالی شہنشاہ قیصر اوتون کبیر،

(۲) سیاحتی الی قسطنطنیہ (اس مین تمامتر دولت بزنطیہ کا مذاق اڑایا ہے)

(۳) الانتقام (اس مین ابنار عصر سے متعلق تمام ترکات و نوادر لکھے ہین)

تلخیص و تبصرہ

چین وجاوا کے مسلمان

انجمن الاسلام سنگاپور کے ماہوار رسالہ دی مسلم نے اپنی قریبی اشاعت مین مسلمانان چین وجاوا کے متعلق حسب ذیل مختصر حالات شایع کئے ہین،

"ہم اپنے لاکھون چینی بھائیون کے حالات سے کس قدر کم واقف ہین؟ وہ اسلامی دنیا سے عرصہ ہوا الگ ہو گئے ہین، لیکن انھون نے ایک معجزانہ طریقہ سے اپنے کو سچے مسلمانون ہی کی حیثیت سے زندہ نہین رکھا ہے، بلکہ تبلیغ وازدواج کے ذریعہ اپنی تعداد بھی بڑھائی ہے، اگرچہ مسلمانان چین مختلف صوبون مین منقسم ہین، لیکن دراصل ایک ہی جسم کے مختلف اعضا ہین، سہولت کے خیال سے ان کو دو حصون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے، اوّل وہ مسلمان جو ہجرت کرکے چین آئے، اور دوسرے وہ باشندگان چین جنھون نے اسلام قبول کیا، مہاجر مسلمان بری اور بحری دونون راستون سے آئے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ (۶۵۱ء) ہی سے مسلمان چین مین خشکی کے راستہ سے آنے لگے تھے، خاقانان چین اور خلفائے اسلام کے خوشگوار تعلقات کے عہد زرین مین مسلمان تجار بخارا، ماوراءالنہر اور عرب سے تجارت کے لئے یہان آتے تھے اور انھین مین سے بہتون نے چین کو اپنا وطن بنالیا، بارھوین صدی عیسوی مین مغلون کی فتوحات کے زمانہ مین شام، عرب، ایران، اور دوسرے ممالک کے مسلمان گرفتار ہو کر یہان آئے، اور مغلون کی حکومت تک کوئی عروج حاصل نہ کرسکے،

پندرھوین صدی کے آغاز مین ان مسلمانون کی تبلیغی کوششون سے جنوبی منگولیا مسلمان ہونے لگا، رفتہ رفتہ پکنگ، ایک اسلامی مرکز بن گیا اور متعدد مدارس ومساجد نظر آنے لگین، ہمکے

علاوہ سٹ زن بھی ایک مرکز تھا اور آہنگ (ملا) دہان سے اشاعت اسلام کے لیے دوسرے صوبون مین جاتے تھے، سترہوین صدی مین اکثر یہودی خاندانون نے اسلام قبول کرلیا، اور جب اٹھارہوین صدی مین چینی حکومت نے مغرب کی طرف وسعت حاصل کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون کو اپنی تعلیمات کیلئے بہترین میدان ہاتھ آگیا،

۶۲۸ء (سنہ ۶ھ) مین رسول مقبول صلعم نے حضرت ابی کبشہؓ کو شہنشاہ چین کے پاس روانہ کیا کہ وہ اس کے سامنے مذہب اسلام پیش کرین، وہ بحری راستہ سے گئے اور جب کنتن پہونچے تو شاہ چین نے انکا گرمجوشی سے استقبال کیا،

تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ کنتن کی آبادی کچھ تو نئے آنے والون اور کچھ مقامی باشندون مین شادی کرنے کی وجہ سے اس قدر بڑھی ہو دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح چین کے مسلمانون نے بھی تحصیل علوم اور دنیاوی مشاغل مین کافی ترقی کی ہے، مایان نگ نے ۱۶۴۲ء مین، ہدایت اسلام کے نام سے ایک ہردلعزیز کتاب لکھی ہے، ۱۷۵۸ء مین لن چہ نے آنحضرت صلعم کی ایک مستند سیرت تصنیف کی، اس سیرت کے علاوہ وہ متعدد اور کتابون کا بھی مصنف تھا،

مسلمانان چین کی موجودہ حالت قابل اطمینان ہے، عہد جمہوریت سے کچھ ہی پہلے ادبیات اسلام کے دوبارہ زندہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی تھی ۱۹۲۱ء مین قرآن مجید کے انتخابات مع ترجمہ ایک دیدہ زیب مجلد کی صورت مین پیکنگ سے شایع کیے گئے، ہر چیز اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ مسلمان ترقی کی ہر تحریک سے اپنے کو مستفید کرنا چاہتے ہین اور وہ سوئے نہین بلکہ بیدار ہوگئے ہین انھون نے قوم مین بیداری و زندگی پیدا کرنے کے لیے اپنے کو مجالس و انجمن کی شکلون مین منتظم کرلیا ہے، بچون کے لیئے مدارس قائم کیئے ہین جہان دینی اور دنیاوی دونون قسم کی تعلیم دیجاتی ہے،

شمالی چین کے مسلمانون نے طے کیا کہ ہر محلہ مین بچون کی ابتدائی تعلیم کے لیے ایک مکتب ہو،

دارالمعلومات بھی قائم کیے گئے، تعلیم یافتہ مسلمانون کی ایک مجلس منعقد کی گئی اور اُس نے اپنے اغراض و مقاصد کا ان الفاظ مین اعلان کیا:-

"اگر ہم صداقت وحقیقت نہ پھیلائین اور اگر ہم اپنے مذہب کے اصول کی اشاعت نہ کرین تو دراصل ہم اپنا فرض ادا نہ کرینگے، یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے اور ہم اس کو قبول نہین کرسکتے، اس اسلامی مجلس کا مقصد یہ ہے کہ وہ تمام علماء (رہنما) صوفیہ، فلاسفہ اور تجربہ کار لوگون کو ایک جگہ جمع کرکے مذہب اسلام کے متعلق بحث و مباحثہ کرے تاکہ ہم اپنے دین کو واضح طور سے دوسرون کے سامنے پیش کرین اور جو مشکلات خود ہماری راہ مین حائل ہون اُن کو دور کرسکین ہم تمامتر مذہبی معاملات پر گفتگو کرینگے، اور سیاسی مسائل سے الگ رہینگے، علاوہ ازین ہم عام ہدایت وعلم کے لیے اسلام کے اصول شائع کرنے والے ہین"

اس کانفرنس نے مسلمانون کو بہت کچھ فائدہ پہنچایا ہے، تمام مرکزی شہرون مین اسکی شاخین ہین اور اس وقت تقریباً تین ہزار شاخین موجود ہین، اس مجلس کے علاوہ دوسری انجمنین بھی قائم ہین، مثلاً برم اتحاد اسلام، انجمن نوجوانان اسلام وغیرہ،

جاوا مشرقی جزائر متعلق ہالینڈ (ڈچ ایسٹ انڈیز) کی مجموعی آبادی ...... ہے، ان مین سے ...... مسلمان ہین، ان مین سے تقریباً ۲/۱ کرور مسلمان صرف جاوا مین ہین یہان کے مسلمان بھی اب زوال کی تاریکی سے نکل رہے ہین مسیحی مبلغین اپنی کوششون مین مشغول ہین لیکن اب تک ان کو کامیابی نہین ہوئی ہے، مسٹر کے، ون، وجک نے مسلمانان جاوا کے متعلق ایک مضمون مین لکھا ہے، جوگ جکرتا اور لولوا اسلامی مرکز ہین، لولو مین دو اخبار شایع ہوتے ہین جو اشاعت اسلام اور مسیحی مبلغین کے مقابلہ مین اپنی پوری قوت صرف کرتے ہین اُن کے نام مدن مسلمن اور اسلام برگیرک ہین، اول الذکر شہر مین شیخ محمد عبدہ (مصری) کی تحریک زور پکڑ رہی ہے، عام لوگون کا رجحان ترویج تعلیم و معاشرتی اصلاحات کی طرف ہے، اب انکا دائرہ عمل صرف جاوا ہی تک محدود نہین ہو بلکہ سارا مجمع الجزائر

اس سے متاثر ہو رہا ہے،

کثرت ازدواج یا بداخلاقی

اسلام کے دشمن اسلام کو کثرت ازدواج کی رسم پر ہمیشہ برا بھلا کہتے آئے ہین، مغرب کے اکثر اشخاص کا خیال ہے کہ اسلام نے اس کی بنا ڈالی ہے، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے تمام قومون مین یہ رسم جاری تھی، یونانی، بابلی، رومی، مصری، یہودی، چینی اور ہندوستانی سب کے سب اس رواج کے تابع تھے، کسی مذہب یا معاشرتی جماعت نے اس بات کی کوشش نہین کی کہ ایک شخص کو کتنی عورتون سے شادی کرنی چاہئے" یہ اسلام ہی تھا جس نے اس غیر محدود رسم کو روکا، اس نے دوسری شادی کی اجازت چند شرائط کے ساتھ اس ذمہ داری پر دی ہے کہ دوسری بیوی پہلی بیوی کے ہمرتبہ ہوگی اور عدل و مساوات کا پلہ کسی طرف جھکنے نہ پائیگا، اس کی اولاد بھی پہلی بیوی کی اولاد کی طرح وراثت کی مساویانہ حقدار ہوگی، اسلام نے بیویون کی تعداد بھی چار تک محدود کردی اور وہ بھی اس شرط پر کہ سب کے ساتھ ہر حیثیت سے یکسان برتاؤ کیا جائے، ورنہ ایک سے زیادہ کی اجازت نہین،

اسلام کا یہ حکم جن مصلحتون پر مبنی ہے، ان کی ضرورتون سے کوئی قوم خالی نہین، اس لیے یہ یقین تھا کہ ایک دن آئیگا جب وہ خود اس کے معترف ہونگے، چنانچہ وہ دن اب کچھ زیادہ دور نہین، اب نہ صرف یورپ کے فلسفی، حکما، (سائنس دان) اور اصحاب فن حضرات چند حالات کے اندر اس کو جائز تسلیم کرتے ہین، بلکہ خود صنف لطیف، جس کے لیے نفس اس لفظ کا اطلاق ایک جرم و خباثت تھی، اس کی حامی ہے، اس کو زیادہ عرصہ نہین گذرا ہے جبکہ مسز اینی بسنٹ نے یہ الفاظ کہے تھے :-

"جب کہ ہم رات کو مغربی شہرون مین ہزارون بدبخت عورتون کو سڑکون پر جمع دیکھتے ہین تو ہم کو صاف نظر آتا ہے کہ مغربی منھ سے اسلامی رسم کثرت ازدواج کے خلاف کچھ بھی سنین، یہ ایک عورت کے لیے بہتر، خوش آیند تر اور معزز تر ہوگا وہ اس اسلامی رواج مین داخل ہو کر ایک شخص کی ہو رہے

اپنی جائز اولاد کو اپنے سینہ سے لگائے اور عزت و احترام کے دائرہ مین حرکت کرے، نہ کہ بہکائی جائے، خانہ بدوش ہو کر سڑکون پر ماری پھرے اپنے ناجائز بچے سے اپنی گود بھرے، اس کا کوئی خبرگیر و مربی نہ ہو ہمیشہ ہر مرد کی شکار بنے، مادریت کے مقدس دائرہ سے نکل جائے اور ہر جگہ ذلت و نکبت اس کا استقبال کرے۔

اس سلسلہ مین صنف نازک کی زبان سے اُن کے خیالات اور اس حقیقت کا سننا، مردون کی نیم صداقت آمیز گفتگو سے بدرجہا بہتر ہے، ذیل مین ایک مشہور فرانسیسی خاتون کے ایک حال کے خطبہ کے اقتباسات درج کرتے ہین، میڈم کالٹ ویلس، فرانس کی سب سے بڑی انشاپرداز خاتون ہین، :-

"میرا خیال ہے کہ مسئلہ ازدواج کی موجودہ حالت کا علاج ایک منتظم کثرت ازدواج کی صورت مین کیا جا سکتا ہے، موجودہ حالات مین گذشتہ خیالات متعلق شادی، اپنے وقت سے زائد رہتے ہوئے معلوم ہوتے ہین، اس وقت اخراجات کی کثرت، کثرت ازدواج کو کہ بیتون ہی تک محدود ہوتے نظر آتی ہے، بہرحال ایک منتظم مجلس کے ماتحت ایک دوسری بیوی علحدہ رہ کر دوسری بیویون کی صحبت کی لذتون سے حظ حاصل کر سکتی ہے، مین موجودہ نظام خاندان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہون کہ بچے انھین حالات مین رہ کر اپنے والدین کی عادات و معائب سیکھ لیتے ہین، اس لیے ایک بہتر نسل کے حصول کے لیے مین کثرت ازدواج کی حمایت کرتی ہون کہ اس صورت مین لڑکا باپ کے نیک اوصاف کو مختلف ماؤن کی تربیت کے اثرات کے اندر، دائمی طور سے اپنے کو متصف کر سکتا ہے، میرا خیال ہے کہ ان حالات کے اندر بنی نوع انسان ایک مختلف الاقسام درخشان اور بہتر نسل پیش کر سکے گا، موجودہ اجتماعی روح غائب ہو جائیگی اور انفرادی جذبۂ ترقی اس کی جگہ لے گا، میرا یقین ہے کہ انسانی بہتری اور قانونی مساوات کے جذبے عورت کے موجودہ جذبۂ خلاف کثرت ازدواج پر غالب آجائینگے اور وہ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لیے ایک شخص کی قسمت سے وابستہ ہو جانے پر تیار ہو جائیگی، جب ایک مرتبہ یہ رسم جاری ہو جائیگی تو عورت اپنے درجہ اور پوزیشن کو سمجھ لیگی، اور وہ بدنامی اور اپنے بچون کے

حق وراثت سے محرومی کے خیال سے طلاق کی طرف رجوع کیے بغیر جن عیوب مین مبتلا ہو جاتی تھی اون سے بھی بچ جائیگی"

مذکورۂ بالا سطور مظہر ہین کہ خاتون موصوف نے شادی، طلاق اور بداخلاقی کے مسائل پر کافی غور کیا ہے، اس کے خیالات ناقابل تردید اور مخالف اقوام کے لیے غور طلب ہین" (دی مسلم سنگاپور)

سلاطین ہند کی بے تعصبی کا ایک اور ثبوت

کلکتہ کے قوم پسند روزنامہ سرونٹ نے سلطان ظہیر الدین بابر، بانی سلطنت مغلیہ ہند کے وصیت نامہ کا ترجمہ حال ہی مین شائع کیا ہے، یہ "کاغذ کا پرزہ" اب تک بھوپال کی سرکاری لائبریری مین محفوظ ہے، اور خود اڈیٹر معارف کو بھی اس کے دیکھنے کی عزت حاصل ہے، اردو پریس مین سب سے پہلے ہمارے دوست ڈاکٹر محمود اس کو لائے ہین، اور اس سے وہ انگریزی مین گیا ہے، خود غرض مورخین ہند نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ ثابت کیا جائے کہ مسلمان سلاطین ہند نے ترویج مذہب کیلئے اسلحہ استعمال کیے ہین، لیکن اب جبکہ پرانی کتابین، اور کرم خوردہ کاغذات تاریک و گمنام گوشون سے نکال کر منصۂ شہود پر لائے جارہے ہین، اون کا ہر ورق اور اونکی ہر سطر اس غلط بیانی کی زبان خاموش سے تکذیب کرتی نظر آتی ہے، بابر سولھوین صدی عیسوی کے ربع اول مین ہندوستان آیا جنگ پانی پت اور فتح پور سکری کے بعد صرف تین ہی سال زندہ رہا، اگرچہ اوس وقت تک نہ تو اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہوا تھا، نہ راجپوتون نے سپر ڈالی تھی، پھر بھی وہ اپنے بستر مرگ پر اپنے بیٹے ہمایون کو جو آخری چادر وصیت نامہ دیتا ہے، وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس نے مذہبی آزادی و رواداری کا کتنا بہتر آئیڈیل (مطمح نظر) اپنے سامنے رکھا تھا اور اسلامی تعلیمات کا کتنا سچا پیرو تھا، وصیت نامہ کی چند دفعات ہمارے بیان کی تصدیق کرینگی:-

"فرزندمن! ہندوستان مین مختلف المذاہب لوگ آباد ہین، اور جائے شکر ہے کہ شاہ شاہان

نے اس ملک کی حکومت تمھارے سپرد کی ہے پس تمھارے لیے لازم ہے کہ:۔

(۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متاثر نہ ہونے دو، اور ہر قوم و مذہب کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو،

(۲) خصوصاً گائے کی قربانی سے باز آؤ، اور اس چیز کے ذریعہ تم بہت جلد اہل ہند کے دلون کو اپنے قبضہ مین کر سکوگے، اور لوگ رشتہ احسان و امتنان سے بندھ جائینگے،

(۳) تم کو کبھی بھی کسی قوم کی پرستش گاہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف پسند ہونا چاہئے تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار رہین اور ملک مین امن و آشتی کا دار دورہ ہو،

(۴) تبلیغ اسلام کا فرض تعلیم کے ذریعہ بہتر طریقہ سے انجام دیا جا سکتا ہے،

(۵) ہمیشہ شیعہ و سنی جھگڑون کو بے تعلقی سے سنو ورنہ وہ اسلام کے لیے باعثِ زوال ثابت ہونگے،

(۶) اپنی رعایا کے مختلف عادات کو مختلف موسم سمجھو تاکہ ملک کا سیاسی جسم ہمیشہ بغاوت و فساد کے امراض سے مامون رہے،

کیا مورخین ہند، برادرانِ وطن اور اخوان ملت اس پر غور کرنے کے لیے چند لمحے نکال سکینگے؟ لیکن تحقیقی حیثیت سے اڈیٹر معارف کے خیال مین، قدیم کتبات اور فرامین کے ماہرین کو اس بابری تحریر کے کاغذ کو دیکھکر فیصلہ کرنا ہے کہ اس کی قدامت کہان تک ہے، اصل فارسی فرمان مین ایک دو غلطیان ہین جو شک پیدا کرتی ہین،

———•———

اخبارِ علمیہ

دنیا کی سب سے چھوٹی مچھلی فیلی پائن کے قریب جزیرۂ لوزن کی کوہی جھیل بہل مین ہوتی ہے، یہ مچھلی جسے جزیرہ کے باشندے سمرپن کے نام سے یاد کرتے ہین، دنیائے سائنس مین سب سے چھوٹی پھیپھڑے سے سانس لینے والی ہستی ہے، اس کا وزن ۱/۴ گرین اور طول زائد از زاید ۱/۲ انچ ہے،

چونٹیون کی فوج کے حملہ سے بچنے کی بہت سی صورتین نکالی گئی تھین اور لاتعداد دوائین ایجاد ہوئین، لیکن اب تک کامل کامیابی حاصل نہین ہوئی تھی، لیکن اب تجربہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس مستقل حملہ آور کی پسپائی کے لیے نیفتلن کی گولیان بہت کارآمد ثابت ہوئی ہین،

لندن یونیورسٹی کے پروفیسر کامل کا بیان ہے کہ ایک انسان کا خط اس کے جسمانی حالت کا مظہر ہوتا ہے،

مصر مین ایک چاقو کا دستہ ملا ہے، جس مین دو صفون کو لڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان مین سے بعض کے بال لمبے ہین، اور گرم قسم کے کپڑے پہنے ہین، ان کے پیچھے جہازون کی قطار ہے، تاریخی حیثیت سے اس کو بہت اہمیت دیجاتی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہ مصر پر سب سے پہلے حملہ آور دریا کی طرف سے کسی سرد ملک کے باشندے تھے،

ڈاکٹر ڈی، تھامسن نے سینٹ پال اسپتال کے اراکین کے سامنے بیان کیا کہ انھون نے دو نئے جراثیم کا پتہ چلایا ہے، جو انھون نے بخار وغیرہ کے مریضون کے حلقون سے نکالے تھے، ان کا خیال ہے کہ ان جراثیم کو فنا کرکے بہت سے امراض سے نجات حاصل کیجا سکتی ہے،

ہندوستان مین سب سے قدیم انگریزی قبر آگرہ مین ہے، یہ قبر ملکہ الزبتھ کے سفیر جان ملڈن ہال کی ہے، جسے ۱۵۹۹ء مین شہنشاہ اکبر کی خدمت مین بھیجا گیا تھا، یہ سفیر اجمیر مین مرا اور اوسکی نعش آگرہ لاکر دفن کی گئی، لانیوالون کو ۲۰۰ روپیے دئے گئے تھے،

صوبہ بمبئی نے ۱۹۲۱ء مین تعلیم پر ۲۲۶۵۹۴۶۳۷ روپیے اور آسام نے ۱۴۹۵، ۳۲ روپیے صرف کیے، اول الذکر صوبہ مین کالج کی تعلیم مین ہر طالب علم پر ۴-۱-۲۵۰ اور موخر الذکر مین ۷-۶-۱۰۰ صرف ہوئے،

انسان نے اپنے تمام دشمنون کی ہلاکت و بربادی کے سامان مہیا کرلیے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ کوئی دشمن اس پر کامیابی حاصل نہین کر سکتا، لیکن خداوند تعالی کے کارخانۂ قدرت نے اب اس چیز کو اسکا مدمقابل بنا دیا ہے، جس کی طرف کبھی دہم و گمان بھی نہین ہوا تھا، یعنی حشرات الارض نے نہایت تنظیم کے ساتھ اشرف المخلوقات پر حملہ شروع کر دیا ہے اور وہ بیچارا اپنے متنوع اسباب حرب و ہلاکت کے باوجود اس کو دیکھتا ہے اور کچھ نہین کر سکتا، اس فوج کی ایک ٹولی، انسانی کاشتون کو برباد کرکے اسے بھوکون مارنا چاہتی ہے، دوسرا رسالہ جنگلون کو تباہ کرکے اس کو خانہ بدوش بناتاہے تیسری پلٹن روئی دادن کو خراب کرکے کپڑے سے محروم کرتی ہے اور بالآخر سب سے تباہ کن جماعت

انسانی بدن مین امراض کے جراثیم پہنچا کر خود اس خاکی وجود کو فنا کردینے پر تلی ہوئی ہے، چنانچہ صرف امریکہ مین سالانہ ۲۵۰۰۰۰۰ ڈالر کے آلو اور تقریباً اس قدر رقم کی روئی برباد ہوتی ہے، جسکا ظاہری نتیجہ یہ ہے کہ ہر متنفس کو عام قیمت سے ۲۵ فی صدی زائد دام ادا کرنے پڑتے ہین،

اب امریکہ کی انسانی آبادی نے بھی اس دشمن سے مقابلہ شروع کردیا ہے اور حکومت کے ماہر جراثیم ڈاکٹر ایل، او، ہوارڈ، کی کمان مین، اہل سائنس، کی ایک فوج تیار کی گئی ہے، لیکن اس کے تمام حملے اس وقت تک بے سود ثابت ہوچکے ہین اور جنگ نازک ترین صورت اختیار کررہی ہے،

گذشتہ ستمبر مین سورج گہن کے موقع پر سب سے پہلی مرتبہ مغربی اسٹریلیا مین، کراکہم نے آفتاب کی تصویر لی تھی، یہ تصاویر انسٹین کے نظریہ کی تصدیق کرتی ہین اُن سے پتہ چلتا ہے کہ قرص آفتاب .... میل وسیع ہے اور اس سے نور کے چشمے جو مرکز آفتاب سے ۲۵۰۰۰۰ میل تک بہتے رہتے ہین،

جزیرۂ سلیمان کے باشندے مردم خوری، رسوم قبیحہ اور دوسری عادات مذمومہ کے لیے بہت کچھ بدنام تھے، لیکن ڈچ جرمن اور برطانوی اثر نے ایک حد تک اُن سے یہ عادتین چھوڑادی ہین اور اب وہ انسانی تمدن کی طرف بڑھ رہے ہین،

پیرس کے لیٹر بکس عموماً دروازون یا تمباکو کی دکانون کی دیوارون مین لگے ہوتے تھے اور زائرین شہر کے لیے اونکی تلاش ایک تکلیف دہ کوشش تھی، اس کو محسوس کرکے محکمہ نے اس شہر کے تقریباً ۳ ہزار کھمبون مین لیٹر بکس بنوا دئے ہین جو نہایت ہی کم خرچ، مفید اور ہر دلعزیز ثابت ہوئے ہین،

"غ"

بڑے شہرون کی شاہراہون پر پولس کو آمد و رفت کی ترتیب قائم رکھنی پڑتی ہے اور اس کے لئے وہ اپنے ہاتھون سے کام لیتے ہین، رات کے وقت لالٹین کے ذریعہ یہ کام لیا جاتا ہے، لیکن سپاہی کی آسانی کے لیے محکمۂ پولس نے اب نئے قسم کے دستانے بنائے ہین جن مین بجلی کے بلب ہوتے ہین اور ان کو ایک تار کے ذریعہ بیٹری سے جو کمر مین ہوتی ہے جوڑ دیا جاتا ہے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ بلب روشن ہوجاتے ہین اور سپاہی اپنا فرض نہایت اطمینان سے انجام دیتا ہے،

کلکتہ مین گرلفیتہ پارک کے قریب، دو ایکڑ مین بڑے بڑے حوض بنائے جا رہے ہین اور ان مین ہر قسم کے زہریلے سانپ اور اسی جنس کے دوسرے جانور پالے جائینگے ان کو بالکل فطری طریقہ سے رہنے دیا جائیگا اور ان کے متعلق مطالعہ کیا جائیگا،

میجر کلرنیس دنیا کا سب سے چھوٹا بالغ انسان ہے، اس کا وزن ۱۹ پونڈ (۹½ سیر) اور اونچائی ۱۸ انچ ہے،

حال ہی مین ایک خوبصورت، چھوٹی دوربین بازار مین آئی ہے جو طلبا اور شائقین کے لیے جبکہ وہ رصد خانون سے باہر ہون بہت مفید ہے، اس مین ہر چیز کو ۲ سے ۲۵ گونا بڑا کرنے کی صلاحیت ہے اس مین محور بھی ہے اور اس کو نہایت آسانی سے گھما سکتے ہین،

امریکہ کی قومی انجمن طیارات نے حال مین سب سے پہلی مرتبہ ایک خاتون مس امیلا کو ہوائی جہاز چلانے کا اجازت نامہ دیا ہے، ادم ٹھوصونہ نے اپنا جہاز... ۱ انٹ بلندی تک اڑایا جو ایک خاتون کے لیے ریکارڈ ہے،

آثار علمیہ ادبیہ

مکتوبِ شبلیؒ

مرسلۂ جناب سید محمد فاروق صاحب شاہ پوری

مولانا شبلی نعمانی نوراللہ مرقدہٗ کا ایک مکتوب گرامی ایک عرصہ سے میرے پاس موجود ہے، اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ مسٹر شاکر میرٹھی کی تحریک سے اُن کے پرچہ العصر کے لیے مولانائے مغفور اور اُن کے علمی کارنامون پر ایک تبصرہ لکھنے کا قصد تھا، اس سلسلہ مین مسٹر شاکر نے چند سوالات قائم کرکے مولانا سے بعض امور کے متعلق استصواب کیا تھا، اور مرحوم نے اپنے فطری اخلاق کی بنا پر ان کے جوابات بہ ذات خود قلمبند فرما کر ارسال کیے تھے، یہ بات بہت دنون کی ہوگئی اور اتفاقات زمانہ سے ایک طرف تو یہ مضمون مکمل نہ ہوسکا، اور ادھر رسالہ العصر کی اشاعت یک قلم مسدود ہوگئی، لیکن یہ ادبی جواہر ریزہ میرے پاس اب تک محفوظ ہے اور آج دس گیارہ برس گذرنے کے بعد اسے نذرِ معارف کر رہا ہون، اُسے اس کی اشاعت کا استحقاق مرجح حاصل ہے، ممکن ہے کہ کارکنانِ دار المصنفین مکاتیبِ شبلی کے آیندہ اڈیشن مین اس کو شامل کرنا پسند کرین، یہ خط اس لحاظ سے نہایت دلچسپ و بیش قیمت ہے کہ اس کے اندر اردو کے اس زندۂ جاوید سرمایۂ ناز مصنف کے سوانحی حالات اور علمی خدمات کا مختصر ذکر خود اُسی کے مؤشگاف و حقیقت نگار قلم سے کیا گیا ہے، جس سے زیادہ مستند اور قابلِ وثوق ذریعہ کوئی اور نہین ہوسکتا، یون بھی شبلی کے نام سے شرف انتساب رکھنے والی کوئی چیز قدرشناسان ادب اردو کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہین،

سید محمد فاروق (شاہپوری)

مکرمی تسلیم

سنین تصنیف تو بغیر ملاحظہ کتب بتا نہین سکتا، البتہ ترتیب تصنیف یہ ہے:۔

مسلمانونکی گذشتہ تعلیم (غالباً ۱۸۸۷ء) المامون، سفرنامہ روم، الفاروق، علم الکلام، الغزالی، الکلام موازنہ، شعرالعجم، دواوین الگ ہین،

علمی شوق والد اور گھر کی تربیت کا اثر تھا، خاندان مین علم کا چرچا تھا اور تمام بزرگ مصروف علم تھے، اس زمانہ کی طالب علمی بہت مشکل تھی، یکہ پر سفر کرتے تھے، پیدل بھی چلنا پڑتا تھا، یہ سب مین نے خوشی سے گوارا کیا تھا، دو دفعہ والد کی اجازت کے بغیر چپکے نکل گیا، یہ خاص التزام رہا (اور اس مین مین منفرد تھا) کہ ہر فن مثلاً ادب، منطق، حدیث، اصول فقہ، کے لیے انھی علمار کے پاس دور دراز کا سفر کرکے گیا جو ان علوم مین تمام ہندوستان مین ممتاز تھے، مثلاً حدیث کے لیے مولنا احمد علی سہارنپوری، ادب کے لیے مولنا فیض الحسن لاہور مین،

والد اور تمام خاندان کی مرضی بلکہ حکم تھا کہ مین علمی مشاغل کو چھوڑ کر وکالت اور ملازمت کرون، چنانچہ مجبور ہو کر امتحان دیا اور کامیاب ہوا، چندروز وکالت کی، لیکن وکالت اور ملازمت سب چھوڑ دی اور علمی اشتغال مین مصروف ہوا اور اس لیے معمولی معاوضہ پر اول علی گڈہ کی پروفیسری کی للعہ ماہوار پر، متعدد دفعہ حیدرآباد اور دیگر ریاستون مین بیش قرار تنخواہ پر بلایا گیا، لیکن علمی مشغلہ کو چھوڑنا پڑتا، گیا، حیدرآباد سے جو معمولی وظیفہ مقرر ہے اس پر قناعت کی،

ریاستون نے صلے اور نذرانے دئے اور دینے چاہے لیکن ہمیشہ انکار کیا اور واپس کر دیا،

رائے مین ہمیشہ آزاد رہا، سرسید کے ساتھ ۱۶ برس رہا لیکن پولیٹکل مسائل مین ہمیشہ ان سے مخالف رہا اور کانگریس کو پسند کرتا رہا اور سرسید سے بارہا بحثین رہین،

سفر ٹرکی و مصر صرف علمی تحقیقات کے لیے کیا اور تمام مصارف خود گوارا کیے، ریاست رامپور نے

معارف دینے چاہے، انکار کیا، بزرگون نے قسطنطنیہ مین روپے بھیجے وہ بھی واپس کردئے،
ہمیشہ بڑے بڑے اہم مقاصد پیش نظر رہے،
وطن یعنی اعظمگڈہ مین مسلمانون کا کوئی اسکول نہ تھا اور مسلمان انگریزی سے بالکل الگ تھے مین نے
نیشنل ہائی اسکول قائم کیا، اس کے اکثر مصارف خود ادا کئے،
پھر ندوہ کی تحریک مین جزو غالب رہا اور جب ندوہ بالکل مرگیا تھا تو اسکو از سرنو زندہ کرکے ترقی دی،
تصنیفات مین خاص یہ خیال رہا کہ مستقل شاخین مکمل کردون، چنانچہ علم کلام، تاریخ، لٹریچر (موازنہ
وشعرالعجم) تین شاخون پر سیریز طیار کردی،
فارسی شاعری مین زبان کو اہل زبان کے اصول پر برتا،
ملازمت تو اکثر علمی ہی اختیار کی لیکن وکالت اور سرکاری ملازمت کے زمانہ مین بھی درس وتدریس
کا مشغلہ جاری رکھا، اور یہ فطرت تھی بچپن سے میری صحبت بدچلن لوگون مین تھی، اور وہ لوگ ہمیشہ ان مشاغل
کی تحریک کرتے تھے، لیکن کبھی ناچ رنگ بلکہ گانے مین بھی شریک نہ ہوا،
جب راجہ کشن پرشاد وزیر ہوئے اور حسب دستور نذر دینے گیا تو ان کے اڈیکانگ نے کہا کہ آپ نے
تو تہنیت کا قصیدہ لکھا ہوگا، مین نے کہا یہ اورون کا پیشہ ہے، مین یہ کام نہین کرتا، اس پر رد وبدل
ہوئی، اور مین نے ناگواری کے ساتھ جواب دیا کہ "مین کسی کی مدح نہین کرتا"۔
قلمی اور نایاب کتابین بہت بہم پہنچائین، اور کثرت سے مطالعہ کین، یہ سرسری باتین لکھدین
خود اپنا الھا کیا گاؤن؟

شبلی۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۲ء

ادبیات

کلامِ حسرت

دل ہے ترے وصل کا طلبگار — "دیوانہ بکار خویش ہشیار"

قیدِ ہوس و خرد سے چھٹکر — آزاد ہین عاشقانِ احرار

سردار بلاکشانِ غم ہین — اس جانِ جہانیان کے بیمار

ہے شوق تری طلب کا بیحد — معلوم نہ ہو سکیگی مقدار

مایوسِ وصال ہین، زبان پر — پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار

آمادۂ قتلِ عاشقان ہے — وہ یار وہ شاہدِ ستمگار

جو کچھ اپنا ہے سب ہے اُن کا — وہ دل کے ہین جان کے بھی مختار

ہم جب سے ہوئے ہین کافرِ عشق — تسبیح بکار ہے نہ زنار

حسرت نے بھی مثلِ شمس تبریز
اشعار مین کہدئے سب اسرار

کلامِ جوہر

جناب جوہر کا یہ کلام، اُن کی آزادی سے پہلے آزاد ہو کر ہمارے پاس پہنچا تھا

یان تو ہے نام عشق کا لینا — اپنے پیچھے بلا لگا لینا

شرطِ تحریر پہلے سُن لے پھر — خامہ کو ہاتھ مین دلا لینا

نامۂ شوق اُن کو شوق سے لکھ — غیر کو پیر مگر دکھا لینا
ہے جو مومن تو بھولکر بھی دلا — نہ کہین نام ماسوا لینا
دعوئی توحید کا تو کرتا ہے — نفس کو مت خدا بنا لینا
ہم پہ پرین تجھ سے یہ سنو یارب — اس سے پہلے ہمین اٹھا لینا
تم کو روزِ جزا کا کیا ڈر ہے — داورِ حشر کو ملا لینا
ورنہ ہے یہ تو بائین ہاتھ کا کھیل — شاہدون کو سکھا پڑھا لینا
ہو ادھر بھی کبھی نگاہِ کرم — ہم غریبون کی بھی دعا لینا
زلف رہنے دو ہان نقاب ذرا — رُخِ محبوب سے ہٹا لینا
آج جی بھر کے دیکھ لینے دو — کل کو دل کھول کر ستا لینا
اس بگڑنے کی کیا سند ای دل — شام تک پھر ادھین منا لینا
وصل کی شب نہ چھیڑ قصۂ ہجر — یہ کسی اور دن سنا لینا
زہر ہی ہو مگر وہ دین تو کہین — مجھکو لگتا ہے کیا بُرا لینا
اُن کے در سے زکوٰۃِ حسن اگر — گالیان بھی ملین تو کھا لینا
ساقیا دیکھ تشنہ کام نہ جائین — ذبح سے پہلے کچھ پلا لینا
غیر سے دوستی کرو لیکن — پہلے کچھ روز آزما لینا
طالبِ خلد، مردِ عشق بھی اب — ہو گیا ہے تجھے روا لینا؟
ایک ہی جام اور یہ سرمستی — ساقیا ہو کیوں مین چلا لینا

تم کو زیبا نہ تھا وداع کے وقت
آنکھ جوہر سے یون چرا لینا

مطبوعاتِ جدیدہ

مطالعۂ تصوّف (Studies in Tasawwuf) خانصاحب خواجہ خان بی اے

مصنف فلسفۂ اسلام نے انگریزی زبان مین مذکورۂ بالا نام کا رسالہ لکھا ہے، ابتدا مین جناب نواب ' اے ' حیدری حیدر نواز جنگ بہادر کا ایک ۱۹ سطرون کا مقدمہ (Foreword) ہے، کتاب ایک دیباچہ، تیرہ بابون، تین ضمیمون، ایک فہرست اور ایک غلط نامہ پر مشتمل ہے، ڈاکٹر نکلسن نے اپنی ایک تقریر مین شکایت کی تھی کہ انگریزی دان مسلمان افراد نے اسلامی تصوّف کو مادّہ پرست یورپ تک پہنچانے کی طرف کوئی توجہ نہین کی تھی، حتّٰی کہ سر امیر علی با لقابہ نے بھی اپنی مشہور تصنیف اسپرٹ آف اسلام مین آخری اشاعت کے پہلے تک اس موضوع پر دو کلمے نہین لکھے تھے، یہ کتاب اس کمی کو ایک بڑی حد تک پوری کرتی ہے اور غیر مسلم اقوام اس سے اسلامی تصوف کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کر سکتی ہین، کتاب کی زبان نہایت ہی سلیس، آسان اور اس کے ساتھ ہی ادیبانہ ہے، معلومات کے لحاظ سے بھی یہ کتاب کچھ کم دلچسپ نہین ہے، ہم کسی آئندہ اشاعت مین اس پر مفصل تنقید کرینگے، کتاب مجلد نفیس ہے اور مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڈہ سے مل سکتی ہے،

مرقاۃ العربیہ (حصّہ اول) مولوی عبدالہادی خان صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل نے عربی پڑھنے والے ابتدائی طلبار کے لیے یہ رسالہ لکھا ہے، بقول مصنف "مین نے اس مختصر رسالہ مین حتی الامکان کوشش کی ہے کہ عربی کے ابتدائی اسباق ایک ایسی صورت سے مرتب کرون جن مین عربیت و ترجمہ، صرف و نحو تینون کی یکجائی تعلیم ہو اور وہ بھی بہ تسہیل و تمرین" اپنے اس دعوٰی کو سچا کرنے کی مصنف موصوف نے ایک بڑی حد تک کوشش کی ہے، الفاظ کے اعتبار سے اہم فعل

وحرف تینون کافی تعداد مین موجود ہین، نحو مضاف و مضاف الیہ اور ترکیب توصیفی کی مشق کرائی گئی ہے صرفاً اس رسالہ کو صرف ثلاثی مجرد کے ابواب تک محدود رکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی فعل فاعل مفعول، سالم سیم فاعلہ، مفعول بہ، مبتدا، اور خبر تک کے اسباق ہین، چونکہ مصنف ایک مدرس عربی ہین اور انھون نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے تجربے اور موجودہ طلبار کی ضروریات کے مفصل علم کے بعد لکھا ہے اس لیے ہم کو امید رکھنی چاہئے کہ انکی محنت رائگان نہ جائیگی، اور اسکولون، اور مدرسون کے طلبار اس سے مستفید ہوسکین گے، کتاب چھوٹی تقطیع کے ۷۰ صفحات کی ہے، لکھائی اور چھپائی بھی خاصی ہے، قیمت درج نہین، اور مولوی عبدالہادی خانصاحب شاہجہان پوری، مدرسہ امینیہ، کشمیری دروازہ دہلی سے دستیاب ہوسکتی ہے،

حسین بیتی اردو صحائف اور صوفیانہ حکایات کے دیکھنے والے اصحاب حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے نام سے ضرور آشنا ہونگے، مذکورۂ بالا نام کی مثنوی آپ کے دہ روزہ افکار کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب مین شہادت حسینؓ کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے، عقیدت نے تاریخی واقعات پر خوش اعتقادی کا روغن مل دیا ہے، کتاب کا نام جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کی صحبت کا نتیجہ ہے، تاہم واقعات نہایت ہی سادہ سلیس اور اثر کن طریقے سے بیان کیے گیے ہین اور اب تک واقعات شہادت کے متعلق جو مثنویان پاکتابین لکھی گئی ہین ان سے ممتاز ہے، کتاب کو خود امام علیہ السلام کے نام سے معنون کیا گیا ہے، اگر اس کتاب کو ہم ساقی نامہ کہین تو بہتر ہے، ابتدا مین جناب ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ، وخطیب کا مقدمہ اور خود حضرت فراق کے صاحبزادے حکیم ناصر خلیق صاحب کا دیباچہ ہے جناب فراق خاندانی شاعر، جانشین درد رہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ذوق سلیم اور درد مند دل رکھتے ہین اس لیے اسلامی دنیا کی سب سے بڑی بیتا کو اس طرح ادا کیا ہے کہ انسان متاثر ہوئے بغیر نہین رہ سکتا، یہ ساقی نامہ ۴۸ صفحات کا ہے، قیمت علاوہ محصول ۸ر، منیجر خطیب پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی سے طلب کیجئے،

مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱ — ۱۲ ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری، ۱۲ ر

دروس الادب، عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم ۲ ر

دوسری ریڈر طبع دوم، ۴ ر

رسالہ اہل سنت والجماعت، فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق، (زیر طبع) ۸ ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانح عمری اور موطا کی تبصرہ

خلافت و ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک مسلمانان ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے اوس کا ثبوت، ۸ ر

دنیائے اسلام و خلافت، موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لیے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، ۶ ر

خلافت عثمانیہ و دنیائے اسلام اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا خدمتیں انجام دی ہیں، ۸ ر

جہاد و خواتین اسلام، مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، ۴ ر

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہ کرام کے عقائد، عبادات اخلاق و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرن اول کے اسلام کا عملی خاکہ، اس کا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۵۰۰ صفحے

اسوۂ صحابہ جلد دوم، صحابہ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل صفحات ۵۰۰ قیمت

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت ۱۲ ر

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع، قیمت

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اوس کے فلسفہ کی تشریح مجلد غیر مجلد

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح و بامحاورہ ترجمہ جس میں علم انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے، مجلد ۱۲ ر

مولوی عبد الماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت، شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی،

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح ۱۲ ر

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جس میں فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے ساتھ یورپ کے تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے، قیمت جلد اول ۲، جلد دوم ۱۲

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے قیمت باختلاف کاغذ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی، (عربی) معتزلی کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں عمدہ ٹائپ میں چھپی ہے، قیمت ۸

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات

رجسٹرڈ نمبر اے ۴۸۱

معارف

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

قیمت: پانچروپیہ سالانہ مع محصول

مطبع معارف میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

کتبخانہ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ ہے للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول قیمت باختلاف کاغذ عہ ، معہ

ایضاً حصہ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ (زیر طبع)

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت — تے

المامون، خلیفہ مامون رشید کے عہد سلطنت کے حالات — عہ

الغزالی، امام غزالی کی سوانح عمری اور انکا فلسفہ — عا

سیرۃ النعمان، امام ابوحنیفہ کی سوانح عمری اور انکے اجتہادی مسائل — عہ

سوانح مولانا روم مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری، مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ — عہ

مقالات شبلی مولانا کے ۱۳ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ — مہ

رسائل شبلی - مولانا کے ۱۱ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ — عہ

سوانح خسرو - خسرو کے حالات زندگی اور انکی شاعری پر ریویو

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کی آغاز سے نظامی کا دور — ہے

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور — عا

ایضاً حصہ سوم۔ شعرائے متاخرین کا دور — عا

ایضاً حصہ چہارم۔ فارسی شاعری پر ریویو — ہے

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اور اخلاقی شاعری پر تبصرہ — عا

الانتقاد علی التمدن الاسلامی جرجی زیدان کے مشہور تاریخی ناول پر عربی میں تنقید — مہ

موازنہ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری پر ریویو — ہے

سفرنامہ روم و مصر و شام مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور اون کے جوابات — عہ ، ۱۲

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اسکی ابتدا سے [illegible] متکلمین کے نظریات و مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس عا

الکلام - مولانا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے طبع سوم مطبوعہ معارف زیر طبع

قصیدہ امرتسر، امرتسر کے اجلاس ندوۃ العلماء میں مولانا نے جو فارسی قصیدہ پڑھا تھا طبع رنگین اعلیٰ مطبع مجیدی کانپور — ۲

مجموعہ کلام شبلی، اردو — ۱۲

مثنوی صبح امید — ۳

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستہ گل، بوئے گل، برگ گل کے نام سے چھپے تھے اس میں سب یکجا کر دیے گئے ہیں، ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے قیمت عا

مولانا حمید الدین صاحب بی اے

تفسیر سورہ تحریم، جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر — ۳

تفسیر سورہ والتین " " " — ۴

تفسیر سورہ والکوثر " " " — ۶

تفسیر سورہ عبس " " " — ۴

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح، عربی میں حضرت اسمعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ — ۱۰

اسباق النحو حصہ اول و دوم سہل طرز پر عربی گرامر — ۱۱

دیوان حمید، مولانا کا فارسی دیوان مع تصویر — ۱۲

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں [illegible] کا ترجمہ

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور

مجلد دوازدہم	ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ع	عدد ششم

مضامین

شذرات

مسلمانان ہند کی مشہور تعلیمی کانفرنس (آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس) کا سالانہ اجلاس، امسال بھی حسب دستور دسمبر کی آخری تاریخون مین بمقام علی گڈھ منعقد ہوگا، ہم نہین جانتے کہ صدارت کا انتخاب ہوچکا ہی یا نہین، مگر ہمارے خیال مین وقت کے لحاظ سے مناسب تر انتخاب صاحبزادہ آفتاب احمد خان کا ہی، وہ مدت تک علم و ترقی کے مرکز مین رہکر آئے ہین، وہ بہت سی نئی باتین قوم کو بتا سکتے ہین،

اب جب قوم کا مطمح نظر بدل چکا ہی، خیالات مین انقلاب، مقاصد مین تغیر اور حالات مین تبدیلی نمایان ہی، توضرورت ہی کہ ہماری پرانی قومی مجلسون کے اون مطالبات مین بھی انقلاب، تغیر اور تبدیلی ظاہر ہو، بہت سی باتین آج سے ۳۰ یا ۴۰ برس پیشتر ضروری تھین، وہ اب بیسود ہوگئی ہین، اور بہت سی باتین جو پہلے بیسود معلوم ہوتی تھین ضروری ہوگئی ہین، بہت سی چیزین جو پہلے ناممکن تھین، ممکن ہوگئی ہین، اور بہت سے ممکنات نے اب ناممکن کی صورت اختیار کرلی ہی، اسلئے اوسی دلیل کی بنا پر جو اس تعلیمی مجلس کی سب سے پسندیدہ دلیل تھی کہ ع

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

اوس مین زمانہ کے مطابق تغیر اور تبدیلی کی حاجت ہی،

ہمارا یہی خیال **ندوۃ العلما** ء کے متعلق بھی ہی کہ اب جب علماء کے حالات مین تغیر ہوگیا ہے، جمعیۃ العلماء قایم ہوچکی ہی، بلاد اسلامیہ سے تعلق ممکن ہوگیا ہی، اشاعت اسلام کی انجمنین کام کررہی ہین، مدارس نئے اصول پر چلائے جارہے ہین، ضرورت ہی کہ ایک دفعہ بیٹھکر روشن خیال اور روشن ضمیر علماء

اوس کے بنیادی مقاصد پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں، اور اس کے لیئے اوس کے ایک سالانہ اجلاس کی حاجت ہے، لیکن کہاں ؟
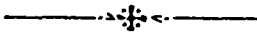
تعلیمی کانفرنس کا جو نظام اجلاس اِس دفعہ شائع ہوا ہے، اوس کو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ اوس کے کارکن بھی اِس نکتہ کو سمجھ گئے ہیں، لیکن یہ تغیر اس طرح کیا جانا شاید اون کو منظورِ خاطر ہے کہ تعلیمی مجلس کو علمی مجلس کی حیثیت میں تبدیل کر دیا جائے، چنانچہ اجلاس آئندہ کے مطبوعہ نظامنامہ میں زیادہ تر علمی تقریروں اور خطبوں کی کثرت نظر آتی ہے اور اس کے بعد کچھ جدید تعلیمی آلات کی "**نمایش**" کو جگہ دی گئی ہے، تعلیمی نمایش تو اس نمایش گاہ میں ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے، ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کانفرنس کی کوشش سے کتنے اِسکول کھلے، کتنے مدرسے قایم ہوئے، کتنے طلبہ نے وظیفہ پائے، کِن کِن تاریک مقامات میں کانفرنس کے سفرا نے "ٹکٹ کے فروخت" کے علاوہ، تعلیم کی روشنی پھیلائی، اور مسلمانوں کو اِدھر رغبت دلائی، یہ الفاظ دردمندی سے نکلے ہیں طعن وطنز اور اعتراض وجواب مقصود ان کا نہیں

علمی حیثیت سے کانفرنس کا یہ اجلاس بشرطیکہ مردہ اور فرسودہ "تجاویز" اور "ریزولیوشنز" کو حسبِ معمول اِمسال کانفرنس میں اول جگہ نہ دی گئی، تو یقیناً نہایت دلچسپ اور مفید ہوگا، اور ہماری زبان اور ملک میں معلومات کا عمدہ ذخیرہ مہیا کرے گا، علم دوست اصحاب سے قدردانی اور قدر افزائی کی اُمید ہے، لیکن کیا کانفرنس کے لیئے یہ سوچنے کی بات نہیں کہ اوس کے اجلاس کا زمانہ اب بدل جانا چاہیئے آخر مسلمانوں کو کانگریس سے روکنے کے لیئے اِس کو اسی زمانہ میں منعقد کرنے کی پالیسی پر کب تک عمل ہوتا رہیگا ؟

خوشی ہے کہ یورپ کی دوربین میں ممالک اسلامیہ کے جس خوش آیند منظر کا مشاہدہ کیا تھا معارف کے

ناظرین کو دو برس پہلے "دنیائے اسلام کے انقلاب" کی جو خبر واقعات کی روشنی مین دی تھی، ہر روز وہ منظر زیادہ نمایان اور وہ خبر زیادہ مصدق ہوتی جاتی ہی تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ خدا فرماتا ہی کہ زمانہ کو ہم لوگون کے درمیان اُلٹتے پلٹتے رہتے ہین،

بحرین مین ایک قومی اجتماع ہوا، ایک عربی، فارسی، انگریزی کی تعلیم کا مدرسہ وہان قایم ہی، اوسکو ترقی دی گئی، ہانگ کانگ (چین) مین "نوجوان مسلمانون کی مجلس" (ینگ مینس اسلامک سوسائٹی) تبلیغ اسلام اور ترغیب علم کے لیے بنی ہی، اوس کا ایک کتبخانہ قایم ہوا ہی، **سنگاپور** مین انجمن اسلام کا علمی تعلیمی اور تبلیغی مقاصد سے قیام ہوا ہی، اوسکا ایک ماہوار انگریزی تبلیغی رسالہ ہی، وہان کے عربون نے اپنے بچون کے لیے بطرز جدید "اسکول" (!) عرب اسکول" قایم کیا ہی، اور اوس کو ترقی دے رہے ہین، **بغداد** مین جدید علوم کی ایک نئی درسگاہ قایم ہوئی ہی، **انگورہ** کی ہیئت علمیہ اسلامیہ کا حال آپ کو معلوم ہوچکا ہی،

شام مین فرانسیسی قوت وطاقت کی مزاحمت کے باوجود علمی رونق پیدا ہی، مجمع علمی عربی (عرب ایکاڈمی) کے علمی مباحث، خطبات، اور تحقیقات، نوجوان عربون کے خیالات کو وسیع کر رہی ہی، اوس کی زنانہ اور مردانہ مجلسون مین ہر ایک ضرورت کے مطابق مفید تقریرون کا سلسلہ جاری ہی، ابھی **شیخ محمد کرد علی** وزیر تعلیمات، شام کا ایک بشارت نامہ موصول ہوا ہی کہ دمشق مین جو شام کا کسی قدر وسیع الاختیار حصہ ہی، مختلف درسگاہون کو ملاکر ایک جامعۂ عربیہ (عربک یونیورسٹی) قایم کی گئی ہی،

شیخ موصوف کے والانامہ کا حسب ذیل اقتباس ناظرین کے لیے مسرت انگیز ہوگا،

"آپکا خط مجمع علمی عربی کے جلسہ مین پڑھکر سنایا گیا، ارکان نے دار المصنفین ہند کے ساتھ مجمع کے

علمی روابط کو خوشی کے ساتھ پسند کیا........ خلفائے اموی کے اس پایۂ تخت (دمشق) مین جس اسلامی مدرسہ کے قیام کی خبر آپ کو معلوم ہوئی ہی، اور جس کی نسبت آپ نے دریافت کیا ہے، وہ ابھی تک تاسیس اور تعمیر کی حالت مین ہی، جب اوس کا افتتاح ہو جائیگا تو مین آپ کو اوس کی خوشخبری سناؤنگا "

"بالفعل مین آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہون کہ دمشق مین ایک جامعہ عربیہ جس مین ایک طبی کالج، ایک قانون کا مدرسہ اور ایک علمی تحقیقات کی درسگاہ شامل ہی، اور اب آجکل علوم ادبیہ کی شاخ کھل رہی ہی، ان تمام درسگاہون مین تمام علوم عالیہ عربی زبان مین پڑھائے جاتے ہین، جس کی دنیا مین کوئی نظیر نہین، اِلّا یہ کہ مصر مین **جامعۂ مصریہ** اسی اصول پر ہی، لیکن وہ ابتدائی حالت مین ہے جس مین بہت سے شعبون کی ابھی کمی ہی، جس طرح ہمارے جامعہ مین علوم و فنون (سائینس اینڈ آرٹس) کی کمی ہی، اور نیز الٰہیات کا شعبہ بھی اوس حیثیت مین نہین ہی، جس کی آج مصلحین اسلام ضرورت سمجھتے ہین"

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا، کہ امریکہ مین مسلمانون کی تعداد ایک معقول حد تک ترقی کر گئی ہی، کل ولایات متحدہ مین مسلمانون کی تعداد پچاس ہزار ہی، جن مین زیادہ تر مسلمان شامی عرب اور ترک ہین، جو اپنے اپنے وطنون کو چھوڑ کر آباد ہوئے ہین، جن مین سے چار ہزار کے قریب ڈیٹرائٹ Detroit مین رہتے ہین، وہان انھون نے ایک عظیم الشان مسجد بھی بنائی ہی، معلوم ہوا ہی کہ چکاگو کے مسلمان، واشنگٹن مین تبلیغ اسلام کا ایک دفتر کھولنا چاہتے ہین، اور اون کو ان مقامات مین کامیابی کی اُمید ہی، امریکہ مین حبشیون کی بڑی تعداد آباد ہی، جس کو سپید رنگ کے انسان مسیحی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، اور وہ بڑی مظلومیت اور دکھ مین ہین لیکن اب اونھین معلوم ہوا ہی کہ صلح جو، امن پسند مسیح کے پیرو کارون کے مظالم سے صرف ایک اسلام نجات دے سکتا ہی، اسلیئے اِس جائے پناہ کی طرف اون کو توجہ ہو چلی ہی،

نیویارک سے "نیگرو ورلڈ" (حبشی دنیا) سیاہ فام انسانون کا ایک اخبار نکلتا ہی، جریدۂ مذکور مین مسٹر جے اے، او میلے A. O. Mally کا "اسلام اور رنگ کا سوال" ایک مضمون نکلا ہے، جس مین واقعات سے یہ ثابت کیا گیا کہ اسلام رنگ کے سوال سے مبرا ہے، اور افریقی آبادی کے لیئے، صرف وہی ایک مستحکم قلعہ ہی جو یورپین مسیحی حملہ آورون سے اون کو بچا سکتا ہی، اور ایک زبان عربی، ایک خدا اور ایک قرآن دیگر تمام سیاہ فام انسانون کو متحد قوم بنا سکتا ہی، اور عربی اب بھی لاکھون افریقیون کی زبان ہی،

مضمون نگار کہتا ہی:۔

"افریقی آہستگی سے لیکن یقین کیساتھ یہ سمجھنے لگے ہین کہ وہ صلیب کے زیر سایہ ہرگز سے زیادہ ہلال کے زیر سایہ رہکر اپنی بلند حوصلگی کے مقصد مین کامیاب ہوسکتے ہین، خود برطانوی حکام اسکا اعتراف کرتے ہین کہ مسلمان افریقی ذہانت اور اخلاق مین عیسائی افریقی سے علانیہ ممتاز ہوتا ہی، اسلام اپنے پیروکارون کو بہادری، ذاتی حرمت، فیاضی اور بلند حوصلگی سکھاتا ہی، محمد صلعم کا حلقہ بگوش ہمیشہ اپنے مقدس حق اور عزت کی حفاظت کی خاطر تیغ بکف رہتا ہی، ابھی چند برسون کے اندر ۵ کرور ۳۰ لاکھ باشندگان افریقہ مسلمان ہوچکے ہین، جنوبی نیاسالینڈ مین جہان ۱۸۹۰ء تک محمد کا ماننے والا ایک بھی نہ تھا، وہان اب تمام اب تمام ملک مین مسجدین نظر آتی ہین، وربان اور کیپ کے درمیانی علاقہ مین دس لاکھ باشندے پچھلے سال مسلمان ہوئے ہین،

ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل علماء مین مولوی شاہ زین العابدین ندوی، ایک صاحب ہین جنھون نے تعلیم کی تکمیل کے بعد ہی سے اپنے کو دعوت و تبلیغ کے کامون کے لیئے اپنے کو پیش کیا تھا، اور خود اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے امریکہ کا سفر کیا اور اب وہ وہان چند سال سے مقیم ہین، کل اونکا ایک خط امریکہ سے

ملا، جس مین یہ پڑھکر بڑی مسرت ہوئی، کہ ہماری برادری کا ایک عالم ندوہ کے خواب کی تعبیر پوری کررہا ہی،

ندوہ نے ایک درجن سے زیادہ ایسے عالم پیدا کئے ہین، جو مذہبی علوم کے ساتھ انگریزی کے گریجویٹ ہین،

یا انگریزی کی خاصی قابلیت رکھتے ہین، مگر چونکہ قوم نے ایسے اشخاص کی کھپت کے لئے کوئی جگہ اب تک

نہین بنائی ہے، اسلئے وہ زیادہ تر اسکولون اور کالجون مین معلم و استاذ ہین، شاہ صاحب کی ہمت سے

ہمارے انگریزی دان برادران ندوہ کو ذاتی جرأت کا سبق حاصل کرنا چاہئے، کہ وہ خود اپنے معیار کے

مطابق قوم مین اپنے لئے کام پیدا کرین اور اعتبار حاصل کرین،

شاہ صاحب کے طویل مضمون کا خلاصہ حسب ذیل ہی،

"ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا، کیوبا وغیرہ کے مختلف حصون کی سیاحت کی، تاکہ اسلامی نوآبادی

کی حالت دیکھون، اور اسلام کے بیج بونے کی صورت پیدا کرون، مسلمانون کی کم و بیش ہر شہر مین

آبادی ہی، مگر بری حالت مین ہین، مذہبی احساس مفقود ہی، البتہ قومی احساس پیدا ہی، جس مین

ذرا بھی ٹھیس لگتی ہی تو ابھر آتے ہین، اسلام کے خلاف یہان بھی پروپگنڈا جاری ہی، تاہم یہان اسلام

کے مداح زیادہ نظر آتے ہین،

چند ماہ سے یہان (شہر ہیچ) مین ہون، سارے امریکہ مین یہی ایک شہر ہی، جہان چند ہزار مسلمان

رہتے ہین، اور سب نوآباد ہین، مین نے اپنی حیثیت کے مطابق یہین کام شروع کیا ہی کہ وہ متحد ہون

اور ان مین مذہبی جذبات پیدا ہون، انجمن المعینؓ کے نام سے ایک مجلس قایم کی ہی، جس کا

مقصد مسلمانون کی باہمی امداد، اور ہر موقع پر اسلام کی خوبیون کو نمایان کرنا ہے، اس کا کوئی چندہ

نہین، تجارت سے اسکا سرمایہ بڑھایا جائیگا، اس کے ماتحت ایک اسکول بھی ہی، جس مین انگریزی

ؓ معارف۔ اس نام کی دار العلوم ندوہ مین طلبہ کی انجمن ہی،

حساب وکتاب اور اصول اسلام کی تعلیم رات کو دیجاتی ہے،

یہ انجمن اسلامی ممالک کے ساتھ شادی وغم کی تقریبون مین بھی شرکت کرکے بقیہ پرانی دنیا کے مسلمانون کے ساتھ سلسلۂ اخوت وبرادری کو قایم رکھنا چاہتی ہے چنانچہ جب ڈاکٹر ابراہیم فوادبے، ناظم دار الیتامی حربیہ انگورہ وہان گئے تھے، تو بڑے جوش سے اونکا استقبال کیا گیا، ۳۰۰ موٹرین اون کے جلوس مین تھین، ہر جگہ ہلال احمر کا جھنڈا لہرا رہا تھا، ایک عظیم الشان ہال جلسہ کے لیے کرایہ پر لیا گیا تھا، سولہ ہزار ڈالر نقد جمع کرکے دیئے گئے، اسی طرح جب مصری وفد یہان آیا، تو اوسکو بھی چائے کی دعوت دی گئی، سب سے تازہ موقع اس انجمن کے اجتماع کا مولانا **عبدالحی** مرحوم ناظم ندوہ کی خبر وفات کے موقع پر ہوا، ارکان نے مرحوم کی غیر متوقع وفات پر رنج وانسوس کا اظہار کیا،

رسالہ اردو (اورنگ آباد دکن) مین ایک صاحب شعر العجم پر مسلسل تنقید لکھ رہے ہین، اس تنقید کی آخری قسط اکتوبر کی اشاعت مین شایع ہوئی ہے، اغلاط کا بیشتر حصہ نامون اور سنون کے الٹ پھیر اور اختلافات پر مبنی ہے، اس آخری قسط کے آخر مین شعر العجم مین عمر خیام کے متعلق جو کچھ ہے اس پر تنقید نقل کیگئی ہے مضمون نگار صاحب نے اس تنقید کی تحریر کی نسبت ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا، پروفیسر ادبیات فارسی اورینٹل کالج لاہور شاگرد پروفیسر براون کی طرف کی ہے، مرحوم مصنف نے تو سینکڑون برس کے مردہ اشخاص کے نامون مین غلطیان کی ہین مگر ہمارے زندہ تنقید نگار کی صحیح البیانی یہ ہے کہ وہ زندہ اور معاصر اشخاص کے نامون مین بھی التباس اور تشابہ سے محفوظ نہین، پھر مردون کی داد وفریاد کون سنتا ہے، ڈاکٹر سر شیخ محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی بیرسٹرایٹ لا (مشہور شاعر) اور ڈاکٹر محمد اقبال ایم اے پی ایچ ڈی (ماہر ادبیات ایران) شاگرد پروفیسر براون، پروفیسر اورینٹل کالج لاہور دو مستقل ہستیون کے علیحدہ علیحدہ نام ہین، حضرت مسیح نے سچ کہا ہے، تم کو دوسرون کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہین آتا،

یک زندہ دل نہ رفت سلامت ز عیب جو   کاین ماجرا بہ خضر علیہ السّلام رفت

مقالات

ارضِ حرم
اور
اُس کی مذہبی حیثیت

سرزمین حرم صرف عبادت گذارون کا مسکن ہو | **ارض حرم**، کی نسبت گذشتہ مباحث مین جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ حقیقت عیان ہو کہ وہ اسلام کا دینی اور مذہبی مرکز ہے، اوس کا گوشہ گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانون کا مشہد ہے، ارض حرم جس دن ارض حرم بنی، اسی دن اوسکی یہ خصوصیت عیان کردیگئی ہے، کہ وہ صرف رکوع اور سجود کا آستانہ اور اعتکاف و طواف کا مقام ہے، اور انھین بندگان حق کا مسکن ہو جنکی زندگیان راہِ خدا پرستی مین وقف ہوچکی ہین، اور جو حیات ابدی کے طالب اور جویان ہین، خانۂ حرم کے معمارون کو جب وہ اوسکی تعمیر سے فارغ ہوچکے اس کے مالک کا حکم پہنچا۔

اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

تم دونون میرے گھر کو طواف کرنے والون، اعتکاف کرنیوالون رکوع اور سجود کرنے والون کے لیے پاک کرو،

معلوم ہوا کہ ارض حرم کی تعمیر کا خاص مقصد یہ ہے کہ توحید کے پرستارون کا یہ وہ مقام ہو، جہان خدائے واحد کی پرستش کے سوا کوئی عمل مطلوب نہ ہو، اس کے سوا دنیا کے اور جتنے کام ہین وہ اوسکی پاکی اور طہارت کے منافی ہین، اوسکی طہارت اور پاکی، اوسکی عظمت اور تقدس صرف اسی مین ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کا مرکز، توحید پرستی کا معبد، رکوع اور سجود کی چوکھٹ، اور اعتکاف و طواف کی خانقاہ ہو،

حضرت ابراہیم نے خدا کے نام پر جب اس گھر کو بنایا، اور اوسکی پاسبانی کیلئے اپنی سب سے پیاری اور عزیز اولاد حضرت اسمٰعیل کو قربان کیا، تو ساتھ ہی مقصد الٰہی کے مطابق اپنی غرض بھی ظاہر کردی،

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا	اور جب ابراہیم نے کہا میرے پروردگار! اس شہر کو امن دینے
وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ رَبِّ	والا بنا، اور مجھکو اور میری نسل کو اس سے بچا کہ ہم بتون کو پوجین
اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ	میرے پروردگار! ان بتون نے بہت سے لوگون کو گمراہ کیا ہے،
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	تو جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے ہے، اور جو میری نافرمانی کرے
رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ	تو تو بخشنے والا مہربان ہے، ہمارے پروردگار! مین نے اپنی اولاد مین سے
زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ،	بعض کو تیرے مقدس گھر کے پاس بن کھیتی کے میدان مین بسا
(ابراہیم ۶)	لاکر بسایا ہے، ہمارے پروردگار! تاکہ وہ نماز کھڑی کیا کرین (یعنی تیری

اس شہر کے سب سے پہلے آباد کار نے یہ ظاہر کردیا کہ اوسکی بنا، صرف توحید پرستی کے لیے ہے، یہ باطل پرستیون کا کبھی گہوارہ نہ بنے، اس مقدس گھر کے سایہ مین جو بھی کبھی آباد ہون اونکی سکونت کی غرض صرف یہی ہونی چاہیے کہ وہ اقامت صلوٰۃ یعنی عبادتِ الٰہی کے لیے اپنی حیات کو قربان کرتے ہین، وہ ناپاک سازشون، اور چالبازیون، دنیاوی سیاستون اور ملعون ہوسناکیون، تخت و تاج اور باج و خراج، فوج و عسکر اور تیغ و خنجر کی جگہ نہین، وہ صرف ایک ہی کی بادشاہی کا دار السلطنت اور ایک ہی سپہ سالار کا لشکرگاہ ہے، وہان کا تاجدار صرف خدائے قدوس ہے، اور وہان کا سر براہ صرف ربِّ دوعالم ہے، وہ انسانی بادشاہون اور خونریزیون کی سرزمین نہین، وہ قدوسیون کا مسکن، حق جویون کا مامن اور سچے فرزندانِ ابراہیم کا وطن ہے،

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابراہیم کے اصلی جانشین وہ نہین ہین جو صرف صلبی اور نسبی حیثیت سے ابراہیم کی جسمانی اولاد ہین، بلکہ وہ ہین جو ابراہیم کی پیروی اور اطاعت کرکے اونکی معنوی اور روحانی اولاد ہونے کا درجہ حاصل کرچکے ہین، حضرت ابراہیم نے صاف کہدیا،

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ (ابراہیم) جو میری پیروی کرے وہی مجھ سے ہے،

وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے، پس ابراہیم کی اولاد جسکو اس ارض حرم مین اوسکی جانشینی کا حق حاصل ہے وہی ہے جو یہان کی سکونت کے لیے ابراہیم کی اطاعت اور پیروی کی مالکانہ سند اپنے پاس رکھتی ہے، اسی بنا پر یہ سرزمین نہ کسی نسل خاص کی ملکیت ہے نہ کسی قوم واحد کی مملوکہ ہے، نہ کسی خاندان خاص کی جائداد ہے، بلکہ یہ ان تمام انسانوں کی ملکیت اور جائداد ہے جو بت شکن ابراہیم کی پیرو اور مطیع ہے، وہ لوگ جو پشتہا پشت اور صدیون سے اس مین مستقل سکونت رکھتے ہون، اونکا اس سرزمین پر استحقاق ایک ذرہ ان سے زیادہ نہین جنھون نے ابھی ابھی اوس کے حدود مین قدم رکھا ہے، بلکہ وہ جو ۱۳ صدیون سے نسلاً بعد نسل توحید کے پرستار چلے آتے ہین، اونکا حق بھی اُس ذلیل ترین ہستی کے حق سے سرمو زیادہ نہین جس کی زبان ابھی چند لمحے گذرے کہ کلمۂ توحید سے مشرف ہوئی ہے، غرض عرب عجم، ترکی و تاتاری، بنی ہاشم اور بنی اُمیہ، بنی فاطمہ، اور آل معاذ، مکی اور آفاقی، اس کے حقوق مین سب یکسان مساوی اور برابر ہین،

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ۔۔۔ کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

اس گھر اور اس سرزمین کے مالک نے اسکی آبادی اور سکونت کے استحقاق کے لیے صرف ایک ہی حق کو تسلیم کیا ہے، اور وہ ابراہیم کی اطاعت کیشی اور پیروی ہے، جو اس سند سے سرفراز ہے وہ اوسکی تولیت کا حقدار ہے، اور جو اس سے محروم ہے وہ اس کے حق سے بھی محروم ہے،

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔۔۔ بیشک وہ جو کافر ہین اور جو راہ الٰہی سے اور اوس مسجد حرم سے

وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۔۔۔ روکتے ہین جسکو ہم نے تمام انسانون کے لیے بنایا ہے اور جس مین

اِلْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ (حج) ۔۔۔ وہان کے رہنے والے اور باہر کے دونون کے حق برابر ہین،

اس اعلان الٰہی کے بعد کون ہے جو سرزمین حرم کی تولیت کا اس لیے مدعی ہو کہ وہ عرب ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ ہاشمی ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ آل اشراف سے ہے، اس لیے مدعی ہو کہ وہ صدیون سے وہان سکونت پذیر ہے، اس لیے مدعی ہو کہ سالہاسال سے اس کا خاندان وہان حکمران ہے، اور کون ہے جو وہان سے باہر دوسرے ملکون کے

رہنے والے مسلمانون کے حق کو اس دلیل سے رد کردے کہ وہ عرب کی قوم نہین، وہ سادات اور شرفاء کے خاندان سے نہین، وہ اس ملک کے باشندے نہین، اس سرزمین کا مالک صرف ایک ہے اور وہ خدا، اور اس کے تمام پرستاران حق اور کلمہ گو اس سرزمین کے حال و مستقبل کے حقوق مین یکسان اور مساوی ہین، وہ آل ابراہیم کی اس تمام نسل کا مسکن اور وطن ہے جو آج دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ مین پھیلی اور بکھری ہے اسی بنا پر شریعت اسلام نے اس شہر کی پوری زمین کو وقف قرار دیا ہے نہ اوس کا کوئی حصہ کسی کی ذاتی ملکیت ہے، نہ وہ فروخت ہو سکتی ہے، نہ وہان کرایہ پر کوئی مکان چلایا جا سکتا ہے، الغرض وہان شخصی تصرفات کے جو نشانات ہین، وہ شریعت محمدیہ کے رو سے جائز اور روا ہین۔

وہ دار الامن ہے، آدم کی اولاد فرشتون کے طعنون کے باوجود، اپنی سفاکیون اور خونریزیون سے خدا کی زمین کو نجس و ناپاک کرتی رہتی ہے، خدا نے سطح ارضی کے ایک گوشہ کو اپنا نشیمن بنایا اور اوسکو اپنا گھر کہکر پکارا، کہ وہ اس خون سے لتھڑی ہوئی دنیا کا ایک ایسا ٹکڑا ہو جو انسانی ظلم و ستم سے معصوم، اور سفاکانہ خونریزیون سے پاک ہو، جہان انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اس کے دامن عصمت کا داغ ہو، سطح ارضی کا یہ گوشہ سرزمین حرم ہے، جہان مجرم سے مجرم انسان کا بھی خون گرانا ممنوع، جہان حلال سے حلال جانور کا شکار بھی گناہ، جہان شاخون اور درختون کا کاٹنا بھی حرام، اور جہان سبزہ اور روئیدگی کو چھیلنا بھی جرم ہے، وہ صرف امن و امان کا وطن، اور سکون و سلام کا مسکن ہے، ہر ذی روح اور غیر ذی روح اس کے سایہ مین مامون اور معصوم ہے، حضرت ابراہیم نے دعا کی،

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (بقرہ) میرے پروردگار اس شہر کو امن دینے والا بنا،

لبون کی جنبش سے پہلے یہ دعا بارگاہ الٰہی مین قبول و استجابت سے مشرف ہو چکی تھی، کہ دم تکوین اس کے ناصیۂ تقدیر مین یہ شرف مقدر ہو چکا تھا،

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (بقرہ) اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگون کا مرجع اور امن بنایا،

خدائے عزیز نے اس شہر کے امن و امان کی قسم کھائی،

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (تین) قسم ہے انجیر اور زیتون کی، اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی،

قریش پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا،

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ (قریش)

تو چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کو پوجیں جس نے اونکو (اس خشک و بنجر زمین) بھوک سے بچا کر کھانا دیا، اور خوف سے محفوظ رکھکر اونکو امن بخشا،

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (عنکبوت)

کیا وہ یہ نہین دیکھتے کہ ہم نے امن و الا حرم بنایا، حالانکہ اس کے آس پاس کی بدامنی کا یہ حال ہے کہ لوگ اچک لیے جاتے ہین،

اس کے دارالامن بنانے کے لیے بارگاہ شہنشاہی سے یہ منشور خاص جاری ہوا،

وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا

جس نے اس کے اندر قدم رکھدیا وہ مامون ہو گیا،

اس نکتہ کو غور کرو کہ مدینہ آنیکے چند سال بعد ہی اسلام اسقدر طاقتور ہو گیا تھا کہ وہ جب چاہتا تلوارون کے سایہ مین ارض حرم مین داخل ہو جاتا، مہاجرین کے قلوب اپنے وطن کے دیدار کیلئے بیقرار تھے، انصار کی تلوارین ساکنان حرم (قریش) سے انتقام کیلئے بیتاب تھین، عام مسلمان مسجد ابراہیمی کے شوق زیارت کے لیے بیچین تھے، لیکن ان حالات کے باوجود آنحضرت صلعم کی نگاہ پاک مین ان سب بالاتر ایک حقیقت تھی، اور وہ یہ کہ وہ دارالامن ہی، تلوارون کی دھارون نیزون کی انیون اور تیرون کے پیکانون سے اس سرزمین کے جسم اقدس کو مجروح نہین کیا جاسکتا، وہ قتل و غنیمت اور خونریزی سے گو وہ حق کیلئے ہو مغلوب نہین کیا جاسکتا، وہ امن و صلح کا گھر ہے اور وہ صرف امن و صلح ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے، آپ پرجوش مسلمانون کے جذبات کے خلاف حدیبیہ مین صلح فرماتے ہین، اور فوجون کی فاتح تلوارونکو اس کے حدود کے اندر فاتحانہ داخلہ کی اجازت نہین دیتے، اور فرماتے ہین قریش جو بات بھی ایسی پیش کرینگے جس مین خانۂ الٰہی کی حرمت ہوگی مین اوسکو قبول کرونگا، دوسرے سال سینکڑون مسلمانون کے جلو مین اس طرح ادائے عمرہ کے لیے مکہ مین داخل ہوتے ہین کہ انسانی قتل و خونریزی کے تمام اوزار مکہ سے باہر چھوڑ دئے جاتے ہین، ۸ھ مین جب مکہ فتح ہوتا ہے، دس ہزار مجاہدین کے دستے قدسیون کے پیکرین قسم قسم کے بیرقون اور نشانون کے سایہ مین قدم بقدم شہر سے قریب ہوتے جاتے ہین، انصار کی تلوارین انتقام کے جوش مین بار بار نیام سے باہر ہو رہی ہین، ان کے علمبردار عبادہ کی زبان پر یہ ترانہ ہے،

الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة آج گھمسان لڑائی کا دن ہی آج کعبہ خونریزی کے لیے حلال کیا جائیگا'

حضور کے سمع اقدس تک یہ آواز پہنچتی ہی حکم ہوتا ہی کہ عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت کا دن ہی، اور اس قصور مین فوج کا علم عبادہ سے لیکر انکے بیٹے کو دیدیا، آگے بڑھے تو آنحضرت صلعم کی نگاہ مبارک مین تلوارونکی چمک نمایان ہوئی معلوم ہوا کہ سیف اللہ خالد کی تلوار نیام سے نکل آئی ہو انسے باز پرس کیگئی تو ظاہر ہوا کہ قریش کے ایک دستہ نے تیرونکی بارش سی دو مسلمانون کو جام شہادت پلادیا، آپنے سنکر فرمایا کہ "قضائے الٰہی یہی تھی" بعض شدید مجرمون نے حرم کی سرزمین مین جاکر پناہ لی، حکم ہوا کہ وہ جہان بھی ہون قتل کیے جائین یہی وہ ساعت تھی جس مین فرزند اسمٰعیل اور جانشین ابراہیم کے لئے سرزمین حرم مین قتل جائز قرار دیا گیا،

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ (بلد) نہین اس شہر کی قسم کھاتا ہون، اور اے پیغمبر تو اس شہر مین حلال ہے

قرآن مجید نے اس علت کی حد کی تعیین بھی کردی،

وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ (بقرہ) تو قریش سے حرمت والی مسجد کے پاس لڑو، یہان تک کہ وہ تم سے اس مین لڑین تو اگر وہ تمکو وہان قتل کرنا چاہین تو تم انکو بھی قتل کرو،

عین اس وقت جب آپ کے لیے اس سند جواز پر عمل کا وقت تھا فرمایا،

وانہ لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم یحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ (حدیث) میری پہلے کسی کو اس زمین مین لڑنا حلال نہین ہوا، اور میرے لیے بھی حلال نہین ہوا لیکن ایک گھڑی بھر کی لئی، تو اب وہ خدا کے محترم بنانے سی قیامت تک کیلئے محترم ہے،

اب ان گنہگار انسانون کے حق مین کیا فیصلہ ہو جنھون نے مسجد حرام کے امن وامان کو ہر قسم کے آلات قتل سے زخمی اور مجروح کیا، اور معصوم سرزمین کو انواع واقسام کے قتل وخونریزی سے ناپاک ونجس کیا؟

یہان ظالم سزایاب ہوگا ارض حرم کی چوتھی خصوصیت ہی کہ جو شخص اسکے امن وامان اور صلح وسلام کے خرمن مین آگ لگائیگا، وہ اس آگ مین خاک ہوجائیگا، اور جو مغرور اسکے حدود مین ظلم وستمگاری کو آشکارا کریگا وہ خود دوسرونکے ظلم وستمگاری کا نشانہ بنجائیگا، گھر کے مالک کا اعلان عام ہے'

وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ (حج) اور جو اس مین منحرف ہوکر ظلم کا ارادہ کریگا ہم اسکو دردناک عذاب چکھائینگے،

ہمارے سامنے تاریخ کی زبان حال اس پیشنگوئی کی شہادت تصدیقی کے لیے کافی ہو جب کبھی لوگون نے اس

سرزمین کو اپنی دنیاوی جاہ وجلال کا مرکز بنانا چاہا اور اس کے امن وامان کی بارگاہ کو خطرہ مین ڈالا، خواہ وہ باہر کے حملہ آور ہون یا اندر کے مدعی ہون
اصحاب الفیل کا کیا حشر ہوا، یزید اور اس کے خاندان کا چند سال مین استیصال ہوگیا، حضرت ابن زبیر کو ناکامی ہوئی، مدینہ منورہ بھی حرم ہے
آپ نے فرمایا کہ جس طرح ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا مین مدینہ کو حرم بناتا ہون اس لئے مدینہ کے مدعیون کا بھی حشر یہی ہے، یزیدیون کی بربادی ہوئی
واقعۂ حرہ مین انصار زادون کو ناکامی ہوئی، نفس زکیہ اور دوسرے سادات ناکام رہے کیونکہ ان مدعیون نے حرم کے امن وامان
کو خاک وخون مین لتھیڑ دیا، شریف حسین اور اُسکی اولاد کی ناکامی تمھاری آنکھون کے سامنے ہے،

سرزمین حرم دارالسلطنة نہین بن سکتی تم نے ایک ایک کرکے پڑھا کہ ارض حرم صرف عبادتگذاری کا گھر ہے، وہ تمام دنیائے اسلام کی
ملکیت ہے، وہ دارالامن ہے، یہان ظالم سزایاب ہوگا، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ سرزمین بادشاہون اور فوج کشیون کیلئے نہین ہے
یہ بغاوتون اور فسادون کا مقام نہین ہے، یہ سازشون اور چالبازیون کی کمینگاہ نہین ہے، اور اسکو یقین جانو کہ ملک کا دارالسلطنة جسکی
تعمیر فتنون اور ہنگامون سے اور جسکی بنا خونریزی اور سفاکیون سے ہوتی ہے، ارض اقدس کو اس سے پاک اور بری ہونا چاہئے، آنحضرت صلعم
ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی ان مین سے کون تھا جو اپنے آبائی وطن کا شیدا نہ تھا، تاہم کسی نے بھی اسکو ملک کی
سیاست کا بازیچہ نہین بنایا، اور ملک کا دارالخلافہ مدینہ منورہ ہی کو باقی رکھا، حضرت عثمان کے فتنہ نے یہ بھی ظاہر
کردیا کہ حرم ابراہیمی کی طرح، حرم محمدی بھی، سیاستگاہ اقوام بننے کے لائق نہین، چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ نے
اسی بنا پر دارالخلافہ کو مدینہ منورہ سے کوفہ مین منتقل کردیا، حضرت عبداللہ بن زبیر نے جب اس کے برخلاف
مکہ کو سیاسی مرکز بنایا تو نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بج گئی، اب بھی غور کرو اگر شریف حسین کی حکومت
پر اندر سے یا باہر سے کوئی دوسری سلطنت حملہ آور ہو تو خانہ کعبہ کی توہین اور بربادی کے سوا اور کیا صورت
حال ہوسکتی ہے؟ ہر دارالسلطنة فسق وفجور، نمائش وتمدن، فتنہ وفساد، دنیاداری اور گنہگاری کا
مرکز اور مرجع ہوتا ہے پھر کیا اے مسلمانو! ارض حرم مین بھی یہی منظر دیکھنا چاہتے ہو؟ فاعتبروا
یا اولی الابصار،

نبوت کی ایک جدید حقیقت

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

ہمارے مخدوم مولنا حمید الدین صاحب بی اے نے قرآن مجید کی جو محققانہ تفسیر لکھی ہی، اگر وہ مکمل طور پر شائع ہو جاے تو اوس کے ذریعہ سے تفسیری اور ادبی رموز و نکات کے ساتھ، علم کلام کے مہمات مسائل کے متعلق بھی بکثرت جدید نظرئے قائم ہو سکتے ہین جن سے اہل ذوق، اور اہل استدلال دونون کو یکسان طور پر تشفی و طمانیت حاصل ہو سکتی ہے، لیکن افسوس ہو کہ نزول قرآن کی طرح تفسیر بھی نجماً نجماً شائع ہو رہی ہے، اس لیے کتاب کی پوری اہمیت نمایان ہونے نہین پاتی، تاہم انھین متفرق اجزا مین عقائد کے متعلق بعض ایسے عجیب و نادر نکتے مل جاتے ہین، جن سے ہمارے قدیم علم کلام کے دفتر پارینہ کا شیرازہ یکسر درہم برہم ہو جاتا ہے، اور اصل حقیقت ایک دوسرے قالب مین نمایان ہوتی ہے، مثلاً ہم کو اس قدر اجمالی طور پر معلوم ہے کہ ایک پیغمبر کی ذات دین و دنیا دونون کا مجموعہ، نہ صرف مجموعہ بلکہ آئینہ ہوتی ہو، اس بنا پر اگر ہم چشم بصیرت رکھتے، یا ہماری چشم بصیرت سے غفلت کے پردے اُٹھا دئے جاتے تو دین و دنیا مین ہمارے اعمال کے جو نتائج ہو سکتے ہین وہ ہم کو اس آئینہ مین نہایت واضح طور پر نظر آجاتے لیکن افسوس ہے کہ ہمارے متکلمین نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہو، اوس نے اس آئینے کو اس قدر زنگ آلودہ بنا دیا ہے، کہ ہمارے اعمال کے نتایج تو ایک طرف، اس مین خود ہم کو پیغمبر کی اصلی صورت بھی نظر نہین آتی،

مثلاً قدیم علم کلام مین اشاعرہ نے نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے، اوسکی تشریح صرف ان الفاظ مین کیجاسکتی ہے،

من قال له الله ارسلتك او بلغهم عنی و نحو من الالفاظ و لا یشترط فیه شرط و لا استعداد بل الله یختص برحمته من یشاء من عباده ،	پیغمبر وہ ہے جس سے خدا نے یہ کہا ہو کہ مین نے تجھ کو بھیجا یا لوگون کو میری طرف سے پیغام پہنچا یا اس قسم کے اور الفاظ، اور پیغمبر ہونے کے لیے کوئی شرط نہین، نہ یہ شرط ہے کہ اُس مین کسی قسم کی قابلیت ہو بلکہ خدا اپنی رحمت کے ساتھ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے،

اشاعرہ کے نزدیک نبوت کی اصلی حقیقت اس سے زیادہ نہین، البتہ عام لوگونکی شناخت یا اونکی تشفی و تسلی کے لیے اشاعرہ نے معجزہ کو دلیل نبوت قرار دیا ہے، اس لیے وہ بھی نبوت کا ایک لازمی جزو قرار پاگیا ہے، لیکن چونکہ اس جزو کے لازمی قرار دینے سے نبوت پر بہت سے تاریخی اور عقلی اعتراضات وارد ہوتے تھے، اس لیے محققین نے اس عام شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے دوسرے راستے اختیار کیے، مثلاً امام رازی نے نبوت کی یہ تشریح کی کہ " انسان کو خدا نے دو قسم کی قوتین عطا فرمائی ہین نظری و عملی، قوت نظریہ کے ذریعہ سے وہ حقائق اشیاء کا صحیح ادراک کرتا ہے اور قوت عملیہ کے ذریعہ سے اوس کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کون سے افعال عمل کرنے کے قابل ہین اور کن افعال سے احتراز کرنا چاہئے، لیکن چونکہ اس معاملے مین نقصان و کمال کے درجے نہایت متفاوت ہین اس لیے ان دونون قوتون کے لحاظ سے افراد انسانی کی تین قسمین ہین،

(۱) وہ لوگ جو ان اوصاف مین ناقص ہین،

(۲) خود کامل ہین لیکن ناقصون کی تکمیل نہین کرسکتے

(۳) خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بنا سکتے ہین،

اور اسی تیسرے قسم کے لوگون کو پیغمبر کہتے ہین،

اشاعرہ نے نبوت کی جو تعریف کی تھی اوس سے یہ بالکل نہین معلوم ہوتا تھا کہ دنیا مین پیغمبرونکی بعثت سے کیا نتائج ہوتے ہین ؟ اور اُنکی بعثت کا اصلی مقصد کیا ہی؟ لیکن امام رازی نے نبوت کی جو تشریح کی ہے اوس سے اگرچہ بعثت کی غرض و غایت ایک حدتک متعین ہوجاتی ہی، لیکن اس تعریف سے بھی یہ نہین معلوم ہوتا کہ ایک پیغمبر کی بعثت واقعات مابعدالموت سے کیا وابستگی رکھتی ہی؟ اور حشر ونشر کو پیغمبرونکی بعثت سے کس قسم کا تعلق ہی؟ اگر ایک شخص اس حدتک پیغمبرون پر ایمان لائے کہ وہ خود کامل ہین اور ناقصون کو بھی کامل بناسکتے ہین، لیکن اس کے ساتھ وہ قیامت یا واقعات قیامت کا انکار کردے، اور پیغمبرون کے اس فرض کو صرف دنیاتک محدود رکھے تو ہم خود اس تعریف کے رو سے اوسکو کوئی الزام نہین دے سکتے، بلکہ ہم کو معاد کے ثبوت کے لیے دوسرے دلائل کی ضرورت ہوگی،

امام غزالی نے احیاء العلوم مین نبوت کی جو تشریح کی ہے اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان خلقۃً جاہل پیدا کیا گیا ہے، لیکن پیدا ہونے کے بعد اوس مین بتدریج حواس ظاہری کو ترقی ہوتی ہے جن کے ذریعہ سے وہ ملموسات، مرئیات، مسموعات، اور مشمومات وغیرہ کا ادراک کرسکتا ہے، اس کے بعد اوسکو تمیز دیجاتی ہے اور وہ اُن چیزونکا ادراک کرسکتا ہے، جو حواس ظاہری کی دسترس سے باہر ہین، اس کے آگے عقل کا زمانہ آتا ہے جس سے انسان کو ممکن، محال، جائز، اور ناجائز کا ادراک ہوتا ہے، لیکن اس سے بڑھکر ایک اور درجہ ہے جو عقل کی سرحد سے بھی آگے ہے اور جس طرح تمیز و عقل کے مدرکات کے لیے حواس بالکل بیکار ہین اسی طرح اس درجہ کے مدرکات کے لیے عقل بیکار ہے اور اسی درجہ کا نام نبوت ہے لیکن اس تعریف کی بناپر نبوت کا اصلی اذعان صرف اوس شخص کو ہوسکتا ہے، جو یا تو خود پیغمبر ہے، یا نفس قدسی رکھتا ہے، یا اوس نے ریاضات اور مجاہدات کے ذریعہ سے مکاشفات اور مشاہدات کا درجہ حاصل کرلیا ہے، لیکن عام لوگون کے لیے وہ بالکل غیر تشفی بخش ہی، اور اہل عقل اور اہل استدلال کو بھی اس سے تسکین نہین ہوسکتی، چنانچہ خود امام غزالی لکھتے ہین،

وبالجملة فمن لم یرزق منه شیئا بالذوق | مختصر یہ کہ جس نے تصوف کا کچھ مزہ نہیں چکھا ہے وہ نبوت
فلیس یدرك من حقیقة النبوة الا الاسم | کی حقیقت نہیں جان سکتا بجز اس کے کہ نبوت کا نام جانے

اس کے بعد لکھتے ہیں،

وما بان لی بالضرورة من ممارسة | صوفیوں کے طریقہ کی مشق سے مجھ کو نبوت کی حقیقت اور
طریقتھم حقیقة النبوة وخاصیتھا | اوسکی خاصیت بدیہی طور پر معلوم ہوگئی،

امام غزالی نے ایک اور طریقہ سے نبوت کی تشریح کی ہے، یعنی یہ کہ "ذہن و ذکاوت، فہم و فراست اور عقل و ذہانت میں افراد انسانی مختلف المراتب ہوتے ہیں، اور اس میں اس حد تک ترقی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہو سکتے ہیں جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں، جو لوگ شاعری، خطابت اور ایجادات و اختراعات میں تمام زمانہ سے ممتاز گذرے ہیں وہ اسی درجہ کی مثالیں ہیں، یہ درجہ بالکل فطری ہوتا ہے، اور پڑھنے لکھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ابتدا ہی سے ان لوگوں میں یہ قوت مرکوز ہوتی ہے اسی طرح حقائق اشیاء کے ادراک کی قوت بھی ہے جو کسی میں کم کسی میں زیادہ اور کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے، یہاں تک کہ ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ کسب و تعلم کے بغیر اُن کو حقائق اشیاء کا ادراک ہونے لگتا ہے، اور اسی قوت کا نام ملکۂ نبوت ہے، اور اسی علم کو الہام اور وحی کہتے ہیں، لیکن اس تعریف میں انبیا کی قوت عملیہ کو جس کے ذریعہ سے وہ خود کامل ہوتے ہیں اور دوسروں کو کامل بنا سکتے ہیں، بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام رازی نے اس تعریف کی یہ کمی پوری کی ہے اور قوت عملیہ کو بھی اوس کا ایک جزء قرار دیا ہے۔

خود قرآن مجید نے بھی نبوت کی جو حقیقت بتائی ہے اوس میں علم کے ساتھ عمل کو بھی شامل کر لیا ہے،

یتلو علیھم آیته ویزکیھم ویعلمھم | پیغمبر اُن لوگوں پر خدا کی آیات کو پڑھتا ہے، اُن کا تزکیہ
الکتاب والحکمة | کرتا ہے اور انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے نبوت کو ایک فطری ملکہ قرار دیا ہے، اور اس پر کائنات کے قوائے فطریہ سے استدلال کیا ہے، مثلاً نباتات کی ہزار دن لاکھون قسمین ہین، لیکن ہر ایک کی شاخ، پتے، پھول، پھل، پھلون کی بو باس، رنگ اور ذائقہ سب مختلف ہے، اور یہ تمام اختلافات خود اونکی صورت نوعیہ کے نتائج ہین، اس بنا پر یہ سوال کرنا کہ انگور شیرین، لطیف، اور باریک پوست کیون پیدا کیا گیا؟ ایک لغو سوال ہے، کیونکہ یہ سوال کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ انگور، انگور کیون ہوا؟ انگور کی فطرت خود اسکی مقتضی ہے کہ وہ شیرین ہو، لطیف ہو، باریک پوست ہو،

نباتات کی طرح حیوانات مین بھی ہر ایک کی شکل، صورت اور رنگ جدا ہے، لیکن ان مین نباتات سے بڑھکر کچھ اور چیزین بھی ہین یعنی اختیاری حرکات اور فطری الہامات، ہر جانور کو خاص خاص الہامی علوم عنایت ہوئے ہین، جنکی وجہ سے وہ اپنے بنی نوع سے ممتاز ہے، اور وہ اوسکی تمام ضروریات و خصوصیات زندگی کے کفیل ہین، مثلاً نباتات چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ نہین ہین اس لیے ان مین رگ و ریشے پیدا کیے گئے ہین جو پانی، ہوا، اور مٹی کے لطیف اجزا کو چوستے ہین اور تمام شاخ و برگ مین تقسیم کرتے ہین، لیکن حیوان چونکہ حساس اور متحرک بالارادہ پیدا کیا گیا تھا اس لیے اوسکو اس قسم کا فطری ادراک دیا گیا جس سے وہ خود چل پھر کر اپنی تمام ضروریات زندگی مہیا کر سکتا ہے، پھر ہر ایک کے کھانے، پینے، رہنے سہنے کے طریقے مختلف ہین، چار پائے گھانس چرتے ہین، درندہ گوشت کھاتا ہے، پرند اڑتے ہین، مچھلی تیرتی ہے، غرض ہر ایک جانور کی خصوصیات مختلف ہین اور یہ تمام اختلافات بھی اُن کے مختلف صور نوعیہ کے نتائج ہین اور یہی صورت نوعیہ ہر ایک کو اس قسم کے خاص ادراکات، خاص علوم اور خاص الہامات عطا کرتی ہے، جو اوسکی ضروریات کے مناسب ہین، لیکن حیوانات کے جس قدر علوم و ادراکات ہین سب کے سب فطری اور الہامی ہین، ان کو کسب و اکتساب سے واسطہ نہین، لیکن انسان کو طبعی ادراکات اور فطری علوم کے علاوہ ایک دوسرے قسم کا ادراک بھی دیا گیا ہے جسکو اکتسابی ادر

نظری کہتے ہین، اور جو تجربہ، غور و فکر اور ترتیب مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہی اکتسابی ادراک یا الہام ہے جس کے ذریعہ سے انسان تجارت صنعت، حرفت اور ہر قسم کے علوم و فنون حاصل کرتا ہے، یہی قوت ہے جو مختلف پیرایون مین ظاہر ہو کر کسی کو بادشاہ، کسی کو سپہ سالار، کسی کو حکیم اور کسی کو صناع بناتی ہے

لیکن یہ تمام علوم و ادراکات انسان کے جسمانی حالات سے تعلق رکھتے ہین، ان کے سوا انسان کو ایک اور قسم کا ادراک دیا گیا ہے، جو اوسکی روحانیت کا خاصہ ہے، اور جس کو قوت ملکیہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی قوت کا اثر ہے کہ انسان اپنے گرد و پیش کے مخلوقات کو دیکھکر یہ غور کرتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ کیونکر قائم ہو گیا؟ خود مجھکو کس نے پیدا کیا؟ کون مجھکو روزی دیتا ہے؟ ان سوالات کے جواب مین وہ ایک قوت اعظم کا قائل ہوتا ہے، اور پھر اوس کے سامنے سر عجز خم کر دیتا ہے، حاسہ انفعال بھی اسی روحانی قوت کا اثر ہے یعنی جب انسان کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے تو اوس کا اثر اوس کے دل پر قائم رہجاتا ہے اگر وہ اچھا کام تھا تو اوس کے دل مین انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اگر برا تھا تو انقباض ہوتا ہے،

غرض اس روحانی ادراک کے اقتضا سے سلسلہ بہ سلسلہ مبت سے اصول، قواعد، عقائد اور اعمال قائم ہو جاتے ہین، لیکن چونکہ یہ قوت تمام افراد مین یکسان نہین ہوتی اور چونکہ انسان کا کمال روحانی اس پر موقوف ہے کہ روحانی حیثیت سے نیکی، بدی اور برائی اور بھلائی کا ایک مکمل قانون تیار ہو جائے اس لیے خداوند مین ایک شخص پیدا کرتا ہے جو وحی الٰہی کے القاء کے قابل ہوتا ہے،[1]

شاہ صاحب کی یہ تقریر اگرچہ نہایت جامع و مکمل ہے لیکن انہون نے بھی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی چھوڑ دی ہے یعنی اس تقریر سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ پیغمبر کی دعوت سے معاد کا ترتیبی تعلق کیا ہے؟ اور جب ایک پیغمبر کی دکھائی ہوئی مشعل بھی لوگون کی آنکھون مین نور نہین پیدا کرتی

[1] ملخص از الکلام بحث نبوت،

تو فتنہ عذاب الٰہی کیون نازل ہو جاتا ہی؟ اور باہم انبیا مین اس حیثیت سے کیا نسبت ہی؟ لیکن مولانا حمید الدین صاحب نے سورہ قیامہ کی تفسیر مین ضمنی طور پر نبوت کی جو حقیقت بتائی ہی، اوس سے یہ تمام عقدے حل ہو جاتے ہین، اور نبوت کی ابتدائی اور انتہائی کڑیان بہ ترتیب نگاہ کے سامنے آجاتی ہین، نبوت کی اس حقیقت کے اجزا، یا مقدمات حسب ذیل ہین[1]،

(۱) انسان کو فطرۃً ایک ضمیر یا کانشنس عطا کیا گیا ہی، جو ہمیشہ اوس کو برے افعال پر سرزنش کرتا رہتا ہی، قرآن مجید نے اسی ضمیر کو سورۂ قیامہ مین ایک موقع پر نفس لوامہ کا خطاب دیا ہے، اور چونکہ انسان صرف اُسی کے ذریعہ سے برے بھلے اعمال مین فرق کر سکتا ہے، اور وہی اوسکو تمام برائیون سے روک سکتا ہے، اس لیے اوس کو ایک قابل عظمت چیز قرار دیا ہی اور اوسکی قسم کھائی ہے،

ولا اقسم بالنفس اللوامہ — مین قسم کھاتا ہون اُس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہی،

اسی سورہ کی ایک دوسری آیت مین اوس کو بصیرت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے،

بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ — ہان انسان اپنے نفس سے واقف ہی گو وہ بہت کچھ حیلے حوالے کرے،

قرآن کے ساتھ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

البر حسن الخلق و الاثم ما حاک فی نفسک — نیکی حسن خلق کا نام ہی، اور گناہ وہ ہی جو تمھارے دل مین

و کرھت ان یطلع علیہ الناس، — کھٹکے، اور تمکو یہ پسند نہ ہو کہ لوگ اُس سے واقف ہون،

فلاسفہ بھی اس کے معترف ہین، چنانچہ اُن کے ایک گروہ نے اسی قوت کو اخلاق کا سرچشمہ اور اصلی مبدا قرار دیا ہے، اسی بنا پر اس گروہ کو اصطلاح مین ضمیرئین کہتے ہین،

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی نبوت کی جو تشریح کی ہی اوس مین اس قوت کی طرف اشارہ کیا ہے،

(۲) اس قوت کی تمامتر بنیاد مدح و ذم پر ہے یعنی انسان کو عمل صالح کی ترغیب صرف اس بنا پر

[1] ہم نے بعض مقدمات کا بطور خود اضافہ کر لیا ہے،

ہوتی ہے کہ وہ دنیا وآخرت مین ممدوح قرار پائے، اور برے کامون سے وہ صرف اس لیے احتراز کرتا ہے کہ لوگ اوسکو لعنت ملامت کرنے نہ پائین، اس بنا پر اس قوت کا اصلی سرچشمہ بعینہ وہ ذات ہو جسکی مدح مین تمام دنیا رطب اللسان ہو، اور وہ اپنی طرف کسی برائی کی نسبت کو گوارا نہین کرسکتا، چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے،

لا احد اغیر من اللہ تعالیٰ و لذ لک حرم	کوئی شخص خدا سے زیادہ غیرتمند نہین، اسی لیے اوس نے
الفواحش ما ظہر منہا و ما بطن و لا	تمام ظاہری و باطنی برائیون کو حرام کیا ہے، کسی شخص
احد احب الیہ المدح من اللہ تعالیٰ	کو خدا سے زیادہ مدح پسند نہین،

اسی آفتاب عالمتاب کی شعاعین تمام دنیا پر پڑتی ہین، اور حسب مراتب استعداد اون کو روشن کرتی جاتی ہین،

(۳) لیکن کبھی کبھی دنیا کی مادی ترغیبات انسان کی چشم بصیرت پر پردے ڈال دیتی ہین، اور اس وقت اوس کو اپنے اعمال کی برائی اور بھلائی ان شعاعون کی روشنی مین نظر نہین آتی، اس لیے ذات خداوندی کی قوت لوامہ ایک روشن ترین مظہر مین نمایان ہوتی ہے جس کو اصطلاح مین پیغمبر کہتے ہین،

(۴) اس بنا پر ایک پیغمبر کی بعثت عموماً ایسی حالت مین ہوتی ہے جب تمام لوگون کی آنکھون پر غفلت کے پردے پڑجاتے ہین، اور اون کو برائیان بہت کم نظر آتی ہین، اس لیے وہ ابتدائی مراتب مین بھلائیون سے زیادہ ان برائیون کے نتائج کو نمایان کرکے دکھاتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلعم کی بعثت کا ابتدائی اعلان اسی طریقہ سے ہوا،

خرج رسول اللہ صلعم حتی صعد الصفا	آپ ایک روز گھر سے نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "یا صباحاہ"
فھتف یا صباحاہ فقالوا من ھذا الذی	سب لوگون نے کہا یہ کون شخص آواز دیتا ہو، لوگون نے کہا
یھتف قالوا محمد فاجتمعوا الیہ فقال یا	کہ "محمد" اب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا اے
بنی فلان یا بنی فلان یا بنی عبد مناف	بنی فلان، اے بنی فلان، اے بنی عبد مناف

یابنی عبد المطلب فاجتمعوا الیه فقال
ارأیتکم لو اخبرتکم ان خیلا تخرج بسفح
ھذا الجبل اکنتم مصدقی. قالوا ما جربنا
علیک کذبا قال فانی نذیر لکم بین یدی
عذاب شدید،

اے بنی عبد المطلب یہ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے
تو آپ نے فرمایا اگر مین یہ خبر دون کہ ایک فوج اس پہاڑ کے دامن سے
نمودار ہونے والی ہے، تو کیا تم لوگ میری تصدیق کروگے؟
سب نے کہا، ہم کو تمھاری نسبت کسی دروغ بیانی کا تجربہ
نہین، اب آپ نے فرمایا کہ مین تم کو ایک سخت عذاب کی دھمکی دیتا ہون جو تمھارے سامنے ہے

لما نزلت ھذہ الآیة "وانذر عشیرتک
الاقربین" دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قریشا فاجتمعوا فعم وخص فقال یا
بنی کعب بن لوی انقذوا انفسکم من النار
یا بنی عبد شمس انقذوا انفسکم من النار
یا بنی عبد مناف انقذوا انفسکم من النار
یا بنی ھاشم انقذوا انفسکم من النار
یا بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار
یا فاطمة انقذی نفسک من النار، فانی
لا املک لکم من اللہ شیئا غیر ان لکم
رحما سابلھا ببلالھا،

جب آیت "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی تو
رسول اللہ صلعم نے قریش کو بلایا سب جمع ہوئے تو آپ نے
تعمیم وتخصیص دونون کے ساتھ ان لوگون کو مخاطب کرکے
فرمایا اے بنو کعب بن لوی اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے
بنو عبد شمس اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد مناف
اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم اپنے آپ
کو آگ سے بچاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو
آگ سے بچاؤ، اے فاطمہ اپنے آپ کو آگ سے بچا
کیونکہ تمھارے لیے مین خدا کے آگے کوئی اختیار
نہین رکھتا البتہ تمھارے رحمی تعلقات ہین اور
مین ان کو تر وتازہ رکھونگا،

انطلق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الی رضمة من جبل فعلا اعلاھا حجرا ثم
نادی یا بنی عبد مناف انی نذیر انما مثلی

آپ ایک پہاڑ کی چٹان کی طرف گئے اور اس کے ایک سب سے
بلند پتھر پر چڑھکر فرمایا اے بنو عبد مناف مین دھمکی دینے
والا ہون، میری مثال اور تمھاری مثال اس

و مثلکم کمثل رجل رای العدو فانطلق یربا اھلہ فخشی ان یسبقوہ فجعل یھتف یا صباحاہ،

تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے، جو دشمن کو دیکھکر اس غرض سے روانہ ہوا کہ اپنے اہل و عیال کی خبر لے لیکن اسکو خوف معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ جائے اس لئے وہ پکارنے لگا یا صباحاہ،

لیکن جب لوگون کو ان خطرناک الفاظ سے بھی ہدایت نہین ملتی تو وہ بجبر انکو اس قعر ہلاکت سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ حدیث شریف مین ہے،

انما مثلی و مثل امتی کمثل رجل استوقد نارا فجعلت الدواب و الفراش تقعن فیہ فانا آخذ بحجزکم و انتم تقحمون فیہ

میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی اور پروانے اور حشرات الارض اس مین گرنے لگے تو مین تمھاری کمر کو پکڑ کر تمکو کھینچتا ہون اور تم آگ مین گھسے جاتے ہو،

مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہا جعل الفراش و ھذہ الدواب التی فی النار یقعن فیہا و جعل یحجزھن و یغلبنہ فیتقحمن فیہا، فذلکم مثلی و مثلکم انا آخذ بحجزکم عن النار ھلم عن النار ھلم عن النار فتغلبونی تقحمون فیہا،

میری مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے آگ جلائی جب اس نے اپنے اردگرد کی چیزونکو روشن کر دیا تو یہ پتنگے اس مین گرنے لگے اور وہ انکو روکنے لگا، لیکن وہ اس مین گھس گئے، یہی میری اور تملوگون کی بھی مثال ہے مین تمھاری کمر پکڑ کر آگ مین گھسنے سے روکتا ہون کہ آگ سے بچو، آگ سے بچو، لیکن تم میرے قابو سے نکل کر اس مین گھسے پڑتے ہو،

اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر کی بعثت کے وقت دنیا آگ پر جل بجھنے والے پتنگون سے زیادہ اندھی ہوتی ہے اور وہ اُن کو ایک شفقت آمیز جبر کے ساتھ اس

کا کت مین پڑنے سے روکتا ہے، بہرحال چونکہ اس وقت دنیا پر برائیون کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے وہ اوامر سے زیادہ مناہی پر اپنی قوت کو صرف کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثون مین بلا شرط و قید مناہی سے بچنے کی ہدایت کیگئی ہے، اور اوامر کے بجالانے مین قوت و استطاعت کی قید لگائی گئی ہے، چنانچہ حدیث مین آیا ہے،

ما نہیتکم عنہ فاجتنبوہ و ما امرتکم	مین جس چیز سے روک دون اس سے اجتناب کرو، اور
بہ فافعلوا منہ ما استطعتم،	جس چیز کا حکم دون اس پر بقدر استطاعت عمل کرو،

(۵) یہ سب سے آخری فرصت ہوتی ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے بے غیرت دنیا کو دی جاتی ہے، چنانچہ خود حدیث مین آیا ہے،

لیس احد احب الیہ المدح من اللہ عز و جل	خدا سے زیادہ کسی کو مدح پسند نہین، اسی لیے اس نے
من اجل ذالک مدح نفسہ، و لیس احد	برائیون اپنی تعریف کی ہو خدا سے زیادہ کوئی غیرتمند
اغیر من اللہ من اجل ذالک حرم الفواحش	نہین، اسی لیے اس نے برائیون کو حرام کیا ہے، خدا
و لیس احد احب الیہ العذر من اللہ	سے زیادہ کسی کو عذر پسند نہین، اسی لیے اس نے کتاب
من اجل ذلک انزل الکتاب و ارسل الرسل	آتاری اور پیغمبرونکو بیجا،

اس لیے پیغمبرونکی بعثت کے بعد دنیا کا کوئی عذر قبول نہین کیا جاسکتا، اور ایک عام نفس لوامہ کی ضرورت ہوتی ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح مین قیامت کہتے ہین، اور اس کا کام بھی بعینہ وہی ہوتا ہے جسکو انسان کا ضمیر اور خدا کے بیجے ہوئے پیغمبر انجام دیتے ہین، یہی وجہ ہے کہ خدا نے قیامت اور ضمیر انسانی کو ایک جگہ جمع کرکے دونون کی قسم کہائی ہے،

لا اقسم بیوم القیمۃ و لا اقسم بالنفس اللوامۃ	مین قیامت کی اور نفس لوامہ کی قسم کہاتا ہون،

اور قیامت کا وہی وصف بتایا ہو جو ضمیر انسانی کا ہوتا ہے،

ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم و اخر، | آج کے دن انسان کو اس کے اگلے اور پچھلے اعمال
بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو | کی خبر دیجائیگی، اور انسان خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے
القی معاذیرہ، | گو وہ کتنے ہی حیلے حوالے کرے،

(۶) اس ترتیب کے رو سے دنیا مین بار بار چھوٹی چھوٹی قیامتین آچکی ہین، پہلے ضمیر انسانی کا چراغ گل ہوا، تو اس کے روشن کرنے کے لیے پیغمبر مبعوث ہوئے لیکن اونکی نصیحتین بھی بیکار گئین تو کبھی طوفان کی صورت مین کبھی آندھی کی شکل مین اور کبھی زلزلے کے قالب مین عذاب الٰہی آیا، اور قوم کی قوم تباہ و برباد ہوگئی، لیکن جن پیغمبرونکی اُمت پر اس قسم کے عذاب آئے، اونکی بعثت ایک خاص قوم ایک خاص ملک اور ایک خاص خطے تک محدود تھی، اس لیے اس کا اثر بھی محدود رہا، لیکن حضرت مسیح علیہ السّلام کے بعد پانچسو برس کا زمانہ ایسا گذرا جس مین کوئی پیغمبر مبعوث نہین ہوا، اس لیے تمام دنیا کے ضمیر کا چراغ بجھ گیا، تمام دنیا مین عام گمراہی و ضلالت پھیل گئی، اور مشرق سے مغرب، اور جنوب سے شمال تک ایک عام اندھیرا چھاگیا، اس لیے خداوند تعالیٰ نے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے، اس حالت مین،

نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم | زمین والون کی طرف دیکھا تو عرب و عجم دونون پر
و عجمھم الا بقایا من اہل الکتاب، | اُسکی غضب آلود نگاہین پڑین، صرف کچھ اہل کتاب
" | اس سے مستثنیٰ تھے،

لیکن باایںہمہ خدا نے اپنی سنت قدیمہ کی بنا پر اس حالت مین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر بالکل آخری طور پر اتمام حجت کیا، چنانچہ خود حدیث شریف مین آیا ہے،

بعثت فی نفس الساعۃ فسبقتھا کما سبقت | مین عین قیامت کے وقت مبعوث ہوا لیکن اس سے
ھذہ ھذہ و اشار باصبعیہ السبابۃ | صرف اس قدر آگے بڑھ گیا، جسقدر انگشت شہادت اور
والوسطی، | بیچ کی انگلی مین فاصلہ ہے،

بعثت انا والساعة کھاتین　　　میری بعثت اور قیامت مین صرف اس قدر فاصلہ ہو جس قدر

〃　〃　〃　ان انگلیون مین،

اور چونکہ اس وقت تمام دنیا آلودۂ معصیت ہو رہی تھی اس لیے آپ کو تمام دنیا کے لیے توبہ اور رحمت بنا کر بھیجا، چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے،

انا محمد و احمد و المقفی و الحاشر و نبی التوبة و نبی الرحمة،　　　میرا نام محمد ہو، احمد ہو، مقفی ہو، حاشر ہے، توبہ اور رحمت کا پیغمبر ہے،

اس کے بعد دنیا کو گناہون سے توبہ کرنے کے لیے کوئی آخری فرصت نہ بچیگی بلکہ ان کے تمام عذرات کا خاتمہ ہو جائیگا، اور حسب سنن الٰہیہ، عام طور پر قیامت آجائیگی اور اس کا فرض بھی وہی ہو گا جو ایک پیغمبر کا تھا، نبوت کی یہی جدید حقیقت ہو، جو مولٰنا حمید الدین صاحب کے ضمنی اشارات و افادات سے مستنبط ہوتی ہے، چنانچہ وہ سورۂ قیامہ کی تفسیر مین لکھتے ہین،

"خدا نے قیامت اور نفس لوامہ کو جو ایک جگہ جمع کر دیا ہو، اس پر جو شخص غور کریگا اوس کو ان دونون کے درمیان کی نسبت معلوم ہو جائیگی، تو تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت نفس کلیہ کی ملامت کرنے والی ہے، کیونکہ دنیا کے تمام واقعات مین چونکہ توافق و تناسب پایا جاتا ہو، اس لیے وہ ایک شخص ہے، اور جس طرح ہر انسان مین ایک قوت ہو، جو اوس کے پہلے افعال پر ملامت کرتی ہے، اسی طرح دنیا کی بھی ایک نفس لوامہ ہے، جو اُن واقعات پر ملامت کرتی ہو جو اوس مین ہوتے ہین، گویا خود دنیا مین اپنے اصلاح کی قوت موجود ہے، اور اگر یہ قوت نہ ہوتی تو وہ برباد ہو جاتی یہی وجہ ہے کہ تم کو فساد کے بعد کون نظر آتا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ کر وہ پھر اُسی راستے پر پلٹ آتی ہے، متعدد بار اجرام باہم ٹکرا جاتے ہین یا مقررہ نظام سے دور نکل جاتے ہین پھر ایک قوت اوسکو پلٹا کر سیدھے راستے پر لے آتی ہے، یہ ایک طویل بحث ہے، اور اہل علم کو

اس مین شبہہ نہین کہ خود دنیا مین ایک مصلح اور مرمم موجود ہی۔ اور رات اور دن کے آنے جانے مین، اور سردی کے بعد گرمی مین اور قحط کے بعد بارش مین، اسکی نشانیان موجود ہین، اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی، نیکی، اور بدی اور انصاف وظلم اور علم وجہالت اور تعمیر وتخریب پہلو بہ پہلو موجود ہین، اور اس کی تفصیل کسی قدر سورۂ اعلیٰ مین آئیگی، اس موقع پر خلاصہ یہ ہے کہ قیامت نفس کلیہ کی لوامہ ہے، اس لیے وہ اون کے اعمال کو اون کے پیش نظر کردیگی، خدا کے اس قول کا کہ "انسان کو اس دن اوس کے پچھلے اعمال کی خبر دیجائیگی" یہی مطلب ہے، اسی طرح خود تمھارا نفس لوامہ تمھارے اندر قیامت کے مثل ہے، جو تمھارے اعمال کی حقیقت کو تمھارے پیش نظر کردیتا ہے، اور خدا کے اس قول سے کہ "انسان خود اپنے نفس کی خبر رکھتا ہے" یہی مراد ہے، اسی طرح ہر پیغمبر اپنی قوم کے لیے نفس لوامہ ہے اور خاتم الانبیاء اپنی عام بعثت کی بنا پر تمام بنی آدم کے نفس لوامہ ہین، اور وہ قیامت کے مثل ہین،

اس حقیقت کے پیش نظر رکھ لینے کے بعد روحانی دنیا کی تمام کڑیان مسلسل اور مربوط ہوجاتی ہین اور نبوت اور قیامت کے اثبات کے لیے الگ الگ دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہین ہوتی، بلکہ دونون فطری امور مین داخل ہوجاتی ہین،

علم نفسیات

کی

ابتدائی باتین

کچھ دن ہوئے کہ یہ مضمون بھوپال سے ایک صاحب نے بھیجا تھا جنکو تعلیم کی تکمیل کی خاطر انگلستان جانے کی جلدی تھی مضمون کے شروع یا خاتمہ پر انھون نے اپنا نام نہین لکھا ہے، اس لیے یہ بے نام شایع ہوتا ہے غالباً صاحب مضمون کا بھی اصل مقصود ناموری نہین، بلکہ ملک کے "نفس" کی تکمیل ہو گی، اس لیے امید ہو کہ وہ معارف کے اس فعل سے آزردہ خاطر نہ ہونگے، جس طرح نفس ایک نامعلوم وجود ہی مقتضائے حال یہی تھا کہ مضمون نگار نفسیات بھی ایک نامعلوم وجود ہو،

"اڈیٹر"

نفسیات کا تعلق (Mind) "نفس" سے ہے، اگر ہم کسی معمولی شخص سے دریافت کرین کہ "نفس" کیا ہے تو وہ جواب دیگا کہ "نفس" ہمارے جسم مین ایک ہستی ہے جو کسی چیز کے یاد رکھنے اور خیال کرنے پر قادر ہے، ایک پتھر کو اس بات کا احساس نہین کہ وہ اپنی ہستی کے متعلق حالات دریافت کر سکے، ایک درخت کاٹ ڈالا جائے تو دوسرے ہمسایہ اشجار پر رنج والم کی کیفیات طاری نہین ہوسکتین، کیونکہ نفس سے محرومی کے باعث یہ اشیا، ان کی حیات کے اس احساس سے قاصر ہین جو انسان یا حیوان کو محسوس ہوتی ہے، بر خلاف اس کے ایک انسان جس نے کبھی کوہ ہمالیہ کی وادی کا نظارہ نہ کیا ہو، وہ دامن کوہ کے پر فضا مناظر کا تصور کر سکتا ہے، کیونکہ خلاقِ عالم نے ان کو اس بیش بہا چیز سے سرفراز فرمایا ہے، جس کا نام "نفس" ہے،

نفس کی تعریف اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ نفس ایک غیر مادی ہستی ہے جو ہمارے جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، لیکن اس کے لیے کسی خاص مکان کی ضرورت نہین، جیسے ہوا کمرہ مین بھری ہوتی ہو، لیکن اس کے لیے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہین کیجا سکتی، زمانۂ سلف کے محققین مین سے ایک گروہ کا خیال تھا کہ نفس مثل بھوت کے ایک ہستی ہے جو جسم کے ایک خاص حصہ مین مقیم ہے، اور جو انسان کی چند بلکہ تمام مخصوص کیفیات کے احساس پر قادر ہے، لیکن یہ خیال بالکل بیہودہ ہے، زمانۂ جدید کے ارباب فکر کی رائے ہے کہ یہ سچ ہے کہ حافظہ، تصورات، خیالات اور جذبات، نفس کے مختلف اجزا ہین اور یہ بھی درست ہے کہ یہ تمام کیفیات، بیرون جسم وقوع پذیر نہین ہوتین، لیکن یہ صحیح نہین کہ یہ تمام نتیجہ ہے نفس کے عمل اور ادراک کا یا یہ کہ نفس ان تمام چیزون سے کوئی جداگانہ شے ہے حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کیفیات اور حسیات ہی کا نام نفس ہے، "نفس" ان سب کا مجموعہ ہے، اور "نفس" بذات واحد ان سب سے جداگانہ کوئی شے نہین، "نفس" کی حقیقت ایک کرسی کی مثال سے زیادہ واضح ہو جائیگی، اگر ہم سے دریافت کیا جائے، کہ کرسی کیا ہے، تو ہم جواب دینگے کہ کرسی فرنیچر کی قسم سے ایک شے ہے اس مین نشست کے لیے ایک خاص حصہ ہوتا ہے، اور اس کے چار پائے بھی ہوتے ہین اور ہتھوے بھی ہوتے ہین، پس جس طرح کرسی نام ہے مذکورۂ بالا اشیا کے مجموعہ کا، اسی طرح "نفس" نام ہے ان تمام کیفیات کی اجتماعی شکل کا، اگر ہم کرسی کے پائے اور ہتھوے جدا کر دین، تو پھر کرسی کا وجود زائل ہو جاتا ہے، اسی طرح ہم خیالات اور جذبات کو علیحدہ کر دین تو "نفس" کی تعریف بالکل ناقص رہجاتی ہے،

دماغ ظرف نفس ہے یہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ نفسیاتی کیفیات اندرون جسم ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے، یا یون کہیے کہ یہ کیفیات ہمیشہ صرف ذی روح اجسام ہی مین نمایان ہوتی ہین، لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضرور ہے کہ ان کیفیات کا تعلق ہمیشہ جسم کے ایک خاص حصہ سے رہتا ہے یعنی دماغ سے، نفسی کیفیات اسی وقت ظاہر ہوتی ہین جب دماغ کے کسی حصہ مین ہیجان ہوتا ہے

اور یہ ظاہر ہے کہ دماغ کا تعلق اعصاب سے ہے جو تمام جسم مین منتشر ہین اس وجہ سے اعصاب بھی بقائے نفس مین ایک نمایان حصہ لیتے ہین،

دماغ اور نفس کا تعلق دماغ اور نفس ایک دوسرے کے جزو لاینفک ہین اس وجہ سے کہ اول تو یہ بات ظاہر ہے کہ جس قدر ذی روح جسم کا دماغ مکمل ہوگا، اسی قدر نفسیاتی کیفیتین زیادہ سنجیدہ، اور مکمل ہونگی، دوسرے یہ کہ نفسیاتی اثر، دماغ پر پڑتا ہے، اگر دماغ مین کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس کا اثر نفسیاتی کیفیات پر ضرور ظاہر ہوتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دماغ اور نفس ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہین

نفس غیر کا اثبات قبل اس کے کہ ہم مذکورۂ بالا مسئلہ پر روشنی ڈالین، یہ اچھی طرح باور کرلینا چاہئے کہ انسان صرف اپنی ہی نفسیاتی کیفیات کا مطالعہ کر سکتا ہے، اور ایک شخص کسی دوسرے شخص کی کیفیات کے احساس کرنے پر مطلق قدرت نہین رکھتا ہے، کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا رنج والم یا دکھ درد اپنے پر نہین لے سکتا لیکن ہم کو یہ ضرور معلوم ہے کہ دوسرے لوگون کے بھی نفس ہوتے ہین، ہم اس کو اس وجہ سے معلوم کرتے ہین کہ ہم دوسرے لوگون کے نفس کے وجود کا اندازہ کرتے ہین، علاوہ اس کے ہماری خانگی، شہری، اخلاقی، معاشری، اور قومی زندگی کا انحصار محض اس خیال پر ہے کہ تمام انسانون کے نفس ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو یقینی واقعات کچھ نہ کچھ اس کے منافی ثابت کرتے، زندگی کے مذکورۂ بالا شعبے چند نفوس کی اجتماعی کوششون کا نتیجہ ہین، مثلاً بول چال جو ایک عمل نفسی ہے ہمیشہ کم از کم بغیر دو ذی روح کی موجودگی کے وقوع پذیر نہین ہوسکتی، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص بذات خود گفتگو نہین کر سکتا علاوہ اس کے قانون کی مثال لیجئے کہ قانون بھی بغیر دو نفسون کے اجتماع کے نہین بن سکتا ان تمام مثالون سے زیادہ قرین قیاس ایک اور شہادت ہے، ہمارے ظاہری احوال سے ہمارے نفس کی حالت ظاہر ہوتی ہے، ہم جانتے ہین کہ ایک خاص وقت مین انسان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، مثلاً جب کسی کا عزیز مرتا ہے تو اس شخص پر ایک خاص رنج والم کی حالت طاری ہوتی ہے

اور یہی کیفیت ہر ایسے شخص کی ہوتی ہے جس کو اس مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہو
کہ دوسرے انسان بھی نفس رکھتے ہین، بلکہ ان کیفیات کا وجود جانورون مین بھی ہے، کتا غصہ کرتا ہے،
خواب دیکھتا ہے، اور اپنے مالک کو بھی پہچانتا ہے، اس سے بڑھکر یہ کہ حشرات الارض بھی نفس سے محروم
نہین، اور بعض ماہرین فن کا تو یہی خیال ہو کہ جمادات بھی نفس رکھتے ہین،

نفس کی قسمین | نفس بلحاظ اپنی ان خصوصیات کے جو حیات کے مختلف دورون مین وقوع پذیر ہوتی ہین
تین قسمون مین تقسیم کیا جا سکتا ہے، اول "نفس طفلانی" یا "ہیولانی" (Child mind) دوم "نفس
بالغہ" (Mature Mind) سوم "نفس شیخوخت" (Old mind)

ان مین سے ہر ایک کی خاص خصوصیات ہوتی ہین جنکی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے
ہین، تاہم ہر ایک کے شروع ہونے کے لیے صحیح اندازۂ وقت نہین کیا جا سکتا ہے، نفس کے ایک دور کے
اختتام کے بعد دوسرا دور یقینی شروع ہوتا ہے، گو یہ عمل نہایت آہستگی کے ساتھ تدریج واقع ہوتا ہے، اس
قدر تفصیل کے بعد اگر یہ کہا جاوے کہ اب "نفس" کی حقیقت سے آپ اچھی طرح واقف ہو گیے ہونگے تو شاید
یہ کچھ بیجا نہ ہوگا،[۱]

نفسیات کا دائرۂ وسعت | نفس کی حقیقت ظاہر کر دینے کے بعد، ہم یہ زیادہ مناسب خیال کرتے ہین کہ یہ بتائین
کہ نفسیات کا دائرۂ وسعت کہان تک ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ نفسیات کا دائرہ اس قدر وسیع
ہے کہ انسان سے گذر کر حیوان یا جمادات بھی اس سے خالی نہین، تاہم مجمل طور سے نفسیات کو دو قسمون

[۱] معارف:- ہم اور ہمارے ساتھ شاید بہت سے ناظرین بھی نفس کی حقیقت فہمی مین وہین ہین، جہان اس مضمون
کے آغاز مین تھے، لیکن مضمون نگار کا عجز نہین بلکہ عالم انسانیت کا عجز ہو، آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے نفس کی جو حقیقت ظاہر کی گئی تھی علم نفسیات
کی بجز انہ ترقی بھی سر مو اس سے آگے نہ بڑھ سکی، یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا، لوگ اے محمد تم
سے پوچھتے ہین کہ روح کیا ہے؟ کہدو کہ روح ہمارے پروردگار کی ایک بات ہے اور اے انسانو! تم کو علم کا بہت تھوڑا حصہ دیا گیا ہے،

مین تقسیم کرتے ہین، اول نفسیات طبعی یا معمولی اور دوم غیر طبعی یا غیر معمولی، نفسیات طبعی سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو ایک انسان بالغ پر بحالت سلامتی ہوش وحواس طاری ہون، قسم دوم سے نفسیات کی وہ کیفیات مراد ہے جو بحالت عدم سلامتی ہوش وحواس طاری ہون اس قسم مین خواب، ہپناٹزم (تنویم مقناطیسی) اور دیوانگی کی مختلف حالتین بھی شامل ہین، نفسیات قسم اول کا تعلق صرف انسان بالغ کی کیفیات ہی تک محدود نہین، اس کا دائرۂ وسعت اس سے بہت زیادہ ہے، نفسیات طفلانی اور نفسیات شیخوخت کا تعلق بھی اسی سے ہے اور نیز یہ کہ نفسیات حیوانات اور نفسیات جمادات کا بھی اسی زمرہ مین شمار ہے،

نفسیات کی ایک اور شاخ ہے جو نفسیات اجتماعی (Ethnic psychology) کے نام سے موسوم ہے، نفسیات اجتماعی انسان کے ایک خاص گروہ کے اجتماعی عمل نفسی کا نام ہے، اسی لیے ان لوگون کو، جنھین جماعتہائے انسانی اور پبلک زندگی سے سابقہ پڑتا ہے، جیسے وکلا، تجّار، اخبار نویس، مقرر، واعظین اور رہنمایانِ قوم کو اس کے جاننے کی سخت ضرورت ہے، نیز نفسیات کا تعلق تعلیمات سے بھی بہت کچھ ہے، اس لیے معلّمین اور اساتذہ بھی اس کی ضرورت سے خالی نہین،

اس بات کو اچھی طرح خیال کر لینا چاہئے کہ نفسیات ایک مختتم اور مکمل علم نہین ہے، یون کوئی علم بھی مکمل نہین ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ علوم مین دن رات صدہا ترقیان ہوتی رہتی ہین، لیکن چونکہ نفسیات کا تعلق صرف حیات اور کیفیات سے ہے، اس وجہ سے اسکی ترقی غیر متناہی ہے، برخلاف اس کے اور دیگر علوم کا تعلق مادہ سے ہے اس وجہ سے یہ ممکن ہو اور بہت ممکن ہے کہ ایک زمانہ مین مادی ترقی پایۂ کمال کو پہنچ جائے، لیکن نفسیات کے متعلق اس قسم کی ترقی کا محدود کرنا مشکل ہے جون جون دیگر مادی علوم مین ترقی ہوتی جائیگی ویسے ہی نفسیاتی ترقی کا دائرہ اور بھی وسیع ہوتا جائیگا، تاہم اس سے یہ نہ خیال کر لینا چاہئے کہ نفسیات کی بنیاد ایک متزلزل حالت مین ہے، نفسیات کی عمارت بہت مستحکم

اس کی عمارت کا انحصار محض واقعات ہی پر ہے اور یہ اصلی فطری واقعات ہین، اس علم کے متعلق بہت کچھ معلومات تو ہو چکی ہے، اور ابھی بہت کچھ باقی ہی،

علم نفسیات کے مطالعہ کے وقت انسان کو اختلاف سے پریشان نہ ہونا چاہئے، اور اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اصلی نفسیاتی اصولوں مین تو بہت کم اختلاف ہی، اختلاف اس وجہ سے زیادہ نظر آتا ہے کہ علم النفسیات کی آڑ مین اکثر مابعد الطبیعیات اور فلسفہ کے سوال بھی پنہان رہتے ہین، اب تک عام قاعدہ یہ تھا کہ نفسیات کیساتھ فلسفہ وغیرہ کے سوالات بھی حل کیے جاتے تھے لیکن یہ طریقہ درست نہین کیونکہ اول تو اس مین اکثر مسئلہ کے خبط ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ اس سے مطالعہ کرنے والے کو بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑتا ہے، علاوہ اس کے اور بھی کئی دقتین پیش آتی ہین اسی بنا پر ماہرین نفسیات اس بات کے کوشان ہین کہ یہ مسائل خالص نفسیاتی نقطۂ نظر سے بیان کیے جاوین، اس مین بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر مسئلہ آمیزش کی گرد و غبار سے صاف ہو جائیگا، اور تمام مسئلے ہر علم کی روشنی مین الگ الگ نظر آنے لگین گے، یہان تک تو ہم نے نفسیات کو بحیثیت ایک نظریہ کے بیان کیا، اب ہم نفسیات پر بحیثیت علم یا سائنس کے بحث کرتے ہین،

علم النفسیات ایک بہت ہی قدیم علم ہی، معائنہ نفسی (Introspection) صدیون اس کے مسائل حل کرتا رہا ہے، لیکن زمانۂ حال مین جب اس بات پر زور دیا جاتا ہے، کہ ہر چیز عملی ہونی چاہئے، نفسیات کو بھی ہر حیثیت سے عملی (Practical) بنانے کی کوشش کیجا رہی ہے،

خداوند عالم نے انسان کو چند اعضا عطا فرمائے ہین جن مین علم انسانی کے پانچ ذرائع، جو پانچ حواس کہلاتے ہین، ودیعت ہین، یہ حواس خمسہ، سامعہ (کان) ذائقہ (زبان) شامہ (ناک) باصرہ (آنکھ) اور لامسہ (اعضاء جلد) کے نام سے مشہور ہین، یون تو قدرت نے کائنات مین ایک ذرہ بھی بیکار اور فضول نہین پیدا کیا اور اسی وجہ سے ایک معمولی چیز کو بھی غیر و قبیح خیال کرنا ایک اخلاقی جرم ہے، لیکن یہ ضرور فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان چیزون مین سے کون زیادہ ضروری ہے، پس اس بنا پر کہہ سکتے ہین کہ آنکھ تمام آلات احساس مین

زیادہ ضروری ہے، آنکھ سے ہم ان چیزون کا احساس کرتے ہین جنکا تعلق بصارت سے ہے، ابتدائے آفرنیش مین انسان کو پہلے صرف چمک (Brightness) کا احساس ہوتا تھا، اور بعدازان وہ مختلف الوانون کے احساس سے بھی لطف پذیر ہونے لگا، اصلی رنگ چار ہین یعنی سرخ، نیلا، سبز، اور پیلا باقی دیگر رنگ انہین کی آمیزش سے بنتے ہین، آنکھ مثل ایک فوٹو کے کیمرے کے ہے، جیسے کیمرے مین کھولنے بند کرنے اور روشنی گھٹانے اور بڑھانے کے کل پرزے ہوتے ہین ویسے ہی آنکھ مین یہ سب کل پرزے موجود ہین۔

کان سننے کا آلہ ہے اس آلہ کے ذریعہ سے مختلف آوازون وغیرہ کا احساس ہوتا ہے، جس طرح سے کہ آنکھ مثل ایک کیمرے کے ہے، اسی طرح کان بھی مثل ایک پیانو کے ہے، اور جس طرح پیانو کے اندر مختلف پردے، مختلف آوازون کے لیے ہوتے ہین، اسی طرح کان مین بھی گیارہ ہزار روزن ہین جن سے مختلف آوازین سنائی دیتی ہین، یہ تعجب کی بات ہے کہ کل اصوات نغمہ بھی گیارہ ہزار ہین، لیکن انسان اب تک صرف نوٹے پر قادر ہوا ہے، زبان اور ناک کو خداوند عالم نے معدہ اور دیگر اندرونی اعضا، کی حفاظت کے لیے پیدا کیا ہے، زبان سے مختلف ذائقون کا احساس ہوتا ہے اور ناک سے خوشبو اور بدبو کا، علاوہ اس کے اعصاب بھی احساس کا ایک آلہ ہے سردی اور گرمی اور بوجھ یا وزن یا دباؤ کا احساس اس سے ہوتا ہے،

یہ امر بھی قابل لحاظ ضرور ہے کہ ایک ہی چیز کے احساس کے مختلف مدارج ہوتے ہین یعنی مثلاً سرخ رنگ کا احساس ایک شئے ہے لیکن اس کے بھی مدارج ہین، ہلکا سرخ رنگ، کم سرخ وغیرہ، اسی طرح سے وزن بھی ہے، ایک من کا وزن، اور ایک سیر کا وزن، گو دونون وزن ہین تاہم ان کے مدارج کے احساس مین اختلاف ضرور ہوتا ہے،

نفسیات کا دوسرا اہم سوال یاد کے متعلق ہے کسی چیز کے یاد رکھنے کے چار طریقے ہین وہ دو خاص آلے، جن سے ہم کو اکثر چیزین یاد رہتی ہین، آنکھ اور کان ہین، اور کوئی نفس عادی ہے، کسی چیز

کو دیکھنے کے بعد یاد رکھنے کا، تو اس کا تمام تر تعلق ان واقعات وخیالات سے ہوگا جنکا تعلق دیکھنے سے ہے اگر ہم بصارت کے ذریعہ سے کسی تھیٹر کے سین کو یاد کریں، تو تمام نظارون کا فوٹو ہمارے سامنے پیش ہو جائیگا، لیکن راگ وغیرہ یاد نہ ہوگا، جو لوگ ایجاد و اختراع کا مادہ رکھتے ہین انکا نفس اسی قسم کا ہوتا ہے ان کو اس کل کا جس کو وہ ایجاد کرنا چاہتے ہین ایک فوٹو ان کے سامنے آجاتا ہے،

اسی طرح جو نفس چیزون کو سماعت کے ذریعہ سے یاد رکھنے کا عادی ہے تو صرف وہی چیزین یاد رکھ سکتا ہے جس کا تعلق سماعت سے ہو، اگر ایسے شخص سے دریافت کیا جائے کہ اس نے تھیٹر مین کیا دیکھا تھا، تو اس کو صرف گانا یاد رہیگا، اور وہ مناظر بالکل بھول جائیگا، بڑا حصہ یادداشت کا جس کا تعلق قوت لامسہ سے ہو یعنی کسی چیز کو چھونے کی طاقت جس سے کسی چیز کی سختی یا نرمی کا ادراک کیا جاسکتا ہے، اور اسی طرح ایک حصہ وہ ہے جو ان سب کے اشتراک کا نتیجہ ہو اگر کسی شخص کا نفس اس قسم کا ہوتا ہے تو اُسکی یاد کو یہ تمام چیزین مدد دیتی ہین یعنی یاد کرتے وقت اس کو دیکھنے سننے اور چھونے کا یکجائی ادراک ہوتا ہے، ہمارے نفس کی ایک اور عمدہ صفت یہ بھی ہے اور اس کا نام اجتماع خیالات (Association of ideas) ہے، ایک بچے کو اپنے اعضا کے حرکت دینے کا خیال بھی نہین ہوتا، یہ صرف اجتماع خیالات ہی کی بدولت ہے کہ وہ رفتہ رفتہ چلنے پر قادر ہو جاتا ہے، فوجی تعلیم کا وہ تمام حصہ جو ضابطہ داری (Discipline) کے نام سے موسوم ہے اسکا بھی سارا دار مدار اسی پر ہے،

نفسیات کا وہ حصہ جس کا معائنہ نفسی (Introspection) سے تعلق ہے، بہت ہی قدیم ہے لیکن باوجود اس قدامت کے اسی مین اکثر اختلاف ہے، اور برخلاف اس کے تجربی نفسیات (Experimental Psychology) جو حال ہی کی ایجاد ہے، اس قدر اختلاف آراء سے ہمدوش نہین ہے، کینٹ (Kant) فلاسفر کے

زمانہ سے نفسیات کا یہ ایک دستور چلا آتا ہو کہ دوسری چیزون سے ہمارا نفسیاتی تعلق تین طریقون پر ظاہر کیا جاتا ہے، اول یہ کہ ہم ایک چیز کو جانتے ہین یا سمجھتے ہین، دوم یہ کہ ہمکو ہمارے اس خیال سے یا تو تکلیف ہوتی ہے یا آرام، اور تیسرے یہ کہ ان دونون حالتون کے بعد ہم اس کے متعلق کچھ خوشی ظاہر کرتے ہین، ان تینون حالتون کا اصطلاحی نام عرفان (Knowing) احساس (Feeling) اور رضا (Willingness) ہے، انسان کے نفس کا یہ ایک خاصہ ہے کہ وہ پیچیدہ خیالات پیدا کرتا ہے، اور پھر ان کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہو، اس عمل مین اجتماع خیالی (Association of ideas) کا خاص حصہ ہے اور یہ اجتماع خیالات صرف ان معمولی خیالات کا نہین ہوتا جو کسی زمانہ مین وقوع پذیر ہو چکے ہین، بلکہ علاوہ اس کے ان اشیار کا بھی اجتماع خیالی ہوتا ہے، جو پہلے کسی حالت مین جمع نہین ہوئی تھین، اسی بنا پر ایک اور عمل پیدا ہوتا ہے یعنی "عمل تقابل" ہم ایک شیر کو دیکھتے ہین، اور اس سے اکثر ہمارے دل مین یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بلی سے مشابہت رکھتا ہے پس اس سے ہمارے ذہن مین ایک ایسی نسل کا خیال پیدا ہوتا ہے جو شیر اور بلی دونون مین ربط پیدا کرتی ہے اسی سے اور دوسرے جانورون کے ممکن الوجود ہونے کا پتہ چلتا ہے جو اس نسل سے تعلق رکھتے ہین، یا کہ جنکا ہونا ممکن ہے، اور اسی سے ہم کو زبان کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، تمام بلیون کو بلی کے نام سے نامزد کرنے سے یہ مراد ہے کہ ہمارے نفس مین بلی کی خصوصیات کا خیال رکھتے ہوئے اس نام کی بابت ایک خاص خیال پیدا ہو جائے،

ہم کو یہ ہرگز خیال نہین کرنا چاہئے کہ نفسیاتی حسیات اور کیفیات صرف وہی ہین جو ہمارے علم مین ہین، عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ اکثر ادراک ناقص کی وجہ سے حسیات و کیفیات نفس مین تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین جنکا اثر ادراک کامل پر ایک خاص عرصہ کے بعد ظاہر ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک انسان سوتے وقت اقلیدس کی کسی شکل کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے

اس وقت تو اس کی محنت رائگان جاتی ہے صرف شکل کا اجمالی تخیل ضرور ہو جاتا ہے، لیکن صبح جبکہ وہ بستر استراحت سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت شکل مذکور کا خیال کرتے ہی وہ اس کے حل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، اس قسم کے واقعات کی مثالین تنویم مقناطیسی (Hypnotism) مین کثرت سے ملتی ہین،

یہ اکثر تجربہ مین آچکا ہے کہ جب تنویم مقناطیسی (ہپناٹزم) کا عمل اپنے معمول پر عمل ختم کر چکتا ہے تو اس کے اثرات اس وقت بھی باقی رہتے ہین جب معمول اپنے ہوش و حواس مین آجاتا ہے، اس بات کے اکثر شواہد موجود ہین کہ ایک نفس سے دوسرے نفس مین خیالات تبدیل کیے جا سکتے ہین، اور ان کا احساس بھی نہین ہو سکتا ہے نفسی اور اعصابی تبدیلیون مین ایک نفسیاتی اور حیاتی تعلق ہے، حسیات جو اعصاب کی محرک ہوتی ہین، یہ دماغی اعصاب و نیز دیگر اعصاب سے بھی تعلق رکھتے ہین، اس وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک عصب حرکت کرتا ہوا دماغ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو پھر اوسکی وجہ سے دماغی اعصاب بھی حرکت کرتے ہین، الغرض اس کا ماحصل یہ ہے کہ ہر نفسی کیفیت کے لیے ایک دماغی عمل درکار ہے، اور ہر دماغی یا حسیاتی عمل کے لیے ضرورت ہے ایک عصبی عمل کی، اس نفسی و اعصابی اور نفسی و حیاتی تطابق کا انحصار محض مشاہدہ اور عمل پر ہے،

ملا محمد سعید اشرف ماژندرانی

استاد زیب النساء بیگم،

از

جناب سید محمد کاظم صاحب بی، اے ال ال بی وکیل روپڑ (انبالہ)

ملا محمد سعید المتخلص بہ اشرف ماژندرانی ایران کے ان خوش قسمت سخنوردن مین ہین جن کے مرغ شہرت نے پروبال، ہندوستان کی فضامین پیدا کیے، آزاد بلگرامی نے سرو آزاد مین ملا صاحب کا حال لکھاہے، کہ وہ ماژندران کے رہنے والے تھے، اور ملا محمد تقی مجلسی کے نواسہ تھے. شاہجہان کے آغاز جلوس مین ہندوستان پہنچے تھے، اور وہ زیب النسار بیگم (دختر شاہ عالمگیر) کی تعلیم پر مقرر ہوئے فارغ ہوکر ۱۰۸۳ھ مین ایران واپس گئے، اور پھر دوبارہ عالمگیر کے زمانۂ حکومت مین لوٹ کر ہندوستان آئے، اس وقت شہزادہ عظیم الشان عظیم آباد پٹنہ مین صوبہ دار تھا، اوسکی ہمرکابی مین عظیم آباد گئے شہزادہ ملا صاحب کی بڑی تعظیم کرتا تھا اور کبرسنی کے باعث اونکو بیٹھنے کی دربار مین اجازت دیدی تھی،

آخر عمر مین حج بیت اللہ کا شوق ہوا، چاہا کہ بنگال کے بندسے جہاز پر بیٹھکر حجاز روانہ ہون، ابھی مونگیر (بہار) پہنچے تھے کہ عمر طبعی کا جہاز موت کے ساحل پر آلگا، ماژندران کے مسافر نے مونگیر کی زمین مین کرکھولدی، یہین سپرد خاک ہوئے، آزاد لکھتے ہین کہ مونگیر مین ملا صاحب کی قبر مشہور ہے، معلوم نہین، اس مشہور زمانہ کا نشان اب بھی وہان ہے یا نہین،

ملا صاحب کے فضل وکمال مین کیا شبہہ ہے، مگر انھین کیا معلوم تھا کہ اونکی شہرت اور بقائے نام کا سب سے بڑا سبب یہ ہوگا کہ ان کے دامن تربیت مین زیب النسار بیگم پلکر یگانۂ روزگار ہوئی، مولنا شبلی مرحوم نے زیب النسا کے حال مین لکھا ہے کہ جب وہ ملا صاحب کی شاگرد ہوئی تو اس وقت اوسکی عمر اکیس برس کی تھی، آزاد نے

ملا صاحب کا دیوان بھی دیکھا تھا، لکھتے ہیں:

"دیوان ملا محمد سعید اشرف بمطالعہ درآمد، انواع شعر قصیدہ و غزل و مثنوی و قطعہ وغیرہ دارد، و ہمہ جا حرف بقدرت می زند"

آزاد نے ملا صاحب کے دیوان کے کس نسخہ کو خدا جانے دیکھا تھا، حسن قسمت سے مجھے، ملا صاحب کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہے، جو حرف حرف آزاد کے دعوی کی تائید میں ہے،

یہ قلمی نسخہ کم و بیش آج سے دو سو برس پیشتر معرض تحریر میں لایا گیا ہے، اس قلمی نسخہ پر کسی مصنف یا کاتب کا نام نہیں ہے، یہ مختلف اصناف شاعری پر مشتمل ہے، اس میں قصیدہ، غزل، رباعی، مرثیہ، غرضکہ ہر رنگ میں اظہار خیال کیا گیا ہے، اور آخری شعر پر اشرف تخلص ملتا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ یہ ملا اشرف کا کلیات ہے، ذیل کی سطروں میں اس کلیات سے ملا صاحب کے جو حالات خود ان کے اشعار سے ماخوذ ہو سکتے ہیں، سپرد قلم کیے جاتے ہیں،

سکونت ملا صاحب کا وطن جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے مازندران ہے، چنانچہ ایک جگہ اعتماد الدولہ العدل العالیہ خلیفہ سلطان کی تعریف میں جو قصیدہ ہے اس میں حسب ذیل شعر پایا جاتا ہے:

گر از اصفاہان پدید آمد چو گل طبع کمال　　خاستہ چون سرو موزون اشرف از مازندران

اس سے مازندران جائے پیدائش اور اصفہان جائے تکمیل فن معلوم ہوتی ہے،

خاندان اشرف کے اشعار سے نہایت مختصر حالات اس کے خاندان کے متعلق مستنبط ہوتے ہیں، اول یہ کہ اس کا باپ کوئی اہل کمال ضرور تھا، دوئم یہ کہ اس کو اپنی اولاد سے خاص طور پر چشم زخم پہنچا ہے، اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے،

آنم کہ نہال معرفت را ثمرم　　از دولت والا گرامی گہرم

ہر چند ز فضل دست من کوتاہ ہست　　دارد بفضیلت ید طولےٰ پدرم

اس کا نانا تقی مجلسی ۱۱۱۰ھ مین فوت ہوا، بڑی دستگاہ علمی رکھتا تھا، اس کے متعلق اشرف نے تاریخ وفات لکھی ہے؛

وعدۂ دیدار یار ب جنت الما و ے بود،

تلمذ ایران کے مشہور شاعر صائب کو کون نہین جانتا، وہ چھ سات سال کے قریب ہند مین شاہجہان کے عہد مین آیا تھا اور ظفر خان صوبہ دار کشمیر کے ساتھ جس کے گہرے تعلقات تھے ۱۰۴۲ھ مین کشمیر کی سیر کرتا ہوا ایران واپس چلا گیا اس کو واپسی پر شاہ عباس ثانی نے ملک الشعراء کا خطاب دیا، صائب کا مولد تبریز ہے لیکن بعد مین اصفہان مین سکونت اختیار کی تھی، ملا سعید اشرف نے اصفہان ہی مین اسی یگانۂ فن سے شرف تلمذ حاصل کیا، چنانچہ اس کی تعریف مین لکھتا ہے،

خدیو کشور گفتار میرزا صائب — کہ دادہ است تیغ قلم قرار سخن

مبین بدفتر پیشینیان کنون کہ شدہ است — ز تازہ گوئی او تازہ روزگار سخن

خدایگان سخن گستران دوران — ایا برائے من تو افتخار سخن

سخن بپایۂ اوّل ز نظرت برسد — اگرچہ گفتہ من نیست در شمار سخن

گر تو خود بنمائی جواہر اسرار — کہ بر خویش پدید آورد بار سخن

وگرنہ نیست مرا آنقدر توانائی — مدام اگرچہ نشینم در انتظار سخن

ز التفات تو نبود بعید اگر — شوم بعصت ہنر پروران سوار سخن

ز فیض لطف تو شاید کہ بشگفتم گل گل — چنین کہ تنگ دلم من ز خار خار سخن

مرا کہ نیست بدیوان شعر نام و نشان — مگر شوم ز قبول تو نامدار سخن

ہمیشہ تا ز سخن اعتبار مرد بود — تو شاد باش کہ از تست اعتبار سخن

صائب کی وفات ۱۰۸۰ھ مین ہوئی، اس سال ایک خوش نویس سید عبد الرشید دیلمی کا بھی انتقال ہوا اس کو بھی اشرف کی استادی کا فخر تھا، چنانچہ اشرف نے ایک مرثیہ لکھا، آخر شعر

ین دونون کی تاریخ وفات نکلتی ہے،

گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آن

آہ ماہم مرون آقا رشید و صائبا

صائب جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، ۱۰۴۲ھ مین ایران کو چلا گیا، ملا سعید اشرف کو اس کے ساتھ ۱۰۴۲ھ سے ۱۰۶۰ھ تک تعلق شاگردی رہا ہوگا، کیونکہ سن موخر الذکر تک اشرف کا قیام ایران اس کے ایک قصیدہ سے ظاہر ہو جاتا ہے، جو کہ اصفہان مین عزیز اللہ نامی رکن سلطنت کی واپسی کی تقریب پر جو سیاحت روم و شام و ہند کے بعد عمل مین آئی موزون کیا گیا، قصیدہ مذکور بڑا پر جوش ہی، اس کے شعر ذیل کے ہر دو مصرعون سے علیحدہ علیحدہ تاریخ خیر مقدم ۱۰۶۲ھ برآمد ہوتی ہے،

آمدی از ہند با الطاف سرشار آمدی

چون نسیم دلکشا از طرۂ یار آمدی

مذہب جس طرح عام طور پر اہل ایران شیعہ مذہب رکھتے ہین، اشرف بھی اسی مذہب کا پیرو ہے کہتا ہے

آنکس کہ بملک اعتقادش راہ ہست — در مرتبۂ قرب علی آگاہ است

داند کہ کمان قاب قوسین نبی — در قبضۂ قدرت ولی اللہ است

جدا تیغے کہ تیغ شاہان می کند — ہچو ہندی زادگان پیش غلامی اختیار

کیا ہی عبرتناک مقام ہے، آج سے تین سو برس پیشتر بھی ہندوستان کی غلامانہ حرکات ضرب المثل ہو چکی تھین،

من و مداحی آقائے خود شاہ نجف — کہ درین زمرۂ ابرار سری کند مرا

دور بازوے یداللہ است اسداللہ ولی — مظہر قدرت جبار علی اعلیٰ

در کعبۂ شہر علوم نبی و کشور فضل — محرم صدر نشین حرم او دستے

سر در جزگہ شاہان جہان شاہ نجف صفدر معرکہ شیر دلان شیر خدا

ہندوستان سے تکلیف اٹھا کر خراسان پہنچا معلوم ہوتا ہے اور اس جگہ ایک لمبی نظم امام علی موسیٰ رضا کے مقبرہ پر موزون کی ہے، جس کا ایک شعر ہے،

چون خاباز آدم از ہند باروئے سیا میروم از دست اگر لطفت نباشد دستیا

ان تمام اشعار سے اس کے مذہب کا غالب رجحان معلوم ہوجاتا ہے،

زیب النسار کو تعلیم دینا، اشرف ۱۰۷۲ھ مین زیب النسار کی تعلیم پر مامور ہوا، یہ سال اورنگ زیب کے عہد حکومت کا اول سال ہے، اور اس وقت زیب النسار بھی اچھی عمر کو پہنچ چکی تھی یعنی اکیسوین برس مین تھی، تیرہ چودہ سال اشرف نے اسے درسی کتب کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، علم حدیث وغیرہ کی تعلیم دی، اور شاعری کی اصلاح بھی کرتا رہا، شہزادی شروع شروع مین تعزیہ داری کرتی، اور مجلس عزا مین شریک ہوا کرتی تھی، یہ اشرف کی تعلیم کا نتیجہ ہوگا، لیکن زیب النسار کی طبیعت مین شیعہ مذہب کے خیالات پوری طرح مستحکم نہین ہوئے، کیونکہ بعد مین اس نے حضرت میانمیر علیہ الرحمۃ سے بیعت کی ہے، یہ بات عام طور پر معلوم ہے، کہ اورنگ زیب شعرائے قدردان نہ تھے بلکہ مولسنا شبلی فرماتے ہین، کہ "اورنگ زیب کے زہد خشک کے آگے شاعری کا چراغ گل ہوگیا" اشرف کا ایک شعر اس مضمون پر ہے،

خشکی زہد گرفت است جہان را اشرف نیست سیلاب بدین دشت زصرصر مژگان

ذیل کے چند اشعار کے متعلق یہ گمان گذرتا ہے کہ اورنگ زیب کے متعلق اشرف نے زیب النسار کی تعلیم پر مامور ہونے سے پہلے کہے ہین، ورنہ ملازمت کے حاصل کرنے کے بعد اس کو اس قدر منہ پھٹ ہونے کی ضرورت نہ تھی،

ایکہ از کشور خود جانب ہند آمدۂ در ولایت خبر ہند مگر نشنیدی

بعد ازان کامدۂ قصد اقامت چہ کنی قصہائے ضرر ہند مگر نشنیدی

. . . . . . برامید زر و سیم ۔۔۔ بے بقائی در ہند گر نشنیدی

زادۂ ہند کمر بستہ بقتل پدر است ۔۔۔ این سخن در سفر ہند گر نشنیدی

کہ جدائی کنی ایجاز برائے فرزند ۔۔۔ داستانِ پسرِ ہند گر نشنیدی

اشرف کے بیشتر قصائد جو اس قلمی نسخے مین ہین زیب النسا بیگم کو مخاطب کرکے لکھے گئے ہین کیونکہ اول بادشاہ وقت کے نزدیک شاعری کی کچھ قدر وقیمت نہ تھی، دوم تعلق استادی کے لحاظ سے انعام و اکرام کا امیدوار ہو سکتا تھا، تو زیب النسا سے ہی ہو سکتا تھا، علاوہ ازین زیب النسا، کو شعر فہمی و بذلہ سنجی مین کمال تھا، گو مردہ نہ تھی لیکن شعرا کی قدردانی کے لحاظ سے جہانگیر کے ہم پایہ تھی، عہد اورنگ زیبی مین اس کا وجود شاعری مجم کے لیے مسیحائی اعجاز کا حکم رکھتا تھا، اشرف بھی ہر کسی کی تعریف نہین کرنا چاہتا تھا

طوطیم اشرف نکردم ہم زبان باہر کسے ۔۔۔ ہر کجا آئینہ سیمائیست گویا می شوم

سنہ ۱۰۹۵ھ مین وطن جانا چاہا تو زیب النسا کی خدمت مین ایک قصیدہ لکھکر پیش کیا، جس مین رخصت کی درخواست کو اس طرح ادا کیا ہے

یک بار از وطن نتوان برگرفت دل ۔۔۔ در غربتم اگرچہ فزون است اعتبار

این پیش و قرب و بعد تفاوت نمی کند ۔۔۔ گو خدمت حضور نباشد مرا شعار

نسبت چو باطنی است چہ دہلی چہ اصفہان ۔۔۔ دل پیش تست من چہ بہ کابل چہ قندہار

دیگر حالات، اس کی زندگی غربت و افلاس مین کٹی، اور مشہور شعرا مین سے نہین ہوا، چنانچہ کہتا ہے،

از غم افلاس اوقاتم بہ بیہوشی گذشت ۔۔۔ چون چراغ مفلسان عمرم بخاموشی گذشت

پاس دلبر بزم ما را محفل تصویر کرد ۔۔۔ کز حیا تا آخرِ مجلس بسر گوشی گذشت

نیست اشرف بہ تحسین سخن سر زندۂ ۔۔۔ زان چو معنی روزگارم در سیہ پوشی گذشت

ہندوستان سے چلے جانے کے بعد بھی اسے ہندوستان کی یاد دل مین چٹکیان لیتی رہی،

ضعفا باان رسید اشرف دیاز   پاسئے نسبت تبان لاہور است

فلسفۂ اشرف | اشرف کے نزدیک دشمن کو دوست بنانا ہو، تو اسے ہم نوالہ وہم پیالہ بنالینا چاہئے کہ اگر صرف دودھ پینے سے دو آدمی بھائی ہو سکتے ہیں تو ایک کھانا کھانے سے کیون نہین ہو سکتے،

روزی خورانمی داریم از دشمن دریغ   ہر کہ شیر ما خورد با ما برادر مے شود

غصہ عزت کو کم کرتا ہے،

رفتہ رفتہ آبرو را برطرف سازد غضب   آب را چندانکہ جوشانند کمتری شود

گریہ وزاری کو ضبط کرنا آبرو بڑھاتا ہی،

گریہ چون در دل گرہ شد گرددا شرف آبرو   قطرہ در دریا چو چندے ماند گوہری شود

لوگونکی تحسین اصلی خوبی مین اضافہ نہین کرسکتی،

کے شود زیبائے گل اشرف از بلبل زیاد   حسن گفتار ترا مشاطہ گو تحسین مباش

دیدہ روشن بود اشرف زعینک بے نیاز   بر دل من داغ جانان گر نباشد گو مباش

اس کا خیال ہے کہ گناہ کی بدولت انسان کا جوہر ذاتی زیادہ نمایان ہو جاتا ہے،

قابلیت را نمایان ترکند تر دامنی   جامۂ رنگین چو تر گردید رنگین تر شود

شراب شاعری کا سرور کیسا ہوتا ہے،

اشرف از کیفیت گفتار کردی بیخودم   شعر چون گردید رنگین کار صہبا می کند

شوق علمی اور اس کی یاد آخر عمر تک رہی

خیزد اشرف از دلم ہر فغان و نالہ   سینہ ام را یاد طفلان باز مکتب خانہ کرد

اس کے نزدیک دینی مسائل مین دلائل و براہین ظاہری تلاش کرنا ترک دین کے مترادف ہے،

جانب میخانۂ تحقیق اشرف چون روی   باید اول رختے از ساقی کوثر گرفت

کلام کا رنگ صائب کے تلمذ کا اثر ملا اشرف کے کلام پر نہایت نمایان ہے، صائب کا خاص کمال تمثیلی استدلال ہے، وہی رنگ اشرف کے کلام مین بھی جھلکتا ہے، جیسا کہ اوپر کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور ذیل کے اشعار سے بھی ثابت ہی؛

غافلان را چرک دنیائی ست زینت در لباس — جامۂ تصویر از روغن مصفا تر شود

بوقت عرض مطلب قفل خاموشی بلب دارم — چو آن شخصے کہ در خمیازہ گیرد بر دہان دستے

کار خود کن راست چون فوارہ بے امداد غیر — خود نہال خویش و خود آب روان خویش باش

اشکے کہ راز عشق بگوید فشاندنی است — طفلے کہ خوش محاورہ افتد نشاندنی است

حیات از صحبت افسردگان نابود می گردد — کہ چون فصل زمستان شد نفس ها دود میگردد

بدنیا چون در آید آدمی بدبخت می گردد — ہوا چون در میان مشک آید بخت میگردد

تاریخ گوئی دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ اشرف کو تاریخ گوئی مین بھی خاص ملکہ تھا، چنانچہ اس قسم کی تاریخین بھی اس کے دیوان مین موجود ہین، اشرف کی نگاہ مین سید شمس الدین صاحب کی خاص قدر تھی، یہ کوئی بزرگ ہونگے، ان کے قتل کے موقع پر حسب ذیل تاریخ کہی گئی،

سائلے پرسید از تاریخ سال فوت او — گفتمش ذراول شہر ربیع الاول است
۱۱۱۶

ہندوستان مین دوبارہ آمد دیوان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشرف ہندوستان مین دوبارہ واپس آئے

چنانچہ واپسی کے وقت دریائے (سندھ) طغیانی پر تھا جب طغیانی کم ہوئی تو فوراً نظم موزون کی جس کے خیر مصرع سے تاریخ نکلتی ہے۔

سیل دریائے بتان پایاب شد،
۱۰۹۸

خاتمۂ سخن، قلمی نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اشرف نہایت ہی پرگو شاعر ہے، سو سو شعر کا قصیدہ کہہ ڈالتا ہے، اور آمد مین کوئی فرق نہین آتا، جوش بالکل کم نہین ہوتا، تاریخ کا مادہ موزون کرنے مین کمال رکھتا ہے، اس قلمی نسخے مین ایک خاص نقص یہ ہے، کہ جگہ جگہ پر عنوانات کے لیئے جگہ چھوڑی گئی ہے، کہ سرخ روشنائی سے لکھے جائین، لیکن پھران کے لکھنے کا موقع نہین آیا، دوسرا نقص یہ ہے، کہ نسخہ پارینہ ہونے کے سبب کرم خوردہ ہوگیا ہے، اور اکثر الفاظ حذف ہو گئے ہین، اسطرح اس کے مطالعہ سے جو لطف آسکتا تھا وہ بہت جلد منغص ہو جاتا ہے،

صمدنیات

کیا آزاد بلگرامی تھے؟

از مولوی سید مقبول احمد صاحب، ایم آر اے ایس، ایف آر ایس اے،

(۳)
ید بیضا

باز گو از نجد و از یاران نجد،

یہ تذکرہ اور اس کا جامع غایت شہرت و ناموری سے کسی تبصرہ و تذکرہ کے محتاج نہین ہین، اس لیے مجھے صرف ایک ایسی حقیقت و اختصاص کا اظہار کر دینا چاہیے جو معدودے چند لکھنے والون کے سوا کسی کی زبان وقلم پر نہین آیا، اور جو ان دونون کی وابستگی سمدن کے متعلق ہے؛

میر غلام علی آزاد، اپنی تصانیف مین ہر جگہ اپنے کو "بلگرامی" لکھتے ہین، وہ بلگرام مین پیدا ہوئے، وہین پرورش و تعلیم پائی عمر کا ابتدائی حصہ بھی وہین گذرا، اور بالآخر دکن مین پیوند زمین ہوئے، مگر اصلیت یہ ہے کہ ان کو بلگرام سے اتنا ہی تعلق تھا جتنا مولٰنا نظامی گنجوی کو گنجہ سے۔ نظامی تفاخراً فرماتے ہین ؎

چو دُر گرچہ در بحر گنجہ گمم   دے از قہستان شہر قمم

اس لیے محققین، بالخصوص معاصرین بلگرام اور چند مستشرقین طعنہ زن ہین کہ آزاد نے اپنا انتساب، بلگرام سے کیون کیا، اپنے موطن اصلی یعنی اسلاف کے مرز و بوم کو کیون بھلا دیا حتی کہ سمدن کا کہین نام لینا بھی گوارا نہ کیا، حالانکہ اپنے عربی و فارسی اشعار مین، واسطہ کا بار بار نام لیتے اور بڑی نازش و مباہات[۱] سے یاد کرتے ہین؛

---

[۱] واسط عراق کا ایک شہر ہے جہان کا قلم مشہور ہے، سبع سیارہ، قصائد عربی و سبحۃ المرجان و سرو آزاد، ملاحظہ ہون،

منشی[1] غلام حسن تخلص بہ ثمین بلگرام کے قدیم باشندے صدیقی فرشوری تھے، ان کے والد شیخ غلام حسین اور دادا قاضی فیض اللہ اور ان کے پھوپھی زاد بھائی محمد صدیق[2] سخنور بلحاظ ریاست وعلم وفضل ممتاز اور قصبہ کی خدمت قضا پر سرفراز رہے تھے، میر نوازش[3] علی کے شاگرد، اور خود بڑے صاحب تصنیف و تالیف تھے، انھون نے آزاد کی ماثر الکرام کے جواب مین وہان کے شیوخ کی ایک مبسوط تاریخ، شرائف عثمانی کے نام سے ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۰ء) مین لکھی تھی، وہ آزاد کے دعوی اور انتساب بلگرام پر تعریض کرتے ہین،

"بزرگ حضرت آزاد مذکور از قصبہ سمدن در عہد ملک[4] بہلول لودی در بلگرام برائے تحصیل علم بر آمدہ، بعد چندے بوجہ اخلاق اہالیان بلگرام طرح توطن انداختہ، این معنی بر جمہور قدماے بلگرام پیدا و ہویدا است"

اسی بات کو ہندوستان کے عہد اسلام کے نامور مورخ ولیم اردین نے احمد شاہ ابدالی وزیر عماد الملک کے ترجمہ[5] انگریزی کی تمہید مین اپنے مخصوص انداز مین بیان کیا ہے اور ماثر الکرام کو محض سادات بلگرام کے خاندانون کی تاریخ قرار دیا ہے،

آزاد نے ماثر کو "تاریخ بلگرام"[6] و "تذکرہ صاحب کمالان بلگرام" لکھا ہے لیکن ان کا یفقرہ کہ

[1] سرو آزاد و تذکرہ ثمین صفحہ ۲۵۰، [2] سخنور کا ذکر بھی آزاد نے سرو آزاد مین کیا ہے، صفحہ ۳۴۹، [3] نوازش علی فقیر۔ سرو آزاد صفحہ ۳۳۲ و ماثر صفحہ ۱۱۷۔ [4] سلطان بہلول نے ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) سے ۸۹۴ھ (۱۴۸۸ء) تک یعنی ۳۸ سال ۸ ماہ ۷ روز سلطنت کی ہے، [5] ثمین نے چند واقعات چشمدید کو ۱۸۰۵ء مین کپتان جوناتھن اسکاٹ کی فرمائش سے قلمبند کیا تھا، [6] Ahmad Shah Abdali and The Indian wazir Imadul Mulk (1756-57) by William Irvine. B.C.S. 1907.

[7] ماثر کی تالیف بلگرام مین سفر حجاز (۱۱۵۰ھ) سے پہلے ہوئی تھی پھر بعد واپسی دکن مین تکمیل ہوئی، ماثر ص ۲ دیباچہ، [8] ماثر دیباچہ صفحہ ۴، سرو آزاد دیباچہ صفحہ ۲۔ سبحۃ المرجان ص ۱۲۳،

"چون[1] درین کتاب نسب سادات بلگرام لازم گرفته شد ایراد قصیده که در بیان نسب خود (میر عبدالجلیل) به نظم آوردہ اند مناسب افتاد"، بعض صاحبون کو گران گزرا، اور اس کتاب کی تالیف عموم شرفاء کے خاندانون کے احوال سے بیگانہ و بے نیاز سمجھی گئی، ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ آزاد نے اپنے متعلق لکھا ہی کہ "سید محمد صغری[2] (متوفی ۶۴۵ھ) سے وہ سترھوین پشت مین تھے" اور سید محمد صغری سے اوپر کا سلسلہ[3] نسب بھی پورا نقل کر دیا ہے لیکن اپنے والد سید محمد نوح[4] کا تین چار مقامات پر ضمنی تذکرہ کرنے یا ایک دو مواقع پر نام لینے یا اُن کے باپ سید[5] فیروز کا حوالہ دینے کے سوا اپنے اجداد قریب کا کچھ ذکر نہین کیا، یعنی سید فیروز سے اوپر کی کڑیان سب چھوڑ دی ہین، یہ بزرگ وہی گوہر یکتا ہین جو خاک پاک سدن مین راحت گزین ہین،

آزاد کا یہ قصور کتنا ہی بڑا سمجھا جاوے، کہ اُنھون نے اپنے اسلاف کے موطن سدن کا ذکر نہین کیا، لیکن اونکی یہ وضع احتیاط بھی قابل ستائش ہے کہ وہ خود کو حبّ الواسطی اصلاً، لکھتے ہین تو البلگرامی[6] مولداً و منشاءً، یا جواراً و منشاءً، بتاتے ہین، البتہ اواسطہ عمر بلکہ اواخر کی تحریرات مین جو بلگرام اور اہل بلگرام سے دُور لکھی گئی تھین اور جبکہ مزید تشریح و تفصیل کی ضرورت کو کمال شہرت کمال بلکہ بلگرامیت نے، رفع کر دیا تھا، عموماً فقیر آزاد حسینی[7] واسطی بلگرامی، لکھنے پر اکتفا نہ کیا ہے، پھر بھی اپنے ترجمہ کے ذیل مین "مولد[8] و منشا محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام" کا حوالہ دیتے ہین، بلگرام کے توطن کے بارہ مین آزاد کا دعوی ان الفاظ سے پایا جاتا ہے،

"بعد تالیف ید بیضا بخاطر رسید و سر پنجہ حب الوطن دامن دل کشید کہ کتابے در ذکر حالات کاملان

---

[1] مآثر الکرام تذکرہ میر عبدالجلیل صفحہ ۲۶۹ [2] مآثر الکرام ص۱۱ و سند السعادات قلمی، [3] ۱۱۶۵ھ مین محمد سید نوح کا واقعہ وفات ناگہانی مآثر الکرام مین بتفصیل لکھا ہے، ص۲۲۲، و حوالہ ملازمت نواب سربلند خان سرو آزاد ص۲۱۳ [4] سید فیروز متوفی ۱۹ رجب ۱۱۲۰ھ - شجرہ طیبہ جلد دوم - و مآثر صفحہ ۴۲، [5] سرو آزاد صفحہ ۲۹۱ - مآثر الکرام ص۱۷۱ سبحۃ المرجان ص۱۱۱، [6] خزانہ عامرہ - دیباچہ ص۱ و ص۱۲۳ و سرو آزاد - دیباچہ ص۱ - و مآثر دیباچہ ص۳ سبحۃ المرجان دیباچہ ص۱ [7] خزانہ عامرہ ص۱۲۳ -

بلگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ تحریر مدآمدیہ دیباچہ سرو آزاد صحہ - د -

"من آوارہ دشت گمنامی آزاد بلگرامی را حب الوطن سلسلہ جنبان شد کہ تذکرہ در ذکر صاحب کمالان

بلگرام صانہ اللہ عن طوارق الایام بہ پردازم" دیباچہ مآثر صحہ،

"و حب الوطن در دل سائر علویات و سفلیات انداخت"، مآثر دیباچہ صحہ،

"الواسطی اصلا و البلگرامی وطنا" سبحۃ صحہ،

آزاد کا یہ دعویٰ کہ "جز من از یاران کیست کہ این قدر ہمت در احیاء اسم و رسم وطن صرف کردہ" غالباً حضرات بلگرام کو ناگوار گزرا ہو، ثمین اپنے سلسلہ تقریر مین بعض ناگفتنی و ناروا باتین کہہ گیے ہین، حتیٰ کہ "آزاد نے بیکار و دور از قیاس جھوٹے مضمون کی کتاب جمع کر کے متقدمین کو متاخرین قرار دیا اور اپنے آپ کو محسید مذکور کی اولاد سے ظاہر کیا"

کون کہہ سکتا ہو کہ ایک طرف آزاد کا سمدن سے واسطہ ظاہر نہ کرنا، دوسری طرف اہل بلگرام کا اُن سے اعلان بے تعلقی و اتبرا، اور ایک ہمعصر ہم وطن کی یہ درشت زبانی، آزاد کی شان عظمت و وقار پر حرف نہین لاتی اور آزاد یا اُن کے اقربا اس صاف گوئی و دریدہ دہنی کی تردید کیون نہین کرتے،

بہرکیف سمدن کی تاریخین اس واقعہ کو اپنے اوراق سے محو نہین کر سکتین، کہ یہ قصبہ صدیون تک سادات عظام زیدیہ کا بھی مہد علم و کرم رہا ہو، محلہ سید باڑہ کے پھاٹک کے سامنے مشرق و جنوب کے گوشہ مین جو آبادی واقع تھی وہ گرد آباد سے موسوم ہے، آبادی مدت ہوئی معدوم ہو چکی البتہ زبانون پر نام باقی ہے اور تحریرات سرکاری و کاغذات دیہی مین قائم، دو دمان رضویہ مشہدیہ کے مکانات قدیم رواج و روایات اور آبائی ارشادات کے موافق ہمیشہ سے خام تھے، سید باڑہ معہ اپنی فصیل اور پھاٹک اور شمالی اور جنوبی کھڑکیون کے گوندہ یا مٹی کی دیوارون سے محاط تھا، مگر جب میر خلق علی رضوی نے اپنا محل خشت سرخ سے بنوایا تو محلہ کا

۱؎ مآثر الکرام دیباچہ صحہ ۲؎ شرافت عثمانی دیباچہ

مغربی دروازہ بھی اسی وقت یا بعد کو کسی وقت پختہ کرادیا تھا جس کے آثار ہنوز قائم ہیں، اور اب وہاں دھوبی اور غرسے (بوریا بافت) رہتے ہیں، گرد آباد کے جنوب جو حصہ سید باڑہ سے بالکل ملحق ہو وہاں ایک طرف آل ضیا کے ساکن تھے اور ایک جانب سادات عباسیہ (علویہ) کے محلات، وہ حصہ جو ست محلہ کہلاتا تھا، اور اب کچھیانہ کے نام سے مشہور ہے اور جس میں زراعت ہوتی ہے اس میں سادات زیدی واسطی (اولاد زید شہید) آباد تھے، اس کے قریب میں اونکا پنچ محلہ تھا، جہاں اب منظور باغ ہی، عمارات کا یہ سلسلہ تالاب پل تک چلا گیا تھا، خواجہ حافظ سید احمد کبیر علیہ الرحمۃ کا مرقد اسی آبادی کے زیر دیوار واقع ہے، سادات زیدیہ کا گورستان زیادہ تر باغ امرائی میں تھا لیکن اب وہاں بھی قبرون کا نشان باقی نہیں، کہتے ہیں کہ جس طرح پنچ محلہ زندون سے آباد تھا اوسی طرح یہ باغ انھیں سادات کے مقابر و مزارات سے معمور و پرنور تھا، زیدی خاندانون کی کچھ قبرین منھدیا (باغ منھدی) میں بھی تھیں، خان بہادر سید علی بہادر رئیس بلگرام کے اکابر کا یہی باغ آرام گاہ ہے، جہاں آزاد کے مورث میر عوض کی مسجد اور محل سرا تھی عمر باشندے اب تک اس کا نشان دیتے ہیں، مضافات سدن میں جانب پوکھریامئو (محال گڑھیا قادر) بھی سادات کرام کی بود و باش کے نشانات دکھائے جاتے ہیں اور پرانی بنیادیں اونکی گذشتہ عظمت و شوکت کی شہادت دیتی ہیں،

مولوی حکیم سید منظور احمد طاب ثراہ نے کتاب سلسلۃ النسب سادات صمدنیہ[1] میں اور خان بہادر حاجی سید عبدالعزیز رضوی اعلی اللہ مقامہ نے تاریخ عزیزیہ میں ان انتقالات مکانی و مقامی کا بالتفصیل ذکر کیا ہے، طلب علم یا فکر معاش میں بہت سے خاندانون نے سدن سے رفتہ رفتہ ہجرت فرمائی اور بلگرام و شاہ آباد دبہار، و دانا پور و بار ہرہ و سکت پور و تالگرام و چھبرامو مختلف امصار و قصبات کو چلے گئے اور وہین کے ہو رہے، اروین نے بھی ان سادات کی ہجرت کا اپنی تاریخ نواب بنگش[2] میں حوالہ دیا ہے،

[1] سدن کی وجہ تسمیہ کچھ بھی رہی ہو لیکن نصیرالدین محمد ہمایون کے عہد میں شہد مقدس (امام رضا علیہ السلام) سے سید عبدالصمد کے ہندوستان میں آنے اور سکونت گزین ہوجانے کے بدولت اس قریہ کا نام صمد سے بھی لکھا جاتا ہے،

[2] Irvine's Bangash Nawabs of Farrukhabad Contained in Journal of the Asiatic Society of Bengal. 1878.

(آزاد) طوبیٰ لقوم ھاجروا و توطنوا — تلک الدیار معادن الایمان

آزاد، کی تقریباً تمام علمی و تاریخی تالیفات[1] چھپ چکی ہیں لیکن دو سو برس گذر جانے پر بھی ید بیضا علیہ الطبع سے معرّا ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جو تذکرے آزاد نے اس کے بعد لکھے وہ اس سے زیادہ مکمل اور جامع تھے جن سے ید بیضا کی طبع و اشاعت کی ضرورت رفع ہو گئی تھی، باین ہمہ یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ سرو آزاد و خزانہ عامرہ کے ہوتے ہوئے علامہ شبلی سے محقق اور قدر شناس نے ید بیضا سے قطع نظر نہیں کیا، اور شعر العجم وغیرہ میں اس کے حوالے دئے ہیں،

"ید بیضا[2] تالیف فقیر در احوال شعرائے سلف و خلف، اوّل این کتاب را در سیوستان ملک سندھ تالیف کردم و نسخۂ آن سائر و دائر شد، و بعد معاودت از بلاد سندھ بدیار ہند آن نسخہ را منسوخ ساختہ نسخۂ دیگر درستہ ثمان و اربعین و مأتہ الف نوشتم و این مصراع تاریخ یافتم[3] طبع کلیم ید بیضا نمود"

سرو آزاد[4] میں یہ لکھکر کہ "این دلدادۂ زلف سخن پیش ازین بخدمت موزونان سلف و خلف پرداختہ و تذکرۃ الشعراء مسمیٰ بہ ید بیضا محرر ساختہ اما آن نسخہ نقش انگارہ و تصویر نگارہ بود" پورے ایک صفحہ میں اس کے مکمل نہ ہونے اور تنقیح و اصلاح کے لائق ہونے کا اعتذار کیا ہے، بہرکیف شعرائے فارسی کا یہ عام و مختصر تذکرہ ہے اور بقول آزاد "لا تسمن ولا تغنی من جوع" کا مصداق، انتخاب اشعار بھی نہایت معدود ہے، حالات شعرا محض اسم نویسی یا اعلام وطن و انموذج کلام سے بڑھنے نہیں پائے، آزاد نے اس کو ہنگام قیام ملک سندھ (۱۱۴۳ھ تا ۱۱۴۷ھ) سیوستان میں لکھا ہے،

"مسودۂ اوّل این تذکرہ در سیوستان جمع کردہ بودم" صفحہ ۵۶،

---

[1] روضۃ الاولیا مطبوعہ اورنگ آباد، سرو آزاد لاہور، ماہ عالم، مآثر الکرام آگرہ مفید عام، خزانہ عامرہ کانپور نولکشور بہ ہتمام جناب عالی مرزا محمد شیرازی،
[2] خزانہ عامرہ دیباچہ صفحہ، [3] پورا قطعہ یہ ہے، ؎

این چہ سوادیست کہ در حرف او — لمعۂ اعجاز سخن وا نمود
مصرع تاریخ چنین شد رقم — طبع کلیم ید بیضا نمود — ید بیضا[3]

[4] سرو آزاد ـ دیباچہ ص ۱ ـ ن ناقص و ناتمام،

پھر وطن آکر اس مین تصرف و اضافہ کیا، اور ۱۱۶۵ھ مین نظر ثانی کرکے شایع کیا، اس کے نسخے اب معدودے چند قدیم کتب خانون مین پائے جاتے ہین، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کا اصلی مسودہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا دیکھا تھا، ہمدن کا نسخہ بھی انھین کیاب نسخون مین سے ہی جو نظر ثانی کے بعد جوہر شناس ہاتھون مین پہنچے، جب اواسط سال ۱۱۴۰ ہجری مین آزاد سندھ سے واپس وطن ہوئے تو اُنکے والد نواب مبارز الملک سربلند خان کونی ناظم صوبہ الہ آباد کے توسل سے الہ آباد مین دارد تھے[1] اہل بیت کی الہ آباد مین اقامت کی خبر آزاد کو شاہجہان آباد مین ملی کہ اکبر آباد سے براہ راست الہ آباد آئے، اور کئی مہینہ تک یہان مقیم رہے، صاحبان علم و دانش سے بے تکلفانہ صحبتین رہین شعرائے الہ آباد اور اطراف کے احوال اسی موقع پر اضافہ کیے گیے،

زیر نظر نسخہ کی خصوصیت و فضیلت یہ ہے کہ اس کو سید نوح کی فرمائش و ہدایت سے انکے تینون سعادت مند فرزندون (غلام علی - غلام حسن[2] - غلام امام صادق) نے لکھ کر حجۃ الملتہ والامتہ سید برہان الدین انار اللہ برہانہٗ کی خدمت مین عقیدت و اخلاص کی تدر کے ساتھ سمدن بھیجا تھا، تینون بھائیون کا طرز نوشت علیحدہ ہے، ۵۰ ورق تک ایک خط ہے شفیعہ نستعلیق باریک قلم خوش رقم خوش سواد . سیاہی روشن اور پختہ، سطور حواشی اور نقطٔ اور نام و عنوانات ۸۰ ورق تک شنگرف سے ہین، آگے چل کر جداول سے سرخی غائب ہوگئی ہے، لیکن نامون مین قائم رہی، ورق ۶۰ سے خط سادہ نستعلیق روان ہے، ۱۲۲ سے پھر قلم بدل گیا ہے، اور جلی ہے خط کی شان بھی جدا ہے، کاتب اول نے بلگرامی کو ہمیشہ بالگرامی لکھا ہے، کاغذ عمدہ کشمیری دو قسم کا اور تقطیع کا طول ۱۲ انگشت اور عرض ۸ انگشت ہے، صفحات کی تعداد پانچ سو سے زاید ہی

[1] سرو آزاد صفحہ ۲۱۳،

[2] سید غلام حسن نے محرم ۱۱۵۱ھ مین شہادت پائی، سرو آزاد صفحہ ۲۱۴،

ہو گی، لیکن اب اس مین صرف ۲۲۴ موجود ہین، پرانے دستور کے مواتق یا عجلت مین ہر ورق کے
صرف صفحہ اول پر ہندسہ ڈالا گیا ہے، اس لیے موجودہ شمار ۱۲۱ ورق تک پہونچکر رہ جاتا ہے، یعنی منشور
صفاہانی تک "میردم بے اختیارہ" سے مفقود ہے،

لیکن تجدید جدید مین یہ کمی اس طرح پوری کر دی گئی ہے کہ حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ
خوب اللہ الہ آبادی قدس اسرارہ کے بعض وظائف و اعمال و نقوش جو میر غلام علی نے الہ آباد مین
اپنی بیاض مین نقل کر لیے تھے، اور بعض اور بزرگون کے اوراد و معمولات مین داخل تھے مع چند
نسخ مجربہ و مستلذ آزاد کے نقل کر کے شامل کر دیے گئے ہین اور یہ حسن انتخاب بہترین یادگار و قابل
تحسین ہے اور بقول ایک یورپین مبصر مسٹر وارڈ انجمانی کے پرتمین کیلوگرافی کا خوب ترین نمونہ ہے

تلک آثارنا تدل علینا　　　فانظروا بعدنا الی الآثار

پیام امن

مرتبہ

مولوی عبدالماجد صاحب بی اے،

ابھی یہ نئی کتاب معارف پریس سے چھپکر نکلی ہے، پہلے اس مین فرنچ مصنف موسیو رچرڈ پال کے
خیالات در بارۂ امن عالم، و اخوت انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد مولوی
صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس مین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے اردو
مین بالکل نئے خیالات ہین، ۱۶۰ صفحے، قیمت ۸؍

"منیجر"

حقیقت و مجاز

نوشتہ شیخ ابراہیم عبدالقادر مازنی مصری،

مترجمہ: مولوی ابوالجلال صاحب ندوی،

مجاز کی پیدائش لاک اپنی کتاب "عقل انسانی" مین لکھتا ہے،

"اپنے تمام خیالات اور معلومات کی بنیادین معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم الفاظ کی ان اصلون کا پتہ چلائین جو صرف محسوس خیالات کو ادا کرتے ہین، اور غور کرین کہ جن الفاظ کے معانی دائرۂ احساس سے بعید ہین کس طرح حسی الفاظ پر منتہی ہوتے ہین، اور محسوسات کو ظاہر کرتے ہوئے کس طرح ایسے معانی کو ادا کرنے لگے جنکا ادراک غامض صورتون مین ہوتا ہے تاآنکہ بہت سے الفاظ ایسے پیدا ہوگئے جن کے مفاہیم حس کے نقطۂ ادراک سے بہت دور ہین، خیال، ادراک، تصور، اضطراب، تسکین وغیرہ الفاظ کا ماخذ یقیناً کوئی ایسا ہی مفہوم ہے جو حس کے ماتحت حاصل ہوسکے، نفس (جان) کا اصلی مفہوم نَفَس (سانس) تھا، اسی طرح اگر ہم کو تمام زبانون کے قدیم ترین معانی کا علم ہوجائے تو تمام غیرحسی معانی کے الفاظ کی حسی اصلین بتانا ہمارے لیے آسان ہوجاتا ہے، اور اس طریقہ پر ان خیالات و معلومات کی کسی قدر تحدید بھی ممکن ہے جو پیدائش السنہ کے قدیم ترین عہد مین ہمارے اسلاف کے گنجینۂ دماغ مین موجود تھے، اس عمل سے ہم کو اس تدریج کا بھی علم ہوسکتا ہے جس کے ماتحت فطرت نے ہمارے دماغون مین تمام علوم کے مبادی کا

الہام کیا اور یہ بھی جان سکتے ہین کہ جب لوگون کو ان معلومات کو تعبیر کرنے کی ضرورت ہوئی جن کا کوئی خارجی مظہر نہ تھا، تو انھون نے کس طرح رموز محسوسات سے کام لیکر اپنے ذہنی معلومات کو دوسرے اشخاص کے ذہنون مین اُتارا، اور جب ان کے دماغون مین اس قسم کے الفاظ کا کافی ذخیرہ ہوگیا تو ہر قسم کے ہر مفہوم کو ادا کرنا ان کے لیے آسان ہوگیا۔ اس امکان کی وجہ یہ ہے کہ تمام معانی محسوسات، یا محسوسات پر غور کرنے سے پیدا ہوتے ہین اور ہر قسم کے ادراکات یا تو حسی معلومات سے ماخوذ ہین یا ہماری نفسی کیفیات سے،،

یہ تو تھا لاک کا خیال لیکن چونکہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اس لیے دیگر مصنفین نے اس پر بہت بحث و تحقیق سے کام لیا ہی، اور وہ تمامتر لاک کے ہمزبان نہین ہین، ٹوک، (مسٹر ہارن ٹوک) نے اوس کی پرزور موافقت کی ہی تو ڈکٹر کوزان نے اس سے سخت اختلاف کیا ہی؛ چنانچہ اس نے **اٹھارہوین صدی کے فلسفہ کی تاریخ**، مین لکھا ہی۔

"مین دو لفظ پیش کرونگا، اور درخواست کرونگا، کہ کوئی صاحب ان کی حسی اصلین بتائین، ایک لفظ" (انا" (مین) ہی یہ لفظ اس قابل نہین کہ اوسکی کوئی، دوسری اصل تلاش کیجائے،،، اور نہ اس لفظ کی تحلیل کرکے کسی ابتدائی عنصر کا پتہ لگایا جاسکتا، یہ لفظ نہ تو کسی محسوس مفہوم کا رمز ہے، نہ اس مین کسی محسوس کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ ہی اس مین کُف وہی مفہوم مستتر ہے جو عام طور پر سمجھا جاتا ہی دوسرا لفظ (میکی ن) ہی مجھے کوئی زبان نہین معلوم جس مین (میکی ن) کے بجائے کوئی ایسا لفظ ہو جس مین کوئی دوسرا حسی مفہوم بھی مستتر ہو، اس لیے مین نہین تسلیم کرسکتا کہ اصول کلمات صرف وہ لفظ ہوسکتے ہین جن کے معانی دائرۂ حس کے اندر داخل ہون،،

کوزان کا یہ اعتراض اصل مسئلہ کی حقیقت پر کوئی اثر نہین ڈالتا پھر بھی مولر نے اس کا پرزور رد لکھا ہے، خود کوزان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے:-

فرض کرو کہ یہ بالکل غیر مشکوک ہے، حالانکہ واقعیت اس کے خلاف ہے، تو اب اس سے عمدہ برآ ہونے
کیا شکل ہے؟ بے شبہہ انسان اپنے قوائے شعور سے ابتداءً عالم خارجی مین کام لیتا ہے، اس لیے
پہلی چیزین جنکی طرف ہمارا دماغ متوجہ ہوا، ایسی ظاہری چیزین ہونگی اور سب سے پہلے انھین کے لیے رموز
مقرر کرنے کی ہم کو ضرورت محسوس ہوئی ہوگی، اس بنا پر ہمارے ابتدائی رموز، محسوسات سے ماخوذ
ہین جنپر کچھ نہ کچھ اب تک ان کا رنگ بھی چڑھا ہوا ہے، پھر جب انسان نے اپنے دل مین دوبارہ
غور کیا اور ان عقلی ظواہر کو معلوم کیا جن سے حس کا تعلق زائل تو نہ تھا مگر ان کا ادراک ذرا غامض
صورت مین ہوتا تھا اور کچھ نئے ظواہر عقلیہ اور ادراکات نفسیہ کی تعبیر کرنا چاہا تو قدیم و جدید معلومات
مین گونہ مشابہت پاکر انھین قدیم رموز کو بولنا شروع کیا، مشابہت ہی ایک طریقہ ہے جو تمام
زبانون مین عام اور شایع ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر اسمار جو معنویات کے رموز ہین، مجاز ہین "

گوزان کا یہ خیال بالکل صحیح ہے حقیقۃً مجاز ہماری زبانون کا قوی ترین آلہ ہے، مجاز کا وجود نہ ہوتا تو زبانین نہایت
محدود ہوتین، اور ابتدائی بسیط خیالات کے سوا کسی اور مفہوم کا ادا کرنا دشوار ہوتا،

عام تعریف کے مطابق مجازسے مراد یہ ہے کہ بعض اوصاف یا خصائص مین اشتراک دیکھ کر ایک لفظ کو اسکے
مقررشدہ معنی کے بجائے کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال کیا جائے مثلاً "روح" کا لفظ لو، اس کا اصلی مفہوم نفس
یا (دم) ہے، ذوالرمہ کا شعر ہے،

فقلت لہ ارفعہا الیك واحیہا　　بروحك واقتت لہ قیتۃ قدرا

مین نے کہا کہ اس کو اپنی رفیع بارگاہ مین بلاکر اپنی مسیحانفسی سے جلادو اور کچھ روزینہ مقرر کر دے
یا بولنے مین،

ارتاح فلان لامتہ بالرحمۃ　　فلان شخص نے اپنی قوم کیلئے جذبات رحم و محبت کیساتھ جنبش کی،

اس موقع پر ارتیاح سے مراد یہ ہے کہ جس طرح ہوا ؤن کے چلتے وقت درختون یا نباتات مین جنبش

پیدا ہوتی ہو اسی طرح احسان اور نیکی کے لیے کوئی شخص جنبش کرے، نابغہ ذبیانی کا شعر ہے،

واسمر مارن یبرتاح فیہ   سنان مثل مقباس الظلام

گندم گون اور سخت (نیزہ) جس میں، اندھیری کے شعلو کی طرح نیزہ کی سنان جنبش کرتی ہو:-

اسی قسم کا ایک لفظ شملہ (کپڑا) ہے اسی سے خیر و نعمت کا شمول (گھیر لینا) اخلاق جمیلہ پر مشتمل (محتوی)

ہونا وغیرہ الفاظ پیدا ہوئے، بولتے ہین،

اشتمل فلان علی فلان   فلان نے فلان کو چھپا لیا،

یعنی خود آڑے آکر اسے بچالیا۔ عبید اللہ بن زیاد نے منذر بن زبیر سے کہا تھا،

ان شئت اشتملت علیک ثم کانت   کہئے تو آپ کو ڈھانپ لون، پھر میری جان آپ

نفسی دون نفسک   کی جان پر نثار ہو جائے،

لاک نے تمثیلاً "ادراک" کا لفظ پیش کیا ہو، اس لفظ کا اصلی مفہوم الحق (قریب پہنچا، پالینا) ہو

ادراک حاجت (حاجت روائی کرنا۔ حاجت کی چیز پہنچانا) تدارک (غلطی کے بعد فوراً اصلاح کرنا) فرس

درک الطرید ہ" (تیز گھوڑا جو فوراً شکار تک پہنچ جائے)۔ "درک" پیچھا کرنے والون کو بھی کہتے ہین،

کسی کا مشہور مقولہ ہو،

ما ادرکہ من درک فعلی خلاصہ۔   کسی پیچھا کرنے والے نے اُسے نہ پایا تو اب اُسے چھوڑ ہی دینا چاہئے،

محاورہ ہو "تدارکت الاخبار" پے در پے خبرین موصول ہوئین، اس قسم کی بہت سی مثالین ہین جنکی

تفصیل غیر ضروری ہو،

مجاز کی قسمین | مجاز کی دو قسمین ہین لفظی اور شرعی، لفظی مجاز سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کو بولکر اس کے اصلی

اور مقررشدہ معانی کے مشابہ معنی مراد لیے جائین مثلاً اشراق کا لفظ (جو سورج نکلنے کے لیے مقرر تھا)

اب سورج، آگ، چہرہ اور معانی (بہت سی چیزون کی چمک ظاہر کرنے) کی غرض سے بولا جاتا ہے،

شعری مجاز سے مراد یہ ہے کہ قائل مثلاً سورج کا کچھ بیان کرنا چاہتا ہے تو اس کے بہت سے ہاتھ فرض کرتا ہے، ان ہاتھوں سے مراد اس کی شعاعین ہوتی ہین، یا مثلاً ابر کو پہاڑ قرار دے، اور برسنے کی حالت مین اسے عورت سے تشبیہ دے اور کہے کہ "ہوا نے ابر کو دوہ لیا"، یا مثلاً بجلی کو چمکتا ہوا تیر قرار دے، زمانہ کو حوادث کی مان قرار دے، قدمائے عرب کے اشعار مین اس قسم کی بہت سی مثالین ہین، جو بعض وقت ہم کو ناپسند ہوتی ہین، بلکہ اونکا سمجھنا دشوار ہوتا ہے، مگر اس مین کوئی شبہہ نہین کہ ہر زبان پر ایک ایسا زمانہ آچکا ہے جب کہ ہماری موجودہ زندگی کے تنگ ترین افق سے متجاوز معانی کو ادا کرنے والی عبارتین اسی قسم کے سادہ مجازات شعریہ تھین اور غالباً وہی مجازات ہمارے زمانہ مین ان تقلیدی عبارتون اور الفاظ کا کام دیتے ہین جن کے معانی تو ہم سمجھ لیتے ہین مگر اونکی حقیقت سے آشنا نہین، متقدمین غالباً اس بات کو سمجھتے ہونگے کہ ان مجازات مین کچھ حقیقتین بھی مخفی ہین، وہ ہر شے کا تصور عالم فطرت کی ظاہری چیزون سے حاصل کرتے ہونگے، اور ہر چیز کا قیاس اپنی زندگی پر کرتے ہونگے،

ترادف کی پیدائش ایک لفظ کا مختلف چیزون پر اطلاق اسی اصول کی بنا پر ہونے لگا، جس طرح سورج، چہرہ اور دیباچۂ کلام، وغیرہ سب کے لیے اشراق کا لفظ مستعمل ہوتا ہے، ترادف کا وجود بھی اسی طرح پیدا ہوا یعنی ایک معنی کے لیے مختلف الفاظ ہونے کی وجہ بھی یہی پیدائش مجاز ہے، عربی زبان مین مترادفات کی مثالین زیادہ نہین ہسئلہ کی وضاحت کے لیے اونٹنیون، تلوار، اور شراب کے نامون پر غور کرنا کافی ہے، یہ مرادفات حقیقت مین واحد نہین ہین، بلکہ وہ شے کے مختلف اوصاف ہین مثلاً شمول شراب کے مختلف نامون مین سے ایک ہے یعنی ٹھنڈی شراب کبھی اوسکی تیزی اور اثر کا لحاظ منظور ہوتا ہے تو اُس کا نام الحمیا ہے، بو اور طریقہ ساخت کے اعتبار سے خمر ہے، یہی حالت تمام مرادفات کی ہے وہ سب مختلف اوصاف تھے، جن سے مختلف زمانہ مین شے کو موصوف کیا گیا، پھر کثرت استعمال سے وہی اوصاف اسماء ہوگئے، مجھے خیال آتا ہے کہ کسی ماہر لغت سے پوچھا گیا کہ تلوار کے کتنے نام ہین، اُس نے جواب دیا کہ صرف ایک یعنی (سیف) تو لوگون کو حیرت ہوئی

پھر اس نے بیان کیا کہ تمام توسیع ہی ہر بقیہ الفاظ اوصاف ہین،

لغت عرب سے بحث کرنے والون کی بدقسمتی ہے، کہ اس زبان کی قدیم تاریخ نامعلوم ہو اور بہت سے دَور جو اس زبان پر گذرے ہین اُن کو کوئی نہین جانتا، یہ زبان ہم تک اس حالت مین پہنچی ہو جب اوسکی تمام خامیان دفع ہو کر ایک مکمل زبان ہو گئی،

زبان عرب کے مکمل ہونے کا اقرار اس کمی سے انکار کا مرادف نہین ہو جس کو وہ جدید الفاظ ظاہر کرتے ہین جن سے حال کے جدید مخترعات کو مراد لیا جاتا ہو، یہ نقص بہت زیادہ اہم نہین ہو، اس نقص کا اثر لغت اور ترکیب لغت کے بنیادی ارکان پر نہین پڑتا، جو شخص چاہے نہایت آسان اور سہل طریقہ سے الفاظ جدید کی لغوی تحقیقات کر سکتا ہے،

اگر ہم ان قدیم دورون کی تاریخ جانتے، جو دوسری زبانون کی طرح ہماری زبان (عربی) پر بھی گذرے ہین، یا ہم مین ایسے اشخاص ہوتے جو عبری وغیرہ ان زبانون کے درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے، جو ایک ہی اصل کی زبانین ہین، تو علمائے مغرب جن نتائج تک پہنچے ہین اُن کو ہم بھی بآسانی معلوم کر سکتے مگر عبری سے لاعلمی اور عربی کی قدیم تاریخ نہ جاننے کے باعث پیدائش مجاز کی قدیم ترین حالت کا علم دشوار ہے اور بشبہ اوسکی سخت ضرورت ہے کہ ترادف پیدا ہونے کے عہد سے قبل جو حالتین اس زبان پر طاری ہوئی ہین ہم کو اونکی تاریخ کا بھی کافی علم ہو،

تلخیص و تبصرہ

امام ادریسی

یمن اور حجاز کے بیچ مین ایک علاقہ ہی جس کو اب عسیر کہتے ہین یہ بحر عرب کے ساحل پر واقع ہی اس علاقہ پر شاید تیس چالیس برس سے امام ادریسی کا قبضہ ہی، یہ ادریسی خاندان شمالی افریقہ سے آیا ہے، اس خاندان کی حکومت مدتون اس علاقہ مین رہی ہی اب یہ ایک مذہبی خاندان ہی سلسلۂ نسب سادات بنی فاطمہ سے ملتا ہی، انکا طریقۂ دعوت اور سلسلۂ بیعت اور نظام کار افریقہ کے سنوسیون سے بہت ملتا جلتا ہی، پہلے امام ادریسی نے گذشتہ شعبان سنہ ۱۳۴۱ھ مین وفات پائی، اسی مناسبت سے مصر کے مشہور رسالہ المنار نے امام مرحوم کے مختصر حالات شائع کی ہین،

امام ادریسی جنکا نام سید محمد علی ادریسی تھا، دنیا کے مستثنیٰ قابلیت کے اشخاص مین تھے، کیا یہ کم قابل حیرت کارنامہ ہے کہ انھون نے ایک ایسے مقام پر اپنی حکومت قائم کی جس پر ایک طرف، اسلام کی قدیم ترین اسلامی حکومت یعنی یمن کے ائمۂ زیدیہ کی حکومت قابض تھی، اور دوسری طرف وہ اسلام کی قوی ترین فوجی سلطنت یعنی دولت عثمانیہ کے زیر سیادت تھا، ان دونون نے مل کر اور شریف حجاز کو بھی ساتھ لیکر ان پر حملے کیے، مگر کامیابی نے اونھین کا ساتھ دیا، اور اسی واقعہ سے امام ادریسی کا اقتدار اور زیادہ مستحکم ہوگیا،

سید محمد علی ادریسی کی تعلیم مصر کے جامع ازہر مین ہوئی تھی، مگر چونکہ وہ فطرۃً ذہین، اور تیز تھے، اس لیے انھون نے بہت جلد جامع ازہر کی اس تعلیم کو چند سال مین ختم کر دیا جس کے پڑھنے پڑھانے مین پندرہ بیس برس گذار دیتے ہین اور اسی طرح اپنی فطری سلامت روی کے باعث بہت صحیح العقیدہ اور بدعات

و خرافات سے کنارہ کش تھے،

فراغت علمی کے بعد امام ادریسی، مصر سے عسیر گئے، مگر اس کا مقصد محض ارشاد اور تعلیم تھا، کوئی سیاسی مقصد
اُن کے پیش نظر نہ تھا، لیکن اُن کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کو دیکھکر وہان کے لوگون نے انکی طرف رجوع کیا
اور اپنے مقدمات اور نزاعات اُن کے سامنے فیصلہ کے لیے پیش کرنا شروع کیا، اور وہ شافعی مذہب کے مطابق
کہ وہان کے باشندے عموماً شافعی ہین، اُن کا فیصلہ کر دیتے تھے، یہ دیکھکر دولت عثمانیہ کو انکی طرف سے بدگمانیان
شروع ہوئین، اور مراسلات و پیغامات آنے جانے لگے، لیکن دولت عثمانیہ سے غلطی یہ ہوئی کہ بجائے اس کے
کہ وہان کوئی پرانے عقیدہ کا ثقیہ مسلمان معاملات کی تحقیق کو بھیجتی، ایک نئے یورپین تمدن کے شیدائی کو وہان
بھیجا، نتیجہ یہ ہوا کہ درمیان کی بدگمانی اور ترقی کر گئی اور نتیجہ جنگ و جدال تک پہنچا جس مین کامیابی امام ہی کو ہوتی رہی،
اعلان دستور کے بعد انجمن اتحاد و ترقی نے امام ادریسی کے ایک رفیق تعلیم شیخ توفیق خوجہ کو تحقیق
حال کے لیے اُن کے پاس بھیجا، انھون نے واپس آکر امام کے اخلاص اور حسن نیت کی تعریف کی مگر انجمن کا
کا اس سے اطمینان نہ ہوا، اٹلی کا افریقی علاقہ، ارٹیریا جس کا صدر مقام مصوع ہی چونکہ عسیر کے مقابل ہی ہے،
اسی لیے اٹلی کی بڑی کوششین ہین کہ وہ امام عسیر سے اپنے دوستانہ (مستعمرانہ) تعلقات کو بڑھائے، عام مسلمانون کا
امام ادریسی پر بڑا اعتراض یہ تھا کہ جنگ طرابلس کے زمانہ مین جب اٹلی اور ٹرکی مین لڑائی چھڑی تھی، تو اٹلی نے
عرب سواحل پر بھی گولہ باری کی تھی، اور اسی سلسلہ مین امام ادریسی نے اس کے بہت سے اسلحہ لیے تھے جن کے
دینے سے اٹلی کا مقصود، ترکون کے خلاف ایک نئے فتنہ کا قیام تھا، امام ادریسی کا اس دشمن اسلام ہی اس ہدیہ کا قبول
کرنا، اور ایسی حالت مین قبول کرنا سخت الزام کا موجب تھا مگر المنار نے اس شبہہ کو یون رفع کیا ہی کہ دشمن سے اسلحہ کا قبول
کرنا تو اور زیادہ خدمت اسلامی ہی، اور اس ہدیہ کو امام نے قبول کیا مگر اوس کو مسلمانون کے خلاف، یا اٹلی کی
اعانت مین تو استعمال نہین کیا،

امام ادریسی کی کوشش تھی کہ آس پاس کے ان تمام مقامات کو جن مین شوافع کی سکونت ہی وہ اپنے

دائرۂ حکومت مین سے آئین، سید محمد علی کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادہ سید علی ان کے جانشین ہوئے ہین،
۲۲ برس کی عمر ہے اور اب تک وہ علم کی تکمیل مین مصروف ہین،

پولینڈ کے مستشرقین

"مجمع علمی عربی" نے یورپ کے مختلف ملکون کے مشہور مستشرق مصنفین سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے اپنے ملک مین شرقی علوم وتصنیفات کی اشاعت اور تحصیل کی تاریخ لکھکر مجمع کو ممنون کرین، اس سلسلہ مین پولینڈ کے پروفیسر کووسلی (کراکو یونیورسٹی) نے حسب ذیل سطرین اپنے ملک کے مستشرقین کے متعلق لکھکر بھیجی ہین،

"گذشتہ زمانہ مین (یعنی روس وجرمنی کے قبضہ سے پہلے جب پولینڈ خود مختار تھا) ہمارے ملک اور مشرقی اسلامی ممالک مین نہایت قریبی تعلقات تھے، اس وقت مشرقی علوم والسنہ اور تاریخ کے متعلق بہ کثرت تصنیفات پیدا ہوئین، اس وقت دولت عثمانیہ سے سب سے زیادہ دوستانہ روابط تھے، ان کتابون کا ایک حصہ پولش (پولینڈ کی زبان) اور دوسرا حصہ لاطینی مین لکھا گیا تھا، پہلی قسم کی کتابون مین سے شیخ مصلح الدین **سعدی** کی گلستان ہے جسکا ترجمہ علامہ اوتفینوفسکی [illegible] نے سترھوین صدی مین ہماری زبان مین کیا، یہ یورپین زبانون مین گلستان کا پہلا ترجمہ تھا،

اس کے بعد جب ہمارا ملک سلطنتون مین بٹ گیا، اور ہماری متحدہ سلطنت جاتی رہی تو مشرق سے ہمارے یہ تعلقات جاتے رہے، اور ہمارے مستشرقین کو مجبورًا دوسری قومون کی زبانون کو استعمال کرنا پڑا، انھین غریب الدیار پولش مستشرقین مین پروفیسر قازمبرسکی [illegible] ہین، جنھون نے عربی فرانسیسی لغت لکھا، جو ۱۸۶۰ء مین مصر مین چار جلدون مین چھپا، اور انھین نے قرآن شریف کا فرانسیسی مین اور گلستان کا پولش مین ترجمہ کیا، ان کے علاوہ پروفیسر موصوف کی ادبیات عرب کے متعلق اور بھی تالیفات ہین،

علامہ مذکورہ [illegible] بھی پولینڈ کے باشندہ تھے جن کو فارسی زبان

اور فارسی لٹریچر پر کامل عبور تھا، لیکن انکی تمام تالیفات فرانس مین شایع ہوئین، ہمارے ملک کا ایک اور مستشرق پروفیسر قووالوسکی Kowalewski ہین جنھون نے منغولی زبانون کا لغت لکھا ہے، ان لوگون کے علاوہ اور بھی مستشرق ہمارے ہان گذرے ہین، مگر انکی تمامتر کوششین فرانسیسی، جرمن، یا روسی ہوکر شایع ہوئی ہین،

اب چار برس سے جب سے ہمارا ملک دوبارہ آزاد ہوا ہے، ہم مشرق اور ممالک اسلامیہ سے اپنے گذشتہ تعلقات پھر زندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہین، چنانچہ شہر قراقو مین ہمارا جو مجمع علمی (اکاڈیمی) ہے اس کے ماتحت ایک مشرقی صیغہ بھی قایم ہوا ہے، اور اسی کی کوششون کا نتیجہ یہ رسائل ہین جو آپکے پاس بھیجے جاتے ہین، ہمارے لیے بڑا مانع یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی عربی مطبع نہین ہے لیکن اُمید ہے کہ یہ مانع عنقریب دفع ہو جائیگا،"

شاید بہت کم لوگون کو معلوم ہوگا کہ پولینڈ مین مسلمانون کی بھی ایک خاص تعداد آباد ہے، اڈیٹر معارف کو فرانس مین ایک پولش مسلمان سے ملاقات نصیب ہوئی تھی، جو پولینڈ کی طرف سے سفیر ہوکر قسطنطنیہ جا رہا تھا، پچھلی تاریخ مین پولینڈ اور ٹرکی کے تعلقات اس درجہ مستحکم تھے، کہ ایک دفعہ اسی پولینڈ کی خاطر ٹرکی کو ایک جنگ عظیم مین مبتلا ہونا پڑا تھا، اور اس کے بعد ہی یہ بدنصیب ملک ٹکڑے ہوکر ہمسایہ سلطنتون مین بٹ گیا، اسی لیے اپنی آزادی کے بعد ہی اس نے ٹرکی سے اپنے سلسلۂ اتحاد کو دوبارہ قائم کیا، اور اُمید ہے کہ اس سے مشرقیت کو اس ملک مین ترقی حاصل ہوگی، اور وہان کے رہنے والے مسلمانون کو بھی فائدہ پہنچے گا،

بوسٹن کا عجائب خانہ

بوسٹن (انگلستان) کا عجائب خانہ اس لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے کہ فنون لطیفہ کی قدیم یادگارین بکثرت اسکے قبضہ مین ہین، اور خصوصًا مشرقی فنون لطیفہ کا بڑا سرمایہ یہان موجود ہے، جاپانی یادگارین یہان اس افراط اور کثرت کے ساتھ ہین کہ ایک جاپان کے سوا دنیا کے کسی ملک کا عجائب خانہ جاپانی فنون لطیفہ

مین بوسٹن کے عجائب خانہ کا مقابلہ نہین کرسکتا، گذشتہ چند سالون مین ہندوستان کی پرانی یادگارین بھی بےشمار اس کو ہاتھ آئی ہین، اور وہ ان کو قدر کے ساتھ خرید کر اپنی دولت مین اضافہ کر رہا ہے، ابھی حال مین اجنتا کے غار کا ایک حصہ جو گذشتہ صدی مین ایک اینگلو انڈین افسر انگلستان لایا تھا، وہ معرض بیع مین تھا لیکن اوسکی قیمت اتنی زیادہ مانگی جاتی تھی کہ بوسٹن کے سوا اور کوئی اس کے خریدنے کی جرأت نہ کرسکا،

اس عجائب خانہ کے ہندوستانی آثار اور یادگارون کو ترقی دینے کے لیے کوششین جاری ہین، بالفعل اس مین بڑا حصہ ڈاکٹر ڈنمن راس، ڈاکٹر کمارسوامی اور موسیو گلوبو Goloubew کا ہے، ڈاکٹر کمارسوامی ہندوستان کے مشہور آرٹسٹ اور فنون لطیفہ کے ماہر ہین، عجائب خانہ مذکور کے ہندوستانی صیغہ کی نگرانی انھین کے ذمہ ہے، ابھی حال مین ان ہندوستانی آثار اور یادگارون کی تشریح و فہرست ڈاکٹر صاحب نے ایک خوبصورت کتاب کی صورت مین شایع کی ہے، ٹائمز لندن کے علمی ضمیمہ (مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۳ء) مین اس کتاب پر ایک معترفانہ ریویو شائع ہوا ہے، ڈاکٹر کمار نے اپنی اس تصنیف کے دیباچہ مین یہ دکھایا ہے کہ ہندوستانی مذہب اور فنون لطیفہ مین کسقدر عظیم تعلقات تھے، ہندوستان کی ہر قدیم اثری یا تصویری یادگار کسی نہ کسی مذہبی خیال کی تشریح ہے،

عجائب خانہ کا تشریح نامہ جو ابھی چھپکر شایع ہوا ہے، اس مین ان یادگارون کی بہت سی تصویرین بھی دی گئی ہین، خصوصًا اجنتا کے غار کی تصویر نہایت عمدہ ہے، عجائب خانہ کے ہندوستانی صیغہ کے مملوکات مین سب سے نادر چیز سیوا اور پاربتی کے مجسمے ہین، جو صوبۂ متوسط (سنٹرل انڈیا) سے حاصل کیے گئے ہین، اور جو تقریبًا آٹھوین صدی عیسوی کی صنعتکاری ہے، سیلون سے آیا ہوا ایک برنجی مجسمہ جس مین زیورات بھی دکھائے گئے ہین، اور جو آٹھوین صدی عیسوی کی ساخت ہے، غالبًا خوبصورتی مین سب سے زیادہ ہے، جاوا کی بھی کچھ یادگارین یہان موجود ہین،

قدیم تصاویر کی حیثیت سے بوسٹن کا عجائب خانہ، ہندوستان کی صنعتکاری کا بہترین مجموعہ ہے، مغل اسکول کی تصویرین یعنی وہ طریقۂ تصویر جو ہندوستان کے تیموری بادشاہون کے زمانہ مین رائج تھا، اور جو یورپ مین ہندوستان کی تصویری صنعت کی حیثیت سے تنہا شہرت رکھتا ہے، اوسکا بڑا سرمایہ اس

عجائب خانہ مین ہے، گو اوسکی فراوانی اور ثروت اس باب مین اوتنی نہین جتنی برطانیہ کے دوسرے عجائب خانون کو حاصل ہو، تاہم راجپوت اور دوسرے خالص ہندوستانی اسکول کی تصویرین یہان اس قدر ہین کہ نہ صرف انگلستان، بلکہ یورپ کے کسی عجائب خانہ مین نہین، اور ان مین سے بعض نہایت پرانی اور قدیم عہد کی صنعت ہین،

یورپین قوانین

پر

فقہ اسلامی کا اثر

فقہ اسلامی کی تدوین، ترتیب، تکمیل، اور اس کے مباحث اور مسائل کی ثروت، استقصار اور خوبی کو دیکھکر علمائے یورپ جو کبھی مشرق کے حصّہ مین کسی پر فخر کارنامہ کو دیکھنا پسند نہین کرتے، یہ غلغلہ بلند کر دیا تھا، کہ فقہ اسلامی، رومن لا سے ماخوذ ہے، یہان تک کہ حضرۃ استاذ مرحوم کو سیرۃ النعمان مین اس کا پورا جواب دینا پڑا، مگر یہ کیا معلوم تھا کہ معاملہ برعکس ہو یعنی خود یورپ کا اساسی قانون جس پر اس کو بڑا ناز ہے، وہ فقہ اسلامی سے ماخوذ ہے،

دمشق کے مَعہد حقوقی (لا کالج) مین وہان کے استاذ قانون شیخ سعید مراد الغزی نے تشرین اوّل ۱۹۲۱ء مین "تمدنی قانون" پر اپنا ایک مفید خطبہ پڑھا تھا جس مین مختصر طریق پر علم قانون کے ابتدائی مدارج اور اس کے قدیم ماخذون کو ایک ایک کرکے دکھایا تھا، شیخ موصوف نے اسی سلسلہ مین یہ ثابت کیا ہے کہ قرون وسطی مین یورپ نے اندلس کے مسلمانون سے جہان فلسفہ و حکمت، اور ریاضیات و طب کے علوم و فنون سیکھے وہان فقہ اسلامی کی تعلیم بھی حاصل کی اور چونکہ یہ مذہبی علوم سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اس کو حاصل کرنے والون اور رائج کرنے والون نے مخفی رکھا، تاکہ عوام مین اس کے خلاف برہمی نہ پیدا ہو،

اس سلسلہ مین مقرر نے مفضل بن رضی اسفرنگانی (ترکستان) کے مجموعہ رسائل کا حوالہ پیش کیا، اسفرنگانی کا بیان ہے کہ:-

"ابو العباس کرکری، شیخ بو علی سینا کے شاگرد بہمنیار کے شاگرد نے اپنے اس رسالہ مین جو مرو کے مفتی احمد بن عبد اللہ سرخسی کے نام لکھا ہے اور جس مین فقہ کے مکمل ہونے کی تشریح ہے، یہ بیان کیا ہے، کہ ابو لید محمد بن عبد اللہ بن خبرو نے نہایہ شرح ہدایہ کی تعلیقات مین لکھا ہے کہ فرنگستان کے جو طالب العلم حصول علم کے لیے غرناطہ کا سفر کرتے تھے، فقہ اسلامی کو اپنی زبان مین منتقل کرنے پر خاص کوشش صرف کرتے تھے، شاید اس لیے کہ وہ اوسکو اپنے ملک مین جاکر اوس کو عمل مین لاتے تھے، کیونکہ ان کے ملک مین قوانین بہت خراب ہین،"

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا،

اسی کے ساتھ جرمن مورخ موسہیم کی تاریخ کلیسا جس کا عربی ترجمہ ہنری جیکب امریکانی نے بیروت مین شائع کیا ہے، اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو جن مین مورخ موصوف نے دسوین صدی عیسوی کا حال لکھا ہے"

"ہربرٹ فرانسیسی، جو رومن پادریون مین پوپ سلوسٹر دوم کے نام سے مشہور ہے، وہ اپنی تعلیم مین اور خصوصاً فلسفہ، طب، اور دیگر تعلیمات مین اسپین کے عرب مصنفین کی تصنیفات اور مدرسون کا ممنون تھا، وہ طلب علم کیلئے اسپین گیا، اور وہان قرطبہ اور اشبیلیہ مین رہکر عرب علما کی شاگردی کی، غالباً اسی کو دیکھکر یورپ کے مشتاقان علم خصوصاً طب، حساب، ہندسہ اور فلسفہ کے شائقین کو وہان جانے کا شوق پیدا ہوا، اور یہ خواہش ہوئی کہ ان علمائے عرب سے سنین اور پڑھین جو اسپین مین اور اٹلی کے اطراف مین رہتے تھے اور اُنکی تصنیفات کا لاطینی مین ترجمہ کرین، اس بنا پر بکثرت طالب علم یورپ سے اسپین گئے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم اسکا اعتراف کرین کہ عرب اور خصوصاً اسپین ہی کے عرب مین جو دسوین صدی عیسوی کے یورپ مین علوم و فنون کے سرچشمہ تھے"

گو اس تفصیل مین فقہ و قانون کے نام کی تصریح نہین، مگر وہ اس سبب سے نہین کہ اوس کی تصریح اختلافات کی بنیاد پڑ جاتی، اسی صدی کے یورپین قوانین ہین جن کو آج "جدید رومن تمدنی قوانین" کا لقب دیا گیا ہے،

اخبار علمیہ

امریکہ مین ایک ہزار ڈالر کا ایک ادبی انعام ہے جو ہر سال کے بہترین ناول نویس کو ملتا ہے، اس سال یہ قرعہ ایک خاتون ویلا سیبرٹ کیتھر کے نام نکلا ہے، اور اسی قسم کا انعام متعلق نظم بھی ایک جنس لطیف ہی کے ہاتھ آیا، یعنی اڈنا میلے،

شہنشاہ لوئس پانزدہم کی ۱۲ آرام کرسیان، جو عرصہ سے لارڈ لیکن فیلڈ کی ملکیت تھین، حال ہی مین نیلام ہوئی ہین، ان کی قیمت ۹۴۵۰ پونڈ یعنی ۱۴۱۷۵۰ روپیہ لگی،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ متوفی ارل آف کریزفٹ کی ۱۹ کتابین صرف ۲۵ منٹ مین ۳۵۵۰۰ پونڈ مین بک گئین، اس مین صرف ایک کتاب ۶۰۰ پونڈ کی ہے،

مسٹر بالڈون موجودہ وزیراعظم برطانیہ اگرچہ مسٹر بونرلا سے چھوٹے ہین، تاہم اپنے پیشروؤن سے قبولیت وزارت کے وقت کچھ بڑے تھے، مسٹر لائڈ جارج ۵۵ سال کے، مسٹر اسکوتھ ۵۳، لارڈ بالفور ۵۴، لارڈ روزبری ۴۷ اور لارڈ ڈربی ۵۳ سال کے تھے، اسی کے مقابلہ مین جس وقت گلڈسٹون نے وزارت قبول کی تو وہ ۵۹ سال، ڈسرائیلی ۶۲ برس مین ۶۹ اور پامرسٹن ۷۰ سال کے تھے،

کلکتہ کے شاہی محافظ خانہ مین قبل غدر کا غذات کے متعلق گورنمنٹ غور کر رہی تھی کہ ان کو کیا کیا جائے

ان کاغذات مین سے بعض کا ارکان محکمہ نے مطالعہ کیا مزید روشنی کے لیے آنریبل مسٹر کاٹن کی زیر صدارت ایک کمیشن بنام انڈین ہسٹاریکل ریکارڈ کمیشن مقرر کیا گیا اور مسٹر ڈسبروک ولیم اور پروفیسر جدو ناتھ سرکار اس کے اراکین مقرر ہوئے، کمیشن کی رائے ہے کہ ان کاغذات کو تین شعبون مین منقسم کیا جائے، (الف) کاغذات متعلق سیاسی، معاشرتی اقتصادی واقعات، (ب) کاغذات متعلق افراد و اشیا قدیمہ اور (ج) باقی تمام کاغذات کمیشن نے یہی سفارش کی ہے کہ تا وقتیکہ اس تقسیم کے نتائج ظاہر نہ ہو جائین کوئی کاغذ ضایع نہ کیا جائے حکومت نے ان سفارشون کو قبول کر لیا ہے اور امید ہے کہ عہد کمپنی کے بہت سے تاریک واقعات روشنی مین آئینگے،

کلکتہ یونیورسٹی نے برسون قبل اپنے وائس چانسلر کے عہدہ کو اعزازی قرار دے کر جو زرین مثال قائم کی تھی، اب دوسری یونیورسٹیان بھی اوس کا تتبع کر رہی ہین، چنانچہ چند ماہ ہوئے کہ ایک ہندو بزرگ الہ آباد یونیورسٹی کے اعزازی وائس چانسلر مقرر ہو چکے ہین اب پٹنہ اور ناگپور کی یونیورسٹی نے بھی اس طرف قدم بڑھایا ہے، اول الذکر نے مسٹر سلطان احمد سابق ایڈوکیٹ جنرل کو اور موخر الذکر نے رائے بہادر سر بپن کرشن بوس سی، آئی ای، ایم اے، بی ایل، ایم، ایل سی، کا اس عہدہ کیلئے انتخاب کیا ہے،

ٹرن مین گذشتہ جون مین معمر خواتین کے جسمانی حسن و صحت کا مقابلہ ہوا تھا، اس مین ۱۳۰ عورتون نے شرکت کی ان مین سے ۲۰ بیوہ تھین، ایک ستر سالہ خاتون کے بال بالکل سیاہ تھے، انعام ایک ۹۰ سال کی خاتون کو ملا، جو تمام جسمانی خصوصیتون مین سب سے فائق تھی،

پندرھوین صدی کی برگوڈی البسٹی کی مشہور انجیل، پیرس مین ۴۲۵۰۰ پونڈ مین بکی ہے، خریدار نے اس قیمتی مصحف کو اطالیہ کی پبلک کے لیے پیش کیا ہے،

مشہور ترک دوست فرنچ ایم، پیری لوطی، کی ۷۳، سال کی عمر مین موت کا تمام دنیا کو علم ہو چکا ہو لیکن اس سے بہت کم لوگ واقف ہونگے کہ اوس کے مکان مین جاپانی چینی اور ترکی وضع کے کمرون کے علاوہ ایک مسجد بھی تھی،

برطانوی حکومت کا دنیا کا سب سے بڑا طاقتور ہوائی جہاز تیار ہو گیا ہے، اس مین ایک ہزار گھوڑون کی طاقت کا انجن ہے اور عنقریب بطور نمائش پبلک کے سامنے پیش ہونے والا ہے،

اب تک طبی اور عام حلقون کا خیال تھا کہ سل و دق کے جراثیم کی ہلاکت ناممکن ہے، مگر اب اکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر و ماہر جراثیم ڈاکٹر ڈریر نے یہ نوید جانفزا سنایا ہے کہ ان منحوس جراثیم کو ہلاک کرکے انسانی زندگی بچائی جاسکتی ہے، ان کا بیان ہے کہ یہ جراثیم ایک قسم کی چربی مین لپٹے ہوتے ہین اور وہ چربی ان کو بیرونی حملون سے محفوظ رکھتی ہے، اونھون نے ایک ایسی دوا بھی نکالی ہے، جو پہلے اس چربی کو پگھلا دیتی ہے اور اس کے بعد جراثیم کو ہلاک کیا جاتا ہے،

جنوبی کنسنگٹن کے علمی عجائب خانہ مین وہ خط موجود ہے، جو دنیا مین سب سے پہلے ٹائپ کیا گیا تھا، یہ خط ایک امریکن نے ۱۸۷۵ء مین نیویارک مین ٹائپ کیا تھا، اس مین ۱۵۰ الفاظ ہین اور اس کے ٹائپ کرنے مین تقریباً ۴ گھنٹے صرف ہوئے ہونگے،

لندن مین انسانی آبادی کی کثرت کے ساتھ کتون کی تعداد بھی بہت کافی ہے، چنانچہ ۱۹۲۲ء مین صرف ان کتون کی تعداد جن کے لیے لائسنس دئے گئے تھے ۲۲۲،۷۲۲ تھی،

لنڈن کی سوسائٹی اف آرٹس نے میجر جنرل سر ڈوڈ بروس اور کرنل سر ر ذلمڈ راس کو ان کی تحقیقات متعلق حیاتیات کے صلہ مین البرٹ مڈل عطا کیا ہے،

جزیرۂ سینٹ ہلینا بہادر نپولین کے زندان بلا ہونے کی حیثیت سے مشہور ہے، اس جزیرۂ مین حال مین ایک زلزلہ آیا تھا، اس سے پہلے ۱۸۶۴ء مین زلزلہ آیا تھا،

گذشتہ جون مین مکتی فوج نے اپنی ۵۰ وین سالگرہ لنڈن مین منائی، اس مین اس فوج کے ۴۰۰۰ آدمیون نے حصّہ لیا تھا،

۱۹۲۲ء مین ۱۵۹،۱۶۱،۳۱ اشخاص برطانوی جزائر مین داخل ہوئے اور یہ تعداد جزائر کے چھوڑنے والون سے ۳۹۸ زائد ہے،

اس سال کی مجلس عمال کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ۲۳۶،۰۳۱،۳ ارکین ہین گذشتہ سال کی تعداد ۱۶۱،۰۳۱،۴ تھی،

انگلستان و ویلز کا مقامی محصول تقریبًا دگنا ہو گیا تھا چنانچہ اس سال کے ٹیکس کی رقم ۱۵۹۰۰۰۰ پونڈ ہے، یہ اضافہ صرف ۱۹۱۴ء اور ۲۲ء کے عرصہ مین ہوا ہے،

علاقہ کنسنگٹن مین عورتون کی تعداد مردون سے ۴۰۰۰۰ زائد ہے،

افکارِ شاد

سید محمد علی خان، شادؔ عظیم آبادی،

شب کو، یہی چشمِ حسرت کا سب دردِ دل ان سے کہہ جانا
دانتون مین دبا کر ہونٹ اپنا کچھ سوچ کے اُن کا رہجانا

اے یاس نہ مانو نگا تیری، بس دل کو زیادہ اب نہ دُکھا
سمجھا چکی اُسکی پہلی نگہ دُکھ درد جو ہو وہ سہجانا

مانا کہ فقط موہوم ہی ملنے کی ہین اک آس تو ہے
دیدار تو ہو لے دیدۂ تر، بہنا ہو اگر تب بہہ جانا

رندون نے لنڈھا کر ساغرِ مئے میخانہ سے تجھکو دھو ڈالا
اے موجِ وفائے میخواران تا حشر ہوا مین رہ جانا

نالے ہون کہ آہین اے شبِ غم جب آگئین لب پر صبر کجا
سہنے کو تو سب کچھ دل نے سہا سہنے کی طرح کب سہجانا

شب کو وہ ہتھیلی سے اُن کا شرما کے چھپانا آنکھون کو
برچھی کا ادا کی چل جانا اُس تیرِ نظر کا رہجانا

ہم باغ مین ناحق آئے تھے بلبل کی حکایت کیا کہئے
منقار کو رکھ کر کلیون پر کچھ اپنی زبان مین کہہ جانا

سُن لین دلِ نادان کی باتین، بے کار بگاڑین کام اپنا
وہ ظلم کرین ہم پر کہ ستم اے شادؔ ہمین تو سہجانا

خیالاتِ عزیز

خواجہ عزیزؔ لکھنوی

کیا کہون اسرار خاموشی کسی دمساز سے
لوگ اُسے پہچان لیتے ہین مری آواز سے

کر چکین جب قتل آنکھین لب نے زندہ کر دیا
دب گیا آخر کو جادو قوتِ اعجاز سے

دل شکستہ ہوکے جا بیٹھا قریبِ آستان | جب صدائے دور باش آئی حریمِ ناز سے
ساز برق آہنگ لبریزِ نوائے درد ہون | یعنی ای تو ٹے ہوئے دل تیری اس آواز سے
نفس آگاہ ریاکاری ہوا دا حسرتا | سابقہ جب سے پڑا احباب دنیا ساز سے
عمر رفتہ کو ذرا آواز دے اے زندگی | سننے بیٹھے ہین وہ میری داستان آغاز سے
چشم بینا چاہئے نا محرمون کے واسطے | چھن رہی ہے اک تجلی پردہائے راز سے
عرش ہے اک فرش پا انداز اللہ ری عروج | پوچھئے لطف کشش حسن سبک پرواز سے

بے نیازی کی بھی حد ہے کوئی اے جان عزیز
یہ ادائے بے رخی اک بندۂ جانباز سے

رباعیات راغب

از

مولنا راغب بدایونی

قوت اور حق

میخانہ نہین، کہ بھیک مین جام آئے | اللہ نہین، کہ عاجزی کام آئے
دنیا ہے، رکھو بھی حق تو دنیا مشکل | ثابت نہ کرو تو اور الزام آئے

بے زور کسی سے کچھ ا کبھی ملتا ہے | طاقت ہی سے لطف زیست بھی ملتا ہے
ملتا نہین بھیک سے، خوشامد سے کچھ | چھینا جاتا ہے حق جبھی ملتا ہے

باب التقریظ والانتقاد

اُردو کے جدید رسائل

قاعدہ ہے کہ جب ملک میں کوئی نیا اخبار یا رسالہ نکلتا ہے، تو وہ اپنے معاصروں سے اپنے وجود کے اعلان اور تبصرہ کی درخواست کرتا ہے، دیگر معاصرین کی طرح معارف میں بھی بکثرت نئے اخبارات و رسائل اس غرض سے آتے ہیں، لیکن ان موقت مطبوعات پر ہم بہت کم لکھتے ہیں، اس کی وجہ سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ ہندوستان کی آب و ہوا میں اُن کی عمریں اس قدر کم دیرپا ہوتی ہیں، کہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس وقت جب ہم اون کی ولادت کی خبر دے رہے ہوں وہ خود اپنی موت کا اعلان نہ کر دیں، حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اُردو صحائف کی زندگی خطرات سے پر ہے اور جو رسالہ چند سالوں تک بھی مستقل و باقاعدہ وقت پر شایع ہوتا رہے وہ قابلِ رشک اور سزاوارِ تحسین ہے گذشتہ دو تین سالوں سے مختلف اخبارات و رسائل سورج کی طرح بڑے تزک و احتشام سے ایک صبح کو نکلے اور اسی کی شام کو غروب ہو گئے تاہم حصول شہرت اور اسباب طباعت کی تدریجی ارزانی نے لوگوں کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں، اور ہر شخص اپنے محدود ذرایع کے ساتھ اس میدان میں قدم رکھ رہا ہے، یہ رسالے گو عموماً تمام ضروری مباحث پر بہترین مضامین پیش کرنے کے مدعی اور ان میں سے ہر ایک اڈیٹر ایک کا مجتہدِ مطلق اور مصلح عالم کا مدعی ہے تاہم بعض ایسے بھی ہیں جو ایک خاص غرض لے کر نکلے ہیں اور اسی خاص دائرہ میں اپنی مساعی کو محدود رکھنا چاہتے ہیں چنانچہ رسائل میں، جاد و گھلا کر مرتبہ خواجہ محمد عادل قیمت دو روپے مع محصول، المومن ۲۳۲ بنیا پوکھر روڈ کلکتہ سالانہ قیمت عہ صفحات ۴۸، الصالح (بازار چتلی قبر دہلی سالانہ قیمت صہ صفحات ۳۲ مہینہ میں دوبار) رفیق التعلیم (ہیرا منڈی لاہور صفحات ۴۸ قیمت سالانہ سے) اتالیق (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد عہ) مظاہر جدید (دہرہ دون، ص ۴۸ قیمت سے رو عکہ)

واعظ (شاہ علی بنڈہ حیدرآباد ہفتہ وار صفحہ ۱۶) المعالج (امرتسر قیمت عہ صفحہ ۳۲) مشیر الاطباء (حویلی کابلی ل لاہور قیمت ہے، ر عہ صفحہ ۴۸) وغیرہ خاص مقاصد کو پیش نظر رکھکر شائع ہورہے ہیں،

بنگال کا جادو اپنے صوبہ میں اردو کی ترویج کا آرزومند ہے اور اپنے صوبہ کے علمی اور تاریخی مفاخر کو منظر عام پر لاتا ہے اوس کو چند ایسے علم دوست اصحاب کی قلمی اعانت حاصل ہوگئی ہے جن سے امید ہے کہ وہ اس کو پایہ سے گرنے نہ دیں گے، اب تک اوس میں متعدد مفید اور محققانہ مضامین شائع ہوئے ہیں،

المومن ۔ ہندوستان میں "قوم مومنین" کا پہلا ترجمان ہے، جناب محمد یحییٰ صاحب مومن اس کے مدیر ہیں اور اپنی قوم کے حسب حال مضامین شائع کرتے ہیں، **الصالح** ، مذہب، اخلاق و تصوف کے مضامین کا ایک عام پسند رسالہ ہے، یعنی مضامین کے مواد میں زیادہ تر عوام پسند باتیں ہوتی ہیں مہینہ میں دو مرتبہ نکلتا ہے، **رفیق التعلیم** ، پنجاب میں تعلیمی محکمہ، اور احکام مراسلات اور مدرسین اور طلبہ کے لئے دلچسپ مباحث شائع کیا کرتا ہے، اور اپنے مقصد میں ایک حد تک کامیاب ہے، **اتالیق** حیدرآباد کمسن طالب علموں کو علمی ترقی اور اخلاقی نشو و نما کا سبق سکھاتا ہے، **مظاہر جدید**، سائنس کے ٹکڑوں اور علوم جدیدہ کے علمی فوائد کا مبلغ ہے مستقل مضامین اس میں نہیں ہوتے، علمی خبروں کی ترتیب بھی اسمیں کچھ بہتر نہیں ہوتی، تاہم اس مقصد کے رسائل کی عدم موجودگی میں نہیں سے یہاں بہتر ہے **واعظ** حیدرآباد، اپنے خیال کا واحد رسالہ ہے، وہ خالص مذہبی مواعظ و نصائح سے پر رہتا ہے، مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب، کی یہ مذہبی خدمت لایق تعریف ہے، عام مسلمانوں کو وہ موثر انداز میں دین و مذہب اور اخلاق و آداب کی تعلیم دیتا ہے، **المعالج** طب یونانی، ویدک اور ڈاکٹری مضامین شائع کرتا ہے، کیا ہم اوس سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ اوس کو موجودہ سطح سے بلند کرنے کی کوشش کریں گے اس حیثیت سے مشیر الاطباء قابل داد ہے جو اپنے مخصوص موضوع پر دلچسپ، مفید اور ماہرانہ مضامین پیش کرتا ہے، دوسری طرف وہ رسائل ہیں جو اپنے جوش خدمت کو دبا نہ سکے، اور ایک محدود دائرۂ عمل میں

ساحی ہونے کی بجائے انھوں نے اپنے کو علمی، ادبی، اخلاقی، تاریخی، طبی، صنعتی، تفریحی، معاشی وغیرہ علوم
کن کن علوم و فنون کا نقیب ظاہر کیا ہے، اس میں بعض وہ رسائل بھی ہیں جو ایک معقول حد تک ہمیں
کامیاب بھی ہوئے ہیں اور وہ بھی ہیں جن کے مضامین ٹائیٹل کے ان دعاوی کی خاموش تکذیب کرتے ہیں۔
اول الذکر میں حیدر آباد کا ماہوار علمی رسالہ ترقی ہے جو ۴۸ صفحے کے اچھے کاغذ، عمدہ چھپائی، اور دلچسپ
اور مفید مضامین کے ساتھ اندرون چادر گھاٹ حیدر آباد دکن سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت پانچ روپیہ۔
نظام المشائخ، خطیب و گلچین کے مشترک ایڈیٹر ملا محمد الواحدی صاحب نے جناب خواجہ حسن نظامی
صاحب کی زیر سرپرستی درویش نامی ایک پندرہ روزہ رسالہ دہلی سے نکالا ہے۔ یہ رسالہ اُنکے
مشہور دائرۂ عمل کے مطابق مضامین پیش کرتا ہے۔ چندہ سالانہ دو روپے۔ ظل السلطان، کو ہمارے
مکرم دوست جناب منشی محمد امین صاحب زبیری نے دوبارہ بھوپال ہی سے جاری کیا ہے۔ اس کی
نئی زندگی اسکی پہلی زندگی سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد ہے۔ معلومات نسوانی کا خاصہ ذخیرہ اس میں
ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ تین روپے ہیں۔ اسی نسوانی سلسلہ کی ایک کڑی حور ہے، جو ابھی کلکتہ سے
نکلا ہے، بہتر ہوتا کہ خود مدیرہ کی ہم صنف ہستیاں اسمیں عملی حصہ لیتیں قیمت سالانہ سے، ساگردت لین، کلکتہ،
مولوی عبد المجید صاحب خادم نے مسلمان نام ایک رسالہ سوہدرہ ضلع گجرانوالہ سے نکالا ہے، اس میں مختلف مباحث پر متعدد
مضامین ہیں، کاش وہ نام کی لاج رکھتے، اور اس بات کو سمجھتے کہ ہر شخص کو خوش رکھنے کی کوشش کے
معنی کسی کو خوش نہ رکھنا ہے قیمت سالانہ عہ۔ ترچھی نظر، لکھنؤ، ماہانہ شائع ہوتا ہے، مضامین کے لحاظ
سے وہ تجربہ کار ارباب قلم کی منتوں سے پاک ہے، قیمت تین روپے۔ بدایون سے مشاہیر نام ایک ماہوار
رسالہ کی اشاعت شروع ہوئی ہے اس کا مقصد غالباً، زندہ مشاہیر کے سوانح وحالات اور ان کے قابل ذکر
کارناموں کو ملک میں پھیلانا ہے۔ مگر وہ اپنے محدود دائرہ سے اکثر الگ ہو جاتا ہے، ہمارے دوست مولانا عبد الماجد
بدایونی قادری کے مضامین اکثر اس میں نکلتے رہتے ہیں، لکھائی چھپائی اچھی، قیمت للعہ ر

مطبوعات جدیدہ

ہیئت جدید اُردو میں جدید علم ہیئت پر چند کتابیں شایع ہوئی ہیں، جن میں قابل ذکر پنجاب یونیورسٹی کی تصنیف مفتاح الافلاک ہے، مگر علم کی وسعت کے مطابق وسیع نہیں، اس وقت ہمارے سامنے ہیئت جدید کے نام سے ایک نئی تصنیف ہے، جو تین ضخیم جلدوں میں منقسم ہے اور اپنے موضوع پر ہر حیثیت اور ہر طریق سے اس قدر کامل ہے کہ دوسری علمی زبانوں میں اس علم پر جو کتابیں ہیں ان سے کسی حال میں کم رتبہ نہیں، یہ درحقیقت سال جدید کے ترقیات لسانی میں قابل فخر اضافہ ہے،

ان معلومات کو جن دماغوں نے اُردو کا قالب پہنایا ہے، وہ اسلامیہ کالج پشاور کے دولائق مسلمان پروفیسر، پروفیسر منہاج الدین بی اے، ایم ایس سی، استاذ طبعیات، اور پروفیسر برکت علی ایم اے، بی ایس سی، استاذ ریاضیات ہیں، شاید اُردو میں یہ پہلی علمی تصنیف ہے، جو دو دماغوں کا متحدہ نتیجہ ہو، ہم ان مصنفین کو ان کی کامیابیوں پر دلی مبارکباد دیتے ہیں ہیئت کے باب میں عربی اصطلاحات کا کافی ذخیرہ پہلے سے گو موجود ہے اور وہ اب بھی کارآمد ہے، تاہم ان مصنفین کو جدید اصطلاحات کے ترجمہ، انتخاب اور وضع میں کافی محنت اُٹھانی پڑی ہوگی، تصنیف مذکور، حسب ذیل تین حصوں پر منقسم ہے:-

حصہ اوّل، اس میں ہیئت جدید کی مجمل تاریخ اس علم کے مبادی اور ابتدائی معلومات، عرض بلد طول بلد، تجاذب، مادّی اور زمین، سیارات اور آفتاب کے اوزان معلوم کرنے کے طریقے، رصد کے آلات اجرام سماوی کے فاصلے معلوم کرنے کے طریقے کسوف وخسوف اور دیگر مناظر فلکی کی تفصیل ہے، ۴۱۲ صفحے قیمت کاغذ قسم اعلیٰ سے ہر قسم دوم عہ

حصّہ دوم، میں نظام شمسی کی تشریح آفتاب، سیارات، زمین اور چاند کے مفصل احوال و مدار ستاروں کی ماہیت اور شہاب ثاقب کا تذکرہ ہے، ۲۵۰ صفحے قیمت قسم اعلیٰ عہ قسم دوم عہ،

حصّہ سوم، مجامع النجوم یعنی ستاروں کی اشکال مجموعی کی تفصیل اور اُن کی شناخت کا بیان ہے ستاروں کی ماہیئت، اون کی حرکات، اوزان اور ابعاد معلوم کرنے کے طریقے بھی وضاحت سے لکھے ہیں، کرۂ فلکی کے ہیولیٰ اور عالم کے آغاز و انجام پر آخری بحث ہے، ۲۱۲ صفحے، قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ، ہر حصہ کے آخر میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل اردو مصطلحات کا فرہنگ ہے لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ بہتر، مصنفین کے نام، اسلامیہ کالج پشاور کے پتہ سے درخواست بھیجی جاہئے،

کنز مکتوم ، (حصہ اول) از شاہ غلام غوث معروف بہ غوثی شاہ اکبری قادری،

تصوف کے ذخیرہ میں مثنوی مولانائے روم کو جو مقبولیت و مرتبۂ استناد حاصل ہے مشکل سے کسی دوسری کتاب کو ہوگا، اسکی شرحیں بھی مختلف زبانوں میں بکثرت لکھی جا چکی ہیں، خود اردو میں بھی متعدد شرحیں موجود ہیں تاہم اردو میں ابھی ایک مستند مبسوط شرح کی ضرورت باقی ہے مقام مسرت ہے کہ جناب غوثی شاہ صاحب حیدر آبادی نے اس ضرورت کو پورا کردینے کا عزم کیا ہے اور اس غرض کے لئے انھوں نے شرح بحر العلوم کا انتخاب فرمایا ہے جس کا اردو ترجمہ کنز مکتوم کے نام سے دو ڈہائی جزو کی ضخامت کے ساتھ ماہوار شایع کرتے رہینگے، طریقۂ تحریر یہ ہے کہ پہلے مثنوی کے اصل اشعار نقل کئے ہیں، اونکے نیچے ان کا منظوم اردو ترجمہ درج کیا ہے، اور اس کے بعد شرح بحر العلوم کا اردو ترجمہ، نظم مثنوی کا ترجمہ اگر بجائے نظم کے نثر میں ہوتا تو بہتر تھا، تاہم مترجم صاحب کی کوشش فی الجملہ لایق داد و مستحق حوصلہ افزائی ہے امید ہے کہ شائقینِ تصوف کو اپنی قدردانی کا ثبوت دینا چاہئے ملنے کا پتہ، منیجر اختر دکن پریس، افضل گنج حیدرآباد دکن ابتک شاید صرف پہلا نمبر شایع ہو چکا ہے، ضخامت دو جزو تقطیع ۲۰×۲۶، طباعت، کتابت و کاغذ درجۂ اوسط، قیمت سالانہ للعہ نشتماہی عہ